

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَبْيَانُ الْقُرْآنِ

# تَبْيَانُ الْقُرْآنِ

عَلَّامُ الْغُيُوبِ

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

قَالَ رَجُلٌ

أَمَّا بَعْدُ

فَتَقَرَّرْنَا عَلَى الْكَلَامِ بِتَمْدِيدِ الْكَلَامِ  
 اِنْ شَاءَ اللَّهُ

# تَبْيَانُ الْقُرْآنِ

صَلَوَاتُ

جِلْد سَوِّم

الْمَادَّة ٥ - الْأَنْعَام

عَلَّامَةُ غُلَامِ رُؤُوسِ حَيْدِي

مَشْرِعُ الْحَدِيثِ دَارُ الْعُلُومِ نَعِيمِيَّةُ كَرَّاجِي - ٣٨

WWW.NEEMEE.COM

نَاشِرُ

فَرِيدُنْبَكِ سِٹَل ٣٨ - اُردو بازار لاہور - ٢

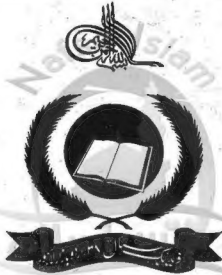
Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کا پنی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، حصہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



مولانا مہدی احمد صاحب مدظلہ العالی

مولانا قاری محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

روسی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

الطبع الاول : شوال 1420ھ / افروری 2000ء

الطبع السانی : ربیع الثانی 1429ھ / اپریل 2008ء

**Farid Book Stall®**

Phone No: 092-42-7312173-7123435

Fax No. 092-42-7224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک اسٹال

فون نمبر: 092.42.7312173-7123435

فکس نمبر: 092.42.7224899

ای میل: info@faridbookstall.com

www.faridbookstall.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۳۱	امر کا مقتضی واجب ہونے پر دلائل	۲۵	سورۃ المائدہ	۱
۳۲	ممانعت کے بعد امر کے مقتضی کی تحقیق	۲۷	۱ تم	۲
۳۳	نبی ﷺ کے اھل سے وجوب کا ثابت نہ ہونا	۲۸	۲ زمانہ نزول	۳
	نبی ﷺ کے اھل کے صل کے صلے میں مستحب اور	۳۰	۳ سورۃ النساء اور المائدہ میں ارہط اور مباحث	۴
۳۴	واجب ہونے کا ضابطہ	۳۰	۴ سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ	۵
۳۶	حق کی مقدار اور اذمی رکنا مست ہے؟	۳۱	۵ یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود	۶
۳۸	آیات مذکورہ سے استنباط شدہ احکام	۳۲	(۱-۳)	۷
	حرمت علیکم المیتۃ والدم و	۳۳	۶ حق و باغی اور عقی سنی	۸
۳۹	لحیم المیتہ (۱-۳)	۳۳	۷ حق و باغی سنی	۹
۴۱	مردار کا سنی اور اس کے شرعی احکام	۳۳	۸ حق و باغی	۱۰
۴۲	فرمان کے شرعی احکام	۳۴	۹ بھیسۃ فاضلہ کا سنی	۱۱
۴۳	خزیر کے نفس اور حرام ہونے کا بیان	۳۵	۱۰ جانوروں کے ذبح کر کے پر اجزاء کا کھانا	۱۲
	"ما اھل لعلیر اللہ بہ" کا سنی اور اس کے	۳۷	۱۱ شعار اللہ باغی اور شرعی سنی	۱۳
۴۳	شرعی احکام	۳۷	۱۲ حرمت دالے میں سے مدی اور قلاذہ کا بیان	۱۴
۴۴	المنعقۃ کا سنی اور اس کا شرعی حکم	۳۷	۱۳ آیت مذکورہ کا شان نزول	۱۵
۴۵	الموقودۃ کا سنی اور اس کا شرعی حکم	۳۹	۱۴ آیت مذکورہ کے منسوخ ہونے کا منسوخ نہ	۱۶
۴۵	المنفردۃ کا سنی اور اس کا شرعی حکم	۴۰	۱۵ ہونے میں اختلاف	۱۷
۴۶	النطیجۃ کا سنی اور اس کا شرعی حکم	۴۱	۱۶ سینہ امر کے متعدد مواضع استنباط	۱۸
۴۶	جس جانور کو روئے نے کھایا ہو اس کا شرعی حکم	۴۲	۱۷ تھانے امر کے دلیل ہونے پر دلائل	۱۹



صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
۳۳	۵۶	"الاساذ کینتم" کے مستثنیٰ نہ کیا	۵۳	۵۳	جس شکار یا زبیحہ پر ہم اللہ نہ پڑھی ہو اس کے حکم میں قتل اور اجنبی کا قتل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات
۳۴	۵۷	نصیب کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۴	۵۴	قلیل قلیل اور دیگر آکات سے شکار کرنے کا حکم
۳۵	۵۷	ازلام کا معنی	۵۵	۵۵	بدروقت سے مارے ہوئے شکار کی حقیقت
۳۶	۵۷	نجومیوں، ملاحوں اور ستارہ شناسوں سے غیب کی باتیں دریافت کرنے کی ممانعت	۵۶	۵۶	بدروقت کے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل
۳۷	۵۸	کسی درویش کے حلقہ استغفرہ کرنے کی بدعت	۵۷	۵۷	بدروقت کے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل
۳۸	۵۸	استغفرہ کرنے کا طریقہ	۵۸	۶۰	بدروقت کے شکار کے حلقہ مصنف کی حقیقت اور بحث و نظر
۳۹	۶۰	قزاق کی بنا پر مستقبل کے غنی اور اک حاصل کرنے کا حکم	۵۹	۶۱	قرآن اور حدیث میں بیان کردہ حرام جانور
۴۰	۶۱	شیخ محمد بن عبد الوہاب مجددی کی بحیرہ مسلمین پر بحث و نظر	۶۰	۶۲	اللہ کتاب کی قرطبہ اور ان کے زبیحہ کی حقیقت
۴۱	۶۲	حضرت علی کی خلافت کا غیر منصوص ہونا	۶۱	۶۳	اللہ کتاب مردوں سے مسلمان مردوں کے قتل کا حکم
۴۲	۶۳	تدریس کا حکم کھڑیل دین کے کال ہونے کے متعلق نہیں	۶۲	۶۴	قلاع تباہ کرنے کی وجہ
۴۳	۶۴	اسلام کا کال دین ہو گا وہاں سابقہ کے کال ہونے کے متعلق نہیں	۶۳	۶۵	دیگر کفار کے برعکس اللہ کتاب کے زبیحہ کے قتل ہونے کی وجہ
۴۴	۶۵	یوم میلاد النبی ﷺ کا یہ ہونا	۶۴	۶۶	اللہ کتاب مردوں سے مسلمان مردوں کے قتل کا حکم
۴۵	۶۶	یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ	۶۵	۶۷	آزاد اور پاک و امن مردوں کی تخصیص کی وجہ
۴۶	۶۷	مشروع حکیم الامت متناہی جانے کا مستثنیٰ قسم	۶۶	۶۸	بابہا الذین امنوا اذا قسمتم الی الصلوٰۃ فاعلموا (۱)
۴۷	۶۸	ضرورت کی بنا پر حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت	۶۷	۶۹	آیت وضو کی سابقہ آیات سے مناسبت
۴۸	۶۹	زیر بحث آیت کا معنی اور شران نزول	۶۸	۷۰	آیت وضو کا شران نزول
۴۹	۷۰	شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام	۶۹	۷۱	آیت وضو کے نزول سے پہلے فرضیت وضو کا بیان
۵۰	۷۱	شکار کی شرائط کا بیان	۷۰	۷۲	شرائع سابقہ اور کی دور میں فرضیت وضو کے حلقہ احادیث
۵۱	۷۲	شکار کرنے والے جانوروں کا بیان	۷۱	۷۳	وضو کے اجزائے واجب کے حلقہ احادیث
۵۲	۷۳	شکار کی کتے کے معکم (مدخلہ ہونے) ہونے کا معیار اور شرائط	۷۲	۷۴	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۷	عمل نجات	۹۹	ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا نواز
۱۲۷	بنو اسرائیل کی حمد فنی کلیان	۱۰۰	وضو کے حلق علیہ فرائض
	بعض رسولوں کے انکار کی وجہ سے نجات نہیں	۱۰۰	سر کے مسح کی مقدار میں مذہب اور
۱۲۸	ہوئی بخلاف نیک عمل کیے ہوں	۱۰۲	پہلوں کے وضو پر دلائل
۱۲۹	توراة کی تحریف میں علماء کے نظریات	۹۱	پہلوں کے وضو پر علماء شیعہ کے اعتراضات
۱۳۱	استخراج مسائل	۹۷	کے جوابات
	یہاں کتاب قد جاء کم	۱۰۳	وضو کے خلف یہ فرائض
۱۳۱	رسولنا یسین لکم (۱۵-۱۷)	۱۰۴	وضو کی سنتیں
	رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کے حقائق	۱۰۵	وضو کے مستحبات
۱۳۲	علماء کے نظریات	۹۹	وضو کے آداب
۱۳۳	نبی ﷺ کے نور حسی ہونے پر دلائل	۱۰۹	وضو پڑھنے والے امور
۱۳۷	نبی ﷺ کے نور ہدایت ہونے پر دلائل	۱۰۹	تیم کی شرط طریقہ اور دیگر احکام
۱۳۹	قرآن مجید کے فوائد اور مقاصد	۱۰۲	واذکرو انعمۃ اللہ علیکم و
۱۴۰	حضرت یحییٰ کے فد ہونے کا رد	۱۰۳	میشاقہ (۷-۸)
	وقالت اليهود والنصارى نحن	۱۰۳	اللہ کی نعمت اور اس کے حمد و شریف کا معنی
۱۴۱	ابناء اللہ واحباءہ (۸-۱۱)	۱۰۷	صحیح اور غلط شہادت کی اہمیت
	یہود کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور	۱۰۵	بھائی کو سند یا شہادت دینے کا حکم جو ان لوگوں
۱۴۱	اس کے محسوس ہیں	۱۰۸	بجس نظر
۱۴۲	شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۰۹	شہادت کی تعریف
۱۴۳	حضرت آدم سے لیکر سیدنا محمد ﷺ تک کا زمانہ	۱۰۷	بھائی محض کو شہادت دینے کا حکم جو ان لوگوں
	واذ قال موسیٰ لقومہ یقوم اذکروا	۱۰۸	بجس نظر
۱۴۳	نعمۃ اللہ علیکم (۲۶-۳۰)	۱۰۲	طلب منصب کی حقیقت
۱۴۵	آیات مبارکہ سے مناجات	۱۰۹	موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا
۱۴۵	بنو اسرائیل کے انبیاء کلیان	۱۰	امیدار کے لیے شرائط الہیہ نہ ہونے کے
۱۴۶	بنو اسرائیل کے لوگ (پلو شاہوں) کلیان	۱۱	ظلم و ستم
۱۴۶	بنو اسرائیل کے انبیاء کلیان	۱۱	ولقد اعز اللہ مشاقی بنی
۱۴۶	ارض مقدسہ کا مصداق	۱۱	اسرائیل (۳-۴)
۱۴۷	جہارین کلیان	۱۱	مبارک آیات سے ارتجالہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵	فنا ذہب انت وریک میں خواہ اسرا نکل کے	۱۳۶	ذہب بار بیک روشنی میں ڈاکو کے صرف
۱۶	کفر اور فسق کی وجوہات	۱۳۸	ڈراے کی سزا
۱۷	میدان تہ میں خواہ اسرا نکل کا پھٹنا	۱۳۹	ذہب بار بیک روشنی میں ڈاکو کے صرف
۱۸	حضرت یوحنا کے لیے سورج کو ٹھہرا	۱۴۰	لوٹنے کی سزا
۱۹	نئی مٹی کا کوسورج کو ٹھہرا	۱۴۱	ذہب بار بیک روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے
۲۰	حدیث روشنی کی تندگی حقیق	۱۴۲	اور مل بوتنے کی سزا
۲۱	وائل علیہم السلام نبی اہنی ادم بالحق	۱۴۳	حدود کے کفار ہونے میں فقہاء اختلاف اور
۲۲	ربہ آیات اور متابعت	۱۴۴	فقہاء کا نظریہ
۲۳	قاتل کے قاتل کو قتل کرنے کی	۱۴۵	حدود کے کفار ہونے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ
۲۴	تفصیل	۱۴۶	اور اختلاف کا جواب
۲۵	قاتل کے اس قول کی توجہ کہ میرا اور میرا گناہ	۱۴۷	حدود کے کفار ہونے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ
۲۶	تیسرے ذمہ لگے	۱۴۸	حدود کے کفار ہونے کے متعلق دو حدیثوں
۲۷	قاتل کے قتل کرنے کی کیفیت	۱۴۹	میں تطبیق
۲۸	ہر ایک اور بد کام کے ایسا کرنے والوں کو بد	۱۵۰	یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و
۲۹	والوں کے عمل سے صدمہ متا رہے	۱۵۱	استغفروا الیہ الوسیلۃ (۳۵-۳۰)
۳۰	قاتل کا انجام	۱۵۲	آیات مبارکہ سے متابعت
۳۱	من اجل ذلک کتبنا علی بنی	۱۵۳	وسیلہ پر معنی ذریعہ تقرب
۳۲	اسرائیل (۳۳-۳۲)	۱۵۴	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو وسیلہ سے
۳۳	آیات مبارکہ سے متابعت	۱۵۵	دعا کا جواب
۳۴	ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے	۱۵۶	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو وسیلہ سے
۳۵	برابر کسی طرح ہو گا؟	۱۵۷	دعا کے متعلق اصطلاحات
۳۶	شان نزول	۱۵۸	وسیلہ پر معنی ذریعہ جنت
۳۷	حراہ (ڈاکو) کا لغوی معنی	۱۵۹	دعا و اذان میں حدیث شفاعت کی حقیق
۳۸	ڈاکو کی اصطلاحی تعریف	۱۶۰	دعا و اذان کے بعض دیگر حکمت کی حقیق
۳۹	ڈاکو کا رکن	۱۶۱	وسیلہ پر معنی مرشد کامل
۴۰	ڈاکو کی شرائط	۱۶۲	آیات اللہ نے کافر کے کفر کا رد کیا تھا اس کے
۴۱	ڈاکو کے جرم کی تفصیل	۱۶۳	ایمان کا؟
		۱۶۴	آیات مبارکہ سے متابعت

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۴	سرد کاغذی معنی	۱۸۰	۱۵۴	قصص کے حکم کا شان نزول	۲۰۰
۱۵۵	سرد کا مصلاتی معنی	۱۸۰	۱۵۵	ذی کے بدلے مسلک کو قتل کرنے میں	۲۰۰
۱۵۶	شان نزول	۱۸۰	۱۵۶	ذہاب فقہاء	۲۰۰
۱۵۷	جہالت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے	۱۸۰	۱۵۷	تورات میں قرآن مجید کی صداقت	۲۰۱
۱۵۸	چور کا ہاتھ کاٹنے کی حکمت	۱۸۱	۱۵۸	امداد کے قصص کی کیفیت میں ذہاب راجد	۲۰۱
۱۵۹	حکمت حدیث پر دلیل	۱۸۱	۱۵۹	بدلتہ لینے کی فضیلت	۲۰۲
۱۶۰	حد سرقہ کے نصاب میں امام شافعی کا نظریہ	۱۸۱	۱۶۰	وقفینا علی انارحمہم بمسی ابن	۲۰۲
۱۶۱	حد سرقہ کے نصاب میں امام مالک کا نظریہ	۱۸۲	۱۶۱	مریم (۵۰-۳۱)	۲۰۳
۱۶۲	حد سرقہ کے نصاب میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ	۱۸۳	۱۶۲	آیات سہایت سے ارتداد	۲۰۵
۱۶۳	حد سرقہ کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ اور	۱۸۵	۱۶۳	نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ	۲۰۵
	اندر خلاصہ کے جہالت	۱۸۳	۱۶۴	قرآن مجید کا سہایت آملی کہیں کا لحاظ نہ ہونا	۲۰۶
۱۶۴	ذہاب اختلاف کے ثبوت میں اسطوٹ	۱۸۵	۱۶۴	شرائع سہایت کے حجت ہونے کی وضاحت	۲۰۶
۱۶۵	کون سا ہاتھ کس چکر سے کاٹا جائے؟	۱۸۶	۱۶۵	شان نزول	۲۰۷
۱۶۶	جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا	۱۸۷	۱۶۶	یابہا الذہین امنوا لا تتخضعوا	۲۰۷
۱۶۷	یابہا الرسول لا یحزنک الذہین	۱۸۷	۱۶۷	الیهود (۵۶-۵۵)	۲۰۸
۱۶۸	یسار عون فی الکفر (۳۳-۳۳)	۱۸۹	۱۶۸	شان نزول	۲۰۹
۱۶۹	یہود کا کفر اور معنوی تحریف کرنا	۱۸۹	۱۶۹	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں	۲۱۰
۱۷۰	یہودیوں کا یہودی ذاتیوں کو رجم کرنا	۱۹۰	۱۷۰	قرآن مجید کی آیات	۲۱۰
۱۷۱	یہودیوں کے ایمان نہ لانے پر نبی پیغمبر کو قتل نہ کرنا	۱۹۲	۱۷۱	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں اسطوٹ	۲۱۰
۱۷۲	سخت ساقی اور اس کا حکم	۱۹۳	۱۷۲	لو اور آجاء	۲۱۰
۱۷۳	روشت کی اقسام اور اس کا شرعی حکم	۱۹۳	۱۷۳	کفار دوستی کے حق میں منافقوں کے	۲۱۱
۱۷۴	اللہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق	۱۹۵	۱۷۴	بناؤں کا بطلان	۲۱۲
۱۷۵	اندر ابو کا نظریہ	۱۹۵	۱۷۵	حد و ہانت اور حد کے مرتدین کیلیان	۲۱۳
۱۷۶	موجودہ تورات میں آیت رجم	۱۹۷	۱۷۶	اللہ کی محبوب قوم کے صدقوں میں شہداء و اقوال	۲۱۳
۱۷۷	انا انزلنا الشوریۃ فیہا ہدی ونور	۱۹۹	۱۷۷	حضرت ابو بکر کی خلافت پر دلائل	۲۱۵
	(۳۴-۳۳)	۱۹۷	۱۷۸	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۲۱۷
۱۷۸	شرائع سہایت کا ہمہ جہت ہونا	۱۹۸	۱۷۹	حضرت ابو بکر کے فضائل میں موضوع اعادیت	۲۱۹
۱۷۹	قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کا کفر ہونا	۱۹۹	۱۸۰	آیت مذکورہ کے شان نزول میں شہداء و اقوال	۲۲۰

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۰۰	حضرت علیؑ کے متعلق خلافت ہونے پر علماء شیعہ کی دلیل	۲۲۱	کتابوں کو ترک کرنے اور نیکیاں کرنے سے روکنا میں وسعت اور فراخی
۲۰۱	علماء شیعہ کی دلیل کا جواب	۲۲۲	ہا یہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (۵۷-۵۸)
۲۰۲	ہا یہا الذین امنوا لاتصلحوا (۵۷-۵۸)	۲۲۳	ایک آیت کی تفسیر کرنے سے مطلقاً تبلیغ رسالت کی نفی کسی طرح درست ہے؟
۲۰۳	مناسبت اور شان نزول	۲۲۴	تبلیغ رسالت اور لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کے متعلق احادیث
۲۰۴	یہود نصاریٰ اور یہودیوں سے متعلق قرآن مجید کی اصطلاح	۲۲۵	حضرت علیؑ کی خلافت کا فصل پر علماء شیعہ کا استدلال اور اس کا جواب
۲۰۵	ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینے میں مذہب	۲۲۶	آپ رسول اللہ ﷺ صرف حکام شریعت کی تبلیغ پر مامور تھے یا اپنے تمام علوم کی تبلیغ پر؟
۲۰۶	مناسبت اور شان نزول	۲۲۷	نبی ﷺ کے علم کی تین قسمیں
۲۰۷	ابتداء اذان کی کیفیت	۲۲۸	وہ علم جو کوہنامت تک پہنچا آپ پر فرض ہے
۲۰۸	کلمات اذان میں مذہب ائمہ	۲۲۹	وہ علم جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار ہے
۲۰۹	حضرت ابو حمزہؓ کی روایت کا عمل	۲۳۰	وہ علم جس کا خلاف آپ پر واجب ہے
۲۱۰	کلمات اقامت میں مذہب ائمہ	۲۳۱	شان نزول
۲۱۱	اذان کا جواب	۲۳۲	یہود نصاریٰ کے کسی عمل کا نافی شمار نہ ہونا
۲۱۲	دعا بعد الاذان	۲۳۳	نزدل قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا
۲۱۳	اذان کی فضیلت میں احادیث	۲۳۴	اور زیادہ ہونا
۲۱۴	مناسبت اور شان نزول	۲۳۵	الصلوات علیہم کے نوعی حالت میں ہونے کی توثیق کیا صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی؟
۲۱۵	آیت مذکورہ کی ترکیب پر شبہات کے جوابات	۲۳۶	قدر کے معنی
۲۱۶	وتری کثیر احسنهم یسارعون فی الاتیم (۲۱-۲۲)	۲۳۷	خواسرا نکل کلامات سے دوبارہ اندر حاکم و ہر اہل بیت
۲۱۷	نیک کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے پر وعید	۲۳۸	عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا رد
۲۱۸	نیک کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے پر وعید کی احادیث	۲۳۹	لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثة (۵۷-۵۸)
۲۱۹	مناسبت اور شان نزول	۲۴۰	
۲۲۰	بید اللہ (اللہ کا بھائی) کا معنی		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۲۳۰	حقدین اور محتارین جیساںوں کا نظریہ حلیت	۲۵۸	لامہ لک کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	اور اس کا رد	۲۵۸	لامہ شافعی کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۱	حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خدانہ ہونے پر دلائل	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۲	حضرت مریم کے فیہ نہ ہونے پر دلائل	۲۵۸	لامہ احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۳	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مہلوت گزارا سے	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	ان کے خدانہ ہونے پر استدلال	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۴	فلق اور غلو باطل کی قرینیں	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۵	لعن الذین کفروا من ہنی	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	اسرائیل (۸۶-۷۸)	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۶	تلفیظ کرنے کی وجہ سے نواسرائیل پر لعنت	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	کلیان	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۷	نباشی کا اسلام لانا	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۸	مسلمانوں کا جہت بھرت کرنا اور کفار مکہ کان کو	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	واپس بلانے کی سعی کرنا	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۹	حضرت جعفر کا نباشی کے دربار میں اسلام کا	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	تعارف کرنا	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۰	کفار قریش کا مسلمانوں کو کھلانے کی رسم میں	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	تاکام ہونا	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۱	واذا سمعوا ما نزل الی الرسول	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	توری اعیہہم (۸۶-۸۳)	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۲	شہن نزول	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۳	یا ایہا الذین امنوا اتحرموا	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	طہیت ما احل اللہ لکم (۸۶-۸۷)	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۴	حلال چیزوں سے اجتناب کی ممانعت	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۵	مہلوت اور مہلوتات میں میانہ روی کے متعلق	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
	آیات اور احادیث	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۶	اسلام مستقل مسئلہ اور دین فطرت ہے	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۷	آیا حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۸	المیسر والانساب (۸۳-۸۰)	۲۵۸	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے یا نہیں؟	۲۸۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	صفحہ
۲۷۸	مشکل الفاظ کے معنی	۳۹۱	۳۱۵
۲۷۹	شراب کی تحريم کے حقائق املوٹ	۳۹۷	۳۱۵
۲۸۰	غری حقیقت میں مذہب فقہاء	۳۹۸	۳۱۶
۲۸۱	غری کلین حرام ہو چور غیر خمر کا مقدار نشہ	۳۹۳	۳۱۶
	حرام ہونا	۳۹۹	۳۲۱
۲۸۲	جس مشروب کی تجزی سے نشہ کا نشہ ہو اس	۳۹۵	۳۲۱
	نمروانی لاکر پیئے کا نواز	۳۹۹	۳۱۷
۲۸۳	جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی	۳۹۶	۳۱۷
	قہل مقدار کے طائل ہونے پر فقہاء اختلاف		۳۱۷
	کے دلائل	۳۰۰	۳۰۷
۲۸۳	انگریزی دوائوں اور دیگر نام کا شرعی حکم	۳۰۰	۳۱۸
۲۸۵	شراب نوشی پر عید کی املوٹ	۳۰۳	۳۱۸
۲۸۶	غری حد کلیان	۳۰۴	۳۱۹
۲۸۷	بھگ اور افیون کا شرعی حکم	۳۰۳	۳۱۸
۲۸۸	سکون آور دوائوں کا شرعی حکم	۳۰۵	۳۲۰
۲۸۹	تبا کو نوشی کا شرعی حکم	۳۰۵	۳۲۰
۲۹۰	جائے کی تعریف اور اس کے حرام ہونے کلیان	۳۰۵	۳۲۱
۲۹۱	معدہ گاڑی اور سہ کا شرعی حکم	۳۰۶	۳۲۱
۲۹۲	کلیل اور ورزش کے حقائق اسلام کا نقطہ نظر	۳۰۶	۳۲۲
۲۹۳	چر اور در شریح کے حقائق مذہب فقہاء	۳۰۷	۳۲۲
۲۹۴	کرکٹ کھیل کے حقائق امام احمد رضا کی بدایت	۳۰۸	۳۲۳
۲۹۵	شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی خرابیاں	۳۰۹	۳۲۳
۲۹۶	انصاف اور اقامت کی تعمیر	۳۱۰	۳۲۳
۲۹۷	شان نزول کلیان	۳۱۱	۳۲۳
۲۹۸	تعمیم غری کی تاریخ	۳۱۲	۳۲۳
۲۹۹	اللہ کے خوف کو تین بار ذکر کرنے کی توجہات	۳۱۳	۳۲۳
۳۰۰	یا ایہا الذین امنوا الیہ لونکم اللہ	۳۱۴	۳۲۳
	بیشی (۹۲-۹۳)	۳۱۴	۳۲۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۲۷	حرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے حلق	۳۲۴	۳۲۸	بھیرہ لاشی	۳۲۸
۳۲۸	قذا بھیرہ	۳۲۵	۳۲۹	الشیبہ لاشی	۳۲۸
۳۲۹	حرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے مسئلہ میں	۳۲۶	۳۳۰	الوبیدہ لاشی	۳۲۹
۳۳۰	امام ابو حنیفہ کے موقف پر لاش	۳۲۵	۳۳۱	الابی لاشی	۳۲۹
۳۳۱	جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام	۳۲۸	۳۳۲	بھیرہ اور سبب دیگر حمل کے حلق احادیث	۳۲۹
۳۳۲	فیما للناس (۳۰۰-۳۰۰)	۳۲۷	۳۳۳	ایضاً تو اس کے لیے بھیرہ یا توڑوں کا طحال اور	۳۲۹
۳۳۳	مشکل الفاظ کے معنی	۳۲۷	۳۳۴	طیب ہوا	۳۳۰
۳۳۴	مناجحت	۳۲۸	۳۳۵	بھیرہ فیروہ کی تحریم کا خلاف عمل ہوا	۳۳۱
۳۳۵	کعبہ اور دیگر شکار حرم کا گوشت کے لیے مصلح اور	۳۳۱	۳۳۶	تقلید موم اور تقلید محمود	۳۳۱
۳۳۶	مقوم ہوا	۳۲۸	۳۳۷	بایہا الذین امنوا علیکم	۳۳۲
۳۳۷	کی کو جبر امت یا نہایت فرائض رسالت میں	۳۲۸	۳۳۸	انفسکم لا یخسرکم (۸-۱۰)	۳۳۲
۳۳۸	سے نہیں ہے	۳۲۹	۳۳۹	مناجحت اور شکن زدن	۳۳۲
۳۳۹	اللہ کے نزدیک نیکو کاروں اور بد کاروں کا برابر	۳۳۳	۳۴۰	محبت کے لیے امر معروف اور نہی منکر کا	۳۳۳
۳۴۰	نہ ہوا	۳۲۹	۳۴۱	ضروری ہوا	۳۳۳
۳۴۱	بایہا الذین امنوا اتقوا	۳۳۵	۳۴۲	امر معروف اور نہی منکر کی اہمیت کے	۳۳۳
۳۴۲	اشیاء ان تبدلکم (۳-۳)	۳۳۰	۳۴۳	حلق احادیث	۳۳۳
۳۴۳	نبی ﷺ سے سوالات کرنے کی ممانعت کے	۳۳۱	۳۴۴	سبب و صحت پر اہل کتاب کو گواہ بنانے کے	۳۳۵
۳۴۴	حلق احادیث	۳۳۱	۳۴۵	حلق احادیث	۳۳۵
۳۴۵	آپ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجہات	۳۳۲	۳۴۶	سبب و صحت کے لیے اور غیر مسلموں کو گواہ	۳۳۶
۳۴۶	آپ سے سوال کرنے کی ممانعت اور اجازت	۳۳۳	۳۴۷	بنانے کے جواز پر امام احمد کے دلائل	۳۳۶
۳۴۷	کے قابل	۳۳۳	۳۴۸	سبب و صحت پر غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے	۳۳۶
۳۴۸	آپ سے کیے ہوئے سوالات کے حلق قرآن	۳۳۳	۳۴۹	مردم جواز پر جوہر قضائہ کے دلائل	۳۳۶
۳۴۹	مجید کی آیات	۳۳۳	۳۵۰	اہل ذمہ کی آئین میں گواہی کے جواز پر امام	۳۳۶
۳۵۰	آپ سے کیے ہوئے سوالات کے حلق احادیث	۳۳۵	۳۵۱	ابو حنیفہ کے دلائل	۳۳۷
۳۵۱	مشکل سوالات اور بھلے دلائل کی ممانعت	۳۳۶	۳۵۲	امام ابو حنیفہ کے استدلال پر علامہ قرطبی کے	۳۳۷
۳۵۲	سوالات کرنے کے جواز اور ناجائز مواقع	۳۳۷	۳۵۳	اعتراض کا جواب	۳۳۷
۳۵۳	کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے تجللی	۳۳۷	۳۵۴	ناگزیر صورت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے	۳۳۷
۳۵۴	احول کا بلاک ہونا	۳۳۷	۳۵۵	کا جواز	۳۳۷





صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۰۰	کفار کے مقابلہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرشتے کو نہ پہنچ کر حکمت	۳۸۳	۳۸۳	سورۃ الانعام	
۳۰۱	نبی علیہ السلام پر طعن اور استہزاء کر دینے والوں کی سزا	۳۸۳	۳۸۶	سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث	۳۸۳
۳۰۲	قل صبروا فی الارض ثم انظروا کیف بجان (۱۸-۱۹)	۳۸۶	۳۸۶	سورۃ الانعام سے ملی آیات کے استثناء کے متعلق احادیث	۳۹۳
۳۰۳	الوہیت رسالت اور قیامت پر دلیل	۳۸۸	۳۸۸	سورۃ الانعام کی فضیلت کے متعلق احادیث	۳۹۳
۳۰۴	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۳۸۹	۳۸۹	سورۃ الانعام کا موضوع	۳۹۵
۳۰۵	سفرت مجاہدہ و دخول حنت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نہ کہ اعمال	۳۹۰	۳۹۰	سورۃ الانعام کے مضامین	۳۹۹
۳۰۸	اللہ کے فضل اور رحمت سے دخول حنت کی تحقیق حقیقی حلیت نہ انکار ساز اور مستعمل صرف اللہ تعالیٰ ہے	۳۹۸	۳۹۳	الحمد لله الذی خلق السموت والارض (۶-۱۱)	۳۹۷
۳۱۰	حقیقی حلیت نہ انکار ساز اور مستعمل صرف اللہ تعالیٰ ہے	۳۹۸	۳۹۳	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرق	۳۹۸
۳۱۱	انبیاء کرام عظیم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی حالات اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں	۳۹۹	۳۹۳	تمام قریشوں کا اللہ کے ساتھ حقیقی ہونا	۳۹۹
۳۱۲	قل ای شیء اکبر شهادة قل الله	۳۹۵	۳۹۳	عالم کبریٰ کی تحقیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال	۴۰۰
۳۱۵	ان لوگوں کی تفصیل جن کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کی تھی	۳۹۹	۳۹۳	کفار کی باطنی فراموشی	۴۰۱
۳۱۶	ابن کلب کا نبی علیہ السلام کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پکارتا	۳۹۷	۳۹۳	عالم صغیر کی تحقیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال	۴۰۲
۳۱۸	کفار کے اخروی نقصان کا حق	۳۹۸	۳۹۳	دو اہل بیت کی تفسیریں	۴۰۳
۳۱۹	ومن اطعم ممن افتری علی اللہ کذباً (۲۷-۳۱)	۳۹۹	۳۹۳	اللہ تعالیٰ کے کمال عظیم پر دلیل	۴۰۴
۳۲۰	یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے لگائے ہوئے بدستوں کی تفصیل	۴۰۰	۳۹۳	کفر باللہ پر ملامت کے بعد کفر یا رسول کی مذمت	۴۰۵
			۳۹۷	ربط آیات اور خلاصہ مضامین	۴۰۶
			۳۹۸	قرآن کی تحقیق	۴۰۷
			۳۹۸	بعض سوالوں کے جوابات	۴۰۸
			۴۰۰	ولسوف نسا علیکم کتابا فی قرطاس فلم یسود (۳-۷)	۴۰۹
			۴۰۱	ربط آیات اور شان نزول	۴۱۰
			۴۰۱	کفار کے انکار کا حقیقی جب	۴۱۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۲۷	روز قیامت شکر گین کی طاقت اور ثمری	۴۲۰	۴۲۹	زمین میں سرگھٹنے اور آسمان پر بڑھی	۴۲۱
۴۲۸	شکر نازل	۴۲۲		نگارے کے معنی اور توجہات	۴۲۶
۴۲۹	کفار کے کالوں پر ڈاٹ لگانے پر اعتراضات کے جوابات	۴۲۳	۴۵۰	مجہول نبی کے احیاء میں ہے یا نہیں؟	۴۲۷
۴۳۰	ایمان اور طاعت کی تحقیق	۴۲۴	۴۵۱	جزا پر ایمت نہ دینے کی حکمت	۴۲۸
۴۳۱	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق املوٹ	۴۲۵	۴۵۲	کفار کو مردہ فرمائے کی توجیہ	۴۲۸
۴۳۲	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق سخرین	۴۲۵	۴۵۳	کفار کی مطلوبہ نصیحتیں نازل نہ کرنے کا سبب	۴۲۹
۴۳۳	کفر ابی کی ضرورت	۴۲۷	۴۵۴	وما من دابہ فی الارض ولا یطیر (۴۸-۴۱)	۴۵۰
۴۳۴	ابو طالب کے ایمان کے متعلق مصطفیٰ کا نظریہ	۴۲۹	۴۵۵	آیات مبارکہ سے مناسبت اور وجہ ارتجالہ	۴۵۱
۴۳۵	ولو تری اذوق فموا علی النار فسا لوا	۴۲۹	۴۵۶	جاہلوں کے حباب اور قصاص کے متعلق املوٹ	۴۵۱
۴۳۶	قیامت کے دن کالوں کے عذاب کی کیفیت	۴۳۰	۴۵۷	حیوانوں اور پرندوں کی انسانوں سے مماثلت کی وجہ	۴۵۲
۴۳۷	قد خسر الذین کذبوا بلفظہ والہ (۴۷-۴۳)	۴۳۱	۴۵۸	رسول اللہ ﷺ کے ہم مثل ہونے کا مکمل	۴۵۳
۴۳۸	سخرین قیامت کے عذاب کی کیا	۴۳۲	۴۵۹	روح محفوظ تمام مخلوق وقت کے تمام احوال کی جانچ ہے	۴۵۴
۴۳۹	روز قیامت کو مساحت اور اللہ سے ملاقات کلون فرمائے کی توجیہ	۴۳۳	۴۶۰	قرآن مجید تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شریعہ کی کیا ہے	۴۵۴
۴۴۰	دنیا کی زندگی کو لٹو لٹو کر دینے کی وجوہات	۴۳۵	۴۶۱	آج کل کی محبت پر دلائل	۴۵۵
۴۴۱	دنیا کے بے وقت ہونے کے متعلق املوٹ	۴۳۶	۴۶۲	آج کل کی محبت پر دلائل	۴۵۶
۴۴۲	نیک کی روش صرف کرنے کی نیت سے مانی	۴۳۷	۴۶۳	قیاس کی محبت پر دلائل	۴۵۷
۴۴۳	دنیا کا احسن	۴۳۸	۴۶۴	قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند	۴۵۸
۴۴۴	دنیا کی محبت مطلقہ موسم میں ہے	۴۳۹	۴۶۵	قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند	۴۵۹
۴۴۵	ابو نعیم کے معنی کی تحقیق	۴۴۰	۴۶۶	قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند	۴۶۰
۴۴۶	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کے احکام	۴۴۱	۴۶۷	قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند	۴۶۱
۴۴۷	شکر نازل اور مناسبت	۴۴۲	۴۶۸	اللہ تعالیٰ کے کمر لائی اور بدعت پیدا کرنے کی توجیہ	۴۶۲
۴۴۸	نما ﷻ کی قیل کی آیات	۴۴۳			
۴۴۹	شکر نازل	۴۴۴			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹۹	مسیحیوں میں صرف اللہ کو پکارنا انسان کا خطری تقلیل ہے	۳۸۷	۳۷۵	ذہاب	۳۷۸
۴۰۰	ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاحذہنہم (۵۵-۴۶)	۳۸۸	۳۸۸	ذہاب	۳۷۸
۴۰۱	مسیحیوں اور تلمیذین رسول کو اللہ کی طرف راجع کرنے کے لیے مائل ہوتی ہیں	۳۸۹	۳۸۹	ذہاب	۳۷۸
۴۰۲	انہوں کے بلکہ جو نصرتوں کا لانا اللہ کی طرف سے استدراج اور میل ہے	۳۹۰	۳۹۰	ذہاب	۳۷۸
۴۰۳	اللہ تعالیٰ کے متفقہ عہدات ہونے پر دلیل کافروں کے عہد مذہب میں آیا مومن بھی جلا	۳۹۱	۳۹۱	ذہاب	۳۷۸
۴۰۴	ہوں گے یا نہیں؟	۳۹۲	۳۹۲	ذہاب	۳۷۸
۴۰۵	انبیاء علیہم السلام کا سرور شدہ کلام	۳۹۳	۳۹۳	ذہاب	۳۷۸
۴۰۶	نبی ﷺ سے قدرت، علم فیہ اور فرشتہ ہونے کی نفی	۳۹۴	۳۹۴	ذہاب	۳۷۸
۴۰۷	نبی ﷺ سے قدرت اور علم فیہ کی نفی کا محمل	۳۹۵	۳۹۵	ذہاب	۳۷۸
۴۰۸	علاء دین بر کے نزدیک علم فیہ کی نفی کا محمل	۳۹۶	۳۹۶	ذہاب	۳۷۸
۴۰۹	نبی ﷺ کے لیے علم فیہ کا ثبوت	۳۹۷	۳۹۷	ذہاب	۳۷۸
۴۱۰	نبی ﷺ پر عالم الغیب کے اطلاق کا عدم جواز	۳۹۸	۳۹۸	ذہاب	۳۷۸
۴۱۱	نبی ﷺ کے علم غیب کے متعلق اہل سنت کا مسئلہ	۳۹۹	۳۹۹	ذہاب	۳۷۸
۴۱۲	ایمانی نبی ﷺ کا جاہل دینی کرنا آپ کے اجتہاد کے متعلق ہے؟	۴۰۰	۴۰۰	ذہاب	۳۷۸
۴۱۳	نبی ﷺ کے اجتہاد پر دلائل	۴۰۱	۴۰۱	ذہاب	۳۷۸
۴۱۴	صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل	۴۰۲	۴۰۲	ذہاب	۳۷۸
۴۱۵	آپ کوئی کی اتباع کرنا اجتہاد کے متعلق	۴۰۳	۴۰۳	ذہاب	۳۷۸
۴۱۶	نہیں ہے	۴۰۴	۴۰۴	ذہاب	۳۷۸
۴۱۷	اجتہاد کی تعریف	۴۰۵	۴۰۵	ذہاب	۳۷۸

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۰۵	قل انہی نہایت ان اعباد الذین	۴۳۳	اللہ تعالیٰ ملک الموت اور فرشتوں کی طرف
۵۰۶	تذعون من دون اللہ (۶۶-۵۶)	۴۳۴	قبض روح کی نسبت کی وضاحت
۵۰۷	ہجرتوں کی مہلت کا خلاف حمل ہوتا	۴۳۵	موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی مددوں
۵۰۸	غیر اللہ کو پکارنے میں مشرکوں اور مسلمانوں کا	۴۳۶	کے نکلنے کی کیفیت
۵۰۹	فرق	۴۳۷	اللہ تعالیٰ کے مولا اور حق ہونے کا معنی
۵۱۰	کفار کے مقابلے کے بعد جو دن پر عذاب نازل نہ	۴۳۸	روح کے انسان کی حقیقت ہونے پر اہم رازی
۵۱۱	کرنے کی وجہ	۴۳۹	کے دلائل
۵۱۲	زیر بحث آیت کا یکہ حدیث سے تفسیر اور	۴۴۰	اہم رازی کے دلائل پر بحث و نظر
۵۱۳	اس کا جواب	۴۴۱	جسم سے پہلے روح کے پڑا ہونے پر دلائل اور
۵۱۴	مفسر انبیاء کی تفسیر میں بعض علماء کی لغزش	۴۴۲	بحث و نظر
۵۱۵	مفسر انبیاء کی تفسیر میں املوت اور آثار	۴۴۳	قیامت کے دن جلد حساب لینے کا بیان
۵۱۶	مفسر انبیاء کی تفسیر میں علماء کے نظریات	۴۴۴	حساب کے متعلق قرآن مجید کی آیات
۵۱۷	آیاتی مفسرین کو صرف قیام کی خبر دی گئی	۴۴۵	حساب کی کیفیت کے متعلق املوت
۵۱۸	پیدا قیام کا علم بھی دیا گیا ہے؟	۴۴۶	حساب کی کیفیت کے متعلق صحابہ کرامین اور
۵۱۹	اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول اللہ ﷺ کے علم	۴۴۷	علماء کے نظریات
۵۲۰	میں فرق	۴۴۸	نفسوں کی سختی مقدار پر حساب لایا جائے گا؟
۵۲۱	روح محفوظ کیا گیا	۴۴۹	حساب کو آسان کرنے کا طریقہ
۵۲۲	نیز کثرت عمری ہوتا	۴۵۰	محبت عمل جانے کے بعد اللہ کو محمول جانے پر
۵۲۳	وہو القادر فوق عبادہ ویرسل	۴۵۱	حالات
۵۲۴	علیکم حفظہ (۶۷-۶۸)	۴۵۲	اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے جانے والے
۵۲۵	اللہ تعالیٰ کے قریب معنی	۴۵۳	عذاب کی اقسام
۵۲۶	کراہا کاتبین کی تعریف اور عن کے فرائض	۴۵۴	امت کے اختلاف اور فرشتوں سے نجات کی دعا
۵۲۷	کراہا کاتبین کے متعلق قرآن مجید کی آیت	۴۵۵	سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو مع فرمایا
۵۲۸	کراہا کاتبین کے فرائض اور وظائف کے	۴۵۶	نقد کلمتی معنی اور اصطلاحی معنی
۵۲۹	متعلق املوت	۴۵۷	واذا رايت الذین معوضون فی
۵۳۰	آیاد کی باتوں کو کراہا کاتبین کہتے ہیں یا	۴۵۸	ایمانا عارض عنہم
۵۳۱	نہیں؟	۴۵۹	(۷۰-۷۱)
۵۳۲	اعمال کو گنہگار کی مکتس	۴۶۰	دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذمت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۵۳	آز کے حلقہ مغربین کے مختلف اقوال	۵۵۹	شیطان کے لیے نبی ﷺ کو لیبیا میں جھکا کرنا	۵۳۲	لیکن نہیں
۵۵۴	حضرت امیر اہم علیہ السلام کا لپ تابخ تھا	۵۶۰	قرآن اور حدیث کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام	۵۳۳	کلیں
۵۵۴	نہ کر آزار	۵۶۱	نبی ﷺ کے رسولوں میں کے حلقہ نقباء	۵۳۴	اور محمد ﷺ کا موقف
۵۵۴	آز کو حضرت امیر اہم علیہ السلام کا لپ کھنے کی	۵۶۲	فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے حلقہ	۵۳۵	قرآن سنت اور ۵۴۰ سے تقریرات
۵۵۴	توجیہ	۵۶۳	اہل بدعت کے صدق	۵۳۶	فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے حلقہ نقباء
۵۵۵	حضرت امیر اہم علیہ السلام کے والد کے مومن	۵۶۴	کی تقریرات	۵۳۸	اجابہ لو اک آؤٹ کرنے کی اصل
۵۵۵	ہونے کی دلیل	۵۶۵	۵۳۷	۵۳۹	بسل کا حق
۵۵۷	قیامت کے دن آزر کو لپ کھنے کی توجیہ	۵۶۶	۵۳۸	۵۴۰	یت پرستی کا مودوب ہونا
۵۵۷	نبی ﷺ کے تمام آیہ کرام کے مومن ہونے	۵۶۷	۵۳۹	۵۴۱	قل اندعو امن دون اللہ مالا
۵۵۸	پر دلیل	۵۶۸	۵۴۰	۵۴۲	بنفعا (۷۳-۷۴)
۵۵۸	مصدقین اور علیہین سے زمین کبھی غلط میں رہی	۵۶۹	۵۴۱	۵۴۳	گمراہی میں بھٹکنے والے شخص کی مثل
۵۵۸	رسول اللہ ﷺ کے تمام آیہ کرام کا پختہ	۵۷۰	۵۴۲	۵۴۴	آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے
۵۵۹	لپختہ نہ نہ میں سب سے افضل اور بزرگ ہونا	۵۷۱	۵۴۳	۵۴۵	کا حق
۵۵۹	ایہین کریمین کے ایمان کے مسئلہ میں تفسیر کبیر	۵۷۲	۵۴۴	۵۴۶	قرآن اور احادیث کی روشنی میں صورت پھر گئے
۵۶۲	پر بحث و نظر	۵۷۳	۵۴۵	۵۴۷	کلیان
۵۶۲	ایہین کریمین کے ایمان کے حلقہ امام رازی کا	۵۷۴	۵۴۶	۵۴۸	و اد قال ابراہیم لابنہ ازرا انت عند
۵۶۳	حج موقف	۵۷۵	۵۴۷	۵۴۹	اصحاب اللہ (۸۲-۸۳)
۵۶۳	ایہین کریمین کے ایمان کی بحث میں حرف آخر	۵۷۶	۵۴۸	۵۵۰	آیات ملکت سے متاثر
۵۶۵	جنوں کی پرستش کا عملی ہونی کمرانی ہونا	۵۷۷	۵۴۹	۵۵۱	حضرت امیر اہم علیہ السلام کا نام نسب اور تاریخ
۵۶۵	حضرت امیر اہم علیہ السلام کو دکھائے گئے ملکوت	۵۷۸	۵۵۰	۵۵۲	پیدا نش
۵۶۵	کا صدق	۵۷۹	۵۵۱	۵۵۳	حضرت امیر اہم علیہ السلام کی زندگی کے اہم
۵۶۵	سنانے چاند لوز نورج کی مالیت کے عقیدہ	۵۸۰	۵۵۲	۵۵۴	واقعات
۵۶۷	کو باطل کرنا	۵۸۱	۵۵۳	۵۵۵	
۵۶۷	حضرت امیر اہم علیہ السلام کا ستارے کو "خدا	۵۸۲	۵۵۴	۵۵۶	
۵۶۷	وہی" کے متعلق کی تفسیر نہیں تھا	۵۸۳	۵۵۵	۵۵۷	
۵۶۸	استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا	۵۸۴	۵۵۶	۵۵۸	
۵۶۸	حضرت امیر اہم علیہ السلام کا نبی قوم کے ساتھ	۵۸۵	۵۵۷	۵۵۹	
۵۶۸	مبادیہ	۵۸۶	۵۵۸	۵۶۰	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۷۶	اس باب میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ	۵۷۶	نبی ﷺ کی عمومی ہمت پر یسویوں کے	۵۷۶	نہ کہنے کی وجہ
۵۷۷	وَنَلَّكَ حَمِيْنًا اَتَمْنٰهَا اِبْرٰهِيْمَ	۵۷۸	آخر میں کتاب	۵۷۷	نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا
۵۷۸	علیٰ قومه (۸۳-۸۴)	۵۷۹	آخر میں نبی ﷺ پر ایمان لانے کو	۵۷۸	نواسوں کو اولاد میں شمار کرنے کے متعلق مذہب
۵۷۹	مسلمانوں پر مصائب نازل ہونے کی وجوہات	۵۸۰	مشقوم ہے	۵۷۹	انقیام
۵۸۰	انبیاء علیہم السلام کا نام اور موتیں کے درجات	۵۸۱	تمام مہلات میں نماز کی ہدایت	۵۸۰	حضرت الیاس کا نسب اور ان کا مصداق
۵۸۱	کی بلندی	۵۸۲	تذکرہ لڑاکے کے متعلق مذہب فقہاء	۵۸۱	انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ایک نوع کی مصیبت
۵۸۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں	۵۸۳	مصائب اور دشمنان	۵۸۲	انبیاء علیہم السلام کا نام سے افضل ہونا
۵۸۳	کا تسلسل	۵۸۴	سیلہ اور اسوۂ حسنہ کے احوال	۵۸۳	اللہ تعالیٰ کی ہدایت
۵۸۴	حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل کو ذکر	۵۸۵	سیرت کے مجموعہ عمومی اور	۵۸۴	نبی ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا
۵۸۵	نہ کہنے کی وجہ	۵۸۶	کار اور اہل	۵۸۵	وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ اَقَالُوا مَا
۵۸۶	نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا	۵۸۷	حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے احوال	۵۸۶	انزل اللہ (۸۳-۸۴)
۵۸۷	نواسوں کو اولاد میں شمار کرنے کے متعلق مذہب	۵۸۸	کافر کے جسم سے روح نکالنے کی کیفیت	۵۸۷	مصیبت اور دشمنان
۵۸۸	انقیام	۵۸۹	بل و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت	۵۸۸	تورات میں تحریف کے متعلق اہم رازی کا
۵۸۹	حضرت الیاس کا نسب اور ان کا مصداق	۵۹۰	میں عمومی	۵۸۹	موقف اور بحث و نظر
۵۹۰	انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ایک نوع کی مصیبت	۵۹۱	ان اللہ فائق الحب والنوی	۵۹۰	آیت مذکورہ کا مندرجہ ذیل ہونا
۵۹۱	انبیاء علیہم السلام کا نام سے افضل ہونا	۵۹۲	بصر ج الحس من المبت (۸۸-۸۹)	۵۹۱	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قدر و ثباتی
۵۹۲	اللہ تعالیٰ کی ہدایت	۵۹۳	زمین کی نشانیوں سے وجود پاری تعالیٰ اور توحید	۵۹۲	قرآن مجید کی خیر اور برکت
۵۹۳	نبی ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا	۵۹۴	پر دلائل	۵۹۳	قرآن مجید کا سب سے اعلیٰ کتاب کا مصدق ہونا
۵۹۴	وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ اَقَالُوا مَا	۵۹۵	آسمان کی نشانیوں سے وجود پاری تعالیٰ اور توحید	۵۹۴	کہہ کر کہ نام الہی ہونا
۵۹۵	انزل اللہ (۸۳-۸۴)	۵۹۶	پر دلائل		
۵۹۶	مصیبت اور دشمنان	۵۹۷	انسان کے فحش سے وجود پاری تعالیٰ اور توحید		
۵۹۷	تورات میں تحریف کے متعلق اہم رازی کا	۵۹۸	پر دلائل		
۵۹۸	موقف اور بحث و نظر	۵۹۹	تمام انسانیت پر ایمان		
۵۹۹	آیت مذکورہ کا مندرجہ ذیل ہونا	۶۰۰	مستقر اور مستور کا معنی		
۶۰۰	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قدر و ثباتی	۶۰۱	سب سے اعلیٰ سے اعلیٰ		
۶۰۱	قرآن مجید کی خیر اور برکت	۶۰۲	کعبہ کے فضائل اور اس کا مومن کی مصیبت پر		
۶۰۲	قرآن مجید کا سب سے اعلیٰ کتاب کا مصدق ہونا	۶۰۳	مشکل ہے		
۶۰۳	کہہ کر کہ نام الہی ہونا	۶۰۴	کعبہ کا گور و زمین اور لڑاکے کے خواص		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۳۵	سدا رائج کی بنا پر جن کو یہ کہنے کی ممانعت	۳۲	پہلوں کی باہر آئی حالت کو ان کے کہنے سے	۳۱
۳۶	فرمانی مجرا تہ دکھانے کی وجہ	۳۲	و خود ہر کی پر استدلال	۳۰
۳۶	جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں کو پھیر دیا تو ان	۳۵	تو نے علم یہ کہنے سے پہلے رخت پر لگے ہوئے	۲۷
۳۶	کا کفر میں کیا قصور ہے؟	۳۵	پہلوں کی فتح کلمہ ہوا	۲۸
۳۶	ولو استأنزنا لئلا یبہم المفسکتہ و	۳۶	انہوں میں پہلوں کی موج سے کجی کے جوازی صورتیں	۲۸
۳۷	کلمہ المومن (۳۷-۳۸)	۳۶	شرکین کے اپنے شرک کے حلق نظرات نور	۳۸
۳۸	اللہ تعالیٰ کا مطلوب بندوں کا تقاری ایمان ہے	۳۷	ان کے فرقے	۳۰
۳۸	انہوں پر جن جن میں سے شیاطین (سرکشوں)	۳۸	اللہ تعالیٰ کے لیے مولود ہوئے پر دلائل	۳۰
۳۹	کہا ہوا	۳۸	بدیع السموات والارض انہی	۳۱
۳۹	وہی ز عرف القتل اور فرور کے معنی	۳۹	ہے کون لہ ولد (۳۹-۴۰)	۳۱
۳۹	شیطان کے سوسہ انداز کی حقیقت	۳۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امین اللہ ہوئے کا	۳۲
۳۹	شیاطین کو یہ کہنے کی حکمت	۳۹	دلائل سے رو	۳۲
۳۹	لتصلی لاسفی	۳۹	اللہ تعالیٰ کے واحد ہوئے پر دلائل	۳۳
۳۹	نبوت کی دلائل	۳۹	روئے ہمارے کے حلق فقہ اسلام کے نظرات	۳۳
۳۹	کلمہ دہ کے صلوات اور علول ہونے کے	۳۹	مکرمین روئے کے دلائل اور ان کے جہالت	۳۳
۳۹	معانی	۳۹	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے حلق قرآن مجید	۳۵
۳۹	اللہ تعالیٰ کے کام میں کذب محال ہے	۳۵	کی آیات	۳۱
۳۹	تقدیر اور عمل کی گراہیوں کی تحصیل	۳۶	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے	۳۶
۳۹	اہل حق عن کی کتب سے کی وضاحت	۳۷	حلق املوت	۳۷
۳۹	فکلو و امسا ذکرا اسم اللہ علیہ ان	۳۸	شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے حلق ملہ	۳۷
۳۹	کنتم ہایہ مع منہ (۳۹-۴۰)	۳۸	امت کے نظرات	۳۷
۳۹	کی صورت میں بدلی صورت کے حوالہ کا نقل	۳۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلمہ روئے کے جہالت	۳۸
۳۹	اور اس کا جواب	۳۹	کیا پیر رسول اللہ ﷺ کے کلمہ ہے اور کیا پیر	۳۹
۳۹	تقدیر صحیح اور تقدیر باطل کا فرق	۳۹	آپ کے کلمہ میں ہے؟	۳۹
۳۸	خاکہ اور پیدہ گناہوں کی ممانعت	۳۹	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کا شبہ	۳۹
۳۸	انہی کا معنی	۳۹	کفار کی دل آزار باتوں پر نبی ﷺ کو تسلیم دینا	۳۹
۳۸	انہی کی طرف سے اور صلوات کے حلق املوت	۳۹	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلوات کرنا اللہ تعالیٰ	۳۹
۳۹	دل کے باطل پر مواخذہ کے دلائل	۳۹	کے ساتھ صلوات ہے	۳۹



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۵	جس مذبح پر اللہ تعالیٰ کلام نہ لایا گیا ہو اس کے متعلق مذہب اہل فتنہ	۳۶	۱۵۶	امام ابو حنیفہ کے مذہب و دلائل	۳۶
۱۵۶	حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم	۳۷	۱۵۷	او من کان میتا فاحیینہ وجعلنا لہ منورا (۳۹-۳۸)	۳۷
۱۵۷	او من کان میتا فاحیینہ وجعلنا لہ منورا (۳۹-۳۸)	۳۷	۱۵۸	کافر کے عہد اور مومن کے عہد ہونے کی مثالیں	۳۸
۱۵۸	کافر کے عہد اور مومن کے عہد ہونے کی مثالیں	۳۸	۱۵۹	علم اور جمل کے مراتب	۳۸
۱۵۹	علم اور جمل کے مراتب	۳۸	۱۶۰	گناہ اور نفاق کو مقتدر بنانے کی حکمت	۳۹
۱۶۰	گناہ اور نفاق کو مقتدر بنانے کی حکمت	۳۹	۱۶۱	حصول نبوت کا معیار	۳۹
۱۶۱	حصول نبوت کا معیار	۳۹	۱۶۲	حکماء کے نزدیک حقیقی نبوت کی صفات اور ان کا دور	۴۰
۱۶۲	حکماء کے نزدیک حقیقی نبوت کی صفات اور ان کا دور	۴۰	۱۶۳	اہل حق کے نزدیک نبوت نبوت کا فتنہ	۴۰
۱۶۳	اہل حق کے نزدیک نبوت نبوت کا فتنہ	۴۰	۱۶۴	نبی کی صفات لازمہ	۴۱
۱۶۴	نبی کی صفات لازمہ	۴۱	۱۶۵	اسلام کے لیے شرع محمدی کی علامت	۴۱
۱۶۵	اسلام کے لیے شرع محمدی کی علامت	۴۱	۱۶۶	جنت کو دارالسلام قرار دینے کی وجوہات	۴۱
۱۶۶	جنت کو دارالسلام قرار دینے کی وجوہات	۴۱	۱۶۷	جہنم کے ظہور سے استنباط کی وجوہات	۴۲
۱۶۷	جہنم کے ظہور سے استنباط کی وجوہات	۴۲	۱۶۸	خاتم حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے	۴۲
۱۶۸	خاتم حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے	۴۲	۱۶۹	بمعشر الحسن والانس الہم یمانکم	۴۳
۱۶۹	بمعشر الحسن والانس الہم یمانکم	۴۳	۱۷۰	رسول منکم (۳۵-۳۴)	۴۳
۱۷۰	رسول منکم (۳۵-۳۴)	۴۳	۱۷۱	جنت کے لیے رسولوں کے ذکر کی وجوہات	۴۴
۱۷۱	جنت کے لیے رسولوں کے ذکر کی وجوہات	۴۴	۱۷۲	جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا وہیں کے باشندوں کا حکم	۴۴
۱۷۲	جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا وہیں کے باشندوں کا حکم	۴۴	۱۷۳	آپا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟	۴۵
۱۷۳	آپا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟	۴۵	۱۷۴	جنت کے داخل جنت کے متعلق علماء کی آراء	۴۵
۱۷۴	جنت کے داخل جنت کے متعلق علماء کی آراء	۴۵	۱۷۵	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۵
۱۷۵	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۵	۱۷۶	دلائل	۴۶
۱۷۶	دلائل	۴۶	۱۷۷	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۷۷	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۷۸	دلائل	۴۶
۱۷۸	دلائل	۴۶	۱۷۹	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۷۹	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۸۰	دلائل	۴۶
۱۸۰	دلائل	۴۶	۱۸۱	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۸۱	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۸۲	دلائل	۴۶
۱۸۲	دلائل	۴۶	۱۸۳	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۸۳	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۸۴	دلائل	۴۶
۱۸۴	دلائل	۴۶	۱۸۵	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۸۵	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۸۶	دلائل	۴۶
۱۸۶	دلائل	۴۶	۱۸۷	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۸۷	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۸۸	دلائل	۴۶
۱۸۸	دلائل	۴۶	۱۸۹	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۸۹	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۹۰	دلائل	۴۶
۱۹۰	دلائل	۴۶	۱۹۱	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۹۱	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۹۲	دلائل	۴۶
۱۹۲	دلائل	۴۶	۱۹۳	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۹۳	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۹۴	دلائل	۴۶
۱۹۴	دلائل	۴۶	۱۹۵	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۹۵	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۹۶	دلائل	۴۶
۱۹۶	دلائل	۴۶	۱۹۷	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۹۷	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۱۹۸	دلائل	۴۶
۱۹۸	دلائل	۴۶	۱۹۹	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶
۱۹۹	مسلمان جن جنت میں داخل ہونے کے	۴۶	۲۰۰	دلائل	۴۶

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۹۷	قل لا اِلهَ اِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَلَا يَنۢبُتُ لَهُ قَبۡضٌ وَلَا يَمَدٌّ لَهُ سُلۡبٌ وَلَا يَکۡوُنَ لَہٗ سَیۡدٌ مِّمَّنۡ یۡعۡبُدُ ۚ سُبۡحَٰنَہٗ عَمَّا یُشۡرِکُونَ (۱۵۰-۱۵۱)	۷۲۰	قرآن پڑھنے کی ہر صحت
۶۹۸	قرآن اور حدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل	۷۲۱	من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (۱۰-۱۱)
۶۹۹	بعض الفاظ کے معنی	۷۲۲	دس گنا جزا ملے گی جو اس نے جو اور بے حلیہ اور
۷۰۰	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل	۷۲۳	کے معاملے
۷۰۱	شرکین کے جہنم کا جواب	۷۲۴	نیک کا معنی
۷۰۲	جبرے کار اور بھٹل	۷۲۵	نہا کر کا قتل انہی وجہ سے واجب ہے یا
۷۰۳	قل نعالوا اتل ما حرم منکم علیکم (۱۵۲-۱۵۳)	۷۲۶	عجبرے
۷۰۴	اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں کی تفصیل	۷۲۷	نہا کر کا قول المسلمین ہونا
۷۰۵	شرک کا حرام ہونا	۷۲۸	نہا کر کے زمانہ میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا
۷۰۶	والدین کے ساتھ بدسلوکی کا حرام ہونا	۷۲۹	نہا کر کے مقدور وکیل کے تعزلات میں
۷۰۷	قتل اولاد کا حرام ہونا	۷۳۰	نہا کر کا حرام ہونا
۷۰۸	بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا	۷۳۱	برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا
۷۰۹	قتل باق کا حرام ہونا اور قتل برحق کی اقسام	۷۳۲	میں سے حد ملے گا
۷۱۰	قتل مومن پر عید	۷۳۳	کوئی شخص دو مرتبے کے جرم کی سزا نہیں پائے
۷۱۱	جہنم کے کمال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا	۷۳۴	کا اس قصہ کے بعض مستثنیات
۷۱۲	ہپ قتل میں کمی کا حرام ہونا	۷۳۵	مسلمانوں کو ظیفہ بنانے کے معاملے
۷۱۳	باقیات کا حرام ہونا	۷۳۶	مسلمانوں کی آزمائش
۷۱۴	اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کرنے کا حرام ہونا	۷۳۷	مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ اور مغفرت کا بیان
۷۱۵	بدعت سے اجتناب کا حکم	۷۳۸	حرف آخر
۷۱۶	بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام	۷۳۹	آئندہ مراجع
۷۱۷	وہذا کتاب انزلہ مبارک	۷۴۰	
۷۱۸	عانبہ (۱۵۹-۱۶۰)	۷۴۱	
۷۱۹	شرکین پر اقامت جنت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرماتا	۷۴۲	
۷۲۰	قیامت سے پہلے پانچ نشانوں کا ظہور	۷۴۳	

### بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين الذي استغنى في جمده عن العاصدين وانزل القرآن تبليغا لكل شيء عند العارفين والصلوة والسلام على سيدنا محمد الذي استغنى بصلوة الله عن صلوة المصلين واختص بارضاء رب العالمين الذي بلغ اليانما انزل عليه من القرآن وبين لنا ما نزل عليه بتبيان وكان خلقه القرآن وتحدى بالفرقان وعجز عن معارضة الانس والجان وهو خليل الله حبيب الرحمن لواءه فوق كل لواء يوم الدين قائما الانبياء والمرسلين امام الاولين والاخرين شفيع الصالحين والمذنبين واختص بتخصيص المغفرة له في كتاب مبين وعلى الله الطيبين الطاهرين وعلى اصحابه الكاملين الراشدين واوليهم الطاهرات امهات المؤمنين وعلى سائر اوليائه امته وعلماؤه اجمعين - اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله اعوذ بالله من شروء نفسي ومن سيئات لعمالي من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له اللهم ارني الحق حقا وارزقني اتباعه اللهم ارني الباطل باطلا وارزقني اجتنابه اللهم ارني في تبليان القرآن على صراط مستقيم وثبتني فيه على منهج قويم واحص مني الخطأ والزلل في تحريره وحفظي من شر الماسدين وزبيح المعاندين في تعريض اللهم ارني في قلبى اسرار القرآن وشرح صدرى لمعانى الفرقان ومتعنى بقبوض القرآن ونورنى بانوار الفرقان واسعدنى لتبليان القرآن رب زدنى علما رب ادخلنى مدخل صدق واخرجنى مخرج صدق واجعل لى من لدنك سلطانا نصيرا - اللهم اجعله خالصا لوجهك ومقبولا عندك وعند رسولك واجعله شاعرا ومستفيضاً وميضاً ومرغوباً في اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ذرية للمغفرة ووسيلة للنجاة وصدقة تجارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبي صلى الله عليه وسلم في الدنيا وشفاعته في الآخرة واحيى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة اللهم ارنت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبي فاغفر لى فانه لا يغفر الذنوب الا انت امين يا رب العالمين -

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمائے والا بہت مہربان ہے

تمام تشریفات اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستثنیٰ ہے۔ جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عالمین کے نزدیک ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ و سلام کا سیدنا محمد پر نازل ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ پہنچنے والے کی صلوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راستی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے لوصاف مرلا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثل لانے کا بیج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثل لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ظلیل اور محبوب ہیں۔ قیامت کے دن ان کا جہنم ہر جہنم سے بلند ہو گا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں۔ ان لوہین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکو کاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے۔ اور ان کی پاکیزہ کل "ان کے کمال اور ہدای اصحاب اور ان کی اندواج مطہرات اسلمت المؤمنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے فہم کے شرور بد اعمالوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وہ گمراہی پر پھوڑے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ مجھ پر حق واضح کر دو مجھے اس کی اتباع عطا فرما۔ اور مجھ پر باطل کو واضح کر دو۔ اور مجھے اس سے اعتنا عطا فرما۔ اے اللہ مجھے "تبیان القرآن" کی تعریف میں مراد مستقیم پر برقرار رکھ دو۔ اور مجھے اس میں متقل مسلک پر حلیت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں لطیفوں اور لفظوں سے بچاؤ اور مجھے اس کی تقریر میں صمدین کے شرار و معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ امیرے دل میں قرآن کے اسرار کا افکار کر دو میرے سینہ کو قرآن کے معنی کے لیے کھول دے۔ مجھے قرآن مجید کے لغزش سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے اور سے میرے قلب کی تدکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تعریف کی سحوت عطا فرما۔ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر۔ اے میرے رب تو مجھے (جس بھی داخل فرمائے) اپنی عیدہ طریقہ سے داخل فرما۔ اور مجھے (جس سے بھی باہر لائے) اپنی عیدہ طریقہ سے باہر لا۔ اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔ اے اللہ اس تعریف کو صرف اپنی رضا کے لیے مقدر کر دے اور اس کو اپنی نور اپنے رسول کی بارگاہ میں مقبول کر دے۔ اس کو قیامت تک کے لیے تمام دنیا میں مشہور مقبول، محبوب اور اثر آفرین بنادے۔ اس کو میری مغفرت کا زیور اور نجات کا وسیلہ بناؤ اور قیامت تک کے لیے اس کو صمد جاری کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما۔ اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تو میں تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاعت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے حری پندہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو لعنات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین



# سُورَةُ الْبَايِدَةِ

(٥)



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### سورة المائدہ

سورة المائدہ قرآن کی مجید کی ترتیب مصحف کے اعتبار سے پانچویں سورت ہے۔ قراء کو فہم کے نزدیک اس میں ایک سو میں آیتیں ہیں، ہمارے پاس جو قرآن مجید کے نسخے ہیں، جن میں ایک سو میں آیتیں ہی لکھی ہوئی ہیں اور حجازیوں کے نزدیک اس میں ایک سو بائیس آیتیں ہیں اور بصروں کے نزدیک اس میں ایک سو تیس آیتیں ہیں۔ یہ اختلاف صرف آجوں کے نسخے کی وجہ سے ہے، ورنہ سب کے نزدیک سورة المائدہ کی وہی آیتیں ہیں جو اس میں درج ہیں۔ البتہ بعض کے نزدیک یہ آیتیں ایک سو میں ہیں، بعض کے نزدیک ایک سو بائیس اور بعض کے نزدیک ایک سو تیس آیتیں ہیں اور اس میں بالاطلاق سورہ رکوع ہیں۔

نام:

اس سورت کا نام المائدہ ہے کیونکہ اس کی وہ آیتوں میں المائدہ (کھانے کا خرمن) کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں:

رَأٰی قَالِ الْحَوَارِیُّوْنَ یُعِیْسٰی اِبْنَ مَرْیَمَ عَلٰی  
یَسْتَطِیْعُ رُفُوحًا اَنْ یُّنْزِلَ عَلَیْہَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ (المائدہ: ۱۱۰)

یہی ابن مریم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر  
آسمان سے (کھانے کا) خرمن نازل فرما، تاکہ اس کے نزول کا  
دن (ہمارے انگوں اور پہلوؤں کے لیے) میدان حرمی طرف  
سے نکالی ہو جائے۔

قَالَ یُعِیْسٰی اِبْنَ مَرْیَمَ اَللّٰهُمَّ رَسَّ اَسْمٰی  
عَلَیْہَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عَیْدًا  
لَّا تَزِلُّوْا وَاٰخِرُ نَاوَاۡتِہٖ فَنُفِکَ (المائدہ: ۱۱۱)

اذا اخرجہ زحلی نے لکھا ہے، اس سورت کا نام سورة الصدقہ اور سورة المصدقہ بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورة المائدہ اللہ کی محبت میں مستند کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ سورت اپنے چڑھنے والے کو خدا کے فرشتوں کے ہاتھوں سے نبوت دیتی ہے۔ (تفسیر البیہقی ج ۱ ص ۱۸۳) ہمیں اس روایت کا فائدہ نہیں مل سکا۔

قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بٹولی شافعی حنفی ۱۸۸۵ھ لکھتے ہیں:



نیا چہرہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے سورہہ کوہ کو پڑھا اس کو دس نیکیوں کا اجر دیا جائے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے درجات بلند کیے جائیں گے اور یہ درجات ہر شخص پر پوری اور نفع دہی کے عہد کے برابر ہوں گے۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۱۱۹ھ لکھے ہیں:

قاضی بیضاوی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ یہ موضوع ہے۔ امام ابن الجوزی نے اس حدیث کو حضرت ابی کی روایت سے نقل کر کے لکھا ہے۔ یہ موضوع ہے۔

(مطابق القاضی 'ج' ۳ ص ۴۰۷ مطبوعہ دار مسعود، صروت ۱۳۸۴ھ)

زمانہ نزول

سورۃ الطحاۃ معنی ہے۔ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کی بعض آیتیں حدیبیہ سے لوٹنے وقت مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں عمرو کو روج کے آداب اور احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ۱۶ھ میں رسول اللہ ﷺ چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ عمرو کرنے کے لیے حبشہ منورہ سے روانہ ہوئے کہ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے جسے حدیبیہ کہتے ہیں۔ وہ گھوڑوں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اس مقام پر کھنڈر نے مسلمانوں کو عمرو لوا کرنے سے روک دیا اور حسب ذیل شرائط پر صلح کی۔

- ۱۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔  
 ۲۔ اگلے سال عمرو کرے انہیں اور حرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔  
 ۳۔ جتیار لگا کر نہ آئیں۔ صرف تھوڑا سا تھوڑا لائیں وہ بھی نیام میں ہو اور نیام بھی خیلے میں ہو۔  
 ۴۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے ختم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔  
 ۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر عہدہ جائے تو اس کو واپس کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

- ۶۔ قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں، معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحديث: ۲۷۴۲۰۰، صحیح مسلم ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۵۷، سنن الترمذی و الراشد ج ۵، ص ۵۲-۵۱)

سات ہجری کو مسلمانوں نے عمرہ القضاء کیا اور نو ہجری میں مسلمان غزیت حج کے بعد پہلی بار حضرت ابو بکر کی قیادت میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو عموماً حج کے آداب اور احکام بتائے جائے۔ کافروں کے ہمت سے قبائل مسلمانوں کے متوحّد علاقوں سے گزر کر حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتے تھے۔ اس لیے یہ ہو سکتا تھا کہ جس طرح کافروں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے اور زیارت بیت اللہ سے روک دیا تھا، کہیں مسلمان بھی کافروں کو زیارت حرم سے نہ روک دیں۔ اس لیے ان کو اس معاملہ میں بھی ہدایت دینی تھی۔ سورۃ المائدہ کی آیت میں اسی نوع کا مضمون بیان فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! اپنے عہد پر اے کو تمہارے لیے ہر قسم کے چارہاؤں والے چارہ حلال کیے گئے ہیں ماسوائے کے جن کا حکم تم پر آئندہ صلاوات کیا جائے گا لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان



لہم ابو عبید نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کہ لو رہنے کے درمیان جنت الوداع میں سورۃ المائدہ نازل ہوئی اس وقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اس کا شانہ ٹوٹ گیا اور نبی ﷺ اس سے اتر گئے۔  
 لہم سعید بن مسعود اور لہم ابن المنذر نے ابو یسوع سے روایت کیا ہے کہ جو سورت آخر میں نازل ہوئی وہ المائدہ ہے اور اس میں سورۃ فرائض ہیں۔

لہم قریابی اور لہم ابن المنذر نے ابو یسوع سے روایت کیا ہے کہ المائدہ میں افکار ایسے فرائض ہیں جو کسی اور سورت میں نہیں ہیں مگر اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

لہم احمد، لہم فضلی، لہم ابن المنذر اور لہم نسفی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ جیسو بن نفیر کہتے ہیں کہ میں حج کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ جیسو! کیا تم المائدہ کی تلاوت کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آخری سورت نازل ہوئی ہے۔ اس میں جو طالع ہے تم اس کو طالع سمجھو اور اس میں جو حرام ہے تم اس کو حرام سمجھو۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۲۵۵ مطبوعہ مکتبۃ مکتبۃ اللہ العظمیٰ بیروت)

ابن ابی شیبہ کو پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیث سے روایت کیے گئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یعنی ۱۰ھ سے لے کر ۱۱ھ تک سورۃ المائدہ کے نزل کا زمانہ ہے۔

سورۃ النساء اور المائدہ میں ارتباط اور مناسبت

سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ دونوں میں اہل کتب یہود و نصاریٰ منافقین اور مشرکین کے اعتراضوں کے جوابات بیان کیے گئے ہیں اور ان کے باطل عقائد اور فحشاءات کا رد کیا گیا ہے اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کو ثابت فرمایا ہے۔

ان دونوں سورتوں میں عقود اور یہود کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ النساء میں عقد نکاح، عقد امت، عقد وصیت، عقد وکالت اور عقد اجارہ کو پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور سورۃ النساء کی ابتدا عقد کو پورا کرنے کے حکم سے کی گئی ہے۔

سورۃ النساء میں تحریم شراب، گوری شراب، ای تمیذ بیان کی گئی اور سورۃ المائدہ میں قلعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ جس طرح سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران دونوں سورتوں میں توحید اور رسالت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ

النساء اور سورۃ المائدہ میں مسائل فروعیہ اور احکام شریعیہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

وضو اور حکم کے احکام ان دونوں سورتوں میں مشترک ہیں۔ سورۃ النساء میں پاک دامن مسلمان عورتوں سے نکاح کے احکام بیان فرمائے ہیں اور سورۃ المائدہ میں پاک دامن اہل کتب عورتوں سے نکاح کے احکام بیان کیے ہیں اور عدل و انصاف کرنے اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم ان دونوں سورتوں میں ہے۔

سورۃ المائدہ کھانے پینے، فحشاء، اہرام، بچہ رونا اور ڈاکوؤں کی حد اور کفارہ قسم کے احکام میں منقوبہ ہے۔ جیسے سورۃ النساء خائنین کے حقوق، درافق اور قصاص کے احکام میں منقوبہ ہے۔

سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ

اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد کو پورا کرنے کا حکم، حرمت والے میزوں اور تمام شے اللہ کی تعظیم کا حکم، حالت احرام میں فحشاء کرنے کی ممانعت، جن چیزوں کا کھانا حرام ہے، ان کا بیان، فکاری جانوروں کی تربیت اور تولد کا منہج، اہل کتب کے

کھانوں اور ان کی عورتوں سے نکاح کے احکام۔ (المائدہ ۵-۵)

وضو کی فریضت کا بیان، حالت عذر میں حکم کا حکم مسلمانوں کو کفارہ کے شر اور عدل و انصاف پر قائم رہنے کا

حکم بن اسرائیل سے اہل شریعت کے عہد و پیشانی لینے کا بیان اور اس عہد کے توڑنے کی وجہ سے ان کا منہ بند ہو گیا۔

(المائدہ: ۱۳-۱۶)

نصاری سے پیشانی لینے کا ذکر اور ویشی پر راند کرنے پر ان کے طب کا بیان ۳ محل کتب کو دعوت اسلام، یسوع اور نصاریٰ کے اس دعویٰ کا ذکر کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ بنو اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا بیان، حج و حضرت کی بشارت کے ساتھ ان کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم اور ان کی باغی بنی اور ہند کی سزائیں ان کا چالیس سال تک عمارتیں بنانا۔

(المائدہ: ۲۶-۲۸)

قاتل کا قاتل کو قتل کرنا ایک انسان کا قاتل تمام انسانوں کا قاتل ہے، اذکذا کی حد، مسلمانوں کو اہل شریعت کا حکم چوری کی حد، نبی پیغمبر کی حد اہل بیت سے گرج کرنے کے لیے یسوع کی سزاؤں کا بیان اور ان کا رد۔ (المائدہ: ۲۷-۲۸)

نصاری کو ان کا عہد یاد دلانا قرآن مجید کا قول فیصل ہو گا، کل کتب اگر اپنی بدلت سے باز نہیں آتے تو انہیں ان کے حال پر چھوڑنا مسلمانوں کو یسوع اور نصاریٰ کو دوست نہ بنانے کا حکم، یسوع و نصاریٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کی عداوت پر مبنیوں کو جہاد توحید اللہ کو مہانتوں کی کوئی بدولت نہیں، خواہ وہ مرد ہو جائیں۔ (المائدہ: ۵۶-۵۷)

یسوع کو دوست بنانے پر مہانتوں کو سزا، یسوع کی دھوکہ بازی اور ان کے علماء کی بے حیثی پر سزا، یسوع کے لٹھ پر طر کا جواب، یسوع کا جنگ کی آگ بجھانے دینے کا بیان، ۳ محل کتب کو دعوت اسلام، یسوع کا لٹھ سے عہد و پیشانی کرنے کے بعد اس کے خلاف کرنا اور مجاہد کو قتل کرنا۔ (المائدہ: ۵۷-۵۸)

نصاری کے عقیدہ، طویل اور تثلیث کا کفر ہو گا، حضرت یسوع اور ان کی والدہ کا صحیح مرتبہ، بنو اسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت سک کا کائنات کرنا، اسلام دشمنی میں یسوع، مشرکین قریش اور نصاریٰ کے حجاج کافروں، عیسائیوں میں سے حق پرستوں کی تحقیریں۔ (المائدہ: ۸۶-۸۷)

ازغور کسی طاعن چیز کو حرام کرنے کی ممانعت، عہد پر اکر کرنے کی تاکید، قسم کے کتہہ کا بیان، شراب، جوئے، بھلہ اور قتل نکلنے کے جہاد کے حرام ہونے کا بیان، حالت احرام میں فحاشی کرنے کی ممانعت، بلا ضرورت سوال کرنے سے منع کرنا، بھوک، سبب، وسیلہ اور عام وغیرہ کو کھانے کے حرام کئے کی مذمت کرنا اور کھانا جو اپنے آپ کی لذت کی خاطر کھاتے ہیں اس کا رد کرنا۔

(المائدہ: ۸۷-۱۰۸)

سزائیں وصیت پر موقوفہ کرنے کی بدولت مومنوں کے کوہل اور احکام، قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا عہد اور حضرت یسوع علیہ السلام کی خصوصاً اپنی امت کو تبلیغ کرنے کا بیان، حضرت یسوع کے حواریوں کا حضرت یسوع سے نزول نامہ (کھانے کا خزانہ) کی درخواست کرنا اور ان کے لیے آسمان سے نامہ کا نازل ہونا، عیسائیوں کے کھانے کا کھانے کے عقیدے سے حضرت یسوع کا بیزار ہونا، حضرت یسوع علیہ السلام کا کھانے کا کھانے کی شکایت کرنا اور کھانے کی حکمت اور کھانے کا بیان۔

(المائدہ: ۱۱۲-۱۱۴)

سورۃ المائدہ کا اجمالی خاکہ بیان کرنے کے بعد میں اللہ کی توفیق اور امانت سے سورۃ المائدہ کی تفسیر شروع کرتا ہوں۔ ان العالمین اچھے اس تفسیر میں ہدایت پر برقرار رکھنا اور خطاؤں اور لغزشوں سے بچنا۔ اس تفسیر کو اختتام تک پہنچانا اسے اپنی اور اپنے رسول کرم پیغمبر کی یاد گاہ میں اور مسلمانوں کے نزدیک مقبول بنانا اور اس کو قیامت تک فیض آفریں اور نفع آور رکھنا اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنانا اور محض اپنے فضل سے مجھے بخش دینا۔ آمین ہمارے

العلمین بحواء حبیبکے سیدنا محمد قائد الانبیاء والمرسلین عاتق البیہس شفیع  
المدین رحمة للعلمین علیہ وعلى اله واصحابہ وارواحہ افضل الصلوات واكمل  
التحیات الی یوم الدین۔

سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَكِّيَّةٌ مَّا فِيهَا مِائَتَةٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَسِتَّةٌ وَعِشْرُونَ كُتِبَ

سورۃ المائدہ مکی ہے اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں اور سولہ دکرے ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ ہی کے نام سے (شرع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمے والا بہت مہربان ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۖ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ

اے ایمان والو! اپنے عہد پالنے کرو تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال

الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرِ مُجَلًى الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ

بکھے گئے ہیں، مگر ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کی جائے گا لیکن تم حالت احرام میں شکار کرنا حلال نہ سمجھنا۔ بے شک

اللَّهُ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ

اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی

اللَّهُ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا أُمِينَ

نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینہ کی، اور نہ کہریں، نہ بھی ہوئی قربانیوں کا قصداً جانوروں کی ہڈی کے ٹکڑوں میں، اور نہ ان کی

الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَتَتَفَعُونَ فَضُلًا مِّنْ تَرَائِمِهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا

پرستے ہیں، اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل انہما کی رضا کا شکر کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرتے ہوئے ہیں، اور نہ

حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمُكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ أَنْ صَدَّوْكُمْ

تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو، اور کسی قوم کے ساتھ حرمت تمہیں اس پر نہ کہنے کے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۚ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ

میں آنے سے روک دیا تھا تو تم ہی ان کے ساتھ زیادتی کرو، اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے

التَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ

کی مدد کرو ، اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو ، اور اللہ سے ڈرتے رہو ،

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

بے شک اللہ سخت جزا دینے والا ہے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے عقود (عہدوں) کو پورا کرو

عقود کا لغوی اور عرفی معنی .

عقود عقد کی جمع ہے۔ عقد کا معنی ہے کسی چیز کو پختی اور مضبوطی کے ساتھ دوسری چیز کے ساتھ واصل کرنا یا ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ گراہی عہد کا معنی ہے کسی چیز کو لازم کرنا اور عقد کا معنی ہے پختی کے ساتھ کسی چیز کا التزام کرنا یعنی اس لزوم کو پختا اور عقود سے مراد وہ عہود ہیں جو اللہ اور بندوں کے درمیان کیے گئے یا وہ عہود ہیں جو بندوں نے آپس میں عقد کیے اور عقد نکاح وغیرہ کے ساتھ کیے یا جو لوگوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے عہد کیے یا جس چیز پر حلف اللہ کر عہد کیا۔

عقود کا شرعی معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو! اپنے عقود کو پورا کرو" اللہ تعالیٰ کی ذات 'صفات' اس کے احکام اور اس کے افعال کو سامنے اور قبول کرنے کا نام ایمان ہے "اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایمان والے اس کے تمام احکام پر عمل کریں اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہیں۔ لہذا جو شخص ایمان لاتا ہے اس کا ایمان اس عقد اور عہد کو مستلزم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو بجالائے گا تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم نے اللہ پر ایمان لا کر جس عقد کا التزام کر لیا ہے اس کو پورا کرو۔

اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے؟ اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں اس کی اطاعت کریں جن چیزوں کو اس نے حلال کیا ہے ان کو حلال قرار دیں اور جن کو اس نے حرام کیا ہے ان کو حرام قرار دیں۔ ابن زید اور زید بن اسلم نے کہا اس سے مراد وہ عقد اور عہد ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثلاً قسم لگا کر معاہدہ کرنا عقد نکاح اور عقد بیع وغیرہ

مجاہد نے بیان کیا اس سے مراد وہ عقود ہیں جو زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے کرتے تھے قزو نے کہا "اس سے مراد وہ عقود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل کتب سے تواریت اور انجیل میں لے لیے تھے کہ وہ یہ پیغمبر کی تصدیق کریں گے اور آپ کی کتاب پر ایمان لائیں گے۔"

(جامع البیان ج ۶ ص ۶۶-۶۳ ملحوظہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

عقود کی اقسام

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ عقد کی تین قسمیں ہیں:

تبعہ ان القرآن

(۱) اللہ اور بندہ کے درمیان عقد

(۲) بندہ اور اس کے نفس کے درمیان عقد

(۳) ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ عقد۔

جو عقد اللہ اور بندہ کے درمیان ہے اس کا موجب صل ہے یا شرع ہے۔ صل سے مراد یا تو بدامت صل ہے کیونکہ انسان کی صل میں اللہ تعالیٰ نے ایسا اور رکھا ہے جس سے انسان اپنے خالق کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور یا صل سے مراد یہ ہے کہ انسان مخلوق میں غرور و فخر کرے تو ہر چیز کا ایک نعم اور ضبط کے ساتھ کام کرنا اور نظام کائنات میں کسی فرق اور رخنہ کا واقع نہ ہونا زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے اور وہ خالق وعدہ لا شریک ہے "لور یا اس عقد کا موجب شرع ہے اور شرع سے مراد کتب اور سنت ہے۔ سو کتب اور سنت میں اللہ تعالیٰ کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں "بندہ ایمان لانے کے بعد ان سب پر عمل کرنے کا اللہ سے عقد کر لیتا ہے۔ جو عقد بندہ اور اس کے نفس کے درمیان ہے اس سے مراد ہے بندہ کا نذرین لینا۔ اگر وہ کسی مہلت کی اور کار خیر کی نذرین لیتا ہے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اگر وہ کسی مباح کام کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے "مثلاً یہ کہ وہ لونٹ کا گوش یا شد نہیں کھائے گا تو اس قسم کو پورا کرنا مستحب ہے۔ اور اس کو تو ذکر اس کا نگارہ اور کرنا بھی جائز ہے۔ اور اگر وہ کسی مصیبت کی یا کسی مہلت کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے تو اس قسم کو پورا کرنا حرام ہے "لور اس کو تو نذر واجب ہے۔

اور جو عقد ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان ہوتا ہے "جیسے عقد بیع عقد نکاح وغیرہ۔ ان کا حکم مفقود علیہ کے اعتبار سے ہے۔ جس چیز پر عقد کیا ہے اگر وہ واجب ہے تو عقد واجب ہے "مثلاً غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہے تو یہ عقد واجب ہے۔ اگر وہ سنت ہے تو عقد سنت ہے "جیسے عام ملاقات میں عقد نکاح۔ اگر وہ جائز ہے تو عقد جائز ہے "جیسے بیع شراب۔ اگر وہ مکروہ ہے تو عقد مکروہ ہے "جیسے نیکی بیع۔ اگر وہ حرام ہے تو عقد حرام ہے "جیسے خراور خنزیر کی بیع ہے۔ اسی طرح عقد اجارہ (کرایہ) کی اقسام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے ہر قسم کے چارپائوں والے جانور حلال کیے گئے ہیں

بہیمة الانعام کا معنی

بہیمة اس جانور کو کہتے ہیں جو بے صل ہو "لور عرف میں یہ سمندر اور خشکی کے چارپائوں والے جانوروں کے ساتھ خاص ہے اور انعام لونٹ "گائے اور بکریوں کو کہتے ہیں "لور جو جانور ان کے ساتھ ملحق ہیں "جیسے بچھن "بھینس "بھیر" اور ہرن وغیرہ۔ قرآن مجید میں ہے:

أَلَلَهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْإِنْعَامَ لِتَرْكَبُوا  
وَسَيَّهَا وَمِنْهَا تَكْتَلُونَ (المومن ۷۹)

وَمِنْ الْإِنْعَامِ حَمُولَةٌ وَغَرَضٌ تَكْتَلُونَ وَمِنَ  
رِزْقِكُمُ اللَّهُ ۝ تَحْيِيَّةٌ يَرْوِاجُ مِنْ الْعِثَانِ  
النَّيْنِ وَمِنْ الْعَمْرِ النَّيْنِ ۝ وَمِنْ الْإِبِلِ  
النَّيْنِ وَمِنْ الْبَقَرِ النَّيْنِ ۝ (الانعام: ۳۴-۳۷)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چرپائے بنائے "نا کہ تم  
ان میں سے بعض پر سوار ہو اور ان میں سے بعض کو کھاؤ۔

اور بعض (قد اور) چرپائے (بید ایچے) جو بھالے والے  
اور بعض زمین سے گھسے گھسے کھاؤ اس رزق سے جو اللہ نے  
تمہیں دیا۔ آفہ جو ڈسے پید ایچے "بجڑ سے دو (نروادہ) اور  
بکری سے دو (نروادہ)۔ اور اونٹ سے دو پید ایچے اور  
گائے سے دو پید ایچے۔

ان آیتوں میں آٹھ چیزیں بھیجی گئی ہیں جن کو لو گئے کے جوڑوں پر انعام کا اطلاق فرمایا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اللہ کی تیسری آیت میں جن چیزوں کا استثناء فرمایا ہے، ان کے علاوہ باقی تمام جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد ان کو کھانا اور ان سے باریک داری وغیرہ کے دیگر منافع حاصل کرنا جائز ہیں۔

جانوروں کے ذبح کرنے پر اعتراض کا جواب

بھئی اور بھدوؤں کے بعض فرقے یہ کہتے ہیں کہ جانوروں کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جانور بے ذہن ہیں اور اپنے غفلت و لغت میں کر سکتے ہیں اور ان کو پکڑ کر ذبح کرنا ظلم ہے اور کسی پر ظلم کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض مسلمانوں نے اس کے جواب میں کہا کہ ذبح کے وقت ان کو تکلیف نہیں ہوتی اور اللہ ان سے اس تکلیف کو اٹھالیتا ہے۔ لیکن اس جواب میں مبارک ہے اور بدامت کا انکار ہے۔ معذرت سے کہا کہ وہ درد اور تکلیف مطلقاً قبیح نہیں ہے۔ انہیں سرجری اور جراحی کرتا ہے تاکہ اس عمل جراحی کے ذریعہ اس کو کسی بڑی تکلیف سے نجات مل جائے۔ اسی طرح ان جانوروں کو آخرت میں ذبح کی اس تکلیف کے بدلے بہت عمدہ عوض ملے گا اس لیے یہ قبیح نہیں ہے اور اہل سنت نے یہ کہا کہ چیزوں کو ذبح کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور وہ ہر طرح تصرف کر سکتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ظلم اس وقت ہو تا جب غیر کی ملک میں تصرف کیا جاتا اور جب ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے تو پھر جب وہ اپنی ملک میں کوئی تصرف کرے تو کسی کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا ایاہم الذین آمنوا انکم تملکون ما تموتون منکم ولکن لا یملکون (المائدہ ۱۰)

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس استثناء کا بیان (المائدہ ۱۰) میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے:

مردار، رنگون، کاہیا، ہوا، خنزیر، کاکوش اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گھٹ جاتے والا اور چم سے مارا اور اور اوپر سے گرا ہوا اور جس کو درد سے لے کھالیا ہو مگر جس کو تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا اور جس کو جوتا کے لیے نصب شدہ چھڑوں پر ذبح کیا گیا ہو (یہ سب) تم پر حرام کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا، بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

(المائدہ ۱۰)

اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہیہ (الانعام) (چیزیں) کو حلال فرمایا تھا جب یہ فرمایا ہے کہ جو چاہئے شکار ہوں وہ حالت احرام میں حلال نہیں ہیں اور جب احرام کھول دیا ہو تو حلال ہیں۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرم کے لیے ہر قسم کا شکار کرنا جائز نہیں ہے، لیکن ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم پر صرف خشکی کا شکار کرنا منع ہے اور سمندری شکار کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِذُرِّيَّتِكُمْ وَأَمَّا صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِذُرِّيَّتِكُمْ وَأَمَّا صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِذُرِّيَّتِكُمْ (المائدہ ۹۶)

اور تمہارے مسافروں کے لیے (بھی) اور جب تک تم حرم ہو تم پر خشکی کا شکار کرنا حرام ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرم پر خشکی کا شکار کرنا حرام کیا ہے اور سمندری شکار کو حلال کر دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا مالک اور خالق ہے اور کسی عام علم میں کسی چیز کو مستثنیٰ کرنے یا کسی چیز کی



تخصیص کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک اللہ جو چاہتا ہے، حکم دیتا ہے۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینے کی 'اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانوں کی 'اور نہ ان جانوروں کی جن کے گھوں میں (قربانی کی علامت کے) بٹے چڑے ہوں۔ (المائدہ: ۳)

شعائر اللہ کا لغوی اور شرعی معنی

شعائر شیعہ وہی معنی ہے، ہر وہ چیز جس کو کسی چیز کی علامت قرار دیا جائے، اس کو شیعہ، شعائر اور مشہور کہتے ہیں۔ جس حدی (قربانی کے جانور) کو کھ بھیجا جاتا ہے، اس کے گلے میں ہار، جو تا یا درخت کی چھل ڈال دیتے ہیں۔ اس کو بھی شعائر کہتے ہیں۔  
شعائر کی شرعی تشریف میں حسب ذیل اقوال ہیں:

عطاء نے کہا کہ شعائر اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اجتناب کیا جائے، اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ خواص یہ ہے کہ شعائر اللہ سے مراد ہے اللہ کی حدود کی علامتیں، اس کا امر، اس کی نهي، اس کے مقرر کیے ہوئے فرائض اور عہدات۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا شعائر اللہ سے مراد ہیں مناسک حج۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مشرکین کعبہ کا حج کرتے تھے، حدی بھیجتے تھے، مشاعر کی تعظیم کرتے تھے اور سترج میں تجارت کرتے تھے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔

مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا شعائر اللہ سے مراد ہے صفا، مہود، حدی اور دوسرے مشاعر۔

(جامع البیان، ج ۶، ص ۷۳-۷۴، 'ملفوظات دار الفکر، بیروت ۱۳۱۵ھ)

حرمت والے مہینوں، حدی اور قلائد کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور نہ حرمت والے مہینے کی بے حرمتی کرو" حرمت والے مہینوں کا بیان اس حدیث میں ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "زمانہ گھوم کر اسی بیت پر آچکا ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا" سال میں بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین مہینے متواتر ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، رجب مضر کا مہینہ جو بھولی اور شعبان کے درمیان ہے، اللہ ع۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۴۰۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ حدی کی (بے حرمتی کرو)

حدی کا معنی ہے: وہ لوٹ، بکری، یا گائے جس کو بیت اللہ میں ہدیہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ قلائد کی (بے حرمتی کرو)

قلائد قلاہ کی جمع ہے، حدی کے گلے میں قربان کیے جانے کی نشانی کے طور پر اون کاہر، یا جوئی یا درخت کی چھل ڈال دی جاتی ہے۔ اس کو قلاہ کہتے ہیں اور یہی اس سے مراد ہے جانور ہیں جن کے گھوں میں قلائد ڈالے جاتے ہیں۔ اور ابن زید نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حرم کے درخت کی چھل اپنے اوپر لپیٹ لیتا تھا، وہ مسون قرار دیا جاتا، اور جہل چاہتا چلا جاتا، اور قلائد کا یہی معنی ہے (جامع البیان، ج ۶، ص ۷۴) حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی کا معنی ہے، ان مہینوں میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار کی جائے، اور حدی کی بے حرمتی کا معنی ہے ان جانوروں کو ان کے مالگوں سے چھین لیا جائے یا ان کو کعبہ میں نہ پہنچنے دیا جائے، اور

قلادہ کی بے حرمتی کا معنی یہ ہے کہ حدی کے گئے سے قلادہ اتار لیا جائے یا اس کو نوچ، کھسوٹ کر خراب کر دیا جائے یا جس شخص نے اپنے ہنجر پر حرم کے درخت کی چھل پیٹ لی ہو اس کی بے حرمتی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے: اور نہ ان لوگوں کی (بے حرمتی کرنا) جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرتے رہے ہوں (المائدہ: ۴)

آیت مذکورہ کا شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متنی ۱۰۳۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ اس آیت میں قلعہ پر لوٹ مار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم بنی مچرجہ کے پاس آیا، تاکہ آپ کی دعوت کے متعلق غور و فکر کرے، اس نے آپ سے کہا میں اپنی قوم کے سامنے آپ کی دعوت پیش کروں گا۔ آپ بتلائیے کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور غناز قائم کرو، اور زکوٰۃ لواد کرو، اور رمضان کے مہینہ کے روزے رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو۔ مسلم نے کہا آپ کے اس دین میں سختی ہے۔ میں اپنی قوم کے پاس جا کر آپ کی دعوت کا ذکر کروں گا، اگر انہوں نے اس دین کو قبول کر لیا تو میں بھی ان کے ساتھ قبول کروں گا، اور اگر انہوں نے اس سے بچنے پھیر لی تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔

آپ نے اس سے فرمایا تم واپس چلو، جب وہ چلا گیا تو بنی مچرجہ نے فرمایا یہ میرے پاس کا فخر ہے کے ساتھ آیا اور میرے پاس سے دھوکہ دیتا ہوا نکلا۔ جب وہ اہل مدینہ کی ہڑاکھوں کے پاس سے گزرا تو آپ کے اصحاب نے اس کو پکڑنا چاہا، لیکن وہ نکل گیا اور حملہ بکنی کیا۔ وہ حج کے موقع پر مدینہ تہجدات لے کر آیا، اصحاب نے آپ سے اجازت طلب کی کہ اس کو پکڑ کر اس کا سامان اس سے چھین لیں، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینہ کی۔ اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گھوں میں بچے پڑے ہوں، اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرتے رہے ہوں۔

(جامع البیان ۶/۲۷۷ ص ۷۷، مطبوعہ دار الفکر ۱۳۱۵ھ بیروت)

آیت مذکورہ کے منسوخ ہونے یا منسوخ نہ ہونے میں اختلاف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ کسی شخص کو بیت اللہ کے حج سے منع کریں یا اس کو کوئی تکلیف پہنچائیں، خود وہ مومن ہو یا کافر، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُخْبِرَكُمْ بِهِمْ  
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ  
لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُخْبِرَكُمْ بِهِمْ  
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ  
(التوبة: ۴۷)

شرکین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی ساجد کو آزار کریں، اور آغوا لیکہ وہ اپنی جانوں کے کفر پر گواہ ہیں۔

(التوبة: ۴۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے شرکین کو مسجد حرام میں آنے سے منع فرمادیا۔

لقدہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے، زندہ جاہلیت میں کوئی شخص حج کے لیے روانہ ہوتا اور حدی کے گئے میں فلاح والا تو کوئی شخص اس پر حملہ نہ کرتا، ان دنوں میں شرک کو بیت اللہ میں جانے سے منع نہیں کیا جاتا تھا اور ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ حرمت واسطے مینوں میں اور بیت اللہ کے پاس قتل نہ کریں، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

فَاتَّقُوا اللَّهَ يَٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَحَدَّثَهُمْ

سو تم شرکین کو جان بچاؤ، ان کو قتل کرو۔

(التوبہ: ۳)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ حکم منسوخ ہو گیا۔

مجاہد نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا، زندہ جاہلیت میں لوگ حج کے لیے جانے والوں کو لوٹ پٹے تھے، اور ان مینوں میں قتل بھی کرتے تھے، اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کلموں کو حرام کر دیا، سو اس آیت کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شرکین کے خلاف سب کے تمام مینوں میں قتل کرنا جائز ہے، خواہ وہ حرمت والے مینے ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر شرک اپنے گئے میں حرم کے تمام درختوں کی چھل بھی اڑلے، تب بھی اس کا یہ فعل اس کے لیے قتل سے پتہ نہیں ہو گا، جب تک کہ اس سے پہلے اس نے مسلمانوں سے پتلہ نہ حاصل کر لی ہو، یا کوئی معاہدہ نہ کیا ہو۔

(جامع البیان، ج ۶، ص ۸۳-۸۹، مطبوعہ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

امام رازی نے لکھا ہے جو علماء اس آیت کے منسوخ ہونے کے قائل نہیں ہیں، وہ اس آیت میں شخص کے قاتل ہیں۔ ان میں سے بعض علماء نے یہ کہا کہ اس آیت کا یہ معنی ہے کہ جو مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے قصد کے لیے روانہ ہوں ان کی حدی کو لوٹنا اور ان پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیعہ اللہ کو طعن نہ کرو۔ اور شیعہ اللہ کا اطلاق مسلمانوں کی قریبوں اور ان کی مہلوں ہی کے لائق ہے، نہ کہ کفار کی قریبوں کے اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: جو لوگ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا کو تلاش کرتے ہیں، اور یہ بھی مسلمانوں کے لائق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت ابتدائے مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے، کفار کو شامل ہی نہیں ہے، حتیٰ کہ یہ آیت بعد میں منسوخ ہو گئی۔

ابو مسلم اصمغلی نے یہ کہا کہ اس آیت کے عموم میں وہ کافر داخل تھے جو نبی ﷺ کے عہد میں تھے اور جب سورۃ توبہ کے نازل ہونے کے بعد ان سے معاہدہ ختم کر دیا گیا تو اب وہ کافر اس آیت کے علم حکم میں داخل نہیں رہے۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم احرام کو مل دو تو شکار کر سکتے ہو (المائدہ: ۳)

صیغہ امر کے مواضع استعمال

اس آیت میں "فاصلہ طاء واو" (شکار کرو) امر کا صیغہ ہے، امر کا صیغہ تعدد صلتی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں مشورہ چھپیں مطلق ہیں۔

۱۔ وجوب کے لیے جیسے "واقصموا الصلوة وانوا الرکوة" (البقرہ: ۲۳۸) "نماز قائم کرو اور رکوع ادا کرو"

۲۔ احتیاج کے لیے جیسے "فکاتبوہم" (انور: ۳۳) "تمہارے غلاموں اور بچوں میں سے جو کتابت ہونا چاہیں، انہیں کتابت کرو۔"

۳۔ ارثو (دنیوی) مصلحت کی طرف رجحانی کرنے کے لیے مثلاً "واشهدوا اذا تبایعتم" (البقرہ: ۲۸۳) "اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالو" "تجلب ثوب اور ارثو میں یہ فرق ہے کہ التجلب میں اخروی ثواب مطلوب ہوتا ہے اور ارثو میں دنیوی فائدہ اور مصلحت۔

۴۔ بہانت کے لیے "فکلو واما امسکن علیکم" (المائدہ: ۳) "سو اس (خوار) سے کھاؤ جسے وہ (شکاری جانور مار کر) تھامنے کے روک رکھیں" اس کی دوسری مثل زیر بحث آیت ہے "واذا حللتم فاصطادوا" (المائدہ: ۳) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

۵۔ اکرام (عزت افزائی) کے لیے مثلاً "ادخلوها بسلام امنون" (الحجر: ۳۶) "تم لو جن جنوں میں سلامتی کے ساتھ ہے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔"

۶۔ انعام (اصلی فائدے) کے لیے مثلاً "کلو واما انزلکم اللہ (الانعام: ۱۱۴) "اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس سے کھاؤ۔"

۷۔ اہانت (درا کر کے) کے لیے مثلاً "ذی اسکت است العرب والکریم" (المدثر: ۳۹) "لے چکے عذاب کا مزہ ہے شک تو ہی بڑا معزز محرم ہے۔"

۸۔ تسویہ (دو چیزوں میں مساوات بیان کرنے کے لیے) مثلاً "اصلوہا ما صبروا او لانصروا سواء علیکم" (البقرہ: ۱۹۱) "اس آگ میں داخل ہو جاؤ، تم مگر صبر کرو یا صبر نہ کرو تم پر برابر ہے۔"

۹۔ تجب کے لیے مثلاً "اسمع بہم واصر یوم ہاتوسا" (مریم: ۳۸) "وہ کیساتھ ہوں گے اور کیسا دیکھتے ہوں گے" جس دن وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے۔"

۱۰۔ تحمین (کچھ چیز کو ہم سے دھومیں لانے) کے لیے مثلاً "کن فیکون" (البقرہ: ۸۷) "ہو" سو وہ ہو جاتا ہے۔"

۱۱۔ استعار کے لیے مثلاً "القواما انتم ملقون" (یونس: ۸۰) "وہ لو جو تم ڈالنا چاہتے ہو۔"

۱۲۔ اخبار کے لیے مثلاً "قلبضحکوا قلیلا ولمسکوا کثیرا" (التوبہ: ۸۶) "سو انہیں چاہیے کہ تھوڑا فیس اور دیکھیں زیادہ۔"

۱۳۔ تہذیب (ڈرانے اور دھکانے کے لیے) مثلاً "اعملوا ما شئتم" (آلہ: ۳۰) "تم جو چاہو کیے جاؤ" اس کی ایک اور یہ مثل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا: "واستغفر من استطعت منهم بصونک" (ابی اسرائیل: ۳۶) "تو ان میں سے جن کو اپنی آواز سے ڈکا سکتا ہے ڈکا دے۔"

۱۴۔ انذار (ڈرانے) کے لیے یہ بھی قسم لول کے قریب ہے۔ مثلاً "قل تمتعوا" (الہرالم: ۳۰) "آپ کہنے (چند روز) فائدہ اٹھاؤ۔"

۱۵۔ تمحیر (غیر کرنے) کے لیے مثلاً "فانوا بسورة من مثله" (البقرہ: ۲۳) "سو اس قرآن کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔"

۱۶۔ تفسیر کے لیے مثلاً "کونوا فردة حسنین" (البقرہ: ۲۵) "دھکارے ہونے پر مدد ہو جاؤ۔"

۱۷۔ تمنی کے لیے مثلاً "انہیں کے شعر میں ہے" (الایمہ اللیل الطویل انحلی) "من اسے لمبی رات کا ظاہر ہو جا۔"

- ۱۸۔ توبہ (دوب کھانے) کے لیے شکار رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "کس مسابیکہ" (کج بخاری ج ۲، رقم الحديث ۵۷۷۷) "تم اپنے آگے سے کھاؤ"
- ۱۹۔ امثال (کسی کی امامت شکاری بیان کرنے کے لیے) کوئی شخص کسی سے کہے مجھے پانی پلاؤ۔
- ۲۰۔ اجازت دینے کے لیے شکار کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹانے والے سے کہے اندر آ جاؤ۔
- ۲۱۔ انعام کے لیے شکار "کلو امن طبت مارر قنکم" (البقرہ ۵۷) "تماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے کھاؤ"
- ۲۲۔ کھذیب کے لیے شکار "قل فانتوا بالتوراة فانلوها ان کنتم صدقین" (آل عمران ۴۳) "آپ کہئے کہ تورات لے کر آؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو"
- ۲۳۔ مشورہ کے لیے شکار حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے فرمایا "ما نظر مادا نری" (الصفتہ ۱۰۲) "تو آپ تم خود کو تمہاری کیا رہائے ہے؟"
- ۲۴۔ اعتبار (تدبر کرنے کے لیے شکار) "اسطر والی نمرہ ادا النمر وینعه" (الانعام ۹۹) "دیکھو درخت کے چل کی طرف، جب اس کو پھل گئے اور اس کے پتے کی طرف"
- ۲۵۔ توفیق کے لیے شکار "ایمن نائے والے ساحلوں نے فرعون سے کہا: فاقص ما است قاص" (طہ ۱۷۲) "تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے سو کر"
- ۲۶۔ دعا کے لیے شکار "واعف عا و اعمر لنا و ارحمنا" (البقرہ ۲۸۶) "ہم کو معاف فرما اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما"
- ۲۷۔ تحیر کے لیے شکار "هذا عطاء ما فامس او امسک بغیر حساب" (ص ۱۳۹) "ہاری عطا ہے تو آپ (جس پر چاہیں) احسن کریں اور جس سے چاہیں احسن روک رکھیں۔ آپ سے کچھ باز پرس نہیں ہوگی۔"
- (کشف الاسرار ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۱۱ھ، توفیق کو مبع ج ۱ ص ۲۸۳، ۲۸۴)
- تقاضائے امر کے واحد ہونے پر دلیل
- ابن جریج نے کہا: "امرن مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اس کا متقاضی توقف ہے۔ حتیٰ کہ کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ میل پر کون سامعین مراد ہے؟ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر امر کا متقاضی توقف ہو تو پھر نبی کا متقاضی بھی توقف ہونا چاہیے، کیونکہ نبی کا استعمال بھی متعدد معانی میں ہوتا ہے۔ کبھی نئی تحریم کے لیے ہوتی ہے شکار "لا تاكلوا الربوا" (آل عمران ۱۳۰) "سو نہ کھاؤ" اور کبھی تخریم کے لیے ہوتی ہے۔ شکار "ولا تمنن تستکثر" (الذہر ۲۰) "اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسن نہ کیجئے" اور کبھی تحقیر کے لیے ہوتی ہے۔ شکار "ولا تمدن عیسبک الی ما تمتعناہ" (رواحا مسہم ۸۸) "آپ اپنی آنکھیں اٹھا کر بھی ان چیزوں کو نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے گروہوں کو کچھ کاغذہ اٹھانے کے لیے دے رکھی ہیں" اور کبھی ارشاد کے لیے ہوتی ہے۔ شکار "لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسو کم" (الانعام ۱۵۹) "انہی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو اگر تمہارے لیے ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں" اور کبھی شفقت کے لیے ہوتی ہے۔ شکار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا یمنن احدکم فی معلن واحد" (ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۱۷۷۷) "تم میں سے کوئی شخص ایک جوتی پس نہ کرے" اور اگر نبی کا متقاضی بھی توقف ہو تو پھر امر اور نبی میں کوئی فرق نہیں رہے گا، حالانکہ فعل کی طلب اور ترک فعل کی طلب میں فرق یہاں ثابت ہے۔

امر کا مقتضی وجوب ہونے پر دلائل

عام علماء اور فقہاء کے نزدیک امر کا مقتضی واحد ہے کیونکہ امر کا ان معانی میں مشترک ہونا خلاف اصل ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ واحد مقتضی اباحت ہے کیونکہ یہ امر کا ادنیٰ درجہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک امر کا مقتضی استحباب ہے کیونکہ امر میں فعل کی جانب وجود کو ترجیح دینا ضروری ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ استحباب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک امر کا مقتضی وجوب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۚ اِلَيْهِ اُنْزِلَتْ اَمْرٌ ۚ اَنْ  
تُؤْتِيَهُمْ مِنْهُ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ عَذَابَ اَلِيْمٍ  
(البورہ: ۳۳) جو لوگ رسول کے امر (حکم) کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِأُمَمٍ مِّنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْحَيْرَةُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ  
وَمَنْ يُعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ صُلٰٓا  
عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۳۶) اور نہ کسی مسلمان مرد کے لیے یہ جائز ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کے لیے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کے لیے اس حکم میں اکرے یا نہ کرنے کا کوئی اختیار ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے "وہ بے شک کمل گمراہی میں مبتلا کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے اور اس میں کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے امر پر عمل نہ کرنا گمراہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ مَا مَنَّكَ اَلَا تَسْمَعُ اِذَا اَمَرْتُكَ  
(الاعراف: ۳) جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے جبرہ نہ کرنے کی اس لیے مذمت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جبرہ کا امر کیا تھا اور یہ مذمت اسی وقت ہوئی جب امر وجوب کے لیے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے شکوہ کرتے ہوئے فرمایا "افعصیت امری" (۱۳: ۳۳) "کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نسل فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت فخر علیہ السلام سے فرمایا: "وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا" (الکہف: ۴۴) میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

ان دونوں صورتوں میں امر کی خلاف ورزی اسی وقت لائق مواخذہ ہوگی جب امر کا مقتضی وجوب ہو، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا  
يُؤْمَرُوْنَ (الشعراء: ۴۹) (فرشتے) اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے۔

حکم پر عمل نہ کرنا عصیت اسی وقت ہوگا جب حکم پر عمل کرنا واجب ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے کلمہ کی خدمت کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَقْرَأُوا لَهُمْ اَرْكَمُوا لَا يَرْكَعُونَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں

(الموسلات: ۳۸) پڑھتے۔

ان کی خدمت اس وجہ سے کی گئی ہے کہ ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی، اور یہ خدمت اسی وقت درست ہوگی جب ان کو نماز پڑھنے کا حکم وجوب کے لیے ہو۔

قرآن مجید کی ان آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ امر کا متفق واحد ہے، مورد متفق وجوب ہے۔ اسی طرح نوگوں کا عرف ہے کہ جب وہ کسی فعل کو جزا اور طلب کرتے ہیں تو امر کا مینہ استعمال کرتے ہیں۔

ممانعت کے بعد امر کے متفق کی تحقیق

جب پہلے کسی فعل سے منع کیا جائے اور پھر بعد میں امر کے مینہ سے اس فعل کو طلب کیا جائے تب بھی امر کا متفق وجوب ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں بعض ملکہ کا اختلاف ہے۔ بعض ملکہ نے کلمہ ممانعت کے بعد اس فعل کا امر استحب کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا: "جب جمعہ کے دن لوگوں کی جائے توجہ (کلودہار) کو چھو دو" اور اللہ کے ذکر کی طرف دعوٰ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب نماز پڑھی ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ"۔

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ الْيَوْمِ (الحج: ۲۸) اللہ کے فضل کو تلاش کرو (یعنی حج کا روزہ رکھو)

اس آیت میں ممانعت کے بعد رزق طلب کرنے اور کلودہار کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بطور استحب ہے۔

اور بعض ملکہ نے کہا کہ ممانعت کے بعد امر کا مینہ الحس کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً سورہ المائدہ میں پہلے اللہ تعالیٰ نے حلت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا اس کے بعد فرمایا:

اِذَا احْلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (المائدہ: ۴)

جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں استحب اور احس قرینہ سے جماعت ہے کیونکہ رزق طلب کرنے اور شکار کرنے کا حکم بعد ان کوئی منتضیٰ حاصل کرنے کے لیے دیا گیا ہے، اگر اس حکم کو واجب قرار دے دیا جائے تو یہ نفع ضرر سے متقلب ہو جائے گا کیونکہ پھر جو حق نہیں کہے گا یا شکار نہیں کہے گا وہ گناہ گار ہو گا اور جو معنی کسی قرینہ کی بنا پر کیا جائے وہ مجاز ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت کے بعد بھی امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

ممانعت کے بعد امر کے وجوب کے لیے ہونے کی مثل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مینوں میں مشرکین کے خلاف قتل سے منع فرمایا اور ان مینوں کے بعد ان سے قتل کرنے کا حکم دیا، اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا اَنْسَلَخَ الْاَشْهُرَ الْحُرْمَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ رَجْسَ عَمَلٍ وَجَدْتُمْهُمْ (التوبہ: ۵)

پھر جب حرمت والے مینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو قتل کرو (جہاں انہیں پاؤ۔)

نیز اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سورہ بقرہ میں فرمایا: "جو کس میں طاقتور داخل ہونے سے منع فرمایا، پھر فرمایا: جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو اور ممانعت کے بعد یہ داخل ہونے کا حکم بھی وجوب کے لیے ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُدْعَوْ لَكُمْ اِلَيْهَا طَعَامُهُمْ غَيْرَ نَظِيرِ مَنْ اِلَيْهَا

اے ایمان والو! جب تک جہیں کھانے کے لیے بلایا نہ جائے، تم نہ گھرؤں میں داخل نہ ہو، پہلے سے آکر کھانے کا

وَلَيْكُنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَأَمْسُوا (الاحزاب: ۵۴) انتظار نہ کرو، پس جب بلا جائے تو آجاؤ۔

اسی طرح جنس اور نفاس میں جلا خورقوں کو نماز اور روزے سے منع کیا گیا اور جنس اور نفاس متعلق ہونے کے بعد نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح حالت نحر میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا اور اس عارض کے زوال کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان شخص کو حالت اسلام میں اور کافر کو عہد ذمہ کی وجہ سے قتل کرنے سے منع کیا گیا لیکن اس کے عہد ہونے یا قاتل ڈالنے کی وجہ سے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا یا شولی شدہ کے زنا کی وجہ سے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم بھی وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح کسی شخص کے ہاتھ اور پیر کاٹنا منع ہیں، لیکن چوری کی وجہ سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹنا واجب ہیں۔ فن مثلاًوں سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی کام سے منع کرنے کے بعد جب اس کام کا امر کیا جائے تو سبقت ممانعت اس امر کے وجوب کے معنی نہیں ہے اور اس امر کے ایجاب یا استحباب کے لیے ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ لہذا شافعی اور بعض حنابلہ کے نزدیک ممانعت کے بعد امر ایجاب کے لیے ہو تا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ، امام مالک اور شافعی میں سے متحققین، مثلاً امام راوی اور حاکمی، یسوی اور جوسور اصولین کے نزدیک ممانعت کے بعد بھی امر وجوب ہی کے لیے ہو تا ہے اور فقہاء احناف میں سے کمال الدین ابن الہمام کے نزدیک ممانعت سے پہلے امر کا جو متعلق ہو ممانعت کے بعد بھی وہی متعلق ہو تا ہے۔ اگر وجوب ہو تو وجوب اور استحباب ہو تو استحباب۔

(توضیح: دکن، ج ۱، ص ۲۸۸، مطبوعہ نور محمد راجح الطالع، دکن، لاہور، ج ۱، ص ۲۸۲-۲۸۹، مطبوعہ)

نہی بھیجی کے افعال سے وجوب کا ثابت نہ ہوتا

صدر الشریعہ علامہ عبد اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

امر کا اطلاق جسور کے نزدیک قول پر حقیقت ہے اور فعل پر امر کا اطلاق مجاز ہے۔ اس میں بھی اتفاق ہے اور بعض کے نزدیک نہی بھیجی کے فعل پر بھی امر کا اطلاق حقیقت ہے۔ کیونکہ آپ کا فعل حقیقت امر ہے اور ہر امر وجوب کے لیے ہو تا ہے اور فعل پر امر کے اطلاق کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما امر من عمن ہرشد" (احزاب: ۷۱) "اور فرعون کا فعل درست نہ تھا" اور نبی بھیجی نے فرمایا "صلوا کما راہتمونی اصلی" (صحیح ابوداؤد، ج ۱، رقم طبع: ۳۳۱) "اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"

ہم کہتے ہیں کہ امر کا اطلاق فعل پر حقیقت نہیں ہے، اور مشرک ہونا خلاف اصل ہے، کیونکہ جب کوئی شخص کوئی حکم کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ حکم کہ تو اس کے اس فعل سے امر کی نفی کرنا صحیح ہے، اور سورۃ احمودی آیت میں جو فعل کو امر فرمایا ہے، وہ مجاز ہے اور اگر باطن میں یہ نہی لیں کہ فعل پر امر کا اطلاق حقیقت ہے، تب بھی دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امر قوی وجوب کے لیے ہو تا ہے نہ کہ فعلی، کیونکہ جو دلائل اس پر پیش کیے گئے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہو تا ہے، وہ سب امر قوی سے متعلق ہیں۔ مثلاً یہ آیت:

قُلْ يَحْذَرُ الْكَافِرِينَ مَحَلِّ الْيَقِينِ عَنْ آمِيهِ وہ لوگ ڈریں جو رسول کے امر (حکم) کی مخالفت کرتے

(النور: ۳۳) ہیں۔

اس آیت میں امر سے مراد امر قوی ہے اور اس کو امر فعلی پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے۔

اور امر قوی مقصود (ایجاب) کو پر اکرنے کے لیے کافی ہے اور ظروف خلاف اصل ہے، اور نبی بھیجی نے جو فرمایا: "صلوا کما راہتمونی اصلی" اس حدیث میں ایجاب آپ کے قول صلوٰۃ سے مستلزم ہوا ہے۔ علامہ ابن جب



آپ نے وصل کے روزے رکھے اور آپ کو دیکھ کر صحابہ نے وصل کے روزے رکھ لیے اور جب آپ نے نماز میں عین انکریں اور آپ کو دیکھ کر آپ کے اصحاب نے بھی اپنی عین انکریں تو آپ نے من کو منع فرمایا "علاوہ دونوں صورتوں میں آپ کے اصحاب نے آپ کے فعل کی ابتلا کی تھی۔ ان حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ فعل واجب کے لیے نہیں ہو تہ۔

(توضیح قطع ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۲ "تفسیر مطبوعہ نور محمد راجع المطالع کراچی)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر قسطلانی متوفی ۷۷۹ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی ﷺ سے کوئی فعل حقیقی ہو جس اگر وہ فعل سو ہو یا طبعی ہو یا آپ کا خاصہ ہو تو اس سے ابتلا واجب ثابت نہیں ہو تا اور اگر وہ فعل قرآن مجید کی کسی جمل آیت کا یا ان کو تو اس سے ابتلا واجب ثابت ہو تا ہے اور اگر وہ فعل ان کے ہوا ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ نبی ﷺ نے حقیقتاً ہم کو اس فعل کا امر فرمایا ہے اور ہم پر اس فعل کی ابتلا واجب ہے یا نہیں؟ سو بعض نے کہا ہاں اور انکو نے کہا نہیں "اور یہی بخاری ہے۔

(توضیح قطع ج ۱ ص ۲۷۸ مطبوعہ نور محمد راجع المطالع کراچی)

علامہ عبد الغفر بن احمد بخاری متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز چارہے تھے آپ نے اپنی عین انکریں اور ان کو اپنی بائیں جانب رکھ دیا "جب قوم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں کے جوتیاں اتارنے کا کیا سبق تھا؟ صحابہ نے کہا ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنی جوتیاں انکریں تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جزائیکل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ ان جوتیوں میں کوئی نجاست یا گھٹاؤنی چیز ہے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو ابھی طرح دیکھ لے۔ اگر اس کی جوتیوں میں کوئی نجاست یا گھٹاؤنی چیز ہو تو اس کو کھینچ کر صاف کر لے پھر ان جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ رقم الحدیث: ۶۵۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم وصل کے روزے نہ رکھو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وصل کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا جاتا ہے اور چلایا جاتا ہے۔ یا فرمایا میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں ٹھکانا اور چلایا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری ج ۱ رقم الحدیث: ۱۹۶۱)

ان حدیثوں میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا فعل کسی چیز کو واجب نہیں کرتا کیونکہ اگر آپ کا فعل آپ کے امر کی طرح موجب ہو تا پھر آپ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں تھی "پھر اگر آپ کسی چیز کا امر فرمائیں اور صحابہ اس پر عمل کریں۔

(کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵۰-۲۴۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

نبی ﷺ کے افعال کے سنت مستحب اور واجب ہونے کا ضابطہ

جس فعل کو آپ نے احیاناً (کبھی کبھی) کیا ہو اور غالب اوقات میں ترک کیا ہو وہ سنت غیر مؤکدہ یا سنت مستحب ہے اور جس کو آپ نے غالب اوقات میں کیا ہو اور احیاناً ترک کیا ہو وہ سنت مؤکدہ ہے اور جس پر آپ نے مواظبت فرمائی ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ فعل واجب ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرزوقی الحنفی المتوفی ۷۷۹ھ لکھتے ہیں: "صحیح ہے کہ احکام سنت مؤکدہ ہے۔ کیونکہ نبی

میں نے رمضان کے آخری عشرہ میں اس پر مواہبت (دوسرا فریق) ہے اور مواہبت سنت کی دلیل ہے۔

(حدیث اولیں ص ۲۲۹ مطبوعہ شرکت طبعہ لبنان)

علامہ محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں "ایک قول یہ ہے کہ مواہبت وجوب کی دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مواہبت سنت مؤکدہ کی دلیل ہے اور یہ وجوب کی قوت میں ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ بوق کا جائزہ آپ نے احکاف ترک کرنے والے پر انکار نہیں فرمایا اگر احکاف واجب ہو تا تو آپ اس کے ترک پر انکار فرماتے۔"

(الہامی ج ۳ ص ۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ جس فعل پر مواہبت فرمائیں اور اس فعل کے تارک پر انکار نہ فرمائیں تو وہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر آپ کسی فعل پر مواہبت فرمائیں اور اس کے تارک پر انکار فرمائیں تو وہ فعل واجب ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن المہام حنفی متوفی ۸۸۷ھ لکھتے ہیں "نبی ﷺ نے احکاف پر بلا ترک مواہبت فرمائی ہے لیکن جن صحابہ نے احکاف میں کیا آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا تو یہ احکاف کے سنت ہونے کی دلیل ہے اور اگر آپ ترک کرتے والوں پر انکار فرماتے تو یہ وجوب کی دلیل ہوتا۔"

(فتح اللہ ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ سعدی چلبی متوفی ۵۴۵ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہے کہ جس فعل پر آپ نے مواہبت فرمائی ہو "مگر نہ سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہے کہ آپ نے کسی فعل پر مواہبت فرمائی ہو اور کبھی کبھی اس کو ترک بھی کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے اس کے ترک پر انکار نہیں فرمایا تو یہ احیاناً ترک کرنے کے حکم میں ہے۔ کیونکہ آپ کا احیاناً ترک کرنا جواز ترک کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے اور آپ کا تارک پر انکار نہ فرمنا بھی تعلیم جواز کے لیے قلیل۔

خلاصہ یہ ہے کہ سنت مؤکدہ کی تعریف میں جو احیاناً ترک کرنا ملحوظ ہے وہ اس سے عام ہے کہ احیاناً ترک کرنا حقیقت ہو یا حکم اور اب سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہوگی کہ جس فعل پر نبی ﷺ مواہبت فرمائیں اور کبھی کبھی اس کو ترک بھی فرمائیں خواہ ترک کرنا حقیقت ہو یا حکم اور جس فعل پر نبی ﷺ بلا ترک مواہبت فرمائیں اور تارک پر انکار فرمائیں وہ فعل واجب ہو گا۔ (شاہی سعدی چلبی مع فتح اللہ ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

"سنت مؤکدہ میں شرط یہ ہے کہ مواہبت ہو اور اس کے ساتھ ترک بھی ہو خواہ حکم ہو لیکن تعریف میں عموماً شروط کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۵۰ھ)

علامہ زین الدین ابن ہبم حنفی مصری متوفی ۹۰۷ھ لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جس فعل پر بلا ترک مواہبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار نہ کیا ہو وہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر کبھی کبھی اس فعل کو ترک بھی کیا ہو تو وہ سنت غیر مؤکدہ ہے اور جس فعل پر آپ نے مواہبت کی ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ وجوب کی دلیل ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ المجددہ بیروت)

علامہ سید احمد غفرانی متوفی ۱۳۱۱ھ لکھتے ہیں:

"الدر المنثور" میں سنت مؤکدہ کی دو تعریفوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ ایک تعریف یہ ہے کہ:

الطريقة المسلوكة في الدين من غير لزوم على سبيل المواظبة

اور دوسری تشریف ہے کہ نبی پیچھے نے جس فعل پر بلا ترک مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار نہ فرمایا ہو اور اگر آپ نے کسی فعل پر مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار فرمایا ہو تو وہ وجوب کی دلیل ہے۔

(حاشیہ المصنف علی الدر المختار ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ بیروت ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ غلظی کہتے ہیں

سنت اس طریقہ مسلوک فی الدین کو کہتے ہیں جو کسی قول یا فعل سے حاصل ہو۔ وہ قول یا فعل لازم نہ ہو اور نہ اس کے تارک پر انکار ہو اور نہ وہ خصوصیت ہو۔ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ وہ لازم نہ ہو اس قید سے فرض سنت کی تشریف سے خارج ہو گیا اور ہم نے جو کہا اس کے تارک پر انکار نہ ہو اس قید سے واجب خارج ہو گیا اور ہم نے جو کہا ہے کہ وہ خصوصیت نہ ہو اس قید سے صوم و صل خارج ہو گئے۔ پھر اگر نبی پیچھے نے غالب لوگت میں اس فعل پر مواظبت نہ کی ہو تو وہ سنت مستحب ہے۔ اس کو سنت زائدہ، مستحب، مندوب اور واجب وغیرہ بھی کہتے ہیں اور اگر آپ نے اس فعل کے تارک پر وعید فرمائی ہو تو پھر یہ واجب ہے۔ (یعنی مرائی المصلح) سنت مؤکدہ کی یہ مثالیں ہیں۔ لہذا احکام جماعت پانچ نمازوں کی ختمیں، کھانا اور تاک میں پانی والہ اس سنت کو سنت العدی بھی کہتے ہیں یعنی اس سنت پر عمل کرنا بدعت اور دین کی تحصیل کے لیے ہے اور اس کو ترک کرنا کراہت اور اسماوت ہے۔

علامہ قسطلانی نے کہا ہے کہ دنیا میں مطہر عمل کے لحاظ سے سنت مؤکدہ واجب کی مثل ہے مگر واجب کے ترک پر آخرت میں عذاب کا ستم ہو گا اور سنت مؤکدہ کے ترک پر آخرت میں عذاب کا ستم ہو گا اور سنت غیر مؤکدہ کی یہ مثالیں ہیں۔ تماغص کا وزن وغیرہ وضو میں گردن پر مسح کرنا اور دائیں جانب سے ابتدا کرنا اور نقلی نماز، روزہ اور نقلی صدقہ۔

(حاشیہ مرائی المصلح ج ۱ ص ۳۹-۳۸ مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شکی حنفی ۵۴۷ھ کہتے ہیں

”الحکم الراقی“ میں مذکور ہے ”سنت وہ فعل ہے جس پر نبی پیچھے نے مواظبت کی ہو پھر اگر یہ مواظبت بغیر ترک کے ہے تو یہ سنت مؤکدہ کی دلیل ہے اور اگر آپ نے اس فعل کو کبھی کبھی ترک کیا ہو تو وہ اس فعل کے سنت غیر مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے اور اگر آپ نے اس فعل پر مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار فرمایا ہو تو یہ اس فعل کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور اگر اتفاق کے مصنف نے یہ کہا ہے کہ یہ قید بھی شرط ہے کہ جس فعل پر آپ نے مواظبت کی ہے اس کا وجوب آپ کے ساتھ تحقق نہ ہو۔ مثلاً مسلوک النبی (احکام کی نماز) اس میں آپ کا دوسروں کے ترک پر انکار نہ فرمایا آپ کے حق میں اس کے واجب ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ نیز ترک میں یہ قید بھی لگنی چاہیے کہ وہ ترک بلا عذر ہو کیونکہ عذر کی وجہ سے تو فرض کا ترک بھی جائز ہے۔ مثلاً نماز میں قیام فرض ہے لیکن اگر کوئی شخص بیماری یا کمزوری کی وجہ سے نماز میں قیام پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے بیہ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

کتنی مقدار اور ڈھمی رکھنا سنت ہے؟

اس تمام تحصیل سے واضح ہو گیا کہ وجوب صرف نبی پیچھے کے امر سے ثابت ہوتا ہے آپ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہو سکتا جس فعل پر نبی پیچھے نے مواظبت کی ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو تو یہ بھی اس فعل کے واجب ہونے

کی دلیل ہے۔ واؤمی رکھنے کا مسئلہ یہی ہے۔ نبی ﷺ نے واؤمی منڈانے پر انکار فرمایا ہے اس لیے فس واؤمی رکنا واجب ہے اور واؤمی منڈانہ مکروہ تحریمی ہے اور حرام غلطی ہے۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ حنفی ۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

عبد اللہ بن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بھوی آیا اور آٹھ ایک اس نے واؤمی منڈائی ہوئی تھی اور موجھیں لمبی رکھی ہوئی تھیں۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے دین میں ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم موجھیں کم کر انہیں اور واؤمی بدھائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳۹۶ھ)

چونکہ نبی ﷺ نے واؤمی منڈانے پر انکار فرمایا ہے اس لیے واؤمی منڈا حرام (غلطی) ہو اور واؤمی رکنا واجب ہو۔ اس کی مقدار کا مسئلہ تو نبی ﷺ نے اس کی تحدید نہیں فرمائی۔ لہذا آپ کی واؤمی مبارک سمت دراز اور گھٹی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی۔ (مشافہہ ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ مکتبہ النور اتھنی لمبی اور گھٹی واؤمی رکنا جو سینہ کو یا کم از کم سینہ کے بھائی حصہ کو بھرے۔ سمت کے مطابق ہے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت اور مکمل ایمان کا تقاضا ہے کہ اتنی لمبی اور گھٹی واؤمی ہی رکھنی چاہیے۔) ہضم لقمہ کرام نے جندہ بھرا واؤمی رکھنے کو سنت کہا ہے اور بعض فقہاء (مثلاً طاعلی قاری اور علامہ زبیدی) نے جندہ کو مستحب لکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی واؤمی مبارک بہر حال جندہ سے زائد تھی کیونکہ آپ کو تلوگردن نہیں تھے۔ آپ کی گردن لمبی تھی اور یہی حسن کا تقاضا ہے۔ پھر سینہ مبارک کے بھائی حصہ کو بھر کے لیے بھی دو ڈھائی سمت واؤمی ہوئی چاہیے اس لیے رسول اللہ ﷺ کی سمت جندہ بھرا واؤمی نہیں بلکہ جندہ سے زائد مقدار رکھنا ہے۔ اور فقہاء نے جو جندہ کو سنت لکھا ہے اس سے رسول اللہ ﷺ کی سمت مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سمت سے مراد نفوی معنی ہے یعنی وہ طرفہ جو ان کے دور کے مسلمانوں میں موجہ قلم ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کو سنت غیر موکدہ لکھا ہے یہ بھی نفوی معنی میں ہے کیونکہ کسی حدیث میں آپ نے جندہ کی تاکید نہیں فرمائی۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے کسی ارشاد میں جندہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ سے جندہ کے بعد واؤمی رکنا ثابت ہے لیکن صحابی کے فضل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ وجوب رسول اللہ ﷺ کے امر سے ثابت ہوتا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے کسی فضل پر مواظبت کی ہو اور اس کے تاکد پر وعید فرمائی ہو تو یہ بھی وجوب کی دلیل ہے۔ لیکن جندہ کے حلقہ میں سے کسی چیز کا ثبوت نہیں ہے۔

ہر جندہ کو جندہ بھرا واؤمی رکنا واجب نہیں ہے لیکن واؤمی کی اتنی مقدار رکنا ضروری ہے جس پر عرف میں واؤمی کا اطلاق کیا جاتا ہو اور معنی مقدار بھی دلیل شرعی ہے۔ علامہ ابن عابدین شافعی حنفی ۱۵۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کا تقصد یہ ہے کہ جس چیز کی مقدار کے حلقہ دلیل شرعی نہ پائی جائے اس کی مقدار کو اس میں جملہ حصص کے عین غالب کی طرف منقوض کر دینا چاہیے۔ (رد المحتار ج ۸ ص ۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

سو اگر کوئی شخص عیشی واؤمی یا قرعجک واؤمی رکھتا ہے یا ایک یا دو انگل واؤمی رکھتا ہے تو اس کو عرف میں مطلقاً واؤمی نہیں کہتے۔ بلکہ قرعجک واؤمی یا عیشی واؤمی کہتے ہیں۔ فقہ واؤمی کی اتنی مقدار رکنا ضروری ہے جس کو عرف میں مطلقاً واؤمی کہا جائے۔ خواہ وہ جندہ سے ایک کوہ انگل کم ہو یا زائد ہو۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے واؤمی میں جندہ کو واجب نہیں فرمایا اور آپ نے اس کی تحدید نہیں کی اس لیے ہم اس کی حد جندہ مقرر کرنے کا خود کو ہاتھ نہیں بٹھاتے۔ کیونکہ ہم پہلے ہی شارع نہیں ہیں اس بناء پر ہمیں کافی معلوم بھی کیا گیا ہے اور

ہمارے خلاف کتابیں بھی لکھی گئیں۔ سرطانی ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے اور انسانوں کی عقلی ہوئی شریعت کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کو پیش کیا ہے اور حق کو لوگ ہر دور میں شخصیت پرستوں اور عقل اور جلد لوگوں کے منطقی کا شکار ہوتے رہے ہیں ہم ان کے سب دشمن ہر گزرتے ہیں اور اللہ ہی سے جزاء کے طالب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کسی قوم کے ساتھ عدالت ہمیں اس کے ساتھ اس پر نہ اگے نہ کہ انہوں نے ہمیں مسجد حرام میں آنے سے روک دیا تھا تو تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو (المائدہ: ۴)

شماں کے معنی بغض ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کسی قوم کے ساتھ تامل بغض ہمیں اس کے ساتھ زیادتی پر نہ اہمارے یعنی جس طرح مشرکین نے ہمیں عموماً کے لیے مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا اسی طرح تم ان کو مسجد حرام میں جانے سے نہ روکتے۔

واضح رہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مشرکوں کو مسجد حرام میں جانے سے منع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَمَائِهِمْ هُنَا (توبہ: ۳۰)

اس خاص صورت کے علاوہ یہ حکم عام ہے اور کسی قوم کے ساتھ عدالت رکھنے کی وجہ سے اس کے ساتھ زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تب تک اللہ سخت سزا دینے والا ہے (المائدہ: ۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برا نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ برے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد ہر اس کام سے اجتناب ہے جسکو کرنے سے شریعت نے روکا ہے اور فرمایا ہے گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ گناہ سے مراد ہر وہ کام ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اور ہر وہ کام جس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو انہیں پسند کرتا ہے اور ظلم کا معنی ہے دوسروں کے حقوق میں تعدی اور تعارف کرنا اور اثم اور عدوان سے مراد وہ تمام جرائم ہیں جن کی وجہ سے انسان اخروی سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کلاموں کا حکم دیا ہے ان کو کرو اور جن کلاموں سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہو اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی اور خلاف ورزی کریں تو بے شک اللہ ان کو سخت سزا دینے والا ہے۔

یہ آیت جو اجماع اہل علم میں سے ہے اور یہ ہر خبر اور ہر معروف اور مکر کے حکم کو شامل ہے۔

آیات مذکورہ سے استنباط شدہ احکام

قرآن مجید کی یہ دو آیتیں بہت سے فقہی احکام کو شامل ہیں۔

۱۔ اپنے عہد پورے کو یعنی اللہ تعالیٰ سے جن احکام شریعہ کو نبی اللہ نے کاہمہ کیا ہے ان کو پورا کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ جو عہد کیے ہیں ان کو پورا کرو۔ خریدی ہوئی چیز کی قیمت ادا کرنا بیویوں کا مراء کرنا ان کا خرچ اٹھانا امانت عاریت اور رہن رکھی ہوئی چیز کو حفاظت کے ساتھ ادا کرنا اور ذمیوں کے چلن و চল کی حفاظت کرنا ان عقود میں شامل ہے۔ اسی طرح

مہلات حصوں مثلاً نماز، روزہ، حج، انکشاف اور مہلات کی خرد چوری کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ کسی غیر متصورہ مہلات مثلاً وضو یا کسی مہلح کام کی خرد مہلتا جائز نہیں ہے۔ لیکن وہ عوام میں جو چیزوں، تعمیرات کی خرد مشہور ہے، یہ عقل جہالت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ خرد مہلت ہے اور غیر اللہ کی مہلت جائز نہیں ہے۔

۲۔ شرعی طریقہ سے ذبح کر کے حلال جانوروں کا کھانا کھانوں سے بچانے والے درندوں اور پتھر گدھے کو اور بچوں سے ڈکار کر کے ذبح کرنے والے درندوں کو بھی بیچھڑانے حرام کر دیا ہے اور (مائدہ ۳۴) میں بھی ان جانوروں کی حرمت بیان کی گئی ہے جن کو شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو جن کے علاوہ خنزیر کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے۔

۳۔ حالت احرام میں شکار کرنے کی حرمت بیان کی گئی ہے، اسی طرح حرمین میں شکار کرنا بھی منع ہے۔

۴۔ جو شخص عزم نہ ہو اس کے لیے حرمین کے علاوہ دوسری جگہوں پر شکار کا طالع ہوگا۔

۵۔ حرم کے لیے صرف فضلی کا شکار ممنوع ہے۔ سمندری جانوروں کا شکار کرنا جائز ہے۔

۶۔ قربانی کے لیے بھیجے ہوئے جانوروں کو ضرر پہنچانے کی حرمت جو لوٹ قربانی کے لیے حرم میں بھیجا جاتا ہے، اس کے کھانے میں غلاہ ذال دیتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ یہ حدی ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کے کوہن پر معمولی سا کھٹا ڈالنے ہیں جس سے اس کے کوہن پر خون بر جاتا ہے، اور یہ بھی اس کے حدی ہونے کی علامت ہے۔ اس کو اشعار کہتے ہیں، یہ سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ انجلی لوگ جو اشعار کرنا نہیں جانتے، ان کے حق میں یہ سنت نہیں ہے، کیونکہ وہ زیادہ کھٹا ڈال دیتے ہیں جس سے بیزا زم پڑ جاتا ہے، ایسے لوگوں کو امام ابو حنیفہ اشعار کرنے سے منع کرتے ہیں۔

۷۔ شکار اللہ میں حدی اور غلاہ کے علاوہ حرمت والے مینے بھی داخل ہیں، تحقیق یہ ہے کہ لب ہر مینہ میں جملہ کرنا جائز ہے۔

۸۔ کسی کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے انسان اس کے ساتھ بے اعتنائی اور زیارتی نہ کرے۔

۹۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا، اس میں ملک اور قوم کے اجتماعی مفاد میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ملتی جلتی خدمت اور سوشل ورک داخل ہیں۔

۱۰۔ جرم اور گنہگار کسی کی مدد نہ کرے، ایک اور بڑھ کہتی، جوئے خانہ اور کسی بھی ہڈی کے ٹوٹے میں ملازمت کرنا، خواہ وہ ملازمت کلرکی کی ہو یا چمکداری کی، وہ بر محل اس برائی کے ساتھ ایک نوع کاتلون ہے اور ناجائز ہے۔

**حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّامُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ**

تم پر حرام کیا گیا، مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ

**اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا**

کاٹا یا پکڑا گیا ہر اور گلا گھٹ جانے والا، اور چٹ کھا کر مرنا، اور بھنی سے لڑ کر مرنا، اور اسے لگنے سے مرنا، اور اس کی

**أَكَلَ السَّبْعِ الْأَمْذَكِيَّتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا**

کو درندے نے کھایا، ہر ماسوا اس کے جس کو تم نے زندہ پا کر، ذبح کر لیا، اور جہتوں کے تھکے لیے نصب شدہ چتروں پر ذبح کیا گیا اور

بِأَلَّا زِلَامٌ ذَلِكُمْ فَسُقُ الْيَوْمَ يَسِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ

قال کے تیروں سے اپنی قسمت مسلم کرنا یہ آنا کا نام فسق ہیں، آج کفار تمہارے دین کی ناکامی سے مایوس ہو گئے،

فَلَا تَحْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ

سو تم ان سے ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت

عَلَيْكُمْ نَعِمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ

کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (مذہب) دین پسند کر لیا، پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر کوئی حرام

غَيْرَ مَتَجَانِفٍ لِإِيْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ

چیز کہائے اور ان کا لکھو اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو یہ ایک امر بہت بخشنے والا بہت بڑا نیک ہے (وہ جسے رسول اکرم) آپ کے

مَاذَا أَجَلَ لَهُمْ قُلْ أَجَلَ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ

پڑھتے ہیں ان کے لیے کون کی چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ کہیے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے سکھائی جانور

الْجَوَارِحِ مُكَلَّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا

سکھائیے ہیں دراصل حاکم تم انہیں شکار کا طریقہ سکھائے (وہ) تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے

أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

مس اس (شکار سے) کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے دھوکہ دے (اور شکار چھوڑ دے وقت) اس (شکاری جانور) پر بہرہ اللہ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ الْيَوْمَ أَجَلَ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَطَعَامُ الَّذِينَ

بڑا دھوکہ دے (وہ) بڑا چالاک اور دھوکہ دینے والا ہے ۝ آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں، اور اہل کتاب کا ذبیحہ

أَوْتُوا الْكِتَابَ حَلَّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلَّ لَكُمْ نَوَالُ الْمُحْصَنَاتِ

تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور آزاد پاک دامن عورتیں (جو بھی) تمہارے لیے حلال

مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتِ مِنَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ

مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (جو بھی) تمہارے لیے حلال

قَبْلَكُمْ إِذَا أَتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ

ہیں، جب تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو، دران حایک تم ان کو نکاح کی قبر میں لائے لئے برد

وَلَا تُتَّخِذُوا أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

علیہ بہ کاری کرنے لئے اور نہ خیر طریقہ سے آشنا بنائے لئے اور جس نے ایمان (دستہ) کے بعد کفر کیا تو بیشک اس کا صل

عَمَلُهُ ذُوهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَيْرِينَ ۝

ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے ۝

مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام

جو جانور طبعی موت مر جائے، نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو نہ فکار کیا گیا ہو اس کو میت (مردار) کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں جو جانور بغیر ذبح کے مر جائے اس کو میت کہتے ہیں۔ اس کو شریعت میں حرام کر دیا گیا ہے کیونکہ رگوں میں خون کے رک جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں ذہریہ بخ پیدا ہو جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کر لیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بر جاتا ہے اور خون کے ساتھ ذہریہ بخ اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں۔ علامہ ازہری طبعی سلبہ سوار جانور کا گوشت کھانے سے خطر ہوتی ہے سو مردار جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی کیونکہ اللہ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی۔ لہذا مردار جانور کو کھانا یا شقی حرام ہے۔ البتہ اقتصاد احتیج کے نزدیک اس کے ہلے اور اس کی پڑاں پاک ہیں اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ (دائع مصنف، ج ۱، ص ۳۸) مطبوعہ کراچی، علامہ ابن قتیرہ نے لکھا ہے کہ لہم اور لہم ہلک اور لہم شافعی کے نزدیک مردار کی ہڈی نہیں ہے۔ (المصنف، ج ۱، ص ۵۶) اور لہم شافعی کے نزدیک مردار کے پر اور ہل بھی نہیں ہے کیونکہ حیوان کی نشو و نما سے وہ جڑتے ہیں، اور ہلکی اعضا کی طرح اس کی موت سے نہیں ہو جاتے ہیں اور لہم ہلک اور لہم امہ کے نزدیک مردار کے پر اور ہل پاک ہیں۔ کیونکہ لہم دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مردار کی ہلک میں کوئی حرج نہیں ہے، جب اسے رکھ لیا جائے اور اس کے کون اور چوں میں کوئی حرج نہیں ہے، جب انہیں دھو لیا جائے، نیز اس پر موت طاری نہیں ہوتی اس لیے جانور کی موت سے یہ نہیں ہوں گے جیسے انہما نہیں ہوتے۔ (المصنف، ج ۱، ص ۳۸) فکار مطبوعہ بیروت

مردار جانور حرام ہے لیکن اس کے عوم سے بلا شقی چھلی اور مڈی سنتی ہیں۔ لہم ابن ماجہ حنفی میں وہ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہارے لیے وہ مردار حلال کیے گئے ہیں۔ چھلی اور مڈی۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۸) حرمہ و لہم مطبوعہ دار طبرقہ، بیروت

انہار کے نزدیک تمام قسم کے سمندری جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں، مگر اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

لہم ابو یسٰی محمد بن یحییٰ ترمذی حنفی میں روایت کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم سمندر میں مفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس بہت تمور ڈالنی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے وضو کریں تو پائے نہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی



سے وضو کر لیا کریں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مٹی ہو جانور حلال ہے۔  
(سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۰۰، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۸۳۰، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۵۰۰، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۸۶، مسوفا  
ام مالک، رقم الحدیث: ۳۳۰، مسند ابوجہر، ج ۳، ص ۷۳، المستدرک، ج ۳، ص ۳۰۰)  
خون کے شرعی احکام

اس آیت میں خون کو حرام کیا گیا ہے۔ اس سے مراد پینے والا خون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں پینے والے  
خون کو حرام فرمایا ہے:

قُلْ لَا آَیِدُ فِیْهِ مَآ اَوْحِیَ الرَّسُوْلُ مُحَرَّمًا عَلٰی  
طَآئِفٍ مِّنْهُمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِیْتَةً اَوْ دَمًا  
مِّمَّنْ کُوْنُوْا اِلَیْهِ (الانعام: ۱۴۵)  
آپ کہنے کہ مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے اس میں کسی کھانے  
والے پر جو وہ کھاتا ہو، صرف مردار، پینے والے خون اور  
خسروہ کے گوشت کو میں حرام ہیانتا ہوں کیونکہ وہ نجس ہے  
یا تا فرمائی کی وجہ سے جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام  
پکارا گیا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کے بعد گوشت میں جو خون علوئاً باقی رہ جاتا ہے وہ حرام نہیں ہے اور جو خون جلد ہو جیسے بکلی  
اور تلی وہ بھی حرام نہیں ہے۔ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے دو موصے حلال کیے گئے  
ہیں اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ پینے والے خون اور مچلی اور مڑی ہیں اور رہے دو خون تو وہ بکلی اور تلی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۱۳، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)  
پینے والے خون کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خون نجس ہے اور اس میں جراثیم اور زہریلے اجزاء ہوتے ہیں اور اس  
کو ہضم کرنا مشکل ہے، تمام قسم کی بیماریوں کے اجزاء اور جراثیم خون میں ہوتے ہیں۔ اس لیے مادی طور پر بھی خون کو کھانا صحت  
کے لیے مضر ہے۔

خنزیر کے نجس اور حرام ہونے کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔ اسی طرح (الانعام: ۱۴۵) میں بھی خنزیر کے  
گوشت کو حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھا اور اس کے رسول نے غراب (شراب) مردار، خنزیر اور بچوں کی بیچ کو حرام فرمایا  
ہے۔ (صحیح ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۱۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام مسلم بن حبان قشیری متوفی ۳۴۰ھ روایت کرتے ہیں۔ سلیمان بن ربیعہ اپنے والد جریج سے روایت کرتے ہیں کہ نبی  
ﷺ نے فرمایا جو شخص خنزیر کے ساتھ کھانا کھائے اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لیا۔

(صحیح مسلم، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت)  
اس حدیث میں آپ نے خنزیر کے خون اور گوشت سے نفرت دلائی ہے۔ خنزیر کا خون گوشت اور اس کے تمام  
اجزاء حرام ہیں۔ قرآن مجید میں خنزیر کے گوشت کا ذکر کیا ہے کیونکہ کسی جانور کا نام قصود اس کا گوشت کھانا ہوتا ہے۔

خنزیر کے گوشت کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت گندہ اور نجس جانور ہے اور یہ پلھوم گندگی میں رہتا ہے۔ اس کے جسم اور پاؤں میں کینڑے ہوتے ہیں۔ اس کا گوشت بہت شیش اور دیر ہضم ہوتا ہے اور اس میں چربی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے خون میں کلشروں کی بہت زیادتی ہوتی ہے۔ جس جانور کا گوشت کھایا جائے اس کے اوصاف کا انسان کی طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ جانوروں میں خنزیر نہایت بے غیرت جانور ہے۔ اس کی مادہ سے ایک خنزیر جھپٹی کرتا ہے اور باقی کئی خنزیر اس کے قریب کھڑے اپنی باری کے شھر رہتے ہیں۔ جبکہ دوسرے جانور اپنی مادہ کے قریب دوسرے نہ کو آئے نہیں دیتے یہی وجہ ہے کہ جو اقوام خنزیر کا گوشت کھاتی ہیں وہ بھی بے غیرت ہوتی ہیں جن میں بہت زیادہ فحاشی اور بد چلتی ہوتی ہے۔ ہر حال مسلمان کے لیے صرف یہ وجہ کافی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سختی کے ساتھ خنزیر کو حرام فرمادیا، خواہ حرمت کی یہ وجہ ہوں یا نہ ہوں۔ ہم نے یہ وجہ صرف اس لیے بیان کی ہیں کہ اسلام دین نفرت ہے اور اس نے جن تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ نہایت معتدل ہیں۔

”ما اهل لغیر اللہ بہ“ کا معنی اور اس کے شرعی احکام

علامہ حسین بن محمد رافع اصطفاٰی حنفی ۳۵۰ھ لکھتے ہیں و ما اهل لغیر اللہ بہ کا معنی ہے جس پر غیر اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے اور یہ وہ جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔ اہل اہل کا معنی ہے چاند دیکھتے وقت بلند آواز سے چلانا پھر ہر بلند آواز کو اہل اہل کہنا۔ لہذا نایدہ بچے کے رونے کو بھی اہل اہل کہتے ہیں۔

(المنہجات ص ۵۳۳ مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ، امران ۱۳۶۲ھ)

علامہ ابن جریر طبری ۳۴۰ھ لکھتے ہیں: ”و ما اهل لغیر اللہ بہ“ کا معنی ہے جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ”مثلاً“ عربی اور انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر۔ (تفسیرات احمدی ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ تحفہ چشتیہ)

علامہ سید محمود اکوسی حنفی ۱۰۱۱ھ لکھتے ہیں اس کا معنی ہے جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند آواز سے بکارنا اور اہل اہل کا معنی یہ ہے کہ جس کے لیے جانور ذبح کیا جائے ”مثلاً“ عربی اور عربی اس کا ذبح کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا (روح البقی ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار انبیاء التراث العربی بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی ۱۰۷۰ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”و آنچه نام غیر خدا بوقت ذبح گویا کردہ شود۔“  
علم ازیں کہ ذبح کے وقت صرف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً صبح کا نام لے کر ذبح کیا جائے یا اللہ کے ساتھ بطریق عطف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً یوں کہ کہ اللہ اور صبح کے نام سے ذبح کرتا ہوں تو یہ ذبیح جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر غیر وقت ذبح میں غیر اللہ کے ساتھ وہ جانور ہمزہ ہو مثلاً قرطبی کے جانوروں کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ محمود کا بکرا ہے یا سلم کا بکرا ہے یہ فہم کی گائے ہے یا کسی نے اپنے والد عبد الرحیم کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے کوئی بکرا موسوم کیا ہو اور کسی نے حضرت غوث اعظم کو ایصال ثواب کرنے کے لیے بکرا ہمزہ کیا ہو یا کسی نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ثواب کرنے کے لیے کوئی بکرا ہمزہ کیا ہو پھر ان جانوروں کو اپنے وقت میں صرف اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو یہ ذبح جائز ہے اور ان کا گوشت حلال ہے اور ان کا ایصال ثواب کرنا صحیح ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد صکنی حنفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں حاکم یا کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر جانور ذبح کیا گیا تو یہ حرام ہے (اور اس ذبح سے جانور کا گوشت کھانا مقصود نہ ہو) صرف اس کا خون بلانا مطلوب ہو) کیونکہ یہ ”ما اهل لغیر اللہ“ ہے۔ خواہ اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اور اگر مصلح کے لیے ذبح کیا گیا تو یہ حرام نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت خلیل

طیہ السلام کی سنت ہے اور مسلمان کی حکیم اللہ تعالیٰ کی حکیم ہے اور وہ فرق ہے کہ اگر اس نے جاہل کو اس لیے ذبح کیا تاکہ یہ اس سے کھائے تو یہ ذبح اللہ کے لیے ہوگا اور شفقت مسلمان کے لیے یا دعوت کے لیے یا فسخ کے لیے ہوگی اور اگر اس نے کھانے کے لیے نہیں ذبح کیا بلکہ اس لیے کہ کسی غیر کے آنے پر محض اس کو ذبح کرے (یعنی صرف خون بہانے) تو اس میں غیر اللہ کی تقسیم ہوگی سو یہ حرام ہوگا۔ غصص کا فرق ہو جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں۔ (۱) ہر ذبح و شریح و صبیحہ میں کتا ہوں کہ میہ کی کتاب للہید میں ہے کہ یہ فعل مکروہ ہے اور اس غصص کی بغیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی آدمی کا تقرب (یہ طور عبودیت کے عکس بھی ممکن ہے۔ شئی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔) گناہ شرع الوحشیہ میں داخل ہے۔

(در المدارع والحدود ج ۵ ص ۱۹۶-۱۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ص ۵۸ ج ۱ میں اس کی شرح میں وجہ فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ما اہل بہ لغیر اللہ" میں تقسیم اور غیر تقسیم کے لیے ذبح کا فرق یہ ہے کہ اگر دو بار پیچنے وقت یا کسی مرض سے شفا کے حصول کے وقت جاہل ذبح کیا جائے تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ اس ذبح کا قصد صدقہ کرنا ہے (یعنی اسی طرح کسی نے سطر سے سلامتی کے ساتھ آنے پر قربانی کی ضرورت تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اہل مدارع ان اب اس پر لازم ہے کہ اس گوشت کو فقط خیرات پر صدقہ کرے۔ (لذہی الشیعی) اور جو غصص کسی کے آنے پر جاہل کو ذبح کرے اور پھر اس کو بچہ نہ چھوڑ دے یا اس میں سے کچھ یا بعض لے لے اور فرق کا دار ابتداء ذبح کے وقت ہے۔ اگر اس نے مسلمان کے اکرام اور اس کو گوشت کھانے کے سبب سے جاہل کو ذبح کیا ہے تو ذبح حلال ہے اور اگر اس نے کسی بڑے آدمی کے آگے کے موقع پر اس کی تقسیم کے لیے محض خون بہانے کے قصد سے جاہل کو ذبح کیا ہے تو یہ حرام ہے مگر یہ فرق اس طرح متعین ظاہر ہوگا کہ اگر اس نے حاکم کی نیابت کی اور اس کے آنے پر جاہل کو ذبح کیا۔ اگر اس ذبح سے اس کی تقسیم کا قصد کیا تو یہ ذبح حلال نہیں ہے اور اگر اس ذبح سے اس کی مصافحہ اور اس کے اکرام کا قصد کیا تو یہ ذبح حلال ہے۔ خولہ یہ ذبح مسلمان کے علاوہ کسی اور کو کھادے۔ جو غصص کسی بڑے آدمی کے آگے کے موقع پر اس کی تقسیم کے لیے جاہل کو ذبح کرنا ہے تو یہ ذبح حرام ہے لیکن یہ کفر نہیں ہے۔ کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی آدمی کا تقرب طلب و دعوت حاصل کرے گا اور بغیر کسی ہمارے ہمارے اور یہ مسلمان کے محل سے مستبعد ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ اس کا یہ فعل دنیا داری کے لیے ہے یا اس کے سامنے اعتدال محبت کر کے اس کا مقبول بنا چاہتا ہے لیکن جبکہ اس حاکم کی تقسیم کی وجہ سے ذبح کا قصود ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا حکم خاص اللہ کے لیے نہ تھا تو یہ ایسے ہو گیا جیسے کوئی غصص ذبح کے وقت کے اللہ کے نام سے اور غصص کے نام سے اس لیے یہ ذبح حرام ہوگا لیکن حرمت اور کفر میں تلازم نہیں ہے۔

(در المدارع والحدود ج ۵ ص ۱۹۶-۱۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

### المنخنقة کا معنی اور اس کا شرعی حکم

منخنقة اس جاہل کو کہتے ہیں جو گناہ سے مر جائے عام ازیں کہ کسی نے قصد اس کا گلا گھونٹ دیا یا کسی علو سے اچانک اس کا گلا گھٹ گیا ہو یہ موارد سے اور شرعا مذکور نہیں ہے اس کو موارد میں شامل نہیں کیا بلکہ الگ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ موارد سے جو بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت سے مر جائے اور گلا گھٹنے سے مرے ولایہ خارجی سبب سے مرنا ہے لیکن یہ مذکور نہیں ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر حلال جاہل کے گٹے پر چھری بھری جائے جس سے اس کی

چاروں رگیں کٹ جائیں اور جسم کا مدار خون پر چلے۔  
الموقوفۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم

جس غیر جبار والی بھاری چیز سے کسی جانور پر ضرب یا چوٹ لگائی جائے خواہ دور سے پتھر مارا جائے یا ہاتھ میں ذرا پکڑ کر اس سے مارا جائے اس چوٹ کے نتیجہ میں وہ جانور مر جائے تو وہ بھی شرافت وار نہیں ہے۔ یہ جانور بھی مردار کے حکم میں ہے اور زندہ حالت میں اس کو کھلیا جانا قاتل۔

اسلام میں ٹھیک شے کی ضرب یا چوٹ سے جانور کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے اور کسی دھار والی چیز سے جانور کو زخا کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ جانور کو آفت نہ پہنچے اور آسانی سے اس کی جان نکل جائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۹ھ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا "من حنقہ" وہ ہے جس کا گھٹونا جائے اور وہ مر جائے۔ "موقوفہ" وہ ہے جس کو گولی سے ضرب لگائی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مر جائے۔ "متردہ" وہ ہے جو پہاڑ سے گر کر مر جائے اور "نعلبہ" وہ ہے جس کو دوسری کبریٰ نے نیسنگھ مارا ہو اگر اس کی دم یا آنکھ لی رہی ہو تو اس کو ذبح کر کے کھاؤ۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب البیہد والذبیح ص ۱۸۱ باب ۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں حضرت شداد بن اوس پر بیڑ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دو باتیں رسول اللہ ﷺ سے یاد رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ ٹکی کرنے کو فرض کر دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو درست طریقہ سے کرو اور جب تم ذبح کرو تو درست طریقہ سے ذبح کرو اور تم میں سے کسی شخص کو اپنی چھری تیز کر لینی چاہیے تاکہ ذبیحہ کو آسانی ہو۔ (صحیح مسلم ج ۳ رقم المحدث ۴۵۵۵)

جب چھری تیز ہوگی تو جلدی سے جانور ذبح ہو جائے گا اور مستحب یہ ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے اور جانور کو گھسیٹ کر ذبح نہ کرنے سے منع کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس چیز میں روح ہو اس کو (مصل کے لیے) نشانہ نہ بنو۔ (صحیح مسلم ج ۳ رقم المحدث ۴۵۵۵)

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم پر بیڑ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے معراض (بغیر کا تیر جس کا اور میانی حصہ مونا ہو) کے حلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جب جانور اس کی دھار سے زخمی ہو تو اس کو کھاؤ اور جب جانور کو اس کی چوڑائی کی جانب تھرنے کو اور وہ مر جائے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ دو تیز (چوٹ سے مراد) ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۱ رقم المحدث ۴۵۳۷)

موقوفہ کی بحث میں ہندو سے کیے ہوئے ٹکار کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ بحث تحصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سولس میں لکھ دی ہے اور الامام احمد ۲۴۱ھ میں بھی انشاء اللہ اس پر بحث کریں گے۔

المتردہ کا معنی اور اس کا شرعی مضموم

جو جانور کسی پہاڑ سے یا کسی بلند جگہ سے خلافت سے گر جائے یا کوئی میں گرنے سے اس کی موت واقع ہو جائے اس کو مردیہ کہتے ہیں۔ مردار کی طرح اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ لایہ کہ اس میں کچھ روح حیات ہو تو اس کو ذبح کر لیا جائے۔

## النطیحة کا معنی اور اس کا شرعی حکم

جس چانور کو دوسرے چانور نے بنگھ مارا ہو، اور وہ اس کے بنگھ مارنے سے مرگیا، خواہ اس کے بنگھ مارنے سے وہ زخمی ہوا ہو، اور اس کا خون بھی بہا ہو، اس کا حکم بھی مردار کی طرح ہے، اور اس کا کھانا حرام جائز نہیں ہے۔

جس چانور کو دوسرے نے کھالیا ہو، اس کا شرعی حکم

کسی درندے مثلاً شیر، چیتے یا بھڑیہ نے کسی حلال چانور کو چیرھاڑ کر زخمی کر دیا ہو اور اس کے کل یا بعض حصے کو کھالیا ہو، تو اس کا کھانا حلال جائز نہیں ہے۔ خواہ اس کے جسم یا اس کے ذبح کی جگہ سے خون بہہ رہا ہو۔ زائد جاہلیت میں بعض عرب درندہ کے چھاڑے ہوئے چانور میں سے بقیہ کو کھالیا کرتے تھے، لیکن طایع سیدہ اس کو پسند نہیں کرتی تھیں۔

”الاماذ کیستم“ کے مستثنیٰ منہ کا بیان

مردار، خون، خنزیر اور ”ما اھل لغیر اللہ بہ“ کے علاوہ باقی چانوروں میں سے جو چانور زندہ مل جائیں اور ان کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے، ان کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا۔ اس مستثنیٰ منہ میں المنحسفہ، الموقودہ، المنردہ بہ، النطیحة اور جن کو درندہ نے کھالیا ہو، داخل ہیں۔ اور بعض علماء نے ”ما اھل لغیر اللہ بہ“ کو بھی اس میں داخل کر لیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جس چانور کے ذبح کا موقع حبس مل جائے، ہمیں طور کہ اس کی دم مل رہی ہو، یا وہ آگھ سے دیکھ رہا ہو، اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کر دو، وہ حلال ہے۔

فقہ نے بیان کیا کہ لم یحضرہ کے سوا باقی تمام کو ”الاماذ کیستم“ کا استثناء لاحق ہے۔ جب تم دیکھو کہ وہ چانور پاک چھپکا رہا ہے، دم ہل رہا ہے، یا اس کی ٹانگ، مضرب ہو رہی ہے، تو تم اس کو ذبح کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا جب تم موقودہ، منردہ بہ، خنزیر، اور طبعی کو ہاتھ، پیر ہلائے دیکھو تو اس کو ذبح کر کے کھاؤ۔

ان اقوال کی بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ موقودہ، منردہ بہ، طبعی اور جس کو درندہ نے کھالیا ہو، وہ تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں، لیکن اگر تم ان میں زندگی کے آثار دیکھو اور ان کے مرنے سے پہلے تمہیں ان کو ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے لیے حلال ہیں، تم ان کو ذبح کر کے کھاؤ۔

بعض علماء اہل ہند نے یہ کہا کہ یہ استثناء ان عمرات میں سے نہیں ہے، جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، بلکہ یہ تحریم سے استثناء ہے، یعنی مردار، خون، خنزیر، ”و ما اھل لغیر اللہ بہ“ اور باقی مذکورہ چانور تم پر حرام کر دیئے گئے۔ مگر جن حلال چانوروں کو تم شرعی طریقہ سے ذبح کر لو، وہ تم پر حلال ہیں۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ ایک درندہ ایک بھیڑ پر حملہ کرتا ہے اور اس کی کمر توڑ ڈالتا ہے۔ تو اگر اس کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو کیا اس کو کھانا جائز ہے؟ امام مالک نے کہا اگر اس کی ضرب اس کے پیٹ، بھر لور دل تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کے ہاتھ، پیر توڑے ہیں، تو پھر اس کو ذبح کر کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان سے پوچھا گیا، اگر وہ اس پر حملہ کرے اس کی کمر توڑ دے؟ امام مالک نے کہا اس کے بعد چانور زندہ نہیں رہتا، میرے نزدیک اس کا کھانا حرام نہیں ہے، ان سے پوچھا گیا کہ بھیڑ یا کبوتری کا پیٹ چھاڑ دے، لیکن اس کی آنتیں باہر نہ نکلیں، امام مالک نے کہا جب اس کا پیٹ چھاڑ دیا جائے تو میری رائے میں اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اس نقد پر یہ استثناء منقطع ہے۔

لہم ابو جعفر طری کہتے ہیں کہ میری رائے میں ”وما اهل لغير الله به“ سے لے کر آخر آیت تک یہ استثناء لاحق ہے، کیونکہ ان تمام صورتوں میں موت سے پہلے وہ جانور ذبح کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مشرکین جب اپنے جانور کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان جانوروں کو جانور کے ہاتھوں کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں اور وہ غیر اللہ کی قربانی سمجھتے ہیں اس لیے وہ حرام ہوتی ہیں۔ اسی طرح جو جانور گھائے سے مر جاتا ہے، وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن جس جانور کو جانور کے ہاتھوں کے ساتھ منسوب کیا گیا ہو، اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر دیا جائے، یا جس جانور کا گھنا گھنا گیا ہو، اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا گیا ہو تو وہ حلال ہو گا۔ لہذا جس حلال جانور یا پرندہ کی روح نکلے سے پہلے اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے، وہ حلال ہو گا۔ (جامع البیان، ۶/۱۷۹ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو جانور کے تقرب کے لیے نصب شدہ جانوروں پر ذبح کیا گیا۔

نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم

قرآن مجید میں نصب کا لفظ ہے، یعنی جو جانور نصب پر ذبح کیا گیا، وہ بھی حرام ہے۔ کعبہ کے گرد زمین سوا ساٹھ چتر نصب کیے گئے تھے، اور زندہ جاہلیت میں عرب اپنے جانور کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان جانوروں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور بیت اللہ کے سامنے جو خون بہتا، اس کو ان جانوروں پر چڑھتے تھے اور اس قربانی کو عہدت قرار دیتے تھے اور اس گوشت کے ٹکڑے ان جانوروں پر رکھ دیتے تھے، اس کو نصب اور انصاب کہا جاتا ہے۔ نصب، نصب کی جمع ہے۔ نصب اس جانور کو کہتے ہیں جس کو کسی شے پر نصب کیا جاتا ہے۔ (المفردات، ص ۳۴۳) نصب جانور کو نہیں کہتے، نصب غیر منقوش جانور ہوتے ہیں اور بیت منقوش جانور ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس فعل سے منع فرمایا اور جو جانور نصب پر ذبح کیے جاتے ہیں، ان کا کھانا پر حرام کر دیا۔ خواہ ان جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے، تاکہ اس شرک سے اجتناب ہو جس کو لفظ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور فل کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کر لے (تمام کلام) فسق ہیں۔ (المائدہ ۱۲)

ازلام کا معنی

ازلام ذلم کی جمع ہے۔ یہ تیر کی شکل کا لکڑی کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی نوک پر لوہے کا وہ پھل لٹکیا ہوا ہو جو شکار کو ڈھکی کرتا ہے، زندہ جاہلیت میں مشرکین اس سے اپنی قسمت کا محل معلوم کرتے تھے۔ لہذا ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ یہ تیر کانٹوں کے پاس ہوتے تھے، جن میں سے کسی پر لٹکا ہوا تھا، مجھے حکم دیا ہے اور کسی پر لٹکا ہوا تھا، مجھے منع کیا ہے اور کوئی تیر سلوہ ہوا تھا، جب کوئی شخص سزا کا راہ کرتا یا شوقی کا راہ کرتا یا کسی نے کام کا راہ کرتا تو وہ کانٹوں کے پاس جاتا اور تیر سے فل نکالتا۔ اگر اس کا قضا ہو تاکہ وہ اس کام کو کرے تو وہ کام کرتا اور اگر اس کا قضا نہ ہو تاکہ وہ کام نہ کرے تو پھر وہ کام نہ کرتا اور اگر سلوہ تیر نکل آتا تو دوبارہ فل نکالتے۔ (جامع البیان، ۶/۱۷۹ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ)

نجومیوں، کانٹوں اور ستارہ شناسوں سے غیب کی باتیں دریافت کرنے کی ممانعت

جس طرح فل کے تیروں کے ذریعہ اپنی قسمت کا محل معلوم کرنا اور امور غیبیہ کو دریافت کرنا منوع اور حرام ہے۔ اسی طرح نجومیوں سے قسمت کا محل معلوم کرنا یا جو لوگ ستارہ شناسی کے دعویٰ دار ہیں، ان سے مستقبل کا محل معلوم کرنا بھی منوع اور حرام ہے۔ ہمارے بعض اخبارات اور رسائل میں اس عنوان سے کالم چھپتے ہیں آپ کا یہ ہفتہ کیسے گزرے گا؟ اور انکل بچہ سے غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں، نجومی ہفتہ کی ٹیکرس دیکھ کر غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ طوطا اپنی چونچ سے لفظ نکالتا

ہے، بعض مسنی بھاشم کے لوگ قرآن سے نقل لکاتے ہیں۔ یہ نام امور باطل، ناجائز اور حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قیہ کو نہیں جانتا، یا جن امور پر وہی کے ذریعہ وہ اپنے نہیں اور رسولوں کو مطلع فرماتا ہے اس کے سوا اور کوئی قیہ کو نہیں جانتا، کو لایہ اللہ کو جو اہم ہو تا ہے وہ ایک غنی امر ہے، قطعی چیز نہیں ہے۔ زندہ جاویدت میں کافر اور شرک کا بنوں کے پاس جاتے تھے اور انہیں مستقبل میں جس کام کے حلقہ تردد ہو گا وہ ان سے معلوم کرتے اور وہ نقل کے جہیزوں سے نقل لکھ کر انکل بکے ان کو قیہ کی باتیں بتاتے۔ اسلام نے اس طریقہ کی ممانعت کر دی، اب جو لوگ ستارہ شناسی کے دعویٰ داروں، نجومیوں اور طوطے والوں سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے اور مستقبل کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں حضرت ابو مسعود انصاری، حبشہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی کی قیمت، طرائف (روای) کے سوا نہ اور کلین کی طوائف دینے سے منع فرمایا۔  
(صحیح ابوداؤد ج ۲، رقم طبع ۲۳۲، صحیح مسلم ج ۳، رقم طبع ۵۷۱، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم طبع ۳۳۸، سنن ترمذی ج ۲، رقم طبع ۲۷۸، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم طبع ۲۵۹، مسند احمد ج ۲، رقم طبع ۵۰۶، سنن دارمی ج ۲، رقم طبع ۲۵۱۸، شرح معنی ج ۳، رقم طبع ۲۰۳۰، المعجم الکبیر ج ۱، رقم طبع ۱۷۷، مسوط الامام بک، رقم طبع ۳۳۳، مسند ابن ابی شیبہ ج ۱، رقم طبع ۲۳۳، سنن کبریٰ، المصنفی ج ۱، ص ۱۱)  
امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث حنفی ۲۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ حبشہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی بکھن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی یا جس شخص نے حلقہ عورت کے ساتھ جنسی عمل کیا یا جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ عمل سکس کیا تو وہ اس (دین) سے بری ہو گیا جو محمد ﷺ پر باطل کیا گیا۔ سنن ابوداؤد ج ۲، رقم طبع ۳۴۳۳

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ حنفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ حبشہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حلقہ عورت کے ساتھ جنسی عمل کیا یا جس نے کسی عورت کے ساتھ عمل سکس کیا یا جو شخص کسی بکھن کے پاس گیا اس نے اس (دین) کے ساتھ کھڑا ہو گیا جو محمد ﷺ پر باطل کیا گیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث تغلیط پر محمول ہے۔ (سنن ترمذی ج ۲، رقم طبع ۳۵۵، مسند احمد ج ۲، رقم طبع ۵۰۶، سنن کبریٰ، المصنفی ج ۱، ص ۱۱۸، امام بخاری نے کہا اس حدیث کا کوئی متعلق نہیں ہے۔ اثرم کا حضرت ابو ہریرہ سے منع مسنون نہیں ہے اور اثرم منکر الحدیث ہے۔) (المکبر ج ۱، ص ۱۱۸، امام ابن ہدی نے اس کو حنفیہ میں بیان کیا ہے۔) (الکامل فی الفضل ج ۲، ص ۱۳۷، تمام اس حدیث کے شواہد ہیں۔)

اس حدیث کا عمل یہ ہے کہ جو شخص کسی آدمی کے حلقہ یہ یقین رکھے کہ اس کو قیہ کا علم ہے اور پھر حلال اور جائز سمجھے کہ اس سے قیہ کی باتیں دریافت کرے وہ کافر ہو گیا اور اگر وہ ناجائز اور گنہ سمجھے کہ یہ کام کسے تو پھر یہ گنہ کبیرہ ہے۔  
علامہ ابو سلیمان خطابی حنفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

عرب نہیں بکھن تھے اور وہ متحد امور کی معرفت کافر ہوئی کرتے تھے، من میں سے بعض یہ کہتے تھے کہ جن آکر ان کو خبریں دیتے ہیں، خود بعض یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ مستقبل کے امور کو اپنی عقل سے جان لیتے ہیں، اور بعض عرفا کہلاتے تھے جو قرآن اور اسباب سے مختلف چیزوں کا پتا چلا لیتے تھے۔ مثلاً بتاتے تھے کہ جس نے چوری کی ہے اور فلاں شخص نے فلاں عورت

سے بدکاری کی ہے اور بعض نبوی اور ستارہ شناس کو کہیں کہتے تھے۔ حدیث میں ابن قدام لوگوں کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے اور ابن کے اقوال اور ابن کی خبروں کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(مسلم السنن ج ۵ ص ۳۷۰-۳۷۱ مطبوعہ دار المنیرۃ بیروت)

کسی درپیش صم کے حلق استخارہ کرنے کی ہدایت

بہر حال جو شخص بھی غیب کی خبروں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ خود وہ کہیں ہو، نبوی ہو، یا دست شناس ہو، اور جو شخص اس کی خبر کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور جن لوگوں کو مستقبل میں کسی کام کے حلق تردد ہو، مثلاً کسی جگہ رشتہ کرنا ہے، کسی شخص کے ساتھ شراکت میں کوئی کاروبار کرنا ہے، کسی جگہ سفر چلانا ہے، اور لب و جاننا چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے حق میں مہربان یا نہیں تو اس کے لیے کسی نبوی و پیغمبر کے پاس نہ جانے بلکہ شریعت نے اس کے لیے ہمیں استخارہ کی تعلیم دی ہے۔ سورہ اس کے لیے استخارہ کرے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام کاموں میں ہمیں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا قصد کرے تو وہ دو رکعت نفل پڑھے، پھر یہ دعا کرے "اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر کو طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو کھڑے ہو اور میں کھڑا ہوں اور تو عالم ہے اور میں عالم نہیں ہوں اور تو عالم الغیب ہے اور میں عالم الغیب نہیں ہوں اور تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور میری زندگی میں یا فرمایا: میری دنیا اور آخرت میں میرے لیے خیر ہو تو اس کام کو میرے لیے مقدر کر دے، اور میرے لیے آسان کر دے، پھر اس کام میں میرے لیے برکت ڈال اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور میری زندگی میں یا فرمایا: میری دنیا اور میری آخرت میں میرے لیے شر ہو تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے، اور مجھے اس کام سے دور کر دے، اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے" جملہ کیں بھی ہو اور مجھ سے راضی رہ۔ آپ نے فرمایا دعا میں اپنے اس کام کا نام بھی لے۔

(صحیح ابوداؤد ج ۱، رقم الحديث ۴۸۸۱، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحديث ۳۷۹، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۳۸۳۳، سنن نسائی ج ۵)

رقم الحديث ۴۸۸۱

استخارہ کرنے کا طریقہ

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اگر ایک بار دعا استخارہ کرنے کے بعد آدمی کا دل کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی طرف نہ جکے تو آیا دعا یہ عمل کرنا مشروع ہے یا نہیں، حتیٰ کہ اس کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے حلق شرح صدور ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ علامۃ استخارہ اور دعا کو بار بار کرنا مستحب ہے۔ امام ابن السنی نے عمل الیوم و لیلہ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس! جب تم کسی کام کا قصد کرو تو اپنے رب سے سلت عرضہ استخارہ کرو، پھر یہ خود کرو کہ تمہارا دل کس جانب مائل ہو آئے، میں خبر اسی میں ہے۔ امام عقیلی اور امام ابن عدی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث سناؤ ہے اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، بلکہ اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے کہ جب نبی ﷺ کوئی دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے، علامہ نووی نے کتاب غلطکار میں لکھا ہے کہ علامۃ استخارہ کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد "قل یا ہیا



الکافرین" پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد "قل ھو اللہ احد" پڑھے۔ امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں اسی طرح لکھا ہے "اور ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے لکھا ہے "علاۃ استخارہ میں کسی سورت کی قرأت کرنا مبین نہیں ہے" اور کسی حدیث میں اس تعین کا ذکر نہیں ہے۔

(حدیث القاری ج ۷ ص ۲۲۴ مطبوعہ ادارۃ البیاض النیر یہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ سید محمد امین بن عبدین شامی حنفی ص ۵۴۷ لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ دعا کے شرع نور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے اور پہلی رکعت میں قرأت کے بعد یہ زیادہ پڑھے (اور نیکو بخلق مایشاء ویختار) اور اس کو پچاسون تک پڑھے اور دوسری رکعت میں (و ما کان لسؤمن ولا مومنۃ الا ھ) پوری آیت پڑھے اور استخارہ کا مکمل سات مرتبہ کرے "جیسا کہ امام ابن اسنی نے (عمل الیوم واللیلہ میں) روایت کیا ہے "اور شرح الشرح میں مذکور ہے کہ مثل تجھے یہ سنا گیا ہے کہ نماز استخارہ پڑھ کر اور دعا پڑھ کر کرنے کے بعد بدو وضو قلبی طرفت کر کے بوجھے "اگر اسے خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ کام اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو یہ کام اس کے لیے شر ہے اور اس کو اس سے اعتنا نہ کرنا چاہیے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۰ھ)

قرآن کی بناء پر مستقبل کے فتنی اور اک حاصل کرنے کا حکم

امام غزالی رحمہ اللہ ص ۶۶۶ لکھتے ہیں جب تیروں سے قسمت کا عمل معلوم کرنا فتنے ہو تو اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ نبی ﷺ قل (نیک شگون) کو پسند کرتے تھے اور تیروں سے اپنے خیر مستقبل کے کسی کام کے متعلق معلومات حاصل کرنا بھی ایک قسم کی غفلت ہے تو پھر تیروں کے ذریعہ فتنے کو کیوں فتن فرمایا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ واحد نے کہا ہے کہ تیروں سے قل لکھا قسمت کا عمل معلوم کرنا اس لیے حرام ہے کہ اس میں غیب کی معرفت کی طلب ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا تَقْدِرُیْ فَعَسَآ اَنْ تَكُوْبَ عَدَا

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

(القمان: ۳۴)

آپ کہنے کے لئے کہ اللہ کے سوا جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں  
قُلْ لَا یَعْلَمُ مِنْ شَیْءٍ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ  
الْعَمْرِ اِلَّا اللّٰهُ (النمل: ۶۵)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کلین کے پاس گیا یا جس شخص نے تیروں کے ذریعہ قسمت کو معلوم کیا یا کسی چیز سے جو قل نکال کر سفر سے واپس ہوا وہ قیامت کے دن جنت کے بلند درجات کو نہیں دیکھ سکے گا (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۸ھ)

اور کوئی معترض یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر علالت متعارفہ کے ذریعہ فتنی علم حاصل کرنا مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ درج حرارت یا بارش کے ہونے یا نہ ہونے کا علم حاصل کرنا یا جدید سائنسی آلات کے ذریعہ سورج اور چاند کے گمن گئے کا علم حاصل کرنا معرفت غیب کی طلب ہو تو پھر غیب کی تعبیر معلوم کرنے کا علم بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ یہ بھی غیب کی طلب ہے اور کسی چیز سے نیک قل لکھنا بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ یہ بھی غیب کی طلب ہے اور جو اسلم کر لیا اور اولیاء اللہ امام کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی کافر ہونے چاہئیں اور یہ بدعت معلوم ہے کہ ابن امور کا کفر ہونا باطل ہے کیونکہ یہ تمام امور شریعت

سے ثابت ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو حریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی چیز میں بدگھلنی نہیں ہے، اور سب سے عمدہ چیز نخل ہے۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! نخل کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اچھی بات جو تم میں سے کوئی شخص سنتا ہے۔ (صحیح البخاری ۵۷۵۵، صحیح مسلم ۲۲۳۳) کسی پچھندیدہ قول یا فعل سے برا معنی لینا بدگھلنی ہے۔ عرب جب کہیں جانا چاہتے تو وہ پرندہ یا کسی جانور کو ذرا کر اڑاتے یا بھاگتے۔ اگر وہ دائیں جانب بھاگتا تو اس کو مبارک جانتے اور ستر پہلے جلتے اور اگر وہ بائیں جانب جاتا تو اس کو منحوس جانتے اور ستر نہ جلتے، یا جو کلام کرنا ہوتا نہ کرتے اور نخل کا معنی نیک اور اچھی بات ہے جس سے طبیعت میں خوشی ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ جب کسی کام کے لیے جلتے تو آپ یہ سن کر خوش ہوتے تھے یا راہنہ (اے ہدایت یافتہ) یا نہیج (اے کامیاب)۔ (سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۳۷۳۲)

عبداللہ بن عبدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کسی چیز سے بدگھلنی نہیں لیتے تھے۔ آپ جب کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے، جب آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوتی اور اگر آپ کو اس کا نام پچھندہ ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی، اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام پوچھتے، اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوتی اور اگر آپ کو اس کا نام پچھندہ ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۳۹۲۰، مسند احمد ج ۱، ص ۱۸۰، مسطورہ کتب اسلامی، بیروت، طبع قدیم) سراسر کا جواب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں فیہ کے جس علم کی طلب سے منع فرمایا ہے اس سے مراد فیہ کا عقلی اور قطعی علم ہے اور علمات، اکالات اور علم تغیر اور نقل سے جو فیہ کا اور اک حاصل ہوتا ہے وہ محض عین ہے۔ بعض صورتوں میں یہ عین قوی ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ عین ضعیف ہوتا ہے۔ اس آیت کی توجہ میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ کفار کا عقیدہ یہ تھا کہ تیروں کے زیر جو ان کو مسطوبت حاصل ہوتی ہیں وہ جنوں کے تصرف سے حاصل ہوتی ہیں اور ان کا یہ عقیدہ قسق تھا اس لیے فرمایا کہ یہ قسق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: "تج کفار تہمہ" سے دین کی باتوں سے بچیں، سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے

ڈرو۔" (المائدہ ۲)

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تفسیر مسلمان پر بحث و نظر

اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چھ عمرات کے کھانے سے منع فرمایا، جن کا ذکر اس آیت کے شروع میں ہے اور تیسوں سے قسمت کا مل دریاقت کرنے سے منع فرمایا۔ اور آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں احکام شرعیہ کے عمل پر براہ گتہ نہ فرمایا، اور ان کو غلبہ کی بدولت دی، تاکہ شریعت پر عمل کرنے کا حکم اور قوی ہو اور ان کی شجاعت اور زیادہ ہو۔ یہ آیت دس جہری جنت الوداع کے سال عرفہ کے دن نازل ہوئی، وہ دن جمعہ کا تھا اور اس میں فرمایا کفار تمہارے دین کو باطل کرنے اور تم پر غلبہ پانے سے اور اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف تمہارے لوٹ جانے سے بچیں، سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ یہ آیت دس جہری جنت الوداع کے سال عرفہ کے دن نازل ہوئی، وہ دن جمعہ کا تھا اور اس میں فرمایا کفار تمہارے دین کو باطل کرنے اور تم پر غلبہ پانے سے اور اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف تمہارے لوٹ جانے سے بچیں، سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں یہ یوم عرفہ تھا اور اس دن جمعہ تھا جب نبی

پھر نے میری معرفت پر خطر اٹھایا آپ کو مسجدین کے سوا کوئی نظر نہیں آیا اور آپ نے کسی شرک کو نہیں دیکھا تب آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔

(جامع البیان، ۶/۲۷۲، ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قصوری حنفی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان جزیرہ عرب میں اپنی مہلت کیے جانے سے بے یاس ہو گیا ہے، لیکن وہ (مسلمانوں) کو ایک دوسرے کے خلاف بیزگاہے گا۔

(صحیح مسلم، ج ۲، رقم الحديث: ۲۸۱۳، مسند احمد، ج ۳، ص ۳۸۳-۳۵۳، ج ۴، ص ۱۲۶)

اس آیت اور ابن ماجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ جزیرہ عرب اور خصوصاً حرمین طہن میں شیطان کی مہلت نہیں ہو سکتی نہ بت پرستی ہوگی اور اس سے یہ واضح ہوا کہ ترکوں کے دور میں حرمین شریفین میں جو اہل سنت کے معمولات تھے۔ مسلمان رؤفہ اللہ کی پہلیوں کو چھوڑتے تھے اور نبی ﷺ سے استمداد اور مستعانہ کرتے تھے اسی طرح ناقض صحابہ اور اہل بیت کرام کی تدویر سے استمداد کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی چیز شرک نہیں تھی اور نہ شیطان کی مہلت تھی کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا شیطان جزیرہ عرب میں اپنی مہلت کیے جانے سے بے یاس ہو چکا ہے۔

بارہویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ ہوا اس کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیاء طہیم السلام سے توسل کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے، اور اس کو قتل کرنا مباح ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب حنفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

تم یہ جان چکے ہو کہ لوگ اللہ کی روایت کا انکار کرنے کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوتے اور فرشتوں اور نبیوں کی شفاعت کا انکار کرنے کی وجہ سے اور ان کے وسیلہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو قتل کرنا اور ان کا قتل کرنا مباح ہو گیا ہے۔ (کتف المہلت، ص ۱۰، مطبوعہ مکتبہ سفینہ مدینہ منورہ)

شیخ ذکور کے ہمائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نے شیخ ذکور کے روایت مسطورہ الحدید حدیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جس قدر چاہا اپنے حبیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کی خبر دے دی اور رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی مہلت سے بے یاس ہو چکا ہے اور شد لو کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور ہمارا مذہب ان حدیثوں کے برخلاف ہے کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر دور اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر ہر جگہ تک جب حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ہیں اسی طرح سارے بین و نواح میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہی ہے کہ مسلمان بت پرست اور کفار ہیں۔ حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جن کی سطحی اہل ان لوگ کفر سے برکت کی حضور ﷺ نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہی ہے کہ لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ سو یہ تمام احادیث ہمارے مذہب کا رد کرتی ہیں۔ نیز امام احمد رحمہ اللہ نے تفسیر فضلی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبہ اللہ (عراق) کے موقع پر فرمایا: شیطان ہمیشہ کے لیے اس سے بے یاس ہو چکا ہے کہ ہمارے اس شر (کفر) میں اس کی پرستش کی جائے۔ البتہ ہمارا مذہب ایسی ہی چیزوں میں اس کی عبادت ہوتی رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خلاف واقع خبر نہیں دیتے اور جن چیزوں (توسل اور طلب شفاعت) کا ہم تم شرک و کفر دیکھتے ہو ان کے سرعین کو بت پرست کہتے ہو ان

تمام امور پر تمام اہل کفر و کفر کے حوام و اعراف اور علماء جو سو سال سے زیادہ عرصہ سے محل ہی میں اور تہذیب انگلیں ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں اور یہ اعلیٰ تہذیب کے زعم و فہم کا رد کرتی ہیں۔ (المصنفین لایہ میں ص ۳۳۳ مطبوعہ مکتبہ المصطفیٰ، بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ص ۵۵۵ لکھتے ہیں ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب کے جیسے نبی سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے۔ یہ خود کو متنبی و مہدی کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن حق کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کے مختلف ہوں وہ مشرک ہیں۔ انہوں نے اہل سنت کے قتل اور حق کے قتل کو جائز قرار دیا۔

(اردو المعارف ج ۳ ص ۳۰۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۰ھ)

شیخ محمد انور شاہ بخاری حنفی ص ۵۵۵ لکھتے ہیں دراصل محمد بن عبد الوہاب نجدی تو وہ پلید شخص تھا مگر علم تھا اور وہ بہت جلد فکر کا حکم لگا کر اقلیت کے بغیر اس شخص کو کفر کا چاہیے جس کا علم بہت پختہ ہو اور وہ حاضر مدینہ ہو اور کفر کی وجہ سے اور اس کے اسباب کا جاننے والا ہو۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۳ مطبوعہ مکتبہ المصطفیٰ، بیروت ۱۴۱۰ھ)

سید احمد بن زینی دحلان کی شامی حنفی ص ۵۵۵ لکھتے ہیں اور شیخ نجدی بہ صراحت لکھا کہ اگر تھاکہ جو سو سال سے تمام امت کافر ہے اور وہ اس شخص کی تکفیر کرتا تھا جو اس کی اتباع نہ کرے۔ خود وہ اختلاف پر بیزار تھا اور شخص ہی کیوں نہ ہو وہ ایسے تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر ان کو قتل کرنا اور ان کے مملکتوں کو لوٹنے کا حکم دیتا اور جو شخص اس کی اتباع کرتا تھا اس کو مومن قرار دیتا۔ خود وہ شخص بدترین فاسق ہو۔ (اعلام الکلام فی امر اہلہ الخرام ص ۳۳۳ مطبوعہ مکتبہ المصطفیٰ، بیروت)

سید حسین احمد مدنی لکھتے ہیں محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتدا میں تیسویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ (یہ صفحہ میں پیدا ہوا اور ص ۳۰۹ میں سرگید سیدی غفرلہ اور پھر تک یہ خیالات بالکل اور عقائد کا رد کرتا تھا) اس لیے اس نے اہل سنت و الجماعت سے قتل و قتل کیا ان کو پھر اپنے خیالات کی تکفیر دتا۔ حق کے اصول کو نفیست کامل اور طاعن سمجھا لیکن اس کے قتل کرنے کو باہت و ثواب و رحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین کو ضرر سے اور اہل حجاز کو عموماً تکلیف شوق پہنچا نہیں۔ ملت صالحین اور اہل حق کی شان میں نہایت گستاخی اور بے لوثی کے لفظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو جو اس کی تکلیف شدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوجوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اہل صلیب و ایک عالم وہابی و خوشنواں شخص تھا۔ (شلب ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ کتب خانہ امرازیہ دہلی مطبعہ سادان پور)

نیز حسین احمد مدنی لکھتے ہیں

۱۔ محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانوں اور مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتل کرنا ان کے اصول کو ان سے چھین لینا طاعن و باہت ہے چنانچہ نواب صدیقی حسن خان نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

۲۔ نجدی اور اس کے اتباع کا یہ تکبیر کا عقیدہ ہے کہ انبیاء عظیم اسلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں رہا رہے ہیں۔ (شلب ج ۲ ص ۳۳)

۳۔ زیارت رسول مقبول ﷺ و حضوری آستانہ شریف و طائفہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت و غیرہ لکھتا ہے اس طرف اس نیت سے سر کرنا مکروہ و منوع جانتا ہے۔ بعض حق میں کے سر زیارت کو مکروہ نہ کہ بدعت کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوة و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے بلکہ ان طرف متوجہ ہو کر دعا و غیوہ لکھتے ہیں۔ (شلب ج ۲ ص ۳۵)

۴۔ ثبوت حضرت رسالت علی ماسما معلومہ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے ظلمات استعمال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت نہایت تبلیغ کی گئی ہے اور اپنی شخصیت بھی وضع افتدائی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق لب ہم پر نہیں، اور نہ کوئی احسان اور ناکدہ ان کی ذات پاک سے بعد وقت ہے اور اسی وجہ سے قس و دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وقت جہاز کرتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے: نقل کفر، کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاشی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے، ہم اس سے کئے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات خیر عالم بھی تو یہ بھی نہیں کر سکتے (شلب نائب ص ۳۷)۔

۵۔ وہابیہ اشغال ہلندیہ والعلی صوفیہ مراقبہ ذکر و فکر و ارادت و مشغولت و ربط القلب بالشیخ و فدا و جلا و خلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو و بدعت و خلافات شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال و افعل کو شرک و غیرہ کہتے ہیں، اور ان سلاسل میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستحب، بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں۔ (شلب نائب ص ۵۹)۔

۶۔ وہابیہ کسی خاص اہم کی تقلید کو شرک فی الرسالت جانتے ہیں اور آخر اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ وہابیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت و الجماعت کے خلاف ہو گئے، چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ خبیثہ کے ہیں۔ وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اہل اسلام دعویٰ منبلی ہوئے کا اقرار کرتے ہیں، لیکن عمل در آمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں اہم احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے، بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنبلیہ خیال کرتے ہیں اس کی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (شلب نائب ص ۳۷-۳۸)۔

۷۔ مثلاً علی العرش استوی وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے ثبوت مجسمیت وغیرہ لازم آتا ہے۔ مسئلہ نداء رسول پیچھے میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں۔ (الی قول) چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بار بار نایا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے کو سخت منع کرتے ہیں، اور اہل حرمین پر سخت نظرین اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں، اور ظلمات پشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ علائکہ ہمارے مقدس بڑو گن دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ ہمیشہ نداء و خطاب کہیں نہ ہو، مستحب و مستحسن جانتے ہیں، اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔ (الی قول) وہابیہ نجد یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے، اور یہ بھی ان کے نزدیک سب مخالفت کی ہے، علائکہ یہ اکابر متحد ملان دین متین اس کو ان اقسام استقامت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باطل محضت ہو۔ (شلب نائب ص ۶۵-۶۶)۔

۸۔ وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ و سلام و درود و غیرہ اہم علیہ السلام اور قرأت و تلاک الخیرات و قصیدہ برود و قصیدہ ہمزہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و درود پڑھنے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں، اور بعض اشعار کو قصیدہ برود میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً

یا اشرف العلق ما لی من اللوذ بہ

سواک عند حلول الحوادث العسم

”اے افضل مخلوقات امیر اکوئی نہیں جس کی پہلہ پکڑوں بجز تیرے“ بروقت نزول خواہش۔ (شلب نائب ص ۶۶)۔

۹۔ وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر غلی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کو پہنچا دیتے ہیں۔ (شلب نائب ص ۶۷)۔

۱۰۔ وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع جملہ علوم اسرار حقائق وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم البین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی

جانتے ہیں۔ (شلب جاقب ص ۶۷)

۱۰۔ وہابیہ فتنہ ذکر رسالت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح بدعت کہتے ہیں اور علیٰ هذا التیاس ازکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ (شلب جاقب ص ۶۷)

وہابیہ نے علماء حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جبکہ وہ غلبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے تھے ہزاروں کو قتل کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذا میں مبتلا کیا۔ ہزاروں سے ہلاک ہوئے۔ ان سب امور میں ہمارے ائمہ ان کے سخت مخالف ہیں۔ (شلب جاقب ص ۶۸-۶۷ مطبوعہ مکتب خانہ اعجازیہ دہلی بدھ ضلع سارنچر)

شیخ خلیل انیسٹروی نے ایک کتاب لکھی ہے "احمدیات لدفع التلبسات" اس میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک محمد بن عبد الوہاب کا وہی حکم ہے جو صاحب الدر الخازن نے خوارج کا لکھا ہے۔ اور جو علامہ شامی نے محمد بن عبد الوہاب کے متعلق لکھا ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی شیخ شہیر احمد عینی شیخ حبیب الرحمن اور دیگر ائمہ دیوبند نے اس کی تصدیق کی ہے۔

لو اب صدیق حسن خلیفہ برہانلی متوفی ۱۰۷۰ھ لکھتے ہیں:

حرمین شریفین کے لوگ شیخ نجدی کے بارے میں بھی ناراض ہوتے ہیں کیونکہ شیخ نجدی ان کے لیے شدید تکلیف اور مصائب کا سبب بنا تھا۔ پس جو شخص بھی کہ معمر اور مرید منورہ سے ہو کر آتا ہے وہ اپنے دل میں محمد بن عبد الوہاب کے خلاف سخت غم و غصہ لے کر آتا ہے۔ (سوانح العوامہ من حیون الیہ والفقہاء ص ۳۸)

حضرت علی کی خلافت کا غیر منصوص ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ کفار آج تمہارے دین (کی ناکامی) سے باز ہو گئے۔ پھر اس کو موکد فرمایا "تم ان سے نہ ڈرو" مجھ سے ڈرو اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منصوص اور واجب الاحاطت نہیں تھی ورنہ جو شخص اس شخص کو چھپانے کا ارادہ کرتا یا اس میں تغیر اور تحریف کا ارادہ کرتا وہ اس دین کی ناکامی سے باز ہو جاتا جیسا کہ اس آیت کا مقنا ہے اور صحابہ میں سے کوئی شخص بھی اس شخص کو چھپانے پر مجبور نہ ہوتا۔ اور جب اس شخص کا کہیں کوئی ذکر نہیں آیا کسی حدیث اور کسی اثر میں اس کا بیان نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شیعہ اور راہبوں کا یہ پردہ کھینچنا باطل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہمیت اور خلافت کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے نص صریح تھی "اور صحابہ نے اس کو چھپا لیا۔ کیونکہ اگر اس شخص کا تعلق دین کی کھلیابی اور اس کے غلبہ سے ہوتا جیسا کہ شیعہ کا دعویٰ ہے تو پھر اس کے چھپانے سے دین کے مخالف باوجود ہو چکے تھے اور شیعہ صحابہ کو دین کا مخالف اور کافر ہی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تبع میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا" اور تمہارے لیے اسلام کو (ظہور اور بے پند کر دیا) (طہ ص ۳)

تدریجاً احکام کا نزول دین کے کامل ہونے کے متانی نہیں

یہ آیت مجتہد اہل دین کے سال دس بھری کو عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے "اور اس دن دین کامل ہوا ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس سے پہلے دس سال تک دین ناقص رہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں فرائض اور واجبات اور عمرات اور کدہات پر مشکل احکام کا نزول تدریجاً ہوا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا نزول بھی تدریجاً ہوا ہے اور اس آیت میں دین کے کامل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اصول اور فروع عقائد اور احکام شریعہ کے متعلق جتنی آیات نازل ہوئی تھیں وہ تمام آیات اللہ تعالیٰ نے نازل کر دی ہیں۔ عقائد کے باب میں تمام آیات نازل کر دی گئیں۔ اسی طرح قیامت تک پیش آنے والے مسائل اور

حواث کے متعلق تمام احکام کے متعلق آیات نازل کر دی گئیں اور ان کی تشریح زبان رسالت سے کر دی گئی ہے۔ دین اسلام تو پیشہ سے کمال ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آسپاسی کے لیے اس کایان تدریجاً فرمایا، تاکہ جو لوگ کفر اور برائی میں سرے پر تک ڈوبے ہوئے تھے، انہیں کو ایک نکتہ میں تمام احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا جاتا تو یہ ان کی طبیعت پر سخت مشکل اور دشوار ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی سہولت کی خاطر اس کایان رفتہ رفتہ اور تدریجاً فرمایا اور آج یہ بیان اپنے تمام و کمال کو پہنچ گیا۔

اسلام کا کامل دین ہونا اور ان سابقہ کے کامل ہونے کے متناہی نہیں

اس آیت پر دو سوال یہ ہے کہ اس آیت میں اسلام کو نکل دین فرمایا ہے، تو کیا حضرت موسیٰ، حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء سابقین کا دین کامل نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام لوہان سابقہ اپنے اپنے زمانوں کے لحاظ سے کامل تھے۔ ان کے زمانوں میں تہذیب و تمدن کے جو تقاضے تھے اور ان کی رعایت سے جس طرح کے شرعی احکام ہونے چاہئیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی احکام نازل فرمائے، پھر حالات کے بدلے اور تہذیب و ثقافت کی ترقی سے تقاضے بدلے گئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر بعد کی شریعت میں پہلی شریعت کے بعض احکام منسوخ کر دیے اور نئے احکام کا یہ سلسلہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت تک جاری رہا، بلکہ آپ کی شریعت میں بھی بعض احکام منسوخ کیے گئے۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی حکم منسوخ نہیں ہو گا اور اب جس قدر احکام ہیں، وہ سب حکم ہیں اور ناقابل تنسیخ ہیں، اور قیامت تک یہ تمام احکام نافذ العمل رہیں گے، الا یہ کہ جس حکم کی مدت خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادی ہے۔ مثلاً جزیہ کی مدت نزول یعنی طبع السلام تک ہے، اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس وقت سب مسلمان ہو جائیں گے۔ لہذا کسی سے جزیہ لینے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اور ان سابقہ میں سے ہر دین کامل تھا، لیکن اس کا مکمل اضافی تھا، اور دین جس زمانہ اور جس قوم اور جس علاقہ کے لیے تھا، اس کے لحاظ سے وہ دین کامل تھا اور اسلام بھی دین کامل ہے اور اس کا مکمل حقیقی ہے، یہ اپنے زمانہ نزول سے لے کر قیامت تک کے لیے کمال ہے، تمام لوگوں کے لیے اور تمام دنیا کے لیے اب تک دین ہے اور یہی مکمل حقیقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَمَا فَعَلَ الْمُرْسَلُونَ نَذِيرًا اور ہم نے آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر اور آنے والے آپ خوشخبری دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔ (سہ ۳۸)

تَبَارَكَ الَّذِي مَزَّلَ الْمُعْرَفَانَ عَلَىٰ عِبَادِهِ  
يَسْكُنُونَ فِي الْمَلَايِكَةِ نَذِيرًا (المعرقان ۱)  
وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ يَنْفَرْنَا نَقْتُلْهُ وَنَقْلُوهٗ  
(آل عمران: ۸۵)  
وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مقدس (انبیاء) پر چہ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے  
لیعل نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جنوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔  
جس شخص نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو طبع کیا، وہ  
اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

امام مسلم بن حجاج قسری حنفی ۳۷۹ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے انبیاء پر چہ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے  
جو اہم (ایسا حکام جس میں الفاظ میں ہوں اور معنی زیادہ ہوں) عطا کیے گئے اور رعب سے میری مدد کی گئی اور مجھ سے میرے  
لیے حلال کر دی گئیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک کرنے والی اہل تمہا اور مسجد بنا دیا گیا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف  
رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کو قسم کر دیا گیا اور حضرت جابر کی روایت میں ہے ہر نبی کو بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث

کیا جاتا تھا اور مجھے ہر کالے اور گورے کی طرف بحث کیا گیا ہے۔

(الحج مسلم ج ۱، رقم الحديث ۵۷۳-۵۷۱، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۱۵۵۹)  
قرآن مجید کی آیات اور اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ سیدنا محمد ﷺ کو قیامت تک تمام لوگوں کیلئے رسول بنایا گیا ہے اور اسلام ہی ہے کہ آپ کی شریعت قیامت تک کیلئے ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلام کے سوا اور کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ سو واضح ہو گیا کہ باقی ادیان اپنے اپنے زمانوں کے اعتبار سے کمال تھے اور اسلام قیامت تک کیلئے کمال دین ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اسلام کے متعلق فرمایا کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کمال کر دیا۔  
یوم میلاد النبی ﷺ کا عید ہونا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رضی اللہ عنہ ۳۲۰ھ بیان کرتے ہیں: یہ آیت مجتہدوں اور علمائے کرام کے سال یوم عرفہ کو بعد از جمعہ نازل ہوئی اور اس کے بعد فرائض سے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی نہ طہارہ حرام سے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ صرف انیس روز زندہ رہے۔ ابن جریر سے اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

(جامع البیان ج ۶، ص ۱۰۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)  
امام ابو یوسف یحییٰ بن محمد بن یحییٰ ترمذی رضی اللہ عنہ ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں: محمد بن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک یودی کے سامنے یہ آیت پڑھی: "اليوم اكملت لكم دينكم" (الابہ تو اس یودی نے کہا اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوئی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے یوم النحر اور یوم عرفہ کو۔ (سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۰۵۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کی عید ہے اور عرفہ کا دن بھی مسلمانوں کی عید ہے اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کی صرف دو عیدیں ہیں انہوں نے اس حدیث پر غور نہیں کیا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشہور عیدیں صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں جن کے مخصوص احکام شرعیہ ہیں۔ عید الفطر میں حج افطار کیا جاتا ہے اس کے بعد دو رکعت نماز عید گاہ میں پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے اور عید الاضحیٰ میں پہلے نماز اور خطبہ ہے اور اس کے بعد صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ جمعہ کا دن مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے اور اس میں عمر کے بدلہ میں نماز اور خطبہ فرض کیا گیا ہے اور عرفہ کے دن غیر قربان کے لیے روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے اور اس سے دو سال کے مکہ معظمہ ہو جاتے ہیں۔

علامہ رافع اسلمانی رضی اللہ عنہ ۵۰۳ھ لکھتے ہیں:

عید اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور شریعت میں عید کا دن یوم الفطر اور یوم النحر (قربانی کا دن) کے ساتھ مخصوص ہے اور جبکہ شریعت میں یہ دن خوشی کے لیے بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں متنبہ فرمایا ہے یہ کھانسنے پینے اور ازدواجی عمل کے دن ہیں اور عید کا لفظ ہر اس دن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس میں کوئی خوشی حاصل ہو اور اس پر قرآن مجید کی اس آیت میں دلیل ہے:

قَالَ عَبَسَ بَعْضُ الْمُرْسَلِينَ الْغَيْمَةُ رِيًّا أَسْوَدَ عَلَيَّهَا مَآيِدَةُ يَوْمِ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لَا ذِيكْرَ لَنَا فِيهَا وَإِنَّمَا تَذَكَّرُ (المائدہ ۱۳)  
یعنی ابن مریم نے غیم نے عرض کیا: اے اللہ! ہمارے رب! آسمان سے ہم پر کھانے کا خزانہ نازل فرما جو ہمارے انگوروں اور پھلوں کے لیے عید ہو جائے اور میری طرف سے نکلتی۔

(المفردات ص ۳۵۲، مطبوعہ المکتبہ المرقیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)



یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شرعی اور اصطلاحی عید تو صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں اور یوم عرفہ اور یوم جمعہ عرفہ عید ہیں اور جس دن کوئی نعت اور خوشی حاصل ہو وہ بھی عرفہ عید کا دن ہے اور تمام نعتوں کی اصل سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ سو جس دن یہ عظیم نعت حاصل ہوئی، وہ تمام عیدوں سے بڑھ کر عید ہے اور یہ بھی عرفہ عید ہے، شرعاً عید نہیں ہے، اس لیے مسلمان ہمیشہ سے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے دن بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی مناتے ہیں۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ بارہ ربیع الاول نبی ﷺ کا یوم ولادت ہے اور بعض اقوال کے مطابق آپ کا یوم وفات بھی یہی ہے۔ تم اس دن نبی ﷺ کی ولادت پر خوشی مناتے ہو۔ اس دن آپ کی وفات پر سوگ کیوں نہیں مناتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے ہمیں نعت پر خوشی منانے، اس کا اظہار اور بیان کرنے کا تو حکم دیا ہے اور کسی نعت کے چلے جانے پر سوگ منانے سے منع کیا ہے۔ دو سرا جواب یہ ہے کہ ہم غم اور سوگ کیوں کریں؟ نبی ﷺ جس طرح پہلے زندہ تھے، اب بھی زندہ ہیں۔ پہلے دار الحکمت میں زندہ تھے، اب دار اجزاء اور جنت میں زندہ ہیں، آپ پر امت کے اعلیٰ جوش کیے جاتے ہیں، نیک اعمال پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور برے اعمال پر آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ آپ زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں، طالبین شفاعت کے لیے شفاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مطالعہ اور مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور آپ کے مراتب اور درجات میں برکتیں اور ہر لحظہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اس میں غم کرنے کی کون سی وجہ ہے؟ جبکہ آپ نے خود یہ فرمایا ہے میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے۔ (الوفاء بالاحوال الصغریٰ ص ۸۵)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متنی ۱۹۹۱ھ لکھتے ہیں: میرا یوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کی عید میلاد منائی، ان کو دیکھ کر کچھ مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ کی پیدائش پر عید میلاد النبی کے نام سے ایک عید بنادی، اس روز بازاروں میں جلوس نکالنے اور اس میں طرح طرح کی خرافات کو اور رات میں چراغوں کو جلوت سمجھ کر کرنے لگے۔ جس کی کوئی اصل صحابہ و تابعین اور اسلاف امت کے عمل میں نہیں ملتی۔ (اصناف القرآن، ج ۳ ص ۳۰۳ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۷۹ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متنی ۱۹۹۱ھ نے ایک انٹرویو کے دوران ایک سوال کے جواب میں کہا: سب سے پہلے تو آپ کو یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ اسلام میں عید میلاد النبی کا تصور بھی ہے یا نہیں۔ اس سوال کو، جس کو عہدِ اسلام ﷺ سے منسوب کیا جاتا ہے حقیقت میں اسلامی سوال ہی نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت اسلام میں نہیں ملتا، حتیٰ کہ صحابہ کرام نے بھی اس دن کو نہیں منایا۔ افسوس اس سوال کو دہرائی اور دوسری شکل دے دی گئی ہے، لاکھوں روپے برباد کیا جاتا ہے۔

(ملت روز قدس، ۱۱ مارچ ۱۹۹۶ء)

عام طور پر شیخ محمد بن عبد الوہاب کے متبعین اور علماء دیوبند یہ تاثر دیتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا اصل سنت و جماعت کا طریقہ ہے اور ان کی اس بناؤ و اختراع ہے۔ جیسا کہ مذکور الہدو و اقتباس سے ظاہر ہو رہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ ہمیشہ سے اہل اسلام، بارہ ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں، اور ان ایام کو عید مناتے رہے ہیں۔ علامہ احمد رضا علی مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہمیشہ سے اہل اسلام رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے عید میں محفلیں منعقد کرتے رہے ہیں اور دعوتیں کرتے رہے ہیں، اور اس عید کی راتوں میں مختلف قسم کے صدقات کرتے ہیں، خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اور نیک اعمال زیادہ کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس کی برکت سے ان پر فضل عام ظاہر ہوتا ہے۔ میلاد شریف منعقد کرنے سے یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ انسان کو اپنا نیک مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جس

نے مولود مبارک کے مہینہ کی راتوں کو عیدیں بتادیا۔ (الرواہب اللہ نیہ 'ج ۳' ص ۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ طحطائی نے علامہ محمد بن محمد ابن الجزری متوفی ۸۳۳ھ کی اس عبارت کو ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۶۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ قرون ثلاثہ میں اس محفل کے انعقاد کا اہتمام نہیں ہوا تھا لیکن یہ بدعت حسنہ ہے۔ اس عمل میں بعض دنیا دار لوگوں نے جو عنکرات شہل کر لیے ہیں علامہ ابن اللزج مالکی نے جو عمل میں ان کا رد کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ اس مہینہ میں عقیقے کے کام زیادہ کرنے چاہئیں اور حدیث 'خیرات اور دیگر عبارات کو یہ کثرت کرنا چاہیے' اور یہی مولود منانے کا مستحسن عمل ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اردن کے بلاد شہلک مظفر ابو سعید متوفی ۷۳۰ھ نے سب سے پہلے میلاد النبی کی محفل منعقد کی۔ یہ بہت بھلا اور عالم 'عاقل' نیک اور صالح بلاد شہل تھا یہ عین سوداگر خراج کر کے بہت عظیم دعوت کا اہتمام کرتا تھا۔ (شرح الرواہب اللہ نیہ 'ج ۳' ص ۸۷ مطبوعہ دارالطریقہ بیروت ۱۴۳۳ھ)

شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں ہم نے بہت تفصیل سے میلاد النبی منانے پر بحث کی ہے اور علامہ سیوطی 'طاعلی' جاری اور دیگر علماء نے کتب و دست سے جو میلاد النبی کی اصل نکلی ہے اور مفسرین کے جو اہل بیت دینے ہیں اور اس پر دلائل فراہم کیے ہیں ان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ بعض شہسوار میں میلاد النبی کے جلوس میں بعض لوگ ہلے گاہے اور غیر شرعی کام کرتے ہیں اور ہمارے علماء ہمیشہ اس سے منع کرتے ہیں۔ تاہم اکثر شہسواروں میں بالکل پاکیزگی کے ساتھ جلوس نکالا جاتا ہے۔ میں دو مرتبہ برطانیہ گیا اور میں نے وہیں اس مہینہ میں متعدد جلوسوں میں شرکت کی۔ ان جلوسوں میں خست خوانی اور ذکر اذکار کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کوئی غیر شرعی کام نہیں ہوتا اور تمام شرکاء جلوس باجماعت نماز پڑھتے ہیں اور بعد ازاں جلسہ ہوتا ہے جس میں نبی ﷺ کے فضائل اور عہد بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلے دیوبند اور جماعت اسلامی کے علماء عید میلاد النبی منانے اور جلوس نکالنے پر انکار کرتے تھے لیکن اب تقریباً ہندو میں ملنے کے عرصہ سے دیوبند اور جماعت اسلامی کے متعدد علماء میلاد النبی پیچھے کا جلوس نکالنے اور اس میں شرکت کرنے لگے ہیں اور سپاہ صحابہ کے اکابر علماء حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ایام بھی منانے لگے ہیں۔ ان دونوں میں جلوس نکالتے ہیں اور حکومت سے ان ایام میں سرکاری تفصیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۹ھ عید میلاد النبی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کبھی قوم کے بڑے آدمی کی پیدائش یا موت کا یا تخت نشینی کا دن منایا جاتا ہے اور کبھی کسی خاص ملک یا شہر کی فتح اور کسی عظیم تاریخی واقعہ کا جس کا حاصل اشخاص خاص کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہیں۔ اسلام اشخاص پرستی کا قائل نہیں ہے اس لیے ان تمام رسوم جاہلیت اور غرضی یادگاروں کو چھوڑ کر اصول اور مقاصد کی یاد دہانی قائم کرنے کا اصول بتادیا۔

(معارف القرآن 'ج ۳' ص ۳۳ مطبوعہ ادارہ اعداد و معارف کراچی ۱۳۹۷ھ)

لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ علماء دیوبند کی طرف سے نہ صرف ایام صحابہ منانے جلتے ہیں بلکہ وہ اپنے اکابرین مثلاً شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شہیر احمد عثمانی کے ایام بھی مناتے ہیں اور دیوبند کا صدر مصلح جس بنی منایا گیا۔ ہم پہلے میلاد النبی کے جلوس اور جلوسوں میں مقتدر علماء دیوبند کی شرکت کو باطل بیان کریں گے۔ پھر ایام صحابہ اور ایام اکابرین دیوبند کو ان حضرات کا منایا بیان کریں گے۔ جماعت اسلامی کا ترجمان روزنامہ جسارت لکھتا ہے:

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ ملک میں اسلامی قوانین کے بعد قومی اتحاد نے وہ مثبت مقصد

حاصل کر لیا ہے جس کے لیے اس نے ان تھک اور مسلسل تحریک چلائی تھی۔ وہ آج بھی مسجد نیا گنبد پر نماز ظہر کے بعد قوی اتھلو کے زیر اہتمام عید میلاد النبی کے عظیم الشان جلوس کے شرکاء سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر قوی اتھلو کے نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں، امیر جماعت اسلامی پاکستان میں محمد طفیل، وفاق وزیر قدرتی وسائل چودھری رحمت الہی اور مسلم لیگ متحدہ گروپ کے سیکرٹری جنرل ملک محمد قاسم نے بھی خطاب کیا۔ تقریروں کے بعد مفتی محمود اور دیگر رہنماؤں نے مسجد نیا گنبد میں ہی نماز عصر ادا کی، جس کے بعد ان رہنماؤں کی قیادت میں یہ عظیم الشان جلوس مختلف راستوں سے مسجد شہداء پنج کر ختم ہوا، جہاں شرکاء جلوس نے مولانا مفتی محمود کی قیادت میں نماز مغرب ادا کی۔ (روزنامہ جہلم، ۹ فروری ۱۹۷۹ء)

جماعت اسلامی اور دہریہ بڑی ارکان پر مشتمل قوی اتھلو کی حکومت کے دور میں عید میلاد النبی کے موقع پر روزنامہ جنگ کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیے۔

جشن عید میلاد النبی آج جوش و خروش سے منایا جائے گا، تقریب کا آغاز ۱۱ توپوں کی سلامی سے ہوگا اور نرکی صدارت میں جلسہ ہوگا شہر بھر میں جلوس نکالے جائیں گے، شہزادک آرام باغ اور دیگر علاقوں میں جلسے ہوں گے۔

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۹ فروری ۱۹۷۹ء)

روزنامہ حریت کی ایک خبر کی ملاحظہ فرمائیے:

اسلامی قوانین کے خلاف کے بعد قوی اتھلو کی تحریک کاشتیت مقصد حاصل ہوگا۔ مفتی محمود نے کہا، معاشرے کو عملی طور پر اسلامی بنانے میں کچھ وقت لگے گا عید میلاد کے موقع پر مفتی محمود کی قیادت میں عظیم الشان جلوس۔

(روزنامہ حریت، ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء)

روزنامہ مشرق کی ایک خبر ملاحظہ ہو:

لاہور ۹ فروری (پ۔پ) قوی اتھلو کے صدر مولانا مفتی محمود اور نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں کل میں عید میلاد النبی کے جلوس کی قیادت کریں گے، یہ اجلاس نیا گنبد سے نکل کر مسجد شہداء پر ختم ہوگا۔

(روزنامہ مشرق، کراچی، ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء)

جمیعت علماء اسلام کے مولانا محمد اجمل خاں نے مطالبہ کیا ہے کہ خلفاء راشدین کے ایام سرکاری طور پر منائے جائیں۔

(روزنامہ جنگ، لاہور، ۲۴ جون ۱۹۹۳ء)

سپاہ صحابہ کے سربراہ ضیاء الرحمن فاروقی نے اعلان کیا ہے کہ یکم محرم کو حضرت عمر فاروق اعظم، چہرہ کا یوم شہادت منایا جائے گا اور جلوس بھی نکالے جائیں گے۔ (وائے وقت، لاہور، ۲۳ جون ۱۹۹۳ء)

سپاہ صحابہ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی نے یکم محرم الحرام کو یوم فاروق اعظم کی سرکاری تعطیل پر کہا ہے کہ آج کا دن عید کا دن ہے۔ (وائے وقت، ۲۴ جون ۱۹۹۳ء)

سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام گزشتہ روز ۲۲ فروری کو پورے ملک میں مولانا حق نواز بھنگوی شہید کا یوم شہادت انتہائی عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ سپاہ صحابہ جنگ کے زیر اہتمام احزاب پارک محلہ حق نواز شہید میں ایک تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سپاہ صحابہ کے قائم مقام سرپرست اعلیٰ مولانا محمد اعظم طارق ایم۔ این۔ اے نے کہا کہ ۲۲ فروری کی نسبت سے حضرت بھنگوی شہید کی شہادت کا دن ہے۔ اور ۲۱ رمضان المبارک کی نسبت کی وجہ سے یہی دن حضرت علی مرتضیٰ شہید کی شہادت کا دن ہے۔ (وائے وقت، لاہور، ۲۳ فروری ۱۹۹۳ء)

سپاہ صحابہ کے بانی مولانا حق نواز عثمکوی کی دوسری برسی کے موقع پر ۲۲ فروری کو پاکستان سمیت دیگر ممالک میں مولانا عثمکوی کی یاد میں سپاہ صحابہ چلنے، سینیار اور دیگر تقریبات منعقد کئے گی۔ سپاہ صحابہ کے تمام مراکز و دفاتر میں ایصال ثواب کے لیے صبح نو بجے قرآن خوانی ہوگی۔ مرکزی تقریب جنگ میں مولانا عثمکوی کی مسجد میں قرآن خوانی سے شروع ہوگی اور بعد میں عظیم الشان جلسہ ہوگا جس میں قائدین خطاب کریں گے۔ (اوسے وقت لاہور ۲۱ فروری ۱۹۹۳ء)

یوم فاروق اعظم جہیز پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ

خلفائے راشدین کے یوم سرکاری سطح پر نہ ملنا ناقابل فہم ہے محمد احمد مدنی کا مظاہرین سے خطاب۔

کراچی (پ) سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام یوم شہادت فاروق اعظم جہیز عقیدت و احترام سے منایا گیا، اس سلسلے میں جامعہ صدیق اکبر ناگن چورنگی میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ عرصہ میں انیس نے حضرت عمر فاروق کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں یوم شہادت حضرت عمر فاروق پر عام تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کے تحت احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، مظاہرین پلے کارڈ اور بنر اٹھائے ہوئے تھے، جن پر یوم خلفائے راشدین کو سرکاری سطح پر منانے، اس روز عام تعطیل کرنے، اصحاب رسول جہیز کے خلاف نذر پجری، حبلی اور امیر رہنماؤں اور کارکنوں کی رہائی پر مشکل مطالبات درج تھے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے مولوی سیکرٹری جنرل مولانا محمد احمد مدنی نے کہا کہ ملک میں کبھی اور علاقائی سطح کے رہنماؤں کے یوم منائے جاتے ہیں، لیکن اسلامی ملک میں خلفائے راشدین کے یوم پر تعطیل نہ کرنا ناقابل فہم ہے۔ اس موقع پر ایک قرارداد کے ذریعہ مولانا علی شیر حیدری، مولانا اعظم طارق، حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ، مولانا غفور ندیم اور دیگر کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔ دریں اثناء سپاہ صحابہ اسٹوڈنٹس کراچی ڈویژن کے جنرل سیکرٹری حافظ سفیان عباسی، شیخ الرحمن، ابو حمزہ جی، اے تقواری اور ایم۔ اے سٹیری نے مظاہرہ میں شرکت پر طلبہ کا شکریہ ادا کیا۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ مئی ۱۹۹۹ء)

عشرہ حکیم الامت منایا جائے گا، مفتی نعیم

کراچی (پ) راسخی مجلس عمل پاکستان کے قائد مولانا مفتی محمد نعیم نے کہا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کی تعلیمی، صحیفی اور اصلاحی خدمت ہمارے لیے مشعل رہ چکی ہے۔ انہوں نے کوئی بھی عاشق رسول اور حب پاکستانی فراموش نہیں کر سکتا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمارا یزیدوں کے ساتھ ٹکڑا اور قتلِ اکبر من اخص ہے۔ اجلاس میں سنی مجلس عمل پاکستان کے زیر اہتمام عشرہ حکیم الامت منانے کا اعلان کرتے ہوئے مفتی محمد نعیم نے کہا کہ کراچی کے تمام اضلاع میں مولانا اشرف علی تھانوی کی یاد میں مختلف پروگرام منعقد کیے جائیں گے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۳۰ جون ۱۹۹۹ء)

کراچی (پ) راسخی مجلس عمل پاکستان کے قائد مولانا مفتی محمد نعیم نے جامع مسجد صدیق اور گنگی ٹاؤن میں عشرہ حضرت حکیم الامت کے سلسلہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مذہب کسی پر بلا حقیقت بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے جھوٹ، قریب اور نفیبت سے پرہیز کیا جائے۔ اجتماع سے مولانا غلام رسول، مولانا انور محمود اور مولانا محمد صدیق نے بھی خطاب کیا۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۳۰ جولائی ۱۹۹۹ء)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام چیز کھائے) در آنہما یک وہ اس کی طرف ناکل ہوئے ولا نہ ہو تو ہے شک اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے (المائدہ: ۳)

ضرورت کی بنا پر حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا کھانا مسلمانوں پر حرام حالات میں حرام کر دیا ہے، اس سے ضرورت کے احوال مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً بھوک کی شدت سے کسی شخص کی جان نکل رہی ہو اور اس کے پاس کوئی حلال چیز کھانے کے لیے نہ ہو تو وہ وہی حرام چیز کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسے اس حرام چیز کھانے کا شوق اور میلان نہ ہو اور وہ جہلاً اس کی طرف راغب نہ ہو اور جس چیز کو کسی ضرورت کی بنا پر لیا جائے اس کو یہ قدر ضرورت لیا جاتا ہے۔ اس لیے صرف اتنی مقدار میں حرام چیز کھائی جائے جتنی مقدار میں کھانے سے اس کی جان بچ جائے اور مذمت اندوزی کے لیے اس حد سے تجاوز نہ کرے۔ ان چیزوں کا کھانا ہر جگہ کہ بندوں پر حرام ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان اور رحیم و کریم ہے اور وہ ضرورت کی وجہ سے اتنی مقدار کھانے کو معاف کر دے گا۔ اسی اصول پر ہمارے فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ جان بچانے کے لیے حرام دوا کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی مسلمان معالج یہ بتائے کہ اس کے علم اور اس کی دسترس میں اس کے سوا اور کوئی حلال چیز درجہ علاج نہیں ہے۔ لہذا جان بچانے کے لیے کسی انسان کو خون دیا جاسکتا ہے، اور جن دواؤں میں الکحل ہوتا ہے ان کو بھی علاج کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ عقلی الکحل حرام اور نجس نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ نمکیات سے مخلوط ہو۔ اس کی کھل اور پاؤں۔ بحث (مفتی) ۱۳۷۱ھ میں گزر چکی ہے اور شرع صحیح مسلم جلد ثانی میں بھی ہم نے اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: (اے رسول کریم!) آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ کہنے لگے تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور سدا چالے ہیں، اور انہما کہ تم انہیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو، تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔ سو اس (شکار) سے کھلو، جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے رکھیں اور اس کا شکار نہ کرتے۔ ہر کسبہ شکاری جانور پر ہم (اللہ پر) حوالہ دیتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سب لینے والا ہے (ماہنامہ) زیر بحث آیت کا معنی اور شان نزول

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے رسول معظم! آپ سے آپ کے اصحاب یہ سوال کرتے ہیں کہ ان کے کھانے کے لیے کون سے جانور حلال ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہنے کہ جن جانوروں کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے، ان کو ذبح کرنے کے بعد تم کھا سکتے ہو اور تمہارے سدا چالے ہوئے شکاری جانوروں نے جن جانوروں کو ذبح کر کے شکار کر لیا ہے، ان کو بھی تم کھا سکتے ہو۔

اس آیت میں فرمایا ہے تمہارے لیے طہیات کو حلال کر دیا ہے، طہیات کا معنی ہے وہ چیزیں جن سے طہانے سلیقہ ممکن نہ کھائی ہو اور عطر اور خوشنہ ہوں۔ یہ بھی قائل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ طہیات وہ چیزیں ہیں جن کی تحریم میں نص وارد نہ ہو، نہ ان کی حرمت پر اجماع ہو اور نہ قیاس سے ان کی حرمت ثابت ہو۔ پہلے قول کی بناء پر اس سے مراد لذیذ اشیاء ہیں، اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد حلال اشیاء ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حلال اور مذہبہ چیزیں ہیں۔ اس آیت کے شان نزول میں امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۳۶۰ھ نے یہ روایت ذکر کی ہے:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی چہرہ کے پاس آئے ان کی اجازت طلب کی، آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اجازت دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! انہوں نے کہا، لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتاب ہو، اور رافع کہتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں حدیث کے ہر کتبے کو قتل

کردوساوس میں نے کتوں کو قتل کر دیا۔ پھر میں ایک عورت کے پاس پہنچا جس کے پاس کتا بھوک رہا تھا میں نے اس پر رحم کیا کہ اس کو چھوڑ دیا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے مجھے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا پھر میں نے اس کو بھی قتل کر دیا پھر مسلمانوں نے آکر آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں ان کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کی کوئی چیز ہمارے لیے حلال ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی آپ سے پوچھتے ہیں کہ فن کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ کہتے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور سدھا لیے ہیں، در آنھا یکہ تم انہیں شکار کے طریقہ کھانے والے ہو۔ لایہ۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ سنہ ۱۹۹۵ء ج ۱ ص ۲۳۵ المستدرک ج ۲ ص ۳۱۱)

### شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام

علامہ نووی شافعی متونی ۶ ص ۱۷۷ لکھتے ہیں۔

شکار کرنا مباح ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کتاب سنت اور اجماع سے اس پر بکثرت دلائل ہیں۔ قاضی عیاض ہاگنی نے کہا ہے کہ جو شخص کب معاش کے لیے شکار کرے یا ضرورت کی بناء پر شکار کرے یا شکار یا اس کی قیمت سے نفع حاصل کرنے کے لیے شکار کرے تو ان تمام صورتوں میں شکار کرنا جائز ہے۔ البتہ جو شخص بطور سود و لعب کے شکار کھیلے، لیکن اس کا قصد اس شکار کو ذبح کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہو اس کے جواز میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور یسٹ اور ابن عبدالحکم نے اس کو جائز کہا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کی نیت کے بغیر شکار کھیلے تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ زمین میں شکار کرنا ہے اور ایک جاندار کو بے مقصد ضائع کرنا ہے۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ کراچی)

علامہ دمشقی الی ہاگنی متونی ۸ ص ۸۶ لکھتے ہیں۔

علامہ الحلی نے شکار کے حکم کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) زندگی برقرار رکھنے کے لیے یعنی کھانے پینے کے لیے شکار کرنا مباح ہے (۲) اہل و عیال کی تنگی کے وقت یا سواقی سے بچنے کے لیے شکار کرنا مستحب ہے (۳) اپنے آپ کو بھوک کی بھارت سے بچانے کے لیے شکار کرنا واجب ہے (۴) سود و لعب کے لیے شکار کرنا مکروہ ہے جبکہ شکار کے بعد جانور کو ذبح کر کے کھا گیا جائے۔ (۵) ذبح کرنے اور کھانے کی نیت کے بغیر شکار کرنا حرام ہے۔

علامہ ابی ہاگنی فرماتے ہیں بلا ضرورت محض سود و لعب کے لیے شکار کرنے میں بہت مفاسد ہیں۔ اس میں گھوڑے کو کتے کے پیچھے بھاگ کر تھکانا ہے اور اگر بازے شکار کیا جائے تو نظر کو اس کے پیچھے لگا کر تھکانا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھوڑا اس کو کسی کھائی یا کتوں میں گرا دے۔ (اکل اکل اعظم ج ۵ ص ۲۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

### شکار کی شرائط کا بیان

شمس الامتد علامہ محمد بن احمد سرفی حنفی متونی ۳ ص ۸۳ لکھتے ہیں۔

۱۔ جس جانور کے ساتھ شکار کھلیا جائے وہ سدھایا ہو۔

۲۔ جس جانور کے ساتھ شکار کیا جائے وہ زخمی کرنے والا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما علمتم من

الحوارح مکلبین تعلمونہن معا علمکم اللہ" اور جن شکاری جانوروں (زخمی کرنے والے) کو تم نے سدھایا ہے جن کو خدا کے دینے ہوئے علم کے مطابق تم شکار کی تعلیم دیتے ہو جو ارجح (زخمی کرنے والے) کے متعلق دو توں

ہیں۔ (۱) وہ جانور اپنے دانتوں اور پنجوں سے حقیقتاً زخم ڈالے (۲) وہ شکار کو پکڑ کر لانے والے جانور ہوں کیونکہ جرح کا معنی کب بھی ہے۔

۳۔ شکاری جانور کو بھیجا جائے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم پر بھیجی تھی کہ جب تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو بھیجا اور اس پر بسم اللہ پڑھ لی تو اس کو کھلا اور اگر تمہارے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا شریک ہو گیا تو پھر اس (شکار کو مت کھلا اور جب دو کتوں میں سے ایک کتا بھیجا ہو نہ ہو تو کھلا حرام ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتے کو بھیجنا شرط ہے۔ نیز ذکاوت علت کا سبب اس وقت ہوتی ہے جب اس کا حصول کسی آدمی سے ہو اور اس لیے شکار کے آگے آدمی کا قائم مقام بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں آدمی کا فعل داخل ہو اور یہ صرف شکاری جانور کو بھیجے سے ہو سکتا ہے اور کتے کے لیے سدھائے ہونے کی شرط بھی اس میں بھیجے کے تحقق کے لیے لکھائی گئی ہے۔

۴۔ بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور کو بھیجے۔

۵۔ اس کے پیچھے ہوئے جانور کے ساتھ دوسرا جانور شریک نہ ہو۔

۶۔ جس جانور کا شکار کیا جائے وہ فی نفسہ حلال ہو۔

شکار کرنے والے جانوروں کا بیان

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر الرضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

سدھائے ہوئے کتے چیتے تمام زخمی کرنے والے اور سدھائے ہوئے جانوروں سے شکار کرنا جائز ہے اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ تمام سدھائے ہوئے اور پھاڑنے والے درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں سے شکار کرنا جائز ہے۔ اور سدھائے ہوئے جانور کے سوا کسی اور جانور سے شکار کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کو زخا کر لیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "و ما علمتم من الحیوان مکتسباً" تم نے جو (شکار کا) کب معاش کرنے والے جانور سدھائے ہیں اور انہما یکہ و شکار پر مسلط ہونے والے ہیں "یہ آیت اپنے عموم کے اعتبار سے تمام شکار کرنے والے جانوروں کو شامل ہے۔ اور حضرت عدی بن حاتم پر بھیجی گئی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ ہر چند کہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں کلب کا ذکر ہے۔ لیکن لغت کے اعتبار سے ہر درندے پر کلب کا اطلاق ہوتا ہے حتیٰ کہ شیر پر بھی کلب کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ان جانوروں سے شیر اور رچھ کا استثناء کیا ہے۔ کیونکہ یہ جانور دوسروں کے لیے کام نہیں کرتے۔ شیر اپنی بلندی کی وجہ سے اور رچھ اپنی خست کی وجہ سے۔ بعض علماء نے جبل کا بھی اس کی خست کی وجہ سے استثناء کیا ہے۔ خصوصاً بھی ان جانوروں سے مشکلی ہے کیونکہ وہ جس الصیغہ میں ہے اس لیے اس سے ناکارہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر ان شکاری جانوروں کو تعلیم دینا اور سدھانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی نص صریح (و ما علمتم) میں تعلیم کی شرط کا ذکر ہے اور حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں بھی تعلیم کی شرط کا ذکر ہے۔ اور جانور کو چھوڑنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہی تعلیم کا معیار ہے کہ جب جانور کو چھوڑا جائے تو وہ چلا جائے اور اپنے مالک کے لیے شکار کو پکڑ کر رکھے۔

(عدایہ آخرین ص ۵۰۲ مطبوعہ شرکت مطبعہ لبنان)

شکاری کتے کے معلم (سدھائے ہوئے) ہوئے کا معیار اور شرائط

میں الا کہ سرفی نے کلب معلم (سدھائے ہوئے کتے) کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

۱۔ اپنے مالک کے پیچھے حملہ کرنے کے لیے نہ دوڑے۔

۲۔ اس سے نہ کھائے بلکہ شکاری دوسرے کتے کو شکار کھانے پر مارے، تاکہ اس سے وہ کتا کچلے کہ شکار کو نہیں کھاتا چاہیے۔  
جس شکاری یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

علامہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) امام مالک اور حسن بن صالح نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمان (شکاری یا ذبیحہ پر) بسم اللہ ترک کر دے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اگر نسیاناً بسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر اس کو کھایا جائے گا۔ امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں ذبیحہ کو کھایا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ نسیاناً بسم اللہ کو ترک کرنے میں اختلاف ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما، جنم بن عبد اللہ بن ابی رباح، سعید بن جبیر، ابن شہاب اور طاہر نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر بسم اللہ کو نسیاناً ترک کر دیا جائے، اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا مسلمان کے دل میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ جس طرح مشرک کا ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا سود مند نہیں ہے، اسی طرح مسلمان کا بھولے سے نام نہ لینا مضر نہیں ہے۔ ابن سیرین نے کہا اگر مسلمان نسیاناً بھی بسم اللہ کو ترک کر دے تو وہ ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ ابراہیم نے کہا ایسے ذبیحہ کو نہ کھانا صحیح ہے۔

علامہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ فقہاء احناف کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا هَلَكَ مِنْكُمْ بِغَيْرِ اسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَوَلَّوْا لَكُمْ سُبُلَ الْوَسْطَى (المعاش ۱۰-۱۱)  
جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اس کو مت کھاؤ، بلاشبہ اس کو کھانا گناہ ہے۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس (شکاری یا ذبیحہ) پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اس کا کھانا حرام ہے۔ خواہ اللہ کا نام محض اذکار کیا ہو یا نسیاناً۔ لیکن دلائل سے یہ ثابت ہے کہ یہاں نسیان مراد نہیں ہے۔ البتہ اس شخص کا قول اس آیت کے خلاف ہے۔ جس نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر محض بسم اللہ کو ترک کر دیا گیا اس کا کھانا بھی جائز ہے اور اس شخص کا یہ قول بغیر آثار اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں مشرکین کے ذبیحہ کو کھانے سے منع فرمایا گیا ہے، کیونکہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے کہا: جس جانور کو تمہارے رب نے قتل کیا اور وہ مر گیا تو تم اس کو نہیں کھاتے اور جس جانور کو تم نے قتل کیا، یعنی ذبح کیا اس کو تم کھا لیتے ہو۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یعنی مراد پر، اور جب اس آیت میں مراد اور مشرکین کا ذبیحہ مراد ہے تو اس میں مسلمانوں کا ذبیحہ داخل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ میں یہ قاعدہ موقوف ہے کہ جب کسی آیت کا مورد نزول خاص ہو اور اس کے الفاظ عام ہوں، تو پھر خصوصیت مورد اعتبار نہیں کیا جاتا، بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے اور خصوصیت مورد کفایہ نہیں ہے، اور اگر یہاں مشرکین کے ذبح مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا، اور صرف بسم اللہ کے ترک کرنے پر اقتصار نہ فرماتا، اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ مشرکین اگر اپنے ذبیحوں پر بسم اللہ پڑھ بھی لیں، تب بھی ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

اس آیت میں مشرکین کے ذبح مراد ہونے پر یہ دلیل ہے کہ مشرکوں کا ذبیحہ کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔ خواہ وہ



بسم اللہ پڑھیں یا نہ پڑھیں اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں شرکوں کے ذبیحوں کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ وہ ہے ”وَمَا دَسَّحَ عَلَى السَّعْبِ“ اور جس جانور پر جنوں کے لیے نصب شدہ چٹروں پر ذبح کیا گیا ہو ”اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں شرکوں کا ذبیحہ مراء نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو ”اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں الشیاطین لبسوحون الی اولیائہم لیجادلو کم (الانعام ۱۳۷) بلاشبہ شیطان تم سے جھگڑا کرنے کے لیے اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتے رہتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ دوسرے ڈالتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھا لو۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ كَرِاسِمٍ لِلَّهِ عَلَيْهِ“ (الانعام ۱۳۸) ”جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ“ اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے یہ بتایا ہے کہ شرکوں کا جھگڑا بسم اللہ کے ترک کرنے میں تھا اور یہ آیت بسم اللہ کو واجب کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ شرکوں کے ذبیحوں کے متعلق نازل ہوئی ہے نہ کہ مراء کے بارے میں۔ نیز بسم اللہ کو عہد اترک کرنے سے ذبیحہ یا شکار کے حرام ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔

بَسْمُ اللَّهِ لَا يَجْزِيكَ مَا دَأَّجَلُ لَهُمْ قُلْ أَجَلُكُمْ  
الْقَاتِلُ يَسْتَوْسَعُ لَكُمْ قُلْ أَجَلُكُمْ  
نَعْلَمُ نَهْنُ رِيحًا عَلَيْكُمْ اللَّهُ فَكُنْزًا مَعًا  
أَمْسُكُمْ عَيْنُكُمْ وَأَدَّكُمْ أَمْسُ الْعَيْنِ عَلَيْكُمْ  
(المائدہ ۳)

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ فرمادیتے کہ تمہارے لیے ہر ایک چیزیں حلال کی گئی ہیں ”اور تم نے جو شکاری جانور سدھا لیے ہیں در آخر ایک تم اللہ تعالیٰ کے تائے ہوئے طریقہ کے مطابق انہیں شکار کا طریقہ کھائے والے ہو“ سو وہ (شکاری جانور) جس شکار کو تمہارے لیے روک رکھی اس کو کھاؤ اور (شکار پر چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو۔

اس آیت میں بسم اللہ پڑھنے کا امر کیا گیا ہے ”اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اور یہ بدایت معلوم ہے کہ کھانا کھانے والے پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکار پر جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کی تاکید حضرت ہدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اپنا سدھالیا ہو اس چھوڑ دو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لو تو اس کو کھالیا کرو۔ اس آیت کا تفسیر یہ ہے کہ اس چیز کا کھانا ممنوع ہو جس پر اللہ کا نام نہیں یا گیا اور اس آیت کا یہ بھی تفسیر ہے کہ بسم اللہ کو ترک کرنا ممنوع ہو اور اس صفت کی یہ تاکید آیت کے اس جزو سے ہوتی ہے و اہ لفسق جس پر اللہ کا نام نہ یا گیا ہو اس کا کھانا مکمل ہے یا بسم اللہ کو ترک کرنا مکمل ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بسم اللہ کو عہد اترک کرنا مکمل ہے۔ کیونکہ بھول کر کوئی کلام کرنا نہ کرنا مکمل نہیں ہو تا اور اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ارماتی لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں۔ اور وہ سنے سنے کفر سے نکلتے ہیں۔ ہم کو پتا نہیں کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس پر اللہ کا نام لاؤ اور کھاؤ اگر بسم اللہ کو پڑھنا ذبح کی شرط ہو تا تو آپ یہ فرماتے کہ اگر انہوں نے بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو پھر کیا ہوا لیکن آپ نے فرمایا تم اس کو بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ کیونکہ اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے افعال کو جواز اور صحت پر محمول کیا جاتا ہے اور بغیر کسی دلیل کے مسلمانوں کے امور اور افعال کو فسور محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یہ مراد ہو کہ بسم اللہ کو نہ پڑھنا مکمل ہے تو جو شخص ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھے وہ گنہگار ہوگا

حلال کہ اس پر اہل ہے کہ وہ گنہ گار نہیں ہو گا۔ اس لیے اس آیت میں شرکین کے ذبح کا مردار مرد ہوئے جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہ اہل تسلیم نہیں ہے اور جو شخص ذبیحہ پر محمد اسم اللہ کو ترک کرے گا وہ بے رحمتی گنہ گار ہو گا۔

باقی رہا یہ کہ جو مسلمان بھول کر ہم اسم اللہ ترک کر دے اس کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور اس کو گنہ فرمایا ہے۔ اور یہ گنہ ایک وقت ہو تا جب وہ عمر اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا۔ کیونکہ یہ چیز انسان کی قدرت اور استطاعت میں نہیں ہے کہ وہ بھول کر بھی کوئی غلط کام نہ کرے اور انسان اپنی قدرت کے مطابق ہی عفت ہو تا ہے۔ اور لہذا اہل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا نسیان اور جبر سے درگزر فرمایا ہے اور جب وہ نسیان کی حالت میں ہم اسم اللہ پڑھنے کا ملک نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا ذبیحہ حرام نہیں ہو گا۔ حالت نسیان میں ہم اسم اللہ ترک کرنے کو حالت نسیان میں شرانگہ نماز (مثلاً بخیر اور وضو وغیرہ) ترک کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب انسان کو یاد آ جائے کہ اس نے بغیر وضو کے نماز پڑھی ہے تو اس پر اس کا تدارک فرض ہے۔ پس طور کہ وہ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھے اور جب اس نے بھول کر ہم اسم اللہ پڑھے بغیر جانور کو ذبح کر دیا تو اب اس کا تدارک نہیں ہو سکتا اس لیے اس کا ذبیحہ درست قرار پائے گا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بھولے سے روزہ میں کچھ کھا لیا یا تو اس کا روزہ صحیح اور برقرار رہے گا۔ کیونکہ وہ اس کا ملک ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادے سے روزہ میں کھائے پینے سے اجتناب کرے اور حالت نسیان میں بھی کھائے پینے سے اجتناب کرنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے اسی طرح حالت نسیان میں ذبیحہ پر ہم اسم اللہ پڑھنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے۔

(الکام القرآن ۳ ج ۸ ص ۵۰۸ مطبوعہ سبیل انڈیا لاہور ۱۳۰۰ھ)

غلیل کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم

جن آلات سے شکار کیا جاتا ہے ان تمام آلات کے لیے قلعہ کلیہ یہ ہے کہ اگر جانور اس آلہ کی ضرب سے دب کر یا چوٹ کھا کر مر گیا یا کھانچنے سے مر گیا تو وہ حرام ہو گیا اور اگر جانور اس آلہ سے کٹ کر یا پھند کر مارا اس کے زخم آیا اور خون بہا تو پھر وہ جانور حلال ہے اور ہم اسم اللہ پڑھ کر لیا آدہ پھینکا جس سے جانور کا جسم کٹے اور خون کے ذکاۃ اضطراری ہے۔ اختیاری ذکاۃ یہ ہے کہ جانور کو پکڑ کر ہم اسم اللہ اکبر کہتے ہوئے اس کے گلے پر اس طرح چھری بھیریں کہ اس کی چاروں رگیں کٹ جائیں اور جب جانور دور بیٹھا ہو یا ہلکا رہا یا اڑ رہا ہو اور اس کو پکڑ کر مصروف طریقہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو ہم اسم اللہ پڑھ کر اس پر تیر یا کوئی اور آلہ جارت پیسٹک دیا جائے جس سے زخمی ہو کر وہ جانور مر جائے تو وہ حلال ہو گا اور یہ ذکاۃ اضطراری ہے۔ اور اگر اس جانور پر لاشی چھری کسی اور ذہنی چیز کی ضرب لگائی جائے جس سے وہ دب کر مر جائے یا اس کے گلے میں کوئی پھندا ڈالا جائے جس سے وہ کھانچنے سے مر جائے تو پھر یہ جانور حرام ہے۔ یہ قلعہ کلیہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستقلاً ہے:

خَبْرَتْ عَلَيْكُمْ اَلْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَالْحَمَّ  
اَلْخَيْضِرَ مُرَوَّعًا اَوْ اَصْلَ لَحْيَتِهَا اَللَّيْثَةَ وَ اَلْمُنْحَنِيفَةَ وَ  
اَلْمَوْفُوْدَةَ وَ اَلْمُنْرَذِيَّةَ وَ اَلْبَطِيْخَةَ وَ مَا اَكْمَلِ  
الشَّعْبُ اَلَا مَا دَحَّيْتُمْ (المائدہ: ۳)

تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا وہ حلال ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ موقوفہ (جو کسی چیز کی ضرب سے دب کر اور چوٹ کھا کر مرے) اور مسحہ

(جو گاگھٹ کر مرا ہوا) حرام ہے اس لیے اگر کسی ایسے کاد سے شکار کیا جائے جس سے دب کر جانور مر جائے یا گھاگھٹنے سے مر جائے تو پھر وہ جانور حرام ہو گا۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی حنفی ۲۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

موقوفہ وہ جانور جو بغیر زکاة کے لاٹھی یا پتھر مارنے سے مر جائے۔ قندہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح جانور کو مار کر کھا لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے جب تم "مراض" کو بھیجو تو وہ جانور کے آر پار ہو جائے تو اس کو کھانا، اور اگر جانور اس کے عرض سے مرے تو پھر اس کو مت کھاؤ اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ قندہ (موقوفہ) ہے۔ علامہ ابو عمرو نے کہا کہ حنفیین اور متاخرین علماء اس میں اختلاف ہے کہ بندق (یعنی مٹی کی خشک کی ہوئی گولی جو غلیل یا کھن سے پھینکا جاتا ہے) ائمہ القاری ج ۱ ص ۲۹، رالسلاند ج ۵ ص ۲۱۷، تفسیر السار ج ۱ ص ۳۸، نیل اندوار ج ۱ ص ۱۸۳ سے شکار کیا ہوا آیا حلال ہے یا نہیں؟

مفتی محمد شفیع دہلوی نے اپنی تفسیر میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے

"جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی قندہ نے موقوفہ میں داخل کیا ہے اور اس دلیل میں علامہ بھاسا کی یہ عبارت نقل کی ہے المقنولہ بالسدقة نلک الموقوفہ" امام اعظم، امام شافعی، امام مالک وغیرہ سب اسی پر متفق ہیں (اصارف القرآن ج ۳ ص ۲۹) عربی میں سدوقہ کا معنی ہے مٹی کی خشک کی ہوئی گولی۔ جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کیا ہے اور بندوق کی گولی کو عربی میں سدوقہ، ابرصاص کہتے ہیں۔ نیز بندوق کی اچھلے تھوئیں صدی بھری کے وسط میں ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ ۲۴۵ھ، امام مالک ۱۷۹ھ، امام شافعی ۲۰۴ھ، علامہ بھاسا ۳۷۰ھ اور علامہ قرطبی ۲۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ سو یہ ائمہ اور علماء بندوق کی گولی کے شکار کے متعلق کیسے رائے دے سکتے ہیں جو ان کے بہت بعد کی ایجاد ہے۔ مفتی محمد شفیع دہلوی نے بندق کا معنی بندوق کی گولی کرنے میں بہت سخت مغالطہ کیا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم (ج ۲ ص ۱۹۵) میں بھی انہوں نے یہی مغالطہ کیا ہے۔ ۱۴۸ھ

اور آج کل کی متعارف بندوق کی گولی جو سید کی ہوتی ہے اور اس میں بارود بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو عربی میں سدوقہ ابرصاص کہتے ہیں۔۔۔۔۔ سیدی غفرلہ پتھر اور مراض سے جس جانور کو مار دیا جائے "آیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ موقوفہ ہے، اگر یہ مرگیا تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ثوری کا یہی نظریہ ہے۔ قندہ شام اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ مراض سے مارا ہوا جانور حلال ہے۔ خواہ وہ جانور کے آر پار گزرے یا نہیں۔ حضرت ابو الدرداء، حضرت فضال بن عیید اور کھن اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، لیکن اس مسئلہ میں قول فعل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ اگر جانور مراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ، کیونکہ وہ قندہ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۳۸)

علامہ ابوالحسن الرافضی حنفی متوفی ۵۵۳ھ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

جس جانور کو مراض کے عرض سے مارا گیا ہو اس کو کھانا جائز نہیں ہے، اور اگر مراض نے اس جانور کو زخمی کر دیا تو پھر اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جانور مراض کی دھار سے مرا اس کو کھلو اور جو جانور مراض کے عرض سے مرا اس کو مت کھاؤ۔ نیز شکار کے حلال ہونے کے لیے اس کا زخمی ہونا ضروری ہے، تاکہ اس میں زکاة کا معنی متحقق ہو سکے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ الرافضی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ طہارہ لایا یہ کے مطابق شکار میں

زخم کرنا ضروری ہے تاکہ ذکاۃ اضطراری متحقق ہو اور ذکاۃ اضطراری کی تعریف یہ ہے کہ شکاری کے کلمہ استعمال کرنے کی وجہ سے شکار کے بدن کے کسی حصہ میں بھی زخم آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما علمتم من الحیوان" اور تم نے زخمی کرنے والے شکاری جانور سدھائے ہیں۔ اس آیت میں شکار کو زخمی کرنے کی شرط کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جو ارجح جرح سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے "زخمی کرنے والے" (ادبیہ اخیرین ص ۵۰۳) اور جو جانور غلیل یا کلن کی گولی سے مراد ہو اس کو بھی کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ گولی شکار کے جسم کو کٹتی ہے اور توڑتی ہے اور اس کو زخمی نہیں کرتی۔ سو یہ معروض کی طرح ہے جو شکار کے آر پار نہ ہو۔ اسی طرح اگر پتھر سے شکار کو مار ڈالا تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر پتھر بھلی اور دھار والا ہو تو اس سے مرستے والے جانور کو کھانا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ جانور کو زخمی کر دے کیونکہ یہ اصل ہے کہ وہ جانور اس پتھر کے ثقل کی وجہ سے مراد ہو اور اگر وہ پتھر خفیف ہو اور اس میں دھار ہو اور جانور زخمی ہو جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اب یہ متعین ہو گیا کہ جانور کی موت زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور اگر پتھر خفیف ہو اور وہ اس کو تیر کی طرح لپکا کرے اور اس میں دھار ہو تو اس سے کیا ہو شکار حلال ہے کیونکہ اس پتھر سے جانور زخمی ہو کر مرے گا اگر شکاری نے دھار والی سنگ مرمر کو پھینکا اور اس نے جانور کو کھانا نہیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ کیونکہ اب جانور اس کے کونے سے مراد ہے۔ اسی طرح اگر اس پتھر کے بچکنے سے اس کا سر الگ ہو گیا یا اس کی گردن کی رگیں الگ ہو گئیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح پتھر کی دھار سے رگیں نکلتی ہیں اسی طرح پتھر کے ثقل سے بھی رگیں کٹ جاتی ہیں۔ اس لیے اب شک واقع ہو گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رگوں کے نکلنے سے پہلے وہ جانور مر گیا ہو اور اگر جانور کو لاشی یا لکڑی سے مار ڈالا تو وہ حلال نہیں ہے کیونکہ وہ لاشی یا لکڑی کے ثقل سے مراد ہے۔ پس اگر اس لکڑی یا لاشی کی دھار ہو اور اس سے جانور کٹ جائے تو اب اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اب وہ لاشی کو مار اور نیزے کے حکم میں ہے اور لاش تمام مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب یہ یقین ہو جائے کہ شکار کی موت زخم کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حلال ہے اور جب یہ یقین ہو کہ موت ثقل کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حرام ہے اور جب یہ شک ہو اور یہ پتا نہ چلے کہ موت زخم سے ہوئی ہے یا ثقل سے تو پھر شکار حرام ہو یا مقیلاً ہے۔

(ادبیہ اخیرین ص ۵۱۲-۵۱۱ مطبوعہ شرکت مطبعہ عثمان)

### بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق

آٹھویں صدی ہجری سے پہلے دنیا بھر کی بندوق سے متعارف نہیں ہوئی تھی۔ دائرۃ المعارف میں لکھا ہے دینی بندوق کا استعمال یورپ میں ۱۵۷۵ء میں شروع ہوا تھا اور مسلمان مملکت میں اس کی ابتداء سلطان قاہرہ قیسی کے عہد میں ۸۸۵ھ/۱۴۷۹ء میں ہوئی۔ (اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ ج ۳ ص ۸۸ مطبوعہ لاہور)

بحر حال اوسویں صدی تک بندوق کا استعمال عام نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بارہویں صدی سے پہلے علماء نے بندوق سے کیے ہوئے شکار کے حکم پر بحث نہیں کی۔ بارہویں صدی میں علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی اور یہ بحث ہنوز جاری ہے۔ بعض علماء بندوق سے کیے ہوئے شکار کو اس بناء پر ناجائز کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار فوتا ہے۔ مکتنا نہیں اور جانور اس کے ثقل سے مرتا ہے۔ اس لیے یہ سو قوہ ہے اور حرام ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار زخمی ہوتا ہے اس کا خون بہتا ہے اور بعض اوقات گولی شکار کے آر پار ہو جاتی ہے اور ذکاۃ اضطراری کا داذ زخم گئے اور خون بہنے پر ہے اور وہ بندوق کے شکار سے حاصل ہو جاتا ہے اس لیے بندوق سے کیا ہو شکار جائز ہے۔ ہم پہلے ماہین کے دلائل پیش کریں گے۔ اس کے بعد مجوزین کے دلائل پیش کریں گے اور آخر میں اپنی رائے کا



احديث صحیح کی روشنی میں بھی بدوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ امام مسلمؒ، حضرت ہدی بن حاتمؒ پرچہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا رميت بالمرعاض فحزق فكله و ادا جب تم شکار پر مرعاض بھیگو اور مرعاض شکار میں نفوذ کر جائے تو اس کو کھاؤ اور اگر شکار مرعاض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ کراچی ۱۳۵۰ھ)

اور بدوق کی گولی اور چھرے بھی شکار میں نفوذ کر جاتے ہیں اس لیے بدوق سے مارا ہوا شکار جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ یہ لفظ محض "ر" کے ساتھ ہے تو اس کا معنی ہے جانور میں سوراخ کرنا۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۰۰ مطبوعہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لفظ "ز" کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے نفوذ کرنا اور بدوق کی گولی شکار میں نفوذ کر جاتی ہے اور اگر یہ لفظ (ر) کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے سوراخ کرنا اور پھاڑنا اور بدوق کی گولی شکار کو پھاڑتی ہے اور اس میں سوراخ کر دیتی ہے۔ لہذا اس حدیث کے مطابق ہر شے پر بدوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جس تک سے بھی جانور کا خون بہر جائے وہ جائز ہے اور ذبیحہ اور شکار حلال ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیجؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کل ہم دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چمراں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا جلدی کرنا یا فرمایا اس کو جلدی نہ کرنا (تاکہ وہ طبیعت موت نہ مر جائے) جس چیز کا خون بہلا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو کھاؤ مگر دانت اور ہڈی نہ ہوں۔ دانت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن حبشہ ہونے کی چھری ہے۔ (اس غزوہ میں) ہم کو مل قیمت میں بکریاں نور اونٹ ملے۔ ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا ایک شخص نے اس کو تھم مارا (اللہ نے) اس اونٹ کو روک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان اونٹوں میں سے بعض اونٹ وحشی جانوروں کی طرح ہیں جب ان میں سے کوئی تم پر غلب آجائے تو اسی طرح کیا کرو۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸ مطبوعہ کراچی)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیجؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دانت اور ناخن کے سوا جو چیز بھی خون ہمارے اس (کے مارے ہوئے) کو کھاؤ۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸ مطبوعہ کراچی)

بدوق کی گولی ناخن اور ہڈی نہیں ہے اور جانور کا خون ہمارا نہیں ہے۔ لہذا اس حدیث کے مطابق اس کا مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ بدوق سے مارے ہوئے شکار کے حلال ہونے پر یہ اشکل ہو سکتا ہے کہ حدیث میں ہے جب جانور "مرعاض" کی دھار سے مرے تو اس کو کھاؤ اور جب وہ مرعاض کے عرض سے مرے تو وہ قیدی ہے اس کو مت کھاؤ۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ کراچی)

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ بدوق کی گولی اور چمراں میں جو تک دھار نہیں ہوتی اس لیے بدوق سے مارا ہوا جانور و قیدی ہے

اور طہال نہیں ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ لام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفہ کی یہ تفسیر نقل کی ہے موقوفہ وہ جانور ہے جس کو گھڑیوں کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳ مطبوعہ کراچی) اور جو جانور معارض کے عرض سے مارا جائے وہ دقیزہ ہے اس کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کیونکہ اس صورت میں وہ معرض بخاری نکلی پھر اور بخاری چیز کے حکم میں ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ موقوفہ وہ جانور ہے جس کو کسی بخاری اور دقیزہ چیز کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے اور بدقہ کی گولی یا چمچہ سے بخاری اور دقیزہ نہیں ہوتے اس لیے قن سے مارا ہوا جانور موقوفہ نہیں۔ بدقہ کی گولی نوکدار ہوتی ہے اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ البتہ بدقہ کے چمچوں میں نوک نہیں ہوتی لیکن چونکہ وہ گوشت کو چاڑھتے ہیں اور خون بہاتے ہیں اس لیے وہ حار دقیزہ چیز کے حکم میں ہیں۔ اس لیے بدقہ کی گولی یا چمچوں سے مارا ہوا شکار طہال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

یہ غلط رہے کہ بعض صحابہ اور فقہاء تبیین ظلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی جائز اور طہال کہتے ہیں۔ جبکہ ظلیل کی گولی سے جانور کے زخم آتا ہے نہ خون بہتا ہے اور حار سے نزدیک اس کے دقیزہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود جب ظلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کی حرمت حقیق علیہ نہیں ہے تو بدقہ کی گولی یا چمچوں سے مارے ہوئے شکار کو حرام کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

اہم عبد الرزاق بن اہم حنفی ص ۱۰۰ روایت کرتے ہیں:

ابن مسیب کہتے ہیں کہ جس وحشی جانور کو تم نے پتھر، ظلیل کی گولی یا چمچہ سے مارا اس کو کھانا۔

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ابن ابی اسر نے کہا جب تم پتھر یا ظلیل کی گولی مارو اور ہم اللہ بڑھ لو تو پھر کھانا۔

ابن عسہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ کے بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ظلیل کے ساتھ ایک پرندہ یا شکار مارا پھر میں نے عبد الرزاق بن ابی لیلیٰ سے اس کے حقیقی سوال کیا انہوں نے مجھے اس کو کھانے کا حکم دیا۔

ابن طلحہ اس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معرض کے شکار کے حقیقی یہ کہا۔

جب معرض شکار میں غصہ کر جائے تو پھر اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم نے ایسا تیر مارا جس میں لوہا یا دھارہ نہیں تھا تو شکار کر گیا تو اس کو کھانا۔ (صحیف عبد الرزاق ج ۲ ص ۷۳ ص ۷۴ مطبوعہ بیروت)

ان آج سے یہ واضح ہو گیا کہ بعض صحابہ اور فقہاء تبیین ظلیل کی گولی اور بغیر لوہے کے تیر سے مارے ہوئے شکار کو طہال اور جائز کہتے تھے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظلیل کی گولی اور بغیر دھارہ کے تیر سے مارے ہوئے شکار کی حرمت بھی قطعی یعنی اور اشفاق نہیں ہے۔ اور بدقہ کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی اگرچہ بعض متاخرین فقہاء نے موقوفہ قرار دے کر حرام کہا ہے لیکن یہ قن کی اجتہادی خطا ہے۔ حقیقی یہ ہے کہ بدقہ کی گولی سے مارا ہوا شکار قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں طہال اور حلیہ ہے۔

قرآن مجید اور احادیث سے بدقہ سے مارے ہوئے شکار کا حکم واضح کرنے کے بعد اب ہم فقہاء اختلاف کے اصول اور قواعد کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں:

خمس اولہ کہ محمد بن احمد شرمشی حنفی حنفی ص ۸۳ لکھتے ہیں:

ذکاة (فزع) کا معنی ہے قاتل اور نفس خون کو بھلا اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ فزع اختیاری اور فزع اضطراری۔ فزع اختیاری یہ ہے کہ قدرت اور اختیار کے وقت حیوان کے گلے پر چھری بھیرنا اور جب گردن پر چھری بھیرنا ممکن نہ ہو تو جانور کے جسم کے کسی حصہ پر بھی ذمہ ذائل فزع اضطراری ہے جیونکہ انسان اپنی قدرت کے اعتبار سے مفلک ہوتا ہے۔ سو جس صورت میں وہ حیوان کے گلے پر چھری بھیر سکا ہو تو اس کے گلے پر چھری بھیرے بغیر ذکاة حاصل نہیں ہوگی اور جس اس پر قدرت نہ ہو وہ جانور کے جسم میں کہیں پر بھی ذمہ ذائل اس ذکاة کے قائم مقام ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ بیروت)

لاخشی اور چتر سے مارے ہوئے شکار کو اسی لیے ناجائز کہا گیا ہے کہ علامہ لاخشی اور چتر سے اس وقت مارا جاتا ہے جب جانور قریب ہو۔ اور جب جانور قریب ہو تو اس کے گلے پر چھری بھیر کر ذبح کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے یہی فزع اختیاری ہے۔ اضطراری نہیں ہے اور جب جانور دور ہو اور اس کو پکڑ کر اس کے گلے پر چھری بھیرنا قدرت میں نہ ہو مثلاً کسی درخت پر بیٹھا ہو یا اڑ رہا ہو یا بھاگ رہا ہو اور بدوقت سے تازہ کر کے ان جانوروں کو شکار کر لیا جائے اور گولی یا چمڑے گتے سے وہ جانور زخمی ہو جائیں اور ان کے جسم سے خون بہہ جائے تو ان کا زخمی ہونا اور خون بہنا ذکاة اضطراری ہے۔ اور فقہاء کے اس بیان کردہ قاعدہ کے مطابق حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

نیز علامہ سر مٹھی مفتی سرتی ۸۳ ص ۱۱۱ لکھتے ہیں:

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب مراض شکار کو پھاڑ دے تو کھلا اور جب نہ پھاڑے تو نہ کھلا۔ مراض اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پیکان نہ ہو لایا ہے کہ اس کا سرد حار دلا ۱۱۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بغیر کاغذ ہے۔ بسا اوقات تیر عرض کی جانب سے گلتا ہے اور شکار کو پھاڑتا نہیں تو ڈوبتا ہے۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اگر شکار تیر کی دھار سے مرے اور زخمی ہو تو کھلا اور اگر تیر کے عرض سے مرے تو مت کھلا اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حلت کا دھار نفس خون کے بہنے پر ہے اور یہ اسی وقت ہو گا جب مراض شکار کو پھاڑ دے اور اگر شکار کو پھاڑے بغیر تو ڈوبے تو خون نہ بے گے گا۔ مثلاً اس ضرب سے ہڈی یا ٹانگ ٹوٹ جائے اور یہ حکم موقوفہ ہے اور یہ نص قطعی سے حرام ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ بیروت)

علامہ سر مٹھی کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ موقوفہ وہ جانور ہے جو کسی بھاری اور ذلتی چیز سے ٹوٹ جائے (یعنی اس کی ہڈی ٹوٹ جائے) اس کے جسم میں ذمہ آئے اور نہ خون بے لور اگر کوئی تھک جانور کے جسم کو پھاڑ دے اور اس کا خون بہائے تو یہ حلال ہے اور بدوقت سے مارا ہوا شکار ایسا نہیں ہوتا کہ اس میں ذمہ آئے نہ خون بے۔ اس لیے وہ موقوفہ نہیں ہے بلکہ بدوقت کی گولی اس کے جسم کو پھاڑ دیتی ہے۔ اس کے جسم میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات گولی آ کر پار ہو جاتی ہے اس کے جسم میں ذمہ آتا ہے اور خون بہتا ہے۔ (اور یہ کہ ذکوة اضطراری میں پورے جسم سے خون بہنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ کتے کے مارے ہوئے شکار کے جسم میں بسا اوقات سارا خون نہیں بہتا) اس لیے بدوقت سے مارا ہوا شکار حلال اور طیب ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

الحمد للہ علی احسنہ وقرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ بدوقت سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ اس ذلت میں بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ بدوقت سے مارا ہوا شکار موقوفہ ہونے کی بناء پر حرام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان علماء نے یک نیتی سے یہ فتویٰ دیا ہے، لیکن یہ علماء اس مسئلہ میں زیادہ گہرائی اور گہرائی میں نہیں گئے اور ان کو اس مسئلہ میں اجتہادی خطا لاحق ہوئی۔ آج کل بدوقت سے شکار علامہ ہو گیا ہے اور بکثرت لوگ اس میں مبتلا ہیں اور اگر گولی یا چمڑے گتے سے جانور مر جائے تو اس کو اسی فتویٰ کی بناء پر حرام قرار دیا جاتا ہے۔



ہے۔ جبکہ قرآن مجید "اعلوت اور فقیہ اسلام کی تصریحات کے مطابق یہ حلال اور حلیہ ہے" اور اجتہادی مسائل میں میرا ذہن یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لیے آسان اور سہل احکام بیان کیے جائیں اور قرآن مجید "اعلوت اور فقیہ اسلام کے اصول اور قواعد سے امت مسلمہ کے لیے زیادہ سے زیادہ میرا اور آسانی کو حاصل کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "آسانی کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو" شرح صحیح مسلم میں میرا یہی اسلوب رہا ہے کہ اجتہادی مسائل میں قرآن "سنت اور فقیہ اسلام کے قواعد میں مسلمانوں کے عمل کے لیے مجھے حلف بھی کوئی میرا اور آسانی کی دلیل اور سبیل ملی" میں نے اسی کو اختیار کر لیا اور امت کی دشواری اور محرمی راہ کو ترک کر دیا اور میں نے جب بھی کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے قلم اٹھایا تو قرآن مجید "سنت اور فقیہ اسلام کی تصریحات کو مقدم رکھا ہے اور مشکل پسند اور فقیہ مسر کے اقوال کو ترک کر دیا۔

بہر حال میں نے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی یک نیتی اور نکتیت سے لکھا ہے۔ اگر یہ حق اور صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو میرے مطالعہ کا نقص اور میری قسم کی کمی ہے۔ اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وادواجمہ ودرجاتہ واولیاء امتہ وعلماہ ملتہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتب کی آزاد پاک دامن عورتیں (ابھی تمہارے لیے حلال ہیں) جب تم ان کے صوفیوں کو ادا کرو "اور آج ایک تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو" نہ اطلاع دے دے گا کہ تم نے ان سے غیظہ طرقت سے آشنا ہونے والے ہو جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو ہے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا اور آخرت میں نقصان اٹانے والوں میں سے ہے۔ (المائدہ: ۵)

جن جانوروں کو قرآن اور حدیث میں حرام کیا گیا ہے "ہم ان کا میل تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں۔ اور ان کے ماسوا جانور حلال ہیں۔

قرآن اور حدیث میں بیان کردہ حرام جانور

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خصوصیت کے ساتھ خنزیر کو حرام فرمایا ہے اور جو کچھ بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ نے صبح کر کے بند فرمایا تھا اس سے اشارۃ معلوم ہوا کہ بندہ بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَعَصَيْتَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ يَتَنَّهُمُ  
الْفِرَّةَ ذُوَالْحَنَاطِیْمِ (المائدہ: ۴)

اور رسول اللہ ﷺ نے ایک مقدم بیان فرمایا ہے کہ جو درندے کچیلوں (ذوک دار و انخول) سے چھاڑ کر کھاتے ہیں جیسے شیر اور بیل زاد وغیرہ اور جو پرندے اپنے ہاتھوں سے شکار کر کے کھاتے ہیں جیسے باز اور شکرہ وغیرہ یہ سب حرام ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ص ۳۳۲ (مجموع الفتاویٰ) سے نقل کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہر کچیلوں والے درندے اور ہر ہاتھوں (سے شکار کرنے والے) پرندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(مجموع مسلم ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۲، مجمع الزوائد ج ۲، رقم الحدیث: ۵۵۳۰، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۸۳، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۸۳، سنن نسائی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۲، موطا امام مالک ج ۲، سنن کبریٰ للبخاری ج ۲، ص ۳۵، صفحہ

عبد الرزاق 'ج' ۲۲۱ رقم الحدیث ۵۳۹۰ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱ شیخ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۳۳۸۵ سنہ ۱۲۰۸ مطبوعہ دار الحدیث ۱۳۳۱ھ)

بھانسنے والے درودوں سے حملہ آور جنگی چور مراد ہیں، لہذا اس حدیث سے ہاتھی کو مٹڑی اور بکھو بھی حرام ہیں۔ نیز ہاتھی کی پیلہیں بھی ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس برتن کو دھونے کا حکم دیا ہے جس میں کتابتِ ذال دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اغلب نجس ہے۔ اور اغلب گوشت سے پیدا ہوتا ہے اس لیے اس کا گوشت بھی نجس ہو اور ہر نجس حرام ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہو کہ کئے کا کھانا بھی حرام ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتابتِ ذال دے تو اس کو ملت مرچہ دھوؤ۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۵۷۱ صحیح مسلم 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۸۰۷ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱)  
شیخ ابوداؤد 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱  
احمد عمر شاکر نے لکھا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔ مطبوعہ دار الحدیث ۱۳۳۱ھ  
رسول اللہ ﷺ نے کئے کی تک کو حرام فرمایا ہے جس سے بھی واضح ہو کہ کتابتِ حلال نہیں ہے۔  
امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کئے کی قیمت کا شکی اور اجرت اور کالہن کی شیرینی سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۵۷۱ صحیح مسلم 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۸۰۷ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱)  
ترمذی 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱  
نیز امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کئے کی قیمت کا شکی اور اجرت اور کالہن کی شیرینی سے منع فرمایا۔  
نہیں ہے۔ (سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۳۳۸۵ سنہ ۱۲۰۸ مطبوعہ دار الحدیث ۱۳۳۱ھ)

رسول اللہ ﷺ نے سیاح کئے کو قتل کرنے کا حکم دیا اور شکاری کئے، کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتوں کے سوا اور کسی کئے کو کھینے کی اجازت نہیں دی اگر کئے کو کھانا حلال ہو تا تو مطلقاً کئے کو کھینے کی اجازت ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کئے لہڑی کی مخلوق میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان (سب) کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔ پس تم میں سے کالے سیاح کئے کو قتل کرو اور جن لوگوں نے کھیت، شکار اور مویشیوں کے بغیر کتا کھاؤں کے اجڑ میں سے ہر روز ایک قیر لاکھ ہوتا ہے۔

(سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۳۳۸۵ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۳۳۸۵ صحیح مسلم 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱)  
ابوداؤد 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۸ مطبوعہ دار الحدیث ۱۳۳۱ھ  
صحیح بخاری 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۵۷۱ سنہ ۱۲۰۷ ج' رقم الحدیث ۵۵۷۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اگر کئے کا کھانا حلال ہو تا تو فرشتے

اس سے نفرت نہ کرتے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۸۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ بہت پریشان تھے۔ حضرت میمونہ نے کہا: "آج صبح سے میں آپ کو بہت غموں میں دیکھ رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے جبرائیل نے رات کو ملاقات کا وعدہ کیا تھا وہ نہیں آئے۔ یہ خدا انہوں نے مجھ سے بھی وعدہ ظاہری نہیں کیا پھر سارا دن رسول اللہ ﷺ کی یہی کیفیت رہی پھر رسول اللہ ﷺ کو ایک کتے کے پٹے کا خیال آیا جو ہمارے پردے کے پیچھے تھا آپ نے اس کو گھر سے نکلانے کا حکم دیا تو اس کو نکل دیا کیا پھر آپ نے پانی سے اس جگہ کو دھوا جیسا کہ تھا جب شام ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے من سے کہا: تم نے گزشتہ رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا انہوں نے کہا: ہاں لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتیا تصویر ہو۔ پھر اس دن رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ چھوٹے باغ کی حفاظت کے کتے کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا اور بڑے باغ کی حفاظت کے کتے کو چھوڑ دیا۔

الحج مسلم ج ۳، رقم الحديث ۳۲۰۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۴۱۵۵، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۲۸۵۵، مسند احمد ج ۳، رقم الحديث ۳۸۷۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷، ص ۲۷۰، قدیمہ

عہادت انس کے ساتھ آپ نے کتا کھانے کو حرام نہیں فرمایا، لیکن ابن ابی شیبہ سے روایت انس کے ساتھ کتا کھانے کی حرمت ثابت ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کتا کھانے کی حرمت حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لیے ہم نے اس مسئلہ میں اس قدر تفصیل کی ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے گھروں کے کبانے کو بھی حرام فرمادیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ خیبر کے دن عورتوں سے حد کرنے کو اور پانچو گھروں کے کھانے کو حرام فرمادیا (یہ حدیث حضرت جابر اور حضرت مقدم بن معویہ کرب و رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے) (الحج ابوداؤد ج ۵، رقم الحديث ۴۲۲۱، الحج مسلم ج ۳، رقم الحديث ۳۰۷۰، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۳۸۸۸، سنن دارقطنی ج ۳، رقم الحديث ۴۴۳۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷، رقم الحديث ۳۸۸۵)

نبی ﷺ نے چوبے، چھو، چنل، گوشت، لور، بولے کتے کے حلق فرمایا، جن کو حرام میں بھی قتل کر دیا جائے گا اور ان کو قاتل فرمایا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پانچ (جانور) قاتل ہیں، جن کو حرام میں بھی قتل کر دیا جائے گا چوہ، چھو، چنل، گوشت، لور، بولے کتے (بعض روایات میں چھو کی جگہ سانپ کا ذکر ہے)

(الحج ابوداؤد ج ۳، رقم الحديث ۳۳۳۳، الحج مسلم ج ۲، رقم الحديث ۳۸۸۸، سنن نسائی ج ۷، رقم الحديث ۴۸۸۹، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۳۸۸۸، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحديث ۳۸۸۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث ۳۰۸۸، مسند احمد ج ۳، رقم الحديث ۳۳۳۳)

(۳۳۷۵)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کو اگوں، گھنٹس، کھلے گا، حلاکے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو قاتل فرمایا

ضمیمہ القرآن

ہے۔ یہ خدا پاک جانوروں میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۳۸)  
 نبی ﷺ نے چھپکلی کو بھی قاتل فرمایا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھپکلی کو بھی مکلا حرام ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے چھپکلی کو فوسق فرمایا۔ ام شریکہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے چھپکیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔  
 (صحیح البخاری ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۰۶، ۲۳۰۷، صحیح مسلم ج ۲، رقم الحدیث: ۱۲۳۹)

امام احمد بن حنبل حنفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:  
 ابو لہاص جسکی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن مسعود غلبہ دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں دو چار پر ایک سانپ گزر رہا تھا، حضرت ابن مسعود نے اپنا غلبہ منقطع کیا اور اس کو لاشی سے مار کر قتل کر دیا۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرمایا ہوئے سانپ جس شخص نے کسی سانپ کو قتل کیا اس نے گویا اس مشرک کو قتل کیا جس کا خون مباح تھا۔ احمد محمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن احمد شرح احمد شاکر ج ۳، رقم الحدیث: ۳۹۵۵، مطبوعہ دارہ ۱۳۱۶ھ)  
 ان احادیث سے معلوم ہوا کہ چھپکلی اور سانپ چھپکلی اور بچھو حرام ہیں۔ فقہاء نے ان پر قیاس کر کے باقی حشرات الارض کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:  
 وَ مِمَّنْ لَّهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَ مِمَّنْ لَّهُمُ الْعَلَبُوتُ  
 (الاعراف: ۵۵)  
 اور طبیعت میلہ حشرات الارض سے نفرت کرتی ہے اور ممکن کہانی ہے۔ اس لیے تمام حشرات الارض حرام ہیں۔ امام ابوکر احمد بن حنین بیہقی حنفی ۳۵۸ھ لکھتے ہیں:

ہم نے نبی ﷺ سے وہ احادیث روایت کی ہیں جو سانپ اور بچھو کی تحريم پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح جو جانور ان کے حکم میں ہیں جن کو عرب ہمیشہ قراود دیتے ہیں اور ان کو انظار میں رکھتے۔

(السنن الکبریٰ ج ۱۳، ص ۳۸، البدیعہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۶ھ)  
 نیز نبی ﷺ نے گدہ کو حرام فرمایا ہے اور گدہ حشرات الارض میں سے ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مجتبیٰ حنفی ۴۵۷ھ روایت کرتے ہیں:  
 حضرت عبدالرحمن بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گدہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابو داؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۹۶۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۶ھ)  
 بچھو، بچھو اور بچھو حشرات الارض میں سے ہیں اس لیے وہ بھی حرام ہیں۔ امام شافعی بچھو اور گدہ کو حلال کہتے ہیں، نبی ﷺ نے بچھو کو حرام فرمایا ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث حنفی ۴۵۷ھ روایت کرتے ہیں:  
 حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں، بچھو اور بچھو کو حرام کے گوشت کو کھانے

سے منع فرمایا ہے اور حیوۃ نے یہ اختلاف کیا ہر پکیلوں والے درندے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۹۰، مطبوعہ بیروت)

نیا پیچڑ نے لومڑی، بھیلے اور بچو کے حلق خصوصیت کے ساتھ پھیندیگی کا اکتہار فرمایا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خیرید بن جزہ پہنچا روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے جنگلی جانوروں کے حلق پوچھنے کے لیے آیا ہوں، آپ لومڑی کے حلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لومڑی کو کون کھائے گا؟ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ بھیلے کے حلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جس میں کوئی خیر ہوگی وہ بھیلے کو کھائے گا؟

(سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۰۵، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۷۹۹، سنن کبریٰ، للبیہقی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۹۴۳)

عقرا (البدیہ)

امام ابو یسفیٰ محمد بن یسفیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خیرید بن جزہ پہنچا روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ پیچڑ سے بچو کھانے کے حلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا کوئی شخص بچو کھائے گا؟ پھر میں نے بھیلے کے حلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کبھی شخص کھائے گا؟ میں نے فرمایا کہ خیر ہو وہ بھیلے کھائے گا؟ سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۷۹۹، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳

اس حدیث کا سند ضعیف ہے۔ اسماعیل بن مسلم، بعض محدثین نے جمع کی ہے، لیکن کسی حدیث سے مجتہد کا استدلال کرنا بھی اس کی تقویت کا سبب ہو سکتا ہے۔

خاصہ یہ ہے کہ پکیلوں اور خانوں سے پھاڑنے، پیرنے والے درندے اور پرندے، چمڑ اور پتھر گدھے، کتا اور خنڈو، سانپ، بچو، بچو، بچو اور دیگر حشرات الارض کو کھانا قرآن اور حدیث سے حرام ہے۔

سند درج جانوروں کے حلق تفصیل یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک تمام مواد سمندری جانور حلال ہیں، خواہ بٹھا مرے ہوں یا شکار سے۔ امام احمد کے نزدیک جو سمندری جانور خشکی میں رہتے ہیں، وہ بغیر ذبح کے حلال نہیں جیسے بچو اور جن سمندری جانوروں میں پیسے والا خون نہیں ہے، وہ بغیر ذبح کے حلال ہیں اور جن میں پیسے والا خون ہو، ان کو ذبح کرنا ضروری ہے۔ ائمہ حنفی کی دلیل یہ ہے:

لَا يَحِلُّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيْرَةِ (المائدہ ۹۶) اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک اس سے مراد سمندر کا شکار کرنا ہے اور حرام جانوروں کا بھی دیگر کافروں کے لیے شکار کرنا جائز ہے۔ اس سے مراد شکار کھانا نہیں ہے اور طعام سے مراد پھل ہے۔ ائمہ حنفی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

امام ابو یسفیٰ محمد بن یسفیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ پہنچا بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم سمندر میں سڑ کرتے ہیں اور ہمارے پاس پانی تو ڈھسا ہوا ہے، اگر ہم اس پانی سے وضو کریں تو ہم پیاسے رہ جائیں گے، کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ رسول اللہ پیچڑ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مواد حلال ہے۔ (فقہاء احناف اس مواد کو پھل پر محمول کرتے ہیں)

(سنن ترمذی ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۵۰ سنن نسائی ج ۲ رقم الحدیث ۵۰ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵ ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۵۰ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۵۰ سنن نسائی ج ۲ رقم الحدیث ۵۰ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵) فقہاء اہل سنت اس حدیث میں بھی مردار کو چھلی پر محمول کرتے ہیں اور اس پر قریب یہ حدیث ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن زید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں 'چھلی اور مڈی'۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۵۰)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک چھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ چھلی کے سوا تمام سمندری جانور نجس ہیں، یعنی غیر مرغوب ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَاتِ (الاعراف ۱۵) اور ناپاک اور غرت انگیز چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں۔ جو چھلی طبعی موت سے مرگے ہوئے آب پر آجائے 'انہرہ' کے نزدیک وہ بھی حلال ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ حرام ہے 'امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس چیز کو سمندر پھینک دے یا جس سے سمندر کا پانی ہٹ جائے 'اس کو کھالو' اور جو پانی میں مر کر لوہے آجائے 'اس کو نہ کھتے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۱۵ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۳۲۳۷) محدثین نے کہا ہے اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سلیم الطاقفی ہے 'اور یہ ضعیف راوی ہے۔ لیکن امام بیہقی نے اس کو دیگر متعدد استیاد کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۵۸۹-۵۹۰) علامہ ازہری جب حلت اور حرمت میں تضاد ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لہذا حلت کی روایات پر یہ حدیث راجح ہے۔

فحلی اور سمندری حرام جانوروں کی یہ تفصیل ہے 'ان کے علاوہ باقی تمام جانور حلال ہیں۔ بشرطیکہ ان کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اس کی تفصیل (المائدہ ۳) میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا طعام ان کے لیے حلال ہے۔

اہل کتاب کی تعریف اور ان کے ذبیحہ کی تحقیق

جسور اقسام اسلام کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ غلہ، پھل اور میوہ جلت وغیرہ مراد نہیں ہیں کیونکہ ذبیحہ وہ ہے جس کے طعام ہونے میں انسان کا دخل ہے۔ پانی کھلنے پینے کی چیزیں تمام لوگوں کے لیے مباح ہیں۔ اس لیے ان کی اہل کتاب کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ فقہ ربیع ہم بعض آثار نقل کریں گے جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ یہاں طعام سے مراد ذبیحہ ہیں۔

اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں 'جن کے انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے توہرات اور انجیل کو نازل فرمایا۔ کیونکہ زمانہ نزول قرآن میں یہودی حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت یحییٰ کو خدا مانتے تھے 'اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اہل کتاب فرمایا:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ حَرِّمُوا بَنُو الْاَلُوْ وَ قَالَتِ  
النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ الْمَرْيَمَ النُّصُورَةُ ۝۵۳

اہم ابو جعفر محمد بن جریر طبری ص ۳۳۹ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔  
سبح اللہ کا بیانا ہے۔

ابن شلب سے نصاریٰ عرب کے ذبیحہ کے حلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا میں کا ذبیحہ کھلیا جائے گا کیونکہ وہ دین میں  
اہل کتب ہیں اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کے حلق فرمایا: "قد طہل میں ہے۔"  
عید بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کو نہ کھلا کیونکہ وہ شراب پینے کے سوا  
ضرورت کی اور کسی چیز پر عمل نہیں کرتے۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۳۳۹ مطبوعہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

لیکن اگر ان فقہاء تابعین خلفہ حسن مہدی، عکرمہ، قتادہ، سعید بن مسیب، شعبی اور ابن شلب وغیرہ نصاریٰ بنو تغلب کے  
ذبیحہ کو کھلنے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۳۳۹ مطبوعہ بیروت)

ابن زید سے سوال کیا گیا کہ عیسائیوں نے ہم اللہ چڑھ کر باہر کو گر جا کے لیے ذبح کیا کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟  
انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اہل کتب کے طعام کو حلال کیا ہے اور اس میں سے کسی چیز کو مستحبی نہیں کیا۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۳۴۰ مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن علی بن شالی ص ۵۲ ح ۵۲ کہتے ہیں:

علامہ زہبی نے کہا ہے کہ جو شخص آسمانی دین کا مستحق ہو اور اس کے پاس کتب ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے  
صافک یا حضرت یثیث کے یا حضرت داؤد کی زباز ہو وہ اہل کتب میں سے ہے اور ان کے ذبیحہ کو کھانا جائز ہے۔

مستحبی میں مذکور ہے کہ ان کے ذبیحہ کے طہل ہونے میں یہ قید ہے کہ وہ مسیح کی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں اور اسی  
کے موافق شیخ الاسلام کی جمود میں مذکور ہے کہ اگر وہ مسیح کی الوہیت یا عیسیٰ کی الوہیت کا عقیدہ رکھیں تو واجب ہے کہ ان کا

ذبیحہ نہ کھلیا جائے اور ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے ان کا  
ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ البکر الرافعی میں مذکور ہے کہ مذہب یہ ہے کہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں

سے نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ جس لائقہ مرضی نے جمود میں ذکر کیا ہے کہ ضروری کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے خواہ وہ تین  
میں کے تیسرے کا قول کریں یا نہیں کیونکہ قرآن مجید نے ان کے طعام کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی مطلقاً

اجازت دی ہے۔ علامہ ابن حام نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہی دلیل کاغذ ہے۔ کیونکہ اہل کتب پر مشرکین کا  
اطلاق نہیں کیا جاتا اور مشرک اس کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور کسی نبی کی اتباع کا دعویٰ نہ ہو۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ ابن حام نے لکھا ہے کہ لوطی یہ ہے کہ بلا ضرورت ان کا ذبیحہ کھلے نہ ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۸ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

اگر کوئی شخص کسی عیسائی سے ذبح کے وقت یہ سنے کہ وہ مسیح کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے تو اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے  
اور اگر وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور اس سے اولاد مسیح کا کہے تو فقہان نے کہا ہے کہ اس کا ذبیحہ کھالیا جائے گا۔ پھر اگر وہ

مراشتہ کے اللہ کے نام سے جو جن میں کا تیرا ہے تو پھر اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ

جب یہ سب نفع کر کے لے آئے تو اس کا زیچہ کھایا جائے گا (یعنی) جیسا کہ اس نے صرف اللہ کا نام لیکر سامنے نفع کیا ہو۔

(رد المحتار، ج ۵، ص ۱۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۳۰ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد صکنی متوفی ۸۸ھ لکھتے ہیں:

غیر اہل کتب کا زیچہ جائز نہیں ہے۔ خود وہ بت پرست ہو، نجس ہو، مرتد ہو، جینی ہو یا جبری ہو۔ اگر یہودی یا عیسائی، نجس ہو جائے تو اس کا زیچہ جائز نہیں ہو گا اور اگر نجس یہودی یا عیسائی ہو تو اس کا زیچہ جائز ہو جائے گا۔

(رد المحتار مع رد المحتار، ج ۵، ص ۱۸۹، مطبوعہ بیروت، ۱۴۳۰ھ)

اہل کتب مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے زیچہ کے بیان میں جاتین سے حکم فرمایا کہ اہل کتب کا زیچہ تمہارے لیے حلال ہے، اور تمہارا زیچہ ان کے لیے حلال ہے، اور نکاح کے حلق فرمایا اور اہل کتب کی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، یہی نہیں فرمایا کہ اور تمہاری عورتیں ان کے لیے حلال ہیں۔ سو نکاح میں صرف ایک جانب سے طہ ہے اور وجہ فرق ظاہر ہے، کیونکہ مسلمانوں اور اہل کتب میں دونوں طرف سے طہام کا حلال ہونا کسی شرعی غلطی کو مستلزم نہیں ہے اور اگر نکاح میں بھی دونوں جانب سے جواز ہو تا تو مسلمان عورتوں کا اہل کتب سے نکاح جائز ہو تا اور شوہر یہودی پر حاکم ہو تا ہے تو مسلمان عورت پر کافر مرد کا ظہب ہو تا اور یہ شرما منوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شلو ہے:

وَكُنْ تَحْتَلَّ اللَّهُ يَلْبَسُكُمْ مِثْرَةً عَلَيَّ  
النِّسَاءَ (النساء: ۳۴)

راستہ ہرگز نہیں بنائے گا۔

دیگر کفار کے برعکس اہل کتب کے زیچہ کے حلال ہونے کی وجہ

دیگر کفار کے برعکس صرف اہل کتب کے زیچہ کو اسلام میں حلال کیا گیا ہے۔ اس شخص کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور اہل کتب کے دین میں متعدد امور مشترک ہیں، یہ دونوں آسمانی مذہب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتے، انبیاء، علیم، اسلام، آسمانی کتابیں، قیامت، مرنے کے بعد اٹھنا، جزا، سزا اور جنت و دوزخ کے دونوں قائل ہیں۔ اس کے علاوہ جانور کی طہ اور حرمت میں بھی ان میں کمی امور مشترک ہیں۔ اسلام میں مرد اور جانور، جس کا گھٹا گھونٹا گیا ہو، جس کو درد نے بے پناہ ہو، جو جنوں کے لیے نفع کیا گیا ہو اور خون اور خنزیر حرام ہیں اور موجودہ بھی ہوئی کتب مقدس (یا نیکل) میں بھی ان کی حرمت بیان کی ہے۔ جو جانور خود بخود مر گیا ہو اور جس کو دردوں نے پھاڑا ہو، ان کی جہلی اور کلام میں لاکھ پر اسے تم کسی محل میں نہ کھلائے۔

(ابن احمد نمبر ۱۸۱، باب ۱۷، ص ۲۳، مطبوعہ پائیکل سوسائٹی، لاہور)

اور سو کو کیونکہ اس کے پٹوں انگ اور چرے ہوئے ہیں، یہ وہ جگہ نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لیے بھلاک ہے، تم ان کا گوشت نہ کھلائے (ابن احمد نمبر ۱۸۱، باب ۱۷، ص ۲۳، مطبوعہ پائیکل سوسائٹی، لاہور)

مگر غیر قوموں میں سے جو ایمان لائے، ان کی بہت ہم نے یہ فیصلہ کر کے لکھا تھا کہ وہ صرف جنوں کی قربانی کے گوشت سے اور لہو اور گھٹا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے اپنے آپ کو بچائے، دیکھیں۔

(ابن احمد نمبر ۱۸۱، باب ۱۷، ص ۲۴، مطبوعہ پائیکل سوسائٹی، لاہور)

اہل کتب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ

اس شخص کی بھی یہ وجہ ہے کہ اسلام اور اہل کتب کے دین میں بنیادی امور مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو، فرشتوں کو،



آپ کی کتابوں کو انبیاء علیہم السلام کو 'مرنے کے بعد اٹھنے کو' بڑا سزا کو اور جنت و دوزخ کو یہ سب ملنے ہیں۔ اس کے علاوہ جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے، اصل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔ موجودہ چھپی ہوئی کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے:

تو اپنی ماں کے بدن کو جو حیرے باپ کا بدن ہے، بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں ہے تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا تو اپنے باپ کی بیوی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ حیرے باپ کا بدن ہے تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ حیرے باپ کی بیوی ہو، چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو، خواہ اور کہیں، بے پردہ نہ کرنا تو اپنی چچی یا نواسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ ان کا بدن تو حیرا ہی بدن ہے تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ حیرے باپ کی قرچی رشتہ دار ہے تو اپنی غلہ کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں کی قرچی رشتہ دار ہے تو اپنے باپ کے بھائی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ اس کی بیوی کے پاس نہ جلتا وہ تیری چچی ہے تو اپنی بہن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ حیرے بیٹے کی بیوی ہے سو تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا تو اپنی بھولج کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا اور نہ تو اس عورت کی چچی یا نواسی سے بیاہ کر کے ان میں سے کسی کے بدن کو بے پردہ کرنا کیونکہ وہ دونوں اس عورت کی قرچی رشتہ دار ہیں۔ یہ بڑی خبیثات ہیں تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سو کن نہ بھلا کر دوسری کے بیٹے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے تو عورت کے پاس جب تک وہ حیض کے سبب سے ٹپاک ہے اس کے بدن کو بے پردہ کرنے کے لیے نہ جلتا

(پرانامہ نمبر ۴۴، جلد ۱۸، آیت ۱۹-۲۰، مطبوعہ پائل سوسائٹی لاہور)

آزاد اور پاک دامن عورتوں کی تخصیص کی وجہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں)۔

اس آیت کا معنی یہ ہے اے مسلمانو! تمہارے لیے آزاد مسلمان عورتیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی عورتیں خواہ ذی ہوں یا حتی ہوں، حلال کر دی گئی ہیں۔ جب تم ان کے مردوں کو دو "مہر کا ذکر اس لیے کیا ہے" تاکہ اس کا وجہ اور مسودہ ہونا ظاہر ہو۔ یہ نکاح کے حلال ہونے کی شرط نہیں ہے اور آزاد عورتوں کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ مسلمان ہندوؤں سے نکاح کرنے کی یہ نسبت آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا توئی اور رائج ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمان ہندوؤں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آنحکام تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو، نہ اعلان سے بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشپاٹنے والے اور جس نے ایمان لایا ہے انکار کیا تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔ (المائدہ ۵)

اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح حلال کیا گیا ہے جبکہ تم آزاد عورتوں سے نکاح کر کے اپنے آپ کو ذلت سے بچاؤ، نہ ظاہر یا بدکاری کو اور نہ خفیہ طریقہ سے بدکاری کو۔ یعنی صحیح اور قانونی طریقہ سے خواہش نفس پوری کرو اور اعلان سے بدکاری سے اجتناب کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی کہ اگر کسی شخص نے ان احکام شریعہ کی جائز سمجھ کر مخالفت کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔ دنیا میں اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں وہ عذاب کا مستحق ہو گا اس آیت میں ایمان لانے کے بعد کفر کرنے سے بھی مراد ہے اور اس میں یہ تفسیر ہے کہ اودھناؤ سے تمام اہل ضائع ہو

جاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور تم بے وضو ہو) تو اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ

کو کہنیوں کیست وضو کرو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو کہنوں کیست

إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى

وضو کرو، اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرو، اور اگر تم بیمار ہو

أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَايِبِ أَوْ لِمَسْتُمْ النِّسَاءَ

یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی تھرا حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کیا

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ

پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تمیم کرو، سو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں

وَأَيْدِيَكُمْ مِنْهُ ثُمَّ ابْرِئُوا السُّجُودَ لِرَبِّكُمْ لَعَلَّكُمْ

پس اس پاک مٹی سے مسح کرو، اللہ تم پر ستم نہ کرے، تمہیں چاہتا ہے، لیکن

وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

وہ تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کرے تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

شکر ادا کرو ۰

آیت وضو کی سابقہ آیات سے مناسبت

انسان کے طبعی تقاضے وہ چیزوں میں تھکریں۔ کھانے پینے کی چیزیں اور عمل ازواج۔ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں اس کے لیے کیا چیزیں حلال ہیں اور کیا چیزیں حرام ہیں اور جنسی خواہشوں کی تکمیل کے لیے کون سی عورتیں اس کے لیے حلال ہیں اور کون سی عورتیں حرام ہیں۔ اور اس آیت میں یہ بتایا کہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لیے اس پر اللہ تعالیٰ کی عبادت فرض ہیں اور ان عبادت میں سب سے اہم نماز ہے اور تلاویٰ شرط طہارت ہے اور

طہارت غسل اور وضو سے حاصل ہوتی ہے اور اگر پانی نہ مل سکے تو طہارت تمم سے حاصل ہوتی ہے اس لیے اس آیت میں وضو، غسل اور تمیم کا بیان فرمایا ہے۔

امام ابو یوسفؒ، محمد بن یحییٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مل (مل حرام) سے صحت قبول نہیں ہوتی یہ حدیث اصح الاستیاد ہے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۵۷، مسیح مسلم، رقم الحدیث: ۸۷۸، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۷۷۷، مسند احمد، ج ۱، رقم الحدیث: ۷۰۰۰، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۱۹۸)

نیز امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی طہارت ہے۔

علامہ احمد محمد شاہر متوفی ۷۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(مسند احمد، تحقیق احمد شاہر، ج ۱۱، رقم الحدیث: ۱۳۵۹۷، مطبوعہ القاہرہ)

### آیت وضو کا شان نزول

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اس وقت ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے۔ نبی ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اور اونٹنی سے اتر گئے، آپ نے میری گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت ابو بکر آئے اور انہوں نے زور سے مجھے گھونسنے مارے اور کہا تم نے تمام لوگوں کو ہار کی وجہ سے صدمہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا، ملائکہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے سخت تکلیف پہنچی تھی، پھر نبی ﷺ بیدار ہوئے اس وقت صبح ہو چکی تھی، پانی کو تلاش کیا کیا تو پانی نہیں ملا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ”یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الى الصلوٰۃ فغسلوا وجوهکم“ (المائدہ ۶) حضرت امیر بن حنظلہ نے کہا اے آل ابو بکر اللہ نے لوگوں کے لیے تم میں برکت رکھی ہے تمہارا وجود حق کے لیے حق برکت ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۶۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس آیت میں وضو اور تیمم دونوں کا ذکر ہے۔ تیمم کا ذکر سورۃ النساء میں بھی ہے اور اس آیت میں بھی ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہارم ہونے کے موقع پر سورۃ النساء کی آیت نازل ہوئی تھی یا سورۃ المائدہ کی زیر تفسیر آیت۔ تحقیق کے نزدیک ہارم ہونے کے موقع پر سورۃ المائدہ کی آیت نازل ہوئی تھی۔ امام بخاری کی اس روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

امام بخاری نے حدیث ۳۳۴ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، پھر اللہ نے تیمم کی آیت نازل کر دی اور اس آیت کی تفسیر نہیں کی اور مذکورہ حدیث روایت میں تصریح کر دی کہ یہ سورۃ المائدہ کی آیت ہے۔

(فتح الباری، ج ۱، ص ۳۲۲، مطبوعہ لاہور، عمود القاری، ج ۲، ص ۵، مطبوعہ مصر)

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سفر غزوہ بدر میں

میں ہوا تھا جو جو مصطفیٰ بن خرامہ کے خلاف تھا یہ واقعہ چھ بھری کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پانچ بھری کا واقعہ ہے۔

(۱) حدیث کا ترجمہ "ج" ص ۱۳۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۱۳ھ

آیت وضو کے نزول سے پہلے فرضیت وضو کا بیان

اس جگہ ایک بحث یہ ہے کہ آیت وضو تو پانچ یا چھ بھری میں نازل ہوئی اور لڑتے لڑتے اہل بیت کے ساتھ کہ میں فرض ہو گئی تھی تو اہل بیت میں لڑتے وضو کے ساتھ پڑھی جاتی تھی یا بلا وضو؟

حافظ ابن عبد البر مالکی حنفی ص ۳۳۵ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے: "پھر اللہ نے حکم کی آیت نازل کر دی" اس سے مراد وہ آیت وضو ہے جو سورۃ المائدہ میں ہے۔ یا وہ آیت ہے جو سورۃ الفلہ میں ہے۔ ان دونوں کے سوا اور کسی آیت میں حکم کا ذکر نہیں ہے اور یہ دونوں مانی سورتیں ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ غسل جب تک وضو سے پہلے فرض نہیں ہوا تھا۔ جس طرح مسکینین میرت کے نزدیک یہ امر متفق ہے کہ نبی ﷺ پر کہ میں لڑتے فرض ہوئی ہے اور غسل جب تک کہ میں فرض ہوا ہے اور یہ کہ آپ نے کہ میں کوئی نماز بھی بغیر وضو کے نہیں پڑھی اور آپ اسی طرح وضو کرتے تھے جس طرح مہینہ میں آپ نے وضو کیا یا جس طرح اب ہم وضو کرتے ہیں اور یہ وہ امر ہے کہ اس سے کوئی عالم بھی عداوت نہیں ہے اور سوائے ہت و حرم کے اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔ حدیث کا ترجمہ "ج" ص ۱۳۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۱۳ھ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد بیہقی حنفی حنفی ص ۸۵۵ لکھتے ہیں:

علامہ سفاکی نے اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وضو کو ایمان پر لازم تھا اور حکم کی آیت سورۃ الفلہ میں ہے اور سورۃ الفلہ میں ہے اور یہ دونوں مانی سورتیں ہیں اور اس سے پہلے کوئی نماز بغیر وضو کے شروع نہیں تھی۔ اس لیے جب حکم کی آیت نازل ہوئی تو وضو کا ذکر نہیں کیا کیونکہ حکم کا حکم وضو کے حکم کی فرع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے اس آیت کا وہ حصہ نازل ہوا جس میں وضو کا ذکر ہے اور پھر اس آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں حکم کا ذکر ہے۔ پھر یہ آیت پوری ہو گئی اور یہ بھی اہل بیت کے وضو کا حکم پہلے ملت سے شروع ہوا نہ کہ قرآن سے۔ پھر بعد میں ان دونوں کا حکم اکٹھے نازل ہوا اور حضرت عائشہ نے اس کو حکم سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس موقع پر ہی حضور ﷺ (علیہ السلام) فرماتے ہیں (اس میں کتابوں اگر یہ لوگ لکھ جیدی کی اس روایت پر ملاحظہ ہو جاتے جس میں حضرت عائشہ نے فرمایا ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی "یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاعسلوا وجوهکم وایداکم۔ الا یہ (المائدہ ۶) تو ان کو طاعت میں نہ پڑے۔ (صحیح البخاری ج ۳ ص ۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ وضو کا حکم پہلے ملت سے ثابت تھا اور یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد صفحی حنفی حنفی ص ۸۸ لکھتے ہیں:

آیت وضو اہل بیت کے اور تمام اہل بیت کا اس پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل کہ میں نماز کے ساتھ فرض ہو گئے تھے اور نبی ﷺ نے بھی بغیر وضو کے نماز نہیں پڑھی بلکہ ہم سے پہلے شریعت میں بھی وضو فرض تھا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے اور اصول فقہ میں یہ مقرر ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول بغیر انکار کے کوئی قصہ بیان کریں اور اس کا صحیح ظاہر نہ ہو تو وہ بھی ہماری شریعت ہے اور اس آیت کے نزول کا یہ قاعدہ ہے کہ جو حکم پہلے ثابت ہو چکا تھا اس کو مقرر اور ثابت کیا جائے۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

## شرائع سابقہ اور کئی دور میں فرضیت وضو کے متعلق احادیث

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوا اور ایک ایک مرتبہ اعضا وضو کو دھویا پھر فرمایا: یہ وضو کا وہ طریقہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں کرے گا۔ آپ نے پھر پانی منگوا اور دو دو مرتبہ اعضا وضو کو دھویا پھر فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا اس کے لیے دکانا اجر ہے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد پانی منگوا اور اس سے اعضا وضو کو تین تین بار دھویا اور فرمایا: میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے۔

(سنن دار قطنی، ج ۱، رقم الحديث: ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث: ۲۲۰، المعجم الاوسط، رقم الحديث: ۳۶۷۳، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۱، ص ۸۰)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو متعدد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے، ہر جہہ کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں لیکن تعدد اسناد کی وجہ سے وہ حسن فیض ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ انبیاء سابقین کی شریعت میں بھی وضو مشروع تھا۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت امیر الائم نے صرف تین (ظاہری اور صوری) جھوٹ بولے، جب انہیں باطل خداؤں کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے کہا اسی سقیہ میں پانی ہوں اور انہوں نے کہا "ہذا کسیر ہم"۔ خدا ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے اور انہوں نے (حضرت سارہ کے حقیق کیا یہ میری بہن ہے حضرت امیر الائم ایک ہستی میں گئے جس میں ایک جابر بدشلتہ تھا اس کو بتایا گیا کہ آج رات امیر الائم (علیہ السلام) سب سے حسین عورت کے ساتھ اس شرمیں داخل ہوئے ہیں اس بدشلتہ نے ان کے پاس اپنا ہرکارہ بھیجا اور پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت امیر الائم نے کہا یہ میری بہن ہے۔ اس نے کہا اس کو بھیج دو۔ آپ نے ان کو اس کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا: میری بہن! کونسا میں نے اس کو یہ خبر دی ہے کہ تم میری بہن ہو اور اس سر زمین پر میرے نور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔

جب حضرت سارہ اس کے پاس پہنچی تو وہ آپ کی طرف اٹھا۔ حضرت سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی: اے اللہ! اے شک تجھے علم ہے کہ میں تجھ پر اور تمہارے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے۔ سو تجھ کو اس کافر کے قتل سے پہلے سوائس کے منہ سے خرخرکی آواز آنے لگی اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنسی گئی۔ حضرت سارہ نے کہا: یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے مار دیا۔ پھر اس کو زمین نے چھو ڈیا، وہ پھر حضرت سارہ کی طرف بڑھا، حضرت سارہ نے وضو کیا نماز پڑھی اور دعا کی اے اللہ! اے شک تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تمہارے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے۔ سو تجھ کو اس کافر کے قتل سے پہلے پس اس کے منہ سے خرخرکی آواز آنے لگی اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنسی گئی، پھر حضرت سارہ نے کہا: یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے اس کو قتل کر دیا، پھر اس کو چھو ڈیا گیا، پھر تیری پاؤں چھو کر اس بدشلتہ نے کہا: تم نے میرے پاس کس جن کو بھیجا ہے۔ اے امیر الائم کو دہائیں کہ دو اور اس عورت کو ہار دو۔ وہ دہائیں گئیں اور حضرت امیر الائم سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اس کافر کے کمر کو باطل کر دیا اور خدا مت کے لیے ایک باندی دے دی۔

(اسناد احمد، ج ۲، ص ۳۰۳-۳۰۴، مطبوعہ قدیم بیروت، احمد شاکر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ صحیح بخاری، تصحیح مسلم)

سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، اور مسند ابویعلیٰ میں بھی یہ حدیث اختصار سے مروی ہے۔ مسند احمد، تصنیف احمد شاکر، ج ۹، رقم الحدیث: ۳۳۳۳ مطبوعہ دارالحدیث، قاہرہ ۱۳۳۶ھ

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں بھی وضو فرض تھا، کیونکہ حضرت سارہ نے وضو کر کے نماز پڑھی تھی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کو جرجنگ کہا جاتا تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں نے آکر اس کو بلایا، وہ اس کے بلانے پر نہیں گیا اور کہا کیا نماز کی حالت میں میں اس کو جواب دوں؟ اس کی ماں آئی اور اس نے کہا اے اللہ! اس پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا جب تک یہ بدکار عورتوں کو نہ دیکھ لے۔ جرجنگ اپنے گرجا میں جلوت کرتا تھا، ایک عورت نے کہا میں جرجنگ کو تختہ میں ڈالوں گی، اس عورت نے اس کو گمراہی دعوت دی، جرجنگ نے انکار کیا۔ اس نے ایک چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی، اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، اس نے لوگوں سے کہا یہ جرجنگ کا بچہ ہے۔ لوگ آئے اور انہوں نے اس کا گرجا توڑ دیا اور اس کو گرجا سے نکل دیا اور اس کو برائے نام جرجنگ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر اس نو زائدہ بچہ سے کہا اے لڑکے! حیرانپ کوں ہے؟ اس نے کہا چرواہا۔ لوگوں نے کہا ہم جمدار کر جاسو گے، بتا دیں اس نے کہا نہیں صرف مٹی کا بنادو۔

(صحیح بخاری، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بنو اسرائیل کی شریعت میں بھی وضو فرض تھا، کیونکہ جرجنگ نے وضو کر کے نماز پڑھی تھی۔

امام عبداللہ بن ہشام متوفی ۲۳۳ھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا مجھے بعض اہل علم نے یہ حدیث بیان کی کہ جب رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض ہوئی تو آپ کے پاس جبرائیل آئے وہ اس وقت کہہ کی بندہ داؤی پر تھے۔ انہوں نے ولوی پر اپنی ایڑی ماری تو اس سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا، پھر جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا اور نبی ﷺ کو دیکھتے رہے کہ وہ نماز کے لیے کس طرح وضو کرتے ہیں؟ پھر نبی ﷺ نے اس طرح وضو کیا جس طرح جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور نبی ﷺ نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جبرائیل علیہ السلام لوٹ گئے اور نبی ﷺ حضرت خدیجہ کے پاس آئے، پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو وضو کر کے دکھایا کہ نماز کے لیے کس طرح وضو کرتے ہیں، جس طرح آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دکھایا تھا، پھر حضرت خدیجہ نے وضو کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو اس طرح نماز پڑھائی جس طرح حضرت جبرائیل نے نماز پڑھائی تھی۔ (المسند، ابویعلیٰ، ج ۱، ص ۴۳۳، مطبوعہ لبنان)

علامہ مہدی متوفی ۵۸۸ھ نے اس حدیث کی سند کو منقول لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ ایسی حدیث احکام شریعہ کی اصل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لیکن ان کے استاذ کاظمی ابو بکر محمد بن ابی نعیم متوفی ۳۳۳ھ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے، چونکہ اس کو اہل صحیح نے روایت نہیں کیا، لیکن انہوں نے اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا کہ ان کو اس کی ضرورت نہیں تھی اور صحابہ اور علماء اس حدیث سے تعارض کرتے تھے، جس کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

(احکام القرآن، ج ۲، ص ۴۸، ۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تایم علامہ عبدالرحمن بن عبد اللہ مہملی متوفی ۵۸۵ھ نے اپنے مستوفیٰ ابن العزلی کی سند سے روایت کیا ہے۔  
حضرت زید بن عمارؓ چوتھے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ کے پاس حضرت  
جبرائیل علیہ السلام آئے، نور آپ کو وضو سکھایا اور جب وضو سے فارغ ہوئے تو چلو میں پانی لے کر اپنی شرم گاہ پر چمڑکا، اس  
حدث کی بناء پر وضو کہ میں فرض ہوا اور اس کی خلافت عینہ میں ہوئی۔

(الروض اللائف، ج ۱، ص ۱۶۳-۱۶۴، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ، ممبئی)

وضو کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کو قیامت کے دن عروہ محفل (جس کا نام نور ہاتھ پیڑ سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا اس کا سبب وضو کے آثار ہیں۔ سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو (دو اصحاب وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر اپنی سفیدی کو زیادہ کر لے۔

الحج بخاری ج ۱، رقم الحديث ۳۳۶، الحج مسلم ج ۱، رقم الحديث ۳۳۶، سنن ابوداؤد ج ۱، رقم الحديث ۳۳۶، سنن نسائی ج ۱، رقم  
الحديث ۳۳۶، سنن ابن ماجه ج ۱، رقم الحديث ۳۳۶

لہام ابو عیسیٰ عیسیٰ متوفی ۷۹ھ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے تو وہ جب چہرے کو دھو رہا ہے تو پانی کے قطرہوں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گندہ محل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا اور جب وہ ہاتھوں کو دھو رہا ہے تو پانی کے قطرہوں کے ساتھ اس کا ہر وہ گندہ محل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

۱۸۳۱. (۱) من رتبی ۱۰۰۰، رقم المحدث ۲۰، مجموع مسلم ۳۰، رقم المحدث ۲۲۲، رقم المحدث ۳۳، من داری ۱۰۰، رقم المحدث ۱۸۳۲.  
 من المحدث ۳۰، رقم المحدث ۸۰۳۱، من کبری المحدث ۱۰۰، مجموع کبری ۱۰۰، رقم المحدث ۱۸۳۳.

امام عبد اللہ رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھ میں ۷۳ عدد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریبا تم سے جو شخص ایسی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا سجدہ میں بنا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک کلمہ ملتا رہے حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے۔

(سنن ابن ماجه، ج ١، رقم الحديث ٢٨١، مطبوعه دار الفکر، بيروت ١٣١٥هـ)

امام ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کہہ "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله" اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين" اس کے لیے جنت کے آٹھویں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ وہ جس دروازے سے جائے جنت میں داخل ہو جائے۔

اسنن ترمذی: ج ۱، رقم الحديث: ۵۵، صحیح مسلم: ج ۱، رقم الحديث: ۳۳، سنن ابوداؤد: ج ۱، رقم الحديث: ۳۸، سنن ابن ماجہ: ج ۱، رقم

الحديث ۳۷۰ منہ السنۃ ۱۰ ج ۱ رقم الحديث: ۱۱۳۲۱

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۳۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

ابو جحش بیان کرتے ہیں کہ میں مدین کے ساتھ تھا، انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ کو پکڑ کر بلایا اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا تو اس کے گناہ اس طرح مٹ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے مٹ جاتے ہیں۔ (المصنف ج ۸ ص ۷۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی ۳۴۶ھ لکھتے ہیں:

سالم بن عبد اللہ بن عمر کعب احبار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ لوگوں کو غسل کے لیے جمع کیا گیا، پھر انبیاء علیہم السلام کو بلایا گیا، ہر نبی کے ساتھ ایک شخص تھا اور اس نے دیکھا کہ ہر نبی کے ساتھ دو نور ہیں جو ان کے درمیان چل رہے ہیں، اور ان کی امت میں سے جو ان کے متبعین تھے، ان کے لیے ایک نور تھا، حتیٰ کہ سیدنا محمد ﷺ کو بلایا گیا، آپ کے سر کے باؤں اور آپ کے پورے چہرے پر نور تھا، جو ہر دیکھنے والے کو نظر آ رہا تھا، اور آپ کی امت میں سے آپ کے جبین کے لیے دو نور تھے، جس طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے نور تھے۔ کعب بیان کرتے ہیں کہ ان کے خیال میں یہ خواب نہیں تھا، انہوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ اور تم کو اس کا علم کس طرح ہوا تو اس نے بتایا کہ اس نے یہ خواب دیکھا تھا۔ پھر کعب نے اسے اللہ کی قسم دے کر کہا کیا واقعی تم نے یہ خواب دیکھا تھا؟ اس نے کہا ہاں میں نے یہی خواب دیکھا تھا۔ کعب نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! یا کہا اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا، یہ سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی امت کی صفت ہے، اور اللہ کی کتاب تورات میں انبیاء کی صفت ہے، جس طرح میں نے تورات میں پڑھا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں نے تمہید (ج ۲ ص ۱۲۵) میں بیان کی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ائمہ وضو کرتی تھیں اور یہ چیز میرے نزدیک کسی سند سے ثابت نہیں ہے۔ (الاشکاء ج ۲ ص ۱۸۰، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۱۳ھ)

ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا جواز

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا قصد کرو اور اس وقت تم بے وضو ہو تو تم پر وضو کرنا فرض ہے، اور جب کوئی شخص بے وضو ہو تو اس پر نماز پڑھنے کے لیے دوبارہ وضو کرنا واجب نہیں ہے، وہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اگر نماز کے لیے نیا وضو کا مستحب ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کرتے تھے۔ راوی نے پوچھا آپ کیا کرتے تھے حضرت انس نے کہا ہم میں سے کسی ایک شخص کے لیے وضو کافی ہوتا تھا جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو۔

(المعجم الباری ج ۱ رقم الحديث: ۲۱۳۳، سنن ابوداؤد ج ۱ رقم الحديث: ۱۷۱۱، سنن ترمذی ج ۱ رقم الحديث: ۵۸)

سید بن ضعیف بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ہم مقام صہبہ پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے صحریٰ نماز پڑھی۔ پھر آپ نے جب طعام منگوایا تو صرف ستولائے گئے، ہم نے ان کو کھلایا اور پھر نبی ﷺ مغرب کے لیے اٹھے، آپ نے کھلی اور ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ (المعجم الباری ج ۱ رقم الحديث: ۱۷۱۵)

غزوہ خیبر غزوہ فتح کہ سے پہلے صلت جبری میں ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ فتح کہ سے پہلے بھی ایک وضو



سے کی نمازیں پڑھتے تھے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۳۰۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ جریجی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن کئی نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں اور موزوں پر صبح کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا 'آج آپ نے ایک ایسا کام کیا ہے جو آپ (پہلے) نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا: میں نے عمرؓ کو کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱، رقم الحدیث: ۴۷۷)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ جریجی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے جس میں فتح مکہ ہوا آپ نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے ایسا کام کیا ہے جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: 'میں نے عمرؓ کو کیا ہے۔' (سنن ترمذی ج ۱، رقم الحدیث: ۳۷۰) (مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس سے پہلے صحیح ابوداؤد (رقم الحدیث: ۴۱۵) کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ خیبر کے سال بھی دو نمازیں ایک وضو سے پڑھی ہیں۔

ابن اعلیٰؒ سے یہ واضح ہو گیا کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ جو شخص ہے وضو ہو اور وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے 'اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے۔'

وضو کے متفق علیہ فرائض

وضو کے فرائض میں سے پورے چہرے کو دھونا فرض ہے۔ سر کے بال جملہ سے اگنے شروع ہوتے ہیں وہیں سے ٹھوڑی کے نیچے حصہ تک چرو کی لمبائی ہے اور دو کانوں کا درمیانی حصہ چوڑائی ہے۔ جس آدی کی چھدری داڑھی ہو 'اس پر بالوں کو اور بالوں کے نیچے کھل کو دھونا ضروری ہے اور جس کی گھٹی داڑھی ہو 'وہ صرف بالوں میں خلال کرے 'داڑھی کو دھونا اس پر واجب نہیں ہے۔ کلی کا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے 'اس کی تفصیل انشاء اللہ ہم مغرب بیان کریں گے۔

وضو میں ہاتھوں کا دھونا بھی فرض ہے 'انگوٹوں کے سروں سے لے کر کہنیوں تک ہاتھ ہیں اور کہنیاں بھی ہاتھوں میں داخل ہیں۔

سر کے مسح کی مقدار میں قداہب ائمہ

وضو میں تیسرا فرض سر کا مسح کرنا ہے 'مسح کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام شافعی نے کہا مسح کی اتنی مقدار ہے جس سے کم سے کم مقدار پر مسح کا اطلاق آئے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ہمدانی شافعی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کم از کم تین بالوں یا ان سے زائد پر مسح کیا جائے 'یہ مقدار فرض ہے۔ کیونکہ 'وامسحوا براء وسکم' میں باکسفی جیض ہے 'اور آیت کا سفی ہے اپنے سر کے بعض حصہ پر مسح کو۔ اور حدیث میں اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عمرؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ جریجی سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی چوٹی پر 'یا سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱۱) اور رقم الحدیث: ۱۱۱۱ اور ابو یوسف نے حضرت انس بن مالک جریجی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وضو کر رہے تھے اور آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا آپ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ کو نہیں کھولا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۰۸) سنن کبریٰ 'المصنوع ج ۱، ص ۱۶) البتہ امام شافعی کے

نزدیک پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پورے سر کا مسح کیا تھا۔

(المباری الکبیر ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۳ھ)

امام شافعی کی اس دلیل پر دو وجہ سے نقض ہے۔ ایک تو یہ کہ باوجود اشتقاق علیہ معنی الصلح ہے۔ جمیع میں ہے۔ دوسری یہ کہ اگر تین ہاتھوں پر مسح کرنا فرض ہو گا تو نبی ﷺ بیان جواز کے لیے کبھی تو صرف تین ہاتھوں پر مسح کرتے یا پھر اس مقدار کا مراداً بیان فرماتے۔

امام مالک کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں۔

چہو اس عضو کا مسح ہے جس پر آنکھیں ٹانگ اور منہ ہے۔ اسی طرح سر اس عضو کا مسح جس پر ہاں ہیں، سو جس طرح چہو دھونے کا معنی یہ ہے اس تمام عضو کو دھوا جائے جس پر آنکھیں ٹانگ اور منہ ہے۔ اسی طرح سر پر مسح کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کے تمام ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔ امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وضو کرے اور سر کے بعض حصہ پر مسح کرے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ صحیح ہے؟ امام مالک نے جواب دیا کہ کوئی شخص وضو کرے اور چہرے کے بعض حصہ کو دھوئے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ جائز ہو گا؟ (انکشاف القرآن ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن العربی نے امام مالک کے موقف پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ اپنے ہاتھوں کو سر کے ابتدائی حصہ سے پیچھے اپنی گودی کی طرف لے گئے اور پھر گودی سے سر کے اگلے حصے تک لائے۔ جب سے آپ نے ابتداء کی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۸۵، صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۳۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۵۸۹، سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۲، سنن ابن ماجہ رقم

الحدیث ۲۳۳، سنن ابویوسف ج ۲ ص ۳۸-۳۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۵۹، کتاب العرف ج ۱ ص ۲۳)

حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جب آپ سر کے مسح پر پہنچے تو آپ نے سر کے اگلے حصہ پر دونوں ہتھیلیوں رکھیں، پھر آپ ان ہتھیلیوں سے مسح کرتے ہوئے ان کو گودی تک لائے، پھر ان سے مسح کرتے ہوئے ان کو واپس اسی جگہ لے گئے جب سے ابتداء کی تھی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۲۳-۱۲۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۵۹)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۷۴۰ھ نے لکھا ہے کہ سر کے مسح کے حلق امام احمد کے تین قول ہیں۔ (۱) پورے سر کا مسح

فرض ہے (۲) پیشانی کے برابر یعنی چو قنالی سر کا مسح فرض ہے (۳) سر کے اکثر حصہ کا مسح کرنا فرض ہے۔

(المفتی ج ۱ ص ۸۶-۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

پورے سر کا مسح کرنے یا اکثر حصہ کا مسح کرنے کا قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے سر پر پیشانی کی مقدار کے برابر بھی مسح کیا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کے حوالوں سے گزر چکا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک چو قنالی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور بعض مشائخ احناف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے۔

علامہ علی بن ابی بکر الرضی عنہما الحنفی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

پیشانی کی مقدار چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے، کیونکہ حضرت مہدی بن شعبہ <sup>رضی اللہ عنہ</sup> بیان کرتے ہیں کہ نبی <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> منجھور لوگوں کے گودا ڈالنے کی جگہ پر آئے، پھر پیشاب کیا اور پیشانی کی مقدار (براس) کا لود موزوں پر مسح کیا، لود قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے اور یہ حدیث اس کا بیان ہے اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف دلیل ہے، جو تین ہاتھوں کی مقدار کا قول کرتے ہیں اور امام مالک پر بھی حجت ہے جو چودے سر کے مسح کو فرض کہتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ ہاتھ بے بعض اصحاب نے ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنے کو فرض کہا ہے، کیونکہ مسح کرنے کا ہاتھ ہے اور اس کی اکثر مقدار تین انگلیاں ہیں۔

(اعداد اولین 'ص ۱۷۷' مطبوعہ شرکت طبعہ ملتان)

سرمسک کا فرض قطعی ہے اور اس کی مقدار فرض غنی ہے فرض قطعی میں اختلاف اس کا انکار جائز نہیں ہے اور فرض غنی میں مجتہد دلائل سے اختلاف کر سکتا ہے اسی طرح رزق الفضل کی حرمت بھی غنی ہے اور اس کی حرمت کی علت میں بھی مجتہدین کا اختلاف ہے۔

پیروں کے دھونے پر دلائل

قرآن مجید 'اعلٰیٰ' اور اہل علماء سے وضو میں بیروں کے دھوئے کی فریضت ثابت ہے اور وضو میں بیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور شیخہ اس کے قائل ہیں کہ وضو میں بیروں پر مسح کیا جائے گا تو کو حریاتہ جائے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے وارجلکم اور ٹام پر نصب ہے اور اس کا معنی 'وجھو حکم وایدا بکسم' پر ہے یعنی اپنے چہروں ہاتھوں اور بیروں کو دھو۔ صحابہ میں سے حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ روایت کی یہی قرأت ہے اور قراء میں سے ابن عمرؓ 'بلغ' اور کسلیؓ کی یہی قرأت ہے اور عام سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ (الطحاوی الکبیر ج ۱ ص ۳۸) اور اس قرأت کا یہ تقاضا ہے کہ بیروں کا دھونا فرض ہو اور حسب ذیل اعلیٰ میں بھی اس پر دلیل ہے کہ بیروں کا دھونا فرض ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ہم سے آئے اور انھیں ہم نے صحرایہ نماز میں مدد کر دی تھی، سو ہم دھوکہ کرنے لگے اور جوں پر مسح کرنے لگے، تو آپ نے پکارا بلند دوا، میں ہاں فرمایا، انہیں اس کے لیے آگ کا ٹپا پڑا۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن امیرین کو دعوایہ نہ گیا ہو ان کو آگ کا مذابلہ ہو۔

الحج البطارى ج ۱، رقم الطبع: ۲۵-۲۴، حج مسلم ج ۱، رقم الطبع: ۲۴۲-۲۴۱-۲۴۰، سنن ترمذی ج ۱، رقم الطبع: ۴۱، سنن  
ابوداؤد ج ۱، رقم الطبع: ۷۶، سنن نسائی ج ۱، رقم الطبع: ۱۸، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الطبع: ۵۰، مسند احمد ج ۱، رقم الطبع: ۵۴۵۰  
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

منہ دین حسین بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے دیکھا ایک شخص وضو کر رہا تھا اور وہ اپنے پیروں کو دھو رہا تھا، آپ نے فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ حادث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔ ابو طالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب چہرہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں میں ناخن جھکی جبکہ کو حوسے سے چمڑا دیا تھا، آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے وضو اور نماز کو دہرائے۔

(جامع البيان، ج ٦، ص ١٤٢، مطبوعه دار الفكر، بيروت ١٤١٥هـ)

بیروں کے دھونے پر علماء شیعہ کے اعتراضات کے جوابات

شیعہ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کی دو قرائن ہیں۔ نصب کی قرائت (ارجلکم) سے دھونا ثابت ہوتا ہے اور جر کی قرائت (ارجلکم) سے مسح ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس صورت میں اس کا عطف ہٹو سکیم پر ہو گا اس اعتراض کے کئی جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ جر کی تفسیر پر بھی ارجلکم کا عطف ابدیہ کم پر ہے۔ اور اس پر جر کی وجہ سے جر ہے اس کی تفسیر آیت ہے:

رَأَيْتِي أَتَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ لَا رَيْبَ

(سجۃ: ۳۶) اور۔

اس آیت میں الیم مذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زیر) ہونی چاہیے حتیٰ لیکن چونکہ اس کے جر میں یوم پر جر ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی۔ اس کو جر جر کہتے ہیں۔ اسی طرح ارجلکم کا عطف وجوہ کم اور ابدیہ کم پر ہے۔ اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے حتیٰ لیکن اس کے جر میں ہرہ وسکم پر جر کہہ مجرور ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی۔ فقہاء پر جر جواز ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم کا عطف ہرہ وسکم پر ہے اور اس سے پہلے و امسحوا مقدر ہے لیکن و امسحوا ہرہ وسکم میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے۔ یعنی گیلہ یا تھ بچہ اور و امسحوا ہر ارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے، یعنی دھونے کا معنی عرب کہتے ہیں مسح المطر الارض بدش نے زمین کو دھوا۔ مسح ہٹا دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہی مراد ہے۔ مطوف علیہ میں حقیقت اور مطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی تفسیر آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا خَمْرًا وَلَا جِبَارًا وَلَا فِي سُرْمٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا (مائدہ: ۴۳)

اے ایمان والو! اپنے کی حالت میں ناز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم یہ سمجھ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ حتیٰ کہ تم غسل کرو! (اللہ تعالیٰ کے تم نے) (سجۃ: ۴۳) (صرف) اور نہ مجرور کرنا ہو۔

اس آیت میں ولا جبارا کا عطف لا تقربوا الصلوۃ پر ہے اور اس سے پہلے بھی لا تقربوا الصلوۃ مقدر ہے لیکن مطوف علیہ میں الصلوۃ کا معنی حیض مراد ہے یعنی نماز اور مطوف میں الصلوۃ کا معنی مجاز مراد ہے، یعنی مسجد اور محل صلوۃ۔ اسی طرح آیت وضو میں و امسحوا ہرہ وسکم میں مسح کا حقیقی معنی مراد ہے اور و امسحوا ہر ارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم اور ارجلکم دو متواتر قرائن ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں باہم تضاد نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرائت میں بھی باہم تضاد نہیں ہے اور ارجلکم کا معنی ہے بیروں پر مسح کرنا اسی لیے ارجلکم کی قرائت اس محل پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ارجلکم کی قرائت اس محل پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوئے ہوں۔ یعنی جب موزے پہنے ہوں تو بیروں پر مسح کرنا اور جب موزے نہ پہنے ہوں تو بیروں کو دھو۔ اس طرح جن دونوں قرائن میں کوئی تضاد نہیں رہے گا۔

علاء شیعہ نے کہا کہ قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں ان اعضاء کو دھویا جاتا ہے جن پر نجس میں مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء کو نجس میں ترک کر دیا جاتا ہے ان پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے۔ اگر وضو میں بیروں کو دھوئے گا نجس ہو گا تو نجس میں بیروں پر مسح کیا جاتا ہے اور جبکہ نجس میں بیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہو گا کہ وضو میں بیروں کا حکم مسح کر کے ہے نہ کہ دھو کر۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ حدیث میں یہ شخص ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھوئے گا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے اور جس عضو پر مسح کا کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے نجس یا وضو کے لیے کسی ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دونوں کے الگ الگ صراحت احکام بیان فرماتے اور ان دونوں کا تفصیلی حکم اسی آیت میں ہے۔ قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی چیز کا صراحت حکم بیان نہ کیا گیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ نجس جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب نجس میں چرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقی بدن کو ترک کر دیا جاتا ہے تو چاہیے کہ غسل میں صرف چرے اور ہاتھوں کو دھویا جائے اور باقی بدن پر صرف مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالمشاقہ غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہو گا کہ یہ قاعدہ اور قیاس قاسد ہے۔

وضو کے مختلف فیہ فرائض

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو سے پہلے وضو کی نیت کرنا بھی فرض ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ہمدانی شافعی حنفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

غسل اور وضو سے اس وقت تک طہارت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ نیت نہ کرے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اعمال کا دھار صرف نیت پر ہے (صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۸۱۹) نیز نجس بغیر نیت کے جائز نہیں ہے اور یہ دونوں طہارتیں ہیں تو دونوں کا حکم مختلف کیے ہو گا۔ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک نیت طہارت کی شرط ہے۔

(معنی "ابن تہامہ" ج ۸ ص ۸۷ "الغاری الکبیر" ج ۱ ص ۱۰۰ "مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ")

امام کا دار و دار صرف نیت پر ہے۔ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام اعمال کی صحت کا دار و دار نیت پر ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بیع، شراء، نکاح، طلاق، رد اور قبول کوئی چیز بھی نیت کے بغیر صحیح نہ ہو۔ اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمام اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ لہذا اگر طہارت کے قصد کے بغیر کوئی شخص ہاتھ میں نہ لیا تو اس کا غسل اور وضو صحیح ہو گا اور اس سے نیت صحیح ہوگی اگرچہ طہارت کا ثواب اس کی نیت سے ملے گا۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ ضعیف لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا مست ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وضو، غسل اور نجس میں پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوگی اور جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوگا۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ رقم الحدیث ۱۶۷ سنن ترمذی رقم الحدیث ۲۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۷ علامہ احمد شاکر حنفی ۷۷۷ھ نے کہا ہے اس کی اسناد جید حسن ہے) پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ وضو طہارت ہے اور باقی طہارتوں کی طرح اس میں بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اور اس حدیث میں وضو کی نفی نفی کمال پر محمول ہے چھپے آپ نے فرمایا مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی اور دوسری روایت اس حدیث کے ظاہر معنی پر محمول ہے۔ اگر اس نے محمد اسم اللہ کو ترک کیا تو وضو نہیں ہو گا اور

اگر بھول گیا تو وضو ہو جائے گا۔ (المعنی 'ج'، ص ۳۷۔ ۳۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ)

امام شافعی کے نزدیک اعضاء وضو میں وہ ترتیب بھی فرض ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے، یعنی پہلے چہرہ دھوئے، پھر ہاتھ، پھر سر کا مسح کرے اور پھر پیروں کو دھوئے۔

ابو الحسن علی بن محمد ہارونی شافعی متوفی ۵۰۸ھ لکھتے ہیں:

بخاری دلیل اس آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "واعسلوا وجوهکم وایددیکم" (الایہ) اور "و" حقیقہ اور تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔ امام احمد کا بھی یہی موقف ہے۔ (المطالع الکبیر 'ج'، ص ۱۲۸)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وضو میں ترتیب فرض نہیں ہے، کیونکہ ان کے درمیان حرف واؤ کے ساتھ عطف کیا گیا ہے اور واؤ مطلقہ جمع کے لیے آتی ہے۔ نیز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں خود کسی عضو کے ساتھ وضو کی ابتداء کروں۔ (سنن کبریٰ، تصحیف 'ج'، ص ۸۷) نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم وضو میں ہاتھوں سے پہلے پیروں کو دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 'ج'، ص ۳۹) امام بیہقی نے بھی اس اثر کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ 'ج'، ص ۸۷) نیز جب بے وضو آدمی وضو کی نیت سے سر یا دریا میں غسل کرے تو ترتیب ساتھ ہو جائے گی اور بلا تعلق اس کا وضو ہو جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک مولات فرض ہے، یعنی ایک عضو کو فوراً بعد دوسرے عضو کو دھونا بشرطیکہ اس کو یاد رہے۔ علامہ احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک مولات فرض ہے، بشرطیکہ اس کو یاد ہو اور کوئی عذر نہ ہو اور امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک مولات فرض نہیں ہے۔ امام مالک کا استدلال اس آیت میں لفظ "و" سے ہے۔ کیونکہ "و" ترتیب علی الغرر کے لیے آتی ہے (اہدایۃ الجہد 'ج'، ص ۳۸) اور بصورت کا استدلال لفظ "واؤ" سے ہے، کیونکہ "واؤ" مطلقہ جمع کے لیے آتی ہے اور ان اعضاء کے درمیان "واؤ" کے ساتھ عطف کیا گیا ہے۔ دوسری دلیل یہ حدیث ہے، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یحییٰ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح وضو کیا جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں مگر پیروں کو نہیں دھوا، آپ ﷺ نے استنجاء کیا اور جو ناکوار چیز گئی تھی اس کو صف کیا، پھر تمام جسم پر پانی ڈالا، اس کے بعد ایک طرف ہو کر اپنے پیروں کو دھویا، یہ آپ کا غسل جنابت تھا۔ (صحیح البخاری 'ج'، رقم الحدیث ۲۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے پیروں کے دھونے کو باقی اعضاء سے موخر کر دیا، اس سے واضح ہو گیا کہ وضو میں مولات فرض نہیں ہے۔

وضو کی سنتیں

پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۵۶۱ھ جمع روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لے، کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کمال گزاری ہے؟ صحیح مسلم کی روایت میں تین دفعہ ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔ اسی طرح سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک کے ساتھ نماز کی تعلیمت بغیر مسواک کے ساتھ نماز پر سزا درجہ زیادہ ہے۔

اعلام ابو شاکر، متنی ۷۷۷ حصہ ۷ کے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند ابو حنیفہ، شکر، ج ۸، رقم الحدیث: ۲۳۸۱، صحیح ابن خزیمرہ، ج ۱، ص ۷، رقم ۳۷، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرح کے مطابق صحیح ہے اور ابیہی نے اس کی موافقت کی۔ المستدرک، ج ۱، ص ۱۳۶

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی گئی ہو اس کو نبی ﷺ اس نماز پر سزا درجہ تعلیمت دیتے تھے جو مسواک کے ساتھ نہ پڑھی گئی ہو۔

(مسند ابو حنیفہ، ج ۸، رقم الحدیث: ۳۷۸، مسند دارالعلوم، ج ۱، ص ۲۳۲، رقم ۵۱، سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۱۳۸) کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

عمرو بن ابی حسن نے حضرت عبداللہ بن زید جریر سے نبی ﷺ کے وضو کے متعلق سوال کیا؟ انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور انہیں نبی ﷺ کی طرح وضو کر کے دکھایا۔ انہوں نے اس برتن سے پانی انڈیل کر تین مرتبہ ہاتھ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا پھر ہاتھ سے پانی لے کر تین مرتبہ چہرہ دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو کھینچ کر سمیت دو مرتبہ دھویا پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر سر کا مسح کیا۔ ایک مرتبہ ہاتھوں کو سر کے اگلے حصہ سے پچھلے حصہ تک اور ایک مرتبہ پچھلے حصہ سے اگلے حصہ تک پھیلا پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

(صحیح ابوالہدیٰ، رقم الحدیث: ۱۷۶، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۵، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۵۸-۵۹، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۸-۳۲، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۰۵، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۶۸۸)

کلاں کا مسح کرنا سنت ہے۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متنی ۳۷۷۳ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کلاں کا مسح کیا کلاں کے اندر اپنی انگلیاں (سہلیہ) ڈالیں اور کلاں کی پشت پر اپنے انگوٹھے رکھے اور کلاں کے ظاہر اور باطن پر مسح کیا۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۹، صحیح ابوالہدیٰ، رقم الحدیث: ۱۳۰، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۰۱)

واڑھی میں غلال کرنا سنت ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متنی ۳۷۷۹ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ واڑھی میں غلال کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۱، المستدرک، ج ۱، ص ۱۵۰-۱۴۹)

ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں غلال کرنا سنت ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متنی ۳۷۷۹ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی

انگلیوں میں غلال کرو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۹، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۳)

ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متنی ۳۷۷۹ روایت کرتے ہیں:



عمو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دوا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا یا رسول اللہ! وضو کس طرح ہوتا ہے؟ آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اپنے ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا پھر اپنی کتائیوں کو تین بار دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا اور اپنی دو (سبیلہ) انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیا اور اپنے انگوٹھوں سے اپنے کانوں کی پشت پر مسح کیا اور انگلیوں سے کلن کے باطن پر مسح کیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا پھر فرمایا: اس طرح وضو ہوتا ہے جس نے اس پر زیادتی کی یا کمی کی اس نے ہر اکام کیا اور عظم کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۵)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لیے کافی جان کر زیادتی کی اس نے عظم کیا۔ ورنہ اگر مزید مٹائی کے قصد سے یا غلط فہمی حاصل کرنے کے لیے تین بار سے زیادہ دھویا تو وہ مہلج ہے۔ اور یا جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لیے زائد جان کر کمی کی اس نے عظم کیا ورنہ ایک بار دھونا بھی آپ سے ثابت ہے۔

وضو کے مستحبات

وضو میں نیت کرنا علامہ ابوالحسن احمد قدوری متوفی ۳۲۸ھ کے نزدیک مستحب ہے اور علامہ المرتضیٰ المتوفی ۳۳۳ھ حنفی کے نزدیک سلف ہے۔ کیونکہ وضو کرنا طہارت ہے اور ہر عمل میں ثواب کی شرط انطاف ہے اور انطاف کا معنی نیت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا أَوْفَوْا بِالْعَهْدِ وَاللَّهُ مُخْلِصُ عَهْدِهِ لِمَنْ شَاءَ  
 (البینہ: ۵)

اور ان کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عہدت کریں

ورنہ انہما بدوہ صرف اسی کے لیے انطاف سے اعطاف کرنے والے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خبر رکھ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل کادار صرف نیت پر ہے ہر شخص کے لیے وہی صلہ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔ سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف (محسوب ہوگی) جس کی طرف اس نے نیت کی ہے۔

(صحیح ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۰۰ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷)

نہائی رقم الحدیث: ۵۷ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۲ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۰۳ طبع قدیم)

وضو کو اس ترتیب سے کرنا جس ترتیب سے قرآن مجید میں اعضاء کو دھونے کا حکم ہے یہ بھی مستحب ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید میں اس ترتیب کا ذکر ہوتا ہے اور بکثرت احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا اس ترتیب سے وضو کرنا لکھا ہے۔ علامہ قدوری کے نزدیک یہ مستحب ہے اور علامہ المرتضیٰ کے نزدیک سلف ہے۔

دائیں عضو کو بائیں عضو سے پہلے دھونا مستحب ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر کام میں دائیں طرف سے ابتدا کرنا پسند تھا حتیٰ کہ جوئی پینے میں بھی۔

(صحیح ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۰ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۸)

سنن نسائی، رقم الحديث ۳۳، مسند احمد، ج ۱۰، رقم الحديث ۲۵۸۸، مطبوعہ دار الفکر ۱۴۳۳ھ  
وضو کے آداب

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد سکھری حنفی ۸۸۷ھ لکھتے ہیں: وضو کے حسب ذیل آداب ہیں:

- (۱) اسراف کو ترک کرنا (۲) ہمت کھپانی لینے کو ترک کرنا (۳) اس کپڑے سے اعضا وضو کو نہ پہنچنا جن سے استنجائی چکے کو پونچھا ہو (۴) لوگوں سے باتیں نہ کرنا (۵) بلا ضرورت وضو میں لوگوں سے مدد نہ لینا ویری نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت مغیبہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نبی پیغمبر کو وضو کراتے تھے۔ (۶) وضو کے لیے خود پانی لانا (۷) استبراء کے وقت اس انگوٹھی کو اٹکالینا جس پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ پیغمبر کا نام ہو۔ (۸) وقت سے پہلے وضو کی تیاری کرنا (۹) ہر عضو دھوئے وقت کلمہ شہادت پڑھنا (۱۰) قبلہ رو ہو کر وضو کرنا (۱۱) انگوٹھی کے نیچے سے پانی گزارنا (۱۲) چہرے پر پانی سے چھینکے نہ مارنا (۱۳) جن اعضا کو دھوئے ان پر ہاتھ پھیرے (۱۴) اطمینان سے وضو کرنا (۱۵) لیل کر دھونا، خصوصاً سروں میں (۱۶) چہرے، ہاتھوں اور پیروں کو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا تاکہ قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ اعضا سفید ہوں (۱۷) وضو کے بعد یہ پڑھنا سبحانک اللہم اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبیدہ ورسولہ اللہم اجعلنی من التوابین (الحج)
- (۱۸) قبلہ رو کھڑے ہو کر وضو کا پانی چننا ایک قول یہ ہے کہ اگر چاہے تو بیٹھ کر (اسی طرح آب زمزم قبلہ رو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے "ومن يعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب" (الحج: ۳۲)
- "اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالا تو یہ لوں کے تقویٰ سے ہے" علامہ شامی نے لکھا ہے یہ مستحب نہیں، صیاح ہے۔ افضل ان باتوں کو چننا کر پینا ہے۔ لیکن شاید انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا۔ سعیدی، مغیرا (۱۹) وضو کے بعد دو رکعت نماز سنت الوضو پڑھنا (۲۰) اپنے کپڑوں کو وضو کے قطروں سے بھلانا (۲۱) باتیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۲۲) وضو کے پانی میں نہ تھوکانا (۲۳) تین دھو سے زیادہ نہ دھونا (۲۴) دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو نہ کرنا

(رجل اللہ، ج ۱، ص ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

وضو توڑنے والے امور

سبیلین یعنی اگلے عروج اور پچھلے عروج سے جو چیز نکلے خطا بول اور راز اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید کی زیر تقریر آیت میں وضو ٹوٹنے کے اسباب میں بیان فرمایا ہے:

اَوْسَاءَ اَحَدٍ قِيَّتْ كُمْ يَسَّ الْفَاتِيْطِ (المائدہ ۴)

جسم سے خون یا پھل نکلے یا نہ بھر کرتے آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

المحمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت فاطمہ بنت ابی عیسیٰ رضی اللہ عنہا نے نبی پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں جس کو مسلسل حیض آتا رہتا ہے اور میں بالکل پاک نہیں ہوتی۔ کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ پیغمبر نے فرمایا میں یا عیسیٰ یا عیسیٰ صرف رگ (سے خون نکلا ہے) رحم سے نہیں نکلا ہے۔ سو جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو تم خون دھو لو اور نماز پڑھو۔ پھر ہر نماز کے لیے ایک بار وضو کرو۔ حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۸) صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۳۳ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۷۸ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۱ ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۱ سنن احمد رقم الحدیث: ۲۵۶۷۹ طبع دار الفکر ۱۳۳۵ھ ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵ طبع قدیم

اس حدیث میں روگ سے نکلنے والے خون کو وضو نوٹنے کی علت فرمایا۔ سو جس بھی یہ علت پائی جائیگی وضو نوٹ جائیگا۔ امام علی بن عمر دار قطنی حنفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عیسیٰ بن جریج بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر پینے والے خون سے وضو (لازم) ہے۔

اس حدیث کی سند منقطع ہے کیونکہ عمر بن عبد العزیز کا قیسم داری سے صلح نہیں ہے اور اس کی سند میں یزید بن خالد اور یزید بن محمد ضعیف ہیں۔ (سنن دار قطنی ج ۱ رقم الحدیث: ۵۵) (مسند دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ جریج سے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا خون کے ایک قطرہ یا دو قطرہوں سے وضو نہیں ہے سوال کیا کہ بنے والا خون نکلے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۵۴۳-۵۴۴)

امام دار قطنی نے ابن دو نوں سندوں کو بھی ضعیف کہا ہے لیکن تعدد اسناد سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور وہ کافی استدلال ہوتی ہے۔ ابن جریج اپنے والد جریج سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے منہ بھر کرے کی یا اس کی تکبیر پھوٹ گئی وہ واپس لوٹے اور وضو کرے اور اپنی نماز جاری کرے۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۵۵۸) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۲۱ سنن کبریٰ رقم الحدیث: ۱۵۳۱ سنن ابی داؤد رقم الحدیث: ۲۹۳۳) امام دار قطنی نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۵۹) ۵۶۰ نیز امام دار قطنی نے اس حدیث کو ابن جریج کے والد سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۶۳) دو سندوں کے ساتھ حضرت علی جریج سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۶۱-۵۶۰) نیز اور کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۶۰-۵۶۱) ۵۶۸-۵۶۷

ہر چند کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں لیکن تعدد اسناد کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور کافی استدلال ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قے کرنے سے اور غیر خرمین سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (العلوی الکبیر ج ۱ ص ۳۳۳)

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام ترمذی حنفی ۳۸۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ جریج بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وضو صرف پانچ نکلنے سے یا ہوا خارج ہونے سے لازم آتا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۵۵ سنن احمد رقم الحدیث: ۳۲۳ دار الفکر سنن کبریٰ رقم الحدیث: ۱۵۳۱)

اس حدیث سے استدلال درست نہیں ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بول و براز نکلنے سے غیثہ سے اور جماع سے بھی وضو نہ لوٹے۔ جب کہ شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے سے بھی وضو نوٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اس لیے اسی حدیث میں غیر خرمین سے خون نکلنے اور منہ بھر کرے کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابو ہریرہ نے یہ حدیث اس شخص کو سنائی ہے جس کو ہوا خارج ہونے کا شک ہو تا تھا اس لیے انہوں نے کہا جب تک آواز نہ نکلے یا پوند آئے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

امام شافعی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ امام ابو داؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے ایک شخص نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا اس مشرک نے قسم کھائی میں اس وقت تک خون کا پھینکا کرنا رہوں گا جب تک کہ اصحاب محمد ﷺ اس سے کسی کا خون نہ بھاروں۔ وہ نبی ﷺ کا پھینکا کرنا رہا حتیٰ کہ نبی ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ آپ نے فرمایا ہمارا پہرہ کون دے گا ایک صابرو اور ایک انصاری نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تم دونوں گھٹی کے منہ پر کھڑے رہنا جب وہ دونوں گھٹی کے منہ پر پہنچے تو صابریٹ گیا اور انصاری کھڑے ہو کر نوازہ صابراہ اس مشرک نے اس انصاری کو دیکھا تو کچھ لیا کہ یہ غسلاؤں کی صفات کر رہا ہے اس نے اپنا تیر لٹل کر کلن میں رکھا اور لگا تو تین تیر ملے۔ وہ انصاری اسی طرح نوازہ میں رکوع اور ہود کرنا رہا حتیٰ کہ صابریہ اور ہود گیا جب اس مشرک کو اندازہ ہوا کہ یہ لوگ چکے ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا جب صابری نے انصاری کے جسم سے خون ہٹا ہوا دیکھا تو کہا سبحان اللہ! جب تمہیں پستائیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں دیکھا؟ انصاری نے کہا میں قرآن مجید کی جس سورت کو پڑھ رہا تھا میں نے اس کو منقطع کر دیا پس کیا۔

اسنن ابوداؤد رقم الحدیث ۸۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳-۳۳۲، طبع قدیم سنن کبریٰ للبخاری ج ۱ ص ۵۰، صحیح ابن خزمہ رقم الحدیث ۳۸۶، سنن دارلقنی رقم الحدیث ۸۵۸، المستدرک ج ۱ ص ۱۵۹

امام شافعی رحمہ اللہ کا اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہو تا جب نبی ﷺ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا جاتا اور آپ اس نوازہ کو ہارنے کا حکم نہ دیتے۔ تاہذا خلفہ منذری نے لکھا ہے کہ جب کہ تیر لٹل کر بنے والا خون اس انصاری کے بدن میں کی گھل اور اس کے کپڑوں پر بھی پھینکا ہوا گاور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں نوازہ صحیح نہیں ہوتی خواہ خون خود زای ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ خون کی دھار اس طرح بھی گئی کہ اس کے کپڑوں اور بدن پر خون نہیں لگا تو یہ بہت عجیب خبریات اور بہت بڑا مشکل ہے۔ (مختصر سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۳)

علامہ ہاروری شافعی نے بعض آثار صحابہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ لیکن وہ سب ضعیف ہیں۔

اگر کسی شخص کو لینے ہوئے نیند آجائے یا کسی چیز سے اس طرح ٹپک لگائے ہوئے نیند آجائے کہ اگر اس چیز کو ہٹایا جائے تو وہ گر جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

امام ابو یوسف یحییٰ بن زہری متوفی ۲۴۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مجھ میں سوئے ہوئے تھے حتیٰ کہ آپ نے غرائے لمے پھر آپ نے کھڑے ہو کر نوازہ پوری کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو سو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا وضو اس شخص پر واجب ہو تا ہے جو لیٹ کر سوئے۔ کیونکہ جب انسان لیٹ جاتا ہے تو اس کے اصحاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

(اسنن ترمذی رقم الحدیث ۷۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۲۰۲، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۹، طبع قدیم) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے سند صحیح سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سوئے تھے پھر کھڑے ہو کر نوازہ پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا نیند سے لی رہا تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے مجھے گود میں بھر لیا میں نے دیکھا تو نبی ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مجھ پر وضو واجب ہو گیا؟ آپ نے

فرمایا میں جب تک تم اپنا پولو زمین پر نہ رکھو۔ (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۵۰۰ کمال ابن ہدی ج ۲ ص ۵۵)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لیکن چونکہ یہ حدیث متعدد اسناد سے مروی ہے اس لیے یہ حسن ضعیف ہے اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے۔

امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت معلویہ بن ابی سفیان جریشی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا قنہ لگائے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ آنکھ سرین کی رسی ہے جب آنکھ سوجاتی ہے تو یہ رسی ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے سو جو شخص سوجائے وہ وضو کرے۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث ۵۸، المعجم الکبیر ج ۱۸، رقم الحدیث ۸۵۷۵، مسند احمد ج ۳ ص ۹۶، مسند ابو حلی ج ۳، رقم الحدیث ۷۷۳، سنن داری ج ۱، رقم الحدیث ۷۷۳، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۷۷۳، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۸۸، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۲۰۳۰، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۳، المصباح المصغیر ج ۱، رقم الحدیث ۵۷۴، المصباح الکبیر ج ۱، رقم الحدیث ۱۵۳۳)

اس حدیث کی سند میں ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم ضعیف راوی ہے اور یقینہ بن ابولیدہ لیس ہے۔ امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ حنفی، شافعی اور مالکی سے علی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، تاہم یہ حدیث دیگر احادیث صحیحہ اور حسنہ کی موید ہے۔

نماز میں قنہ لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے کیونکہ بدن سے کوئی نجاست نہیں نکلی، لیکن حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قیاس پر حدیث کو مقدم رکھتے ہیں۔ چنانچہ کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

امام علی بن عمر دارقطنی حنفی ۸۵۷۳ روایت کرتے ہیں:

شیخ بن اسماعیل اپنے والد جریشی سے روایت کرتے ہیں، ایک بڑا شخص آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا، ہم اس سے ہنس پڑے، رسول اللہ ﷺ نے ہم کو پورا وضو دوبارہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کو شروع سے دہرائے کا حکم دیا۔

(سنن دارقطنی ج ۱، رقم الحدیث ۵۹۱)

اس حدیث کی سند میں حسن بن دینار متروک ہے۔ (ایمر بن الاشعث ج ۲ ص ۲۲۴)

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جب مہر عورت کے یا عورت مرد کے بدن کو بلا حجاب چھوئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ذیل تفسیر آیت میں "اولسئف النساء فلم یجدوا ماء فیمسوا صعبا طيبا" (المائدہ ۶) وہ اس آیت میں لمس کا معنی چھونا کرتے ہیں، یعنی یا تم نے عورتوں کو مس کیا ہو، پس تم اپنی کونہ پاؤں تو تمیم کرو۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس آیت میں لمس جماع سے کنایہ ہے، یعنی جماع اور مباشرت سے وضو ٹوٹا ہے، صرف چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن مجید میں لمس، مس کے لفظ جماع سے کنایہ ہیں۔

(المصباح لاحکام القرآن ج ۳ ص ۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۲۷ روایت کرتے ہیں:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورہی تھی اور میرے دونوں ہر آپ کے سامنے تھے۔ جب آپ سجدہ میں جلتے تو آپ میرے پیروں کو ہاتھ لگاتے، میں اپنے ہر کھنچا ہنسی، جب



کیونکہ اولاً تو یہ دیگر اصحاب کی طرح ایک عضو ہے جس طرح دیگر اصحاب کو چھوٹنے سے وضو واجب نہیں ہوتا اس کو چھوٹنے سے بھی وضو واجب نہیں ہوتا چنانچہ اس لیے کہ خون نہ پڑے اور پول براز کو چھوٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا جو نجس النجس ہیں تو جو عضو فی نفسہ طاهر ہے اس کو چھوٹنے سے وضو کیسے ٹوٹے گا؟

حکم کی شرط طریقتہ اور دیگر احکام

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو شخص ستر کے دوران پانی نہ پائے یا وہ شخص شر سے باہر ہو اور شر اس سے ایک میل (انگریزی ذریعہ میل یا اس سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو وہ پاک مٹی سے حکم کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فلم تجدوا ماء فتيمموا صعبا طيبا" (العائدہ ۶) پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے حکم کرو۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے۔ خود اس کو دس سال تک پانی نہ ملے "سو جب اس کو پانی مل جائے تو وہ اس سے اپنی کھال ترک کرے یعنی وضو کرے یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ عموماً روایت میں ہے کہ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔ (سنن ترمذی "رقم الحدیث ۳۳" سنن ابوداؤد "رقم الحدیث ۳۲" سنن نسائی "رقم الحدیث ۳۱" سنن دارقطنی "رقم الحدیث ۱۷" مسند احمد "رقم الحدیث ۲۳۳" مسند ابی داؤد "رقم الحدیث ۲۳۳" سنن کبریٰ "رقم الحدیث ۲۳۳")

ایک (شرعی) میل کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ ایک میل کی مسافت سے وضو کے لیے شری میں جانے سے ضرر ہو گا اعتبار مسافت کا ہے "یعنی وقت یا نماز فوت ہونے کے خوف کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ تقصیر اس کی طرف سے ہے اور اگر اس کو پانی دستیاب ہو لیکن وہ باہر ہو اور اس کو یہ حدش ہو کہ اگر اس نے پانی استعمال کیا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا تو وہ حکم کرے۔ اگر جیسی کو یہ حدش ہو کہ اگر اس نے غسل کیا تو وہ سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا تو وہ حکم کرے "خود شری میں ہو۔

حضرت عمو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک سردی کی رات میں جیسی ہو گئے۔ انہوں نے حکم کیا اور یہ اہمیت پڑی وہاں "فغسلوا أنفسكم ان الله كان بكم رحيما" (النساء ۴۹) تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو "بجہ تک اللہ تم پر مہربان ہے" پھر انہوں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے ان کو طاعت نہیں کی۔ (صحیح بخاری "مطبوعہ مکتبہ")

حکم کا طریقہ یہ ہے کہ پاک مٹی پر دو ہاتھ ملے۔ ایک ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملے اور دوسری ہاتھوں کو سمیت ہاتھوں پر ملے ہاتھوں سے مٹی کو بھاڑے تاکہ چوڑا نہ ہو۔

اہم ہو حقیقتہً اور اہم ہے کہ نزدیک زمین کی جنس سے ہر چیز کے ساتھ حکم کرنا جائز ہے۔ مثلاً مٹی "چتر" چتر چونا اور بڑا ٹکڑا ایک حکم کی زبرد اور زہری دھات کا وضو ہے۔ حکم ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جس سے وضو ٹوٹتا ہے۔ نیز جب انسان کو پانی مل جائے اور وہ اس کے استعمال پر قادر ہو تو اس سے بھی حکم ٹوٹ جاتا ہے۔ حکم سے فرائض اور فرائض سب کچھ پڑھ سکتا ہے اگر نماز جتارہ یا عید کی نماز کے وقت ہوئے گا وضو ہو تو شری میں بلا غلطی بھی حکم کرنا جائز ہے۔

(ادنیہ اولین "ص ۵۶-۵۹" مطبوعہ مکتبہ شریعت اسلامیہ)

حکم سے متعلق دیگر مباحث ہم نے (العائدہ ۱۳) میں بیان کر دیے ہیں۔ وہیں مفصلہ فرمائیں۔

**وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّيْدِي وَاتَّقُوا اللَّهَ**

اور تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو، اور اس جملہ و پیمانہ کو جو اس نے پہنچانے کے ساتھ

بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

تم سے یا ہے، جب تم نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ دان کی بات

يَذَاتِ الصُّدُورِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ

کھڑے والا ہے ۝ اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم

بِاللَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ

ربنے والے ہر جاؤ دران حاکم تم انصاف کے ساتھ گواہی دیتے رہو کسی قوم کی عداوت

أَلَّا تَعْدِلُوا إِذْ عَدِلْتُمْ هَٰؤُلَاءِ لَكُمْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ

تیس بے انصافی پر نہ اجماع تم حل کرتے رہو وہ غرت خدا کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو،

إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

بیشک اللہ تمہارے کاموں کی بہت خبر رکھنے والا ہے ۝ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان سے

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے ۝ اور جو لوگوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخی ہیں ۝ اے ایمان والو!

آمَنُوا إِذْ ذُكِّرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ آنِيسٌ طُورُوا إِلَيْكُمْ

تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو، جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا

أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَعَلَىٰ اللَّهِ

ارادہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ۝



اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مگر تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو جو اس نے پختی کے ساتھ تم سے لیا ہے۔ جب تم نے کہا تم نے سالو اطاعت کی اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

(امائدہ ۷)

اللہ کی نعمت اور اس کے عہد و میثاق کا معنی

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم کو عطا فرمائی ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی اور اس عہد کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ تمہیں خوشی ہو یا رنج، صولت ہو یا غمی، ہر حال میں تم اللہ کے احکام سن کر قبول کرو گے اور اس کی اطاعت کرو گے اور تم نے یہ کیا تھا کہ آپ ہمیں جس چیز کا حکم دیں گے ہم اس کو بجالائیں گے اور جس حکم سے منع کریں گے اس سے باز رہیں گے اور تم پر یہ بھی اللہ کا انعام تھا کہ تم نے یہ عہد کیا سو اے مسلمانو! تم اپنے اس عہد کو پورا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت میں دائمی نعمتیں عطا فرمائے۔

تم اس عہد کو توڑنے یا پورا نہ کرنے کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو! ایسا نہ کرو کہ ذہن سے اطاعت کا اقرار کرو اور دل میں اس کے خلاف ہو اور اپنے ظاہر اور باطن میں اس عہد کی خلاف ورزی کرنے سے اللہ سے ڈرو! کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی معین نعمت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ جس نعمت کا ذکر فرمایا ہے اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ تم اللہ کی ان نعمتوں پر غور کرو جو اس نے تم کو عطا فرمائی ہیں۔ اللہ نے بندوں کو جو نعمتیں دی ہیں ان کا شکر کون کر سکتا ہے۔ اس نے حیات عطا فرمائی، صحت دی، عقل اور ہدایت دی۔ آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھا اور دنیا میں بہت اچھائیاں عطا فرمائیں۔ بندوں کو چاہیے کہ اللہ کی ان نعمتوں پر غور کریں، اس کا شکر بجالائیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اس آیت میں فرمایا ہے تم ان نعمتوں کو یاد کرو اور یاد رکھو بولنے کی فرع ہے، یعنی انھیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ دنیا کی رنجشوں میں اور نفس کے تقاضوں کو پورا کر کے کی تک وہ وہ میں لگا رہتا ہے اور جب کوئی نعمت چلی جاتی ہے تو پھر اس نعمت کو یاد کرتا ہے حالانکہ اسے چاہیے کہ وہ نعمت کی حالت میں اپنے منہم کو یاد رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف متوجہ کرنے کا ایک سبب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اور اس کی طرف متوجہ کرنے کا دوسرا سبب اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد و میثاق ہے۔ اس میثاق کی ایک تفسیر وہ ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے وقت آپ کی اطاعت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل سے عہد اور میثاق لیا کہ وہ تورات پر ایمان لائیں اور تورات میں سیدنا محمد ﷺ کی بشارت ہے تو انہوں نے تورات کے ضمن میں آپ کی نبوت پر ایمان لانے کا بھی اقرار کیا تھا سو اس سے یہ میثاق مراد ہے اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام رُوحوں کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا تو ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا اور چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور شریعت پر جو عقلی دلائل اور شرعی براین قائم کی ہیں عہد اور میثاق سے وہ دلائل اور براین مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ! در آنحالیکہ تم انصاف کے ساتھ کوئی دینے والے ہو۔ (المائدہ ۸۵)

## صحیح اور سچی شہادت کی اہمیت

یہ آیت بھی سابقہ آیت سے متصل ہے اور اس سے مراد بھی اللہ تعالیٰ کی ملامت پر ہر گنہگار کا ہے۔ اس آیت میں دو حکم ہیں (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنا اور انصاف کے ساتھ گواہی دینا اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کا ظاہر بھی دو چیزیں ہیں۔ اللہ کی تعظیم اور بندوں پر شفقت کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور حق پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا اس کا متعلق اللہ کی تعظیم کے ساتھ ہے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینا اس کا متعلق بندوں پر شفقت کے ساتھ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے قربت داروں اور دوستوں کی محبت کی وجہ سے شہادت دینے میں کوئی یا کسی نہ کرو اور اپنے مخالفوں اور دشمنوں سے بغض کی وجہ سے شہادت میں کوئی رو دہل نہ کرو صرف انصاف کی رو سے شہادت دو خواہ اس سے تمہارے دوستوں کو نقصان پہنچے یا تمہارے دشمنوں کو فائدہ پہنچے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی قوم کی عداوت تمہیں ہے انصاف ہی نہ ابھارے۔

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر عام ہے اس کا معنی یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ بغض تمہیں اس کے ساتھ انصاف کی ضرورت ہے نہ تمہارے پہلے طور کہ تم مدد سے تجلواؤ کہہ بلکہ تم ان کے ساتھ انصاف کرو خواہ انہوں نے تمہارے ساتھ برائی کی ہو اور ان کے ساتھ نیکی اور اچھائی کے ساتھ پیش آؤ خواہ انہوں نے تمہارے ساتھ بدی اور برائی کی ہو اور مخلوق میں سے ہر ایک کے ساتھ عدل اور انصاف کرو اور کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہ کرو اور اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت کفار مکہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو چھ بھری میں مسجد حرام میں داخل ہونے اور محرم کرنے سے روک دیا تھا اور مدینہ سے آگے نہیں جانے دیا تھا۔ سو اس وجہ سے تم ان پر ظلم اور زیادتی نہ کرنا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلمانوں کو کفار پر ظلم اور زیادتی کرنے سے منع کیا گیا ہے علائکہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مشرکوں کو جہاں پائیں قتل کر دیں اور میدان جنگ میں آئے والے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیں اور ان کے اموال لوٹ لیں تو پھر اور ظلم اور زیادتی کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم یہ ہے کہ جب وہ اسلام لائیں تو ان کا اسلام قبول نہ کیا جائے ان کے بچوں کو قتل کیا جائے بیٹوں کا مثلہ کیا جائے اور ان سے کیے ہوئے معلوموں کو توڑ دیا جائے۔ اس کے بعد فرمایا تم عدل کرتے رہو وہ خوف خدا کے زیادہ قریب ہے۔

عدل تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اس کی بھی دو تفسیریں ہیں۔ تعالیٰ کے معنی میں خوف خدا کی وجہ سے گناہوں سے احتساب کرنا اور جو شخص عدل کرتا ہے وہ گناہوں سے احتساب کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص عدل کرتا ہے وہ عذاب اخروی سے بچنے کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اس آیت میں اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ بھی عدل کرنے کا حکم دیا ہے علائکہ وہ اللہ کے دشمن ہیں اور جب اللہ کے دشمنوں کے ساتھ عدل کرنا واجب ہے تو اللہ کے دوستوں کے ساتھ عدل کرنا حق اور زیادہ مطلوب ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا اور اللہ سے ڈرتے رہو یہے نیک اللہ تمہارے کلاموں کی بہت خبر رکھنے والا ہے (المائدہ ۸۷)

یعنی اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور وہ تمہارے کلاموں سے باخبر ہے سو اگر تم نے کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دی یا کسی کے حق میں جھوٹی گواہی دی اور بے انصافی کی تو وہ اللہ سے حق نہیں ہے۔ پھر صبح کو اور سچی گواہی پر اجر و ثواب کی بشارت دی اور جھوٹی گواہی پر عذاب کی وعید سنائی اور فرمایا جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (المائدہ ۹۰) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخی ہیں۔

تا اہل کو سند یا لاشس دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر

مفتی محمد شفیع دیوبندی حنفی ۴۱۹ھ لکھتے ہیں:

آخر میں ایک اور اہم بات بھی یہاں جتنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ لفظ شلوت اور گواہی کا جو مضمون آج کل عرف میں مشہور ہو گیا ہے وہ صرف مقدمات و خصوصیات میں کسی حاکم کے سامنے گواہی دینے کے لیے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ مگر قرآن و سنت کی اصطلاح میں لفظ شلوت اس سے زیادہ وسیع مضمون رکھتا ہے۔ مثلاً کسی بیمار کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دینا کہ یہ ڈیوٹی ادا کرنے کے قابل نہیں یا ڈاکٹری کرنے کے قابل نہیں یہ بھی ایک شلوت ہے۔ اگر اس میں واقعہ کے خلاف لکھا گیا تو وہ جموئی شلوت ہو کر گناہ کبیرہ ہو گیا۔

اسی طرح احتمالات میں طلباء کے پرچوں پر نمبر لکھا بھی ایک شلوت ہے۔ اگر جان بوجھ کر یا بے پردائی سے نمبروں میں کمی بیشی کر دی تو وہ بھی جموئی شلوت ہے اور حرام اور سخت گناہ ہے۔

(عارف القرآن، ج ۲، ص ۷۱، ۷۰، ۷۲، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی)

ہمارے نزدیک اگر کوئی ڈاکٹر کسی صحت مند شخص کو کسی تعلق کی بنا پر یا رشتہ لے کر بیماری کا سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے تو اس کے سر پر ایک گناہ تو رشتہ لینے کا ہے اور اپنے منصب سے باہر تہ فاضلہ کا گناہ ہے۔ اور دو سر گناہ اس کا جھوٹ ہے اور جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جموں پر لعنت فرمائی ہے:

أَن تَلْعَنَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَآلَهُمْ إِنَّ الْكُذِبَ سَئِئٌ

اگر وہ جموں میں سے ہو تو یہ عجب اس پر اللہ کی لعنت

(الزور ۸) -۲-

اور جھوٹ پر عذاب کی وہ حد ملتی ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ يَسْأَلُونَكَ مَوْلَايَ عَنِ الْيَتَامَىٰ

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، کیونکہ وہ جھوٹ

(البقرة ۲۱۷) بولتے تھے۔

اگر کوئی معین کسی طالب علم کے پرچہ میں رشتہ لے کر یا سفارش یا تعلق کی بنا پر زیادہ نمبر لگاتا ہے یا دشمنی اور بدادیت کی بنا پر اس کے نمبر کم لگاتا ہے تو یہ ظلم ہے کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔

علامہ میرید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی ۸۸۱ھ لکھتے ہیں:

ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور اس کا شرعی معنی ہے حق سے باطل کی طرف جھلوز کرنا اور اس کو جو رکھتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ غیر کی ملک میں تصرف کرنا ظلم ہے اور حد سے جھلوز کرنا ظلم ہے۔

(کتاب الاحیال، ص ۶۳، مطبوعہ ایوان افاضیہ، ج ۳، ص ۶۱، المفردات، ص ۳۱۶-۳۱۵)

اور ظلم بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں پر لعنت فرمائی ہے:

أَلَا تَعْنَىٰ اللَّهُ عَلَى الظَّالِمِينَ (هود ۸۵)

سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اس لیے کسی ڈاکٹر کا صحت مند کو بیماری کا سرٹیفکیٹ دینا یا کسی افسر کا ایڈمی کو ڈاکٹر یا ایک لاشس دینا یا کسی عیسیٰ ڈاکٹر کے غلط نمبر کی بھی میٹر کا سند دینا یا رشتہ لے کر کسی غیر محل کو قوی شناختی کارڈ دینا یا کسی بیوقوف کو بیادار دیکھنے کی سند جاری کر دینا اور اس نوع کی تمام جھوٹی اور جعلی دستاویزات، جھوٹ اور ظلم پر جتنی ہیں، اور گناہ کبیرہ ہیں۔ تاہم ان کو جموئی شلوت کے ذیل میں لانا صحیح نہیں ہے، خصوصاً معین کے نمبر لگانے کا معاملہ کسی طور پر شلوت نہیں ہے۔ اس کے لگائے ہوئے نمبر شلوت

نہیں بلکہ ایک قسم کا فیصلہ ہیں اگر وہ غلط نہیں لگے گا تو یہ اس حد اُت کے خلاف ہو گا اور قرآن مجید میں ہے:  
وَلَا يَحْزَنُ مَنكُمْ شَيْئًا قَوْمٌ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْدُوا  
إِعْدَاؤُهُمْ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (المائدہ: ۸۰)  
دل کرتے ہو وہ خوفِ حق کے زیادہ قریب ہے۔

طالب علم کا بچہ چمک کر کہے جو نہیں لگتا ہے وہ اس کی مثال اور فیصلہ ہے۔ اسی طرح وہ امر گازی کی فٹ نیس کا سر ٹیکٹ دیتا ہے یا میز کو کھینچ کر لے دیتا ہے یہ اس کی مثال اور فیصلہ ہے اور ڈاکٹر جو سر ٹیکٹ دیتا ہے یہ اس کی ماہرانہ رائے ہے۔ یہ تمام امور مثلاً بقضاء ہیں شلوت نہیں۔ پس شلوت دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسے میں شلوت دیتا ہوں جیسا کہ ہم فقہ رباعیہ کے مطابق بیان کریں گے۔ اس لیے اگر یہ لوگ غلط فیصلہ کریں گے اور خلاف واقع تحریر کریں گے تو عدول کے خلاف ہو گا اور علم اور بصورت ہو گا اور یہ کام مرتب لغت ہیں اور گنہ گیرہ ہیں لیکن یہ شلوت کی تعریف میں نہیں آتے۔ اب ہم آپ کے سامنے شلوت کی تعریف اور ارکان بیان کر رہے ہیں۔

### شلوت کی تعریف

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جہانی حنفی ۸۸۶ھ لکھتے ہیں صحنی کے سامنے ایک شخص کے دوسرے شخص پر حق کی لفظ شلوت کے ساتھ خبر دینا (مثلاً کسے میں شلوت دیتا ہوں کہ ملاں آدمی کا ملاں شخص پر ملاں حق ہے) شریعت میں شلوت ہے۔ (کتاب الصریحات ص ۵۷ مطبوعہ ایران)

علامہ حسین بن محمد رافع امین حنفی ۵۰۴ھ لکھتے ہیں:  
شلوت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم علم اور حقین کے قائم مقام ہے اس میں یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ میں جانتا ہوں بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ دوسری قسم وہ ہے جو قسم کے قائم مقام ہے اس میں مثلاً یہ کہے کہ میں اللہ کو گواہ کرنا ہوں کہ زید چلے والا ہے۔ (الغفرات ص ۳۸)

علامہ محمد بن محمود دہلوی حنفی ۸۸۶ھ لکھتے ہیں:  
جب کوئی مسوالت کی جس سے کوئی بات نہ ملے مثلاً بیع اقرار یا حاکم کے حکم کو نہ ملے یا مہرات میں سے کسی چیز کو دیکھے مثلاً کسی کو قتل کرتے ہوئے دیکھے یا کسی کو نصب کرتے ہوئے دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں ملاں شخص نے بیع کی یا حاکم نے فیصلہ کیا خواہ اس کو کوئی نہ بخلیا گیا ہو۔

(حاشیہ بیع اقرار ج ۲ ص ۳۵ طبع ۱۳۱۵ھ)

علامہ مکمل الدین ابن ہمام حنفی ۸۸۴ھ نے لکھا ہے کہ شلوت میں لفظ شلوت (مثلاً میں شلوت دیتا ہوں) کہنا ضروری ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسی لفظ کے ساتھ شلوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔

وَأَشْهِدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنكُمْ (الطلاق: ۳)  
وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ (البقرہ: ۲۸۲)  
وَأَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُم (البقرہ: ۲۸۲)

وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ (الطلاق: ۳)

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری حنفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شلوت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم سورج کو دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اس کی مثل ہو تو شلوت دو روز نہ چھوڑو

(المستدرک ج ۳ ص ۱۸۸ مسند بکری ج ۱۰ ص ۱۵۶)

ابن تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی سنی ہوئی بات یا کسی وقوع پزیر ہونے والے حادثہ کی لفظ شلوت کے ساتھ خبر دینے کو شلوت کہتے ہیں۔ اور ڈاکٹر جو کسی شخص کے متعلق اپنی رائے لکھتا ہے یا سخن کسی پرچہ پر نمبر لگاتا ہے اس میں کسی واقعہ یا حادثہ کی خبر نہیں دی جاتی بلکہ اپنی طرف سے ایک رائے دی جاتی ہے یا ایک حکم لگایا جاتا ہے۔ اس لیے ابن امور کو شلوت کے ذیل میں لانا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر بدعتی کی وجہ سے صحیح رائے نہ لکھی جائے یا صحیح حکم نہ لگایا جائے تو یہ عدل کے خلاف ہے اور ظلم ہے اور اگر اس نے دانش اپنی فی الواقع رائے کے خلاف لکھا تو یہ جھوٹ ہے اور بضرل منہ کبیرہ ہے۔

نا اہل شخص کو ووٹ دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

کامیاب ہونے والے فارغ التحصیل طلباء کو سند یا سرٹیفکیٹ دینا اس کی شلوت ہے کہ وہ متعلقہ کام کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر وہ شخص واقع میں ایسا نہیں ہے تو اس سرٹیفکیٹ یا سند پر دھوکا کرنے والے سب کے سب شلوت کا پے کے مجرم ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح جمہلیوں اور کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شلوت ہے۔ جس میں ووٹ دہندہ کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت و امانت کے اعتبار سے بھی قوی نمائندہ بننے کے قابل ہے۔

اب غور کیجئے کہ ہمارے نمائندوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جن کے حق میں یہ گواہی سچی اور صحیح ثابت ہو سکے مگر ہمارے عوام ہیں کہ انہوں نے اس کو محض پارہیت کا کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اس لیے ووٹ کا حق کبھی چیلوں کے عوض میں فروخت ہوتا ہے کبھی کسی دہانے کے تحت استعمال کیا جاتا ہے کبھی پائدار دو دستوں اور ذیل وعدوں کے مجرور پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اور تو اور دیکھئے ہمارے مسلمان بھی نا اہل لوگوں کو ووٹ دیتے وقت کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ جھوٹی گواہی دے کر مستحق لعنت و نعراب بن رہے ہیں۔

نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی از روئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا ہے۔ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے اس کا حکم قرآن کریم کے الفاظ میں پہلے بیان ہو چکا ہے ارشاد ہے:

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَهُ  
نَصِيبٌ مِّمَّا رَفَعَتْ شَفَاعَتُهُ يَوْمَئِذٍ  
يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا۔

یعنی جو شخص اچھی اور سچی سفارش کرے گا تو جس کے حق میں سفارش کی ہے اس کے ایک عمل کا حصہ اس کو بھی ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرتا ہے یعنی کسی نا اہل اور برے شخص کو کامیاب بنانے کی سعی کرتا ہے اس کو اس کے برے اعمال کا حصہ ملے گا۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ امیدوار اپنی کارکردگی کے بیچ سالہ دور میں غلط اور ناجائز کام کرے گا جن سب کا وہیل ووٹ دینے

والے کو بھی پہنچے گا۔

دوٹ کی ایک تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ دوٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنی غمناکی کیلئے وکیل بناتا ہے۔ لیکن اگر یہ وکالت اسکے کسی محض حق کے متعلق ہوتی اور اسکا نفع نقصان صرف اسکی ذات کو پہنچتا تو اسکا یہ خود سردار ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اسکے ساتھ پوری قوم شریک ہے۔ اس لیے اگر کسی نا اہل کو اپنی غمناکی کے لیے دوٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا نکتہ بھی اسکی گردن پر رہا۔

غلام یہ کہ چارہ دوٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک شلوت، دوسرے شفاعت اور تیسرے حقوق مشترک میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک صلح قتل، قوی کو دوٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، اسی طرح نا اہل یا غیر متدین محض کو دوٹ دینا بمعنی شلوت بھی ہے اور بری شفاعت بھی اور بجاہز وکالت بھی اور اس کے چند کن ثمرات بھی اس کے ہمارے اہل میں لکھے جائیں گے۔

اس لیے ہر مسلمان کو ہر فرض ہے کہ دوٹ دینے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لے کہ جس کو دوٹ دے رہا ہے وہ کام کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں، اور دیانت دار ہے یا نہیں، محض غفلت و سہے پر دہی سے بلا جوہ ان عظیم گناہوں کا مرتکب نہ بنے۔ (اصارف القرآن، ج ۳، ص ۷۷، مطبوعہ دارالعارف، کراچی)

جو محض علم اور عمل کے اعتبار سے نا اہل ہو، اس کو دوٹ دینا ہمارے نزدیک بھی بجاہز اور مکمل ہے، لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ دوٹ کسی کے حق میں شلوت ہے، یا وکالت ہے، یا شفاعت ہے، اس کا شلوت نہ ہو تا تو ہماری پہلی تقریر سے واضح ہو گیا۔ شلوت میں کسی دیکھے ہوئے یا نہ ہوئے قائد کی لفظ شلوت کے ساتھ خبری جاتی ہے، اور دوٹ دینے کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ شفاعت اس لیے نہیں ہے کہ شفاعت میں کسی تیسرے محض کے پاس کسی منصب کے لیے سفارش کی جاتی ہے، اور اس تیسرے محض کے اختیار میں یہ معاملہ ہوتا ہے کہ خواہ اس شفاعت کو قبول کرے خواہ رد کرے، جبکہ دوٹ کی حیثیت اس طرح نہیں ہے۔ جس غمناک کے دوٹ ڈالنے گئے ہیں، اگر اس کے دوٹ اپنے مقابل سے زیادہ ہوں تو وہ اسمبلی کا ممبر بن جائے گا۔ اس میں کسی کے قبول کرنے نہ کرنے کا کوئی معاملہ نہیں ہے، اس طرح دوٹ وکالت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وکالت میں موکل کسی محض کو وکیل بنانے کے بعد اس کو معزل بھی کر سکتا ہے (حدیث اخیر، ص ۱۴۹) اور ووٹر کسی امیدوار کو دوٹ ڈالنے کے بعد اپنے دوٹ کو کنسل نہیں کر سکتا اور نہ ہی منتخب ہونے کے بعد اس امیدوار کو معزل کر سکتا ہے۔

اگر کوئی محض کسی متعلق یا لابی یا دھڑ کا وجہ سے کسی نا اہل محض کو دوٹ ڈال رہا ہے، تو اس عمل کے بجاہز ہونے کی صاف اور سیدھی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک منصب کے لیے نا اہل محض کو مقرر کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ اور اسلام میں کسی نا اہل کو منصب دینے سے منع کیا گیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۹۲ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے اپنی بات مکمل کر کے فرمایا: جب المائت خلیفہ کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا المائت کیسے خلیفہ ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی منصب کسی نا اہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

(صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۵۸، مسند احمد، تحقیق ابو شامہ، ج ۸، رقم الحدیث: ۸۷۷۷، الجامع الصغیر، ج ۱، رقم الحدیث: ۸۸۷۷، الکبیر، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۸۸۵)

جو کسی ایسے شخص کو قوی یا صوبائی اسمبلی کے لیے ووٹ ڈالتا ہے جو دینی اور دنیاوی علوم سے بہرہ مند نہ ہو اور اس کا بدلچلن اور بدکردار ہونا بالکل واضح ہو تو وہ اس تمام شخص کے لیے نا اہل شخص کو منتخب کر دیا ہے اور نا اہل کو منصب کے لیے منتخب کرنا اس حدیث کے مطابق قیامت آجانے کے حروف ہے۔ نیز اس سلسلہ میں مزید اصطلاحیں ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا امیر بنایا، مگر کہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ کا فریبی مردار بندہ تھا تو پتلے واسے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۹۳-۹۴ مطبوعہ دار الفہار، مکہ المکرمہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا امیر بنایا، مگر کہ وہ بدلتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو تکب اللہ اور ملت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے تو اس آدمی نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور تمام مسلموں سے خیانت کی۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۹۴ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، مدینہ)

حضرت ابو یوسف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب کوئی اہل شخص دین کا والی ہو تو دین پر نہ روئے اور جب نا اہل والی ہو تو پھر دین پر روئے، اظہار امر شکر توفیق ہے اللہ سے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۱ رقم الحديث ۲۳۴۷ امام حاکم اور امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المستدرک ج ۳ ص ۹۴ نیز امام طبرانی، متوفی ۳۲۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ المستدرک ج ۱ ص ۱۷۱ رقم الحديث ۲۳۴۷ امام طبرانی، متوفی ۳۲۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ المستدرک ج ۱ ص ۱۷۱ رقم الحديث ۲۳۴۷

ابن اصطلاح سے یہ واضح ہو گیا کہ جو شخص بیسوں کے لانچ، بیرونی کے تعلق یا کسی پڑا آدمی کے دھوکے وجہ سے نا اہل کو ووٹ ڈالتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلموں سے خیانت کرتا ہے۔ نیز اہل شخص کے ہوتے ہوئے نا اہل شخص کو ووٹ ڈالنا، ظلم ہے، کیونکہ ظلم کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور غلطوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے، اور ظلم مکمل کبیر ہے۔

نیز جب کوئی بدکردار اور فاسق و فاجر یا مذہب غلط اسمبلی میں پہنچے گا اور اس کو قانون سازی کا اختیار ملے گا تو یہ ممکن ہے کہ وہ خلاف شرع قانون بنائے یا اس کے حق میں ووٹ دے۔ جیسے عجب غفلت کے دور میں عائلی قوانین بن گئے جو سراسر غیر اسلامی ہیں اور ۱۹۷۱ء کی دھڑلے کاہنہ نے یہ سودہ قانون منظور کیا کہ عورت طلاق کا حق ہو اس کو موت کی سزا نہیں دی جائے گی اور یہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔ جن لوگوں نے ایسے بے دین لوگوں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچایا یا جنہوں نے خلاف شرع قانون سازی کی وہ بھی برابر کے مجرم ہیں۔ اس لیے جو لوگ غیر متدین اور غیر صالح لوگوں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچائیں گے، وہ بھی برابر کے مجرم ہوں گے۔ اس لیے نا اہل شخص کو ووٹ دینا بالکل جائز نہیں ہے، یہ اللہ اور اس کے رسول اور مسلموں کے ساتھ خیانت ہے، ظلم ہے، مگر خلاف شرع قانون بنانے کا ذریعہ ہے۔

طلب منصب کی تحقیق

ہمارے ملک میں طریق انتخاب کی یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ قوی یا صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے ہر امیدوار از خود کھڑا ہوتا ہے، مگر کہ اسلام میں از خود عدد کی طلب کرنا ممنوع ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ہم زاد بھائی چھپرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک

مجلس نے کہا یا رسول اللہ اللہ نے جن چیزوں پر آپ کو ولایت دی ہے، میں میں سے بعض پر ہمیں امیر بنا دیں۔ دوسرے نے بھی اسی طرح کہا آپ نے فرمایا بخیر انہم اس مجلس کو کسی منصب پر امیر نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرے گا اور نہ اس کو جو اس کی حرم کرے گا۔ (صحیح مسلم ج ۲، رقم طبع: ۳۳۷۱، مسطورہ حوالہ فقہی حواشی)

طالب منصب کو منصب نہ دینے میں یہ حکمت ہے کہ طالب منصب کے ساتھ اللہ کی توفیق اور تائید شامل نہیں ہوتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ منصب کو طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے اپنے لیے حکومت کا عہدہ طلب کیا تھا، قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّي مَوَدُّكَ ۖ  
(یوسف: ۵۵) میرے سپرد کر دیجئے، میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم خفیہ کا تحفظ بھی۔

بھی رکھتا ہوں۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ شریعت مسلمہ ہے اور شریعت مسلمہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں، وہ ہم پر حجت نہیں ہوتے۔ ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخیر انہم اس مجلس کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کو طلب کرے گا اور نہ اس مجلس کو عامل بنائیں گے جو اس کی حرم کرے گا۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قطعی اور یقینی ہوتا ہے، نبی کو وہی کی تائید حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے افضل کے متعلق اللہ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں، جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قطعی اور یقینی نہیں ہوتا اور غیر قطعی کو قطعی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا، جو ان کو وہی سے حاصل ہوئی اور عام آدمی کے حق میں یہ منظور نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو تو جو شخص اہل ہو، اس کا محض خدمت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔ ہمیں اس عقیدہ کی حمت سے انکار نہیں ہے، لیکن جو چیز ضرورت کی بنا پر جائز کی گئی ہو، اس کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے۔ اس کو عام رواج اور معمول بنالینا صحیح نہیں ہے، مثلاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بنا پر شراب اور خنزیر کی حمت مسلمہ ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کے حوالے سے محدود اور شراب کو کھانے پینے کا عام معمول بنائے، تو یہ صحیح نہیں ہے۔

موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا

پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر طبقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کنوینسنگ کرتے ہیں اور مخالف امیدوار کی کردار کشی کرتے ہیں اور اس سلسلے میں قیمت، ہفتہ اور حمت کی تمام حدود کو بھانگ جاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ اسلام میں باطل بنایا ہے، اور ہر امیدوار کے حلقے یہ کہنا ہے کہ ضرورت کی بنا پر کھڑا ہوا ہے، بدایت باطل ہے۔ کیونکہ ہر طبقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جو کچھ اور کوئی اہل نہیں تھا، اس لیے یہ سب امیدوار کھڑے ہو گئے ہیں۔

امیدوار کے لیے شرائط الہیت نہ ہونے کے غلط نتائج

در حقیقت پاکستان کے آئین میں طلب منصب کی اجازت و ممانعت غیر اسلامی دفعہ ہے۔ جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، ان ہی میں سے منتخب افراد آگے چل کر وزیراعظم، صدر مملکت اور وزراء اعلیٰ کا انتخاب کرتے ہیں اور یہی لوگ





پلوں میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔ قنود نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض دشمن آپ کی غفلت میں آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس اور اپنی کو بھیجا تھا۔

(جامع البیان ۶: ۳۰۱-۳۰۰ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۱۳-۲۹۱۰ مسند احمد ۵: ج ۵ رقم الحدیث: ۱۱۳۳۱)

علامہ ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اس آیت کے اعتبار سے پہلی روایت میں بیان کیا ہوا اشکان نزول رانج ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے کافروں کے ہاتھ کو روک لیا اور پہلی روایت میں نبی ﷺ اور مسلمان دونوں سے ہاتھ روکنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں صرف نبی ﷺ سے ہاتھ روکنے کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ

اور بیشک اللہ نے بنو اسرائیل سے پختہ معاہدہ کیا اور ان میں سے ہم نے بارہ نگران

اثنی عشر نَقِيْبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ

نقد کیے اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں، البتہ اگر تم نے نماز قائم

الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ

رکھی اور زکوٰۃ ادا کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی نصیحت کے ساتھ مدد کی

وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّا كُفْرَانَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

اور اللہ کو اچھا قرض دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا،

وَلَا تُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ

اور میں تم کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں سو تم میں سے جس

بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝۱۲ فِيمَا نَقُصُّهُمْ

نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ بیشک سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا ۱۲۔ تو ان کے بعد قصے

مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ

کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا (اللہ کے) کلام کو اس کے

عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ

مقامات سے بدل دیتے ہیں اور تمہیں کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کے بعد سے کافر بن گئے اور تمہیں اللہ آپ ان کی غیبت

جب بیان القرآن

عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ

پر ہمیشہ صغیر ہوتے رہیں گے ماسوا چند لوگوں کے ، آپ ان کو صاف بھیجے اللہ درگزر دیکھے ،

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝۱۳ وَ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي

بیشک اللہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۱۳ اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا ہم

أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ

نصاری ہیں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیت کا لکھا تھا تو ہم نے ان

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ

کے درمیان عداوت اور بغض کو روز قیامت تک لازم کر دیا اور مغرب اللہ انہیں ان کاموں

اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝۱۴

کی خبر دے گا ان کو وہ کرتے تھے ۱۴

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے بے شک جو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ ہزار مقرر کیے۔  
(طحاوی ۱۲)

سابقہ آیات سے ارتباط

یہ آیت سابقہ آیتوں کے ساتھ تین وجہوں سے مرتبط ہے:

- ۱۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا اور تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو جو اس نے جنگی کے ساتھ تم سے لیا ہے (الطہ ۱۰۵) اور اب یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل سے بھی پختہ عہد لیا تھا لیکن انہوں نے اس عہد کو فراموش کر دیا اور پھر انہیں کیا تو اسے مسلمانوں کو اس برائی میں یسویٰ کی مثل نہ ہو چاہے کہیں ایمان نہ ہو کہ عہد شکنی کی پاداش میں تم بھی اللہ کے غضب میں اس کی نعمت کا حامل بن جاؤ اور تم پر بھی ذلت اور مستحکم ذلّت دی جائے۔
- ۲۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھائے گا اور وہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا (الطہ ۱۰۵) اور ہم نے اس نعمت کی تفسیر میں امام ابن جریر کے حوالے سے بیان کیا تھا یہ آیت یہود کے حلق ہے جب انہوں نے نبی پیچھے اور آپ کے بعض اصحاب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا سو اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی مزید شرارتیں اور خباثتیں بیان کیں کہ انہوں نے صرف اللہ کے نبی کے ساتھ ہی خباثت نہیں کی بلکہ انہوں نے خود اپنے کے ساتھ کچھ ہونے عہد و پیمان کو بھی توڑ ڈالا تھا۔
- ۳۔ اس سے پہلے آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اللہ کے احکام کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی اور سرکشی سے باز رہیں اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ ان کے لیے کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کو بھی

یہی حکم دیا تھا کہ وہ اس کی اطاعت کریں اور سرکشی نہ کریں۔  
حل لغات

دیا دیا گزری میں سوراج کو قتب کہتے ہیں۔ پھاڑوں میں جو سرنگ پھیل جاتے ہیں اس کو حقیقت کہتے ہیں، کسی ایک انسان کے افضل کو بھی حقیقت کہتے ہیں، یہی تہ کہ جس طرح گزری یا دیوار میں سوراج موڑا ہوا ہے، اسی طرح ایک آدمی کے افضل بھی دوسرے لوگوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ قوم کا رہنما جو قوم کے احوال کی تحقیق کرتا ہے، مورد میں موڑا ہوا ہے، اس کو قتب کہتے ہیں۔ اس کی جمع قبایہ ہے۔ اس آیت میں فرمایا: ہم نے بنو اسرائیل کے بارہ قبایہ مقرر کیے ہیں، یعنی بنو بارہ گردوں میں بانٹ دیا اور ہر گروہ کا ایک سردار مقرر کیا۔ (الفردات، ص ۳۵، مطبوعہ ایران)

اس آیت میں فرمایا ہے: "وعدہ تسموہم" تم نے رسولوں کی تسمیہ کی۔ تسمیہ کا معنی ہے تقسیم کے ساتھ مدد کرنا، تسمیہ مد سے کم درجہ کی سزا کو بھی کہتے ہیں، اور یہ بھی ایک قسم کی نصرت ہے، یہی تہ کہ جس شخص میں کوئی ایسی خلعت ہو جس سے اس کو دنیا یا آخرت میں ضرر پہنچے، تسمیہ کے ذریعہ اس خلعت کو سنا کر اس کی نصرت کی جاتی ہے۔ اسی طرح تسمیہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہوا تو اس کا معنی تقسیم کے ساتھ مدد کرنا ہے۔

(الفردات، ص ۳۳۳، مطبوعہ ایران)

حقیقت کا معنی ہے خدمت، جہاں جس قسم کی خبر کو قبول نہ کرے، تحریف کا معنی ہے کسی شے کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا۔

بنو اسرائیل کی عہد شکنی کا بیان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی قوم بنو اسرائیل کے بارہ سرداروں کو منتخب کر کے جبرہہ کی سرزمین شام میں بھیجیں، تاکہ وہ اس قوم کے احوال کی تحقیق کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کریں اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل کو اس قوم کا وارث بنائے، اور اس سرزمین میں آباد کرے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو قوم فرعون سے نجات دی تھی، اور ان کو مصر سے نکال لیا تھا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق بارہ قبیلوں کو بھیجا، یہ بارہ قبیلہ جبرہہ کی جاسوسی کرنے کے لیے روانہ ہو گئے، ان کو راست میں ایک شخص ملا جس کا نام علاج تھا، (علاج بن حنی)، اس قدر لبا لور جبرہہ تھا کہ اس نے ان بارہ قبیلوں کو پکڑ کر اپنے بیٹہ میں اڑا لیا، اس کے سر پر گزریوں کا گھنٹا تھا، وہ ان کو لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہنا دیکھو یہ لوگ اپنے زحم میں ہم سے لڑنے آئے تھے۔ پھر اس نے ان سب کو اپنے بیٹہ سے نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہنا کیا، خیل ہے میں ان سب کو اپنے قدموں سے روند کر پیس ڈالوں؟ اس کی بیوی نے کہا: نہیں، بلکہ ان کو چھوڑ دو، تاکہ یہ اپنی قوم کو جا کر ہماری قوت اور طاقت کا حال بتائیں۔ جب یہ لوگ وہیں سے واپس ہوئے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر تم نے بنو اسرائیل کو اس قوم کا محل بیان کر دیا تو وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ جائیں گے، اور عہد ہو جائیں گے۔ اس لیے تم صرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو اس خبر سے مطلع کرنا، پھر انہوں نے ایک دوسرے سے اس پر عہد دیا، لیکن ان میں سے صرف وہ اس عہد پر قائم رہے۔ وہ یوحنا بن نون اور کلاب بن یوحنا تھے، اور باقی دس نے اس عہد کو توڑ کر تمام بنو اسرائیل سے علاج کا واقعہ بیان کر دیا۔ بنو اسرائیل کو جب جبرہہ کی قوت اور طاقت کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے خلاف جنگ کرنے سے انکار کر دیا اور کہنا

قَدْ حَبَّ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا  
 قَائِمُونَ۔ (المائدہ: ۴۴) یہاں بیٹھے والے ہیں۔ آپ اور آپ کا رب دونوں جائیں سو وہ جنگ کریں ہم

(جامع البیان 'ج' ۶ ص ۲۰۶-۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ 'اوسط' ج ۲ ص ۱۶۶ مطبعہ بیروت)

امام غزالی رحمہ اللہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے ہیں۔  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ نقیبوں سے یہ عہد اور میثاق لیا تھا کہ وہ جبہارہ کے جو بہت بڑے بڑے جسم دیکھ کر  
 آئے تھے اس کی بنواسرائیل کو خبر نہ دیں لیکن انہوں نے ان کو یہ خبر دے دی کہ ان کا عہد توڑنا تھا۔

(تفسیر کبیر 'ج' ۳ ص ۳۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی رضی اللہ عنہ کے لئے ہیں۔  
 ابو العلیہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ میثاق لیا تھا کہ وہ اس کی اغراض کے ساتھ عہد کریں اور اس کے علاوہ کسی کی  
 عہد نہ کریں اور مقل نے کہا ان سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ تورات کے احکام پر عمل کریں۔

(زاد المسیر 'ج' ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۱۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے فرمایا ہے ملک میں تمہارے ساتھ ہوں 'ابنہ اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا  
 کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی شقیم کی ساتھ حد کی اور اللہ کو اچھا قرض دیا تو میں ضرور تم سے  
 تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا۔ (المائدہ: ۳)

بعض رسولوں کے انکار کی وجہ سے نجات نہیں ہوگی 'خواہ نیک عمل کیے ہوں  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'میں تمہارے ساتھ ہوں' اس کا معنی ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا  
 ہے کہ یہ بارہ نقیبوں سے خطاب ہو 'اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بنواسرائیل کے ہر فرد سے خطاب ہو 'یعنی میں تمہارا کلام سن رہا  
 ہوں اور تمہارے افعال دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو میں تم کو اس کی جزا دینے پر تیار ہوں اور اگر تم اس عہد  
 کو پورا نہیں کرو گے تو اس کی سزا دینے پر تیار ہوں۔ پھر جزا کا ذکر فرمایا 'میں تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا اور تم کو جہنم  
 میں داخل کروں گا' پھر جزا کا ذکر فرمایا کہ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر  
 دیا۔

اس آیت میں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کو پہلے ذکر کیا اور رسولوں پر ایمان لانے کو بعد میں ذکر کیا 'جبکہ یہ ظاہر  
 رسولوں پر ایمان لانے کا پہلے اور نماز اور زکوٰۃ کی روانگی کا بعد میں ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود اس کا قرار  
 کرتے تھے کہ نجات کے لئے نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے 'اس کے باوجود وہ بعض رسولوں کے انکار پر اصرار کرتے  
 تھے۔ اس لیے ان سے فرمایا کہ تم میرے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ 'ورنہ اس کے بغیر محض نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے  
 تمہاری نجات نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اللہ کو اچھا قرض دینے کا ذکر فرمایا ہے 'کیونکہ زکوٰۃ سے مراد عداقت و ایجاب ہیں اور اللہ کو اچھا قرض  
 دینے سے مراد نفی عداقت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو تم نے ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت  
 کر دیا۔ (المائدہ: ۳)

اس آیت میں یسوع کے عہد توڑنے کا ذکر فرمایا ہے، ان کے عہد توڑنے کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بعض نبیوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے۔ اور دوسری یہ کہ وہ تورات میں مذکور نبی پیچھے کی عقائد کو چھپاتے تھے۔  
 اللہ تعالیٰ کے لعنت کرنے کی بھی کئی تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ دوسری یہ کہ ان کو مسیح کر کے بندر اور خنزیر بنادیا اور تیسری یہ کہ ان پر جڑیہ مقرر کر دیا۔ نیز فرمایا: ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں کو ایسا کر دیا کہ وہ دلائل دیکھنے کے بجائے حق کو قبول نہیں کریں گے۔  
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واللہ کے کلام کو اس کے عقائد سے بدل دیتے ہیں (المائدہ: ۳۳)

### تورات کی تحریف میں علماء کے نظریات

یسوع نے تورات میں جو تحریف کی ہے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں:

- ۱۔ یسوع تورات کی آجوں میں رد و بدل کر دیتے ہیں اور اپنی طرف سے عبادت بنا کر آیات میں شامل کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ حسب ذیل آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:  
 قَوْلَیْهِمْ یَسْخَرُونَ مِنْکُمْ سَیَکُفُّ عَنْکُمْ اِنَّ لَکُمْ اِلٰهًا غَیْرَیْہُمْ  
 ثُمَّ یَقُولُوْنَ هٰذَا رِیَاسٌ عَلَیْہِ الْاَوَّلَ الْاَوَّلَ (البقرہ: ۷۹)  
 طرف سے) نکلیں، پھر کہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔
- ۲۔ تحریف کے متعلق دو اقوال یہ ہیں کہ وہ تورات کی آجوں کی اپنی طرف سے باطل توبہ کرتے تھے۔ امام رازی کا یہی عقار ہے۔ وہ فطری تحریف کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کتب تورات سے منقول ہو اس میں فطری تفسیر نہیں ہو سکتی۔  
 (تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۳۸۳)

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ تورات کی جن آیات میں سیدنا محمد پیچھے کی عقائد ہیں، وہ ان کو چھپا لیتے تھے۔

(جامع البیان، ج ۶، ص ۶۱۲، مطبوعہ مروت)

### ڈاکٹر عبد زحلی لکھتے ہیں:

تاریخ میں یہ معروف ہے اور یسوع نصاریٰ نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور جس کی حفاظت کائناتوں نے حکم دیا تھا اس کا صرف ایک نسخہ تھا۔ اور یسوع نصاریٰ کے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اہل بابل نے یسوع کو قید کیا اور ان میں لوٹ مار کی اس وقت وہ نسخہ گم ہو گیا اور ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نسخہ نہیں تھا۔ اور جب اہل بابل نے ان کے جیسی کو جلا دیا تو وہ اس نسخہ کو محفوظ نہ رکھ سکے۔

اور وہ پانچ سو تیس جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں جن میں حضرت موسیٰ کی حیات اور وفات کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہو گا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کئی عرصہ گزر جانے کے بعد، بلکہ کئی صدیاں گزر جانے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ ان کو ہندو اکاہن نے لکھا تھا جو بنو اسرائیل کے قید ہونے والے پوڑھوں میں سے بنی گیا تھا۔ اسی طرح نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کئی زمانہ بعد لکھی گئی تھی۔

(التفسیر المنیر، ج ۶، ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر، مروت، ۱۳۱۱ھ)

ہماری رائے یہ ہے کہ تورات اور انجیل کچھ سطح بالا تفسیر نہیں ہیں۔ موجودہ تورات اور انجیل خواہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد لکھی گئی ہوں، لیکن ان میں ہر مل اصل تورات اور انجیل کی بہت آیات موجود ہیں اور بعد کی بٹائی ہوئی آیات بھی ان میں موجود ہیں، کیونکہ قرآن مجید نے ان کتابوں کا اعتبار کیا ہے اور قرآن مجید کو ان کا مصدق قرار دیا ہے۔ اور



آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے، لیکن انہوں نے بھی یہودی طرح اس عہد کو توڑ دیا اور انہوں نے اپنے دین کے احکام پر عمل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سزا یہ دی کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف عداوت اور بغض کو ڈال دیا اور وہ قیامت تک اسی مخالفت میں برقرار رہیں گے۔ یہ سائیں کے کئی فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور عترتِ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو ان کے کام کی خبر دے گا جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر انفرادہ یا جماعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو منسوب کیا اور اس کا شریک بنایا اور آخرت میں ان کو ان کے اس شرک کی سزا دے گا۔

### استخراج مسائل

- ۱۔ یہود نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑا تو اللہ نے ان پر لعنت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑنے کی سزا لعنت ہے۔
- ۲۔ احکامِ شریعہ کی تبلیغ کے لیے غوا سرا نکل میں بارہ نقیب مقرر کیے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد جنت ہے۔
- ۳۔ بارہ نقیبوں کو جہاد کے احوال کی تحقیق کے لیے شام بھجلا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے علاقہ میں جاسوس بھجنا جائز ہے۔
- ۴۔ اللہ کے سب رسولوں پر ایمان لانا نماز پڑھنا زکوٰۃ ادا کرنا اور نفل صدقات دینا گناہوں کی مغفرت اور دخول جنت کا سبب ہے۔
- ۵۔ یہود اور نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں نفلی اور معنی تحریف کر دی ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا

لے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں بیان کرے گا

كُنْتُمْ تَخْفَوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ

جن کو تم کتاب میں سے چھپتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، بیشک آگیا تمہارے

مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ

پاس اللہ کی روشنی اور روشن کتاب ۝ اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں

رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

کو بلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اذان سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف

يُذِيرُهُ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ

لاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے ۝ بیشک ان لوگوں نے کفر کیا



قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ

جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے ، آپ کہیے کہ اگر اللہ مسیح ابن

مِنْ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ

مریم ، اس کی ماں اور تمام زمین و آسمان کو جگ کر کے تو

أُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کون اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے ؛ اللہ ہی مالک ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور

وَمَا يَدِينُهُمَا يُخْلِقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۵﴾

ہر کچھ ان کے درمیان میں ہے ، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آیا جو تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں

بیان کرتا ہے جن کو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے دو گزر کر تا ہے (المائدہ: ۱۵)

اس سے پہلے آجہوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ یسوع اور نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ سے کہے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور ان پر

بازل کی ہوئی کتابوں کے احکام پر عمل نہیں کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو پھر اسلام کی دعوت دے رہا ہے "اور یہ فرمایا ہے کہ

ہمارا نبی تم کو تمہاری کتاب کی وہ باتیں بتاتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے۔ حالانکہ ہمارے نبی ایسی باتیں انہوں نے کسی درس میں تعلیم

مائل نہیں کی "اس کے باوجود ان کا تمہاری کتاب کی باتوں کو نشانہ کے معجزات میں سے ہے۔

یسوع و جم کی آیت کو چھپاتے تھے اور جن یسوعوں نے منع کرنے کے باوجود بھگت کے دن شکار کیا اس کی پاداش میں ان کو

بند بنا دیا گیا اس کو بھی وہ چھپاتے تھے "اور سیدنا محمد ﷺ نے ان امور کو بیان فرمایا اور بہت سی ایسی باتیں جن کو یسوع چھپاتے

تھے ان کو بھی چھپتے تھے "میں بیان فرمایا تاکہ ان کے بیان سے دین کی کوئی غرض وابستہ نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔ (المائدہ: ۱۵)

رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علماء کے نظریات

یسوع و مشرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرائی ہے اور کتاب میں سے مراد

قرآن مجید ہے۔

اہم ہو چھوٹے محسن جریر طبری متنی جامعہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اہل تورات اور اہل انجیل کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارے پاس نور اور کتاب میں آگئی۔ نور سے مراد سیدنا

محمد ﷺ ہیں جنہوں نے حق کو روشن کیا اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو مٹایا۔ اسی نور کی وجہ سے آپ وہ باتیں بیان فرمادیے تھے جن

کو یسوع چھپاتے تھے اور کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس نے ان چیزوں کو بیان فرمایا جس میں ان کا اختلاف تھا۔ خدا اللہ کی

توحید، حلال اور حرام اور شریعت کا بیان اور وہ کتاب قرآن مجید ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔

جس میں دین سے متعلق احکام کو بیان فرمایا۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری حنفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور ہدایت یعنی اسلام۔ فقہ نے کہا اس سے نئی چیزیں مراد ہیں۔ یعنی زجاج کا اختیار ہے۔ اس نے کہا نور سیدنا محمد پیغمبر ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں نور کتب میں سے مراد قرآن مجید ہے جس چیز میں اہل کتاب اختلاف کرتے ہیں۔ اس میں قرآن مجید قول فیصل بیان کرتا ہے۔ (الوسیلہ ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حسب ذیل فقیر میں بھی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ فقہ نے کہا ہے کہ نور سے مراد نئی چیزیں ہیں اور دوسروں نے کہا اس سے مراد اسلام ہے اور کتب میں سے مراد قرآن مجید ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۸۷ مطبوعہ بیروت فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۰ فقہ المشرع ج ۲ ص ۲۸۸ نظم اللہ رد ج ۲ ص ۳۰ زواہر المیر ج ۲ ص ۲۲۸)

علامہ ابو الفیث نصر بن محمد سرقندی حنفی حنفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور وہ سیدنا محمد پیغمبر ہیں اور قرآن اور نور وہ ہے جس سے اشیاء ظاہر ہوتی ہیں اور آنکھیں اس کی حقیقت کو دیکھتی ہیں۔ قرآن کو نور فرمایا ہے کیونکہ وہ دونوں میں نور کی طرح واقع ہوتا ہے کیونکہ جب قرآن دل میں جا کر پڑھتا ہو تو اس سے بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سرقندی ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الباز کک کریم ۱۳۳۳ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی حنفی ۷۲۹ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱- نور سے مراد سیدنا محمد پیغمبر ہیں اور کتب سے مراد قرآن ہے۔

۲- نور سے مراد اسلام ہے اور کتب سے مراد قرآن ہے۔

۳- نور اور کتب دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ محض فقیر کو چاہتا ہے۔ سیدنا محمد پیغمبر اور اسلام اور قرآن پر نور کا اطلاق بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ نور ظاہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے آنکھ اشیاء ظاہرہ کا دراک قوت سے کرتی ہے اور نور باطن اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بصیرت، حقائق اور معقولات کا دراک قوت سے کرتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بٹھولی شافعی حنفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے قرآن جو شک کے اندھیوں کو دور کرتا ہے اور کتب میں سے مراد ہے جس کا الفاظ واضح ہو اور ایک قول یہ ہے کہ نور سے مراد سیدنا محمد پیغمبر ہیں۔ (علامہ بٹھولی کی پہلی تفسیر مغشوی سے مستند ہے مشاف ج ۲ ص ۷۶)

علامہ شلباب الدین احمد غفاری حنفی حنفی ۱۰۷۸ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تفسیر کے مطابق نور اور کتب دونوں سے مراد واحد ہے۔ قرآن مجید کو نور اس لیے فرمایا ہے کہ یہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو ظاہر فرماتا ہے۔ دوسری تفسیر جس کے مطابق نئی چیزیں کو نور فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نئی چیزیں اپنے بھڑات کے سبب سے ظاہر تھے اور آپ حق کو ظاہر کرنے والے تھے۔ (اور نور وہ ہوتا ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے)

(ماتۃ القاضی ج ۳ ص ۲۲۶ مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی حنفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مکار پیچیدہ ہیں۔ لہذا کاہن مذہب ہے اور یہی زجاج کا مختار ہے۔ ابو علی جبلی (متوفی) نے کہا نور سے مراد قرآن ہے۔ کیونکہ وہ ہدایت نور عظیم کے طریقوں کو مستحکم کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اور نور معصومی نے اسی تفسیر پر اختصار کیا ہے اور اس صورت میں نور پر کتب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہو گا کہ عطف مختار کو چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن ہے تو مختار کس طرح ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عنوان کا مختار کلمہ ہے۔ معطوف علیہ میں قرآن کو نور سے تعبیر کیا ہے اور معطوف میں اس کو کتب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کے مختار کو مختار بذات کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتب مبین دونوں سے مراد نبی پیچیدہ ہوں اور یہاں بھی صحت عطف کے لیے عنوان کا مختار کلمہ ہو گا اور نبی پیچیدہ پر نور اور کتب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (روح المعانی ۱/۲۷۷ ص ۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

طاعی بن سلطان محمد نقاری النسخ المتوفی ۷۳۳ھ لکھتے ہیں:

نبی پیچیدہ پر نور کا اطلاق کیا گیا کیونکہ آپ اندھیوں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نور اور کتب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ دونوں قرآن کے وصف ہیں اور عطف کے لیے لفظی قائم کلمہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں لفظ نبی پیچیدہ کی نعمت اور صفت ہوں۔ آپ نور عظیم ہیں کیونکہ انوار میں آپ کا لکل غلور ہے اور آپ کتب مبین ہیں کیونکہ آپ اسرار کے جامع ہیں اور احکام احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ (شرح الشفاء علی حاشیہ نسیم الرضا ۱/۲۷۷ ص ۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

صدر الافاضل مولانا سید محمد فہیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۲۷۷ھ لکھتے ہیں:

سید عالم پیچیدہ کو نور فرمایا کیونکہ آپ سے تاریکی مٹ کر نور ہوئی اور نور واضح ہوئی۔

(فتاویٰ العرفان ص ۱۷۷ مطبوعہ دار کتبیں لینڈ امریکی)

اکثر مفسرین کا مختار یہی ہے کہ اس آیت میں سیدنا محمد پیچیدہ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد نور ہدایت اور نور معنوی ہے یا اس سے مراد نور حسی ہے۔ جیسے چاند اور سورج کا نور ہے۔ امام ابن جریر علامہ سمرقانی حنفی "قاضی بیضاوی شافعی" علامہ احمد غفرانی حنفی "طاعی نقاری حنفی" نور علامہ سید محمد فہیم الدین مراد آبادی کی تفسیروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نور ہدایت ہیں اور علامہ آقوی اور بعض دیگر علماء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نور حسی ہیں۔ نبی پیچیدہ کے نور حسی ہونے پر دلالت

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد القاسمی المالکی التفسیر باب الملاح المتوفی ۷۷۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابو عبد الرحمن البہقی رحمہ اللہ نے کتب الدولات میں نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے اللہ عزوجل نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس کو اس امت سے زیادہ محبوب ہو اور نہ اس امت کے نبی سے زیادہ کوئی عزت والا پیدا کیا ہے اور ان کے بعد نبیوں کا مرتبہ ہے پھر صدیقین کا اور پھر اولیاء کرام تک اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے سیدنا محمد پیچیدہ کا نور پیدا کیا اور وہ نور عرش کے ستون کے سامنے اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرتا رہا پھر سیدنا محمد پیچیدہ کے نور سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کے نور سے باقی انبیاء عظیم السلام کے نور کو پیدا کیا۔ (یہاں علامہ بھٹی کی عبارت ختم ہوئی) اس کے بعد علامہ ابن الملاح لکھتے ہیں "تبیہ خلیف ابو الریح نے اپنی کتاب شفاء الصدور میں چند عظیم باتیں لکھی ہیں۔ ان میں سے یہ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی پیچیدہ کی ذات مبارک کو پیدا کرنا چاہا

قرآن مجید نے جبرائیل علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ زمین پر جائیں اور زمین کے کتب سے مٹی لے کر آئیں۔ جبرائیل علیہ السلام اور جنت کے فرشتے اور رفیع اعلیٰ کے فرشتے مجھے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی جگہ سے سفید نورانی مٹی لائے۔ اس کو جنت کی نسوں کے پانی سے گوندھا گیا حتیٰ کہ وہ سفید سوئی کی طرح ہو گئی۔ اس مٹی کا نور تھا اور اس کی شعلہ عظیم تھی۔ حتیٰ کہ فرشتوں نے اس مٹی کے ساتھ عرشِ عریٰ، آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کے گرد و خواف کیا اور فرشتوں نے اور تمام مخلوق نے سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی فضیلت کو پہچان لیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ غلظت کی مٹی رکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت میں پرندوں کی آواز کی مانند اس کی آواز سنی۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب! یہ کیسی آواز ہے؟ فرمایا: یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی شعلہ ہے، وہ خاتم الانبیاء ہیں، اللہ ان کو تمہاری پشت سے نکلے گا تم میرے عہد اور پیشین پر قائم رہنا اور ان کو صرف پاکیزہ رحوں میں رکھنا۔ حضرت آدم نے کہا میں تمہارے عہد اور پیشین پر قائم ہوں اور ان کو صرف پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں میں رکھوں مگر حضرت سیدنا محمد ﷺ کا نور حضرت آدم کی پشت میں چمکتا تھا اور فرشتے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر صف بنا رہے ہوئے حضور ﷺ کے نور کو دیکھتے تھے اور سبحان اللہ کہتے تھے۔

علامہ ابن الجوزی اس کے بعد لکھتے ہیں:

اس روایت میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کے نور کو پیدا کیا اور یہ نور اللہ عزوجل کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصہ سے عرش کو پیدا کیا، دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا کیا اور تیسرے حصہ سے لوح کو پیدا کیا۔ پھر قلم سے فرمایا چل لکھ اس نے کہا اے میرے رب میں کیا لکھوں؟ فرمایا میں قیامت تک جو کچھ پیدا کرنے والا ہوں، پھر قلم لوح پر چلنے لگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ لکھ دیا۔ پھر چوتھا حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصہ سے عقل کو پیدا کیا، دوسرے حصہ سے حضرت کو پیدا کیا اور اس کو لوگوں کے دلوں میں رکھا اور تیسرے حصہ سے سورج اور چاند کے نور کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کو اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد رکھا حتیٰ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو یہ نور ان میں رکھ دیا پس عرش کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور قلم کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور لوح کا نور حضور ﷺ کے نور سے ہے اور دن کا نور حضور ﷺ کے نور سے ہے اور عقل کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے اور حضرت کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے اور سورج، چاند اور آنکھوں کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے۔ (اس روایت کی مہارت قسم ہوئی)

اس کے بعد علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

اس معنی میں کجالت روایات ہیں۔ جو جن پر مطلع ہونا چاہیے وہ ابو الریح کی کتاب الشفاء کا مطالعہ کرے۔ اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے عمار سے نبی ﷺ سے کہا اے دعا جو معنی میرے باپ ہیں اور صورت میرے بیٹے ہیں اور انام ترضی نے حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ فرمایا ابھی آدم روح اور جد کے درمیان تھے۔ (اللہ جل جلالہ ص ۳۳-۳۴) مطبوعہ دار الفکر بیروت

علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عکسہ نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے جیسا کہ عرشِ محدث میں وارد ہے۔ بعض علماء نے کہا اس حدیث اور دوسری دو حدیثوں میں مطابقت ہے۔ وہ حدیثیں یہ ہیں۔ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اللہ نے سب

سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور مطابقت اس طرح ہے کہ مطول اول اس لحاظ سے کہ صرف اس کی ذات کا یہ حیثیت میداد  
تعلق کیا جائے تو وہ عقل ہے اور اس لحاظ سے کہ وہ باقی موجودات اور نفوس علوم کے صدور میں واسطہ ہے تو وہ قلم ہے اور اس  
لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے خلفہ میں واسطہ ہے وہ سید الانبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا نور ہے۔

(شرح مواقف ج ۷ ص ۲۵۴ مطبوعہ ایران ۱۳۲۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام احمد اور امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عابد بن صامت پرچہ سے مرفوعاً  
روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے فرمایا: انا تو اس نے قیامت تک جو کچھ ہوئے والا ہے  
اس کو لکھ دیا۔ حسن عطاء اور مجاہد کا یہی حکار ہے اور ابن جریر نور ابن جریر کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن جریر نے محمد بن  
اسحاق سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے نور اور خلقت کو پیدا کیا پھر ان کو مستزکیا اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے  
پہلے اللہ نے سیدنا محمد ﷺ کے نور کو پیدا کیا تو ان مختلف روایات میں کس طرح موافقت ہوگی؟ میں کہتا ہوں کہ ان میں  
موافقت اس طرح ہے کہ ہر چیز کی ولایت اضافی ہے اور ہر چیز اپنے بعد والوں کے اعتبار سے اول ہے۔

(عمدة القاری ج ۱۵ ص ۱۰۹ مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ سب کے لیے اس اعتبار سے رحمت ہیں کہ آپ مصلحت پر ان کی صلاحیت کے اعتبار سے اللہ کے فیضان کا  
واسطہ ہیں اسی وجہ سے حضور ﷺ کا نور اول المخلوقات ہے کیونکہ حدث میں ہے اے جاہد سب سے پہلے اللہ نے تمہارے  
نبی کے نور کو پیدا کیا۔ (روح البانی ج ۱۵ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی دو بیشیہ ہیں۔ ایک حیثیت کلی ہے جس سے آپ فیض لیتے ہیں اور ایک حیثیت بشری  
ہے جس سے آپ فیض دیتے ہیں اور قرآن مجید آپ ﷺ کی روح پر نازل کیا جاتا ہے کیونکہ آپ کی روح مصلحت ملک کے  
ساتھ متصف ہے جن کی وجہ سے آپ روح امین سے فیض لیتے ہیں۔

(روح البانی ج ۱۹ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نواب وحید الرحمن (غیر مقلدین کے مشہور عالم) متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے کی پھر عرش کو پیدا کیا پھر پانی کو پھر ہوا کو پھر دولت قلم اور لوح کو پیدا کیا پھر  
عقل کو پیدا کیا۔ پس آسمانوں زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے من کی پیدائش کا مادہ اولی نور محمدی ہے۔ اس کے حاشیہ  
میں لکھا ہے

وہ جو حدث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اس سے مراد اولیت اضافیہ  
ہے۔ (حدیث البدی ص ۵۹ مطبوعہ سیالکوٹ)

جس حدث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا بعض علماء نے کہا اس حدث میں نور سے مراد روح  
ہے۔ ملاحظہ فرمائی متوفی ۱۳۳۱ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے سب سے پہلے میری روح کو

پیدا کیا ان دونوں روایتوں سے مراد واحد ہے کیونکہ ادراج روحانی ہوتی ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، مکان ۱۳۹۰ھ)

نئی چیز کے نور ہدایت ہونے پر دلائل

نئی چیز کے نور حسی ہونے کے حلقہ ملاوے کی ضروریات ہیں جن کو ہم نے اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔ البتہ ظاہر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نئی چیز انسان اور بشر ہیں لیکن آپ انسان کامل اور افضل البشر ہیں۔ اور ہر نئی انسان اور بشر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نئی چیز کو ہماری جنس سے مبعوث کیا ہے اور اسی کو ہمارے لیے وجہ احسان قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ (آل عمران: ۵۴)  
ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

یہ کتنی عجیب بات ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے کہ ہمارا تم پر یہ احسان ہے کہ ہم نے رسول کو تم میں سے بھیجا اور ہم یہ کہیں کہ نہیں رسول ہماری جنس سے نہیں ہیں ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ہم میں سے ہونا ہمارے لیے اس وجہ سے احسان ہے تاکہ آپ کے افضل اور آپ کی عبادت ہمارے لیے نمونہ اور حجت ہوں روز اگر آپ کسی اور جنس سے مبعوث ہوتے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ آپ کے افضل اور آپ کی عبادت ہم پر حجت نہیں ہیں کیونکہ آپ کی حقیقت اور ہے اور ہماری حقیقت اور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ یہ افضل اور عبادت کر سکتے ہوں اور ہم نہ کر سکیں

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ (التوبہ: ۳۸)  
بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آئے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا مِمَّنْ يَتْلُو آيَاتِنَا (الانبیاء: ۷)  
ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں ہی کو رسول بنا دیا ہے جن کی طرف ہم دی کرتے تھے۔

گفتار یہ کہتے تھے کہ کسی فرشتہ کو رسول کیوں نہیں بنایا؟ اللہ تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَكِنَّا عَلَيْنَا مَا يَلِي سُونًا (الانعام: ۱۱)  
اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو ہم اسے مرد ہی کی صورت میں بناتے اور ان پر وہی شہرہ ڈال دیتے جو شہرہ وہ (آپ) کر رہے ہیں۔

ہن تمام آیات میں تصریح ہے کہ نئی چیز بشر انسان اور مرد ہیں لیکن آپ افضل البشر انسان کامل اور سب سے اعلیٰ مرد ہیں اور اگر نور سے مراد نور ہدایت لیا جائے تو ان آیتوں میں کوئی تضاد نور تضاد نہیں ہے اور اکثر مفسرین نے نور ہدایت ہی مراد لیا ہے۔ اور اگر آپ کو چاند اور سورج کی طرح نور حسی ملتا جائے تو یہ کہنا چاہئے کہ آپ کی حقیقت نور حسی ہے تو قرآن مجید کی ان صریح آیات کو ان اقوال کے تعلق کرنا لازم آئے گا اور کیا قرآن مجید کی ان نصوص صریحہ کے مقابلہ میں ان اقوال کو عقیدہ کی اساس بنانا صحیح ہو گا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بشریت اور نورانیت میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ حضرت جبرائیل حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں آئے تھے لیکن اس پر بھی خود کہنا چاہیے کہ کیا فرشتے اور حضرت جبرائیل چاند اور سورج کی طرح نور حسی ہیں؟ کیا رات کے وقت ہمارے ساتھ منکر نکیر نہیں ہوتے؟ پھر کیا ان کے ساتھ ہونے سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے؟ کیا جب رات کو نئی چیز کے پاس حضرت جبرائیل آتے تھے تو روشنی ہو جاتی تھی؟ فرشتے نور سے بنائے گئے ہیں اللہ ہی جانتا ہے وہ

کس قسم کے نور سے بنائے گئے؟ لیکن یہ سہل مشاہدہ سے ثابت ہے کہ وہ چاند نور سورج کی طرح نور حسی نہیں ہیں کیونکہ دنیا میں ہر جگہ ہر وقت فرشتے موجود ہوتے ہیں اس کے باوجود دنیا میں رات کو اندھیرا بھی ہوتا ہے۔

ابن ابی شیبہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور حسی سے بھی وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ امام ابو یوسف ابن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ روشن تھا۔ جو شخص بھی آپ کے چہرہ مبارک کے جمل کو بیان کرتا اس کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا اور کہتا کہ آپ ہماری نظر میں چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ کا رنگ چمکدار اور چہرہ منور تھا اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔ (دلائل النبوة ج ۱، ص ۳۰۰ مطبوعہ بیروت، خلاصہ کبریٰ ج ۱، ص ۶۷ مطبوعہ دار الفکر)

امام ابو یوسف یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو داہتوں میں جھری (خلاء) تھی۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے داہتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا کھنکھاتا تھا۔

(شمائل محمدیہ رقم الحدیث ۱۰، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحدیث ۵۷۸، المعجم الاوسط ج ۲، رقم الحدیث ۷۷، دلائل النبوة للبیہقی ج ۱، ص ۲۱۵ مجمع الزوائد ج ۸، ص ۷۹ سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۵۸۰)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے زیادہ کسی شخص کو سخی دیکھا نہ بطور نہ روشن چہرے والا۔ (سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۵۸۰ حجة اللہ علی العالمین ص ۲۸۹)

امام ابو یوسف یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن سمور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا۔ میں بھی آپ کی طرف دیکھتا اور بھی چاند کی طرف۔ بخدا آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(شمائل محمدیہ رقم الحدیث ۱۰، سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۵۷۸، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحدیث ۵۷۸، المستدرک ج ۳، ص ۱۸۶ حاکم نور دہلی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں معوذتہ کو تلاوت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے اگر تم آپ ﷺ کو دیکھتے تو تم ظلم ہو سنے والے آفتاب کو دیکھتے۔

(سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۳۰، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحدیث ۵۷۸، حلفہ الحبشی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸، ص ۸۰)

نبی ﷺ کے حسن و جمال اور آپ کی حسی نورانیت سے حقائق ہم نے یہ اعلیٰ تلاش کر کے نقل کی ہیں۔ ان سے

معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ چاند نور سورج سے زیادہ حسین تھے۔ آپ کا چہرہ بہت منور اور روشن تھا اور آپ کے ہاتھوں کی جھری میں سے نور کی مانند کوئی چیز نکلنے لگتی تھی، لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کا فیر مٹی سے بنایا گیا تھا اور آپ انسان اور بشر تھے، لیکن آپ انسان کامل اور سید البشر ہیں۔

امام احمد رضا قادری حنفی ۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

خلیب نے کتاب المشرق والمغرب میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پہر کے تکب میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا، یہاں تک کہ اسی مٹی میں دفن کیا جائے اور میں اور ابو بکر عمر ایک مٹی سے بنے، اسی میں دفن ہوں گے۔ (القولی وقرنیہ، ص ۶۰، مطبوعہ دارالکتاب، کتب خانہ کراچی)

یہ امام احمد رضا قادری حنفی ۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اور جو مطلق حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔ قال نعمالی: قل سبحان ربی هل کنت الالبشرا رسولاً (القولی وقرنیہ، ص ۶۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

اور صدر الانفاصل مولانا سید محمد فہیم الدین مراد آبادی حنفی ۱۳۶۷ھ نے آپ کے نور ہدایت ہونے کی تصریح کی ہے۔ زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے نہ کی تکرور ہوئی اور راقی واضح ہوئی۔

ملاحظہ یہ ہے کہ آپ انسان کامل اور سید البشر ہیں، کائنات میں سب سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ نور ہدایت ہیں اور نور حق سے بھی آپ کو عطا فرمایا ہے۔ جو آپ کو اپنی مثل بشریت میں وہ ہدایت کی شکل میں اور جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور حق ہے اور صورت بشر ہے یا آپ لباس بشری میں جلوہ گر ہوئے نور حقیقت اس سے بارہا ہے، سو دلائل شریعہ کی روشنی میں اس قول کا راقی ہو نام پر واضح نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے، جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں، اور اپنے ان سے من کو انہ جہوں سے نکل کر روشنی کی طرف لانا ہے، اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

(المائدہ: ۱۶)

### قرآن مجید کے فوائد اور مقاصد

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے پر چلاتا ہے، جن کا مقصد محض دین کی پیروی کے لیے اللہ کے پسندیدہ دین پر عمل کرنا ہو اور جو بغیر غور و فکر کے صرف اپنے باپ دلا کے طریقہ پر چلنا چاہتے ہوں، وہ اللہ کی رضا کے طالب نہیں ہیں۔

اللہ عزوجل کی رضا کا معنی کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا اللہ کی رضا کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی عمل کو قبول کرے، اور اس کی مدح و ثناء فرمائے۔ بعض علماء نے کہا اللہ جس کے ایمان کو قبول کرے اور اس کے باطن کو پاکیزہ کرے وہ اس سے راضی ہے اور بعض نے کہا اللہ جس پر ناراض نہ ہو وہ اس سے راضی ہے۔

سلامتی کے راستوں سے مراد وہ راستے ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے شروع کیے ہیں اور جن پر چلنے کی بندوں کو دعوت دی ہے اور جن راستوں کی اس کے رسولوں نے پیروی کی ہے اور اس کا مصداق دین اسلام ہے۔ اللہ اسلام کے سوال اور کسی طریقہ کو قبول نہیں کرے گا نہ یہ دعوت کو نہ یہ سہایت کو اور نہ یہ حجت کو۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ سلامتی کے راستوں سے



مراد سلامتی کے راستوں کا گھر ہے اور وہ جنت ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہو گا کہ اللہ اس کتب کے ذریعہ جنت کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں۔

اللہ ان کو اندھیوں سے نکل کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو کفر کے اندھیوں سے نکل کر نور ایمان کی طرف لاتا ہے۔ کفر کے اندھیوں سے نکل کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ جس طرح انسان اندھیوں سے نکل کر نور ایمان کو پہنچتا ہے، اسی طرح کافر بھی اپنے کفر میں حیران ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وہ اپنے لفظوں سے اندھیوں سے نکلتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی توفیق سے انہیں کفر کے اندھیوں سے ایمان کی روشنی میں لاتا ہے۔ پھر فرمایا: انہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ صراطِ مستقیم سے مراد دین حق ہے، کیونکہ دین حق واحد و راست ہے اور اس کی تمام جہات متفق ہیں۔ اس کے برخلاف دین باطل میں متحد جہات ہوتی ہیں اور اس کے راست میں کجی ہوتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین قاعدے بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اللہ کی رضا کی پیروی کرے، اس کو قرآن مجید اخروی عذاب سے سلامتی اور نجات کے راست کی ہدایت دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ مومنوں کو کفر اور شرک کے اندھیوں سے نکل کر ایمان اور توحید کی روشنی میں لاتا ہے اور تیسرا یہ کہ وہ دین کے احکام پر عمل کرنے کے لیے صبح اور سیدھے راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ آپ کہنے کے اگر اللہ، مسیح ابن مریم، اس کی ملی اور تمام روئے زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے؟ (المائدہ ۷۸)

حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کا رد

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ عیسیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا المانتے ہیں اور اس کی تقدیر اس سے ہوتی ہے کہ موجودہ ہمچے ہوئی انجیل کے لائق نہیں رہے لکھا اور ہے انجیل مقدس یعنی ہمارے خداوند اور عیسیٰ مسیح کا بیٹا محمد اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم کا رد کیا اور فرمایا اے نبی! آپ ان عیسائیوں سے یہ کہنے کہ حضرت عیسیٰ اور من کی ملی سے موت کو دور کرنے پر کون تھوڑے؟ بلکہ اگر وہ تمام مخلوق کو خدا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو ہلاک کرنے پر تھوڑے۔ کوئی اس کے فیصلہ کو رد کر سکتا ہے؟ نہ اس کے حکم کو جلی سکتا ہے۔ اس کی حیثیت اور ارادہ کے مقابلہ میں کسی کا زور نہیں اور جب مسیح اپنے نفس سے اور اپنی ملی سے ہلاکت اور موت کو دور نہیں کر سکتے تو وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس کے بعد فرمایا:

اللہ ہی مالک ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (المائدہ ۷۹)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ حقیقت میں وہ ہے جو مالک علی الاطلاق ہو اور اس کا تعارف آسمانوں اور زمینوں میں بخند ہو اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو انسان، جن، فرشتے اور جس قدر بھی مخلوقات ہیں، ان میں ہر اسکی سلطنت اور حکومت ہو اور اللہ ہی اپنی حکمت اور ارادہ سے مخلوق کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ اس نے انسان کی پیدائش کیلئے مرد اور عورت کے اختلاط کو ظاہری سبب بتایا، لیکن اس نے چاہا تو مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا اور اس نے چاہا تو عورت کے

ضمیمہ القرآن

بغیر حضرت حاکم پر اگر کیا اور اس نے ہاتھ مڑا تو کفر سے بغیر حضرت مہدی کو پکار دیا۔ خلاصہ یہ کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح قادر ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، آپ کیسے

فَلَمْ يُعَذِّبْكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْنِ خَلَقَ يَغْفِرُ

پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب نہیں کرے گا بلکہ تم ان میں سے بشر جیسا کہ اللہ نے پیدا کیا ہے اللہ میں کو

لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ

چاہے گا جس کو چاہے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ ہی کی حکمت میں ہیں تمام آسمان اور

الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ يَاهْلَ الْكِتَابِ

زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ۵ اے اہل کتاب!

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ

جیکے تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو امتحانِ رسل کی مدت کے بعد تمہارے لیے (احکامِ شریعہ) بیان

تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ

کہتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے کبھی نہ بشارت دینے والا اور نہ ڈرانا والا نہیں آیا، پس جیکے تمہارے پاس

وَنَذِيرٌ ۝ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

بشارت دینے والا اور ڈرانا والا آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہود اور نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ کہنے پھر تمہارے

گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا۔ (طہ ۸۱)

یہود کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں

عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے پاس (یہود میں سے) نعمان بن رضاء

بحری بن عمرو اور شام بن ہدی آئے اور آپ سے گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کی اور ان کو اللہ عزوجل کی

طرف دعوت دی اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ انہوں نے کہا اے محمد آپ ہمیں کیوں ڈرا رہے ہیں ہم اللہ کے بیٹے اور

اس کے محبوب ہیں جس طرح یہودیوں نے کہا تھا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ

تمہیں عذاب کیوں دے گا؟ اس کا سنی یہ ہے کہ اے جو لوگو! اگر واقعی ایمانی ہے تو اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا؟ کیونکہ کوئی

غص اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا اور تم خود اقرار کرتے ہو کہ اللہ جس عذاب دے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودیہ کتے تھے کہ جتنے دن انہوں نے چھڑے کی عبادت کی تھی اتنے دن ان کو عذاب ہو گا اور یہ مدت چالیس دن تھی۔ حالانکہ باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی غص اپنے دوست کو عذاب نہیں دیتا۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۲۲۳-۲۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)  
اس کے بعد فرمایا: آپ ان سے کہنے کہ جس طرح تم نے ممکن کیا ہے اس طرح میں ہے۔ بلکہ امر واقعی یہ ہے کہ تم عام لوگوں کی طرح بنو۔ اگر تم ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو تو تم کو اجر و ثواب ملے گا اور اگر ایمان نہیں لائے تو سزا پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے بخش دیتا ہے مگر جس کو چاہتا ہے اپنے عدل سے سزا دیتا ہے۔ پھر فرمایا اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے تو تم بھی اللہ کے مملوک اور اس کے بندے ہو اس کے بیٹے اور اس کے محبوب میں ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آیا، جو اختلاط و رسل کی مدت کے بعد تمہارے لیے (الحکم شرعیہ) بیان کرتا ہے، تاکہ تم یہ نہ کو کہ تمہارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا پس تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (المائدہ ۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت عقیب بن وہبؓ رضی اللہ عنہم نے یہودیوں سے کہا اے یہودیہ! اللہ سے ڈرو۔ بخیر لا تم کو یقیناً معلوم ہے کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی پشت سے پہلے تم ہم سے آپ کے نبوت ہونے کا ذکر کیا کرتے تھے اور آپ کی عظمت کا ذکر کیا کرتے تھے۔ وہب بن یہود اور رافع نے کہا ہم نے تم سے یہ نہیں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد کوئی کتب نازل کی اور نہ کسی رسول کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ اب ان کے درمیان یہ آیت نازل ہوئی۔ (ذوالسیر ج ۲ ص ۲۸۸ کادر المشرق ج ۲ ص ۲۲۹)

### فترت کافلوی اور اصطلاحی معنی

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اہل کتب فترت کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آیا، جب کسی چیز کی حدت اور تیزی ختم ہو جائے اور اس کا پہلا اثر منتقل ہو جائے تو اس کو فترت کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں دو عیوں کے درمیان اس زمانہ کو فترت کہتے ہیں جس میں کوئی رسول نہ آیا ہو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کوئی رسول نہیں آیا اس لیے یہ زمانہ فترت تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اہل کتب! فترت و رسل کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آیا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۵۲۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حضرت یحییٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں، تمام انبیاء علی (آپ) شریک، بھائی ہیں میرے اور ان کے درمیان کوئی نمی نہیں ہے

(صحیح البخاری ج ۳ رقم الحدیث: ۳۳۳۲، صحیح مسلم ج ۳ رقم الحدیث: ۳۳۶۵، مطبع بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ یہ ایک طویل حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت سناک بن حربؓ نے نبی ﷺ سے غلام بن سنان کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا وہ نبی ہیں، ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔ نیز حضرت سناک بن حرب نے کہا کہ غلام بن سنانؓ کی بیٹی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا میرے بیٹے مرحلہ امام حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن امام بخاری اور امام طبرانی نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰-۵۹۹)

مانند شایب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۸ھ کہتے ہیں:

صحیح البخاری کی اس (تذکرہ الصدور) حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد صرف ہمارے نبی پیغمبر کو مبعوث کیا گیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ سورہ نبیین میں جب تین رسولوں کا ذکر ہے جن کو نبی دلائل کی طرف بھیجا گیا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جنسین میں سے تھے اور جبریل، اندلسین میں بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد نبی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مقابلہ میں لاوارد ضعیف ہے، یا پھر اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد مستقل شریعت کے ساتھ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۹ مطبوعہ دار الفکر ۱۴۱۳ھ)

علامہ محمد بن ظیفہ دمشقی ابی ہاشم متوفی ۸۶۸ھ کہتے ہیں:

علامہ خطیبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ابن لوگوں کے قول کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے، جنہوں نے یہ کہا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی پیغمبر کے درمیان رسول اور انبیاء ہیں اور حوالہ ابن بھی تھے جو حضرت یحییٰ کے بعد لوگوں کی طرف بھیجے گئے اور یہ اکثر قصاصی کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے مسلمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت یحییٰ اور ہمارے نبی کے درمیان زمانہ فترت چھ سو سال ہے۔ (اکمل اکمل المعجم ج ۸ ص ۵۹ مطبوعہ بیروت ۱۳۱۵ھ)

حضرت آدم سے لے کر سیدنا محمد پیغمبر تک کا زمانہ

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

تو وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اور سیدنا محمد پیغمبر کے درمیان زمانہ فترت چھ سو سال ہے۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن مساکر متوفی ۵۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو لہب، جریر، بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا حضرت آدم نبی تھے؟ فرمایا ہاں! اس نے پوچھا ان کے اور حضرت نوح کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ فرمایا: بیس صدیاں۔ اس نے پوچھا حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا دس صدیاں! اس نے پوچھا یا رسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا تین سو پندرہ۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیان دس صدیاں ہیں اور حضرت موسیٰ اور یحییٰ کے درمیان سترہ صدیاں ہیں۔

(تفسیر سیر ج ۶ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد پیغمبر تک چھ ہزار تین سو سال کا زمانہ ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمُوا ذِكْرًا أَنِعْمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

(اور یاد کیجیے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم پر جو اللہ نے انعام کیا ہے اس کو یاد کرو

إِذْ جَعَلْنَا فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا أَمْ يُؤْتِ

جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بنایا اور تم کو بادشاہ بنایا، اور تم کو وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں

أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۲۶﴾ يَقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ

کسی کو نہیں دیا تھا ۵ اے میری قوم اس ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ

الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا

جو اشرے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ۵ ورنہ تم نقصان پانے

خَسِرِينَ ﴿۲۷﴾ قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ۖ وَإِنَّا

دالے ہو جاؤ گے ۵ انھوں نے کہا اے موسیٰ اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جباروں کے لوگ ہیں اور ہم انہیں

لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا

میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں، پھر اگر وہ اس سے نکل گئے تو ہم دوبارہ

دَاخِلُونَ ﴿۲۸﴾ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ

اس میں داخل ہوں گے ۵ اشرے دے دے والوں میں سے دو آدمیوں نے کہا، جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۖ

تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بیشک تم ہی غالب رہو گے

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾ قَالُوا يَمُوسَىٰ

اور اللہ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو ۵ انھوں نے کہا اے موسیٰ:

إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَدًا ۖ مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ ۖ أَنْتَ وَرَبُّكَ

بیشک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں، سو آپ اور آپ کا رب جہاں

فَقَاتِلْ إِنَّا هُمْ نَا قُوعِدُونَ ﴿۳۰﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا

اور دونوں (ان سے) جنگ کریں بیشک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ۵ موسیٰ نے کہا اے میرے رب: بیشک میں صرف اپنے آپ کا

نَفْسِي وَآخِي ۖ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۳۱﴾

اور اپنے بھائی کا تک ہوں تو مجھ سے اور فاجران لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے ۵

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيَهُونَ فِي

(انہوں نے) فرمایا یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی، یہ زمین میں بھٹکتے

الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۷﴾

پھریں گے، سو آپ ان منافقان سبوں پر افسوس نہ کریں ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد رکھیے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم پر جو اللہ نے انعام کیا ہے اس کو یاد کرو جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بٹایا اور تم کو ہدایت دیا اور تم کو وہ کچھ دیا جو تم جہنم میں کسی کو نہیں دیا تھا۔ (المائدہ: ۳۰) آیات سابقہ سے مناسبت

اس آیت کی سابقہ آیات سے مناسبت اس طرح ہے کہ اس سے پہلے (المائدہ: ۳۰) میں فرمایا تھا اور یہے شک اللہ نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان میں سے بارہ گھرانے مقرر کیے۔ اس آیت میں بنو اسرائیل سے عہد اور مشیق لینے کا ذکر تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور اس کے مقابلہ میں بنو اسرائیل کی سرکشی کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کو ارض فلسطین میں داخل ہونے اور جہازین سے جہاز کرنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ان میں سیدنا محمد ﷺ کی رسالت اور نبوت پر دلائل قائم کیے تھے اور یہ بتایا تھا کہ یسوع آپ کی نبوت کو نہیں مانتے۔ اس پر ان میں دو چیزیں بیان فرمائی ہیں جو یسوع کے حوالہ دلاتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نعمتوں کا انکار کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے ارض فلسطین میں داخل ہونے اور جہازین کے خلاف لانے سے انکار کیا۔ ان آیتوں سے نبی ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے کہ اگر یسوع کے جب آپ کی رسالت کو نہیں مانتے تو آپ اس سے دل گرفتہ نہ ہوں۔ حوالہ ان کی سرشت ہے یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باقرہ کی کرپہ ہیں۔ بنو اسرائیل کے انبیاء کا بیان

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتنی نعمتیں انعام فرمائیں وہ قوم فرعون کی غلامی کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون سے نجات دی ان میں انبیاء کو مبعوث فرمایا جو وحی سے ان کے پاس اللہ کے احکام لاتے اور ان کو فیب کی خبریں دیتے تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبوت کا معنی ہے وحی کے ذریعہ فیب کی خبریں بیان کرنا۔

اس آیت میں ایک نعمت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بٹایا۔

علامہ محمود اکوٹی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں نبیوں سے مراد ہیں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوسف اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی تمام اولاد۔ جو ایک قول کے مطابق ہیں اور ایک قول کے مطابق وہ سب افراد جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے میثاق کے لیے چاہا تھا بنی اسرائیل اور متعلق نے کہا یہ نبی تھے۔ اور علامہ بخاری و دیگر نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ انبیاء ہیں جو اس کے بعد بنو اسرائیل میں مبعوث کیے گئے۔ اور تحقیق وقوع کے لیے انہی کی بشارت کو ماضی سے تعبیر کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ تم میں نبیوں کو بٹایا اس سے مراد عام ہے۔ خواہ وہ انبیاء مقدم ہوں یا مؤخر اور کسی امت میں اتنے انبیاء مبعوث نہیں کیے

کہے "بنتہ انبیاء بنو اسرائیل میں مبعوث کیے گئے تھے۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
بنو اسرائیل کے ملوک (بادشاہوں) کا بیان

اس آیت میں بنو اسرائیل پر دو سری نعمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملوک (بادشاہ) بنایا۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد باکی قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم کو ایسا بنا دیا کہ تم اپنے معاملات کے مالک تھے اور تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا، جبکہ اس سے پہلے تم فرعون کے ملوک اور غلام تھے اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر کے تم کو اس کی غلامی سے نجات دی۔ حسن بصری اور سدی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے اہل اپنی جان اور اپنے مال کا مالک تھا، وہ اس اعتبار سے ملوک تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب کسی شخص کے گھر میں کوئی انسان اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو سکے تو وہ ملک (بادشاہ) ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کیا تم قراء اور مبارکین میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہ نے اس سے پوچھا کیا تم ساری بیوی ہے؟ اس نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا تم ساری رہائش کے لیے گھر ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا تم انبیاء میں سے ہو۔ اس نے کہا میرا ایک خادم بھی ہے۔ فرمایا پھر تم بادشاہوں میں سے ہو۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا ان کو اس لیے ملوک فرمایا کیونکہ ان پر من و سلویٰ نازل ہوا۔ ایک پتھر سے ان کے لیے بارہ جیسے پھوٹ پڑے اور ان پر پادشاہی کرنا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

بنو اسرائیل کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا

نیز اس آیت کے آخر میں فرمایا اور تم کو وہ دیا جو تمام جنوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔

یہ حضرت موسیٰ کا اپنی قوم سے خطاب ہے۔ ان کو جو کچھ دیا اس سے مراد من و سلویٰ پتھر سے پائی ٹھکانا اور پادشاہی کا حق پر تسلط کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے ان میں سے کثرت انبیاء کا باعث ہونا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے جو ان کے پاس نشانیاں آئیں۔ مثلاً سمندر کو چیر دینا اور ان کے دشمن کو غرق کر دینا وغیرہ جو نشانیاں ان کے ساتھ مخصوص تھیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو سیدنا محمد پیغمبر کی امت سے زیادہ نعمتیں دی گئیں تھیں کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں ان کو سب سے زیادہ نعمتیں دی گئیں تھیں جو اس زمانہ میں اور کسی کو نہیں دی گئیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت موسیٰ نے کہا) اے میری قوم! اس ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ورنہ تم نقصان پانے والے ہو جاؤ گے۔ (النساء ۳۲)

ارض مقدسہ کا مصداق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ارض مقدسہ کے حقیقی معنی اقوال ہیں۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد طور اور اس کے ارد گرد کی زمین ہے۔ قتوبہ نے کہا اس سے مراد شام ہے۔ ابن زید نے کہا اس سے مراد ارمنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مشرق، قسطنطنیہ اور اردن کا بعض علاقہ ہے۔

امام ابو جعفر طبری نے کہا ہے کہ ارض مقدسہ کو عموم اور اطلاق پر دیکھنا چاہیے اور اس کو کسی علاقہ کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بغیر کسی حدیث کے ارض مقدسہ کی تعین جائز نہیں ہے اور اس سلسلہ میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔ ذاکر دہ زحلی نے کہا ہے کہ اس سے مراد سرزمین قسطنطنیہ ہے۔ اس کو مقدس اس لیے فرمایا ہے کہ یہ جگہ شرک سے پاک ہے کیونکہ یہ جگہ انبیاء علیہم السلام کا مسکن ہے یا اس لیے کہ اس جگہ عبارت کرنے سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے، کہ اللہ نے تمہارے لیے یہ زمین لکھ دی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سورت کی آیت ۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ سرزمین ان کے لیے لکھ دی تھی تو وہ چالیس سال تک ان پر حرام کیسے ہو گئی؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جواب ہیں:

- ۱۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انجیل مکہ یہ سرزمین بنو اسرائیل کے لیے لکھ دی گئی ہے۔
- ۲۔ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جن یودیوں کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا ان کے لیے یہ سرزمین لکھ دی گئی ہے اور چالیس سال تک ان ہی لوگوں پر اس میں داخل ہونا حرام فرمایا۔
- ۳۔ اس آیت میں اگرچہ عمومی طور پر بنو اسرائیل کا ذکر ہے مگر اس سے مراد خاص شخص ہیں۔ جو شیخ نور کلب جو ارض مقدسہ میں داخل ہو گئے تھے اور باقی بنو اسرائیل جو یزدی کی وجہ سے اس سرزمین میں داخل نہیں ہوئے۔ ان پر چالیس سال تک اس میں داخل کو حرام قرار دے دیا۔

۴۔ بنو اسرائیل کے لیے کھیت سے مراد یہ ہے کہ ان پر اس میں داخل ہونے کو فرض کر دیا تھا اور جب وہ داخل نہیں ہوئے تو بطور سزا ان پر چالیس سال تک اس میں داخل کو حرام فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے موسیٰ اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جموں والے لوگ ہیں اور ہم اس زمین میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں پھر اگر وہ اس سے نکل گئے تو ہم ضرور اس میں داخل ہوں گے۔ (المائدہ ۳۲)

جبارین کا بیان۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور اس کی یہ وجہ بیان کی اس جگہ جبارین رہتے ہیں جن سے ہم لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کو جبارین اس لیے کہا کہ ان کے جسم بہت بڑے بڑے تھے۔ اصل میں جبار اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اور دوسروں کے معاملات کی اصلاح کرنے والا ہو۔ پھر اس کے استعمال میں وسعت ہوئی اور ہر اس شخص کو جبار کہا جانے لگا جو زور اور طاقت سے نفع حاصل کرے خواہ وہ اس کا حق ہو یا نہ ہو۔

امام ابو جعفر طبری ص ۳۳۳ اجمعی سنہ کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبارین کے شر میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ روانہ ہوئے حتیٰ کہ اس شر کے قریب پہنچ گئے اس شر کا نام ارمنا تھا پھر حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل کے ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی کو جن کی یاد اور قرا، بارہ آدمیوں کو جبارین کی چاسوی کے لیے ان کے شر سے بچا جب وہ لوگ اس شر میں داخل ہوئے تو انہوں نے غیر معمولی حسرت والے انسان دیکھے۔ وہ ان میں سے کسی کے باغ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ باغ وانا اپنے باغ سے پھل توڑ رہا ہے اس نے ان چاسوؤں کو دیکھ لیا۔ اس نے ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر اپنی ستین میں ڈال لیا پھر ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گیا اور آستین سے نکل کر ان کو زمین پر ڈال دیا بادشاہ نے ان سے کہا تم نے ہماری حسرت اور طاقت کا حال دیکھ لیا ہے جلاؤ جا کر اپنے سردار کو مطلع کرو۔

(اسحاق الجلیان، ج ۶، ص ۲۳۸-۲۳۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم اس زمین میں داخل ہوں گے اور ان لوگوں پر



غالب ہوں گے۔ پھر ان جاسوسوں نے آکر بیان کیا کہ ابن جہار بن کے بہت بڑے بڑے جسم ہیں اور وہ بہت زور والے ہیں، ہم تو ان کی نظروں میں ٹھنڈی کی طرح ہیں، میں نے کہو اسرائیل آہو بکا کرنے لگے، انہوں نے ہم میں سے کہیں آگئے۔ کاش! ہم مصری میں رہتے اور انہوں نے جہار بن کے ساتھ لڑنے سے صاف انکار کر دیا۔

(جامع البیان، ج ۶، ص ۲۳۹، مطبوعہ بیروت ۱۳۸۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ آدمیوں نے کہا میں پر اللہ نے انعام فرمایا تھا کہ تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ، جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بے شک تم ہی غالب رہو گے۔ (المائدہ: ۲۳)

مجاہد نے بیان کیا ہے یہ وہ آدمی جو شعیب بن نون اور کلاب بن جوحہ تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے حمد کو پورا کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ جاسوسوں سے وعدہ لیا تھا کہ جہار بن کا محل صرف مجھے بتانا، قوم کو نہ بتانا، تو اس حمد کو ان دو نے پورا کیا۔ قتادہ باقی نے نہیں کیا، اور قوم کے سامنے جہار بن کی غیر معمولی جسارت کو بیان کر دیا۔ اسی وجہ سے قوم نے بدولی دیکھ کر اور یہی وہ شخص اللہ سے ڈرنے والے تھے، اور حضرت موسیٰ پر کامل ایمان لانے والے تھے۔ انہوں نے قوم کو حضرت موسیٰ کی اطاعت کرنے اور جہار بن کے خلاف حملہ کرنے کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ تم اللہ پر توکل کر کے ان پر حملہ کر دو، اور دروازہ سے داخل ہو جاؤ، تم ہی کامیاب رہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: انہوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے، جب تک کہ وہ اس میں ہیں سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں، بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔

(المائدہ: ۲۴)

فاذہب انت و ربک! میں بنو اسرائیل کے کفر اور فسق کی وجوہات

بنو اسرائیل کا یہ کہنا کہ جب تک کہ جہار بن اس زمین میں ہیں، ہم اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے۔ جملہ کے حکم سے حقدار انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے بچ رہتا ہے، اور انہوں نے جو یہ کہا کہ تم لوہو تسمار ہو جاؤ اور جا کر اللہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے صریح جہالت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آنے جانے اور منتقل ہونے سے سزا ہے، اور ان کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شبد کی طرح اللہ کی نصیحت کے قائل تھے۔ حسن بصری نے کہا اس وجہ سے ان کا یہ قول کفر ہے اور اگر ان کے قول کا یہ مطلب ہو کہ اگر آپ رسول برحق ہیں، تو ہماری بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لیے اللہ کی نصرت پر توکل کر کے آپ ہی جا کر ان سے لڑیں، تب بھی یہ قول کفر ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں شک کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے قول میں وہب سے مراد حضرت ہارون ہیں۔ کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے بڑے تھے، اور حضرت موسیٰ ان کی اطاعت کرتے تھے۔ تب بھی ان کے اس قول کے فق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بعد اولی امت میں ان کو قاضی فرمایا ہے۔ یہ یہودیوں کا اپنے نبی کے ساتھ سلوک تھا، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا اپنے نبی پیغمبر کے ساتھ معاملہ دیکھئے۔

لما محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۵۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود جو بیاض بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت مقداد نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا سو آپ لوہو آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں، بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے لیکن آپ چلے ہم آپ کے ساتھ رہیں گے، تو کیا رسول اللہ پیغمبر کے چہرے سے پریشان لاجل ہو

بھیٹ گیا۔ (ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت مقدوسؑ بن کردوسرے صحابہ بھی اسی طرح کہنے لگے)

(صحیح البخاری 'ج' ۶، رقم الحدیث: ۳۶۰۰، مسند احمد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۶۸۸، جامع البیان 'ج' ۶، ص ۳۳۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'موسیٰ نے کہا اے میرے رب! بے شک میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں تو

تمارے اور فاقن نوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔' (الحائدہ ۳۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنے نور فاقن نوگوں کے درمیان فیصلہ کی دعا کی تھی اس کے دو عمل ہیں:

۱۔ چونکہ وہ حق سے دور چلے گئے تھے اور نافرمانی کر کے رادراست سے ہٹ گئے تھے اور اسی وجہ سے ان کو میدان تیسہ میں

بھٹکنے کی سزا دی گئی تھی۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ان کے حلق فیصلہ کر دیا جائے۔

۲۔ ان کو ہم سے الگ اور چیز کر دیا جائے اور ان کو دی جانے والی سزا کے ساتھ ہمیں لاحق نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ نے) فرمایا: 'یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی' یہ زمین میں بھٹکنے

پھر اس کے 'سو آپ ان نافرمان لوگوں پر انوس نہ کریں۔' (الحائدہ ۳۶)

میدان تیسہ میں بنو اسرائیل کا بھٹکنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان نافرمان یودیوں کو چالیس سال تک میدان تیسہ میں بھٹکنے کی

سزا دی۔ یہ کانوئی معنی ہے حیرت، وہ میدان چہ فرخ کا تھا، یعنی اٹھارہ شرعی میل اور ستائیس انگریزی میل کا۔ وہ دن رات چلے

رہتے تھے، لیکن اس میدان کو قطع نہیں کیا جاتا تھے، وہ صبح کو جبل سے چٹنا شروع کرتے، شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے اور شام

کو جبل سے چلے گئے، صبح پھر وہیں پہنچ جاتے تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام انکے

ساتھ تھے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ انکے ساتھ نہیں تھے، کیونکہ میدان تیسہ میں جو ان کیلئے سزا تھا۔ انہوں نے چالیس دن

چھڑے کی عہدوت کی تھی، تو ایک دن کے مقابلہ میں ایک سال انکی سزا مقرر کی گئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی

کہ ہم میں اور ان فاقنوں میں فیصلہ یا طبع کی کرے۔ اسکا بھی تھنا ہے کہ وہ انکے ساتھ نہ ہوتے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ

انکے ساتھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ امر آسان کر دیا تھا، جیسے حضرت امیر الہم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی کر دی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارض مقدسہ میں داخلہ کو ان لوگوں پر حرام کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ لوگ ارض مقدسہ میں

داخل نہیں ہو سکے البتہ ان کی اولاد داخل ہوئی اور پوش اور کلاب داخل ہوئے، کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا تھا، اور وہ جہارین سے جنگ کے لیے تیار تھے۔ حضرت پوش ان کی اولاد کو ساتھ لے کر ارض

مقدسہ میں داخل ہوئے اور اس کو فتح کر لیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں سال سے زیادہ عمر کا جو شخص بھی میدان تیسہ میں داخل ہوا، وہ مر گیا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون بھی تیسہ میں فوت ہو گئے۔ پہلے حضرت ہارون فوت ہوئے، حضرت پوش ان یودیوں کی اولاد کے

ساتھ ارض مقدسہ پر حملہ آور ہوئے، جہارین سے مقابلہ کیا اور اس شر کو فتح کر لیا۔

(جامع البیان 'ج' ۳، ص ۲۳۹، سلیمہ ص ۵۰، الفکر، ردت ۱۳۱۵ھ)

حضرت پوش کے لیے سورج کو ٹھہرانا

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد باکلی قرطبی متوفی ۴۷۸ھ لکھتے ہیں:



رکھا۔ اس لیے آپ نے ان کے لیے سورج لوٹانے کی دعا کی۔ اس سے نماز صحر کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔  
(شرح مشکل تکوین ج ۳ ص ۸۸، مطبوعہ موسسہ الرسالہ بیروت)

### حدیث ردو شمس کی سند کی تحقیق

ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن جمیع، ابن اقصم، ذہبی، ابن کثیر اور ابن حزم کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔ امام ابو الحسن فضلی متوفی ۳۷۰ھ نے اس حدیث کی تمام اسانید کو جمع کیا ہے اور ایک رسالہ لکھا ہے "تصحیح حدیث رد الشمس" اور امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے "كشف اللبس عن حدیث الشمس" اور امام محمد بن یوسف دمشقی نے ایک رسالہ لکھا ہے "مریبل اللبس عن حدیث رد الشمس"۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے ان کی پیروی کر کے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے۔ لیکن امام طحاوی اور صاحب الشفاء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن مندہ اور امام ابن شاپین نے اس کو اسما بنت حمیس سے روایت کیا ہے، اور امام ابن مردیہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح نبی چچہ نے اس دن سورج کو ٹوٹا، جس دن آپ نے اس قافلہ کے آنے کی خبر دی تھی۔ جس کو آپ نے شب معراج دیکھا تھا اس روز دن غروب ہو رہا تھا اور ابھی تک قافلہ نہیں آیا تھا تو نبی چچہ کیلئے ایک ساعت سورج کو روک دیا گیا (الخ)

(القامد المثلث ص ۲۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ شباب الدین احمد بن حجر مسلمان متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق کی سنائی میں ہے کہ نبی چچہ نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفار قریش کو یہ خبر دی کہ آپ نے اسکا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے ساتھ آجائے گا پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ قافلہ آنے تک سورج ٹھہرا رہا ہے حدیث منقطع ہے، لیکن امام طبرانی کی الوسط میں حضرت جابر رضی سے یہ روایت ہے کہ نبی چچہ نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر ساخرو ہو گیا۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور سند احمد میں جو روایت ہے کہ حضرت یوشع کے سوا اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا، اسکا مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع کے بعد نبی چچہ کیلئے سورج ٹھہرایا گیا ہو اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت اسماء بنت حمیس رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر نبی چچہ سونگے تو حضرت علی کی نماز عصر فوت ہو گئی تو سورج لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی نے نماز پڑھ لی اور اسکے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپ کا ست عظیم معجزہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی اور ابن جمیع نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں غلطی کی ہے۔ واللہ اعلم۔

البتہ قاضی عیاض نے جو یہ نقل کیا ہے کہ یوشع کو بھی نبی چچہ کے لیے سورج کو لوٹا دیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ کے لیے ردو شمس کا تیسرا واقعہ ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۲-۲۲۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۱۰ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے۔

(امحۃ القادری ج ۱۵ ص ۴۳، مطبوعہ ادارہ البیان الخیرہ مصر ۱۴۳۸ھ)

امام علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۹۰۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی نے ابن عثمدہ کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے کیونکہ دور انہی خواہد صحابہ کو براکت تھا۔ امام علی قاری فرماتے ہیں کہ محض کسی راوی کے راہی یا خارجی ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کے موضوع ہونے کا حقین کر لینا صحیح نہیں ہے۔ جبکہ وہ اپنے دین کے لحاظ سے شہد ہو اور عاقل اسی وجہ سے امام طہوی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اصل چیز راوی کی عدالت ہے۔ (شرح الشفاء علی حاشیہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شمس الدین احمد عثمائی متوفی ۷۸۸ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ حافظ سیوطی اور علامہ سہوی نے کہا ہے کہ ابن الجوزی کی کتب لموضوعات کا اکثر حصہ مردود ہے حتیٰ کہ انہوں نے بکھوت اعلیٰ جہو کو بھی موضوعات میں درج کر دیا ہے۔ امام ابن الصلاح نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند و مستند ہیں جو اس کی صحت اور صدق پر شہاد ہیں اور ان سے پہلے بکھوت ائمہ حدیث نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً امام طہوی، امام ابن شامین اور امام ابن مندہ اور انہوں نے اس کو اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے اس کو اپنی محکم میں روایت کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ شمس متوفی ۷۸۰ھ نے لکھا ہے امام طبرانی نے نسیم اوسط میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج کو ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ ایک ساعت ٹھہر گیا۔ (المعجم الاوسط ج ۵ رقم الحدیث ۱۴۰) اس حدیث کی سند حسن ہے اور ایک حدیث کی سند صحیح ہے۔ وہ ابو الائم بن حسن سے مروی ہے اور وہ شہد راوی ہے۔ امام ابن حبان نے اس کو شہد قرار دیا ہے۔ (ہم نے اس روایت کو رد کیا ہے)

(المعجم الکبیر ج ۲ رقم الحدیث ۲۹۰ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۲ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد جملانی متوفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور علامہ ابن الجوزی نے کہا یہ موضوع ہے لیکن ابن کی خطا ہے۔ اسی وجہ سے حافظ سیوطی نے کہا اس حدیث کو امام ابن مندہ اور امام ابن شامین نے حضرت اسماء بنت جمیس سے روایت کیا ہے اور امام ابن مردودہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے اور امام طہوی اور قاضی عیاض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام حاکم نے فور امام بیہقی نے دلائل البیروہ میں روایت کیا ہے۔ امام طہوی نے کہا ابو بن صلیح کہتے تھے کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو حضرت اسماء بنت جمیس کی اس حدیث کو نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی علامت ہے۔ یہ حدیث متعل ہے اور اس کے تمام راوی شہد ہیں اور ابن جوزی نے جو اس پر کلام کیا ہے اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(کتف المائدہ و منزل الالباس ج ۱ ص ۲۲۰ مطبوعہ مکتبہ القرانی دمشق)

اس حدیث پر مزید بحث و تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خاص میں بیان کر دی ہے۔

وَأْتَلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِي آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ

اور آپ ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ تلاوت کیجیے، جب (ان) دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی قربانی

مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَوْ يُتَقَبَّلُ مِنَ الْآخِرِ قَالَ لَا قُتِلْتُكَ قَالَ

قبول کی گئی اور دوسرے کی نہیں قبول کی گئی ، اس (دوسرے) نے کہا میں تم کو قتل کر دیتا ہوں

إِنَّمَا يُتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۰﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَى يَدِكَ

نہ کہ اللہ موت متیقن لوگوں سے قبول فرماتا ہے ۵ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری

لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسٍ يَدِي إِلَيْكَ لَا قُتِلْتُكَ إِنِّي أَخَافُ

موت ڈرتا ہوں تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں ، میں اللہ سے ڈرتا

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۱﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبْوَأَ بَنِيَّ وَأُشْرِكَ

ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے ۵ میں چاہتا ہوں کہ میرا اللہ تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو اور

فَتَكُونُ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۳۲﴾ فَطَوَّعَتْ

تو جہنم سے ہو جائے ۵ اور یہی ناکاروں کی سزا ہے ۵ تو اس نے اپنے

لَهُ نَفْسُهُ قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۳۳﴾

بھائی کے قتل کا منصوبہ بنایا مگر اس کو قتل کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا ۵

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِئُ

پھر اللہ نے ایک کراہیا بھیج کر یہ رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی

سَوْءَةَ أَخِيهِ ط قَالَ يُوَيَّلَتِي ۖ أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا

کی لاش چھائے ، اس نے کہا اے افسوس ! میں اس کو سہ جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی

الْغُرَابِ فَأَوَارِئُ سَوْءَةَ أَخِي ط فَأَصْبَحَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۳۴﴾

لاش چھپا دیتا ، پس وہ بھٹانے والوں میں سے ہو گیا ۵

رابطہ آیات اور مباحث

یہ وہ اپنے حدود اور نفس کی وجہ سے غمی چھوڑ کے ساتھ جو غلطی کر دوائی کرتے تھے اور موقع بہ موقع آپ کو آزار پہنچانے کی نیک دود میں لگے رہتے تھے اور قورق کے حسن میں جنوں نے آپؐ کو ملنے والے کا جو عدو وینقی کیا تھا اس کو توڑ

ہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو قتل دینے کے لیے اس سے پہلی آجوں میں یہودی عہد نگینوں کو بیان فرمایا کہ یہود نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے توڑ دیا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عہد کر کے اس کو توڑا۔ اب اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرما رہا ہے کہ جس طرح یہود نے حد کی وجہ سے آپ کی نبوت کو نہیں مانا اور آپ کی خلافت کی اس طرح آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک بیٹے قاتل نے حد کی وجہ سے ان کے دوسرے بیٹے ہاتل کو قتل کر دیا۔

قاتل کے ہاتل کو قتل کرنے کی تفصیل

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حوالہ ۳۲۸ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم کے ہاں جب اولاد ہوتی تو ایک ساتھ ایک بچہ اور بیٹی پیدا ہوتی۔ ایک محل سے جو نکال دیا ہوتا اس کا نکاح دوسرے محل سے پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ کر دیتے اور اس محل کی لڑکی سے دوسرے محل کے لڑکے کا نکاح کر دیتے حتیٰ کہ ان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے 'قاتل اور ہاتل۔ قاتل زراعت کرتا تھا اور ہاتل سریش پان قاتل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوتی تھی وہ اس لڑکی سے بہت خوبصورت تھی جو ہاتل کے ساتھ پیدا ہوتی تھی 'قاتل بڑا تھا اور ہاتل چھوٹے تھے۔ قاعدہ کے مطابق ہاتل نے قاتل کی بہن سے نکاح کرنا چاہا لیکن قاتل نے انکار کیا۔ اس نے کہا یہ میری بہن ہے اور میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے اور یہ تمہاری بہن سے زیادہ خوبصورت ہے اور میں اس سے نکاح کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ ابن اسحق کی روایت میں ہے 'قاتل نے کہا تم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور تم دونوں زمین پر پیدا ہوئے ہو اور میں اپنی بہن کا زیادہ حقدار ہوں۔ حضرت آدم نے فرمایا اے میرے بیٹے یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے 'قاتل نے حضرت آدم کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تب حضرت آدم نے فرمایا اے میرے بیٹے تم دونوں قریبی پیش کرو 'تم میں سے جس کی قریبی قبول ہوگی وہ اس کے ساتھ نکاح کا حقدار ہو گا؟ ہاتل نے ایک کنواری بھری کی قریبی پیش کی اور قاتل نے گندم کی قریبی پیش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک سفید لک کو بھیجا اس نے ہاتل کی قریبی کو کھا لیا اور قاتل کی قریبی کو ترک کر دیا۔ اس پر قاتل غضب ناک ہو گیا اور ہاتل سے کہا میں تم کو ضرور قتل کر دوں گا۔ ورنہ تم میری بہن سے نکاح نہ کرنا 'ہاتل نے کہا اللہ تعالیٰ متعین سے قریبی کو قبول کرتا ہے۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۲۵۷-۲۵۸)

متعین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈر کر ان فرائض کو ادا کرتے ہیں جن کا اللہ نے ان کو علف کیا ہے اور جن کاموں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے باز رہتے ہیں۔

ہاتل نے کہا اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو اور جسر مشرین نے کہا ہے کہ ہاتل 'قاتل سے زیادہ طاقتور تھے' لیکن انہوں نے گنہ سے بچنے کے لیے مقابلہ نہیں کیا۔ انہوں نے کسی موقع سے قتل کرنے میں حرج سمجھا اور علم سینے پر راضی ہو گئے تاکہ ان کو آخرت میں جزا دی جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا تھا جب کہ کسی انسان کا اپنے نفس کے لیے رافت کرنا جائز ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہاتل سوئے ہوئے تھے۔ قاتل نے ایک بھاری پتھر ان کو ہلاک کر دیا۔

(الجامع للحکام القرآن ج ۳ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ہاتل نے کہا) میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گنہ تیرے ہی ذمہ لگے (المائدہ ۳۹)







اہم مسلم بن حبان قسری حنفی ۳۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں نیک طریقہ اپنایا اور اس کے بعد اس طریقہ چلایا کیا اس کے لیے بھی اس پر عمل کرنے والوں کی مثل اجر لکھا جائے گا اور ان کے اجر میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو اپنایا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا کیا اس کے لیے بھی اس پر عمل کرنے والوں کی مثل گنہ لکھا جائے گا اور ان کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اصح مسلم ج ۲، رقم الحديث: ۳۶۴۳، سنن ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۶۷۸، سنن ترمذی، رقم الحديث: ۳۷۸۳، سنن ابی ماجہ، رقم الحديث: ۲۰۷، مسند امام مالک، رقم الحديث: ۵۰۷۵، مسند احمد، ج ۳، رقم الحديث: ۸۵۵۳، ج ۲، رقم الحديث: ۸۵۵۳، تحقیق امیر شاکر، سنن دارمی، ج ۱، رقم الحديث: ۱۵۳۳

نیز امام احمد بن حنبل حنفی ۳۲۱ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو یہ نصیحت کی مجھے تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ مکر اور کرنے والے اکثر ہیں۔

اسد احمد، ج ۳، طبع قدیم، ص ۱۷۲، علامہ امیر شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند امیر تحقیق، امیر شاکر، ج ۱۸، رقم الحديث: ۳۵۸۸، مطبوعہ دار الحديث، قاہرہ

تاہم ہر برائی کی ابتدا اور کرنے والے کو بعد کے عمل کرنے والوں کی مثل گنہ اس وقت ہو گا جب وہ اس گنہ سے توبہ نہ کرے اور اگر وہ اس گنہ سے توبہ کر لے تو اللہ بخشے والا مہربان ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود انہوں میں سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حکم بدولی کی نیکو کہ قرآن مجید نے خود شلوات دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے۔ "فمسی ولم نجد له عزرا" (اد: ۱۱۵) "سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کی غافری نہیں پائی اس کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کر لی تھی اور بھولنے والے اور توبہ کرنے والے سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ لہذا حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے توبہ کرنے والے ہیں اور بعد کے تائبین کے عمل سے ان کو حصہ ملتا رہے گا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث عین نفسانی مرض ہے۔ اس حد کی وجہ سے پھٹل نے پھٹل کے ساتھ خونی رشتہ کاٹنا نہیں کیا اور اپنے گئے بھائی کو قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اللہ نے ایک کو ابھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش چمکائے۔ اس نے کہا اپنے انوس میں اس کو سے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چمکائے۔ پس وہ بچھڑانے والوں میں سے ہو گیا۔ (الحک: ۳۱)

قتیل کا انجام

اہم ابن جریر طبری حنفی ۳۲۰ روایت کرتے ہیں:

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قتیل قتیل کو ایک جراب (جرمی قبیلہ) میں ڈال کر ایک سال تک اپنے گدھے پر اٹھائے پھر آ رہا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس لاش سے کس طرح نگو خلاصی حاصل کرے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھیجا جو زمین کرید رہا تھا پھر اس نے زمین میں اس مرد کو سے کو دفن کر دیا۔ تب اس نے کہا

ہے افسوس! میں اس کو بے جیسا بھی نہیں ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دے۔ پس وہ کچھ تک نہ والوں میں سے ہو گیا۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی حنفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

قتیل کا کچھ تھا اس کی توبہ نہیں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس پر افسوس کر رہا تھا کہ اس کے دلن کرنے کے طریقہ کو نہیں جان سکا تھا اس کے قتل کرنے پر افسوس نہیں کیا تھا حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر وہ اس کے قتل پر علوم ہو تا تو یہ نہ است توبہ ہو جاتی، وہ اس وجہ سے علوم تھا کہ اس قتل سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا، مٹی باپ، بہن اور بھائی غرض ہوئے اور مقصود حاصل نہ ہوا، اس وجہ سے کہ ایک سال تک بھائی کی لاش دفن نہ ہو سکی۔

روایت ہے کہ حضرت آدم اور حواء بھیل کی قبر گئے اور کئی دن تک روتے رہے پھر قاتل ایک پہاڑ کی چوٹی پر گیا وہاں ایک نخل نے اس کو بیسگہ مار کر پیچے گرا دیا اور وہ مر گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے خلاف دعا کی تو وہ زمین میں دھنسی گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بھیل کو قتل کرنے کے بعد جنگوں میں چلا گیا، وہ کسی جاہل و کور بندی سے زمین پر گرا دیا اور اس کے مرنے کے بعد اس کو کھانا پھرت کھانے سے مراد ہوا جاہل اور اس دن سے حرام کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا خود آدم میں سے سب سے پہلے جہنم میں جانے والا قاتل ہے۔ اس ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود آدم میں جو شخص سب سے پہلے فوت ہوا، وہ بھیل تھا۔ اسی وجہ سے قاتل اس کے دفن کرنے کے طریقہ کو نہیں جان سکا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حد سب سے بڑی خرابی اور بدست بڑا جرم ہے۔ قاتل نے اس حد کی آگ کی وجہ سے اپنے گئے بھیل بھیل کو قتل کر دیا۔ (آیت ۲۹) میں ہے 'بھیل نے قاتل سے کہا اور تو جہنم میں ہے، تو جانے لگا کہ اس سے معلوم ہوا کہ قاتل مذہب ہو گا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ظالم تھا کافر نہیں تھا۔ آیت ۲۷ میں 'بھیل نے قاتل کو قتل کرنے سے باز رہنے کے تین محرکات بیان کیے۔ اول: یہ کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں، ثانی: یہ کہ قتل کرنے سے پہلے اور قتل کے گناہ قاتل کے ذمہ تھیں اور وہ دوزخ کا سزاوار ہو گا اور ثالث: یہ کہ وہ ظلم کرنا نہیں چاہتے۔ سو جو شخص بھی کسی گناہ سے باز رہتا ہے اس کو گناہ سے باز رکھنے کے تین محرکات ہوں گے۔ خوف خدا، دوزخ کی سزا اور اللہ کا ظلم سے بچنا۔

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ ۖ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِیْلَ أَنَّهُ مَن

اسی وجہ سے ہم نے بنو اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس شخص نے بے پروائی کے بارے میں

قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا

زمین میں فساد پیدا کرنے کے لیے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں

قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَمَن أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ

کو قتل کیا، اور جو اس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا دیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو

جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ

بِغَايَا ۱ اور جنگ ان کے پاس ہماری رسولوں کے آئے۔ پھر اس کے باوجود ان میں سے

بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَكُسْرٌ فَوْنَ ۚ ۲۳ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ

بہت سے زمین میں یثینا حد سے بڑے دے تھے ۵ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول

يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا

سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر

أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيُهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ

قتل کیا جائے یا ان کو سول دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے

خِلَافٍ أَوْ يُنْقَوْنَ مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ جَزَاءُ فِي الدُّنْيَا

کٹ لیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ ۲۴ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن

آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۵ مگر ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ سے

قَبْلَ أَنْ تَقْدَرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ ۲۵

ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی مگر جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا مہربان اور بخشنے والا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی وجہ سے ہم نے بنو اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے بغیر زمین

میں شلو پھیلانے کے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچایا تو گویا

اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔ (المائدہ ۳۲)

آیات سابقہ سے مناسبت

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قاتل اور ہاتل کے قصہ میں اور بنو اسرائیل پر قصاص کے وجوب میں کیا مناسبت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قاتل اور ہاتل کے قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ قتل کے قصہ میں اللہ تعالیٰ کی شدید عافری اور اس کی

بارائتگی ہے۔ نیز اس قصہ سے معلوم ہوا کہ قتل کرنے والا دوزخی ہے۔ قصاص اٹھانے والا ہے اور بچھڑانے والا ہے تو جو کہ

قتل کرنا ان خرابیوں کا سبب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر قتل میں قصاص (بدلہ لینے) کو واجب کر دیا تاکہ لوگ قتل

کرنے سے باز رہیں۔

صیوان القرآن جلد سوم

اس آیت پر دو مسائل یہ ہوتا ہے کہ جو اسرائیل سے پہلی امتوں پر بھی قتل کرنا حرام تھا اور ان پر قصاص واجب تھا۔ پھر اس آیت میں جو اسرائیل کا خصوصیت سے کہیں ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں ان کے انبیاء علیہم السلام زبانی وجوب قصاص کا ذکر فرماتے تھے اور جو اسرائیل میں سب سے پہلے اس حکم کو کتاب میں بتا دیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کائنات نے پہلے قتل کو حد کی وجہ سے قتل کیا تھا اور جو اسرائیل میں بھی حد بہت زیادہ تھا اور انہوں نے بیشتر قتل حد کی بناء پر کیے تھے۔ انہوں نے حد کی وجہ سے سیدنا محمد پیغمبر کی نبوت کا انکار کیا اور دو مرتبہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ ایک مرتبہ مدینہ میں جب آپ بنو قریظہ کے پاس ایک مسلمان کی دست وصول کرنے کے سلسلہ میں گئے تھے اور دوسری مرتبہ خیبر میں جب ایک یہودی بڑھیا نے آپ کو زہر آلود گوشت کھانے کے لیے دیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عموماً قتل کا سبب قتلوت تھی یعنی سنگ دلی اور عدوان اور سرکشی ہوتا ہے اور جو اسرائیل میں یہ سبب بہ درجہ اتم موجود تھا حتیٰ کہ انہوں نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے برابر کس طرح ہو گا؟

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جس نے بغیر قصاص یا بغیر زمین میں فلو کے قتل کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل کرنے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ ایک وجہ قصاص ہے۔ دوسری وجہ کسی کافر کا مسلمان سے جنگ کرنا ہے۔ تیسری وجہ ارتداد ہے۔ چوتھی وجہ شادی شدہ کا زنا کرنا ہے۔ اور پانچویں وجہ زمین میں ذاکہ ڈالنا ہے۔ پہلی وجہ کا اس آیت میں صراحتاً ذکر ہے اور پانچویں وجہ یعنی ذاکہ کا اس آیت کے بعد والے حصہ میں تفصیلی بیان آ رہا ہے۔ باقی ماندہ تین وجوہات زمین میں فلو پھیلانے کے ضمن میں آ گئیں۔ اس لیے فرمایا: جس نے بغیر قصاص یا بغیر زمین میں فلو پھیلانے کے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔ اس آیت پر یہ سوال ہے کہ ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کو قتل کرنے کے کیسے مساوی ہو سکتا ہے؟ حتیٰ کہ اس آیت میں ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ ایک بے قصور انسان کو عموماً قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے جتنا تمام انسانوں کو قتل کرنا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو عموماً قتل کرنے کی سزا جہنم مقرر کی۔ اس پر اپنا غضب نازل کیا اور لعنت کی اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار کیا اور اگر کوئی شخص تمام انسانوں کو قتل کر دیتا تب بھی اس کی سزا ہوتی۔ نیز اگر تمام انسان کسی ایک بے قصور انسان کے قتل میں ہمدام شریک ہوں تو تب سب کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایک بے قصور انسان کو عموماً قتل کرنا اتنا سنگین جرم ہے جو تمام انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو شخص کسی بے قصور انسان کو عموماً قتل کرتا ہے اس کی طبیعت پر غضب کا ظہر ہے اور جو اپنے جوش غضب سے مطلوب ہو کر ایک شخص کو قتل کر سکتا ہے وہ اس کے بعد دوسرے شخص کو پھر تیسرے شخص کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ اور اگر پھر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ اپنے جوش غضب میں تمام انسانوں کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ امریکہ کے ایک صدر کے فیصلے نے ہیڈو شیا اور ٹامسکی نے انٹیم گرائے تھے جس سے لاکھوں انسان ہلاک ہو گئے۔ اس طرح اب بھی اگر جوش غضب سے مطلوب ہونے والا کوئی امریکی صدر ہو تو اس کے پاس اب ایسے انٹیم جم اور ہتھیار ہیں جن سے پوری دنیا کو ہلاک اور چپکا جا سکتا ہے۔ ایک انسان کا تمام انسانوں کو ہلاک کرنا ممکن ہے۔ سو جو شخص جوش غضب سے مطلوب ہو کر ایک بے قصور انسان کو ہلاک کر سکتا ہے اگر اس کے بس میں ہو تو وہ تمام انسانوں کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا: جس شخص نے ایک انسان کو مرنے سے بچایا اس نے گویا تمام انسانوں کو بچایا۔ شاکوئی شخص آگ میں جل رہا

تھا یا دریا میں ڈوب رہا تھا یا بھوک سے مر رہا تھا یا شدید سردی میں غلغلا کر مرنے والا تھا اور کسی انسان نے اس کو اس مصیبت سے نکال کر اس کی جان بچائی تو اللہ کے نزدیک اس کی یہ نیکی اتنی عظیم ہے جیسے کسی شخص نے تمام انسانوں کو موت کے چنگل سے آزاد کرالیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں اڑاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیچ دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے“

شان نزول

امام مسلم بن قزاح قصیری حنفی ۳۷۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہدہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ آئے انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہیں آئی رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو مدینہ کی کونسیوں کی چراگاہ میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیٹھاب پیو انہوں نے اسی طرح کیا اور تندرست ہو گئے۔ پھر انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا اور دین اسلام سے مرتد ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے اونٹ لے کر ہماگ گئے نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا ان کو پکڑ کر لایا گیا آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کٹوا دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم ملائیں پھر وہ انہیں اور ان کو چیتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

(صحیح مسلم، رقم الحديث: ۳۷۷، صحیح البخاری، رقم الحديث: ۲۵۷۸، سنن ترمذی، رقم الحديث: ۷۷، سنن ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۳۶۷، سنن نسائی، رقم الحديث: ۳۰۳۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث: ۲۵۷۸، مسند احمد، ج ۳، رقم الحديث: ۱۰۷۴۳)

امام رازی شافعی نے اسی آیت کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت جو یسوع کے بارے میں نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ابوہریرہ اسلمی کی قوم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس کا رسول اللہ ﷺ سے معاملہ تھا لوگوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا لٹ لٹا لیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت بنو اسرائیل کے قاتلوں اور مسندوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اکثر فقہائے اسلام کا یہی نظریہ ہے اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل دلائل ہیں:

(الف) مرتد کو قتل کرنا زمین میں فسق کرنے اور اللہ اور رسول سے جنگ کرنے پر ساقط نہیں ہے، جبکہ اس آیت کا مقناض یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول سے جنگ کرے اور زمین میں فسق کرے اس کو قتل کیا جائے گا۔

(ب) مرتد کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور اس کو شہید کرنے پر اقتصار کرنا کافی نہیں ہے، جبکہ اس آیت کی رو سے یہ جائز ہے۔

(ج) مرتد کو سولی پر چڑھا شروع نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مرتد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

(د) اس آیت کا مقناض یہ ہے کہ جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہوں اور زمین میں فسق کرتے ہوں ان کو یہ سزا دی جائے۔ خود وہ لوگ کافر ہوں یا مسلمان زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اہل علم سے غلطی نہیں کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا نہیں ہوتی۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۳۹۶، مسند ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۳۶۸)

حزبہ (ڈاکہ) کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: 'حزب کا معنی ہے جنگ۔ صلح کی ضد' اور حزب کا معنی ہے کسی انسان کا سارا اہل لوٹ لیتا اور اس کو بالکل حتمی دست چھوڑ دیتا۔

(تاج العروس ج ۳ ص ۳۹۶)

ڈاکہ کی اصطلاحی تعریف

ڈاکٹر ذہبہ زحعلی لکھتے ہیں: 'ہائیں اور عمار بن (ڈاکوس) میں فرق یہ ہے کہ باقی کسی ٹوٹل سے حکومت کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ڈاکو بغیر کسی ٹوٹل کے قتل اور عمارت مری کرتے ہیں۔

فقہاء احناف نے حزبہ (ڈاکہ) کی تعریف کو سرق (چوری) کی تعریف کے ساتھ لاحق کر دیا ہے۔ کیونکہ ڈاکہ بڑی چوری ہے' مگر یہ مطلقاً چوری نہیں ہے کیونکہ خفیہ طریق سے کسی چیز کو لینا چوری کہلاتا ہے۔ چور 'محفوظ' امام یا مالک سے چھپ کر کوئی چیز لیتا ہے اور ڈاکو اعلانیہ بار دھاوا کر کے لوٹتا ہے' اس لیے ڈاکہ کا ضرر چوری سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ کی سزا بھی چوری سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

ڈاکو (قاطع الطريق یا عمار بن) ہر وہ مسلمان یا ذمی شخص ہے جس کی جان ڈاکہ ڈالنے سے پہلے محفوظ ہو اور فتناء کا اس پر ارتقا ہے کہ جس شخص نے قتل کیا اور مل لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور ولی متحمل کے مقابلہ کر دینے اور لوٹا ہوا مل واپس کر دینے سے اس کی حد مستند نہیں ہوگی اور ڈاکہ ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس میں اس طریق سے مل کو لوٹا جائے کہ علوان اس مل کو پچھلا مشکل ہو۔ (المقتد الاصلاحی دلائل ج ۲ ص ۳۸۰-۳۸۱)

ڈاکہ کا رکن

حک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ ڈاکہ کا رکن یہ ہے کہ کوئی شخص غلبہ سے مسافروں کا مل لوٹنے کے لیے اس طرح نکلے کہ مسافروں کا اس راستہ پر سفر کا مشکل ہو جائے۔ خود ڈاکہ ڈالنے والا ایک فرد ہو یا جماعت، جبکہ ڈاکہ کے پاس ڈاکہ ڈالنے کی قوت ہو، خود اس کے پاس ہتھیار ہوں یا لاٹھی یا اینٹ یا پتھر ہوں، کیونکہ ان میں سے ہر چیز کے ساتھ ڈاکہ ڈالنا جاسکتا ہے، خود اسب حملہ کریں یا بعض حملہ کریں اور بعض معطل ہوں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ ڈاکہ اس فرد یا گروہ کو کہتے ہیں جس کے پاس ایسی قوت ہو جس کا مقابلہ کرنا مسافروں کے لیے مشکل ہو، اور وہ اپنی قوت سے مسافروں کا مل لوٹنے کا قصد کریں۔ (دلائل مصلح ج ۲ ص ۱۹۰)

ڈاکہ کی شرائط

حک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے ڈاکہ کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

۱۔ ڈاکہ ڈالنے والا عاشق اور بالغ ہو۔ اگر وہ بچہ یا مجنون ہے تو اس سے حد مستند ہو جائے گی۔

۲۔ ڈاکہ مرد ہو، اگر عورت نے ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن امام طحاوی کے نزدیک اس میں عورت اور مرد برابر ہیں، اور دونوں پر حد ہوگی۔ روایت مشہورہ کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ سے مل لوٹنا عموماً عورتوں سے تصور نہیں ہے، اور امام طحاوی کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح باقی حدود میں مردوں کی تخصیص نہیں ہے، عورتوں پر بھی حد جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈاکہ میں بھی مردوں کی تخصیص نہیں ہوگی۔

۳۔ جن پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ مسلمان یا ذمی ہوں، اگر ان غیر مسلموں پر ڈاکہ ڈالا ہے جو پاسپورٹ کے ذریعہ دارالاسلام میں

آئے ہوں تو ڈاکوؤں پر حد میں ہے (بلکہ تحریر ہے)

۴۔ جس پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ ڈاکوؤں کے عزم نہ ہوں۔

۵۔ جس پر بچہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ قیمت و لابیہ ہو اور محفوظ ہو اس میں کسی اور کا حق نہ ہو نہ اس میں لینے کی کوئی تویل ہو اور نہ تویل کا کوئی شبہ ہو نہ اس میں ڈاکو کی ملکیت ہو نہ ملکیت کی تویل یا شبہ ہو اور وہ دل دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہو (یعنی ۲۲۵ تکہ چاندی ہو جو ۳۶۸ گرام چاندی کے برابر ہے) اگر متحدہ ڈاکو ہوں تو ہر ڈاکہ کے حصہ دس درہم کی مالیت کا مل ہو اور ہر ڈاکہ کے حصہ میں اتنا مل نہ آئے تو حد واجب نہیں ہوگی۔

۶۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ دارالاسلام ہو اگر دارالحرب میں ڈاکہ ڈالا ہے تو حد واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ حد کو حاکم اسلام جاری کرتا ہے اور دارالحرب حاکم اسلام کی ولایت اور تصرف میں نہیں ہے۔ اس لیے وہ دارالحرب میں حد جاری کرنے پر قادر نہیں ہے۔ (علامہ گھلانی نے جو وجہ بیان کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دارالحرب میں جا کر ڈاکہ ڈالی اور لوٹ مار کریں اور یہ کہ ناجائز طریق سے کٹار کاٹ لیا یا سر محل کندھے پر خود ان کاٹل سود کے ذریعہ لیس یا قمار کے یا رشوت کے۔ (صحیدی غفرلہ)

۷۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ شہر نہ ہو۔ اگر کسی نے شہر میں ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی۔ خواہ دن میں ڈاکہ ڈالا ہو یا رات میں اور خواہ ہتھیاروں کے ذریعہ ڈاکہ ڈالا ہو یا بغیر ہتھیاروں کے یہ اہتمل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور قیاس کا متضاد یہ ہے کہ شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہوگی اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ حد واجب ہونے کا سبب ڈاکہ ہے اور جب ڈاکہ ثابت ہو گیا تو حد واجب ہوگی۔ خواہ شہر میں ڈاکہ ڈالا ہو اور اہتمل کی وجہ یہ ہے کہ قطع الطريق (ڈاکہ) سڑ میں ہی متحقق ہو سکتا ہے۔ شہر میں راستے منقطع نہیں ہوتے کیونکہ اگر شہر میں ڈاکہ پڑے تو اس سے راستے منقطع نہیں ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے غیر شرعی قید اپنے زمانہ کے اعتبار سے لگائی ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں شہروں کے ہتھیار دیکھنے کی بات چھوڑ دی ہے۔ اس لیے اب شہر میں ڈاکہ ڈالنے کی قدرت نہیں تھی اور اب شہر کے لوگوں نے ہتھیار دیکھنے کی بات چھوڑ دی ہے۔ اس لیے اب شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہوگی۔

۸۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا ہے اس جگہ اور شہر کے درمیان مسافت سفر ہو (یعنی آٹھ میل چھ سو چالیس گز) یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول پر شرط ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔

ڈاکہ کے جرم کی تفصیل

ڈاکو کی سزاؤں میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ آیا یہ سزائیں جرم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہیں یا یہ قاضی کی صوابدید پر موقوف ہیں ڈاکہ کے جرم کے اختلاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ صرف لوگوں یا مسافروں کو ڈار مار دھکا کسی کو قتل کرنا نہ مل لوند۔

۲۔ صرف مل لوند۔ ۳۔ صرف قتل کرنا۔ ۴۔ مل لونا اور قتل کرنا۔

ابن میں سے ہر جرم کی ائمہ کے نزدیک ایک الگ سزا ہے۔ امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ اگر ڈاکو نے قتل نہیں کیا ہے تو قاضی قتل اور چٹائی کی سزائیں سے کوئی بھی سزا اپنے اجتہاد سے دے سکتا ہے۔ اس کی سزا قتل بھی ہو سکتی ہے اور قتل اور چٹائی بھی ہو سکتی ہے۔ ابن سزاؤں میں قاضی کو اختیار ہے کہ جو جاتی سزاؤں میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ اور غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ ڈاکو کا جو بھی جرم ہو قرآن مجید کی بیان کردہ سزاؤں میں سے قاضی اپنے اجتہاد سے کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔



نہ اہم اور بعد کی روشنی میں ڈاکو کے صرف ڈرانے کی سزا

جب ڈاکو صرف ڈرانے اور دھمکائے نہ مل لوئے اور نہ قتل کرے تو اہم احمد وغیرہ کے نزدیک اس کی سزا شریدہ کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "و یسفوا من الارض" یا ان کو شریدہ کر دیا جائے۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جب ڈاکو راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں نہ قتل کریں اور نہ مل بونہیں تو ان کو زمین سے نکل دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "و یسفوا من الارض" (مائدہ ۳۶) اس حالت میں جلاوطن کرنا حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور یہی سختی قلوہ اور عطاء خراسانی کا قول ہے اور زمین سے نکلنے کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام شہروں اور قصبوں سے نکل دیا جائے اور ان کے لیے کسی شہر میں رہنے کا ٹھکانہ ہو۔ اس طرح کی تفسیر حسن اور زہری سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دیا جائے جس طرح زانی کو شریدہ کیا جاتا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ جس شہر میں اس کو بھیجا جائے اس میں اس کو قید کر دیا جائے جس طرح زانی کے متعلق ان کا قول ہے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا اس کو زمین سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے حتیٰ کہ وہ توبہ کرے۔ امام شافعی کا بھی اسی قسم کا قول ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ اس صورت میں امام اس کو توبہ لگائے اور اگر اس کی رائے ڈاکو کو قید کرنا ہو تو اس کو قید کر دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نفی کا معنی یہ ہے کہ امام ڈاکو کو اپنے حدود جاری کرنے کے لیے ان کو طلب کرے۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے۔ ابن شریح نے کہا ڈاکو اس کو ان کے شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں قید کر دے۔ یہ قول امام مالک کے قول کی حش ہے اور یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر ان کو کسی اور شہر میں بھیجیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکہ ڈالیں گے اور لوگوں کو ایذا پہنچائیں گے۔ اس لیے ان کو قید کرنا بہتر ہے۔

فیہ علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں "ہماری دلیل ظاہر آیت ہے کیونکہ نفی کا معنی نکالنا دور کرنا اور بھگانا ہے اور قید کا معنی روکنا ہے۔ اگر ان کو کسی غیر زمین چمک کی طرف نکل دیا جائے تو اس کی دلیل "و یسفوا من الارض" (مائدہ ۳۶) ہے کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام زمینوں سے نکل دیا جائے باقی ہمارے اصحاب نے یہ نہیں لکھا کہ اسے کتنی مدت کے لیے شریدہ کیا جائے؟ تاہم اس کو اتنی مدت کے لیے شریدہ کرنا چاہیے جس میں اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور اس کا چل چل ٹھیک ہو جائے اور یہ بھی اہل حق ہے کہ ایک سال کے لیے شریدہ کیا جائے۔

(المفتی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۰۸-۳۰۷)

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "زمین سے نکلنے کی تین صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ڈاکو کو تمام زمینوں سے نکل دیا جائے۔

دوسری یہ کہ جس شہر میں اس نے ڈاکہ ڈالا ہو وہاں سے نکل دیا جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو دارالاسلام سے نکل دیا جائے۔

پہلی صورت مراد لینا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ تمام زمینوں سے نکل دیا ہی صورت میں تصور ہو سکتا ہے جب اس کو قتل کر دیا جائے اور قتل کرنے کا ذکر اس آیت میں پہلے آچکا ہے۔ دوسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ڈاکو کو دوسرے شہر کی طرف نکالیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکے ڈالے گا اور لوگوں کو ضرر پہنچائے گا اور تیسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ مسلمانوں کو دارالغریب میں بھیجا صحیح نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ پہلی نفی من لادرس کا معنی یہ ہے کہ اس کو تمام زمینوں سے نکل کر اس زمین میں روکھا جائے جس میں اس کو قید کیا جائے جہاں پر اس کا نسل کرنا تصور نہ ہو۔ (ادبم القرآن ج ۲ ص ۱۳۴)

میں اللہ سرمدی حتیٰ کہتے ہیں کہ جب ڈاکو صرف راستہ میں ڈرائیں اور دھکائیں نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں تو ان کو تعزیر لگنے کے بعد اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں "اور اللہ کے قول "و یسئلوا من الارض" سے بھی یہی مراد ہے۔ یعنی ان کو قید کر لیا جائے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ سرمدی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص نے قتل کیا نہ مال لوٹا صرف ڈرایا اور دھکایا اس نے معصیت کا ارادہ کیا اور قتل کرنا ہاتھ پیر کاٹنا اختیاری سزائیں ہیں اور جس شخص نے معصیت کا صرف ارادہ کیا ہو اس کو یہ سزائیں نہیں دی جائیں گی۔ جس طرح چوری میں چوری کا صرف ارادہ کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جانتے اسی طرح یہاں بھی صرف ڈرانے کی وجہ سے اس کے ہاتھ پیر نہیں کاٹے جائیں گے۔) (مسودہ لفظی "ج" ص ۱۹۵) اور یہ امام شافعی کی تفسیر سے بہتر ہے۔ یعنی ان کو طلب کرنا تاکہ ان کو ہر جگہ سے بھاگ دیا جائے۔ یہی وہ قید کر کے سزا دینے کی شریعت میں نظیر ہے اور جس چوری شریعت میں نظیر ہو اس پر عمل کرنا اس کی بہ نسبت بہتر ہے جس کی شریعت میں نظیر نہ ہو۔ (المسودہ "ج" ص ۱۹۹)

مذہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا

اگر ڈاکو نے صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو امام ابو حنیفہ "امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ڈاکو کا ہاتھ اور پیر مختلف جانب سے کاٹ دیا جائے گا۔ یعنی سید صاحب ہاتھ اور پیر "اس سے زیادہ سزائیں دی جائیں گی۔ اگر اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر پہلے کاٹا ہوا تھا تو اب اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا۔ بلکہ اس کو تعزیراتی قید کیا جائے گا اور اگر اس کا پہلے ایک ہاتھ کاٹا ہوا تھا تو اب صرف پیر کاٹا جائے گا اور اگر پہلے ایک پیر کاٹا ہوا تھا تو اب صرف ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ہے اور امام مالک کے نزدیک اس صورت میں امام کو اختیار ہے کہ وہ ڈاکو کو قتل کر دے یا سولہ دے۔ یا مختلف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے۔ البتہ اس صورت میں اس کو شریعت کرنے یا قید کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک بھی دوبارہ ڈاکہ ڈالنے پر اس کے ہاتھ اور پیر کو کاٹ دیا جائے گا۔

قاضی ابن رشد مالکی کہتے ہیں کہ جب ڈاکو مال لوٹے اور قتل نہ کرے تو امام کو اسے قید یا شریعت کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ البتہ اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کو قتل کرے یا سولہ دے یا مختلف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے۔

علامہ حنن مالکی کہتے ہیں کہ امام ابن قاسم نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ جس ڈاکو کا ایک ہاتھ اور پیر کاٹا چکا ہے

اور دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کا دوسرا ہاتھ اور پیر بھی کاٹ دے۔ (ابو ایوب البیہ "ج" ص ۳۳)

ملک العلماء علامہ کلبانی حتیٰ کہتے ہیں "جس ڈاکو نے مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو اس کا ہاتھ اور پیر مختلف جانب سے کاٹ دیا جائے گا۔" (بدائع الصلت "ج" ص ۱۹۳)

علامہ نجی ابن شرف نووی شافعی کہتے ہیں "اگر ڈاکو نے چوری کے نصاب کے مطابق مال لیا ہو تو اس کا رایاں ہاتھ اور رایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو اس کا رایاں ہاتھ اور رایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر نصاب سے کم مال لیا تو اس کے ہاتھ اور پیر کو نہیں کاٹا جائے گا۔" (ارونہ الطالین "ج" ص ۱۰۶)

مذہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کی سزا

ملک العلماء علامہ کلبانی حتیٰ کہتے ہیں جس ڈاکو نے مال لوٹا اور قتل کیا اس کے متعلق امام ابو حنیفہ چرچہ فرماتے ہیں امام کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس کو قتل کر دے یا سولہ دے اور اگر چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر نہ کاٹے اور اس کو قتل کرے یا سولہ دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قطع اور قتل کو اس طرح جمع کرے کہ وہ اس کا ہاتھ اور

پھر کٹ دے، پھر اس جگہ کو داغ نہ لگائے پونی چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۴۳)

علامہ ابو الحسن حنفی لکھتے ہیں کہ امام محمد نے یہ کہا ہے کہ ذاکو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہ ایک جرم ہے اس سے دو حدیں واجب نہیں ہوں گی۔ نیز قتل سے کم سزا قتل میں داخل ہو جاتی ہے جیسا کہ حد سرت، حد رجم میں داخل ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ) نے چوری بھی کی ہو اور ذابھی کیا ہو تو اس کو صرف رجم کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔۔۔ سعیدی (غفرلہ) امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ اور پیر کاٹنا اور قتل کرنا ایک سزا ہے، اور چونکہ ذاکہ کا جرم زیادہ ہے اس لیے اس کی سزا بھی زیادہ ہے کیونکہ جو ذاکو لوگوں کو قتل کرے تو اسے اور ان کاہل لوٹا ہے، وہ امن میں غل ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذاکہ میں ہاتھ اور پیر دو لوگوں کاٹنا ایک حد ہے جبکہ چوری میں دو لوگوں کو کاٹنا دو سزائیں ہیں، اور امام محمد نے جو حد رجم اور حد سرت کی مثل دی ہے، وہیں دو حدوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا گیا ہے، اور یہاں ایک حد میں بحث ہو رہی ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ سولی میں اختیار نہیں ہے، اس کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ اس کی قرآن مجید میں تصریح ہے اور مقصود یہ ہے کہ اس سزا کو شرت دی جائے، تاکہ دوسرے عبرت پکڑیں اور امام ابو حنیفہ کی جانب سے جواب یہ ہے کہ اصل شرت قتل سے حاصل ہو جاتی ہے اور سولی پر چڑھنے میں مبالغہ ہے، فقہ اس میں اختیار دیا جائے گا۔ (ادنیٰ لولیس، ص ۱۵۳)

علامہ حسن مانگی لکھتے ہیں، میں نے امام ابن قاسم مانگی سے پوچھا اگر ذاکو قتل کرے اور مل لے، تو کیا اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا، اور اس کو قتل کیا جائے گا یا اس کو صرف قتل کیا جائے گا، اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا؟ اس میں امام مانگی کا کیا قول ہے؟ امام ابن قاسم نے فرمایا اس کو برصورت میں قتل کیا جائے گا۔ (خوالہ، قضی کی رائے میں اس کا ہاتھ اور پیر کاٹنا ضروری ہو یا نہ ہو)۔ (المدونۃ الکبریٰ، ج ۳، ص ۳۲۹)

علامہ نجی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں اگر ذاکو نے قتل کیا اور مل لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کو سولی دی جائے گی، اور یہ اس وقت ہے جب مل نسلب کے برابر ہو اور مذہب یہی ہے۔ ابن سلع کا قول یہ ہے کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا، اور قتل کیا جائے اور اس کو سولی دی جائے گی اور صاحب تفریب نے کہا کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں دی جائے گی۔ (روضة الطالبین، ج ۱، ص ۱۵۶-۱۵۷)

علامہ ابو القاسم حنفی لکھتے ہیں، ”جس ذاکو نے قتل کیا اور مل لیا، اس کو قتل کیا جائے گا، خوالہ صاحب مل معاف کر دے اور اس کو سولی دی جائے گی“ حتیٰ کہ اس کی شرت ہو جائے اور اس کی لاش ذاکوؤں کے حوالے کر دی جائے گی۔

(المعجم مع المفنی والشرح، ج ۱، ص ۲۹۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یہ من کے لیے دنیا میں رسولی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے، مومن لوگوں کے جنوں نے تمہارے ان پر ہتھیار پانے سے پہلے توبہ کر لی، مومن لوگ اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے“

(المائدہ ۳۳-۳۲)

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا نظریہ

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ دنیا میں سزا پانے کے بعد بھی مجرموں کو آخرت میں عذاب عظیم ہو گا، البتہ اگر لوگ توبہ کر لیں گے، ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہو گا، فقہاء احناف نے اسی آیت کے پیش نظریہ کہا ہے کہ حدود بغیر توبہ کے کفارہ نہیں ہوتیں اور حدیث میں جو ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں، وہ توبہ کے ساتھ عقیدہ ہے، تاکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں موافقت



میں نیا چٹپڑا لے فرمایا جس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اس کو اس جرم کی سزا دے دی گئی تو اس کے لیے آخرت میں یہ سزا کفارہ ہو جائے گی کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈاکو نے فقہ ڈر لیا دھکیلا اور اس کو سزا کے طور پر جلا وطن کر دیا گیا تو اس کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا لیکن آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کو آخرت میں عذاب ہوگا اور اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سزا ملنے سے وہ عذاب ساقط ہو جائے گا جس کا تعلق اللہ کے حق سے ہے اور بندہ کا حق بقی رہے گا اور اس کی آخرت میں سزا ہوگی کیونکہ جس ڈاکو نے لوگوں کو ڈر لیا دھکیلا اس نے اللہ کی حکم بدلی بھی کی اور بندوں کو بھی نقصان پہنچایا اور حد جاری کرنے سے اللہ کے حق ضائع کرنے کی غلطی ہوگی بندوں کے حق کی غلطی نہیں ہوگی۔ سو اس بنا پر آخرت میں عذاب ہوگا (حاشیہ: انکار دینی علی البیضاوی ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۱ھ)

علامہ کا زرونی نے نہایت عمدہ توجیہ کی ہے، لیکن فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد مطلقاً عذاب نہیں ہوگا جیسا کہ ہم علامہ نووی اور علامہ مستطانی سے نقل کر چکے ہیں۔

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۷۵۰ھ امام شافعی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ کاس میں اختلاف ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد توبہ کے بغیر کیا کوئی قصص گنہ سے پاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ہمارے علامہ کا مذہب یہ ہے کہ گناہوں سے پاک کرنا حد کے لکام میں سے نہیں ہے۔ پس جب ایک قصص پر حد قائم کی گئی اور اس نے توبہ نہیں کی تو ہمارے نزدیک اس سے وہ گنہ ساقط نہیں ہوگا ہمارے علامہ نے قرآن مجید میں قطع الطریق کی آیت پر عمل کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دلکت لہم حشری فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم الا اللہ یس ما یرایہ (ڈاکوؤں) کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے سو ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب کو توبہ سے ساقط کیا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے دنیا کی حد ساقط نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ اشتفاء مذہب آخرت ہی کی طرف راجع ہے اور وہ جو بخاری کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے ان میں سے کوئی گنہ کیا اور اس کو دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے تو اس حدیث کو اس صورت پر محمول کرنا واجب ہے جب اس نے سزا کے وقت توبہ کر لی ہو کیونکہ حدیث ظنی ہے اور قرآن مجید قطعی ہے اور جب ظنی اور قطعی میں تضاد پیش ہو تو ظنی کو قطعی کے موافق کرنا واجب ہے اور اس کے برعکس کرنا جائز نہیں ہے۔

(المحرار الفقی ج ۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ مطبع مطبعہ مصر ۱۳۸۱ھ)

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابو القریب عبد الرحمن بن علی القرطبی البیرونی الحنبلی المتوفی ۵۸۰ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: ڈاکوؤں کی سزائیں اختلاف ہے۔ ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ توبہ کرنے سے اللہ کی حدود ساقط ہو جاتی ہیں مثلاً قتل کرنا رسولی دغا ہاتھ پیر لکنا اور شربد کرنا توبہ کے بعد یہ حدود بخلف نہیں ہوں گی لیکن انسان کے حقوق توبہ سے ساقط نہیں ہوں گے مثلاً مال لوٹا ہے تو واپس لیا جائے گا اور کسی کو زخمی کیا ہے تو اس کو بھی زخمی کیا جائے گا اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

(ازاد المسیر ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۰ھ)

علامہ لکھنوی شافعی متوفی ۵۵۰ھ نے بھی امام شافعی کا یہی مذہب بیان کیا ہے۔

(الکتب والعلوم ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن قدس سرہ جلی حنفی ۳۰۰ھ لکھتے ہیں:

اگر ڈاکوؤں نے پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لی تو ان سے اللہ کی حدود ساقط ہو جائیں گی لیکن اگر انہوں نے کسی کو قتل کیا ہے یا زخمی کیا ہے یا بل لٹا ہے تو ان سے بدلہ لیا جائے گا، مگر اس کے کہ صاحب حق اس کو معاف کر دے۔

اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام ربیع، امام احمد، امام ابو حنیفہ اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے، اس وجہ سے ڈاکوؤں سے حتی قتل، سولی، ہاتھ پیر کاٹنے اور ضرر دہ کرنے کی حد ساقط ہو جائے گی، مگر ان پر قتل کرنے، زخمی کرنے اور بل لٹانے کا بدلہ لیا جائے گا اور اگر انہوں نے پکڑے جانے کے بعد توبہ کی ہے تو ان سے کوئی حد ساقط نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، مگر ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے خون کو پکڑنے سے پہلے توبہ کر لی۔ (المائدہ ۳۳۰) سو پکڑے جانے والوں پر اللہ تعالیٰ نے حد واجب کر دی۔

(العلنی ج ۹ ص ۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۰۵ھ)

حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو حدیثوں میں تطبیق

ہم اس سے پہلے کتب صحاح کے حوالے سے حضرت عبید بن الصامت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ جب مجرم پر حد لگادی جائے تو وہ اس کے جرم کا کفارہ ہو جاتی ہے، لیکن ایک روایت اس کے خلاف ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۳۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں (از خود) نہیں جانتا کہ بیعت نبی تھے یا نہیں اور میں از خود نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں اور میں از خود نہیں جانتا کہ حدود ان کے اصحاب کے لئے کفارہ ہیں یا نہیں۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور مجھے اس کی کسی علت (ضعف) کا پتا نہیں اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (امام ابی نعیم نے امام حاکم کی موافقت کی ہے)

(المستدرک ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ، سنن کبریٰ للبخاری ج ۸ ص ۲۲۹، مسان)

اس قیاس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت عبید بن الصامت کی حدیث، حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، اس لئے ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت جس میں مذکور ہے، مجھے پتا نہیں حدود کفارہ ہیں یا نہیں۔ یہ پہلے کا واقعہ ہے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ سات ہجری میں فتح خیبر کے وقت اسلام لائے تھے اور حضرت عبید بن الصامت کی حدیث جس میں مذکور ہے حدود کفارہ ہوتی ہیں، یہ بعد کا واقعہ ہے، کیونکہ یہ بیعت فتح مکہ کے بعد لی گئی تھی۔ کیونکہ امام مسلم نے اس کے بعد دوسری حدیث (رقم الحدیث ۳۳۸۲) جو ذکر کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم پر عورتوں کی آیت طہرات کی ۱۱، لا یشربسکرم اللہ شیفاً (الممتنع ۵۰) اور ہم طہرائی میں تشرع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے اس طرح بیعت لی جس طرح فتح مکہ کے موقع پر بیعت لی تھی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث مقدم ہے اور حضرت عبید بن الصامت کی حدیث موخر ہے۔ نیز تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبید سے جب عتبہ لوٹی کے موقع پر آپ نے بیعت لی تھی اس وقت تو حدود غافل ہی نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے آپ کا یہ فرمایا جس پر حد جاری ہو گئی وہ اس کا کفارہ ہے، اس موقع کا نہیں ہو سکتا لہذا یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے، جب آپ نے دوسری مرتبہ بیعت لی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت جس میں مذکور ہے مجھے پتا نہیں حدود کفارہ ہیں یا نہیں؟ پہلے کا واقعہ ہے اور بعد میں آپ کو اللہ نے علم عطا فرمایا اور آپ نے فرمایا حدود کفارہ ہیں (یعنی شرط توبہ)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَ

اسے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو، اور

جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کو پیاب ہو ۵ بیگ بن لوگوں نے کفر کیا

لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِثْلَ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ

اگر ان کے قبضہ میں رہنے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی اور بھی ہوں تاکہ قیامت کے دن

مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

خدا سے نجات کے لیے وہ ان چیزوں کو فدیہ میں دے دیں (نہیں) ان قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے

الْعَذَابُ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ

نجات وہ ناپاک عذاب (دوزخ کی) آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اور وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے

مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا

اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے ۵ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں ہاتھ

أَيْدِيَهُمَا جَزَاءُ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾

کڑاٹ دو، یہ ان کے لیے برسنے کی سزا ہے اور ان کی طرف سے جہت بیک تحریر ہے اور انہیں عذاب نجات بخش کر دیا جائے گا

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ

پھر جس نے اپنے گنہگار ہونے کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بیشک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا،

إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

بیشک اللہ بہت بخشنے والا ہے اور مہربان (۵) اللہ کے لیے غائب کیا کرتے تھے جہاں کا ظاہر تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک

وَالْأَرْضِ مَنْ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى

اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز

جلد سوم

## کُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

۱۰ تا ۱۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو۔" (انج)

(انسان کا: ۳۵)

### آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے یسویٰ کی سرکشی اور غلو اور اللہ کی نافرمانی کرنے پر ان کی جسارت اور دیر و دیر کی کو بیان فرمایا تھا اور اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے سے ان کے بعد اور دوری کا ذکر فرمایا تھا۔ اللہ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ اس کے خوف سے گناہوں کا ترک کرنا اور عبادت کا پھیلنا ہے۔ یسویٰ نے اس وسیلہ کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تمہارا طریقہ یسویٰ کے برعکس ہونا چاہیے۔ تم اللہ کے خوف سے گناہوں کو ترک کر کے اور اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کرو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ یسویٰ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور اپنے باپ دادا کے اعمال پر فخر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ ہمیں اپنے ائمہ اور اصناف پر فخر کرنے کے بجائے نیک اعمال میں کوشش کرنی چاہیے اور عبادت کے ذریعہ اس کے قرب اور نجات کے وسیلہ کو تلاش کرنا چاہیے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ توبہ توبہ کے لیے اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو۔

### وسیلہ پہ معنی ذریعہ تقرب

علامہ حسین بن محمد رافعی اصلینی حنفی ۵۰۴ھ لکھتے ہیں کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنا وسیلہ ہے اور اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت کے ساتھ اس کے راست کی رعایت کرنا اور شریعت پر عمل کرنا اور اللہ کا وسیلہ اللہ کا قرب ہے۔ (المفردات، ص ۴۴۳-۴۴۴، مطبوعہ امیر ابن ۱۳۷۴ھ)

علامہ ابن اثیر جزیری حنفی ۶۲۶ھ لکھتے ہیں:

جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(نہایہ، ج ۵، ص ۱۸۵، مطبوعہ امیر ابن ۱۳۶۳ھ)

علامہ محمد بن کرم بن منصور افرقی حنفی ۷۰۷ھ لکھتے ہیں:

لام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(صاحیح جوہری، ج ۵، ص ۱۸۴، کتاب العرب، ج ۱۱، ص ۲۴۰-۲۴۱، مطبوعہ امیر ابن ۱۳۰۵ھ)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز

لام محمد بن جریر حنفی ۵۳۳ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

(حسن حسن مد تحفہ الزا کرین، ص ۳۳، مطبوعہ مطبعہ معینی البانی و اولادہ، مصر ۱۳۵۰ھ)





ابن شاکر رقم الحديث ۳۰ مسند محمد بن حنفی ۷۰۸، مجمع ابن حنفی رقم الحديث ۳۳ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۸، الخطاب العلیہ ج ۱ ص ۳۹

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی اور نبی سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی دعاؤں پر قبول فرمائے گا اور ان کی دعاؤں نہیں فرمائے گا اور ان کا اللہ پر بھی حق ہے اور یہی ان کی اللہ کی بارگاہ میں وجاہت اور حرمت ہے۔ اس لیے انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے دعا کرنے کی درخواست کرنا صحیح ہے اور اب ہم اس سلسلہ میں احادیث پیش کریں گے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور یہ عرض کرتے اے اللہ! ہم اپنے نبی محمد کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برساتا تھا (اب) ہم اپنے نبی کے ہمراہ تھے کہ تیری طرف وسیلہ پیش کرتے ہیں تو تو ہم پر بارش نازل فرما حضرت انس نے کہا پھر لوگوں پر بارش ہوئی۔

(مجمع المجلد ج ۲ رقم الحديث ۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۳۷، المعجم الکبیر ج ۲ رقم الحديث ۸۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۶۵، شرح منہج لطیفی ج ۲ رقم الحديث ۱۲۷)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بڑا شخص نبی محمد کے پاس آیا اس نے نبی محمد سے عرض کیا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ٹھیک کر دے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر تم چاہو تو میں اس کو مؤخر کروں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ اس نے کہا آپ دعا کر دیجئے۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح سے وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے اے اللہ! میں تیرے نبی (سیدنا محمد رضی اللہ عنہ) کی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہونا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو اے اللہ! میرے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرما (امام ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ ابو اسحق نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)

علامہ احمد شاکر متوفی ۷۷۳ھ نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد تحقیق ابن شاکر ج ۳ رقم الحديث ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴

ہیں۔ سنن ترمذی کے علاوہ ہم نے باقی جن کتب حدیث کے حوالے دیے ہیں ان سب میں یا عمر کے الفاظ ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی 'اے اللہ! تجھ پر سائنیں کا جو حق ہے میں اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں' اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں' کیونکہ میں بغیر اُترنے اور اُترانے اور بغیر کھانے اور پینے کے (محض) تیری بارائشگی کے ذرا اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں' سو میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پلہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دنا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ (سو جو شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

ابن ماجہ 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۷۷۷، عمل الیوم واللیلہ للابن ابی نعیم، رقم الحدیث: ۸۵، الترغیب والترہیب 'ج' ۲، ص ۲۵۲، صحیح ابن

خزیمہ 'ج' ۲، ص ۳۵۸، علامہ امروہ شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مسند امروہ 'ج' ۱۰، رقم الحدیث: ۱۵۹۹

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ کے اصحاب کو خوب علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ قریب اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ تھے۔

مسند امروہ 'ج' ۵، ص ۳۹۵، خزانة الکوکب، طبع قدیم، علامہ امروہ شاکر متوفی ۷۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند

امروہ 'ج' ۱۰، رقم الحدیث: ۱۳۳۲، طبع قاہرہ

وسیلہ بہ معنی درجہ جنت

علامہ ابن اثیر جزیری متوفی ۶۶۶ھ لکھتے ہیں:

وسیلہ کا ایک معنی جنت کے درجات میں سے ایک (مخصوص) درجہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (انصاریہ 'ج' ۵، ص ۱۸۵)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم سوزان (کی لڑائی) کو سنو تو اس کے کلمات کی مش کو بھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس شخص نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو حاصل ہو گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے حق میں میری شفاعت جائز ہو جائے گی۔

اصح مسلم، رقم الحدیث: ۸۶۶ (۳۸۴)، سنن ابو داؤد 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۵۲۲، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۳۳۴، صحیح ابوداؤد 'ج' ۱،

رقم الحدیث: ۳۳، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۷۷۷، عمل الیوم واللیلہ للابن ابی نعیم، رقم الحدیث: ۸۵، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۵۲۲،

مسند امروہ تحقیق امروہ شاکر 'ج' ۶، رقم الحدیث: ۱۵۹۹، 'ج' ۱۰، رقم الحدیث: ۱۳۳۲، 'ج' ۱۰، رقم الحدیث: ۱۳۳۲، سنن کبریٰ للبیہقی،

'ج' ۱، ص ۳۰۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۸۸۸، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، بیروت

دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق

امام ابوالقاسم سلیمان بن امروہ طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں سے دعا کرتے تھے اے اللہ اس دعوت کلمہ اور اس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے رب اپنے بندے اور اپنے رسول محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں (داخل کر دے)۔ (المجموع الاوسط ج ۲، رقم الحديث ۳۷۷۷۷، کنز الدقائق ج ۵، ص ۵۵)

حافظ ابوشیخ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں صدق بن عبداللہ الصنعی ہے۔ امام احمد امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور دحیم اور ابو حاتم اور ابن حجر بن صلح مصری نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱، ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ جلال الدین یوسف مزی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

صدق بن عبداللہ الصنعی کی روایات سے امام ترمذی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے استدلال کیا ہے۔ ہر چند کہ امام احمد اور شیخین نے اس کو ضعیف کہا ہے، لیکن سعید بن عبدالعزیز اور امام ابو داؤد نے اس کو ثقہ کہا۔ عبدالرحمن بن ابی ایوب نے کہا: صدق ہمارے شیخ میں سے ہیں اور ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احمد بن صلح مصری نے کہا اس کی روایت صحیح اور مقبول ہے۔ دحیم نے کہا اگرچہ یہ قدرہ کی طرف مائل تھا، لیکن روایت میں صلح تھا۔ ولید بن مسلم نے کہا یہ ۲۱ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ (تذیب الکمال ج ۹، ص ۸۰۸، "ملخص" میزان الاعتدال ج ۱، ص ۲۵۴، ۲۵۵، "تذیب التذیب ج ۲، ص ۳۸)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لوگوں سے کہہ دیا کہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبده ورسوله" اے اللہ! آپ پر صلوة نازل فرما اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو تمہارے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کر دے" سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المجموع الكبير ج ۱۲، رقم الحديث ۷۵۵۳، الجامع الكبير ج ۲، رقم الحديث ۲۲۱۱۸، "مروءۃ القاری ج ۵، ص ۱۲۳)

حافظ ابوشیخ متوفی ۸۰۶ھ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں اسحاق بن عبداللہ بن کثیر ہے۔ حاکم اور ابن حبان نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱، ص ۳۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۵۳۲)

حافظ جلال الدین ابو النجاشی یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ نے متحدہ سند حدیث کے حوالوں سے اسحاق بن عبداللہ کا ضعف نقل کیا ہے۔ امام ابو داؤد نے اسحاق بن عبداللہ کی طرف ایک حدیث متبرکہ درج کی ہے اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کی روایات کو درج کیا ہے۔ اسحاق بن عبداللہ بن کثیر ۲۱ھ میں فوت ہوا تھا۔

(تذیب الکمال ج ۹، ص ۷۲، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۳۶، کتاب البرج والتذلیل ج ۲، ص ۲۲۸)

ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن نفاذی اعلیٰ میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

دعائے اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق

اس بحث کے اخیر میں ہم ایک اور حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں "انک لا تحلوس المعباد" کا ذکر ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بنی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لوگوں سے کہہ دیا کہ "اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوت کلمہ اور اس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد

پیچیدہ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے، بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنے صحیح میں علی بن عیاش سے روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۴۰ مطبوعہ مکتبہ المکرمین)

اس دعا میں الوسیلۃ اور العزیلۃ کے بعد والدرجۃ المرتفعۃ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، اس کی اصل یہ حدیث ہے:

اللہم عبد الرزاق بن ہمام متونی ۱۱۱ روایت کرتے ہیں:

ایوب اور جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اکھت کے وقت کہا: اے اللہ! اس دعوت تبارہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب سیدنا محمد پیچیدہ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے درجات بلند فرما تو اس کے حق میں نبی پیچیدہ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المصنف ج ۳ ص ۴۹۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

وسیلہ یہ معنی مرشد کامل

ایمان اصل صلی اللہ علیہ وسلم کی اور انکی اتباع سنت اور عمرات اور کھدات سے بچنا یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جس موصیٰ کو مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا مدد کرتا ہے، جو اس کو مسلسل نیکی کی تحقیر کرتا ہے، اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے، اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الہی کے ذریعہ میں کس کو شہ ہو سکتا ہے۔ شہ ولی اللہ دہلی قول خلیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ اور شیخ اسماعیل دہلی متنی ص ۳۶ لکھتے ہیں:

اہل سلوک اس آیت کو دلوہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر حقیقی پہلا بی اور مجدد سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس رستہ کا نشانہ ملنا مشکل ہے۔ (اصول مستقیم افکار ص ۵۰ مطبوعہ مکتبہ سفیہ لاہور)

اسلام میں بیعت کا تصور شیخ طریقت کی شرانگہ بیعت برکت بیعت اولویت تہذیبی بیعت اور تجدد بیعت کا حکم میا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض ہے، ان تمام عنوانات پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع کے اخیر میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ جو حضرات ان مباحث سے دلچسپی رکھتے ہوں، وہ اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر ان کے قبضہ میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی اور بھی ہوں تاکہ قیامت کے دن عذاب سے نجات کے لیے وہ ان چیزوں کو فدیہ میں دے دیں تو وہ (فدیہ) ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے لعنت دردناک عذاب ہے۔ (المائدہ ۳۶)

آیا اللہ نے کافر کے کفر کا ارادہ کیا تھا یا اس کے ایمان کا؟

اللہ عزوجل نے یہ بتایا ہے کہ جن یہودیوں نے اللہ کی رویت کا انکار کیا اور محمدؐ کی عبادت کی، اور جن مشرکوں نے بتوں، انسانوں یا عناصر کی عبادت کی اور وہ توبہ کرنے سے پہلے مر گئے تو وہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اگر تمام روئے زمین کے برابر فدیہ بھی دے دیں، تب بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو اٹھارہ روز روئے والے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس آیت میں جن یہودیوں کا رد فرمایا ہے، جنہوں نے کہا تھا ہم کو صرف چند دن عذاب ہو گا اور اسی طرح بت پرست

کافروں کو عذاب کی وعید سنائی ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ تم اپنے آپ کو اہل اور کے وسیلہ سے دوزخ کے دائمی وارد دیتے والے عذاب سے بچ جاؤ گے۔

اہم محدثین اسماعیل بخاری حنفی ۵۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کافر نے کہا جائے گا یہ بتا کر میرے پاس روئے زمین جتنا سونا ہو تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دے گا؟ وہ کہے گا ہاں پھر اس سے کہا جائے گا (دینا میں) تجھ سے اس کی بہ نسبت بہت آسان سوال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۳۸۸) صحیح مسلم ۵۳۰۰ (۳۸۰۵) ۴۸۵۰

حافظ احمد بن حنبل بن حجر عسقلانی حنفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں۔

ابو عمران کی روایت میں ہے "اللہ فرمائے گا جس وقت تو آدم کی پشت میں تھا میں نے تجھ سے اس کی بہ نسبت آسان چیز کا سوال کیا تھا یہ کہ تو میرے ساتھ شرک نہ کرنا مگر تو شرک کے بغیر نہیں ملا اور ثابت کی روایت میں ہے ہم نے تجھ سے اس کی بہ نسبت کم چیز کا سوال کیا تھا۔ پس تو نے نہیں کیا پھر اس کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ حاضی میاض نے کہا اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

وَرَأَىٰ آدَمَ رَجُلًا مِّنْ نَّبِيِّيْنَ إِذْ مَرَّ بِصُلَيْمَ إِذْ يَسْأَلُهُمْ رَبُّهُ عَنِ الْوَلَدِ الَّذِي أَوَّلَاكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ أَلَمْ يَلْمِزْكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ أَلَمْ يَلْمِزْكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

اور یاد دیجئے بپ آپ کے رب نے جو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کے اوپر انہیں گواہ بنا دیا میا میں شمارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ ہم نے گواہی دی کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

(الاعراف: ۱۷۳)

یہ وہ حمد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ان کی اولاد سے لیا تھا۔ جس نے بعد میں اگر دینا میں اس حمد کو پورا کیا وہ مومن ہے اور جس نے اس حمد کو پورا نہیں کیا وہ کافر ہے۔ سو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم سے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں جب تم کو دنیا میں نکالوں گا تو تم اس حمد کو پورا کرنا لیکن تم نے اس کا انکار کر کے شرک کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ارادہ سے مراد طلب ہو۔ یعنی میں نے تم کو ایمان لانے کا حکم دیا تھا اور تم ایمان نہیں لائے کیونکہ اس کائنات میں دبی ہو نا ہے جس کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ مستزک نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کا حکم دے جس کا وہ ارادہ نہ کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل نہیں ہے۔ علامہ مازنی نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے ایمان کا ارادہ کرتا ہے اور کافر کے کفر کا اور اگر اللہ تعالیٰ کافر کے ایمان کا ارادہ کرتا تو وہ ایمان لے آتا یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان کو مقدر کرتا تو وہ ایمان لے آتا اس کے برخلاف مستزک کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے ایمان کا ارادہ کیا۔ مومن نے اس پر ایک کہا اور کافر نے انکار کیا۔

من کی دلیل یہ ہے کہ کفر شر اور برائی ہے اور کفر کا ارادہ بھی شر اور برائی ہے اور اللہ تعالیٰ شر اور برائی سے منہ ہے۔ اس لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ کسی کے کفر کا ارادہ کرے۔ اہل سنت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مخلوق کے حق میں شر کا ارادہ کرنا شر ہے۔ مناقب کے حق میں شر کا ارادہ کرنا شریں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے۔ مخلوق کے لیے شر کا ارادہ کرنا اس لیے شر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس سے منع کیا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اوپر کوئی حاکم نہیں ہے جو اس کو امر کرے۔ اس لیے مخلوق کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز مخلوق جب کسی

چیز کا لہو کہے اور وہ نہ ہو تو یہ خلق کے ضعف اور اس کے بھڑکی دج سے ہو تا ہے اور اللہ تعالیٰ ضعف اور بجز سے پاک ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کافر کے ایمان کا لہو کرے اور وہ ایمان نہ لائے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (الزمر: ۲۶)

تو جب اللہ کفر سے راضی نہیں ہے تو وہ کافر کے کفر کا لہو کیسے کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ارادہ اور چیز ہے اور رضا اور چیز ہے۔ رضا کا معنی ہے قوابل یعنی وہ کفر کو قوابل نہیں دیتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ارادہ عام ہے اور رضا خاص ہے۔ رضا کا معنی ہے غیر کا لہو کرنا جس طرح ہمارا منی اور غضب کا معنی ہے شر کا لہو کرنا۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۰۳-۳۰۴ مطبوعہ دار فخر للکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۹۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اہل سنت و جماعت کا جو مذہب نقل کیا ہے اس کے دلائل حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی الترمذی ۳۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن قنہ السلی جرحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرمایا ہوئے شاہ کے اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر ان کی پشت سے ایک خلق کو نکلا۔ پھر فرمایا یہ جنت میں ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ دوزخ میں ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! پھر ہم کس پر عمل کریں؟ آپ نے فرمایا تقدیر پر۔

الحج ابن حبان ج ۲ رقم الحدیث ۳۳۸۸ مسندہ رک ج ۱ ص ۳۸۱ مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۸ فتح قدیم علامہ ابی نعیمی نے کہا اس حدیث کے راوی اللہ ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۸۸

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب جرحہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے حلق پر چھایا اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے ہو آدم کی پشتوں سے حق کی اولاد کو نکلا اور اللہ ۵۷ھ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر ہتھکڑیاں باندھ پھیرا اور اس سے اولاد کو نکلا۔ پھر فرمایا: میں نے حق کو ان لوگوں کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ جنتیوں کے عمل کریں گے پھر حق کی پشت پر ہتھکڑیاں باندھ پھیرا اور اس سے اولاد کو نکلا۔ پھر فرمایا: میں نے حق کو ان لوگوں کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ دوزخیوں کے عمل کریں گے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! پھر عمل کس لیے کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ کسی بندہ کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنتیوں کے عمل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اہل جنت کے اعمال کرتا ہوا مرنا ہے۔ پس اللہ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے عمل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال کرتا ہوا مرنا ہے۔ پس اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

ابن ترمذی رقم الحدیث ۳۰۸۶ سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۷۳۷ سنن کبریٰ للشیخ ج ۲ رقم الحدیث ۱۱۰۰ موطا امام مالک رقم الحدیث ۳۳۷۷ مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث ۳۷۷۷ الحج ابن حبان رقم الحدیث ۳۷۷۷ مسندہ رک ج ۱ ص ۳۸۱ فتح قدیم علامہ ابی نعیمی نے یہ حدیث صحیح کی ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن عبد الرحمن متوفی ۳۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

ابن دعلجی بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں تقدیر کے حلق ایک شک پیدا ہوا اور مجھے یہ خوش ہو ا کہ کہیں اس سے میرا





اسلمی کتابوں کو غزل کرنا اور آخرت میں جزا اور سزا کا نظام قائم کرنا سب بے معنی اور خلاف حکمت ہو گا۔  
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک توبہ ہے اور اللہ بہت مہربان اور نہایت حکمت والا ہے (۱۸۱ تا ۱۸۶ ص ۳۹)  
 آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بتلایا تھا کہ ڈاکو کے ہاتھ اور ہر کٹ دیے جائیں اور اس آیت میں چور کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور حدیث میں ہے کہ دوسری چوری پر اس کا ہر کٹ دیا جائے گا۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا جب کسی شخص نے چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ کٹ دیا جائے گا اور اگر دوبارہ چوری کی تو اس کا بایاں ہر کٹ دیا جائے گا۔

(کتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانی ص ۱۳۸)  
 دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کی جان کی اہمیت بیان کی تھی کہ ایک انسان کو قتل کرنا اللہ کے نزدیک گویا تمام انسانوں کو قتل کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی انسان ڈاکہ ڈالے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہاں فرمایا کہ اگر انسان چوری کرے تو اس کا ہاتھ کٹ دیا جائے گا۔

سرقہ کا لغوی معنی

علامہ جلیل الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:  
 ابل عرب چور اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی محفوظ جگہ میں چھپ کر جائے اور مل غیر ملے کر چلا جائے۔ اگر وہ چھپ کر لینے کے بجائے حکم کھلاے تو وہ اونچا اور لیر (مختلس اور منہب) ہے اور اگر زبردستی چھینے تو صاحب ہے۔  
 (لسان العرب ج ۱ ص ۱۰۶ مطبوعہ مکتبۃ الشریعۃ دار الوفاء قم ایران ۱۳۰۵ھ)

سرقہ کا اصطلاحی معنی

علامہ کل الدین محمد بن عبد الواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۷ھ لکھتے ہیں:  
 عاقل بالغ کسی ایسی محفوظ جگہ سے کسی کے دس درہم (یا اس سے زیادہ) یا اتنی مالیت کی کوئی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ اور توبہ کے اٹھائے جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو اور آٹھ ایک وہ چیز جلدی خراب ہوئے وال نہ ہو تو وہ سرقہ (چوری) ہے۔  
 (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

شان نزول

اہم ہوا الحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:  
 یہ آیت عیسیٰ بن ابیرق کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے زرہ کی چوری کی تھی۔ اس کی تفصیل ہم احادیث ۱۰۵ میں بیان کر چکے ہیں۔ (اسباب النزول ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)  
 جاہلیت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے  
 علامہ عبد العزیز محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

زندہ جاہلیت میں بھی چور کا ہاتھ کٹ دیا جاتا تھا۔ زندہ جاہلیت میں جس کا سب سے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا وہ ولید بن مغیرہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اسلام میں جس چور کا سب سے پہلے مردوں میں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کاٹا وہ خیبر بن ہدی بن نوفل بن عبد مناف تھے مگر عورتوں میں جس چور کے سب سے پہلے ہاتھ کاٹے گئے وہ عروہ بنت

سفیان بن عبد اللہ تھیں۔ ان کا قتل جو مخدوم سے قتل حضرت ابو بکر نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا جس نے بار بار ایاتِ محمد حضرت عمر نے عبد الرحمن بن عمرو کے بھائی کا ہاتھ کاٹا تھا ان واقعات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

### چور کا ہاتھ کاٹنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ کا یا افضل اور احسان ہے کہ اس نے چور کا ہاتھ کاٹنے کی حد مقرر فرما کر مسلمانوں کے اموال کو محفوظ کر دیا اور اگر کوئی شخص اپنی کر کوئی چیز لے جائے یا لوٹ کر لے جائے یا غصب کرے تو اس پر حد مقرر نہیں ابھر چو کہ اس میں توبہ ہے کیونکہ یہ جرائم چوری کی بہ نسبت معمول ہیں اور ان کے خلاف کوئی قائم کیے جاسکتے ہیں اور گواہوں کے ذریعہ حد الٹ سے اپنا حق آسانی سے وصول کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برخلاف چور چھپ کر مل لے جاتا ہے، لہذا اس پر گواہی قائم کرنا مشکل ہے اس لیے اس کی سزا سخت رکھی تاکہ اس سزا کو دیکھ کر دوسرے لوگ بہت پکڑیں اور چوری کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں کے اموال محفوظ رہ سکیں۔

بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس کو فوراً جوڑ دیا جائے تو یہ جائز ہے لیکن یہ فتویٰ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کو فرمایا ہے "یہ اللہ کی طرف سے عبرت نامہ توبہ ہے" اگر چور کا ہاتھ جوڑ دیا گیا تو پھر یہ عبرت نہیں رہے گا اور یہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے اس کی کھلی بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع میں کی ہے۔ ایک بحث یہ ہے کہ چور ہاتھ سے چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو زانی جب زندہ رہتا ہے تو اس کا آئہ حاصل کیوں نہیں کاٹا جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چور کا جب ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے تو اس کا دوسرا ہاتھ موجود ہوتا ہے جس سے وہ کام کاج کر سکتا ہے جبکہ زانی کے پاس دوسرا آئہ نہیں ہوتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حد دہاں لے مقرر کی گئی ہیں کہ لوگ دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ لہذا ہاتھ تو کاٹ دیتا ہے اور آئہ مستور ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آئہ حاصل نہ دینے سے فروغِ نسل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور ہاتھ کاٹنے میں یہ فعلہ نہیں ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ زانی سزا میں جرم تو صرف ایک جز نے کیا ہے اور کوئی دوسرا جرم کی شکل میں سزا پورے جسم کو ملتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زانی کرنے سے پورا جسم لذت حاصل کرتا ہے اس لیے پورے جسم کو سزا دی جاتی ہے۔

### محبتِ حدیث پر دلیل

اس آیت میں کئی وجوہ سے اجمل ہے۔ اول یہ کہ مطلقاً چوری کرنے پر حد واجب نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک پیسہ یا روپہ چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ ایک مہینہ مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس آیت میں اس مقدار کا بیان نہیں ہے۔ ثانیاً اس آیت میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور ہاتھ کا اطلاق انگلیوں پر، ہاتھ پر، پیچھے تک، کھائی کے وسط تک، کسی تک اور بازو تک پر ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہے۔ ثالثاً اس آیت میں یہ بیان نہیں ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم امت کے عام افراد کو دیا گیا ہے یا یہ حکم صرف مسلمان حاکم کے لیے ہے۔ ان تمام امور کا بیان نبی کریم ﷺ کی سنت اور احادیث میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ احادیث کے بغیر قرآن مجید کے معنی کو سمجھنا اور اس کے حکم پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔

حدِ سرقة کے نصاب میں امام شافعی کا نظریہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن شافعی متوفی ۲۰۴ھ لکھتے ہیں:

جب چور کسی چیز کو چرائے تو اس چیز کی قیمت کا اس دن سے لٹا کیا جائے گا جس دن اس نے چوری کی تھی۔ اگر اس کی قیمت چوٹلی دینار کو پہنچی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا ورنہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(الام: ج ۶ ص ۶۷، مسطورہ دار الفکر، بیروت ۱۴۳۰ھ)

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۱ھ روایت کرتے ہیں:  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو چوٹلی دینار یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح ابوداؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۸۹۹، صحیح مسلم: حدود ۱، (۲۷۳) ۳۳۸، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۳۳۸۳، سنن نسائی: ج ۸، رقم الحدیث: ۴۳۷۹، مسند احمد: ج ۹، رقم الحدیث: ۲۳۳۴، سنن کبریٰ للبخاری: ج ۸، ص ۲۵۳، مسوطا امام مالک: رقم الحدیث: ۵۵۵، مسند ابن ابی شیبہ: ج ۴، ص ۴۰، صحیح ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۳۴، مسند حمیدی: رقم الحدیث: ۴۶۹، مسند شافعی: ج ۲، رقم الحدیث: ۸۳، شرح حسنہ للبخاری: رقم الحدیث: ۴۵۵۹)

دراستح رہے کہ جو چوٹلی دینار تین درہم کے مساوی ہے۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو چوٹلی دینار میں ہاتھ کاٹو اور اس سے کم میں نہ کاٹو۔ اور ابن دینار میں جو چوٹلی دینار تین درہم کے برابر تھا اور دینار بارہ درہم کا تھا اور اگر چوری چوٹلی درہم سے کم ہوئی تو میں اس کا ہاتھ کاٹنے کا نہ کہتی۔

(اعلام احمد شاکر نے کلاس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد: تحقیق احمد شاکر: ج ۱، رقم الحدیث: ۲۳۳۹۶-۲۳۹۶۰، طبع ۱۴۰۶ھ)  
حد سرقہ کے نصاب میں امام مالک کا نظریہ  
امام حنبل بن سعید اشعری مالکی متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام مالک سے پوچھا: یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص آج تین درہم کی چوری کرے اور وہ چوٹلی دینار کے برابر آج نہ ہوں، کیونکہ دینار کی قیمت بڑھ گئی ہو تو کیا آپ کے قول کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ امام مالک نے فرمایا: میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، جبکہ اس نے اس دن تین درہم کی دہشت کی چوری کی ہو۔ کیونکہ نبی ﷺ نے تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا۔

(الرد المحتار: ج ۶، ص ۲۶۵، مسطورہ مطبعہ المطارد، مصر ۱۳۲۳ھ)

امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مالک بن انس ابی حنیفہ متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ذوالحلیہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

(الموطا امام مالک: رقم الحدیث: ۵۷۵، مسند الشافعی: ج ۲، رقم الحدیث: ۸۳، صحیح ابوداؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۸۹۹، صحیح مسلم: حدود ۱، (۲۷۳) ۳۳۸، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۳۳۸۵، سنن ترمذی: رقم الحدیث: ۳۳، سنن نسائی: ج ۸، رقم الحدیث: ۴۳۷۹، مسند احمد: ج ۹، رقم الحدیث: ۴۳۷۹، صحیح ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۳۴، سنن کبریٰ للبخاری: ج ۸، ص ۲۵۳، سنن دارقطنی: ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۵، سنن کبریٰ للبخاری: ج ۸، ص ۲۵۶، شرح حسنہ للبخاری: رقم الحدیث: ۴۵۵۹)

حد سرتہ کے نصاب میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی حنفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کے نزدیک نصاب سے کم چوری میں ہاتھ نہیں کٹا جائے گا۔ البتہ حسن بصریؒ، داؤد ظاہریؒ، امام شافعیؒ کے لئے اور خواص کا قول یہ ہے کہ گھیل چیز کی چوری ہو یا کٹری کی چور کا ہاتھ کٹ دیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً ارشاد ہے: **وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا** (المائدہ: ۳۸) چوری کرنے والے مولود چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کٹ دو اور حضرت ابو ہریرہؓ بیٹھنے سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے، وہ رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کٹ دیا جاتا ہے اور وہ بیٹھ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کٹ دیا جاتا ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) نیز گھیل چیز کی چوری کرنے والا بھی حرز (جس جگہ کی حفاظت ہو) سے چیز چراتا ہے تو کٹری چیز کی چوری کی طرح اس پر بھی اس کا ہاتھ کٹ دیا جائے گا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا صرف تین چو قتل و تباہی اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کٹا جائے گا صحیح بخاری و صحیح مسلم اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور اہل علم کی وجہ سے آیت کے عموم میں تخصیص کی جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس رسی پر ہاتھ کٹا جائے جس کی بلیت رطل و تباہی ہو (جیسے جھانڈی کی رسی، مسیدی) اور پیٹھ سے مروا مرغی کا تیرا نہ ہو، بلکہ لوہے کا پیڑ یعنی "خود" مروا ہو۔

امام احمد سے نصاب سرتہ میں مختلف روایات ہیں۔ ابو اسحق جز جہنی سے رطل طلائع و تباہی تین چاندی کے درہوں کی روایت ہے، ابو حنن کی بلیت ہو۔ امام مالک اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور اثرم سے یہ روایت ہے کہ اگر سولے چاندی کے علاوہ کسی چیز کی چوری کی ہے تو چو قتل و تباہی تین درہم کی بلیت نصاب ہے، کورن میں سے کم تر بلیت کو نصاب ملتا جائے گا، بیٹ اور ابو ثور سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا صرف چو قتل و تباہی اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کٹا جائے گا حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ، "کوزاخی" امام شافعیؒ اور ابن منذرؒ کا بھی یہی قول ہے اور عثمان بنی نے کہا کہ ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کٹ دیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چار درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کٹا جائے گا اور حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ صرف پانچ درہم میں ہاتھ کٹا جائے گا۔ سلیمان بن یسارؒ، ابن ابی نعلیؒ اور ابن شبرہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ جو جہنی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس واصل کے عوض ہاتھ کٹ دیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ علامہ امام ابو حنیفہؒ اور ابن کے اصحاب کا یہ قول ہے کہ ایک و تباہی اس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کٹا جائے گا کیونکہ قلیح بن ارقطاعؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا اس درہم سے کم میں قطع نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک واصل کے عوض ایک کوئی کا ہاتھ کٹ دیا اس کی قیمت ایک و تباہی اس درہم تھی اور نضی سے روایت ہے کہ چالیس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کٹا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واصل کی چوری میں ہاتھ کٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) علامہ ابن عبد البرؒ نے کہا یہ حدیث اس باب میں صحیح ترین حدیث ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی جو پہلی حدیث (جس میں ایک و تباہی اس درہم کی واصل پر قطع ہے) کا ذکر ہے اس پر دلالت نہیں کرتی کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ کٹا جائے نہیں کیونکہ جو تین

درہم کی چوری پر ہاتھ کٹتے ہیں، وہ دس درہم کی چوری پر بھی ہاتھ کٹتے ہیں۔

(المفتی "ج ۹، ص ۹۵-۹۴" مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ)

حد سرقہ کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے جوایات

میں لاکھ میں تین سو سترہ سو تالیف میں ملتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اصل کی قیمت کے سامنے ہاتھ نہیں کاٹا جائے، اور من دونوں اس کی قیمت دس درہم کے برابر تھی مگر اس میں یہ دلیل ہے کہ چور کا ہاتھ کٹنے کے لیے سرقہ میں نصاب معتبر ہے۔

پھر نصاب کی مقدار میں اختلاف ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے کمایہ نصاب دس درہم یا ایک دینار ہے۔ امام شافعی نے کمایہ قتل دینار ہے۔ امام مالک نے کمایہ تین درہم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری نے کمایہ پانچ درہم ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ازہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: چو قتل دس درہم یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس لیے کہ من کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صرف اصل کی قیمت میں ہاتھ کاٹا جاتا تھا، اور اصل کی قیمت میں اختلاف ہے اور اختلاف کے وقت اس کی کم سے کم قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اور کم سے کم قیمت جو محض ہے، وہ تین درہم ہے۔ اس لیے امام مالک نے سرقہ کا نصاب تین درہم قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دینار کی قیمت بارہ درہم تھی تو تین درہم چو قتل دینار ہو گئے اور ہمارے علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

از محمود بن شعیب از والد خود از جد خود روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفہ اور عرفہ موی سے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی موی ہے اور حدیث مشہور میں ہے کہ دس درہم سے کم میں حد نہیں ہے، اور دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور ابن ابی ایمن، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے موی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جس اصل کی چوری میں ہاتھ کاٹا گیا تھا، وہ دس درہم کی تھی، اور ان صحابہ کرام کے قول کی طرف رجوع کرنا زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ وہ صحابہ میں سے تھے اور صحابہ کی قیمت اور لوگوں کی یہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے، اور یہ کہ حد درست نہیں ہے کہ اصل کی اس قیمت کا اعتبار کرنا چاہیے جو کم سے کم ہو، کیونکہ چوری شدہ مال کی کم قیمت اس لیے لگائی جاتی ہے، تاکہ حد کو ساقط کیا جاسکے، اور یہی حد کو ساقط کرنا اس وقت متحقق ہو گا جب اصل کی قیمت زیادہ سے زیادہ لگائی جائے۔

اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، جس نے کہا: اچھا، تھک کر میرے اس ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی چوری دس درہم کے مساوی نہیں ہے، پھر اس کی قیمت معلوم کی گئی تو اس کی قیمت آٹھ درہم ڈالی گئی تو اس شخص سے حد ساقط کر دی گئی۔ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نصاب سرقہ کا دس درہم ہونا صحابہ کے درمیان معروف اور مشہور تھا۔ نیز نصاب حد کو نصاب مرقع قیاس کیا گیا ہے اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ کم از کم مرقع قیاس درہم ہے، اور نکل اور ہاتھ کٹنے دونوں میں ایک عضو پر تعریف کیا جاتا ہے، جو شریعت میں تعریف کرنے سے محفوظ اور مامون ہے۔ اس لیے اس تعریف کا اختلاف بلکہ کثیر کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عمار دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۳۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عمار دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۷۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۷۷، کتاب النکاح لابن عمر

ص ۳۷۷، سنن دارقطنی ج ۲ رقم الحدیث ۳۳۷۸، ۳۳۷۹)

ابن عمر بن حسن شیبانی حنفی ۸۹ھ روایت کرتے ہیں

ابراہیم نعیمی نے کہا کہ اصل سے کم قیمت میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت اصل کی قیمت دس درہم تھی اور اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(کتاب الآثار ص ۷۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۳۰ھ)

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب چور اس قدر (مال کی) چوری کرے جو اصل کی قیمت کو پہنچ جائے

تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس وقت اصل کی قیمت دس درہم تھی۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۳۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر عمار تین درہم یا چوتھائی دینار کو ہاتھ کاٹنے کا نصاب قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور ابن کے

اصحاب دس درہم یا ایک دینار کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ دس درہم دو اعشاریہ چھ دوپانچ (۲۷۵) تونکہ اور تیس اعشاریہ چھ ایک

آٹھ (۳۷۸) گرام چاندی کے برابر ہے۔ نو تین درہم ستر اعشاریہ سات آٹھ سلت پانچ (۸۷۵) تونکہ اور نو اعشاریہ ایک

آٹھ پانچ چار (۵۷۵) گرام چاندی کے برابر ہے۔

کون سا ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے ؟

چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ امام بخاری نے ابراہیم نعیمی سے روایت کیا ہے۔ ہماری قرائت میں ہے "فانقطعوا

ایمانہما" چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کو کاٹ دو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۷۷۰، مطبوعہ نشر المشرقین)

دایاں ہاتھ پیچھے سے کاٹا جائے گا۔

امام دارقطنی حنفی ۸۵ھ روایت کرتے ہیں

از عروبن شیبہ از اولہ خود از ہد خود حضرت صفوان بن امیہ بن خلف مسجد میں سوئے ہوئے تھے ان کے سرانے ان

کے کپڑے تھے ایک چور آکر وہ کپڑے لے گیا وہ اس چور کو پکڑ کر نبی ﷺ کے پاس لے آئے اس نے چوری کا اقرار کر لیا۔

نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت صفوان نے کہا یا رسول اللہ! کیا عرب کے ایک شخص کا میرے کپڑوں کے عوض

ہاتھ کاٹا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میرے پاس پکڑ کر لانے سے پہلے یہ عرب نہیں تھا؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جب تک مجرم حاکم کے پاس نہ پہنچے تم شفاعت کر سکتے ہو۔ اور جب وہ حاکم تک پہنچا یا پھر اس کو معاف کیا تو اللہ اس کو معاف نہ

کے پھر آپ نے حکم دیا کہ پیچھے (پیشانی اور کلاں کا جوڑا سے) اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

(سنن دارقطنی ج ۲ رقم الحدیث ۳۳۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

امام ابو بکر احمد بن حنبل بنی حنفی ۵۸ھ روایت کرتے ہیں

ہدی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چور کا ہاتھ پھٹکی کے جوڑے کاٹ دیا۔  
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ پھٹکی کے جوڑے کاٹ دیا۔ عمرو بن دھار  
بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چور کا ہاتھ پھٹکی کے جوڑے کاٹ دیتے تھے۔

(سنن کبریٰ ج ۸ ص ۷۷۱ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا

فقہی عالمگیری میں ہاتھ کاٹنے کی حسب ذیل شرائط بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جو چیز دارالاسلام میں مباح یا فحش اور حرام ہو اس کے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جیسے اقلہ کلزی، گھاس، پھوس،  
سرکنڈا، پھلی، ہڑتیل اور چوہ وغیرہ۔ (درایہ کافی، نور البیان)

۲۔ سونا، چاندی، اگر مٹی یا چرمیں محفوظ ہو اور اس کو اس شکل میں چرایا جائے تو اس پر حد مرتد نہیں ہے۔ (غایہ الروایہ)

۳۔ جو چیز جلد خراب ہو جاتی ہے، جیسے لادہ، گوشت اور تازہ پھل، ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (درایہ)

۴۔ جو پھل درخت پر لگے ہوں یا کندم کھیت میں ہو، اس کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۵۔ قلعہ کے ایام میں طعام کی چوری پر حد نہیں ہے۔ خواہ طعام جلد خراب ہوئے والا ہو یا نہ ہو، حفاظت میں رکھا گیا ہو یا نہ  
ہو، اور قلعہ کامل نہ ہو لیکن جس طعام کو چرایا ہے وہ جلد خراب ہوئے والا ہے، پھر بھی حد نہیں ہے اور اگر طعام جلد خراب  
ہوئے والا نہ ہو، لیکن غیر محفوظ ہو، پھر بھی حد نہیں ہے۔ (انفرد)

۶۔ مٹی کی دھبہ کی چوری میں حد نہیں ہے۔ (تہذیب)

۷۔ درخت کو بالغ سے جز میت چرانے پر حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۸۔ ہاتھی کے دانت کی چوری میں حد نہیں ہے بشرطیکہ اس سے کوئی چیز بنتی نہ لگی ہو۔ (امین)

۹۔ شیشہ کی چوری میں حد نہیں ہے۔ (فتح اللہ)

۱۰۔ جن جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے، ان کے چرانے پر حد نہیں ہے، خواہ وہ وحشی ہوں یا فیروشی، بڑی ہوں یا بھری۔

(تآر خانہ)

۱۱۔ مندی، ہیزوں، تیز پھٹوں، گھاس، پانی، پھٹیل اور جانوروں کی کھالوں کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (تآر خانہ)

مصلیٰ یا کوئی اور چیز بنتی لگی ہو۔ (مجاہد)

۱۲۔ غمخیز ہو، بلی پر بندوں، وحشی جانوروں، کتے، چیتے، مرغی، بچ اور کبوتر کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (ترمذی)

۱۳۔ قبور، دلف، مزار اور بقیعے بنانے کے آلات کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۱۴۔ طبل اور بھنگا اگر نمود عیب کے لیے ہوں، تو ان کے چرانے میں حد نہیں ہے، اور اگر جملہ کا طبل ہے تو اس میں اختلاف

ہے۔ (مجاہد)

۱۵۔ خیر اور روٹی کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۱۶۔ شریح، کور، چرخ، سوئے کی بتی ہوئی ہوں، ان کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (مجاہد)

۱۷۔ صحیفہ (قرآن مجید) کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۱۸۔ لقمہ، نحو، لغت اور شعر و ادب کی کتابوں کے چرانے میں بھی حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)



۱۹- تیرے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (بخاری)

۲۰- سونے یا چاندی کی صلیب یا بت کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ البتہ اسونے اور چاندی کے جن سکوں پر تصویریں ہوں ان پر حد ہے۔ (مسلم)

۲۱- بڑی عمر یا کچھ دار نظام کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (بخاری)

۲۲- جس شخص نے اپنے مقروض سے دس درہم قرض سوا بل قرض لیا ہو اور وہ اس سے اتنی ہدایت کی چیز چرانے والے تو حد نہیں ہے اور اگر قرض سوا بل ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حد ہو اور اسماعیل کا تقاضا ہے کہ حد نہیں ہے۔ (المرائج والہج)

۲۳- اگر تبلیغ بیٹے کے مقروض کے بل سے چوری کی تو حد نہیں ہے۔ (مسلم)

۲۴- اگر چاندی کے برتن میں نیند یا جلد خراب ہونے والی کوئی چیز (مثلاً دودھ) تھی اس کو چرایا تو حد نہیں ہے۔

۲۵- جس برتن میں غر (شراب) تھی اس کو چرایا تو اس میں حد نہیں ہے۔ (مسلم)

۲۶- اگر قبر سے درہم یا کفن کے علاوہ کوئی اور چیز چرائی تو اس پر حد نہیں ہے۔ (المرائج والہج)

۲۷- کفن چرانے پر حد نہیں ہے۔ (کافی)

۲۸- بل قیمت یا مسلمانوں کے بیت المال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔ (نہی)

۲۹- جس چیز پر ایک بار حد لگ چکی ہو اس کو دوبارہ چرانے پر حد نہیں ہے۔ (شرح الموطا وغیرہ)

۳۰- حربی مسلمان کے بل سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔ (مسلم)

علاوہ ان اہم حکم کلی لکھتے ہیں:

۳۱- مسجد کا مسلمان مثلاً چٹائیں اور قدیل چرانے پر حد نہیں ہے۔

۳۲- کعبہ کے پردوں کو چرانے پر حد نہیں ہے۔

۳۳- جن کھنڈوں پر کچھ لکھا ہو یا چھاپا ہو ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔

۳۴- اگر کسی شخص نے امانت میں خیانت کی تو اس پر حد نہیں ہے۔

۳۵- شیرے اور اچکے پر حد نہیں ہے۔

۳۶- اگر کوئی شخص اپنے شریک کے بل سے چوری کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔

۳۷- بل بپ اولاد یا دیگر محارم کے بل سے چوری پر حد نہیں ہے۔

۳۸- اگر محرم کے گھر سے کسی اور کا بل چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔

۳۹- اگر دو عین میں سے کسی ایک نے دوسرے کا بل چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔

۴۰- نظام یا لوطی نے اپنے مالک کا بل چرایا یا لوطی نے اپنی مالک کے خلوہ کا بل چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔

۴۱- اگر مالک نے اپنے منکاب کا بل چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔

۴۲- حمام یا جس گھر میں جانے کا ذات نام اس میں چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔

افادہ تاریخی ۲ ص ۱۷۹-۱۷۵ مطبوعہ مطبعہ امیرہ نمبر ۱۱۱۱۱۱۱۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں چاہا کہ بلاشبہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے غلبہ دیتا ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (العائدہ ۳۰)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر چہ رے توبہ نہ کی اور وہ کچرا گیا تو اس پر حد بھی جاری ہوگی اور آخرت میں عذاب بھی ہوگا اور اگر اس نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو اللہ آخرت کی سزا معاف فرما دے گا۔ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب دنیا یا معاف فرما دے گا اس وجہ سے ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے۔ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اس کا عذاب دنیا بھی حسن اور حکمت پر مبنی ہے اور اس کا معاف فرمنا بھی حسن اور کرم پر مبنی ہے۔ اہل سنت کا مذہب ہے عذاب دینا اس کا عدل ہے اور معاف فرمنا اور توبہ عطا فرمنا اس کا کرم ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے ہم اس کے عذاب سے اس کی پٹھ طلب کرتے ہیں اور اس کے بخود مکر اور رحم و کرم کو طلب کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزَنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

اسے رسول ! آپ کو وہ لوگ غم زدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی کے ساتھ سرگرم ہیں ، ان میں سے

الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِمَا فُورَاهُمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ

بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے بھروسے کیا کہ ہم ایمان لے آئے ، حالانکہ ان کے دل یمن نہیں ہیں اور بعض

الَّذِينَ هَادُوا ۖ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ ۚ

یہودی ہیں جو جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور ان لوگوں کی ذاتیں بہت زیادہ سنتے ہیں جو آپ کے

لَمْ يَأْتُوكَ يُخَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَا أُضِيعَ يَقُولُونَ إِنَّ

پاس نہیں آئے ، لہذا کلمہ کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ اگر نہیں یہ

أَوْتِيْتَهُمْ هَذَا فَاخْذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتُوهُ فَاخْذُوهُ ۚ وَمَنْ يُرِدْ

دکم ، دیا جائے تو اس کو مان لو ، اور اگر یہ (دکم) دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو ، اور دے (عذاب) چمے

اللَّهُ فَتَنَّتْهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ نے آزمایا ہے ، تو تو ہرگز اس کے لیے اندر کے تباہی میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا ، یہ وہ لوگ ہیں جن کے

لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ فَبَدَّلَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَكُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚ وَلَهُمْ

دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا ، ان کے لیے دنیا میں دھواں ہے اور آخرت میں

فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ

ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝ (یہ) جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ

شہان القرآن

جلد سوم

لِلسُّحْرِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ

کھاتے ہیں، سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں خواہ ان سے اصرار کر لیں

وَأِنْ تَعْرَضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۚ وَإِنْ حَكَمْتَ

اور اگر آپ ان سے اصرار کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر آپ فیصلہ کر دیں تو

فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۚ وَكَيْفَ

ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۵ اور وہ آپ

يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ

کو کیسے نصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس قدرت ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ

بَعْدَ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۚ

دور گردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! آپ کو وہ لوگ تم زد نہ کریں جو تکفیری تہذیب کے ساتھ سرگرم ہیں (المائدہ ۳۱) اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے ذاکر اور چوری سے متعلق احکام شریعہ ارشاد فرمائے اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مخالفین بہت گرم جوشی کے ساتھ کفر کا اعتراف کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری تلقین کی۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ تکفیری لوگوں کی سرگرمیوں کی پروا نہ کریں، جن میں سے بعض منافقین ہیں جو کفار کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، آپ ان کو اہمیت نہ دیں۔ اللہ عزوجل آپ کے لیے کافی ہے مگر ان کے کفر فریب کے خلاف آپ کی مدد فرمائے۔ اسی طرح آپ یہودی روایت والوں کی بھی فکر نہ فرمائیں، یہ دونوں فرقہ پرستوں کے احبار اور رہبر ہیں، یہ دین اسلام کے متعلق جھوٹی باتیں بہت سننے ہیں۔ آپ کی نبوت میں شبہات اور توہمات میں غلط فہمی پر مشتمل باتیں خوب سننے ہیں اور ان کو قبول کرتے ہیں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو یہودی آپ کے پاس نہیں آتے یہ لوگ کے جالوں میں آپ پر جھوٹ باندھنے کے لیے یہ آپ کی باتیں سننے ہیں، تاکہ جو کچھ آپ سے سنیں اس میں تغیر اور تبدل کر کے پورے اپنے پس سے جھوٹ لگا کر یہودیوں کو پہنچائیں۔

قرآن مجید میں دو جگہ آپ کو باہیہا الرسول کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ ایک یہ جگہ ہے (المائدہ ۳۱) اور دوسری آیت یہ ہے باہیہا الرسول بلغ ما انزل الیک (المائدہ ۶۷) ان کے علاوہ باقی ہر جگہ آپ کو باہیہا السبی کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت معتمد و اہم آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ کے احکام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو اس کو میں لوگوں کو اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو (المائدہ ۳۱))

یہود کا تو رات میں فتنی اور معنوی تحریف کرنا

یہود تو رات میں فتنی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی بھی۔ فتنی تحریف یہ تھی کہ کسی لفظ کو درمیان سے چھوڑ دیتے تھے یا کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے یا اس لفظ کو زبان موڑ کر اس طرح پڑھتے تھے کہ اس کا معنی بدل جاتا تھا اور معنوی تحریف یہ تھی کہ کسی آیت کی الٹ تفسیر بیان کرتے یا باطل تبویل کرتے اگر ان سے آخری نبی کی مخالفت ہو یہی باتیں تو وہاں کی مخالفت پڑھ کر سنا دیتے۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری حنفی ۳۲۰ھ نے بیان کیا ہے کہ یہود بنو قریظہ اپنے آپ کو بنو نضیر سے افضل کہتے تھے۔ اگر بنو قریظہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو وہ قصاص کے لیے تیار نہ ہوتے صرف موت دیتے تھے اور اگر بنو نضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کرتا تو پھر اس سے قصاص لینے تھے۔ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو وہ اسی طریقہ پر کاربند تھے۔ بنو قریظہ نے بنو نضیر کے کسی آدمی کو حرام قتل کر دیا۔ اس وقت منافقوں نے کہا کہ اگر یہ (نبی ﷺ) عدالت ادا کرنے کا حکم دیں تو ان لینا ورنہ ان کے حکم سے اجتناب کر لیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ۶ ج ۱ ص ۳۳۳)

امام ابن جریر نے یہودی تحریف کی یہ مثال دی ہے کہ تو رات میں یہ حکم تھا کہ اگر شکاری شہدہ مرد یا عورت زنا کریں تو ان کو رجم کر دیا جائے انہوں نے اس حکم میں یہ تحریف کر دی کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں مگر ان کا نہ کھلایا جائے۔

(جامع البیان ۶ ج ۱ ص ۳۳۱)

نبی ﷺ کا یہودی زانیوں کو رجم کرانا

امام مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۲۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یہود کے پاس تحریف لے گئے آپ نے فرمایا جو شخص زنا کرے اس کے حقیقی قصاص سے نزدیک تو رات میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہم فن کا نہ کھل کر کے فن کو سوا دی پر بھلتے ہیں اور دونوں کے چہرے مختلف جانب میں کرتے ہیں پھر فن کا چکر لگایا جاتا ہے آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تو رات ملاؤ تو رات لے کر آئے اور اس کو پڑھا اور جب رجم کی آیت سے گزرے تو پڑھنے والے نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام چڑچڑا کر آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا آپ اس سے فرمائیں کہ اپنا ہاتھ اٹھائے جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے پیچھے رجم کی آیت تھی پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے فن کو رجم کیا گیا۔ (صحیح مسلم ۳۱۱۱، ۳۱۱۲، ۳۱۱۳، ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۱۱۶، ۳۱۱۷، ۳۱۱۸، ۳۱۱۹، ۳۱۲۰، ۳۱۲۱، ۳۱۲۲، ۳۱۲۳، ۳۱۲۴، ۳۱۲۵، ۳۱۲۶، ۳۱۲۷، ۳۱۲۸، ۳۱۲۹، ۳۱۳۰، ۳۱۳۱، ۳۱۳۲، ۳۱۳۳، ۳۱۳۴، ۳۱۳۵، ۳۱۳۶، ۳۱۳۷، ۳۱۳۸، ۳۱۳۹، ۳۱۴۰، ۳۱۴۱، ۳۱۴۲، ۳۱۴۳، ۳۱۴۴، ۳۱۴۵، ۳۱۴۶، ۳۱۴۷، ۳۱۴۸، ۳۱۴۹، ۳۱۵۰، ۳۱۵۱، ۳۱۵۲، ۳۱۵۳، ۳۱۵۴، ۳۱۵۵، ۳۱۵۶، ۳۱۵۷، ۳۱۵۸، ۳۱۵۹، ۳۱۶۰، ۳۱۶۱، ۳۱۶۲، ۳۱۶۳، ۳۱۶۴، ۳۱۶۵، ۳۱۶۶، ۳۱۶۷، ۳۱۶۸، ۳۱۶۹، ۳۱۷۰، ۳۱۷۱، ۳۱۷۲، ۳۱۷۳، ۳۱۷۴، ۳۱۷۵، ۳۱۷۶، ۳۱۷۷، ۳۱۷۸، ۳۱۷۹، ۳۱۸۰، ۳۱۸۱، ۳۱۸۲، ۳۱۸۳، ۳۱۸۴، ۳۱۸۵، ۳۱۸۶، ۳۱۸۷، ۳۱۸۸، ۳۱۸۹، ۳۱۹۰، ۳۱۹۱، ۳۱۹۲، ۳۱۹۳، ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، ۳۱۹۶، ۳۱۹۷، ۳۱۹۸، ۳۱۹۹، ۳۲۰۰، ۳۲۰۱، ۳۲۰۲، ۳۲۰۳، ۳۲۰۴، ۳۲۰۵، ۳۲۰۶، ۳۲۰۷، ۳۲۰۸، ۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ۳۲۱۱، ۳۲۱۲، ۳۲۱۳، ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، ۳۲۱۶، ۳۲۱۷، ۳۲۱۸، ۳۲۱۹، ۳۲۲۰، ۳۲۲۱، ۳۲۲۲، ۳۲۲۳، ۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، ۳۲۲۸، ۳۲۲۹، ۳۲۳۰، ۳۲۳۱، ۳۲۳۲، ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، ۳۲۳۶، ۳۲۳۷، ۳۲۳۸، ۳۲۳۹، ۳۲۴۰، ۳۲۴۱، ۳۲۴۲، ۳۲۴۳، ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، ۳۲۴۶، ۳۲۴۷، ۳۲۴۸، ۳۲۴۹، ۳۲۵۰، ۳۲۵۱، ۳۲۵۲، ۳۲۵۳، ۳۲۵۴، ۳۲۵۵، ۳۲۵۶، ۳۲۵۷، ۳۲۵۸، ۳۲۵۹، ۳۲۶۰، ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، ۳۲۶۳، ۳۲۶۴، ۳۲۶۵، ۳۲۶۶، ۳۲۶۷، ۳۲۶۸، ۳۲۶۹، ۳۲۷۰، ۳۲۷۱، ۳۲۷۲، ۳۲۷۳، ۳۲۷۴، ۳۲۷۵، ۳۲۷۶، ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، ۳۲۷۹، ۳۲۸۰، ۳۲۸۱، ۳۲۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۴، ۳۲۸۵، ۳۲۸۶، ۳۲۸۷، ۳۲۸۸، ۳۲۸۹، ۳۲۹۰، ۳۲۹۱، ۳۲۹۲، ۳۲۹۳، ۳۲۹۴، ۳۲۹۵، ۳۲۹۶، ۳۲۹۷، ۳۲۹۸، ۳۲۹۹، ۳۳۰۰، ۳۳۰۱، ۳۳۰۲، ۳۳۰۳، ۳۳۰۴، ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ۳۳۰۷، ۳۳۰۸، ۳۳۰۹، ۳۳۱۰، ۳۳۱۱، ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، ۳۳۱۴، ۳۳۱۵، ۳۳۱۶، ۳۳۱۷، ۳۳۱۸، ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ۳۳۲۱، ۳۳۲۲، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، ۳۳۲۵، ۳۳۲۶، ۳۳۲۷، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، ۳۳۳۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۲، ۳۳۳۳، ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۳۳۷، ۳۳۳۸، ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، ۳۳۴۱، ۳۳۴۲، ۳۳۴۳، ۳۳۴۴، ۳۳۴۵، ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ۳۳۴۸، ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۳۳۵۳، ۳۳۵۴، ۳۳۵۵، ۳۳۵۶، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۳۳۵۹، ۳۳۶۰، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴۴، ۳۴۴۵، ۳۴۴۶، ۳۴۴۷، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹، ۳۴۵۰، ۳۴۵۱، ۳۴۵۲، ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، ۳۴۵۷، ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، ۳۴۶۰، ۳۴۶۱، ۳۴۶۲، ۳۴۶۳، ۳۴۶۴، ۳۴۶۵، ۳۴۶۶، ۳۴۶۷، ۳۴۶۸، ۳۴۶۹، ۳۴۷۰، ۳۴۷۱، ۳۴۷۲، ۳۴۷۳، ۳۴۷۴، ۳۴۷۵، ۳۴۷۶، ۳۴۷۷، ۳۴۷۸، ۳۴۷۹، ۳۴۸۰، ۳۴۸۱، ۳۴۸۲، ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۳۴۸۵، ۳۴۸۶، ۳۴۸۷، ۳۴۸۸، ۳۴۸۹، ۳۴۹۰، ۳۴۹۱، ۳۴۹۲، ۳۴۹۳، ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، ۳۴۹۶، ۳۴۹۷، ۳۴۹۸، ۳۴۹۹، ۳۵۰۰، ۳۵۰۱، ۳۵۰۲، ۳۵۰۳، ۳۵۰۴، ۳۵۰۵، ۳۵۰۶، ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ۳۵۰۹، ۳۵۱۰، ۳۵۱۱، ۳۵۱۲، ۳۵۱۳، ۳۵۱۴، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶، ۳۵۱۷، ۳۵۱۸، ۳۵۱۹، ۳۵۲۰، ۳۵۲۱، ۳۵۲۲، ۳۵۲۳، ۳۵۲۴، ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۳۵۲۷، ۳۵۲۸، ۳۵۲۹، ۳۵۳۰، ۳۵۳۱، ۳۵۳۲، ۳۵۳۳، ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، ۳۵۳۶، ۳۵۳۷، ۳۵۳۸، ۳۵۳۹، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۳۵۴۲، ۳۵۴۳، ۳۵۴۴، ۳۵۴۵، ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، ۳۵۴۸، ۳۵۴۹، ۳۵۵۰، ۳۵۵۱، ۳۵۵۲، ۳۵۵۳، ۳۵۵۴، ۳۵۵۵، ۳۵۵۶، ۳۵۵۷، ۳۵۵۸، ۳۵۵۹، ۳۵۶۰، ۳۵۶۱، ۳۵۶۲، ۳۵۶۳، ۳۵۶۴، ۳۵۶۵، ۳۵۶۶، ۳۵۶۷، ۳۵۶۸، ۳۵۶۹، ۳۵۷۰، ۳۵۷۱، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵، ۳۵۷۶، ۳۵۷۷، ۳۵۷۸، ۳۵۷۹، ۳۵۸۰، ۳۵۸۱، ۳۵۸۲، ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵، ۳۵۸۶، ۳۵۸۷، ۳۵۸۸، ۳۵۸۹، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱، ۳۵۹۲، ۳۵۹۳، ۳۵۹۴، ۳۵۹۵، ۳۵۹۶، ۳۵۹۷، ۳۵۹۸، ۳۵۹۹، ۳۶۰۰، ۳۶۰۱، ۳۶۰۲، ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۳۶۱۰، ۳۶۱۱، ۳۶۱۲، ۳۶۱۳، ۳۶۱۴، ۳۶۱۵، ۳۶۱۶، ۳۶۱۷، ۳۶۱۸، ۳۶۱۹، ۳۶۲۰، ۳۶۲۱، ۳۶۲۲، ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۶۲۶، ۳۶۲۷، ۳۶۲۸، ۳۶۲۹، ۳۶۳۰، ۳۶۳۱، ۳۶۳۲، ۳۶۳۳، ۳۶۳۴، ۳۶۳۵، ۳۶۳۶، ۳۶۳۷، ۳۶۳۸، ۳۶۳۹، ۳۶۴۰، ۳۶۴۱، ۳۶۴۲، ۳۶۴۳، ۳۶۴۴، ۳۶۴۵، ۳۶۴۶، ۳۶۴۷، ۳۶۴۸، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۳۶۵۱، ۳۶۵۲، ۳۶۵۳، ۳۶۵۴، ۳۶۵۵، ۳۶۵۶، ۳۶۵۷، ۳۶۵۸، ۳۶۵۹، ۳۶۶۰، ۳۶۶۱، ۳۶۶۲، ۳۶۶۳، ۳۶۶۴، ۳۶۶۵، ۳۶۶۶، ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۳۶۶۹، ۳۶۷۰، ۳۶۷۱، ۳۶۷۲، ۳۶۷۳، ۳۶۷۴، ۳۶۷۵، ۳۶۷۶، ۳۶۷۷، ۳۶۷۸، ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، ۳۶۸۱، ۳۶۸۲، ۳۶۸۳، ۳۶۸۴، ۳۶۸۵، ۳۶۸۶، ۳۶۸۷، ۳۶۸۸، ۳۶۸۹، ۳۶۹۰، ۳۶۹۱، ۳۶۹۲، ۳۶۹۳، ۳۶۹۴، ۳۶۹۵، ۳۶۹۶، ۳۶۹۷، ۳۶۹۸، ۳۶۹۹، ۳۷۰۰، ۳۷۰۱، ۳۷۰۲، ۳۷۰۳، ۳۷۰۴، ۳۷۰۵، ۳۷۰۶، ۳۷۰۷، ۳۷۰۸، ۳۷۰۹، ۳۷۱۰، ۳۷۱۱، ۳۷۱۲، ۳۷۱۳، ۳۷۱۴، ۳۷۱۵، ۳۷۱۶، ۳۷۱۷، ۳۷۱۸، ۳۷۱۹، ۳۷۲۰، ۳۷۲۱، ۳۷۲۲، ۳۷۲۳، ۳۷۲۴، ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۷، ۳۷۲۸، ۳۷۲۹، ۳۷۳۰، ۳۷۳۱، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۳۷۳۴، ۳۷۳۵، ۳۷۳۶، ۳۷۳۷، ۳۷۳۸، ۳۷۳۹، ۳۷۴۰، ۳۷۴۱، ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۴۴، ۳۷۴۵، ۳۷۴۶، ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹، ۳۷۵۰، ۳۷۵۱، ۳۷۵۲، ۳۷۵۳، ۳۷۵۴، ۳۷۵۵، ۳۷۵۶، ۳۷۵۷، ۳۷۵۸، ۳۷۵۹، ۳۷۶۰، ۳۷۶۱، ۳۷۶۲، ۳۷۶۳، ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶، ۳۷۶۷، ۳۷۶۸، ۳۷۶۹، ۳۷۷۰، ۳۷۷۱، ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، ۳۷۷۴، ۳۷۷۵، ۳۷۷۶، ۳۷۷۷، ۳۷۷۸، ۳۷۷۹، ۳۷۸۰، ۳۷۸۱، ۳۷۸۲، ۳۷۸۳، ۳۷۸۴، ۳۷۸۵، ۳۷۸۶، ۳۷۸۷، ۳۷۸۸، ۳۷۸۹، ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، ۳۷۹۲، ۳۷۹۳، ۳۷۹۴، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۳۷۹۷، ۳۷۹۸، ۳۷۹۹، ۳۸۰۰، ۳۸۰۱، ۳۸۰۲، ۳۸۰۳، ۳۸۰۴، ۳۸۰۵، ۳۸۰۶، ۳۸۰۷، ۳۸۰۸، ۳۸۰۹، ۳۸۱۰، ۳۸۱۱، ۳۸۱۲، ۳۸۱۳، ۳۸۱۴، ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۳۸۲۱، ۳۸۲۲، ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵، ۳۸۲۶، ۳۸۲۷، ۳۸۲۸، ۳۸۲۹، ۳۸۳۰، ۳۸۳۱، ۳۸۳۲، ۳۸۳۳، ۳۸۳۴، ۳۸۳۵، ۳۸۳۶، ۳۸۳۷، ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، ۳۸۴۰، ۳۸۴۱، ۳۸۴۲، ۳۸۴۳، ۳۸۴۴، ۳۸۴۵، ۳۸۴۶، ۳۸۴۷، ۳۸۴۸، ۳۸۴۹، ۳۸۵۰، ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴۲

نازل کیا۔ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ نور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو اس کی خبر نہ دیتا۔ ہم اس حد کو جہاں جاتے ہیں، لیکن ہمارے مسز لوگوں میں ڈٹا بکرت ہوئے لگ سوجب ہم کسی مسز آدمی کو پکارتے تو اس کو چھوڑ دیتے، اور جب ہم کسی معمولی آدمی کو پکارتے تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ ہم نے سوچا کہ چلو ہم ایسی سزا پر اتفاق کر لیں جس کو ہم مسز نور غیر مسز نوروں پر لاگو کر سکیں تو پھر ہم نے رجم (سنگسار کرنے) کی جگہ مت کاڑھ کرنے اور کوڑے لگانے کو مقرر کر دیا۔ سورسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا جس کو لوگوں نے مٹا دیا تھا پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (اللہ کے کلام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں) وہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ (حکم) دیا جائے تو اس کو یوں نور اگر یہ (حکم) نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو۔ (المائدہ: ۳۲) (یعنی) وہ کہتے ہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جاتو اگر وہ تم کو مت کاڑھ کرنے اور کوڑے لگانے کا حکم دیں تو اس کو قبول کرو اور اگر تم کو رجم کرنے کا حکم دیں تو اس سے اجتناب کرو۔ سورسول اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں، سو وہی لوگ کافر ہیں۔ (المائدہ: ۳۳)

جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں، سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (المائدہ: ۳۵)

اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں، سو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (المائدہ: ۳۷)

یہ تمام کافروں کے متعلق ہیں۔

(صحیح مسلم، عدد ۲۸۰۰، ۱۱۷۰۰، ۳۳۶۰، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۳۳۸، ۴۳۳۹، سنن ابن ماجہ، ۲۵۵۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نور (اے خطاب) جسے اللہ فتنہ میں ڈالتا ہے، تو تو ہرگز اس کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا ٹک نہیں ہوگا۔ (المائدہ: ۳۱)

یہودیوں کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کو قتل دینا

جس کو فتنہ فتنہ میں ڈالتا ہے، اس کا معنی ہے جس کو اللہ دنیا میں گمراہ نور و سوا کرنا چاہے اور آخرت میں عذاب دینا چاہے۔ تو اے خطاب! تو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور اس کے عذاب کو اس شخص سے دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہاں پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب اللہ نے بندہ کو گمراہ کر دیا، تو پھر اس کو دنیا میں طاقت کیوں کی جاتی ہے؟ اور آخرت میں اس کو عذاب کیوں دیا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعد جب کوئی ایسا بندہ جرم کر لیتا ہے جس کی اللہ کے نزدیک معافی نہیں ہے، تو وہ اس کے بدل پر گمراہی کی مگر اسی کا مطلب ہے۔ اب کوئی خواہ مخواہ کیوں نہ کہے، وہ اس کو راجو پر نہیں لاسکتا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ سے کسی مجتہد کو طلب کہے اور مجتہد دیکھنے کے بعد پھر ایمان نہ لائے، یا نبی ﷺ کی اہانت اور گستاخی کرے، تو پھر دنیا میں گمراہی اور رسوائی اور آخرت کا عذاب اس کا حقد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے، یعنی ان پر جہرہ مسلط کیا جائے گا اور وہ مسلمانوں سے خوف زدہ رہیں گے، نیز فرمایا: اور آخرت میں ان کے لیے عذاب ہے، یعنی وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس آیت میں نبی ﷺ کو قتل دی گئی ہے کہ یہودیوں اور منافقوں کے ایمان نہ لانے اور انھیں سے اطاعت نہ کرنے پر آپ مغموم نہ ہوں نور آپ یہ خیال نہ کریں کہ آپ کی تبلیغ نور پیغامِ رسالتی میں کوئی کمی ہے جو یہ ایمان نہیں لارہے نور انھیں سے اطاعت نہیں کر رہے، آپ کی تبلیغ کمال ہے اور آپ کی پیغامِ رسالتی مکمل ہے۔ دراصل ان کی عقیم ایمان اور موت دھرمیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، نور اللہ نے ان کو اس قاتل میں جانا کہ ان کو آپ کے قتل میں نور لاطعات گزاروں میں شامل کرے۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ آپ پر ایمان نہیں لارہے، نور آپ کو منصب

نبوت کا اہل نہیں سمجھتے اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو آپ کی غلامی اور آپ پر ایمان لانے کے لائق نہیں جلائے  
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ جموں باتیں بہت زیادہ سننے میں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں (المائدہ ۴۳)  
 مسحت کا معنی اور اس کا حکم

یہ جموں باتیں بہت زیادہ سننے میں اس کو تاکید کے لیے دوبارہ ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: وہ مسحت بہت زیادہ  
 کھاتے ہیں۔ لغت میں مسحت کا معنی حلاک کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ وَيَلْعَنُوكُمْ لَأَنْتُمْ تَرْفَعُونَ عَلَى الْوُجُوهِ كَذِبًا قَبْلُ مَا كُنْتُمْ مِنْهُمْ بِعَدَابٍ (احلہ ۴۷)  
 . بتان نہ پاندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے۔

اور مسحت کا معنی کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑنا ہوتا ہے۔ عرب سرسوطے والے کے متعلق کہتے ہیں اسحت اس نے  
 ہل جڑ سے اکھاڑ دیئے۔ ہل حرام کو بھی مسحت کہتے ہیں کیونکہ وہ عبادت کو جڑ سے اکھاڑتا ہے اور ملیا میٹ کر دیتا ہے۔  
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسحت رشوت ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حاکم کو رشوت دینا مسحت  
 ہے۔

امام احمد بن علی بن حنی حنفی ص ۳۰۷ روایت کرتے ہیں:

سواق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک شخص نے ان سے پوچھا مسحت کب سے  
 کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا فیصلہ کرنے میں رشوت لینا فرمایا یہ کفر ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ  
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ ۴۴) اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۲، رقم الحدیث: ۵۳۳۹، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحدیث: ۵۰۰، مسند ابی نعیم ج ۱، رقم الحدیث: ۳۸۹)  
 ج ۳، ص ۲۰۰، الخطاب علیہ ج ۲، رقم الحدیث: ۲۳۳۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۳۹)

امام محمد بن جریر طبری حنفی ص ۳۱۲ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سواق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسحت کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا ایک  
 شخص کسی سے اپنی عبادت طلب کرے وہ اس کی عبادت چوری کرے پھر وہ اس کو دے دے جس کو وہ قبول کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا زانیہ کی اجرت مسحت ہے، زنی، بختی کی اجرت مسحت ہے، فصد لگوانے (دگ)  
 کائنات والے کی اجرت مسحت ہے، اور کتے کی قیمت مسحت ہے۔

فصد لگوانے (دگ کائنات) کی اجرت جائز ہے کیونکہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فصد لگوا کر اجرت دی ہے، اس لیے حدیث کا  
 یہ جز منسوخ ہے۔ امام مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جو بیاضہ کے ایک غلام نے نبی کریم  
 فصد لگایا اور نبی کریم نے اس غلام کو اجرت دی، اور اس کے مالک سے اس کے خراج میں کمی کرنے کی سفارش کی۔ اگر یہ  
 اجرت مسحت (حرام) ہوتی تو آپ صحت کرتے۔

(صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۰۵، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۴۳۳، مسند احمد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۰۷۸، ۳۰۷۹، ۳۰۸۰، مسند ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۰۷۸، ۳۰۷۹، ۳۰۸۰)

قاہرہ، نیز امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی کریم نے فصد لگوائی۔ حجام کو اجرت دی اور حاکم بن دواؤال۔ صحیح  
 بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۸۰، ۵۷۸۱، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۱۱۷، سنن کبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۵۸۰، مسند احمد ج ۲، رقم  
 الحدیث: ۳۰۷۸، مسند ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۰۷۸)

مسلم بن صالح بیان کرتے ہیں کہ مسوق نے کسی شخص کی کسی کام میں شفاعت کی اس شخص نے یہ میں انہیں ہادی  
پیش کی تو مسوق بہت سخت غصیاں کھائے اور کھڑا کر کے مجھے معلوم ہوا کہ تم میرا کون گے تو میں تمہارے کام میں سفارش نہ کرتا  
اور آئندہ کسی کام میں تمہاری سفارش نہیں کروں گا۔ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص کسی کا حق  
دلانے کے لیے سفارش کرے یا کسی سے عزم دور کرنے کے لیے سفارش کرے یا کسی کو بدیہ دیا جائے جس کو وہ قبول کرے تو  
یہ سحت ہے۔ ان سے کہا گیا اے ابو عبد الرحمن! ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ فیصلہ کرنے پر کچھ لینا سحت ہے آپ نے فرمایا:  
فیصلہ کرنے پر لینا مکروہ ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: 'رگ کٹنے والے کی اجرت، زانیہ کی اجرت، بکتے کی قیمت، جلد فیصلہ کرانے  
کی اجرت، نبوی کی مصلیٰ، ترکی، جنتی کی اجرت، عظم میں رشوت، شراب کی قیمت اور مہواری کی قیمت سحت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دو گوشت جس کو سحت (مہواری  
حرام) نے بڑھایا ہو اس کے ساتھ دو ذبح کی انگ زیادہ لانا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! سحت کیا چیز ہے؟ آپ نے  
فرمایا عظم میں رشوت و سحت (اجاب البیان، ج ۶، ص ۳۲۵-۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

رشوت کی اقسام اور اس کا شرعی حکم

علامہ حسن بن منصور نو زہدی (المعروف بہ القاضی غلی) حنفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

رشوت کی حسب ذیل چار قسمیں ہیں:

۱۔ منصب قضا کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا اس رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

۲۔ کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے قاضی کو رشوت دے یہ رشوت جائزین سے حرام ہے، خواہ وہ فیصلہ حق  
اور انصاف پر مبنی ہو یا نہ ہو، کیونکہ فیصلہ کرنا قاضی کی ذمہ داری ہے اور اس پر فرض ہے۔ (اسی طرح کسی امر کو اپنا کام کرانے  
کے لیے رشوت دینا یہ بھی جائزین سے حرام ہے کیونکہ وہ کام اس امر کی ذمہ داری ہے۔ (سعیدی منفرد)

۳۔ اپنی جان اور مال کو ظلم اور ضرر سے بچانے کے لیے رشوت دینا یہ رشوت صرف لینے والے پر حرام ہے دینے والے پر  
حرام نہیں ہے، اسی طرح اپنے مال کو حاصل کرنے کے لیے بھی رشوت دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

۴۔ کسی شخص کو اس لیے رشوت دی کہ وہ اس کو بد شل یا حاکم تک پہنچا دے تو اس رشوت کا لینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

(الکافی قاضی غلی حاشی اللندی، ج ۲، ص ۳۳۳، بیان علی اللہ، ج ۸، ص ۷، فتح القہر، ج ۲، ص ۲۳۳، البحر الرائق،  
ج ۲، ص ۳۳۳، رد المحتار، ج ۳، ص ۳۳۳، انکشاف المیزان، ج ۲، ص ۳۳۳)

امام ابو بکر محمد بن حسین بن یحییٰ حنفی متوفی ۵۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر  
لعنت فرمائی ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۱۰، ص ۳۳۳، مسند احمد، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۴۳۳)

وہب بن منہ بیان کرتے ہیں کہ جس کام میں رشوت دینے والا گنہگار ہو تا ہے یہ وہ نہیں ہے جو اپنی جان اور مال سے ظلم  
اور ضرر دور کرنے کے لیے دی جائے رشوت وہ چیز ہے جس میں رشوت دینے والا اس وقت گنہگار ہو تا ہے جب تم اس چیز کے  
لیے رشوت دو جس پر تمہارا حق نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۱۰، ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، مکتبہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں، خواہ ان

سے اعراض فرمائیں اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (المائدہ: ۴۴)

اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق ائمہ اربعہ کا نظریہ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی سنہ ۳۸۸ھ لکھتے ہیں

جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے یہ عینہ کے وہ یہود تھے جن سے نبی ﷺ نے عینہ میں خیریت لانے کے بعد معاہدہ کیا تھا، یہ اہل ذمہ نہیں تھے اور جب کفار اہل ذمہ نہ ہوں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا ہم پر واجب نہیں ہے۔

اہل ذمہ جب ہمارے پاس اپنا مقدمہ پیش کریں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق اہم شافعی کے دو قول ہیں اور اگر مسلمان اور ذمی کے درمیان نزاع ہو تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ علامہ محدوی نے کہا ہے کہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ مسلمان اور ذمی کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ البتہ ذمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اہم ہلک اور اہم شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس میں حاکم کو اختیار ہے ان کا استدلال اس آیت سے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت محکمہ ہے۔ البتہ اہم ہلک اہل ذمہ پر حد قائم کرنے کے قائل نہیں ہیں، اگر مسلمان کتابیہ کے ساتھ ذنبا کرے تو مسلمان پر حد لگائی جائے گی اور کتابیہ پر حد نہیں لگے گی۔ اگر ذنبا کرنے والے دونوں ذمی ہوں تو کسی پر حد نہیں لگے گی۔ اہم ابو حنیفہ، اہم محمد بن حسن شیبانی اور دیگر کا یہی مذہب ہے۔ اہم ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں گے اور ان کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ اہم شافعی اور اہم ابو حنیفہ و غیر حمانی نے کہا ہے کہ اگر وہ ہمارے فیصلہ پر راضی ہوں تو ان پر حد لگائی جائے گی۔

ابن خوطب متروک نے کہا ہے کہ جب ذمی ایک دوسرے پر زیادتی کریں تو اہم ان کو طلب نہیں کرے گا، پس اگر وہ ایسی کارروائی کریں جس سے ملک میں فساد اور اغرائی ہو، مثلاً وہ لوگوں کو قتل کریں اور لوٹ مار کریں، تو پھر اہم اس کا سد باب کرے گا، لیکن ان کے جہاد کی قرضوں، مطلق اور دیگر نجی معاملات میں اہم ان کی مرضی کے بغیر فیصلہ نہیں کرے گا، البتہ اگر وہ علی الاعلان شراب فروخت کریں یا زنا کریں یا اور کوئی برا کام کریں، تو ان کو اس سے روکا جائے گا، تاکہ اس سے مسلمانوں کے اخلاق نہ بگڑنے پائیں۔

عمر بن عبد العزیز اور عقیلی نے یہ کہا ہے کہ زیر بحث آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو گئی ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ ۚ وَآپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے

(المائدہ: ۴۹)۔ (قرآن) کے مطابق فیصلہ کیجئے۔

اہم زہری نے کہا ہے، اس پر عمل ہوتا ہے کہ اہل کتاب کو ان کے حقوق اور ذوات کے معاملات میں ان کے دینی احکام کی طرف لوٹایا جائے گا، پس اگر وہ اللہ کے حکم سے اعراض کریں تو انہیں اللہ کے حکم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ علامہ سرقندی نے کہا ہے قول اہم ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہے کہ جب تک وہ ہمارے فیصلہ پر راضی نہ ہوں، ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اہم محاسن نے ان کا منسوخ میں زیر تفسیر آیت کے متعلق کہا ہے کہ یہ (المائدہ: ۴۹) سے منسوخ ہے، کیونکہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی ﷺ ابتداً عینہ میں آئے تھے۔ اس وقت عینہ میں یہود بہت زیادہ تھے اور اس وقت کے حالات کے یہی مناسب تھا کہ انہیں ان کے احکام کی طرف لوٹایا جائے، اور جب اسلام قوی ہو گیا تو اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل کی اور آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے (قرآن) کے مطابق فیصلہ کیجئے، حضرت ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، زہری،



عمر بن عبد العزیز اور سدی کا یہی قول ہے، اور یہی امام شافعی کا صحیح قول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:  
 حَتَّىٰ يُمِطُوا الصَّيْرَةَ عَنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَهُمْ صَاغِرُونَ  
 حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں، اور آئنا تک وہ ذلیل  
 (المائدہ: ۴۹) ہوں۔

ان کے ذلیل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان پر مسلمانوں کے احکام جاری کیے جائیں اور ان کو ان کے احکام کی طرف نہ لوٹایا جائے، اور جب یہ واجب ہے تو زیر تفسیر آیت کا منسوخ ہونا واجب ہوا۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب اہل کتاب امام کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کریں، تو امام کے لیے اس کا فیصلہ کرنے سے اعراض کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور اس کا خلیفہ آئے تو امام ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے اور اگر صرف عورت آئے اور اس کا خلیفہ راضی نہ ہو تو فیصلہ نہ کرے۔

(المجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)  
 قاضی عبداللہ بن عمر بنیوی شافعی حنفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

جب قاضی کے پاس اہل کتاب (ذی) مقدمہ دلا کر آئیں تو اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے یا اس کو فیصلہ کرنے پانہ کرنے کا اختیار ہے۔ امام شافعی کا یہ قول یہ ہے کہ اس کو اختیار ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے کیونکہ ہم نے جزیہ لے کر ان سے ظلم کو دور کرنے کا التزام کیا ہے، اور یہ آیت اہل ذمہ کے متعلق نہیں ہے۔

(انوار التمثیل مع حاشیہ الاذہر دلی ج ۲ ص ۳۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ)  
 علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنفی حنفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:  
 امام احمد بن حنبل نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ آیت سورۃ المائدہ ۴۹ سے منسوخ ہے اور اسے عام پر لازم ہے کہ جب اس کے پاس اہل ذمہ مقدمہ لائیں، تو وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ حضرت ابن عباس، عطاء، مجاہد، سہرہم اور سدی کا یہی قول ہے۔

(ازاد المسیر ج ۲ ص ۳۶۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)  
 علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی، صاحب منی متوفی ۷۷۰ھ لکھتے ہیں:

زیر بحث آیت فان جاء وکف صاحبک ببسبہم، او اعرض عنهم (المائدہ ۴۹) سے ظاہر ہے کہ اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے پانہ کرنے کا حکم کو اختیار ہے، لیکن یہ اختیار اس کے بعد مائل ہونے والی آیت وان احکم ببسبہم بمسا انزل اللہ (المائدہ ۴۹) سے منسوخ ہو گیا، نیز اختیار کے منسوخ ہونے پر یہ آیت بھی دلائل کرتی ہے:  
 وَتَنْزِيلُ الْقُرْآنِ بِمَا نَزَّلَ اللَّهُ فَاتُخِذْ لَهُمْ  
 اَلْکِتَابُ يَرْوُونَ (المائدہ: ۴۳)  
 سو جس نے اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ نہیں کیا، وہ اس و حد کا حقد حق ہو گیا۔  
 لوگ کافر ہیں۔

یہ بھی اہل ہے کہ پہلے یہ آیت مائل ہوئی فان جاء وکف صاحبک ببسبہم، او اعرض عنهم (المائدہ: ۴۹) اس وقت یہودیوں کو ذی نہیں قرار دیا تھا، اور نہ ان پر جزیہ فرض کیا گیا تھا، اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے جزیہ لینے کا حکم دیا اور ان پر اسلام کے احکام جاری کیے، تو پھر ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے مائل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۲۳۵ مطبوعہ مکتبہ السیئ، کتب خانہ لاہور ۱۳۰۰ھ)  
 خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک زیر بحث آیت (المائدہ: ۴۹) منسوخ ہو گئی ہے، اور ابتداء اسلام میں

حاکم کو یہ اختیار تھا کہ جب اہل کتاب اپنا مقدمہ پیش کریں تو وہ من کے درمیان فیصلہ کرے یا نہ کرے، لیکن اب یہ اختیار منسوخ کر دیا گیا اور اب حاکم پر من کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ لیکن من کے عائلی کاروباری اور نجی معاملات میں مسلمان حاکم مداخلت نہیں کرے گا اور وہ ان معاملات میں اپنے مذہب کے مطابق اپنے عقائد سے فیصلہ کرائیں گے۔ البتہ اگر وہ مکمل عام ایسے کلام کریں جس سے ملک کے امن اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہو، یا بے حیائی اور بد چلتی کو فروغ ہو تو پھر مسلمان حاکم ان کو اس سے روک دے گا اور جب وہ اخذ اپنا کوئی مقدمہ مسلمان حاکم کے سامنے پیش کریں تو اس پر من کے درمیان عدل سے فیصلہ کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے ملائکہ من کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (المائدہ ۴۳)

موجودہ تورات میں آیت رجم اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ زندا کرنے والوں کے لیے رجم (سنگسار) کرنے کا حکم تورات میں موجود ہے اور اس سے پہلے ہم صحیح مسلم حدیث نمبر (۲۴۹۸) ۴۷ ۴۳ سے بیان کر چکے ہیں کہ جب نبی پیچھے کے پاس یہودی دو زانیوں (مرد اور عورت) کا مقدمہ لے کر آئے تو نبی پیچھے نے فرمایا تورات کو پڑھو جب یہودی عالم نے تورات کو پڑھا شروع کیا تو اس نے رجم کی آیت پڑھنا ہاتھ رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ پیچھے سے عرض کیا اس سے فرمائیں یہ اپنا ہاتھ ہٹائے، ہاتھ ہٹایا تو اس کے پیچھے رجم کی آیت تھی۔ اس موقع پر یہ آیت بتائی ہوئی اور اب ۱۳۱ سال گزر گئے اس عرصہ میں تورات میں بہت تحریکات کی گئیں، لیکن یہ قرآن کا تجزیہ ہے کہ تورات میں آج بھی یہ آیت اسی طرح موجود ہے۔

پھر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے کہنے کے گھر کے دروازہ پر نکل لائیں، اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے، کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں ہاتھ پن کھینچ لیں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا اگر کوئی مرد کسی شہر والی عورت سے زندا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں، یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی۔ یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی دفع کرنا۔

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور کوئی دوسرا اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم دونوں کو اس شہر کے چانگ پر نکل لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں، لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہمسلایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

(کتاب حدیث (م احمد ناصر) استثناء، باب ۲۲ - آیت ۲۳ - ۲۱ - آیت ۱۸، مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ

جیسا کہ ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے اور اس کے نبی جو ہمارے پیغمبر تھے

الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا

اس کے مطابق یہود کا فیصلہ کرتے رہے، اور اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے) کیوں کہ ان سے

اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَتَّبِعُوا

کتاب اللہ کی حفاظت کرانی چاہی تھی ، اور وہ اس پر گواہ تھے ، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو

النَّاسَ وَأَخْشَوْنَ وَلَا تَتَّبِعُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ

بدم سے ڈرو ، اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو ، اور جو اللہ کے نازل

يَحْكُمُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝۳۴ وَكُتِبَ عَلَيْكُمْ

کیسے برے (احکام) کے موافق فیصلہ د کریں سو وہی لوگ کافر ہیں ۝ اور ہم نے ان پر تورات

فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

میں یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ، اند آئندہ کا بدلہ آنندہ ، اور ناک کا بدلہ ناک

بِالْأَنْفِ وَالْأَذْنَ بِالْأَذْنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ

اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں میں بدلہ

قِصَاصٌ مِمَّنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ

ہے ، تو جس نے عفو سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گناہ) کا کفارہ ہے ، اور جو اللہ کے نازل کیے

بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝۳۵

جو برے (احکام) کے موافق فیصلہ د کریں سو وہی لوگ ظالم ہیں ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے۔ (طحا ۳۴)

شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا

اس آیت میں ہدایت سے مراد احکام شریعہ ہیں اور نور سے مراد اصول اور عقائد ہیں۔ دو سرائق یہ ہے کہ ہدایت سے

مراد دین حق کی طرف رہنمائی ہے اور نور سے مراد حق انکام کو کھل کر بیان کرنا ہے جو حق پر عملی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ہدایت

سے مراد مسافری ہیں جن کو وہ نمی پہنچھ سے پہنچتے تھے اور نور سے مراد اس ملت کا بیان ہے کہ نمی پہنچھ برحق نمی ہیں۔ اس

آیت میں یہ دلیل ہے کہ ہم سے پہلی شریعت بھی ہم پر لازم ہے نہ کہ فقہ اس کا نسخہ ہو تا ہم کو معلوم ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے تورات میں ہدایت اور نور ہے مگر تورات کے احکام حجت نہ ہوں تو ہدایت اور نور ہمیں رہے گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ ذرائع کا جو مقدمہ لے کر یہ ہمارے نمی پہنچھ کے پاس آئے ہیں انبیاء سابقین

جو اللہ تعالیٰ کے مبلغ اور فرما ہوا رہے تھے ایسے حضرات کا تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں اور ان کو لوہا اور طلا بھی اس کے

مطابق فیصلہ کرتے رہے ہیں، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے ان ذاتوں کے متعلق جو رحم کا فیصلہ کیا ہے، وہ بھی تو رات کے مطابق ہے، اور ان علماء سے تو رات کی حفاظت کرائی گئی ہے اور یہ علماء اس کی شہادت دیتے تھے کہ ہمیں نے جو یہودیوں کے مقدمات میں تو رات کے مطابق فیصلہ کیا ہے، وہ صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ والے اور علماء نبی ﷺ کے متعلق شہادت دیتے تھے کہ آپ اللہ کے برحق نبی ہیں، آپ پر اللہ کی طرف سے حکام نازل ہوئے ہیں، اور یہودیوں کے اس مقدمہ میں آپ نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ صحیح ہے اور تو رات کے مطابق ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کے علماء اور راہبوں سے فرمایا: سو تم لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو اور میری آنکھوں کے بدلہ میں تمہاری قیمت نہ لو، یعنی امیر لوگوں پر اللہ کی حدود نافذ کرنے کے سلسلہ میں تم یہ خوف نہ کرو کہ پھر تمہارے خزانے اور وقفے جو امیروں سے ملتے تھے، وہ ہٹ ہو جائیں گے، بلکہ اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے اللہ کی حدود کو نافذ نہ کیا اور امیروں کے خزانوں کے لالچ میں تو رات کی آنکھوں کا لفظ مطلب بیان کیا تو پھر آخرت میں تم کو مت ہولناک اور دائمی عذاب ہو گا۔ اس آیت کے اس حصہ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ تو رات کے جو احکام قرآن اور حدیث میں بغیر انکار کے بیان کیے گئے ہیں، وہ بھی ہم پر حجت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں۔

(المائدہ: ۴۴)

### قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کا کفر ہونا

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق حکم نہ کرنا کلمہ کبیرہ ہے، کفر نہیں ہے۔ اور اس آیت میں اس کو کفر قرار دیا ہے، اور اس سے یہ ظاہر خارج کے مذہب کی تائید ہوتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھے ہوئے اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے، وہ کافر ہے اور اس آیت سے بھی مراد ہے، اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو قرآن کا انکار کرتے ہوئے یا قرآن کا رد کرتے ہوئے یا قرآن مجید کی توجہ نہ کرتے ہوئے، اس کے موافق فیصلہ نہ کرے، وہ کافر ہے۔ یا اس سے مراد ہے کہ جو شخص اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے، وہ کافر کے مشابہ ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق و سباق یہود کے متعلق ہے، سو یہ دھندلے یہود کے بارے میں ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (المائدہ: ۴۵) اور اس کے بعد فرمایا: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں۔

(المائدہ: ۴۵)

اور من آئندہ کا معلوم عام ہے، کیونکہ قرآن مجید کے موافق فیصلہ نہ کرنا ظلم اور فساد ہے، خواہ فیصلہ نہ کرنے والا مسلمان ہو یا یہودی ہو یا عیسائی۔

- ۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکام پر تین باتیں فرض کی ہیں۔  
۱۔ فیصلہ کرنے میں اپنی نفسانی خواہشات کی ابتلا نہ کریں، بلکہ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔
- ۲۔ فیصلہ کرنے میں لوگوں سے نہ ڈریں، نہ ڈریں، نہ ڈریں۔
- ۳۔ اللہ کی آنکھوں کے بدلہ میں تمہاری قیمت نہ لیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ رشوت یا نذرانہ لے کر عدل کو ترک کر کے بے انصافی سے فیصلہ نہ کریں، اس سلسلہ میں یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہیے:

امام احمد بن علی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو نوگوں کا خوف حق کو نہ دے۔  
مقیم نصیحت کرنے سے باز نہ رکھے۔ جب اس کا علم ہو جائے کہ یہ خوف نہ موت کو نہ ذہن کو نہ رزق کو اور نہ رکھ سکے۔

اسناد ابو یعلیٰ 'ج' ۲، رقم الحديث: ۱۳۳، التکمیل الاوسط 'ج' ۲، رقم الحديث: ۲۸۵، المطالب العالی ۲۵۶، حاشیہ المثنیٰ کے نام ہے کہ  
اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد 'ج' ۲، ص ۴۴۴، ۴۴۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان پر توریت میں یہ فرض کیا تھا کہ جن کا بدلہ جن اور آگے کا بدلہ آگے اور ناک کا بدلہ ناک اور کھن کا بدلہ کھن اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں بدلہ ہے" (ہما ۳۵)

قصاص کے حکم کا شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں جب بنو قریظہ نے یہ دیکھا کہ یسوع اپنی کلب میں وجہ کو چماتے تھے اور نبی عیسیٰ نے ان کے درمیان رجم کا فیصلہ کر دیا تو بنو قریظہ نے کہا اسے عمامہ پہنچا دینا اور درمیان اور ہمارے بھائی بنو نضیر کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ نبی عیسیٰ کے تشریف لانے سے پہلے بنو نضیر اپنے آپ کو بنو قریظہ سے افضل "برتر اور عزت دار" سمجھتے تھے۔ اگر بنو نضیر میں سے کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو وہ اسے آدمی مت دیئے تھے اور اگر ان کے کسی فرد کو بنو قریظہ کا کوئی شخص قتل کر دیتا تو اس سے پوری مت لیتے تھے۔ نبی عیسیٰ نے فرمایا قریظی کا خون نضیری کے برابر ہے۔ یہ سن کر بنو نضیر غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے کہا ہم رجم کے معاملہ میں آپ کی اطاعت نہیں کریں گے اور ہم اپنی ہی حدود کو جاری کریں گے۔ جن پہ پہلے حمل کرتے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کیا تم جاہلیت کے حکم کو طلب کر رہے ہو؟ (المائدہ: ۵۰) اور یہ آیت نازل ہوئی اور ہم نے ان پر قرأت پڑائی میں یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ (البقرہ: ۱۷۸)

می کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور اس میں مسلمان یا کافر کی قید نہیں رکھ لی۔ اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے ذی کافر کو قتل کر دیا تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ اس آیت کے عموم اور اخلاق سے واضح ہو تا ہے اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ یہ فرماتے ہیں کہ ذی کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ان کلامہ لال اس حدیث سے ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

ابو حنیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ کے پاس ایسی کوئی چیز ہے جو قرآن میں نہ ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو بچر اور مدح کو بد کیا ہمارے پاس قرآن کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ سو اس قسم کے جو قرآن کو سمجھنے کے لیے دینی بھی ہے اور ہمارا اس کے جو اس حنیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا اس حنیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا بہت اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام اور یہ حکم کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحديث: ۱۱۰۰، ج ۳، رقم الحديث: ۳۰۳۳، سنن ترمذی: ج ۳، رقم الحديث: ۱۶۶۷،  
سنن نسائی: رقم الحديث: ۴۵۸۸، سنن ابن ماجه: ج ۲، رقم الحديث: ۳۵۸۸، مسند احمد: ج ۲، رقم الحديث: ۱۶۶۷.

اللہ اعلم اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں کافر سے مراد کافر حلی ہے یعنی کافر حلی کے بدلے میں

مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا، تاکہ قرآن مجید اور حدیث میں تضاد نہ ہو اور قرآن کے عموم کو تنقید کرنے کے بجائے حدیث کو تنقید کر کے قرآن مجید کے تابع کرنا اصول کے مطابق ہے۔ امام اعظم کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام علی بن عمر دار قطنی حنفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک معابد (جس کا فرسہ معابدہ ہوا) کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے معابدہ کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے بڑھ کر کرم ہوں۔

(سنن دار قطنی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۲۳۲، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۸، ص ۳۰)

عبد الرحمن بن البیہقی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس مسلمان سے قصاص لیا جس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ مدلی نے کہا مسلمان سے ذی کا قصاص لیا اور فرمایا جو لوگ اپنے حد کو پورا کریں میں ان میں سب سے زیادہ کرم ہوں۔

(سنن دار قطنی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۲۳۳)

عبد الرحمن بن البیہقی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ذی کے بدلہ میں اہل قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے حد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ کرم ہوں۔

(سنن دار قطنی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۲۳۴)

ہر چند کہ ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن ضمیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اصل استدلال قرآن مجید سے ہے اور یہ احادیث تائید کے مرتبہ میں ہیں۔

تورات میں قرآن مجید کی صداقت

قرآن مجید نے تورات کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے۔ (الح) یہ آیات اہل نبی تورات میں موجود ہیں اور جو کوئی کسی آدمی کو مار ڈالے وہ ضرور جان سے مارا جائے اور اگر کوئی شخص اپنے ہمسلہ کو عیب دار بنادے تو جیسا اس نے کیا ویسا اس سے کیا جائے۔ یعنی قصو توڑنے کے بدلہ میں قصو توڑنا ہو اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت، جیسا صاحب اس نے دوسرے آدمی میں پیدا کر دیا ہے ویسا اس میں بھی کر دیا جائے۔

(ابو امامہ ثمالہ، اہبار، باب ۲۳، آیت ۲۰-۲۱-۱۸، کتاب مقدس، ص ۱۱۸، مطبوعہ لاہور)

اور تھ کو ذرا ترس نہ آئے۔ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں

ہو۔ (ابو امامہ ثمالہ، اہبار، باب ۲۸، آیت ۲۱، کتاب مقدس، ص ۱۵۵، مطبوعہ لاہور)

یہ نکلوں میں مگر گئے، تورات میں بہت زیادہ تحفظات کی گئی ہیں۔ اس کے باوجود قرآن مجید نے تورات کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ آج بھی تورات میں اسی طرح موجود ہے اور یہ قرآن مجید کے صلوق اور برحق ہونے کی بہت قوی دلیل ہے، حالانکہ یہودی اس آیت کو تورات سے نکل سکتے تھے اور پھر مسلمانوں سے کہتے کہ قرآن نے یہ کہا ہے کہ تورات میں یہ حکم ہے، حالانکہ تورات میں یہ حکم نہیں ہے، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے ہاتھوں سے اس آیت کی حفاظت کرائی جو قرآن مجید کی صداقت ہے۔

اعضاء کے قصاص کی کیفیت میں مذہب اربعہ

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی حنفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے ہمارے نزدیک اس کا یہ معنی ہے کہ ایک آنکھ پر پانی پاندھ دی جائے اور بیشہ گرم کر کے دوسری آنکھ

پر رکھ دیا جائے حتیٰ کہ اس کی روشنی چلی جائے۔ کیونکہ جس شخص نے کسی کی آنکھ نکالی ہے اس کی آنکھ نکال دی جائے تو پورا بدلہ نہیں ہو گا اور قیاس کا تقاضا پورا نہیں ہو گا کیونکہ قصاص کا معنی ہے کسی شے کی مثل لیکن اسی طرح پوری ناک میں بھی قصاص منظور نہیں ہے کیونکہ ہڈی میں قصاص نہیں ہو سکتا البتہ اگر ناک کا صرف نرم حصہ کاٹا ہے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر ناک جز سے کاٹ دی گئی ہے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ناک کا ٹکڑا اور زبان میں بھی قصاص لیا جائے گا اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی ناک، زبان یا آنکھ کو جز سے کاٹ دیا ہے تو اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (کیونکہ یہ اعضاء دوسرے اعضاء کی مثل اور مسلول نہیں ہوتے) اگر کلن کاٹ دیا جائے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ اسی طرح دانت میں بھی قصاص لیا جائے گا اور دانت کے علاوہ اور کسی ہڈی میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔

(الحکام القرآن ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ سبیل الایضی لاہور ۱۴۰۰ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بن عبدالمطلبی شافعی حنفی ۷۸۵ھ لکھتے ہیں:

آنکھ کے بدلہ آنکھ، ناک کے بدلہ ناک، کلن کے بدلہ کلن اور دانت کے بدلہ دانت کو نکال دیا جائے گا۔

(الانوار التنزیلی مع انکشاف روئی ج ۲ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی حنفی ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی ان اعضاء میں قصاص لیا جائے گا۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد ج ۳ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۳ھ)

علامہ قرطبی مالکی حنفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے کہ ان اعضاء کے قصاص میں ظاہر قرآن پر عمل کرنا کافی ہے۔

(المجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

### بدلہ نہ لینے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'جو جس نے خوشی سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گنہگار کا کفارہ ہے)۔' (المائدہ: ۴۵)

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اگر جہنم (جرم) کرنے والے نے توبہ ہو کر خود کو خوشی کے ساتھ حد کے لیے پیش کر

دیا تو اس کا یہ عمل اس کے گنہگار کا کفارہ ہو جائے گا۔ امام مسلم حضرت عبداللہ بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، پھرتی نہ کریں، زنا نہ کریں اور کسی کو ناحق قتل نہ کریں۔

جس نے یہ عہد پورا کیا اس کا اجر اللہ کے ذمہ (اگر ہم پر ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اس پر حد جاری ہوئی تو یہ اس

کے گنہگار کا کفارہ ہے۔) (صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۴۴) اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر بدلہ لینے والے نے جہنم (جرم)

کرنے والے کو معاف کر دیا اور اس سے بدلہ نہ لیا تو اس کا یہ عمل اس کے گنہگاروں کا کفارہ ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں اس کی تائید یہ آیت ہے:

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ

(الشوری: ۴۰) (ذمہ اگر ہم پر ہے۔)

اور اس کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابو یحییٰ بن محمد بن یحییٰ ترمذی حنفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابو اسر بیان کرتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کا ذات توڑ دیا، انصاری نے حضرت معلوہ جہنم کے پاس مقدمہ پیش کیا کہ حضرت معلوہ نے اس سے کیا ہم جنس راضی کریں گے۔ اس قریشی نے حضرت معلوہ سے بہت متانت کی کہ اس سے بدلہ نہ لیا جائے، حضرت معلوہ نے اس انصاری کو بہت کھینچا، لیکن اس کو بدلہ نہ لینے پر راضی نہ کر سکے۔ پھر حضرت معلوہ نے اس سے کہا تم اس سے بدلہ لے لو۔ اس مجلس میں حضرت ابو الدرداء جہنم بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے، جس کو میں نے اپنے نکالوں سے خود سننا اور میرے دل نے یاد رکھا۔ آپ نے فرمایا جس شخص کوئی تکلیف پہنچے اور وہ اس کو صدقہ کر دے تو اللہ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ انصاری نے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ حدیث سنی ہے۔ حضرت ابو الدرداء نے کہا میں نے اپنے نکالوں سے خود سننا اور میرے دل نے یاد رکھا تب انصاری نے کہا میں اس کا بدلہ چھوڑا ہوں۔ حضرت معلوہ نے کہا ہم جنس بھی عروہ میں کریں گے، پھر اس کو بل دینے کا حکم دیا۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۳۵۸، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث ۳۷۳، مسند احمد ج ۲، رقم الحديث ۲۷۴۳، مسند کبریٰ للصبغی ج ۸، ص ۵۵، جامع البیان ج ۲، ص ۳۵۳)

نیز امام احمد بن حنبل متنی ۳۱۱ اور روایت کرتے ہیں:

حضرت عباد بن الصامت جہنم بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص کے جسم میں کوئی زخم لگے اور وہ اس کو صدقہ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کے برابر اس کے گناہ مٹا دے گا۔ (اطلاہ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد، تحقیق ابو شاکر ج ۲، رقم الحديث ۲۷۴۳، مسند ابو الدرداء، رقم الحديث ۳۵۸)

**وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ**

اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اس قرأت کی تصدیق کرنے والے تھے

**يَدَّيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَإِنَّمَا إِلَهُ الْنُجُيلِ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ لَا دُ**

جو ان کے سامنے تھی، اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا، اور وہ

**مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ**

اس قرأت کی تصدیق کرنے والی تھی جو ان کے سامنے تھی، اور وہ (انجیل) متین کے لیے ہدایت اور

**لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلِيَحْكُمَ أَهْلَ الْإِنجِيلِ إِنَّمَا أُنْزِلَ اللَّهُ فِيهِ ذُ**

نصیحت تھی ۝ اور اہل انجیل اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے، اور

**مَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝**

جو کسی اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ فاسق ہیں ۝ اور



أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ

دوسرے رسولِ کرم، ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتاب ہے اس

الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ

کی تعدیل کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے، تو آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجیے

أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شَرْعَةً

اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے اس سے اعراض نہ کریں کہ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے

وَمِنْهَا جَاذًا وَكَوْشَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ

ایک ایک شریعت اور دماغ راہِ عمل بنائی ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اس نے تمہاری آزمائش کے لیے

فِي مَا أَنْتُمْ فِيهِ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

(ایک ایک) احکام میں، اس میں ایک دوسرے سے بڑھ کر نیکیاں کرو، تم سب اللہ کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان چیزوں کی

بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۳۸﴾ وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

ممبروں کا جو میں تم اختلاف کرتے تھے ۳۸ اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا

موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے بڑھ کر دیریں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا

أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُفْضِلَ

ذوین جہان سے آپ کی طرف نازل کیے ہیں، پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جانیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے

بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿۳۹﴾

سزا دینا چاہتا ہے اور یہ ملک بہت سے لوگ فاسق و فاسق ہیں ۳۹

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا

کیا وہ جاہلیت کا حکم طلب کرتے ہیں، اور کون سے اللہ کے لیے اللہ سے بہتر اور

لَقَوْمٌ يُؤْتُونَ<sup>ع</sup>  
(۵۰)

کس کو حکم ہو سکتا ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد یسعی بن مریم کو بھیجا جو اس تورات کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ اس تورات کی تصدیق کرنے والی تھی جو اس کے سامنے تھی اور وہ (انجیل) مستغنیٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔ (المائدہ: ۳۳)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یسوع کے دو قسم کے اعراض بیان فرمائے تھے۔ ایک یہ کہ انہوں نے زنا کی حد میں تحریف کر دی پھر وہ حرج میں جلا ہوئے اور اس مسئلہ میں نبی پیچھے کو حاکم بنایا۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے قصاص کے حکم میں تحریف کر دی اور بخو نصیر کے خون کی پوری ریت اور بخو ملطہ کے خون کی تو مٹی ریت مقرر کی۔ اب اللہ تعالیٰ ان کے تیسرے اعراض کو بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اسرائیل کے نبیوں و مہاتمن اور علماء کے بعد حضرت یسعی علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت یسعیؑ حضرت زکریا کے بعد مبعوث کیے گئے تھے۔ حضرت یسعی تورات کے صدق تھے کیونکہ جو اسرائیل نے تورات کے جن احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا حضرت یسعی علیہ السلام نے ان احکام کو زندہ کیا۔ یہ حقیقی تصدیق ہے اور انجیل نے جو تورات کی تصدیق کی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ انجیل کے احکام تورات کے موافق ہیں۔ لہذا ان احکام کے جن کو انجیل نے منسوخ کر دیا۔ نیز فرمایا۔ انجیل مستغنیٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے یعنی وہ پابندی و عمل سے منع کرتی ہے اور پسندیدہ اعمال کی طرف ہدایت دیتی ہے۔ مستغنیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور ان ملکوں سے اعتبار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پکارا تھی اور اس کے عذاب کا موجب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل انجیل اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو ہی نوگ ناسق ہیں۔ (المائدہ: ۴۳)

نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے عیسائیوں کو انجیل عطا کی اس وقت ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان احکام پر عمل کریں جو انجیل میں مذکور ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کے چند جوابات ہیں۔ اول یہ کہ انجیل میں سیدنا محمد پیغمبر کی نبوت پر جو دلائل موجود ہیں اہل انجیل کو چاہیے کہ ان دلائل کے مطابق آپ پر ایمان لے آئیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل انجیل ان احکام پر عمل کریں جن کو قرآن نے منسوخ نہیں کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ انجیل کے احکام پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ انجیل میں تحریف نہ کریں جس طرح یسوع نے تورات میں تحریف کر دی ہے۔ لیکن حقیقی یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے انجیل کو نازل کیا تھا اور نزول قرآن کے بعد قرآن مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر اسلام کے علاوہ اور کوئی دین مقبول نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسولِ کرم!) ہم نے آپ پر یہ کتب حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتب ہے یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی حفاظت ہے۔ تو اب اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور آپ کہیں جو حق آیا ہے اس سے اعراض کر کے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ (المائدہ: ۴۸)



رہے۔ مثلاً تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات 'نہیت' 'آجلی تکلیف' 'قرشتوں' 'مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر ایمان لانا اور جو احکام سب میں مشترک رہے۔ مثلاً قتل، جھوٹ اور زنا کا حرام ہونا اور شریعت سے مراد ہر نبی کے بیان کیے ہوئے عہدات اور معاملات کے مخصوص طریقے ہیں۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے 'شرائع سابقہ ہم پر حجت نہیں ہیں اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہر نبی کی الگ الگ شریعت ہوتی ہے۔ اگر سابقہ شریعت ہم پر حجت ہو تو پھر ہمارے نبی کی الگ شریعت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سابقہ شرائع کے جو احکام بغیر انکار کے ہم سے بیان فرمائے، وہ دراصل ہماری ہی شریعت ہیں، کیونکہ ہم ان کو ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ ہم ان احکام پر اس لیے عمل نہیں کرتے کہ وہ پچھلی شریعتوں کے احکام ہیں، بلکہ ہم ان پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ ان کو ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً حج کے اکثر و بیشتر احوال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی بیان فرمائے ہیں، قرآنی کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، اسی طرح وہ ضو میں نلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا اور طہارت کی دیگر سنی شیئیں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں، رجم اور قصاص کے احکام تو رات میں بھی تھے اور شروع میں نبی ﷺ نے زنا کار یودیوں کو تو رات کے فیصلے کے مطابق رجم کرنے کا حکم دیا اور ہم ان تمام احکام پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی فراہم شدہ کی پیروی نہ کریں، اور ان سے ہو شیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹانہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں۔ پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا عطا چاہتا ہے، اور سبے شک مسرت سے لوگ ضرور قاتل ہیں۔ (المائدہ: ۴۶)

شان نزول

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام متوفی ۳۸۵ھ کہتے ہیں:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ کعب بن اسد، ابن سلول، عبد اللہ بن مسعود اور شام بن قیس نے ایک دوسرے سے کہا چلو (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جائیں۔ شاید ان کو ان کے دین سے دور نکالنے میں کامیاب ہوں۔ کیونکہ وہ بشر ہیں وہ گئے اور آپ سے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پہنچتے ہیں کہ ہم یود کے معزز علماء اور سردار ہیں اور اگر ہم آپ کی پیروی کریں گے تو تمام یود آپ کی پیروی کریں گے اور ہماری مخالفت نہیں کریں گے، ہمارا اپنی قوم کے بعض لوگوں سے جھگڑا ہے، ہم آپ کو اس مقدمہ میں حاکم بنائیں گے۔ آپ ہمارے حق میں اور ان کے خلاف فیصلہ کریں، تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(المائدہ: ۵۰-۴۶)

(المیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۹۰-۹۱) دار احیاء التراث العربی، بیروت، جامع البیان، ج ۶، ص ۵۵۸، حار الفکر، بیروت، اسباب النزول، الواحدی، ص ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں جزا عطا دے گا اور قتل کرنے اور قتل کرنے کی سزا عطا چاہتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ جاہلیت کا حکم طلب کرتے ہیں اور جنہیں دیکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر اور کس کا حکم

ہو سکتا ہے؟ (المائدہ ۵۰)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ یود جنہوں نے اپنے مقدس میں آپ کو حاکم بنایا اور آپ نے ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کر دیا، پھر آپ کے فیصلے سے راضی نہیں ہوئے تو کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے تھے، یعنی بت پرستوں اور مشرکوں کا فیصلہ چاہتے تھے۔ حالانکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے اور اس میں وہی فیصلہ مذکور ہے جو آپ نے ان کے درمیان کیا تھا اور یہی حق ہے اور اس کے خلاف کوئی اور فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان یودوں سے فرمایا جو غصہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہو اور اس کی رخصت پر یقین رکھتا ہو اس کے نزدیک اللہ کے حکم اور اس کے فیصلے سے بہتر اور کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٌ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَيَأْتِهِ مِنْهُمْ ۖ

کے دوست ہیں، تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے (شمار) ہو گا،

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۱﴾ فَتَدْرَى الَّذِينَ فِي

بہ شک اللہ عام لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۵۱۔ سو آپ دیکھیں گے کہ جی لوگوں کے ہوں

قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ

میں افغان کی بیماری ہے وہ ان کی طرف سے کچھ ہونے والی ہے جس سے ڈرتے ہیں یہ غرض ہے کہ ہم پر کوئی گروہی

تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۖ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ

در آ جائے ہمیں قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے فتح کی کرنی

عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿۵۲﴾ وَ

حالات تو انہوں نے جو کہ اپنے دلوں میں چھپایا ہے وہ اس پر پچھتائے واسے ہو جائیں ۵۲۔ اور

يَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ

ایمان والے یہ کہیں کہ کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی ہمتی میں کہا تھا کہ بہ شک ہم ضرور

أَيْمَانِهِمْ لَا إِلَهُمْ لَكُمْ ۖ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَيْرَ مِّنْ

تجارت سے ساقی ہیں، ان کے سب عمل ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے ۵۳۔

جلد سوم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَلَمْ يَزِدْكُمْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي

اسے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے تڑپ کر جائے گا، تو مغرب اللہ اس

اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ

قوم کرے آئے گا جس کو اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی، وہ کمزوروں پر نرم ہوگی اور کمزوروں

عَلَى الْكَافِرِينَ ذِي مَهَادُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ

پر سختی ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی سختی کے لئے اللہ کی ملامت سے نہیں ڈریں گے

لَا يَمُذِّكَ اللَّهُ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۶﴾

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی رحمت والا بہت علم والا ہے ۵

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ

تمہارا دوست صرف اللہ ہے اللہ کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿۵۷﴾ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ

زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے راجع ہیں (۵) چنگے والے ہیں ۵ اور جو اللہ اور اس کے رسول

وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنْ حِزَبَ اللَّهُ هُمْ الْغَالِبُونَ ﴿۵۸﴾

اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ کی حمایت ہی غالب ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! یہودی اور نصاریٰ کو دوست نہ بنانا، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں

سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان میں سے شر ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ سو آپ دیکھیں گے کہ

جن لوگوں کے دلوں میں انصاف کی بات ہے وہ ان کی طرف سے کہنے ہوئے دوزخیں گے ہمیں یہ خدا ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ

آجائے۔ پس قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی علامت تو انہوں نے جو کچھ اپنے دلوں میں چھپایا ہے

وہ اس پر بچھتائے والے ہو جائیں۔ اور ایمان والے یہ کہیں کہ جنہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور

تمہارے ساتھ ہیں، ان کے سب محل خالی ہو گئے اور وہ نقصان اٹھائے والے ہو گئے (المائدہ: ۵۷-۵۸)

شان نزول

ایم جو محمد عبداللہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں

ولید بن عبد اللہ بن ابی سلمہ نے بیان کیا کہ جب جو کچھ اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو محمد اللہ بن ابی سلمہ

نے جو یسوع کا ساتھ دیا اور ان کی حلیت میں کھڑا ہوا۔ حضرت عہود بن اہلست رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور وہ بھی جو خوف کے من لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عبد اللہ بن ابی کی طرف گنہگار کی حلیت کرنے کا حلف اٹھایا ہوا تھا انہوں نے اس حلف کو توڑ دیا اور اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر ان کے حلف سے بری ہو گئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی رکھتا ہوں اور ان کافروں کے حلف اور ان کی دوستی سے بری ہوتا ہوں۔ سو حضرت عہود بن اہلست اور عبد اللہ بن ابی کے متعلق سورۃ المائدہ ۵۶-۵۷ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

(المائدہ: ۵۶) "وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" "مُطَبَّر دَارِ الْکِتَابِ طبع ۱۳۵۰ھ" "مُطَبَّر دَارِ الْکِتَابِ طبع ۱۳۵۰ھ" "مُطَبَّر دَارِ الْکِتَابِ طبع ۱۳۵۰ھ" "مُطَبَّر دَارِ الْکِتَابِ طبع ۱۳۵۰ھ"

کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں قرآن مجید کی آیات

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرمادیا ہے اور حسب ذیل آیتوں میں بھی اس پر دلیل ہے:

وَلَا تَزِرْ وَزِرَتَهُ إِلَى الْيَوْمِ عَلَّمَ كَثِيرًا مِّنْ دُونِ الْيَوْمِ وَلَا يَبْدِيهِ الْمُؤْمِنُونَ الْأَكْثَرُونَ (آل عمران: ۸۸)

خاتم لوگوں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں بھی روزِ عذاب کی آگ پہنچے گی۔ ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

لَا تَتَّبِعُوا الْوَيْلَةَ مِّنْ دُونِ الْيَوْمِ (آل عمران: ۸۸)

اپنے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بنانا۔ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بنانا۔ تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجے جو 'حالات' انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (المجادلہ: ۲۲)

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ اہل اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا ان کے بھائی یا قرعی رشتہ دار۔

کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں احادیث اور آثار

اہل مسلم بن علیؑ قصیری حنفی ۱۳۵۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یوہود اور نصاریٰ کو اپنے دوست نہ بنانا، نہ کہ جب تم ان میں سے کسی سے راستہ میں ملو تو اسے غلہ راستے چلنے میں مجبور کرو۔"

(صحیح مسلم، الملام: ۳۸) (صحیح ترمذی: ۲۵۵۷) (صحیح ابن ماجہ: ۵۰۰) (صحیح ابوداؤد: ۴۸۸۸) (صحیح ابویوسف: ۴۸۸۸) (صحیح ابوالخضر: ۴۸۸۸) (صحیح ابوالخضر: ۴۸۸۸) (صحیح ابوالخضر: ۴۸۸۸)

اہل ابو یوسفؑ حنفی ترمذی حنفی ۱۳۵۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن کے سوا کسی کو ساتھی نہ بننا اور حق کے علاوہ

اور کوئی شمار کلمائے کلمات

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۲۳۰۳، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۳۸۳۲، مسند احمد ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۶۶، شعب

الایمان، رقم الحدیث ۴۳۸۶)

امام ابو بکر محمد بن حسین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ کھلی جڑی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مشرکین کے ساتھ ٹھہرا اس کی ذمہ داری میں ہے۔ (شعب الایمان ج ۲، رقم الحدیث ۳۰۰۳، دار الکتب العلمیہ، ص ۱۰۲)

حضرت انس بن مالک جڑی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی انگوٹھوں میں حلی کو نقش نہ کرو، اور مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو۔ حضرت انس نے اس کی تفسیر میں فرمایا یعنی تم اپنی انگوٹھوں میں محمدؐ کے لکھو اور اپنے معاملات میں مشرکین سے مشورہ نہ کرو۔ (شعب الایمان ج ۲، رقم الحدیث ۴۳۸۶)

عیاض اشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس ایک نصرانی کتاب تھی حضرت عمرؓ جڑی اس کی کتبیت سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا حضرت عمرؓ نے مجھے ان کا نور میری دان پر ضرب لگائی اور فرمایا اس کو نکل دو اور یہ آیت پڑھی اے ایمان والو! اپنے نور میرے دشمن کو دوست نہ بنانا۔ (المستدرک: ۱) اور یہ آیت پڑھی:

اے ایمان والو! سود اور نصاریٰ کو دوست نہ بنانا، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ: ۵۷)

حضرت ابو موسیٰ نے کہا یہ خدا میں اس سے دوستی نہیں رکھتا، یہ صرف کتبیت کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہیں مسلمانوں میں کوئی کتاب ملے گا؟ جب اللہ نے ان کو دودھ کر دیا ہے تو تم ان کو قرب نہ کرو، اور جب اللہ نے ان کو خلیق قرار دیا ہے تو تم ان کو ایمن نہ بنانا؟ اور جب اللہ نے ان کو ذلیل کیا ہے تو تم ان کو عزت مت دو۔ سنن کبریٰ کی کتاب التہام میں ہم نے اس حدیث کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (شعب الایمان ج ۲، رقم الحدیث ۳۸۳۲)

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ جڑی نے فرمایا اللہ کے دشمنوں سود اور نصاریٰ سے ان کی عیدوں اور ان کے اجتماع کے دنوں میں ان سے اجتناب کرو، کیونکہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے، مجھے خدا ہے کہ تم پر بھی وہ غضب نہ آ جائے، اور ان کو پسند نہ آئے۔ (سنن ترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۳۸۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے مجھوں کے ملک میں ٹھہرنا پائی، اور ان کے نو روزہ اور عریان کو مٹایا اور ان کی مخالفت اختیار کی اور اسی طریقہ پر عمر کا وہ قیامت کے دن اسی طرح اٹھایا جائے گا۔

(شعب الایمان ج ۲، رقم الحدیث ۴۳۸۶)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ جڑی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شتم کی طرف ایک لشکر بھیجا وہاں کے لوگوں نے مسجدوں میں پناہ لی، شروع کر دی۔ لشکر نے ان کو جلدی جلدی قتل کرنا شروع کر دیا، جب نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے لیے آدمی دے کر حکم فرمایا اور فرمایا میں تمہیں مسلمانوں سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے، صلیبہ پر چھاپا رسول اللہ! کہیں؟ آپ نے فرمایا ان دونوں کے (چلوں کی) آگ! انھیں نہ دکھائی دے۔



حضرت سرور بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کے ساتھ سکونت نہ کرو نہ ان کے ساتھ جمع ہو، جس نے ان کے ساتھ سکونت رکھی یا ان کے ساتھ جمع ہوا، وہ ان کی مثل ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۶۳۵، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۴۹۳۱) علامہ تھناتی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ حج مکہ سے پہلے ایک قوم اسلام لانے کے بعد مکہ میں مشرکین کے ساتھ رہتی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرک کے ساتھ رہتا ہو۔ پوچھا گیا: کیوں؟ تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کی ایک ایک ساتھ دکھائی نہ دے، یعنی یہ واجب ہے کہ جب ایک آگ جلائے تو دوسرا نظر نہ آئے، وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنی دور رہیں۔ علامہ ابن اثیر جزیری نے کہا ہے کہ واجب ہے کہ مسلمان کافر مشرک کے گھر سے دور ہو، اور جب اس کے گھر آگ ملے تو اس سے مشرک کافر نظر نہ آئے، مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ رہے۔

کفار سے دوستی کے حق میں منافقوں کے برائوں کا بظلمان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے شمار ہو گا۔ (المائدہ: ۵۱)

اس آیت میں یہود و نصاریٰ سے دور اور انک دہنے پر نصیحت کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منع کرنے کے باوجود جو شخص کافروں سے دوستی رکھے گا وہ کافروں کی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا۔ کفار کافروں کی طرح اس سے عدوت رکھنا بھی واجب ہے اور وہ بھی دوزخ کا مستحق ہو گا جیسے کافروں کے مستحق ہیں اور وہ کافروں کے اصحاب سے شمار کیا جائے گا اور یا اس لیے کہ کافروں اور یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والے منافق تھے اور ان کا شمار بھی کافروں میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن کے دلوں میں (خلفی کی) بھاری ہے، وہ ان کی طرف سے کہتے ہوئے دوزخ میں گئے ہیں یہ خبر ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے۔ (المائدہ: ۵۲)

منافق یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ کا ساتھ دینے کی وجہ سے کہیں ان پر قحط نہ طاری ہو جائے۔ اور کہیں حالات بدل گئے اور یہود طلب آگئے اور (سیدنا) محمد ﷺ کی حکومت نہ رہی تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ حضرت مہذب بن صلت رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں نے بے کثرت یہودیوں سے دوستی اور حمایت کا عہد کیا ہوا تھا، لیکن میں اللہ اور رسول کی خاطر اس عہد کو توڑنا ہوں، عہد اللہ بن ابی نے کہا میں گردش ایام سے ڈرنا ہوں اور اپنے دوستوں سے کیے ہوئے عہد کو نہیں توڑ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی علامت، تو جو کچھ انہوں نے اپنے دلوں میں چھپایا ہے، وہ اس پر بچھپانے والے ہو جائیں گے۔ (المائدہ: ۵۳)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو اپنے دشمنوں پر فتح عطا فرمائے اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائے۔ یا رسول اللہ ﷺ کو منافقوں کی سازشوں سے مطلع فرمادے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ فتح کہ جو غلبہ اللہ کے جانوں کو قتل کیا گیا اور ان کے بچوں کو قید کر لیا گیا اور جو نصیر کو جلا وطن کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کے شہروں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور فتح کی علامت سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ منافقوں کی سازشوں سے مطلع کیا گیا، ان کے نام پھیل گئے اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کی فصل بہت اچھی ہوئی تھی اور مل غنیمت کی کثرت سے وہ خوش حال ہو گئے اور جب منافقوں نے مسلمانوں کا غلبہ، خوش حالی اور ان پر اللہ کی نصرت دیکھی، تب وہ کفار سے دوستی رکھنے پر غم ہوئے اور اس وقت غلام ہوئے جب انہیں موت کے وقت عذاب دکھایا

مکہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والے یہ کہیں کہ کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں مگر سب عمل ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ (المائدہ: ۵۳)

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہودیوں پر غلبہ عطا فرمایا اور یہودیوں کو قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کا حکم دیا گیا تو مسلمانوں نے یہودیوں کو جھڑکتے ہوئے منافقین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے لیے پختہ نہیں کھائی تھیں کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کے خلاف تمہاری مدد کریں گے؟ کیا مسلمانوں نے ایک دوسرے سے کہا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلایا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ اب اللہ تعالیٰ نے خلق کا پردہ چاک کر دیا اور یہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے کیونکہ انہیں ثواب کے بدلہ عذاب ہو گا۔ اور دنیا میں یہودیوں کے قتل اور جلاوطن ہونے کے بعد ان کا کوئی سارا نہ رہا اور یہودیوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو مغرب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی وہ مومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔ (المائدہ: ۵۴)

محمد رسالت اور بعد کے مرتدین کا بیان

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا جو کافروں کے ساتھ دوستی رکھے گا اس کا ان ہی میں شمار ہو گا اور اس آیت میں صراحتاً فرمادیا جو شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا اس سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ نبی ﷺ کے عہد میں بھی کچھ لوگ مرتد ہوئے اور کچھ آپ کے بعد مرتد ہوئے۔ علامہ زبیدی نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ جبار اللہ محمود بن عمر زبیدی متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں:

مرتدین کے گیارہ فرقے تھے جن میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھے۔

ایک فرقہ بنو عدی تھا جن کا رئیس ذوالنور تھا اور یہی اسود حسی تھا۔ یہ شخص کابن تھا اس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ان مشرکوں پر غلبہ پالیا اس نے رسول اللہ ﷺ کے بعض عاملوں کو قتل دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سرداروں کے ہم خط لکھ کر اللہ تعالیٰ نے فیروز دہلی کے ہاتھوں اس کو ہلاک کرا دیا انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ جس رات وہ قتل ہوا اس رات رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کی خبر مسلمانوں کو دے دی تھی جس سے مسلمان خوش ہوئے پھر اس کے دوسرے روز رسول اللہ ﷺ وحشی اعلیٰ سے واصل ہو گئے اور وہیں سے اس کی خبر بنو النضر کے آخر میں پہنچی تھی۔

دوسرا فرقہ بنو حنیفہ ہے۔ یہ سبیلہ کی قوم تھی اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف مکتوب لکھا ۱۳۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے اسے محمد رسول اللہ بعد از میں یہ کہتا ہے کہ یہ زمین آدمی آپ کی ہے اور آدمی میری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب دیا ۱۳۱ھ میں رسول اللہ ﷺ نے اسے سبیلہ کذاب بعد از میں یہ کہتا ہے کہ تمام زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور نیک انجام متقین کے لیے ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ اس سے جنگ کی اور یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حضرت وحشی کہتے تھے میں نے

اپنی جاہلیت کے زمانہ میں سب سے نیک شخص کو قتل کیا اور اپنے اسلام کے زمانہ میں سب سے بدتر شخص کو قتل کیا۔  
تیسرا فرقہ بنو سہل تھا یہ طحیہ بن خزیلہ کی قوم تھی اس شخص نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے  
جنگ کے لیے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا یہ شکست کھانے کے بعد شام بھاگ گیا پھر مسلمان ہو گیا اور اس نے نیک عمل کیے۔  
حضرت ابو بکر چیتھ کے عہد میں مرتدین کے سبب فرات تھے۔ (۱) عینہ بن صحن کی قوم فزارہ (۲) قرظہ بن قیس کی قوم  
خضائن (۳) لہوہ بن عبد مال کی قوم بنو سلیم (۴) ملک بن نویرہ کی قوم بنو یزید (۵) صالح بن عتہ المزدہ۔ یہ وہ عورت  
تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور سب کذاب سے نکل گیا اور اس کی قوم حیم کے بعض لوگ۔ (۶) اشعث بن قیس کی قوم  
کنعہ (۷) عظیم بن زید کی قوم بنو کر بن واکل یہ بحرین میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر چیتھ کے ہاتھوں ان ساتوں مرتد  
فرقوں کا مکمل استعلا کر دیا۔ اور حضرت عمر چیتھ کے عہد میں ایک شخص مرتد ہوا تھا یہ شخص کی قوم کاہلہ بن اسم تھا اس کو  
ایک تھپڑ نے نصرانی بنادیا اور یہ اسلام سے مرتد ہو کر روم کے شہروں کی طرف نکل گیا جیل کی چادر پر ایک شخص کا پیر پڑ گیا اس  
نے اس کے تھپڑ پر اس شخص نے حضرت عمر سے شکایت کی حضرت عمر نے فرمایا اب یہ تمہارے تھپڑ پر لگاؤ گا اس نے تھپڑ  
کے بدلہ میں دس ہزار درہم کی بخشش کی عمروہ شخص نہ ملے بدلہ بدلے سبب طلب کی اور روم جا کر مرتد ہو گیا۔

(۱) کتاب ج ۱ ص ۶۳۶-۶۳۷ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ۱۴۱۳ھ

اللہ کی محبوب قوم کے مصداق میں متعدد اقوال  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو مقرب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے  
گی (المائدہ ۵۴)

اس آیت کے مصداق کے حلقہ کی اقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت ابو بکر اور ان کے  
اصحاب ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے وصال کے بعد اہل مدینہ اہل مکہ اور اہل بحرین کے سوا تمام عرب اسلام سے مرتد ہو گئے۔ انہوں نے کہا ہم  
نہاڑہ جس کے لئے زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا خدا کی قسم اگر اللہ اور اس کے رسول نے فرض کیا ہے اگر  
اس میں سے یہ ایک دسی بھی نہ دیتی تو میں من سے جنگ کروں گا پھر حضرت ابو بکر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان  
سے قتل کیا حتیٰ کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے کا اقرار کر لیا۔

(ابحان البیان ۶۲ ص ۳۸۳-۳۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابو موسیٰ اشعری چیتھ کی جماعت ہے۔  
عیاض اشعری بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری چیتھ کی طرف  
اشارہ کر کے فرمایا: یہ قوم یہ ہیں۔ (ابحان البیان ۶۲ ص ۳۸۳-۳۸۴ سنہ ۲۸۳ھ ج ۲ ص ۳۳)  
تیسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق اہل یمن ہیں۔

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے یمن کے پاس ایک پیغام بھیجا وہ ان دنوں مدینہ کے امیر تھے ان  
سے اس آیت کا مصداق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا اس سے مراد اہل یمن ہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا کاش میں اس قوم سے  
ہو گیا۔ (ابحان البیان ۶۲ ص ۳۸۴ مطبوعہ بیروت)

لہم ابن جریر نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد کل یمن ہیں اور وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی قوم ہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق نبی ﷺ کی حدیث موجود ہے۔ اور لہم راہزی نے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں۔

حضرت ابو بکر کی خلافت پر دلائل

ردافض اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر کی خلافت اور امت کا اقرار کیا وہ سب کافر اور مرتد ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی امت کی نص صریح کا انکار کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر باخضر یہ بات صحیح ہو تو لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک محبوب قوم کو لانا جو یمن سب سے بدتر تھی اور یمن کو حضرت علی کی امت اور خلافت ملنے پر مجبور کر دیتی۔ جیسا کہ اس آیت کا خلاصہ ہے اور جب یہاں میں ہوا تو معلوم ہوا کہ ردافض اور شیعہ کا مروجہ عقیدہ ہے۔

چنانچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حق میں بتل ہوئی ہے کیونکہ یہ آیت یمن کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے مرتدین کے ساتھ جنگ کی اور یہ بات تدریج سے ثابت ہے کہ اسلام میں مرتدین کے ساتھ سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے جنگ کی اور رسول اللہ ﷺ کو اس آیت کا صدق قرار دیا صحیح نہیں ہے۔ لہذا اس لیے کہ آپ کے عہد میں مرتدین کے ساتھ جنگ کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ چنانچہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا متربہ اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ وہ قوم اس وقت موجود نہیں تھی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو بکر تو اس وقت موجود تھے تو پھر وہ بھی مراد نہیں ہونے چاہئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اس وقت موجود تھے، یمن پہ حیثیت سرمد موجود نہیں تھی اور ان کی حیثیت اس وقت ایسی نہیں تھی کہ مسلمانوں کو کسی پر حملہ کرنے کا حکم دے۔ اور اس آیت کے صدق حضرت علی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ یمن کو مرتدین کے ساتھ قتل کرنے کا اتفاق پیش نہیں آیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس نے ان کی امت کا انکار کیا وہ مرتد ہو گیا اور امت کے معرکین کے خلاف انہوں نے جنگ کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرتد کا معنی یہ ہے جو شریعت اسلام سے مرتد ہو جائے اور اگر مرتد کا یہی معنی کیا جائے جو حضرت علی کی امت سے مرتد ہو؟ تو پھر خلفاء ثلاثہ اور ان کے ملنے والے تمام مسلمان مرتد تھے کیونکہ انہوں نے اس وقت میں حضرت علی کی امت کو نہیں مانتا چاہیے تھا کہ حضرت علی ان سے جنگ کرتے اور جب حضرت علی نے ان سے جنگ نہیں کی بلکہ اس کے برعکس ان کی بیعت کی اور ان سے تعلق کیا اور کل یمن بھی اس آیت کا صدق نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے مرتدین کے ساتھ جنگ نہیں کی اور حدیث کا عمل یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی اس قوم میں سے ہیں کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں اور اسی طرح دیگر کل یمن بھی اور اس تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متعلق ہے۔

اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت علی نے بھی مرتدین کے ساتھ جنگ کی تھی تب بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو مرتدین کے ساتھ جنگ کی تھی وہ بدعت اعلیٰ اور افضل تھی اور اسلام میں بدعت دوسری مذکور کی حامل تھی کیونکہ حضرت ابو بکر کی جنگ اسلام کے لیے تھی اور حضرت علی کی جنگ اپنی خلافت کی جگہ کے لیے تھی۔ کیونکہ یہ امر قاتر سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بعد اعراب مرتد ہو گئے تو نبوت کے مدعیوں اور ذکوۃ کے معرکوں کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوار افضل اور مرتدین کے ساتوں فرقوں کا عمل امتیصل کیا اور حضرت ابو بکر کی جدوجہد کے نتیجہ میں اسلام کو استقامت ملی اور شرق و غرب میں اسلام پھیلنے لگا اور تمام حوال دنیا کے معرکین مغلوب ہوئے لگے اور اسلام کے علاوہ باقی لوہان اور مل کے چراغ بجئے

گئے اور آفتاب اسلام پوری آب و تاب سے جھلکے لگا اور حضرت علیؓ کی خلافت کے وقت تک اسلام پوری دنیا میں ایک غالب دین کی حیثیت سے متعارف ہو چکا تھا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی مرتدین کے ساتھ جو جنگیں ہوئیں وہ صرف اسلام کی نصرت اور اس کی شہداء اشاعت کے لیے ہوئیں۔ اس کے برعکس حضرت علیؓ کی جو جنگیں ہوئیں امن کی خلافت کے عکسین کے ساتھ تھیں۔ اگر بتول شیعہ بن کو باقرض مرتدین بھی لیا جائے تب بھی حضرت ابو بکرؓ کی جنگیں ان سے ہر حال افضل اور اعلیٰ تھیں۔

اس آیت میں حضرت ابو بکرؓ کی امت پر یہ دلیل بھی ہے کہ مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے والی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اللہ کے محبوب اور اللہ کے محبوب ہیں اور جو اللہ کا محبوب اور محبوب ہو وہی خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔

لہذا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی صفت یہ ذکر کی کہ وہ مسومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے اور پوری امت میں سب سے زیادہ مسومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت حضرت ابو بکرؓ ہیں۔

امام ابو یوسفؒ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور اللہ کا حکم نافذ کرنے میں سب سے زیادہ سخت ابو بکرؓ ہیں اللہ صحت صحت صحت ہے۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۸۶۸، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۱۵۳۰، صحیح ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۴۳۸۷، السنن رک ۳، ص ۳۳۳، یہ حدیث یحییٰ بن شہابؒ پر ہے اور امام زہبیؒ نے امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے۔ مسند ابی یوسفؒ ج ۲، ص ۲۰۶، مسند ابی حاتمؒ ج ۲، رقم الحديث ۴۹۳۳، فضائل الصحابہ للشیخ زہبیؒ ج ۱، رقم الحديث ۱۵۳۰، ص ۱۳۲، حضرت ابو بکرؓ مسومنوں پر بہت نرم تھے۔ نبوت کی ابتدا میں جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے۔ اس وقت مسلمان بہت کم تھے اور حضرت ابو بکرؓ مسلمانوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے تھے۔ ہر وقت حضور کے پاس رہتے تھے اور آپ کی خدمت کرتے تھے اور بڑے بڑے کافر سرداروں کی مخالفت کی پروا نہیں کرتے تھے۔ امام بخاریؒ حضرت

عمو بن العاصؓ پر بیڑے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو مشرکین نے سب سے سخت تکلیف جو پہنچی وہ یہ تھی کہ ایک دن نبی ﷺ حکیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا رسول اللہ ﷺ کی گردن میں ڈالا اور آپ کا کمر بستی سے گھونٹا شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ آئے اور اس کو کندھے سے پکڑ کر نبی ﷺ سے پرے دھکیلا اور کہا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کما ک میرا رب اللہ ہے۔ (بخاری ج ۲، رقم الحديث ۳۸۵۶)

اور مسلمانوں کے ساتھ رحمت کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے سب سے پہلے ایسے غلاموں اور یتیموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کی پاداش میں مکہ میں سخت غلاب دیا جاتا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: حضرت بلالؓ، حضرت عامر بن فہرہؓ، حضرت زیدؓ، حضرت نعدیہؓ اور ان کی بیٹی بنو مویٰؓ کی باندی اور ام حبیبؓ۔ (اصحاب ج ۲، ص ۳۳۳) اور جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بہت جرات اور دلیری کے ساتھ تمام مرتدین سے جنگ کی اور صحابہ کرام کے منع کرنے کے باوجود حاکم کی طرف لشکر روانہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی صفت میں فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی طاقت کرنے والے کی طاقت سے نہیں ڈریں گے۔ ہر چند کہ دوسرے ظفادہ اور انہ سے بھی جہاد کیا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جس نے سب سے

ظہیان القرآن

جلد سوم

پہلے جلوس تھا حضرت ابو بکرؓ کے نور حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت جلوس کیا جب ملک کے اندر مہاجرین زکوٰۃ اور مرتدین کے تحفے کو دے ہو چکے تھے اور اس وقت ملک سے باہر فرج بھیجے کی سب نے مخالفت کی تھی لیکن حضرت ابو بکرؓ نے کماشام کے خلاف فوج کشی کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا اور میں کسی حالت میں بھی اس حکم کو موخر نہیں کروں گا۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے (المائدہ: ۵۴)

حضرت ابو بکرؓ کے فضائل

یہ آیت بھی حضرت ابو بکرؓ کے محل کے مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی آیت میں بھی حضرت ابو بکرؓ کو صاحب فضل فرمایا ہے۔ کیونکہ صلح چڑھی حضرت ابو بکرؓ کے عقد زامی ہوئی تھی یہ عداوت صاحبزادے اور بدری صحابی تھے اور حضرت ابو بکرؓ کی ملی ادول کیا کرتے تھے لیکن انہوں نے بھی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حسرت لگائے والوں کی موافقت کی جس سے حضرت ابو بکرؓ کو بہت رنج ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المومنین کی برائت بیان کر دی تو حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ صلح کی ملی ادول میں کریں گے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَأْتِلْوا أَوْلِيَاءَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا أَوْلِيَاءَ لَهُمْ ۚ اللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصَّادِقِينَ إِلَى صَبَاطِهِمْ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا أَوْلِيَاءَ لَهُمْ ۚ اللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الضَّالِّينَ إِلَى صَبَاطِهِمْ ۚ (النور: ۳۲)

اور تم میں سے صاحب فضل اور صاحب وسعت پر قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے اور ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ جسیں بخل دے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے وہ درگزر فرمائے

والا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا ہے شک میری آواز ہے کہ اللہ مجھے بخش دے اور میں صلح کے ساتھ جو حسن سلوک کرتا تھا اس کو بھی موقوف نہیں کروں گا۔

حضرت بلالؓ سے بن غلبہ کے لہام تھے وہ حضرت بلالؓ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے بن کو بہت ایذا نہیں پہنچاتا تھا ان کو گرم زمین پر ڈال کر بن کے لوہے پر ہماری چمڑا کا تھلہ حضرت ابو بکرؓ نے اسے بن غلبہ کو اس علم و حکم سے منع کیا اس نے کہا اگر تم کو اس کی تکلیف ہو تو اس کو خرید لو۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے بن غلبہ سے ایک گروں قیمت پر حضرت بلالؓ کو خرید لیا اور آواز کر دیا اتنی ہی قیمت پر حضرت بلالؓ کو خریدنے سے مشرکین کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا حضور بلالؓ کا ابو بکرؓ کوئی احسان ہو گا۔ اس کا بدلہ ادا کرنے کے لیے ابو بکرؓ نے اتنی ہماری قیمت پر بلالؓ کو خرید لیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس صلح کے جواب میں حضرت ابو بکرؓ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۚ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۚ وَمِنَ الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۚ وَمِنَ الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۚ وَمِنَ الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۚ (اللیل: ۱۷-۱۸)

اور جو سب سے زیادہ تقی ہے وہ اس (اتق) سے دور رکھا جائے گا جو پاکیزہ ہونے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ صرف اپنے رب الحق کی رضا جوئی کے لیے (مال خرچ کرتا ہے) اور وہ ضرور مغربہ و راضی ہو گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ اے مشرک بلالؓ کے احسان کی بات کرتے ہو ابو بکرؓ اس کا ثبوت میں کسی کا کوئی

دنیاوی انسان میں ہے جس کا بدلہ دیا جائے اس نے صرف اپنے رب الہی کو راضی کرنے کے لیے جہل کو خرید کر آزاد کیا ہے  
نور اللہ عز و جل اس کو راضی کر دے گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ امر ازاد و کرام اپنے فضل سے حکایا ہے اسی طرح نبی ﷺ نے بھی حضرت ابو بکر  
رضی اللہ عنہ سے نوازا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جبر شریف فرماتے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے اپنے ایک بندہ کو  
دنیا کی تر و تازگی میں جو دیا ہے اسے دینے کا اور آخرت میں اس کے پاس جو امر ہے اسے دینے کا اختیار دیا اس بندہ نے اللہ  
کے پاس جانے کو اختیار کر لیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رونے لگے اور کہنے لگے ہماری مائیں اور ہمارے باپ آپ پر خدا ہو  
جائیں۔ ہمیں امن پر توجہ ہوا اور لوگوں نے کہا اس بوڑھے کو دیکھو رسول اللہ ﷺ ایک ایسے بندہ کے حقیقی خبردار رہے  
ہیں جس کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی تر و تازگی لے لیا اللہ کے پاس آجائے تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ پر ہمارے باپ اور  
ہماری مائیں خدا ہو جائیں اور دراصل یہ اختیار رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تھا اور اس وقت کو ہم میں سے سب سے زیادہ جاننے  
والے حضرت ابو بکر تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی وفات کو اپنے دل کے ذریعہ میرے ساتھ سب سے زیادہ حسن  
سلوک کرنے والے ابو بکر ہیں اور میں اپنی امت میں سے اگر کسی کو ظلیل یا ناقص ہو کر کسی کو ظلیل یا ناقص لیکن من کے ساتھ اسلام کی  
حالت (دستی) ہے سہرا لای میں اس ابو بکر کی کفری کے سر اور کوئی کفری بقی نہ رکھی جائے۔

(صحیح ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۳۴۳۳، صحیح مسلم رقم الحديث ۲۳۸۳، سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۷۷۹، صحیح ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۷۸۶)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہم نے  
اس کا بدلہ دے دیا، ہوا ابو بکر کے لیے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ ایک ایسی نیکی کی ہے جس کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دن  
دے گا اور کسی شخص کے دل نے مجھے ہرگز نہ نفع نہیں پہنچایا جو ابو بکر کے دل نے نفع پہنچایا اور اگر میں کسی کو ظلیل یا ناقص ہو کر کو  
ظلیل یا ناقص ہوتا تو اسے بغیر اللہ کے ظلیل ہیں۔ اس سند کے ساتھ یہ حدیث حسن قریب ہے۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۷۸۱، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۷۸۳)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۲۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک نوعی دین چاہے اللہ کی راہ میں خرچ  
کے اس کو جنت میں بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے یہ خبر ہے سو جو لذتیں ہو گا اس کو باپ الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو  
مجاہد ہو گا اس کو باپ الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو صدقہ دینے والا ہو گا اس کو باپ الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ دار ہو گا  
اس کو باپ الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے دل باپ خدا ہوں کیا کوئی ایسا شخص ہو گا  
جس کو ان تمام درود ائدوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو۔

(صحیح ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۶۸۲۸، صحیح مسلم رقم الحديث ۸۵۵، سنن نسائی ج ۳، رقم الحديث ۴۲۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہو گا جس

کے متعلق جنت کے ہر گھر والے اور ہر خانہ والے یہ کہیں گے اگرچہ "محباً" ہمارے پاس آئیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص کو اس دن کوئی قصاص نہیں ہو گا آپ نے فرمایا اے اسے ابو بکر وہ شخص تم ہو گے۔

الحج بن حبیب "ج ۵۵" رقم طبع ۱۶۸۷ "المکرم کبیر" ج ۲ رقم طبع ۱۳۳۷ "المکرم کبیر" ج ۲ رقم طبع ۱۳۸۵ "مائدہ البیہقی" نے لکھا ہے اس حدیث کے دہلی صحیفہ کے دہلی ہیں "روایت ابن ابی بکر سانی کے "نورہ" میں بھی مذکور ہے۔ "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۳۶۱ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق ہم نے شرح مسلم "جلد سولہ (۱۶) میں بہت تفصیل سے دلائل بیان کیے ہیں "اہل علم اور اربابِ فہم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر کے فضائل میں موضوع احادیث

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بعض علماء نے موضوع اور بہ اصل اصطلاح کو بھی درج کر دیا ہے۔ اسی قبیل سے امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ اصطلاح ذکر کی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے لیے عام حلی فرمائے گا اور ابو بکر کے لیے خاص حلی فرمائے گا اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا ہے وہ سب میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

(تفسیر کبیر "ج ۳ ص ۳۱۸" مطبوعہ دار الفکر "دروت ۱۳۹۸ھ)

طاعی بن سلطان محمد التتاری الشافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جو جاہل خود کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں "انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ حدیثیں وضع کر لی ہیں" اللہ قیامت کے دن لوگوں کے لیے عام حلی فرمائے گا اور ابو بکر کے لیے خاص حلی فرمائے گا اور حدیث جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا ہے وہ سب میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا اور حدیث "رسول اللہ ﷺ کو جب جنت کا شرف ہوتا تو وہ ابو بکر کے سفید ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور حدیث "میں اور ابو بکر گھڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح ہیں" (ابو ضرب المثل ہے "اس کا معنی ہے دونوں مسلول ہیں اور حدیث "جب اللہ نے دو حوں کو پسند کیا تو ابو بکر کی روح کو پسند کیا"

(موضوعات کبیر ص ۱۰۶ مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی)

شیخ عبدالحق محدث دہلی متوفی ۱۰۸۵ھ عن اصطلاح کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ وہ اصطلاح ہیں جن کو محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔ اسی طرح شیخ محمد بن شیرازی نے شرح صلوٰۃ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ فن اصطلاح کا باطل ہو گا بدھت عقل سے معلوم ہے۔ (شیخ عبدالحق فرماتے ہیں) تاہم اس کی وجہ یہ ہے کہ فن اصطلاح سے حضرت ابو بکر کی تمام حلقہ کی فضیلت لازم آتی ہے۔ جس میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں اور حضرت ابو بکر کی سید المرسلین رضی اللہ عنہ سے مسلول لازم آتی ہے۔ اگرچہ فن حدیث کی تحریف مستحسن نہیں ہے اور حدیث اللہ قیامت کے دن تمام لوگوں کے لیے عام حلی فرمائے گا اور ابو بکر کے لیے خاص حلی فرمائے گا اس کو "تجزیہ الشریعہ" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو خلیفہ اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور ابن حبیب نے اس کا ضعف میں ذکر کیا ہے "ذہبی نے اس کو موضوع کہا ہے اور بعض نے اس کو حسن کہا ہے "حاکم نے اس کو مستدرک میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں درج کیا ہے۔

(اشعۃ الطلوع "ج ۴ ص ۶۳۳" مطبوعہ مکتبہ دار الفکر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں

اور زکوٰۃ دے کر رہتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے (عاجزی سے) جھکے والے ہیں۔ (طہ ۵۵)



آیت مذکورہ کے شان نزول میں متعدد اقوال

امام ابو محمد عبد الملک بن شام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کی تو عبد اللہ بن ابی بنی سطل نے ان کا ساتھ دیا۔ حضرت عبدہ بن الصامت رضی اللہ عنہ جو عرف سے تھے اور انہوں نے بھی عبد اللہ بن ابی کی طرح قینقاع کا ساتھ دینے کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔ حضرت عبدہ نے یہ حلف توڑ دیا اور بنو قینقاع سے بری ہو گئے اور کہا میں اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بناتا ہوں تو ان کے متعلق سورۃ النور کی آیت ۵۵ اور آیت ۵۵ ٹل ہوئی تمہارا دوست صرف اللہ ہے اسکا رسول ہے اور ایمان والے ہیں۔ (الایہ)

(السیرۃ النبیہ 'ج ۳' ص ۵۶-۵۵ 'جامع البیان' ۶/۲ ص ۳۸۸-۳۸۹)

امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! اے اللہ اور فیصلہ اور فیصلہ نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم سے الگ ہو گئے اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھا کریں گے اور ہم آپ کے اصحاب کے ساتھ مجلس کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ ان کے گھر ہم سے دور ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت ٹل ہوئی تمہارا دوست صرف اللہ ہے اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ان پر یہ آیت تلاوت کی تو انہوں نے کہا ہم اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بنانے پر راضی ہو گئے۔

(اسباب نزول القرآن' ص ۲۰۱ مطبوعہ دار الکتب المطبعہ بیروت)

نیز امام واحدی لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن سلام اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ آئے جو اسی دوران ایمان لائی تھی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے گھر دور ہیں اور ہماری کوئی مجلس اور بات کرنے کی جگہ نہیں ہے اور ہماری قوم جب یہ دیکھے گی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور ان کی تہذیب کر چکے ہیں تو وہ ہم کو چھوڑ دیں گے اور ہمارے ساتھ نشست و برخاست نہ کر دیں گے اور ہمارے گھر دور ہیں اور ہم پر بہت دشوار ہو گا تو نبی ﷺ نے ان پر یہ آیت پڑھی تمہارا دوست صرف اللہ ہے اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں پھر نبی ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں مسلمان قیام اور رکوع میں تھے۔ آپ نے ایک سائل کو دیکھ کر پوچھا کیا کسی نے تم کو کچھ دیا ہے اس نے کہا ہاں ہمارے کسی ایک انگوٹھی۔ آپ نے پوچھا تم کو وہ انگوٹھی کس نے دی ہے؟ اس نے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ جو نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا انہوں نے تم کو یہ کس حال میں دی ہے؟ اس نے کہا انہوں نے حالت رکوع میں مجھ کو یہ انگوٹھی دی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا اکیرا بھرا آپ نے یہ آیت پڑھی اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو ہے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔

(المائدہ ۵۶ 'اسباب نزول القرآن' ص ۲۰۲ 'جامع البیان' ۶/۲ ص ۳۹۰)

امام طبرانی نے سائل کو حضرت علی کی انگوٹھی دینے کا واقعہ حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الاوسط 'ج ۲' رقم الحدیث: ۶۲۲۸)

حضرت علی کے مستحق خلافت ہونے پر علماء شیعہ کی دلیل

شیخ طوسی حنفی رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت اور

امامت کے مستحق تھے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے تمہارا ولی اللہ ہے اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں اور مومنین سے مراد اس آیت میں حضرت علیؓ ہیں کیونکہ یہی مومنین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور مذکور الصدر ثلث نزل کے مطابق حضرت علیؓ اس آیت کے حذائق ہیں کیونکہ آپؓ ہی نے حالت رکوع میں سائل کو سونے کی انگوٹھی دی تھی۔ لہذا حضرت علیؓ پڑھنے مسلمانوں کے ولی ہوئے اور ولی کا معنی کوئی اور اہل حق ہے۔ سو حضرت علیؓ پڑھنے مسلمانوں پر تصرف اور ان کے حاکم ہوئے اور یہی خلافت اور امامت کا معنی ہے۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ پڑھنے مسلمانوں کے ولی یعنی ان کے امام اور خلیفہ ہیں۔

(التبیان فی تفسیر القرآن ج ۳ ص ۵۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علماء شیعہ کی دلیل کا جواب

شیخ طوسی کا یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ ولی کا معنی کوئی اور اہل حق نہیں ہے، بلکہ ولی کا معنی حب اور نامحب ہے۔

علامہ محمد الدین محمد بن یحییٰ زبیدی نے اپنی تفسیر لکھتے ہیں:

ولی جب اسم ہو تو اس کا معنی حب (دوست) اور صبر ہے اور مصدر ہو تو اس کا معنی المارۃ اور سلطان ہے۔

(القاموس المحیط ج ۲ ص ۵۸۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۲ھ)

۲۔ اس آیت میں ولی حب (دوست اور مددگار) کے معنی میں ہے کیونکہ اس سے پہلے آیت میں فرمایا تھا اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اولیاء نہ بنانا یعنی ان کو دوست نہ بنانا۔ سو اس آیت میں فرمایا تمہارا ولی یعنی دوست اللہ ہے۔ اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں۔

۳۔ اگر اس آیت میں ولی کا معنی کوئی بلا امت ہو اور مومنین سے مراد حضرت علیؓ ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت مسلمانوں کی امامت کے زیادہ لائق حضرت علیؓ ہیں۔ لہذا اس وقت تو رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں موجود اور تشریف فرماتے اور آپؐ کے ہوتے ہوئے کسی اور کا امامت اور حکومت کے زیادہ لائق اور حقدار ہونا قطعاً باطل اور مردود ہے۔

۴۔ اگر یہ آیت حضرت علیؓ کی امامت کے حقدار ہونے پر دلائل کوئی نہ حضرت علیؓ ضرور کسی نہ کسی محل میں اس آیت سے استدلال کرتے، مگر آپؐ نے بھی اس آیت سے اپنی امامت پر استدلال نہیں کیا۔ آپؐ نے شوریٰ کے دن حدیث غدیر پر اور آیت مباہلہ سے اپنے فضائل پر استدلال کیا لیکن اس آیت کو آپؐ نے بھی پیش نہیں کیا۔

۵۔ شیخ طوسی اور دیگر علماء شیعہ کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس آیت میں مومنین سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ مگر جبکہ تفسیر جامع کا واحد پر اطلاق جاتا ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ اس آیت میں مومنین سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ مگر جبکہ

۶۔ نیز ایہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ حضرت علیؓ نماز کی حالت میں سائل کی طرف متوجہ ہوں اور حالت رکوع میں سونے کی انگوٹھی سائل کو دینے کی نیت سے گرائیں اور نماز میں نماز کے علاوہ کوئی اور عمل کریں۔ مگر جبکہ حضرت علیؓ پڑھنے جس طرح اٹھنا اور استراحت اور خضوع و خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، یہ کمالی اس کے سراسر خلاف ہے۔

۷۔ عہد رسالت میں حضرت علیؓ پڑھنے بہت تنگ دست تھے، بعض لوگ آپؐ اپنے حصہ کی روٹی سائل کو دے کر خود بچہ کے رات گزارتے تھے۔ ایسے شخص کے حلق یہ فرض کرنا کہ وہ صاحب زکوٰۃ تھے اور ان کے پاس سونے کی انگوٹھی تھی۔ یہ

ہست ہر مضمون ہوتا ہے بلکہ اس روایت کے ساتھ لا تقبلہ ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔

۸۔ نئی جگہ نے مردوں پر سونا حرام کر دیا تھا اور سورۃ المائدہ احکام سے حلقی آخری سورت ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو غلطی پر مانتا بھی اس روایت کے غیر مستحکم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

دوسرے نزدیک اس آیت میں را کہوں اپنے ظاہری معنی میں نہیں ہے، اس کا معنی ہے جھگڑنے والے یعنی ایمان والے اور کافر کے ہیں اور ذکاؤ دار کہتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے (عاجزی سے) جھگڑنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو ہے لک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔ (المائدہ ۵۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے من تمام بندوں کو خیر دی ہے جو اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کی رضا ہوئی کے لیے یہودی و دینی اور من کے حلق سے بیزار ہو گئے تھے اور من کو بھی خیر دی ہے جنہوں نے یہودی و دینی اور من کے حلق کو برقرار رکھا اور گردش امام کے حلق سے من کی دینی کی طرف دوڑے۔ من سب کو اللہ تعالیٰ نے یہ خیر دی ہے کہ جو اللہ پر بخیر رہے اور اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں سے دینی رکھے تو ان ہی کو غلبہ ہو گا کیونکہ یہ اللہ کی جماعت ہے اور مکمل کار اللہ کی جماعت ہی کو غلبہ ہو گا نہ کہ شیطانی جماعت کو۔

لَا يَتَّخِذُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُواً

لئے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو جنہوں نے

وَلِعِبَاءٍ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارِ أُولِيَاءُ

جہانے دین کو اپنی اور کھیل بنا رکھا ہے، دوست نہ بناؤ، اور

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۵۷﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ

اللہ سے ڈرتے رہو، اگر تم مومن ہو ۵۷ اور جب تم نماز کے لیے نہا کرتے ہو

اتَّخِذُوا هَآؤُلَاءِ وَلِعِبَاءٍ دِينِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۵۸﴾

وہ اس کو زبان اور کھیل بنا لیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کم ہیں جیسے

قُلْ يَا هَلْ الْكِتَابُ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ أَمَّنَّا بِاللَّهِ وَ

آپ کہجے کہو کہ اب کتاب تم کو مروت یہ ناگوار لگے ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور

مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِن قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿۵۹﴾

اس پر جو باری طرف نازل ہوا اور اس پر جو پہلے نازل ہوا اور جب تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں ۵۹

۵۷ اور جب تم نماز کے لیے نہا کرتے ہو

جہان القرآن جلد سوم



سے مسلمانوں کو منع فرمادیا۔

ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینے میں مذہب

اہم مسلم بن حجاج قسوسی متوفی ۳۶۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف گئے جب آپ حرۃ النہد (امید سے چار میل ایک جگہ) پہنچے تو آپ کو ایک شخص ملا جس کی جرأت اور بدکاری کا مت جہ چاقہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس کو دیکھ کر مت خوش ہوئے اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کی تبلیغ کوں اور مل قیمت حاصل کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا واپس چلو میں کسی مشرک سے مدد میں لوں گا وہ چلا گیا حتیٰ کہ جب ہم ایک درخت کے پاس پہنچے تو اس نے پھر اپنی پیشکش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی جواب دیا کہ میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا وہ چلا گیا پھر مقام بیداء پر ملا اور اس نے پھر پیشکش کی۔ آپ نے فرمایا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو۔ اس نے کہا ہاں تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چلو۔

”الحج مسلم“ (المجلد ۱۵۰) ۳۳۹ (۸۸۷) سنن ترمذی ج ۳ رقم الحديث: ۵۷۳ سنن ابوداؤد رقم الحديث: ۴۳۲ سنن ابن ماجہ رقم الحديث: ۲۸۳۳ سنن دارمی ج ۲ رقم الحديث: ۲۳۶۱ سنن احمد ج ۹ رقم الحديث: ۲۵۵۷ مطبع دارالحدیث "سنن احمد تحقیق احمد شاکر" ج ۵ رقم الحديث: ۲۳۳۱ مطبع دارالحدیث "کاہرہ"

علامہ بخاری بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۵۷ھ لکھتے ہیں:

اہم شافعی اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے "اگر مسلمانوں کے مصلحت کافر کی رائے اچھی ہو اور اس کی مدد کی ضرورت ہو تو اس سے مدد لی جائے" ورنہ اس سے مدد لینا مکروہ ہے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے "اور جب مسلمانوں کی اہمیت سے کافر سے خدمت لی جائے تو اسے کچھ معلوم نہ دے دیا جائے اور اس کا حصہ نہ نکالا جائے۔ امام مالک "اہم شافعی" امام ابو حنیفہ اور جمہور کا یہی مسلک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم نماز کے لیے نہ اکرے ہو تو وہ اس کو ذائقہ اور کھیل بنالیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق سے کام نہیں لیتے۔ (الحکمہ ۵۸)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے عمومی طور پر یہ بیان کیا گیا تھا کہ کفار دین اسلام کا ذائقہ اڑاتے ہیں اور اس آیت میں دین اسلام کے ایک خاص شعبہ اذان کے مصلحت من کا سترہ بیان فرمایا ہے۔

اہم ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۳۶۸ھ بیان کرتے ہیں:

کفار نے جب اذان کو سنا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے حد کیا "انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے دین میں ایک نئی چیز نکالی ہے جس کا ذکر ہم نے اس سے پہلے احسن میں نہیں سنا۔ اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو آپ نے اس اذان کو ایجاد کر کے انبیاء سابقین کے طریقہ کی مخالفت کی ہے" اور اگر اس دین میں کوئی خیر ہوتی تو آپ سے پہلے نبیوں اور رسولوں کا طریقہ ہی بہتر تھا جس طرح قافلے والے چلائے ہیں آپ نے اس طرح چلانے کو اپنا شعار بنالیا ہے "یہ کس قدر بری آواز ہے اتب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور درج ذیل آیت نازل کی:

وَمَنْ أَحْسَنُ مَوْلًا يَقْسُ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ  
صَالِحًا وَقَالَ رَبِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝  
اور اس سے اچھی بات اور کسی کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی  
طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ سب ملک میں  
(احسن المسجد: ۳۳) قرآن اور دل میں سے ہے۔

(اسباب نزول القرآن ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

### ابتداء اذان کی کیفیت

اس آیت میں اذان کا ذکر فرمایا ہے "اس لیے ہم اذان کی ابتداء 'اذان کے کلمات 'اذان اور اقامت کے کلمات 'اذان کا جواب اور اذان کے بعد دعا اور اذان کی فضیلت کے متعلق اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔ فسقوں و مالمہ التوفیق و بہ الاستعانة بملیق۔

کہ میں اذان شروع نہیں ہوتی تھی "اس وقت نماز کے لیے یوں نداء کرتے تھے "الصلوة جامعة"۔ جب نبی ﷺ نے ہجرت کی اور کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا تو آپ کو پانچ فرض نمازوں کے لیے غنوں کا حکم دیا گیا اور نماز جنازہ نماز عید اور نماز کوفہ وغیرہ کے لیے "الصلوة جامعة" سے نداء کا طریقہ برقرار رہا حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے خواب میں فرشتے سے اذان کے کلمات سنے اور اس سے پہلے نبی ﷺ نے شب سراج کے موقع پر فرشتے سے اذان کے کلمات سنے تھے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے بہم لوسط میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر چیتہ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا اور امام غزالی نے وسط میں لکھا ہے کہ دس سے زیادہ صحابہ نے اذان کا خواب دیکھا تھا اور علامہ ربیع نے شرح التنبیہ میں لکھا ہے کہ چودہ صحابہ نے اذان کا خواب دیکھا تھا لیکن حافظ ابن صلاط اور علامہ نووی نے اس کا انکار کیا ہے۔ حلیہ صرف حضرت عبداللہ بن زید کے لیے ہے اور بعض روایات میں حضرت عمر چیتہ کا بھی ذکر ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۷ مطبوعہ لاہور ۱۳۸۷ھ)

امام سیلکان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو رات میں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو آپ کی طرف اذان کی دہائی گئی اور جب آپ واپس آئے تو جبرائیل نے آپ کو اذان کی تعلیم دی۔

(المعجم الاوسط ج ۱۰، رقم الحديث ۴۳۳، حافظہ البیہقی نے لکھا ہے کہ اسکی سند میں ایک راوی طہ بن زید وضعی کی طرف منسوب ہے)

امام احمد بن محمد بن حزم متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی چیتہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس ایک جانور لے کر آئے جس کو براق کہتے تھے جب آپ اس پر سوار ہوئے گئے تو وہ کچھ دشار ہوا۔ جبرائیل نے کہا ہر کون رہو بخیر اسیدنا محمد ﷺ سے زیادہ معزز شخص کبھی تم پر سوار نہیں ہوا آپ اس پر سوار ہوئے حتیٰ کہ آپ رحمن تبارک و تعالیٰ کے حجاب تک پہنچے "اسی دوران حجاب سے ایک فرشتہ نکلا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل! یہ کون ہے؟ جبرائیل نے کہا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے "میں مخلوق میں سب سے مقرب ہوں لیکن میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتے کو اس سے پہلے نہیں دیکھا پھر فرشتے نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر" تو حجاب کی لوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اکبر ہوں میں اکبر ہوں۔ پھر فرشتے نے کہا لا الہ الا

اللہ تو خواب کی کوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ (الحديث)  
 (کتف الاستار من زوائد البربر ج ۱ ص ۸۷) علقہ البیہی نے کہا اس کی سند ایک روای زبائن اللہ ہے اس کے ضیف  
 ہونے پر اتفاق ہے۔ (معجم الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹)

امام ابو داؤد و مسلم بن اشعث بمستلنی حتی ۵۷۵ حدیث روایت کرتے ہیں۔  
 ابو حمیرہ بن انس اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ مشورہ کیا کہ نماز کے لیے لوگوں کو کس طرح جمع کیا  
 جائے؟ آپ نے کہا کیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے، جب لوگ اس جھنڈے کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو نماز کی  
 اطلاع دیں گے۔ نبی ﷺ کو یہ بات پسند نہیں آئی پھر آپ کو یوق (بغل) (نرسنگ) کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے اس کو پسند نہیں فرمایا  
 اور کہا کہ یہ سود کا طریقہ ہے۔ پھر آپ کو باتوس (ٹوپے کا ٹکڑا جو گلڑی سے بھلیا جاتا ہے) کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے اس  
 کو بھی پسند نہیں کیا اور فرمایا: یہ مسائیں کا طریقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید چڑھ دیوں سے اٹھ کر گئے وہ اسی ٹکڑی تھے۔  
 پھر انہیں خواب میں اذان دکھائی گئی وہ صبح رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہے کہ اس خواب کی خبر دی۔ انہوں نے کہا  
 یا رسول اللہ! میں خیفہ اور بیداری کی حالت میں تھا میرے پاس ایک آلہ والا آیا اور اس نے مجھے اذان دکھائی۔ اس سے پہلے  
 حضرت عمر بن الخطاب نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا، لیکن انہوں نے میں دن تک اس خواب کو غفلت رکھا پھر نبی ﷺ کو اس  
 کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا تم کو مجھے خبر دینے سے کس چیز نے روکا تھا؟ انہوں نے کہا میرا اللہ بن زید مجھ پر سبت لے گئے اور مجھے  
 حیاؤ آئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال! تم کھڑے ہو اور عبداللہ بن زید تم کو جو کلمات بتائیں وہ چڑھو پھر حضرت بلال نے  
 اذان دی ابو حمیرہ یہ کہتے تھے کہ اگر اس دن حضرت عبداللہ بن زید جہارت ہوتے تو وہ اذان کہتے۔

(سنن ابو داؤد ج ۱ رقم الحدیث: ۳۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری حتی ۵۶۶ حدیث روایت کرتے ہیں۔  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان عہد میں آئے تو وہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے تھے اور  
 ان کو برا نہیں کی جاتی تھی۔ ایک دن انہوں نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا: بعض نے کہا نصاریٰ کی طرح باتوس بٹو۔ بعض نے کہا  
 یود کے بگل کی طرح بگل بٹو۔ حضرت عمر چڑھ گئے کہ تم ایک آدمی کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کی دعا کرے تو رسول اللہ ﷺ  
 نے فرمایا ۳ بٹل یا تم کھڑے ہو کر نماز کی دعا کرو۔

(اصح ابوددی ج ۱ رقم الحدیث: ۳۶۳ صحیح مسلم الاذان: ۱۷۷ سنن ترمذی ج ۱ رقم الحدیث: ۸۰ سنن نسائی ج ۲ رقم  
 الحدیث: ۳۵۵ مسند ابی یوسف ج ۲ رقم الحدیث: ۳۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)  
 کلمات اذان میں تہ اے اب ائمہ

امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں پندرہ کلمات ہیں اور جن میں ترجیع نہیں ہے۔ اور امام مالک اور  
 امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں ترجیع ہے، یعنی دو مرتبہ شلو تین کو پست آواز سے کہا جائے اور دو مرتبہ شلو تین کو بلند  
 آواز سے کہا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابو حمزہ و جریر کی روایت میں ہے۔

(المسنن ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت المجلد ج ۱ ص ۷۶ مطبوعہ دار الفکر)

امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید چڑھ نے خواب میں فرشتے سے  
 اذان کے جو کلمات سنے تھے ان میں ترجیع نہیں تھی۔ انہوں نے یہی کلمات حضرت بلال چڑھ کو بتائے اور انہوں نے ان ہی









الحديث ۵۹۱ سنن نسائي ج ۲ رقم الحديث ۶۷۷ سنن ابن ماجه ج ۲ رقم الحديث ۷۲۷ مسند احمد ج ۵ رقم الحديث ۳۸۳۳ صحيح  
 دار الفکر مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳ صحيح تميم عمل اليوم والليلة للناشي رقم الحديث ۳۶۱ عمل اليوم والليلة لابن  
 السبيي رقم الحديث ۳۰ صحيح كراچی المصنف الصغير للبرقي ج ۱ ص ۲۴۰ صحيح الدين بن عدي رقم الحديث ۱۸۸ شرح سنن الترمذي ج ۲ رقم الحديث ۳۲۱ صحيح ابن خزيمة ج ۱  
 سنن كبري للهيتمي ج ۱ ص ۳۱۰ صحيح ابن حبان ج ۳ رقم الحديث ۷۸۸ شرح سنن الترمذي ج ۲ رقم الحديث ۳۲۱ صحيح ابن خزيمة ج ۱  
 رقم الحديث ۳۲۰

امام ابو القاسم سليمان بن امير طبراني حثي ۳۳۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء چڑھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے اے اللہ اس غلام کامل اور اس  
 کے بعد قائم ہونے والی غزا کے رب اپنے بندہ کو اپنے رسول محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی  
 شفاعت میں (داخل کر دے) (رسول اللہ ﷺ کا یہ دعا فرمایا اہل نبی کے لیے ہے۔ سعیدی منفرد)

(المصنف الادب ج ۲ رقم الحديث ۳۶۷۵ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی  
 "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله" اے اللہ! آپ پر صلوة نازل فرما  
 اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو میرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں  
 (داخل کر دے) سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المصنف المجلد ج ۲ رقم الحديث ۷۵۵۴ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۳ المصنف المجلد ج ۲ رقم الحديث ۳۲۸ مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳)  
 اذان کی فضیلت میں احادیث

امام یحییٰ اسماعیل بخاری حثي ۵۶۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری چڑھ سے فرمایا میں تمہیں دیکھتا ہوں  
 کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو میں جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان دیا کرو اور یہ آواز بلند  
 اذان کہنا کیونکہ موزن کی آواز کو جو بھی سن جائے انسان سنتا ہے اور جو چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی  
 دے گی۔ حضرت ابو سعید نے کہا میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔

(مجمع البحار ج ۲ رقم الحديث ۶۰۹ سنن نسائي ج ۲ رقم الحديث ۷۲۷ سنن ابن ماجه ج ۲ رقم الحديث ۷۲۷ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳  
 رقم الحديث ۵۹۱ مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳ مسند حمیدی ج ۲ رقم الحديث ۳۶۱ مسند عبد الرزاق ج ۲ رقم الحديث ۱۸۸۵ مجمع الزوائد ج ۱  
 ص ۳۲۳ رقم الحديث ۳۲۸ سنن كبري للهيتمي ج ۱ ص ۳۱۰)

امام مسلم بن حجاج قشیری حثي ۷۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر چڑھ بیان کرتے ہیں کہ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو روح ایک مقام پر ہلکا جاتا ہے۔ راوی نے  
 پوچھا کہ روح کتنی دور ہے؟ تو حضرت جابر نے کہا وہ منہ سے چھتیس میل ہے۔

(مجمع مسلم ج ۱ ص ۸۸۸ رقم الحديث ۸۸۱ مجمع ابن خزيمة ج ۲ رقم الحديث ۳۲۱ شرح سنن الترمذي ج ۲ رقم الحديث ۳۲۱  
 مجمع ابن حبان ج ۳ رقم الحديث ۷۸۸ سنن كبري للهيتمي ج ۱ ص ۳۱۰)

حضرت ابو ہریرہ چڑھ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا شیطان جب نماز کی آواز سنتا ہے تو زور سے پلٹتا ہے تاکہ

لڑائی کی آواز نہ سن سکے اور جب موذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر واپس آکر سو سوتا ہے۔

(صحیح مسلم، صلوٰۃ: ۱۱، ۳۸۸) صحیح ابن حبان، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۳۳۳، مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳۳، مطبوع قدیم، صحیح ابن قریب، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۳۲۲، شرح مسلم، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے لیے اہل کتاب تم کو صرف یہ یادگار لگا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل ہو اور اس پر جو پہلے نازل ہو اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ (الحاکم: ۵۹)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے آیت میں یہ فرمایا تھا کہ اہل کتاب نے دین اسلام کو غیبی مذاق بحال ہے اور اب اس آیت میں بتایا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کو عزت اور احترام سے جو قبول نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت آئی، جس میں ابو یاسر بن اخطب، بلغ بن ابی نضیل، عازر بن ابی عازر وغیرہ تھے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ رسولوں میں سے کس کس پر ایمان لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو حضرت امیر ایم، حضرت اسماعیل، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ کو دیا گیا اور جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے لیے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں، جب آپ نے حضرت یحییٰ ابن مریم کا ذکر کیا تو انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور کہا ہم یحییٰ ابن مریم پر ایمان نہیں لائے اور نہ اس شخص پر جو ان پر ایمان لایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

آپ کہنے کے لیے اہل کتاب تم کو صرف یہ یادگار لگا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ (آل عمران: ۵۹)

(السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۱۸۰، جامع البیان، ج ۶، ص ۳۹۳، اسباب نزول القرآن، ص ۲۰۳)

یہود کا بعض نبیوں پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانا قطعاً باطل ہے، کیونکہ مجبور کی ولایت کی وجہ سے نبی پر ایمان لایا جاتا ہے اور جب یہود مجبور کی ولایت کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو پھر مجبور کی ولایت کی وجہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام پر کیوں ایمان نہیں لائے؟ اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لائے؟ جبکہ آپ نے بکثرت حسی اور معنوی معجزات پیش کیے۔

آیت مذکورہ کی ترکیب پر شبہات کے جوابات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہود تو تمام کفار اور فاسق ہیں، یہی اکثر لوگ فاسق کیوں فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر یہود دنیا کی عزت اور روپے پیسے کے لالچ میں حق کو چھپاتے تھے۔ اس لیے فرمایا تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں، لہذا تم اپنے دین کے اعتبار سے بھی نیک نہیں ہو، فاسق اور بدکار ہو۔ کیونکہ کافر اور بدعتی بھی بعض اوقات اپنے دین کے اعتبار سے سچا اور دیانت دار ہوتا ہے، جبکہ تم اپنے دین کے اعتبار سے بھی جھوٹے اور خائن ہو اور ظاہر ہے کہ سب یہودی اس طرح نہیں تھے۔ اس لیے فرمایا تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض یہودی ایمان لے آئے تھے۔ اگر یہ فرمایا جاتا کہ کل یہودی فاسق ہیں تو وہ سب کے کوئی شخص ان کے حقیقی بھی فاسق کا وہم کرتا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اور یہ شک تم میں سے اکثر لوگ قائل ہیں اس کا مفسر اس جملہ پر ہے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اب اس کا معنی اس طرح ہو گا تم کو صرف یہ ناگوار لگے کہ تم میں سے اکثر لوگ قائل ہیں جبکہ یہودیوں کے نزدیک ان کا نفی ناگوار نہیں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ قائل ہیں۔ یہ من سے تعریضاً خطاب ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہم مسلمان قائل نہیں ہیں بلکہ نیک اور صالح ہیں اور مسلمانوں کا نیک اور صالح ہونا ان کو ناگوار مگر ناقابل دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اختلاف کا نقطہ موقوف ہے یعنی تم کو اپنے نفس کا مقتدا ناگوار مگر ناہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں سب کا نقطہ موقوف ہے یعنی تم کو ہمارا اللہ پر ایمان لانا اس لیے ناگوار مگر ناہے کہ تم میں سے اکثر لوگ قائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کو کیا میں تم کو بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندہ اور بعض کو خنزیر بنادیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی ان کا ٹھکانہ قرین ہے اور یہ سیدھے راستے سے ہٹکے ہوئے ہیں۔ (المائدہ: ۶۰)

یہود کو ظلم تھا کہ ان کے اسلاف میں ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب پڑا ہو اور ان پر اللہ نے لعنت کی۔ یہود میں سے جنہوں نے منافقت کے بل بوتہ ہفتہ کے دن شکار کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی ان کو بندہ بنادیا گیا اور جن عیسائیوں نے ماندہ (دستر خوان) کے معاملہ میں نافرمانی کی تھی ان کو خنزیر بنادیا گیا ایک قول یہ ہے کہ ہفتہ کے دن جن یہودیوں نے نافرمانی کی تھی ان میں سے جو اہل کو بندہ بنادیا گیا اور یوں خنزیر بنادیا گیا موجودہ بندہ اور خنزیر ان کی نسل سے نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بندہ اور خنزیروں کے حلق سوال کیا گیا کیا یہ وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا مسخر کر کے ہر اس کی نسل نہیں چلائی۔ بندہ اور خنزیر اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم قدّمہ ۳۲-۳۳ (۲۷۳۳) مسند احمد تحقیق احمد شاکر ج ۳، رقم الحدیث ۳۷۰۰ مسند احمد ج ۱، ص ۳۹۰ طبع قدیم) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ وہ آپ کے پاس کفر کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور کفر ان کے ساتھ خارج ہوئے اور اللہ خوب جانتے والا ہے سے وہ چھپاتے تھے۔ (المائدہ: ۶۱)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہودیوں نے دین اسلام کو نبی اور تکمیل بنالیا تھا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو مسلمانوں کا ایمان اور تقویٰ ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ان کے کرتوتوں کی جو سزا آخرت میں ملے گی وہ ان کو اس سے زیادہ ناگوار ہوگی اور اب اس آیت میں دین اسلام کے صدق اور برحق ہونے کی ایک اور دلیل بیان فرمائی کہ جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا۔

امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۲۰ھ نے بیان کیا ہے کہ بعض یہودی نبی ﷺ کے پاس آکر یہ بیان کرتے کہ وہ مومن ہیں اور اسلام کے تمام احکام پر راضی ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے کفر اور کمرائی پر ڈٹے رہتے تھے۔ اور اسی کفرانہ عقیدہ پر نبی ﷺ کی خدمت میں آتے اور اسی کفرانہ عقیدہ پر رخصت ہوتے۔ (اباح البیان ج ۶، ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک لحظہ کے لیے بھی ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا وہ کفر کے جس حال میں آپ کے پاس آتے تھے اسی حال میں لوٹ گئے کیونکہ ان کے دل سخت تھے اور ان کا یہ قول کہ ہم ایمان لائے بالکل خلاف واقع اور جھوٹ ہے اور اس جھوٹ سے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ کفر قریب کرنے کی بہت کوشش اور چودہ کریں کیونکہ وہ مسلمانوں سے بہت بغض اور بدعت رکھتے تھے۔

وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدَاوَانِ وَالْكِدِّ

آپ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ، سرکشی اور حرام خریدی میں تیزی سے بڑھتے

السُّحْتِ لِبَيْسٍ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّائِيُونَ

ہیں، یہ بہت بری حرکتیں کر رہے ہیں ○ ان کے راہب اور پادری انہیں

وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَالْكِدِّ السُّحْتِ لِبَيْسٍ مَا كَانُوا

گناہ کی بات کہتے اور حرام گناہ سے کیوں نہیں روکتے، یہ جو کہو کر رہے ہیں یہ بہت

يَصْنَعُونَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يُدْعِي اللَّهُ مَغْلُوبَةً عَلَيْهِمْ

بڑے کام ہیں ○ اور یہودیوں نے کہا اللہ کے ہاتھ ہمارے ہارنے ہیں، خدا ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

وَلَعَنُوا إِبْرَاهِيمَ قَالَوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ

اور ان کے اسی قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کٹا دیے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے،

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا

اور آپ پر جو حکام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کے کفر اور

وَكُفْرًا وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

سرکشی کو زیادہ کرے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے،

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ

وہ جب بھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے، وہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوششیں کرتے ہیں

فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ

کرہے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور

آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ

اللہ سے ڈرتے رہتے تو ہم ان کے گناہوں کو معذور بنا دیتے اور ہم ان کو جنتوں کی جنتوں میں مزدور داخل

جہان القرآن

التَّعِيمُ ﴿١٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَفَأَنزَلَ

کرتے ۰ اللہ اگر یہ اہل قنات اور اہل کو قائم رکھتے اللہ اس کو (قائم رکھتے) جو ان کی عزت

إِلَيْهِمْ مِّنْ رَبِّهِمْ لَا كَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ

ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے تو ان کے اوپر سبھی ان پر رزق برستا اور نہ جس سے بھی ان کے لیے رزق

مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءٌ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٥٠﴾

بنا۔ ان میں سے کچھ لوگ میانہ روی پر ہیں اور ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو برسے کام کر رہے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو نہیں گے کہ وہ گنہگار کئی اور حرام خوری میں جبری سے جاتے ہیں۔ یہ بہت ہی حرکتیں کر رہے ہیں۔ (الاعادہ ۳)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہودی ہر قسم کے گناہ ہے، دھڑک کرتے ہیں اور وہ کسی قسم کے گناہ میں جھجک محسوس نہیں کرتے۔ خود کو گناہ گزاری کیوں نہ ہو۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں اٹم سے مراد کفر ہے، اور عدوان کے معنی اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے بڑھنا ہے۔

قلوب نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے یہودی حکام مراد ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ جن یہودیوں کا ذکر کیا گیا ہے 'وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے اور حلال و حرام میں اس کی حدود سے تجاوز کرنے اور رشتے لے کر جھوٹے فیصلے کرنے میں امتیازی سے رویہ اپناتے ہیں اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں 'وہ سراسر باطل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ہن کے راہب اور پادری ایسی منگہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ یہ جو کچھ کر رہے ہیں یہ بہت برے کام ہیں۔** (الحملہ ۳)

بکی کا حکم نہ دینے اور ہراکی سے نہ روکنے کی مذمت

گنجلہ کی بہت کتنے سے مراد جھوٹ بولنا ہے۔ وہ ایمان نہیں لائے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے ہم ایمان لائے ہیں وہ جھوٹ ہے اور قورنات میں جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح وہ رشوت لے کر جھوٹے فیصلے کرتے تھے اور اس سے بھی قورنات میں منع کیا گیا ہے اور فن کے علمہ اس سے بھی منع نہیں کرتے تھے اور گنجلہ کرنے کی بہ نسبت گنجلہ سے منع نہ کرنا زیادہ مرموم ہے۔ نیز کہ گنجلہ کرنے والا گنجلہ سے لذت حاصل کرتا ہے اس لیے گنجلہ کرنا ہے اور گنجلہ سے منع نہ کرنا محض گنجلہ ہے۔ اس لیے اس کی زیادہ فرمت ہے۔ اس آیت میں یہودیوں کے فن علمہ کی مذمت کی ہے جو فن کو گناہوں سے نہیں کرتے تھے۔

حسن بھری نے کہا ہے کہ مائتھون سے مراد بھرتیاؤں کے علم میں مہور اہلہ سے مراد یسود کے علم میں اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں نسلوں سے مراد یسودی ہیں جو تک ہے آیات یسودیوں کے حقیق ہیں۔ ایک نکتہ سے مراد یسود کے درویش ہیں اور دوسرے نکتہ سے مراد یسود کے علم ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا علامہ کی حدیث کے باب میں سب سے حق آیت ہے۔ ضحاک نے کہا کہ قرآن مجید کی جس آیت سے سب سے زیادہ خوف پیدا ہوتا

ہے، وہی آیت ہے۔ کیونکہ جو شخص نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکنے میں سستی نور کو تہی کرے، اس کو اور بے کام کرنے والے شخص دونوں کی مذمت کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ (داراللمعہ ج ۲ ص ۳۹)

نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے پر وعید کی احادیث

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی حوالہ ۳۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ایک فرشتہ کی طرف وحی کی کہ فلاں فلاں بستی والوں پر ان کی بستی کو الٹ دو۔ اس نے کہا اس بستی میں ایک بندہ ہے جس نے ایک پل بھی تہی یا فریابی نہیں کی۔ اللہ نے فرمایا اس بستی کو اس شخص پر اور بستی والوں پر الٹ دو کیونکہ میری وجہ سے اس شخص کا چوا ایک دن بھی فخر سے حقیر نہیں ہوا۔ اس حدیث کے دو راویوں کی تصحیح کی گئی ہے۔ یحییٰ ابن المبارک اور ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے۔

(صحیح الترمذی ج ۲ ص ۴۰۰) رقم الحدیث: ۸۲۷۰، رقم الحدیث: ۶۷۵۷، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۱۵ھ

امام ابو یوسف یحییٰ بن یحییٰ ترمذی حوالہ ۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو گے تو کسی کی گمراہی جس سے نقصان نہیں پہنچا سکے گی (المائدہ ۴۵) اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو عقوبت اللہ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دے گا یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۷۵۵، سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۵۵، مسند احمد ج ۲، رقم الحدیث: ۱۶۱۳۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت و دار الحدیث قاہرہ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰، مطبوعہ قدیم، ممبئی، سنن ابی حاتم ج ۱، رقم الحدیث: ۳۰۵۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۸)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قہر و قدرت میں میری جان ہے، تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکنے و ممانعت کرنے عقوبت اللہ تم پر عذاب بھیج دے گا، پھر تم دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۷۵۶، سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۵۵)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اور جو اس کی ممانعت نہ کرے تو وہیں سے بدلے لور جو اس کی ممانعت نہ کرے وہ اس کو بدل سے بدلے لور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

(صحیح مسلم، ایمان ۸۱، ۸۲، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۳۰، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۷۵۹، سنن نسائی، رقم

الحدیث: ۵۰۲۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۵۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵، مطبوعہ قدیم، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۸)

حضرت نعمان بن حبیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کی حدود قائم کرنے والے اور اللہ کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والے (ترجمہ کی روایت میں ہے اور اللہ کی حدود میں ممانعت یعنی سستی نور زنی کرنے والے) کی مثل اس طرح ہے کہ ایک قوم نے کشتی میں بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کی، بعض لوگوں کے ہم لہو کی مثل کا قرعہ نکلا اور بعض لوگوں کے ہم لہی مثل کا چلی مثل والے پانی لینے کے لیے لہو کی مثل پر گئے۔ پھر انہوں نے کہا اگر ہم کشتی کے پیڑے میں سوار ہوں گے تو سمندر سے پانی لے لیں تو لہو کی مثل واہوں کو ذمت نہیں ہوگی۔ اگر لہو کی مثل واہوں نے ان کو اپنا ارادہ چار کرنے کے لیے





اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ من کی اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کٹا دیے گئے، جس طرح چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔ (آلایہ)

(المائدہ: ۶۴)

### مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کی برائیاں اور ان کے گنہگار فرمائے تھے کہ وہ گنہگار سرکش میں تیزی سے دوڑتے ہیں، حرام کھاتے ہیں اور حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مال حاصل کر کے جمع کرتے ہیں۔ اس آیت میں ان کی سب سے بڑی برائی اور سب سے بڑا گنہگار کیا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی طرف بخل کو منسوب کیا، اور یہ ایسی جرات ہے جس کا ارتکاب کوئی صاحب عقل نہیں کر سکتا، ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی نسبت سے پاک، بلند اور برتر ہے۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی مشرقی ۳۰۳۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود میں سے ایک شخص نباش بن قیس قلیس نے کہا آپ کا رب بخل ہے، خرچ نہیں کرے گا، جب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

(المکرم الکبیر ج ۱۲، رقم الحدیث ۱۲۴۹۷، مسطور دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہر چند کہ کسی ایک یہودی نے یہ غیبت قول کہا تھا، لیکن چونکہ بقی یہود میں سے کسی نے اس قول سے براہت کا اعتراف نہیں کیا اور اس کا رد نہیں کیا، اس لیے پوری قوم یہود کی طرف اس قول کی نسبت فرمائی۔

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ حکمرانوں نے کہا ہے کہ یہ آیت انہیں یہودی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(جامع البیان ۶۲، ص ۳۰۵، مسطور دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ایک قول یہ ہے کہ جب یہود نے دیکھا کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے پاس دنیاوی مال نہیں ہے اور اکثر مسلمان فقر اور فاقہ میں مبتلا ہیں، اور انہوں نے یہ آیت سنی:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

کوئی ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے۔

(الحجہ: ۱۱۰)

تو انہوں نے کہا کہ (سیدنا) محمد ﷺ کا خدا فقیر ہے اور بالوقت کہما بخل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اس کا یہی معنی ہے، کیونکہ جو شخص خرچ نہ کرے اس کے متعلق کہا جاتا ہے اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَحْمِلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ

اور نہ رکھ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا۔

(الاسراء: ۳۹)

ان کا یہ مقصد نہیں تھا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رزق کے ذرائع بند کر دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس انشاء کا رد کرتے ہوئے فرمایا: خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اس آیت میں ہماری زبانوں سے ان کے خلاف دعا ضرر فرمائی ہے، یعنی ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، وہ اس بخل کی وجہ سے ہر خیر سے محروم ہیں۔ ان سے کسی کو خیر حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بخل ہیں۔ غل کا معنی طوق بھی ہے، سوس کا یہ



خیر من سیر (الشوری: ۳۷)

جنا جاتا ہے 'رزق' انکار ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے  
خوب واقف ہے اور انہیں بت دیکھنے والا ہے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے 'رزق' کثاہ کر دے اور (جس  
(الرعد: ۳۳) کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

قرآن مجید کی جن آیات میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ چمڑے اور پنڈلی دنیو کا ذکر کیا گیا ہے 'فرقہ' بمعنی آیات سے اللہ  
تعالیٰ کے لیے سمیت جیت کرنا تھا اس فرقہ کا باطل ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ جسم اپنے ترکب میں اپنے اجزاء کا تعلق ہوتا  
ہے اور تعلق خدا نہیں ہو سکتا نیز اگر جسم حقیقی ہوتا ہے تو ہر متعلق طوط ہوتا ہے تو طوط خدا نہیں ہو سکتا نیز اگر جسم یا  
متحرک ہو گا یا ساکن ہو گا اور حرکت و سکون دونوں طوط ہیں تو طوط خدا نہیں ہو سکتا  
خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعضا اور جسم ہونے سے پاک اور حود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے لیے جو یہ دنیو کا اطلاق کیا گیا ہے  
اس میں اہل اسلام کے حسب ذیل مذاہب ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعودی مر قضا زنی حنفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:

شریعت میں جن امور کا ذکر ہے 'مثلاً استواء' یہ 'دو' (چروا) میں (آنکھ) دنیو بن میں حق ہے کہ یہ مجازات اور تشبیہات  
ہیں۔ یعنی جن امور کا ظاہر شرع میں ذکر ہے اور ان کو حقیقی معنی پر محمول کرنا محال ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَلرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (طہ: ۵)

بَدَّ اللّٰهُ قُوٰی اَبْدَانِهِمْ (الفتح: ۲۰)

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْعُدَ لِمَا عَلَفْتَ يَدَيَّ

(ص: ۷۵) اپنے ہاتھوں سے بلا۔

وَيَهَيِّئْ وَجْهَ رَجُلٍ (الرحمن: ۲۷) اور اپنی ہے آپ کے روپ کا چہرہ۔

وَلَنُصَبِّحَنَّ عَلٰی عَجَبٍ (طہ: ۳۹) تاکہ میری آنکھ کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے۔

شیخ ابو الحسن اشعری نے کہا ہے کہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی صفت زائدہ ہیں اور جسور کے نزدیک یہ تمام اطلاق مجازی  
ہیں۔ استواء سے مراد قلم ہے یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت کی تشبیہ اور تصویر ہے تو یہ سے مراد قدرت ہے اور دو  
(چروا) سے مراد ذات اور وجود ہے اور میں (آنکھ) سے مراد ہر ہے اور شیخ اشعری کا ایک قول بھی جہود کے موافق ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بنی ہیں پھر حضرت آدم علیہ السلام کے حلقی خصوصیت  
سے کیوں فرمایا کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر  
کرنے کے لیے خصوصیت سے فرمایا کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا جس طرح بیت اللہ میں بیت کی مناسبت بھی تشریف  
اور کریم کے لیے ہے یا وہیں پر کل قدرت کا اعلان مراد ہے۔ نیز علامہ بیان نے بھی کہا ہے کہ استواء سے مجازاً قلم اور یہ تو  
یعنی سے مجازاً قدرت اور میں سے مجازاً ابر مراد یا اللہ تعالیٰ کی طرف تجسیم اور تشبیہ کے وہم کی نفی کرنے کے لیے ہے 'دو' وہ  
ان الفاظ سے وہ معانی عقیدہ برادر ہیں جو ان کے مقابلہ میں صود صید میں ہوتے ہیں۔

(شرح القاعدہ ج ۵ ص ۱۷۵-۱۷۴ مطبوعہ منشورات الرضی ایران ۱۳۰۹ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:

شیخ ابو الحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے کہ ان امور کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، کیونکہ وہ اللہ کے حق میں عمل ہے۔ اس لیے ان سے مراد اللہ کی صفت زائدہ ہیں اور ہمیں ان کی کسے معلوم نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اطلاق مجازی ہیں۔

(شرح المواقف، ج ۸، ص ۱۱۱-۱۱۰، "ملخصاً" مطبوعہ منشورات الرضی، ایران)

امام غزالی نے محمد بن ضیاء الدین عمر ازہری متوفی ۵۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن مجید میں جو یہ کائنات آیا ہے اس کے متعلق جسور مسلمین کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کائنات آیا ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے اور چونکہ عقل اس پر دلائل کرتی ہے کہ اللہ کے لیے جسم اور جسمانی اعضاء عمل ہیں، سو ہمارا اس پر بھی ایمان ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ ہے اور اس کی حقیقت اور کسے ہم کو معلوم نہیں ہے، سلف صالحین کا یہی عقیدہ تھا۔ دوسرا قول متکلمین کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ کے کئی معانی ہیں۔ ایک معنی یہ ہے، غصہ مخصوص ہے، اللہ کے حق میں عمل ہے۔ اس کا دوسرا معنی ہے نفرت۔ تیسرا معنی یہ ہے قوت، چونکہ معنی ہے ملک، جیسے قرآن مجید میں ہے الہی بیدہ عقدہ السکاح جس کی ملک میں فلان کی گھر ہے۔ پانچواں معنی ہے خصوصی توجہ اور خصوصیت جیسے "لما خلقت بیدی" ص ۱۷۵ اور غزلہ کر چاروں معانی مرلو لیے جاسکتے ہیں۔ اس بحث میں ایک اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ابو الحسن اشعری نے کہا کہ یہ "اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور یہ ایک صفت ہے جو قدرت کے علاوہ ہے۔ اس کی شان سے کسی چیز کو خصوصیت کے ساتھ پیدا کرنا ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کائنات استعمال ہو تو اس سے قدرت اور نفرت مراد ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۲۸، "ملخصاً" مطبوعہ دار الفکر، بیروت، طبع قدیم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ پر جو حکام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کر دے گا اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے، وہ جب بھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اسے بھجواتا ہے۔ وہ زمین میں فساد پھیلانے کی نیک دو کر رہے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا (الحاکم، ص ۴۳)

اس آیت کا تعلق علماء یہود سے ہے، کیونکہ ان کا موقف غلط اور باطل تھا۔ اس لیے اس کے رد میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں، اور ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد علماء یہود اس کا انکار کر دیتے، تو پھر قرآن مجید کے نازل ہونے سے ان کے کفر اور سرکشی میں زیادتی ہوتی رہی۔

علماء یہود حسد اور بغض کی وجہ سے میدانِ پیچیدہ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور چونکہ یہ دنیاوی مل و دولت اور منصب اور عہدوں کے روپے تھے، اس لیے یہود اور نصاریٰ میں سے ہر فرقہ شد و دھ کے ساتھ اپنے مذہب کا پرچار کرتا تھا اور دوسرے فرقہ کا رد کرتا تھا، تاکہ دنیاوی کھلیائی صرف اسی کو حاصل ہو۔ اس لیے یہود اور نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور بغض رکھتے تھے یا پھر ان کے اپنے اندر بدست فرقتے تھے اور ہر فرقہ دوسرے سے بغض رکھتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہود جب بھی جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اس کو بھجواتا ہے۔ جب انہوں نے فساد پھیلایا اور تورات کی مخالفت کی، تو اللہ نے ان کے لیے عداوت ضرور بھیج دیا، انہوں نے پھر فساد کیا، تو ان پر پطرس روٹی کو بھیج دیا۔ انہوں نے پھر فساد پھیلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھوس کو بھیج دیا۔ انہوں نے پھر فساد پھیلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلمانوں کو بھیج دیا۔

قلہ نے کہا جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی پیغمبر کو مبعوث کیا تو یہ محسوس ہوا کہ اس کے ہاتھوں میں وہی ہے جو اس کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے ہاتھوں میں وہی ہے کہ وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ زمین میں سب سے بڑا فساد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اہل کتب ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرتے رہتے تو ہم ان کے گناہوں کو ضرور مٹا دیتے اور ہم ان کو نعمتوں کی بہتوں میں ضرور داخل کرتے۔ (المائدہ: ۶۵)

اس آیت کا معنی ہے کہ اگر اہل کتب اللہ اور اس کے رسول یعنی سیدنا محمد پیغمبر پر ایمان لے آتے اور اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرنے اور کلمہ کرنے اور سرکشی کرنے سے اللہ سے ڈرتے، یعنی اللہ کی کتاب میں نقلی اور معنوی تحریف نہ کرتے، رشوت لے کر حرام بل نہ کھاتے تو ہم نہ صرف یہ کہ ان کے گناہوں کو مٹا دیتے، بلکہ ان کو جنت کی نعمتوں میں داخل کر دیتے۔ اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے یہودی کی خرابی اور ان کے مرض کا ذکر کیا تھا اور اس آیت میں اس کے تدارک اور علاج کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر یہ لوگ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو قائم رکھتے، جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، تو ان کے اوپر سے بھی ان پر رزق پرستار و زمین سے بھی ان کے لیے رزق بہت ان میں سے کچھ لوگ سناہ رومی ہیں، اور ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جو بے کام کر رہے ہیں۔ (المائدہ: ۶۶)

گناہوں کو ترک کرنے اور نیکیاں کرنے سے رزق میں وسعت اور فراخی اس سے پہلے آیت میں یہ فرمایا تھا کہ اگر اہل کتب اللہ اور رسول پر ایمان لے آئیں اور کفر اور سرکشی میں اللہ سے ڈرتے رہیں، تو وہ اخروی عذاب سے محفوظ رہیں گے، اور آخرت میں جنت کی نعمتوں کو حاصل کریں گے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر یہ تورات اور انجیل کو قائم رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا کو بھی جنت بنادے گا۔ تورات اور انجیل کو قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ:

۱۔ وہ تورات اور انجیل میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کریں اور ان میں سے عہد بھی ہے کہ وہ سیدنا محمد پیغمبر پر ایمان لائیں گے اور تورات اور انجیل میں آپ کی نبوت پر جو دلائل ہیں اور آپ کی جو علامات مذکور ہیں، ان کو ظاہر کریں گے۔  
۲۔ تورات اور انجیل کے احکام پر عمل کریں گے اور اس میں مذکور حدود کو بخاند کریں گے۔

۳۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اگر وہ عبور اسلام سے پہلے تورات اور انجیل کی شریعت کو قائم رکھتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہتے، لیکن انہوں نے تورات کے احکام پر عمل نہیں کیا اور انجیل کا انکار کیا اس لیے ان پر معاشی غلّی اور رزق میں کمی کی اور دنیا میں رسوائی اور خواری مسئلہ کر دی گئی۔

اس آیت میں فرمایا ہے اور اس کو قائم رکھتے، جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے، دوسرا قول یہ ہے اس سے مراد باقی انبیاء پر نازل کیے ہوئے صحیفے ہیں، مثلاً حضرت اسماعیل، حضرت جعفر، اور حضرت داؤد کے صحائف۔

نیز فرمایا تو یہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پیروں کے پیچھے سے بھی کھاتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہودی نے سیدنا محمد پیغمبر کی تکذیب پر اصرار کیا تو ان پر قلہ اور غلّی مسئلہ کر دی گئی، حتیٰ کہ انہوں نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ کفر کو چھوڑیں تو ان کے حالات بدل جائیں گے اور ان کی غلّی خوش حالی سے اور قلہ فتنہ کی فراوانی سے بدل جائے گی۔

جائے گا۔ اور یہ جو فرمایا تو یہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پیوں کے لیے سے بھی کھاتے، اس کی کئی تفسیریں ہیں۔

۱۔ اس سے مراد خدائی اجناس کی پیداوار میں مہلک اور وسعت ہے

۲۔ اوپر سے کھاتے سے مراد ہے بارشوں کا ہونا اور پیوں کے نیچے سے کھاتے سے مراد ہے زمین کا نالہ اگانا

۳۔ اوپر سے کھاتے سے مراد ہے درختوں کا پھلوں سے لوہنا اور پیوں کے نیچے سے کھاتے سے مراد ہے کھیتوں کا لگانا

۴۔ اوپر سے مراد درختوں سے پھل اگانا اور نیچے سے مراد ہے زمین پر چرے ہوئے پھلوں کو چرنا

خلاصہ یہ ہے کہ خوف خدا سے گناہوں کو ترک کرنے اور عبادات اور نیکیوں کے کرنے سے آسمان سے بھی رزق برستا ہے اور زمین بھی سونا نکلتی ہے۔ اس کی تائید اور نظم میں سب ذیل آیات ہیں

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا  
عَلَيْهِمْ مِّنْ رِّسَالٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
اور اگر ہستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے رہتے تو  
ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔

(الاعراف: ۹۷)

وَأَن كُودًا اسْتَفْتَمُوا عَلَى الْقَرْيَةِ لَنَأْسَبَنَّهُمْ  
تَمَنَاءُ عَذَابًا ۝۹۸  
اگر وہ سیدھی رو پر قائم رہتے تو ہم انہیں ضرور کثیر پانی  
سے عذاب فرمائے۔

وَمَنْ يَتْلِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝۹۹  
مِنْ حَبَّتِ لَمْ يَحْتَسِبْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ  
فَهُوَ حَسْبُهُ ۝۱۰۰  
جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کیلئے نجات کی راہ پیدا کر  
دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ  
ہو گا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تم کو زیادہ دوں گا۔  
لَا تَشْكُرُنَّ إِلَّا بِهَدْيِنَا ۝۱۰۱ (ابراہیم ۷)

اس کے بعد فرمایا: من میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو مہمانہ روی پر ہیں۔ من نے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے مسلم  
انفطرت تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام اور عیسائیوں میں سے نچاشی اور یا  
کنانہ میں سے وہ لوگ مروی ہیں جو معتدل تھے اور انہوں نے جلد یا بدیر اسلام قبول کر لیا۔

اس آیت کے آخر میں کی گئی ہے جو تورات اور انجیل میں تحریف کرتے تھے۔ من کو چھپاتے تھے اور حرام کھاتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَّمْ

تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۖ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۖ

آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا، اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا،

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝۱۰۲

قلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

بیشک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۝

آپ کیسے کہنے لگے اہل کتاب!

بیشک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۝

جلد سوم

لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا

آئیوں پر تکلیف کسی چیز پر نہیں جو جب تک کہ تم قرأت اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو

أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن تَرَاتُكُم وَلِيُزِيدَنَ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أَنْزَلَ

جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے لئے اور سرکشی کو دہ ضرور زیادہ

إِلَيْكَ مِنْ تَرَاتُكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ

کرنے کا جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے، سو آپ کافروں کی قوم پر افسوس

الْكَافِرِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ

نہ کریں ۝ ہے شک ایمان کے مٹنے اور یہودی اور صابئین اور نصاریٰ جو بھی اللہ

وَالنَّصَارَىٰ مِنْ أَمْنٍ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور قیامت پر (بیچ) ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو نہ ان پر غم ہو گا

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۝ بیک ہم نے بنی اسرائیل

بَنِي إِسْرَءِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ رُسُلًا كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ

سے پہنچا ہوا اور ان کی طرف رسول بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا علم کے

بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ۝

آیا جو ان کی نفسانی خواہشوں کے خلاف تھا تو انہوں نے (دووں کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا

وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةً فَعَمَّوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ

اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کو اس کی کوئی سزا نہیں ہے گی، موروہ اندھے اور بہرے بہرے، پھر اللہ نے ان کی

ثُمَّ عَمَّوْا وَصَمُّوْا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

تو پھر ناپائی، پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اندھے ہو گئے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے ۝



لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ

یہیک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا یسوع مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ حالانکہ یسوع

الْمَسِيحُ ابْنُ إِسْرَءِيلَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ

کہا تھا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، یہیک جس نے

يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّارُ

اللہ کے ساتھ شریک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے،

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۴۷﴾

اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ۴۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! جو آپ کے رب کی طرف سے ٹپس کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر

(پافرض) آپ نے ایمان نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا بے شک

اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (النساء: ۶۷)

ایک آیت کی تبلیغ نہ کرنے سے مطلقاً تبلیغ رسالت کی نفی کس طرح درست ہے؟

اس سے پہلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کے غیبت عقائد اور ان کے باطل اقوال دین میں ان کی تحریقات اور ان کی

بد اعمالیوں بیان کی گئی تھیں۔ اس طرح مشرکوں کی خرابیوں کو بھی بیان کیا گیا تھا اور مشرکوں کے متعلق آیات نازل ہوئیں تھیں۔

اب آپ سے فرمایا ہے کہ آپ کے اور جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ سب کو پہنچا دیجئے اور اس تبلیغ

میں یہود و نصاریٰ اور مشرکوں اور کافروں کی مخالفت کی مطلقاً پروا نہ کیجئے۔ اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اگر یہ

فرض محلی آپ نے ایمان نہ کیا اور کسی آیت کو بھی نہ پہنچایا تو آپ نے کار و رسالت انجام نہیں دیا اور آپ نے اپنے رب کا پیغام

نہیں پہنچایا۔

اس آیت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس آیت کا معنی یہ ہو اگر آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا تو آپ نے اپنے

رب کا پیغام نہیں پہنچایا تو یہ کلام غیر مفید ہے۔ کیونکہ شرط اور جزا میں فرق ہوتا ہے اور یہی فرق نہیں ہے اور اگر اس آیت کا

معنی یہ ہے کہ اگر آپ نے ایک آیت بھی نہیں پہنچی تو آپ نے اپنے رب کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا تو یہ کلام مفید ہے۔ لیکن واقع

کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک آیت کے نہ پہنچانے سے اس ایک آیت کے پہنچانے کی نفی ہونی چاہیے۔ باقی تمام آیات جو پہنچی جا

چکی ہیں ان کی نفی کیسے صحیح ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معنی یہی ہے کہ اگر آپ نے پافرض ایک آیت کو بھی نہیں پہنچایا تو

آپ نے اپنے رب کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا۔ کیونکہ ایک آیت کو بھی نہ پہنچانے سے باقی تمام آیات کا پہنچانا ضائع اور غیر مستبرو

جائے گا جیسے کوئی شخص قرآن مجید کی ایک آیت پر ایمان نہ لائے تو اس کا باقی تمام قرآن پر ایمان لانا ضائع ہو گیا یا جیسے کوئی

مفسر نماز کا ایک رکن کو اذیت کرسے اور باقی تمام ارکان کو اذیت کرسے تو اس کی نماز ضائع ہوگی۔ کیونکہ جب کسی ایک آیت کو چھپایا جائے

کا تو دعوت اسلام سے جو فرض اور مقصود ہے، وہ فوت ہو جائے گا اس کی نظیر یہ آیت ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِمَا كُنْتُ نَفْسًا أَوْ فَسَادًا يُمْسِي  
الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا  
(ماحق) قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا۔

(العائدہ: ۳۳)

کیونکہ جس طرح ایک شخص کو باحق قتل کرنا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے، اسی طرح سب لوگوں کو باحق قتل کرنا بھی اللہ کی ممانعت ہے، اور جو ایک شخص کے قتل باحق پر جرأت کر سکتا ہے، اگر اس کے بس میں ہو تو وہ سب لوگوں کے قتل باحق پر بھی جرأت کر سکتا ہے۔ اسی طرح جو بافرض ایک آیت کے چھپانے پر جرأت کر سکتا ہے، وہ سب آیتوں کے چھپانے پر بھی جرأت کر سکتا ہے۔ اس لیے فرمایا: اگر آپ نے بافرض ایک آیت کو بھی چھپایا تو آپ نے ہزار رسالت ہائیکل انجیل نہیں دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے آپ پر آپ کے رب کی جانب سے جو کچھ نازل ہوا ہے، اگر (بافرض) آپ نے اس میں سے ایک آیت بھی چھپالی تو آپ نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

(جامع البیان ۶: ۲۷۱، ص ۳۱۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۱۵ھ)

تبلیغ رسالت اور لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

مسوق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سارے سے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو عائشہ! جس شخص نے جن باتوں میں سے ایک بات بھی کہی، اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ پاندہ جس سے بڑا جھوٹ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: جس نے یہ کہا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ پاندہ جس سے سارے سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں سنہل کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے ام المؤمنین! مجھے مسلت دیں اور جلدی نہ کریں، کیا اللہ عز وجل نے یہ نہیں فرمایا؟ اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا (الانکبوت: ۲۳) اور فرمایا اور بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا (انجیم: ۳۳) حضرت عائشہ نے فرمایا اس امت میں میں سب سے پہلی ہوں جس نے ان باتوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: جبرائیل ہیں، جس صورت پر جبرائیل کو پیدا کیا ہے، آپ نے اس صورت پر جبرائیل کو صرف دو بار دیکھا ہے۔ آپ نے جبرائیل کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، ان کی عظیم خلقت (بطول اور جسامت) نے تمام آسمان اور زمین کو بھر لیا تھا۔ پھر حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم نے اللہ عز وجل کا یہ قول نہیں سنا، ہمیں اللہ کا اور اک (احاطہ کرتے ہوئے) نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا اور اک کرنا ہے اور وہی بارہ کیوں کو جلتے دھوا اور ظاہر باطن سے خداداد ہے (الاحقاف: ۱۰۳) اور کیا تم نے اللہ عز وجل کا یہ قول نہیں سنا اور کسی بشر کے یہ لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وہی سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے اس کو وہ پہنچا دے جو اللہ چاہے (الشوری: ۵۰) اور جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب سے کچھ چھپایا ہے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ پاندہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اس کو پہنچا دیجئے اور اگر (بافرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا (العائدہ: ۳۳) اور جس نے یہ کہا کہ آپ کل کی ہفت کی (از خود) خریدتے ہیں، تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ پاندہ اللہ فرماتا ہے: آپ کہنے کے آسمانوں اور زمینوں میں کوئی بھی (از خود) شیب کو نہیں چاہتا، سو اللہ کے (الزلزل: ۶۵)

[illegible]

امام ابو یوسف، محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۷۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا (الاحقاف: ۱۷) تب رسول اللہ ﷺ نے خیر سے اپنا سربراہ نکل کر فرمایا: اے لوگو! (اٹھ) جانے، بے شک اللہ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔ (اسنی ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۵۵۷، المستدرک ج ۲، ص ۳۳)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان مسلمانوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا تو رسول اللہ ﷺ نے حفاظت کے انتظام کو ترک کر دیا۔

۱) المعجم الصغير ج ۱ رقم المصحف ۳۸۸، المعجم الاوسط ج ۳ رقم المصحف ۳۵۳۳، حاشیہ کے ساتھ اس مبحث کی سند میں علیہ الصوفی ایک ضعیف راوی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۴۷۵

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک فزہ میں گئے اور جب رسول اللہ ﷺ وہاں ہوئے تو وہ آپ کے ساتھ وہاں آئے۔ ایک ولوی جس میں خادو اور درخت بہت زیادہ تھے اس میں انہوں نے دوپہر کے وقت قیام کیا مسلمان درختوں کے سائے میں بکھر کر آرام کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نیکر کے ایک درخت کے نیچے اترے اور آپ نے اس میں کھار لٹکا دی۔ حضرت جابر نے کہا ہم لوگ سو گئے۔ اچانک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بلایا، ہم آپ کے پاس پہنچے تو وہیں ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا اس شخص نے میری کھار لٹکائی، میں بیدار ہوا تو وہ کھار اس کے ہاتھ میں سوئی ہوئی تھی اور وہ مجھ سے کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ الاولیہ بیٹھا ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

(مصحح البغدادي ج ٥، رقم المخطوط ٣٨٤، تسمية الجيوب للذي يشتمل ج ٦ ص ٢٢، الطبقات الكبرى للذي شتم ج ٢ ص ٧، ميسر  
العدي والرشاد ج ٥ ص ١٤)

علامہ علی بن برحان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۳ھ نے اس واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس شخص کا نام خورشید بن الفارث تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا کیا میں تمہارے لیے (اسلام) محمد پیغمبر کو قتل نہ کروں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ تم جن کو کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں جن کی غفلت میں جن کے پاس جہنم کا دروازہ رسول اللہ پیغمبر کے پاس گیا۔ اس وقت کھوار آپ کی گود میں تھی اس نے کہا اے محمد پیغمبر ذرا اپنی کھوار مجھے دکھائیے۔ پھر کھوار آپ کی گود سے لے کر آپ پر سونت لی اور کہنے لگا اے محمد پیغمبر آپ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اللہ مجھے تم سے بچائے گا پھر اس نے رسول اللہ پیغمبر کو کھوار دے دی۔ رسول اللہ پیغمبر نے اس سے کھوار لے کر فرمایا اب جہنم میں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ بہتر دالے اپنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود کا مستحق نہیں۔





حضرت علی کی خلافت کا موقع ہو گا اس وقت وہی اولی خلافت ہوں گے مگر خلفاء ثلاثہ کا ان سے پہلے خلیفہ نور امیر ہو اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

۴۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوئی تو حضرت علی اس سے حضرت ابو بکر کی خلافت کے خلاف اپنی خلافت پر استدلال کرتے، لیکن حضرت علی اور حضرت عباس میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

۵۔ مسند یزید میں ہے حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو میں کسی کو کیسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہوں۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوئی تو حضرت علی اس طرح نہ فرماتے۔

۶۔ اس حدیث میں مولیٰ دوست محب اور ناصر کے معنی میں ہے، جیسا کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں اے اللہ اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے، یہ دعائیں پر قید ہے کہ مر کست مولانا علی مولانا کافری ہے میں جس کا دوست یا محب یا ناصر ہوں، علی اس کے دوست یا محب یا ناصر ہیں۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کے اور بھی متعدد جوابات ہیں، لیکن ہم نے انصار کے پیش نظر صرف اسی جوابات پر اکتفاء کیا ہے۔

آیا رسول اللہ ﷺ صرف احکام شرعیہ کی تبلیغ پر مامور تھے یا اپنے تمام علوم کی تبلیغ پر؟  
علامہ کرام نے اس مسئلہ پر بھی بحث و تحقیق کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ بھی وحی کی تھی خواہ وہ وحی جلی ہو یا وحی فنی رسول اللہ ﷺ نے وہ سب امت تک پہنچادی یا کچھ علوم ایسے تھے جو نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھے۔  
علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں،

بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو احکام بندوں کی مصلحت سے حقائق ہیں، ان کی تبلیغ آپ پر ضروری ہے اور جن آیات سے مقصود بندوں کو اطلاع پہنچانا ضروری ہے، ان کو بندوں تک پہنچانا ضروری ہے اور جو غیب آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور امت کی مصلحت کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اس کا امت تک پہنچانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کا ان سے چھپانا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاَوْحٰی اِلَیْہِ مَا اَوْحٰی (المحکم: ۳۰) سورہی فرمائی اپنے مہم قدس کو جو وحی فرمائی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر بلا واسطہ ایک راز کی وحی فرمائی اور اس راز کو آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کا آخرت میں پتا ملے گا۔ جب آپ اپنی امت کی حفاظت فرمائیں گے اور علامہ واسطی نے کہا اللہ نے اپنے عبد مکرم کی طرف اللہ کا جو اللہ کیا اور اس کو باطل ظاہر نہیں کیا، کیونکہ اللہ سبحانہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے اور جس چیز کو آپ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے وہ مستور ہے اور جس چیز کے ساتھ آپ کو مخلوق کی طرف مبعوث کیا ہے وہ ظاہر ہے اور صوفیاء اس کو اسرار الہیہ اور حقیقت کاظم کہتے ہیں۔

علامہ آلوسی اس نظریہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صوفیاء نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا ہے، لیکن میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کے پاس احکام شرعیہ اور اسرار الہیہ کا جو بھی علم تھا وہ سب قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَرٰ لَّسَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یٰسَیِّدَا اِنَّا کُنَّا نُرِیْہِمْ

ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان

(النحل: ۸۹) ہے۔

مَسَافَرَتُكَ سَافِرِ الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام ۳۸) ہم نے کتب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

اور امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غلبہ فتح ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا ان سے لٹنے کی کون سی جگہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی کتب ہے۔ اس میں تم سے پہلے اور تمہارے بعد کے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے متعلق احکام ہیں اور امام ابن جریر اور امام ابن حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر علم کو نازل کیا گیا ہے اور ہمارے متعلق ہر چیز کا بیان کیا گیا ہے لیکن ان کو قرآن کریم سے حاصل کرنے سے ہمارا علم ناقص ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا نبی ﷺ نے جس قدر احکام دیے ہیں آپ نے ان سب کو قرآن سے مستطیع کیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اسی چیز کو حلال کرتا ہوں جس کو اللہ نے اپنی کتب میں حلال کیا ہے اور اسی چیز کو حرام کرتا ہوں جس کو اللہ نے اپنی کتب میں حرام کیا ہے۔ (المعجم الصغیر رقم الحديث ۴۵۴۷ سنن کبریٰ للبخاری ج ۱ ص ۷۷)

علامہ حری نے کہا کہ قرآن مجید میں تمام لوگوں اور آفرین کے علوم جمع ہیں اور اس کا حقیقی اعطاء اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ مسلمان علوم کے جن کو اللہ سبحانہ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ پھر معلم رسالت صحابہ کرام ان علوم کے وارث ہوئے مثلاً خلفہ اربعہ اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم پھر صحابہ کرام کے بعد تابعین عظام ان علوم کے وارث ہوئے پھر دفعتاً مفسرین کی ہمتیں اور فن کے درجہ تکمیل ہوئے گئے اور افاضل صحابہ اور اخبار تابعین جن علوم کے حامل تھے بعد کے مسلمان وہ مقام حاصل نہ کر سکے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ تمام علوم اور معارف قرآن مجید میں موجود ہیں تو قرآن مجید کی تبلیغ ان تمام علوم و معارف کی تبلیغ ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر رکعت ہر روز اور ہر ہر حکم تفصیل کے ساتھ ہر شخص کے لیے قرآن مجید کی صریح مہارت سے ظاہر نہیں ہے اور جو شخص یہ ممکن کرنا ہے کہ کچھ ایسے اسرار ہیں جو قرآن مجید سے خارج ہیں اور ان کو صوفیہ نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہے تو یہ صریح محبت ہے۔ علامہ فسطاطی نے کہا کہ عالم دین کا اپنی قسم سے قرآن مجید سے اسرار اور حکمتوں اور احکام کا استخراج کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ اصول شریعت کے موافق ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ صوفیاء کا کام بھی اسی اعتبار سے ہے۔ البتہ ان کی بعض مہارات ظاہر شریعت کے خلاف ہوتی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے لوگوں سے ان کے عرف کے مطابق بات کرو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کھفہ کی جائے؟ (صحیح ابوداؤد رقم الحديث ۴۵۴۷) ہمارے موقف کے قریب یہ حدیث ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حشرہ سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا ہم سے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی خاص علم ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے بیان نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے رسول! آپ پر جو آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پکڑا دیجئے۔ بخلاف امام کو رسول اللہ ﷺ نے (قرآن مجید کے سوا) کسی تحریر کا وارث نہیں کیا اور امام بخاری نے ابو عیضہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی کتب ہے؟ فرمایا نہیں! صرف کتب اللہ ہے! زیادہ قسم ہے جو ہر مسلمان شخص کو دی گئی ہے! یا جو اس شخص میں ہے۔ میں نے پوچھا اس شخص میں کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کے احکام ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کے لیے کہ مسلمانوں کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (صحیح ابوداؤد رقم الحديث ۴۵۴۷)

خلاصہ یہ ہے کہ صوفیاء کی جو عبارات قرآن و سنت کے موافق ہیں، وہ مقبول ہیں اور جو عبارات کتب و سنت کے خلاف ہیں، وہ مردود ہیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کتب و سنت سے ایسے اسرار اور احکام مستنبط کرنے کی قسم عطا فرمائے جو ان سے پہلے مشرکین، فقیہ اور مجتہدین نے مستنبط نہ کیے ہوں اور جب آیات اور احادیث سے ائمہ اربعہ کے اجتہاد اور مستنبط کو مان لیا گیا ہے، علائم وہ ایک دو سرے کے خلاف ہیں تو بعد کے علماء کے لیے یہ کیوں جائز نہیں ہے؟ کہ وہ کتب اور سنت سے ایسے مسائل اور مکتبیں مستنبط کریں جو ائمہ اربعہ نے نہ مستنبط کیے ہوں۔ البتہ ضروری ہے کہ یہ استخراج اجماع امت کے خلاف نہ ہو۔ (درعہ المصطفیٰ ج ۲ ص ۸۸۹ مطبوعہ دار اہیاء التراث العربی بیروت)

### نبی ﷺ کے علم کی تین قسمیں

علماء محدث محمود آلوسی کے اس کام کی محتاج اور غفلت میں ہمیں کام نہیں ہے، لیکن دلائل محمدی روشنی میں بعض محققین کا یہ نظریہ ہے کہ نبی ﷺ پر صرف احکام شریعہ کی تبلیغ واجب تھی اور تمام علوم کی تبلیغ آپ پر واجب نہیں تھی۔ بعض علوم ایسے تھے جو آپ نے سب کو نہیں بتائے، بلکہ جو ان کے اہل تھے، ان کو بتلائے اور بعض علوم ایسے تھے جو آپ نے کسی کو نہیں بتلائے، وہ صرف آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ محض تھے گویا آپ کے علوم کی تین قسمیں ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی ص ۵۵۷ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے میرے پروردگار نے کوئی چیز چھپی جس کا جواب میں نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی طرف کہ میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اوسیں اور آخرین کا علم عطا فرمایا اور مجھے کسی اقسام کا علم عطا فرمایا۔ ایک علم کی وہ قسم تھی جس کے حلقہ مجھ سے محدود کیا کہ میں کسی کو اس پر مطلع نہیں کروں گا اور میرے علاوہ اور کوئی شخص اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ دوسری علم کی وہ قسم تھی جس کو ظاہر کرنے یا پوشیدہ رکھنے کا مجھے اختیار عطا فرمایا اور تیسری علم کی وہ قسم تھی جس کے حلقہ مجھے حکم دیا کہ میں امت کے ہر خاص و عام کو اس کی تبلیغ کروں۔ (درعہ المصطفیٰ ج ۲ ص ۸۸۹ مطبوعہ مکتبہ الریہ رضویہ، سکر ۱۳۸۹ھ)

وہ علم جس کو تمام امت تک پہنچانا آپ پر فرض ہے

جن علوم کی امت کے ہر خاص و عام کو تبلیغ واجب ہے، ان کا تعلق احکام شریعہ سے ہے اور زیر بحث آیت میں آپ کو ان ہی کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی تمام آیات کو پچھلایا اور احادیث میں ان کی وضاحت فرمائی، زیر بحث آیت کی تفسیر میں سب سے مشرکین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں آپ کو احکام شریعہ کی تبلیغ کا حکم دیا ہے۔

قاضی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حنفی ص ۸۸۵ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا ظاہر مستحق یہ ہے کہ ہر جو چیز نازل ہوئی اس کی تبلیغ واجب ہے، اور شاید اس سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ بندوں کی مصلحتیں حلق ہوں، اس کی تبلیغ واجب ہے اور اس کے نازل کرنے سے قصود ان کو مطلع کرنا ہو، کیونکہ بعض اسرار الہیہ کا اظہار کرنا حرام ہے۔ (الترغیب والترہیل، مکتبہ رونی ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علماء شیعہ الدین احمد خفای حنفی ص ۳۸۷ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت کے حکم کا تعلق دین اور بندوں کی مصلحتوں کے ساتھ ہے، اور آپ کو انہیں مطلع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جو اسرار نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہیں، ان کا یہ حکم نہیں ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے علوم محفوظ کیے، ایک علم تو میں نے لوگوں میں پھیلایا



دیا اور اگر دوسرے علم کو میں پھیلاؤں تو یہ نزعہ نکٹ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۳۰) اور یہ علم الحقیقت اور حکمت ہے جس سے سکوت کیا گیا ہے۔ مصنف (علامہ بیہدلی) نے بھی اپنے قول میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۷۷: ۷۲) تفسیر: 'ج' ۳، ص ۳۶۳-۳۶۴، مطبوعہ دار صادر، بیروت)

علامہ ابو السعود محمد بن محمد مملوی حنفی متوفی ۹۸۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ پر جس قدر بھی احکام نازل کیے گئے ہیں، ان کو پختہ دیکھتے، کیونکہ جن امور کا تعلق احکام سے بالکل نہیں ہے جیسے اسرار غیبیہ ان کی لوگوں کو تبلیغ کرنا مقصود نہیں ہے۔

(تفسیر ابی السعود علی حاشیہ الکبیر 'ج' ۳، ص ۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ سلیمان بن عمر الجمل متوفی ۷۰۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو امور احکام سے متعلق ہیں، ان کو پختہ دیکھتے۔ کیونکہ جو اسرار آپ کے ساتھ خاص کر دیئے گئے ہیں، ان کی تبلیغ کرنا آپ کے لئے جائز نہیں ہے۔ (حاشیہ الجمل علی البیہدلی 'ج' ۵، ص ۵۰، مطبوعہ ندوی کتب خانہ گرامی)

وہ علم جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار ہے

علامہ طاہر بن عاشر متوفی ۸۰۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہاں چچہرہ بھی بعض لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ بعض ایسے علوم سے مطلع فرماتے جن کا تعلق احکام شریعہ کے ساتھ نہیں ہوتا تھا اور بعض اصحاب کو کسی راز سے مطلع فرماتے تھے، جیسے آپ نے صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ راز بتلایا کہ یہاں چچہرہ کے اہل میں سے سب نے پہلے وہ آپ کے ساتھ آپ کے وصل کے بعد لاحق ہوں گی۔ (صحیح البخاری 'رقم الحدیث: ۳۳۳) اور حضرت ابوبکر چچہرہ کو اس راز سے مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی ہے (صحیح البخاری 'رقم الحدیث: ۳۰۰) اور حضرت حذیفہ چچہرہ کو اس راز سے مطلع کیا کہ خارجی حضرت عثمان چچہرہ کو شہید کر دیں گے، جیسا کہ حضرت حذیفہ نے حضرت عمر کو بتلایا تھا۔ (صحیح البخاری 'رقم الحدیث: ۵۲۵) اور جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ چچہرہ سے دو قسم کے علوم حاصل کیے ہیں۔ ایک علم تو انہوں نے پھیلا دیا اور دوسرا علم اگر وہ پھیلا دیں تو ان کی رگ جال نکٹ دی جائے گی۔ (صحیح البخاری 'رقم الحدیث: ۳۰) اور یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ چچہرہ نے مرض وفات میں کچھ لکھوانا چاہا اور پھر لکھوانے سے اعراض کر لیا۔ (صحیح البخاری 'رقم الحدیث: ۳۳) تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا تعلق احکام شریعہ سے نہیں تھا، کیونکہ اگر اس کا تعلق احکام شریعہ سے ہوتا تو آپ اس کو لکھوانے سے کبھی اعراض نہ فرماتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہے اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کو پختہ دیکھتے اور اگر (بافترض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پچھلایا۔ (المائدہ: ۶۷) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص تم سے یہ کہے کہ (سیدنا) محمد چچہرہ نے کسی ایسی چیز کو پچھلایا جو آپ پر نازل کی گئی تھی تو اس نے جھوٹ بولا۔

(صحیح البخاری 'رقم الحدیث: ۸۵۵) 'تقریر و اشعار' ۲، ص ۱۲، سلسلہ ۳، ص ۲۶۰)

جن علوم کے متعلق رسول اللہ چچہرہ کو اختیار دیا گیا تھا کہ جس کو چاہیں مطلع فرمائیں اور جس کو چاہیں نہ مطلع فرمائیں، ان میں سے بعض کا ذکر احادیث کے حوالہ سے علامہ ابن عاشر کی تحریر میں آگیا ہے اور اسی سلسلہ میں ایک حدیث یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک چچہرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سواری پر حضرت سیدہ چچہرہ رسول اللہ چچہرہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے

تھے۔ آپ نے فرمایا اے محقرین جیل انہوں نے کہا بیک یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں (یہ مکالمہ تین بار ہوا) آپ نے فرمایا جو شخص بھی صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے، اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے۔ مگر حضرت محقر نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خبر سنائوں کہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر غیہ کریں گے۔ پھر حضرت محقر بیڑی سے موت کے وقت گمٹے نہ بچنے کے لیے (تاکہ علم کا چھپا ملازم نہ آئے) یہ حدیث بیان کر دی۔

(صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۱۲۸۱)

حضرت انس بیڑی بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ نبی ﷺ نے حضرت محقر بیڑی سے فرمایا: جس شخص نے اللہ سے اس محل میں طاقت کی کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کیا ہو، وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ مگر حضرت محقر نے یہ چھاپیں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سناؤں؟ آپ نے فرمایا میں اچھے نہ شہ ہے کہ پھر لوگ اسی پر غیہ کریں گے۔

(صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۱۲۸۹)

قرآن مجید میں بھی اس سلسلہ کی ایک نظیر ہے:

وَاِذَا سَأَلَكَ السَّائِلُوْنَ اِلٰى نَحْنُ اَرْسَلْنَاهُ اَوْ اَنَّا جَاءَهُ سُبْحٰنًا  
فَلْيَسِّرْ لَنَا سُبْحٰنًا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ عَلَيْنَا عِزُّكَ عَلٰى  
وَاَعْرَضَ عَنْ نَّحْنُ فَلَئِمَّا سَأَلْنَا بِهٖ فَاَلَمْ تَمَسْ  
اَنَّا نَكْتُ هٰذَا اَقَالَ تَبٰرَكَ الَّذِيْ عَلَيْنَا عِزُّكَ عَلٰى

(النحریم: ۳)

اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی  
پھر جب انہوں نے اس راز کا انکسار کیا تو نبی نے فرمایا اللہ نے  
نبی پر اس کا اعلان فرمادیا تو نبی نے انہیں کچھ بتا دیا اور کچھ  
تائے سے اعراض فرمایا۔ پھر جب نبی نے انہیں اس کی خبر دی  
تو وہ کہنے لگیں آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا  
مجھے بہت علم والے نہایت خبر کئے والے نے خبر دی۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن مردودہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ابن ابی حاتم نے عجلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت صفد رضی اللہ عنہما سے یہ راز بیان کیا کہ آپ نے اپنے اوپر حضرت ماریہ کو حرام کر لیا ہے۔ (بعض روایات میں شد کے حرام کرنے کا ذکر ہے۔ اس سے مراد شرعی حرام نہیں ہے بلکہ قسم کا نام ملو ہے) اور یہ فرمایا کہ آپ کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما غلطہ ہوں گے۔ حضرت صفد نے یہ راز حضرت عائشہ کو بتا دیا تب نبی ﷺ نے حضرت صفد سے فرمایا کہ تم نے ماریہ کے حرام کرنے کو انشاء کر دیا ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کے راز کو انشاء کرنے سے آپ نے اعراض فرمایا، تاکہ وہ مزید شرمندہ نہ ہوں اور امام ابو نعیم اور امام ابن مردودہ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تمہارے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد غلطہ ہوں گے، سو تم یہ راز کسی کو بتائے سے اعتنا نہ کرو۔

(روح المعانی ج ۲۸ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہم نے باحوالہ دلائل سے یہ بیان کر دیا ہے کہ نبی ﷺ کے علم کی ایک وہ قسم تھی جس کی ہر خاص و عام پر تبلیغ کرنا آپ پر فرض تھا۔ یہ قرآن مجید کی تمام آیات ہیں اور وہ احادیث ہیں جن کا تعلق احکام شریعہ سے ہے اور آپ کے علم کی دوسری قسم وہ ہے جس میں آپ کو اختیار تھا کہ آپ جس کو چاہیں بیان فرمائیں۔ اس پر بھی ہم نے باحوالہ دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ اب دوسری قسم یعنی وہ علم جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور جس کا انشاء آپ پر واجب ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

وہ علم جس کا اخفاء آپ پر واجب ہے

نئی چیز کو اللہ تعالیٰ نے قطبیت کا علم عطا فرمایا ہے اور عام مسلمانوں کو یہ علم عطا نہیں فرمایا۔ فقہاء متبع کا یہی مذہب ہے اور سلف صالحین کا بھی یہی مذہب تھا کہ آیات قطبیت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی کو نہیں عطا فرمایا۔

لاحیون قطبہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

قطبہ اس چیز کا اسم ہے جس کی معرفت کی امید منقطع ہو اور اس کے ظاہر ہونے کی املا امید نہ ہو۔ وہ عایت خفائیس ہوتا ہے اور حکم کی ضد ہے جو عایت ظہور میں ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس لفظ سے جو مراد ہے وہ حق ہے۔ اگرچہ ہم کو قیامت سے پہلے یہ بات نہیں چلے گا کہ اس لفظ قطبہ سے کیا مراد ہے اور قیامت کے بعد اس کی مراد ان شاء اللہ ہر شخص پر مکشوف ہو جائے گی اور یہ حکم امت کے حق میں ہے اور نبی ﷺ کے حق میں یہ اعتقاد ہے کہ آپ کو لفظ قطبہ کی مراد قطعاً معلوم ہو، ورنہ آپ سے اس کے ساتھ خطاب کا فائدہ باطل ہو جائے گا اور یہ ایسا ہو گا جیسے لفظ مصل کے ساتھ خطاب کیا جائے گا کسی عربی کے ساتھ حبشی میں متکلم کی جائے۔ (ذکر اللہ نور ص ۳۳ مطبوعہ سید ابیہ کنینہ عراقی)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

اور یہ ہمت جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت وقوع قیامت کی کمال اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ سے نہیں کہ آپ اللہ کے علم کی حکایت کریں۔ بلکہ مگر اللہ سبحانہ نے کسی حکمت کی وجہ سے آپ پر اس علم کا اخفاء واجب کر دیا ہے اور یہ علم آپ ﷺ کے خواص میں سے ہے لیکن میرے نزدیک اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ شلب الدین احمد بن علی بن حجر مستطانی حنفی ص ۸۷ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ یہ جائز ہے کہ آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا ہو اور آپ کو لوگوں کو اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو اور علم قیامت کے متعلق بھی انہوں نے اسی طرح کہا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۳ مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۱ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو سورہ قمر (قیامت) بارش ہونے والی کے پہلے مکمل کیا ہو گا اور کون کس مرسے گا کا علم دیا گیا ہے اور وقت وقوع قیامت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے لیکن آپ کو ان کے عقلی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(خصائص کبریٰ ج ۳ ص ۱۶۰ طبع مصر شرح العدد ص ۳۱۹ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)

علامہ احمد قسطلانی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن کی آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حقیقت روح پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ جائز ہے کہ آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا ہو اور دوسروں کو بتلانے کا حکم نہ دیا ہو اور علماء نے قیامت کے علم کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ (المواہب اللہ فی مع اللہ ص ۳۷۵)

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک خواب بیان کیا کہ حضرت ابو بکر

نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اس خواب کی تعبیر کی اجازت دیں، پھر حضرت ابو بکر نے اس خواب کی تعبیر بیان کی، بعد ازاں عرض کیا آپ فرمائیں کہ میری تعبیر صحیح ہے یا غلط، آپ نے فرمایا: ہنسی صحیح ہے، بعض غلط، حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! آپ ضرور بتلائیں میں نے کیا غلطی کی ہے، آپ نے فرمایا: تم نہ دو۔

(صحیح البخاری ج ۸، رقم الحدیث: ۶۳۶، مختصر)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب کی تعبیر غیب کا علم ہے اس لیے جائز تھا کہ آپ اس غیب کو اپنے ساتھ خاص رکھتے اور دوسروں سے مخفی رکھتے۔

(فتح الباری ج ۳، ص ۳۳۶، مطبوعہ دار الفکر، کتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

ہم نے تفصیل سے دلائل کے ساتھ یہ بیان کر دیا ہے کہ نبی پیغمبر کے علم کی تین قسمیں تھیں۔ ایک وہ علم جس کی تمام امت کو تبلیغ کرنا آپ پر فرض تھا، یہ تمام قرآن کریم ہے اور وہ اعلیٰ ہے جن کا تعلق قرآن مجید کی تفصیلی اور بیان سے ہے، اور دوسرا وہ علم ہے جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار تھا اور اس کا تعلق عموماً غیب کی خبروں سے ہے، اور تیسرا وہ علم جس کا انشاء آپ پر واجب ہے۔ جیسے آیات شہادت، اللہ پر وقت وقوع قیامت اور دوزخ کا علم اور یہ وہ اسرار ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے صرف اپنے حبیب اکرم پیغمبر کو فن پر مطلع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے لیے اہل کتاب تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو۔ جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف بھرا دیا گیا ہے۔ اور فن میں سے امت سے لوگوں کے کفر اور سرکشی کو وہ ضرور زیادہ کر دے گا جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف بھرا دیا گیا ہے، سو آپ کا فنوں کی قوم پر انفس نہ کریں۔ (الحاکم ۵۸)

شان نزول

امام عبدالملک بن ہشام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رسول اللہ پیغمبر کے پاس رافع بن حرارہ سلم بن مشکم، مالک بن اعین اور رافع بن حرہ آئے اور کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ آپ حضرت ابراہیم کی ملت اور فن کے دین پر ہیں اور آپ اس تورات پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے پاس ہے اور آپ کو اسی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے برحق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں لیکن تم نے دین میں کچھ نئی بدعت نکالی ہیں اور اللہ نے تم سے جو عہد لے لیا ہے تم نے ان کا انکار کر دیا اور اللہ نے تم کو جن چیزوں کے ایمان کرنے کا حکم دیا تھا، تم نے ان کو چھپا لیا، سو میں تمہاری بدعت سے بری ہوں۔ انہوں نے کہا ہم جن چیزوں پر عمل کرتے ہیں جو ہمارے پاس ہیں اور بے شک ہم ہدایت اور حق پر ہیں اور ہم آپ پر ایمان لائے ہیں گے نہ آپ کی اتباع کریں گے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ کہنے کے لیے اہل کتاب تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو۔ (الطبری)

(المعجم الصغیر ج ۲، ص ۱۸۱-۱۸۰، جامع البیان ج ۲، ص ۳۱۸-۳۱۷)

یسود و نصاریٰ کے کسی عمل کا لائق شمار نہ ہونا

اہل کتاب سے مراد یسود اور نصاریٰ ہیں، یسود اس لیے ہیں کہ فن کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تورات کے فن احکام پر عمل کریں جن کو منسوخ نہیں کیا گیا اور سیدنا محمد پیغمبر کی بعثت تک انجیل پر ایمان لائیں اور آپ کی بعثت کے بعد قرآن کریم پر ایمان لائیں جو تورات اور انجیل دونوں کا منقطع ہے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کریں، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، اور نصاریٰ اس

لے مراد ہیں کہ انہوں نے انجیل کی ان بشارتوں سے اعراض کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے حلق دی تھیں۔

تم کسی چیز پر نہیں ہو اس کا معنی یہ ہے کہ تم دین و حق کی کسی چیز کے حامل نہیں ہو۔ تم میں تقویٰ ہے نہ دانت ہے نہ ہدایت ہے اور تم پر جو کتب نازل کی گئی تھی تم اس کی کسی چیز پر قائم نہیں ہو جب تک کہ تم حیرات اور انجیل کے اصل احکام پر عمل نہ کرو اور قرآن مجید پر ایمان لا کر اس کے احکام پر عمل نہ کرو۔ اس وقت تک تم میں دین و داری اور ہدایت کا ایک شے بھی نہیں ہو گا اور اس سے متصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کوئی عمل قابل ذکر اور لائق ثناء نہیں ہے اور دین و داری اور صاحب کتب ہونے کے تمہارے تمام دعووی جھوٹے اور باطل ہیں، خلو تم دنیا میں اہل کتب کہلاتے رہو لیکن آخرت میں تمہارا کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔

نزول قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا اور زیادہ ہونا

نیز یہ فرمایا کہ قرآن مجید کا نزول ان کے کفر اور سرکشی کو اور زیادہ کرے گا کیونکہ قرآن مجید نے ان کی شریعت کو منسوخ کر دیا ہے اور ان کی بدعتیں گویں کو باطل کیا ہے اور ان کو کافر قرار دیا ہے۔ اس لیے یہ قرآن مجید سے حسد اور بغض رکھتے ہیں اور جو قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی ہیں ان کے حسد اور بغض میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ زیادہ شد و دہ سے قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں۔ نیز یہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن مجید کی ہر آیت آپ کی نبوت کی دلیل ہے اور اسلام کے دین مستقیم ہونے پر مدعا ہے۔ اس لیے جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی ہے یہ اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کا کفر اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ نیز اسکتے ہی تاریخی حقائق انہوں نے غلط بیان کیے تھے جن کی قرآن مجید نے ٹھکڑب ٹھکڑ کر دی اس لیے یہ قرآن مجید کے خلاف اور زیادہ سرکشی کرتے ہیں۔

نبی ﷺ پر چونکہ رحمت واجب تھی اس لیے ان کے کفر اور سرکشی سے آپ کو رنج اور افسوس ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کا زور ان کی (اس) قوم پر افسوس نہ کریں کیونکہ سرکشی ان کی سرشت بن چکی ہے یہ لوگ راہ راست پر آنے والے نہیں ہیں لہذا آپ ان کے انجام پر افسوس نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ایمان کے مدعی اور یہودی صابئین اور نصاریٰ جو بھی اللہ اور قیامت پر (صحیح) ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ شکیں ہوں گے۔ (المائدہ ۶۹)

الصابئون کے رفقہی حالت میں ہونے کی توجیہ

اس آیت میں الصابئون حالت دفع میں ہے اور نحو قاعدہ کے اعتبار سے اس کو حالت نصب میں الصابئین ہونا چاہیے تھا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ الصابئون ہتھیار ہے اور اس کی خبر مقدمہ ہے۔ کذا الکذا جس پر ان کی خبر و حالات کرتے ہیں اور مقدمہ عبارت یوں ہے ان الذین امنوا والذین ہادوا والنصارى من آمن بالله والیوم الآخر وعمل صالحا فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون والصابئون کذا الکذا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ صابئون فعل کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے اس لیے عامل ضعیف ہے۔ اگر معطوف علیہ میں اس کا عمل ظاہر ہو (یعنی ظاہر اسم پر نصب ہو) تو معطوف میں بھی اس کے عمل کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور اگر معطوف علیہ میں اس کے اسم پر ظاہر نصب نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے تو پھر معطوف میں بھی نصب کا عمل ضروری نہیں ہے اور اس کے اسم پر ابتداء کی وجہ سے رفع بھی جائز ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

کیا صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی!

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مبتداء اور خبریں متکثر ہوتا ہے اور اس آیت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس آیت کا حاصل معنی یہ ہے کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے۔ جو بھی اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق ہے جو صرف زبان سے ایمان لائے تھے۔ جیسے منافق 'ان کے متعلق فرمایا جو بھی محض زبان سے ایمان لایا ہے' 'انگروہ دل سے ایمان لایا تو اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جواب ایمان لایا ہے اگر وہ ایمان پر دائم اور برقرار رہا' مرتد نہ ہو اور اس کا ایمان پر ہی خاتمہ ہوا تو اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا۔

اس آیت پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کے اقباض سے نجات کے لیے اسلام لانا ضروری نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہودی 'نصرانی اور ستارہ پرست جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے اس کو کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ صحیح ایمان لائیں اور یہودی جو عزیر کو خدا مانتے ہیں اور عیسائی 'جو حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں' اور صلیبین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اس کا ایمان صحیح نہیں ہے 'ان کا ایمان اس وقت صحیح ہو گا جب وہ اپنی بدعت پر عقیدہ نہیں سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ یہ دونوں اعتراض ترجمہ سے ہی دور ہو جاتے ہیں۔ تاہم دوسرے اعتراض کے جواب کی مزید وضاحت کے لیے ابترہ ۳۳ کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے۔ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی نفسانی خواہشوں کے خلاف تھا تو انہوں نے (دوسروں کے) ایک گروہ کو بھجایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا۔ (المائدہ ۷۸)

اس آیت سے مقصود یہ بتانا ہے کہ بنو اسرائیل اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ سے کیے ہوئے پختہ عہد کو پورا نہیں کرتے 'انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ اللہ کے تمام احکام کو سن کر قبول کریں گے 'اور ان تمام احکام پر عمل کریں گے' لیکن انہوں نے ان پختہ عہد کو توڑ دیا اور اپنی آراء اور خواہشوں کو احکام شریعہ پر مقدم کیا۔ شریعت کا جو حکم ان کی رائے اور خواہش کے موافق ہوتا 'اس پر عمل کرتے اور جو اس کے خلاف ہوتا 'اس کو رد کر دیتے۔ انہوں نے حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام اور سب انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا 'اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے یہ عمل کیا کہ ان کو (اس کی) کوئی حرا نہیں ملے گی 'سودہ اندھے اور سرے ہو گئے' پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی 'پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور سرے ہو گئے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (المائدہ ۷۹)

فتنہ کے معنی:

فتنہ کے کئی معانی ہیں۔ تفصیلات اور مصائب کو بھی فتنہ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بد اعمالیوں کو سزا دیتا ہے اس کو بھی فتنہ کہتے ہیں 'اور اس آیت میں یہی معنی مرلو ہے اور اللہ کے نیک بندوں کو جس آزمائش میں ڈالا جاتا ہے 'اس کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔ اس فتنہ کی وجہ سے نیک لوگوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے ہاروت اور ماروت کو بھی فتنہ فرمایا ہے 'کیونکہ ان کی وجہ سے لوگ آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے 'اور نیا پیچہ بننے والے ہیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بنو اسرائیل کا مگن یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو نارسا سلوک کیا ہے اس کی دنیا میں ان کو کوئی سزا نہیں ملے گی اور اس وجہ سے ان پر مصائب طاری نہیں ہوں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں بھی ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی کیونکہ وہ اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں اور ان کو عذاب ہو تو صرف چند دن عذاب ہوگا جتنے دن انہوں نے چھڑے کی پرستش کی تھی۔

بنو اسرائیل کا بد آیت سے دو پار اندھا اور بہرا ہونا

اس آیت میں بنو اسرائیل کے حلقے دو مرتبہ فرمایا ہے کہ وہ اندھے اور بہرے ہو گئے اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے دیکھ کر بد آیت حاصل کی اور نہ سن کر بد آیت حاصل کی، ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان پر قحط مسلط ہو گیا اور ان پر دباؤیں طاری کی گئیں لیکن انہوں نے اس سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی۔ پھر ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد اور بغض پیدا کر دیا گیا وہ ایک دوسرے کے خلاف لڑتے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے لیکن انہوں نے اس سے بھی کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔

بنو اسرائیل بد آیت کو حاصل کرنے سے دو مرتبہ اندھے اور بہرے ہوئے ایک مرتبہ حضرت زکریاؑ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان میں سے بعض کو ایمان لانے کی توفیق دی۔ ان میں سے پھر بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور سیدنا محمدؐ پیغمبر کے زمانہ میں انہوں نے آپ کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا اور کم لوگ ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام بن مرثد۔

اس آیت کا دوسرا عمل یہ ہے کہ پہلی بار یہ اندھے اور بہرے اس وقت ہوئے جب انہوں نے چھڑے کی پرستش کی پھر انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی پھر دوبارہ یہ اندھے اور بہرے ہو گئے جب انہوں نے سرکشی اور ہٹ دھرمی کی اور یہ لگاؤ کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو حکم نکلا دیکھ نہ لیں۔

اور اس کا تیسرا عمل یہ ہے کہ جب ان کے پاس حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھیجے گئے توبہ بد آیت حاصل کرنے سے اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور اس کے بعد پھر یہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔

علامہ طاہر بن عاشر رضی اللہ عنہ ۸۰ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں دو تاریخی عظیم حادثوں کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنو اسرائیل کو پیش آئے۔ پہلا حادثہ وہ تھا جب اشور کا بادشاہ کی مرتبہ بیت المقدس پر حملہ آور ہوا یہ ۶۰۶ء ۵۹۸ء ۵۸۸ء میں قتل سب کے واقعات ہیں وہ تیسری مرتبہ یرودہم میں داخل ہوا۔ اس نے مسجد کو جلا دیا اور تمام بنو اسرائیل کو بانک کر پٹل لے گیا اور وہیں ان کو قید کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور فارس کا بادشاہ کو شہنشاہ انوشروئن پر غالب آیا اور اس نے ۵۴۰ء میں قتل سب پٹل پر قبضہ کر لیا اور یہودیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے شہروں میں واپس چلے جائیں اور ان کو آباد کریں۔ سو وہ واپس گئے اور انہوں نے اپنی مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا اس کے بعد انہوں نے پھر نافرمانی اور سرکشی کی اور یہ پھر بد آیت اور رافضی سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور جب دوسرا حادثہ پیش آیا۔ جب قیصر بن ابیہاطور رومانی نے یرودہم کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ یہودیوں کو مجبور ہو کر چڑھا کھائے گئے اور بعض اوقات بھوک سے ہلکا کر ایک دوسرے کو کھا جاتے تھے۔ اس نے دس لاکھ یہودیوں کو قتل کر دیا اور ستائیس ہزار یہودیوں کو قید کر لیا یہ ۷۰ء کا واقعہ ہے۔ پھر ابن ابیہاطور رومانی ۷۰ء سے ۸۸ء تک اس کے بعد حکمران رہا اس نے ان کے شہر کو منہدم کر کے پھاٹ بنادیا اور اس وقت دنیا میں یہودیوں کی حکومت ختم ہو گئی حتیٰ اور ان کا وطن ملیا میٹ ہو چکا تھا (القریہ و الحضرہ ج ۱ ص ۲۷۷ ۲۷۸)

یہ دونوں تاریخی طے ہوئے جو جو اسرائیل کی بد اعمالیوں کی پاداش میں رونما ہوئے تھے ان کی طرف قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَقَصَبْنَا إِلَىٰ آبِی إِسْرَٰئِیْلَ فِی الْكِتَٰبِ  
لَنَعْلَمَنَّ فِی الْأَرْحَامِ مَزَٰئِبَیْہِمْ ۖ وَتَعْلَمَنَّ عُلُوًّا  
كَبِیْرًا ۖ فِیَادَا جَاہَ وَعَدَا ۖ اُولَٰئِہِمْ نَسَبًا عَلَبْنَاکُمْ  
عِبَادًا ۖ اَلَا اُولَیْہِ بَٰلِیْنٌ شَدِیْدُوْہِ قَحَاصِبُوْہِ یَحِلُّ  
اَلَّذِیْنَ یَاوَدُوْہِ ۚ وَکَانَ وَعْدًا مَّقْعُوْلًا ۚ نَّمَّ رَدَّ دَا لَکُمْ  
اَلْحِجْرَۃَ عَلَیْہِمْ ۚ وَآمَدْنَا نَکْمًا بِاَمْوَالِہِمْ وَنَجِیْسٍ  
وَحَمَلْنَاکُمْ اَلْخَطَرِ سَیْرًا ۚ اِنْ اَحْسَنْتُمْ  
اَحْسَنُّمْ ۚ لَئِنْ فَعَلْتُمْ ۚ وَلَٰنَاسُوءٌ فَلَهَا فِیَادَا  
جَاہَ وَعَدَا ۚ اَلْاَیْرَقُ اِیْمُوْہِ ۚ وَخَوَعُکُمْ ۚ وَ  
یَبْدُ عَلَیْکُمُ السَّجْدَ کَمَا دَحَلْنٰہُ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَ  
یَسْیْرُوْہِ مَا عَلَیْہِمْ نَجِیْرًا ۚ عَسٰی رَکْبُکُمْ اَنْ  
تَجْرَحَکُمْ ۚ وَلَٰنَ عُدُوْہُمْ عُدَاوًا وَجَعَلْنَا جَہَنَّمَ  
لِلْخٰفِیْرِیْنِ حَبِیْرًا ۚ (سورہ اسرائیل ۸۰-۷۴)

ہم نے جو اسرائیل کو کتاب میں قطعی طور پر یہ بتادیا تھا کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے ۝ تو جب ان میں سے پہلے وعدہ کا وقت آ پہنچا تو ہم نے تم پر اپنے سخت جگہ بندہ سے مسلہ کر دینے سو وہ تمہاری تلاش کے لیے ضرور میں پھیل گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو ضرور پورا ہونا تھا ۝ پھر ہم نے ان پر تمہارا طلبہ دوبارہ لوٹا دیا ۝ اور مال اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائی اور تمہاری تعداد بڑھا دی ۝ اگر تم نے ایک کام کیے تو تم نے اپنی جانوں کے ساتھ بھلائی کی ۝ اور اگر تم نے برے کام کیے تو اپنے ساتھ برائی کی ۝ پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آ پہنچا تو ہم نے دوسرے ظالموں کو تم پر مسلہ کر دیا ۝ تاکہ وہ تمہارے چہروں کو سٹھل کر دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسا کہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے چاہو اور چاہو دیں ۝ مغرب تمہارا ب تم پر رحم فرمائے گا اور اگر تم نے پھر سرکشی کی تو ہم پھر مذہب دیں گے ۝ اور ہم نے دو زخ کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا دیا ہے۔

ان آیات کی تفسیر میں بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رات میں لکھ دیا تھا کہ جو اسرائیل دوبارہ شرارت کریں گے۔ اس کی سزا میں دشمن ان کے ملک پر غلبہ ہو جائیں گے۔ پہلے وعدہ سے عہد بخت خیر کا مصلہ ہے جو ولادت تک سے ۵۸۸ سال قبل ہوا ۝ اور دوسرے وعدہ سے قیض (میلوس) اردنی کا مصلہ ہے جو ۶۷۹ میں ہوا۔ ان دونوں مصلوں میں یہودیوں پر مکمل جہاں آئی اور مقدس بیتل کو برباد کر دیا گیا!

چونکہ یہودیوں نے یہ مکمل کیا تھا کہ انہوں نے رسولوں کی جو تکذیب کی ہے ۝ اور ان کو قتل کیا ہے ۝ ان کو اس کی کوئی سزا نہیں ملے گی ۝ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کا رد کرنے کے لیے فرمایا کہ انہوں نے دوبارہ سرکشی کی اور ہر بار اللہ نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی ۝ جس سے تمام یہودی دیر ان اور برباد ہو گئے اور ہر سزا کے بعد انہوں نے توبہ کی اور توبہ کے بعد دوبارہ اندھے طور سے برے ہو گئے۔ سو اب اگر انہوں نے ہمارے رسول سیدنا محمدؐ کی تکذیب کی اور آپ کو قتل کرنے کی سعی کی تو یہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہیں بچ سکیں گے اور ایسا ہی ہوا ۝ انہوں نے آپ کی تکذیب بھی کی اور دوبارہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ کو اللہ نے ان کے شر سے محفوظ رکھا اور ان کو قتل کیا گیا اور جلاوطن کیا گیا اور دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا



قہارے نبی اسرائیل اللہ کی مہلت کو جو میرا اور تمہارا آپ ہے، بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور غلاموں کا کوئی مددگار نہیں ہے (المائدہ ۷۷)

عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا رد

یہ آیت ان عیسائیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کو خدا کہتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کو حقین میں کا تیرا قرار دیتے تھے۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یسوع کی بدنامیوں کا بیان فرمایا اور ان کے ثبوت کا بطلان کیا اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کا رد شروع کیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو ان کا الوہیت کا عقیدہ تھا، اس کو باطل کیا ہے اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کے قول سے ان کا رد کیا ہے اور یہ ان کے خلاف حجت قاطعہ ہے۔

نصاریٰ میں سے ایک فرقہ یعقوبیہ ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ حقین اہلیم (اصلوں) سے مرکب ہے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔ باپ اللہ ہے اور بیٹا مسیح ہے اور باپ (اللہ) بیٹے (مسیح) میں طوس کر کے انکے ساتھ جھوٹھو گیا اور وہ روح القدس بن گیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مین ہے اور انکے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح ہی اللہ ہے، علامہ حضرت بیٹلی علیہ السلام نے یہاں پر لکھا ہے جو کلمہ سب سے پہلے کہا وہ یہ تھا، "میں اللہ کا بندہ ہوں۔"

قَالَ رَبِّيَ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْبِيَاۤى الْكِتٰبَاتِ وَحَلَلْتَنِي  
نَيْبًا ۝ وَحَلَلْتَنِي مَسَارِكًا اَنْتَ مَا كُنْتُ وَ  
اَوْصَانِي بِالْقَلْبِ قُوَّةَ الْوَلَدِ كَوْنًا دُمْتُ حَبَا  
۝ (مترجم ۳۰: ۳۱) کاظم دیا۔

اور اس آیت میں حضرت مسیح کا یہ قول نقل فرمایا ہے خواہ اسرائیل اللہ کی مہلت کو جو میرا اور تمہارا آپ ہے، بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ

بیشک وہ لوگ کافر بن گئے جنہوں نے کہا بلاشبہ اضرین میں سے تیسرا ہے، علامہ سوا ایک ممبر کے

اِلَّا اِلٰهُ وَاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ

کوئی ستم جہاد نہیں اور اگر وہ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۰۱ اَفَلَا يَتُوبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْهُ

ان کو نہایت دردناک عذاب فرزندہ ہے گا ۱۰۱ وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش کیوں نہیں

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ

طلب کرتے مالا کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۱۰۲ کیا ابن مریم صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت

خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَأَنَّا يَأْكُلُ الرِّجَامَ

رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت بچی ہیں وہ دونوں کھانا کھاتے تھے ،

أَنْظُرْ كَيْفَ بُيِّنَ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظِرْ أَنِّي يُؤْفَكُونَ ﴿۴۵﴾ قُلْ

دیکھیے ہم کس طرح وضاحت سے ان کے لیے دلائل بیان کرتے ہیں پھر دیکھیے وہ کیسی اندلی تیر کر رہے ہیں ۵۰ آپ کہیے کہ

أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۗ وَاللَّهُ

تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہو جو تمہارے لیے نہ کسی نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور اللہ سب

هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۴۶﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ

کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ۵۰ آپ کہیے : اے اہل کتاب : تم اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور

الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَصْلُوا كَثِيرًا

ان لوگوں کی تمنا کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت زیادہ لوگوں

وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿۴۷﴾

گمراہ کیا اور وہ خود راہِ راست سے ہٹ چکے ہیں ۵۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ اللہ نہیں ہے میرا ہے 'ملا کہ سوائے ایک معبود کے کوئی ستم قبول نہیں اور اگر وہ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کو

نہایت دردناک عذاب عطا فرمائے گا (المائدہ: ۴۳)

محققین اور متاخرین عیسائیوں کا نظریہ تثلیث اور اس کا رد

قدیم یونانی یہ کہتے تھے کہ اللہ 'مریم اور یحییٰ تین خدا ہیں اور قرآن مجید نے انہی لوگوں کا رد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ أَنَّ اللَّهَ يُبَيِّنُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ كَافِرِينَ

لوگوں سے یہ کہنا تھا کہ اللہ کے سامنے ہمیں اپنی مریم اکیلا تم نے

لَوْ دُرِجُوعُ عَرَضَ لَكُمْ لَخَلَّتِ الْأَرْضُ مِنْ حَتَّىٰ يَصْرِفَهُمْ فَمَا ضَلُّوا

لو وہ عرض کریں گے تو پاک ہے 'میرے لیے یہ جائز نہیں کہ

لِيُؤْتِيَهُمْ (المائدہ: ۴۸)

اور متاخرین عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہر واحد تین الٰہیں (مسیح) ہیں۔ باپ، بیٹا اور روح القدس 'مور یہ تینوں ایک خدا ہیں

جیسے سورج تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ قرص، شعاع اور حرارت۔ اور باپ سے ان کی مراد ہے ذات 'مور بیٹے سے مراد ہے کلمہ ' اور روح سے مراد ہے حیات۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کلام ہے جو حضرت یحییٰ کے جسم میں مغلط ہو گیا جیسے پانی شراب میں

ضیاء القرآن جلد سوم

قلوب ہو جاتا ہے، یا پانی دودھ میں غلط ہو جاتا ہے، نور بن کاظم ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح خدا ہے۔  
عیسائیوں کا یہ قول بدیہی اہل حق ہے، کیونکہ جن ایک نہیں ہو تا، اور ایک جن نہیں ہو تا، اور عیسائیوں کے اس قول سے زیادہ قاسد اور باطل قول دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اللہ سے تو بہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخش کیوں نہیں طلب کرتے، حالانکہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے (المائدہ ۳۰)

یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم ہے اور اس کا یہ حد لطف اور احسان ہے کہ عیسائیوں کے اس کذب اور افتراء اور ان کے شرک کے باوجود ان کو توبہ اور استغفار کی دعوت دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مگر ان مہم صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت رسول مکرر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت چچی ہیں، وہ دونوں کہتا کھاتے تھے، دیکھئے ہم کس طرح وضاحت سے ان کے لیے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دیکھئے وہ کیسی لوندی مایوس کر رہے ہیں۔ (المائدہ ۷۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر دلائل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان رسولوں کی جنس میں سے ایک رسول ہیں جو ان سے پہلے مکرر چکے ہیں، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عجزات پیش کیے۔ اس طرح ان رسولوں نے بھی عجزات پیش کیے تھے، اگر حضرت عیسیٰ نے بارہ زواجر سے بڑا کیے، تو عیسائیوں کو شفا دی اور مردوں کو زندہ کیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاشی کو زندہ کیا اور اس کو دوڑتا ہوا اور دھا بھا دیا، اور سمندر کو چیر کر اس میں بارہ راستے بنادے اور لاشی کو زمین پر لہاؤ اس سے بخشے اٹھنے لگے اور اگر حضرت عیسیٰ بغیر خدا کے پیدا ہوئے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام مورا اور عورت دونوں کے بغیر پیدا ہوئے، جب وہ سرے انبیاء مجربہ دکھانے سے خدا نہیں ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجربہ دکھانے سے خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں دونوں کہتا کھاتے تھے، اس سے مقصود حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کے حلق عیسائیوں کے اس دعویٰ کو باطل کرنا ہے کہ وہ دونوں خدا ہیں، اور اس کی حسب ذیل وجہ ہیں:

۱۔ ہر وہ شخص جس کی ماں ہو، وہ حلق ہو جاتا ہے، یعنی وہ پہلے موجود نہیں تھا، اس کے بعد موجود ہوا اور جس شخص کی یہ صفت ہو، وہ حلق ہے، خالق نہیں۔

۲۔ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں دونوں کہتا کھاتے تھے اور جو شخص اپنی نشوونما اور تمام کھانے کا محتاج ہو، وہ حلق ہے، خدا نہیں ہے۔

۳۔ اگر حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں خدا ہوتے تو وہ خلق اور ایجاد پر قادر ہوتے اور جب وہ خلق اور ایجاد پر قادر ہوتے تو کھانے کے بغیر، محو کی تکلیف کو مٹانے پر قادر ہوتے اور جب وہ میاں نہ کر سکتے تو معلوم ہوا کہ وہ خدا نہیں ہیں۔

موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا چہرہ خوب لکھا ہوا ہے۔

یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم کا نسب: ابراہیم سے اصفیٰ پیدا ہوا اور اصفیٰ سے یعقوب پیدا ہوا اور یعقوب سے یسوع اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔ (الی قورن) اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا، یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوئے، جو مسیح کہلاتا ہے۔

لیکن سب ہشتی ابراہیم سے داؤد تک چودہ ہشتی ہوئیں اور داؤد سے لے کر کرگر قار ہو کر بائبل جانے تک چودہ ہشتی

اور گرفتار ہو کر پہل جانے سے لنگر سچ تک چودہ ہفتیں ہو گئیں۔ (حق کی انجیل 'باب' آیت ۵۷، 'مطبوعہ لاہور')  
اب یسوع کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی عقلی بوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اگلے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حملہ پائی گئی، پس اس کے شوہر بوسف نے جو رابطہ تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے بچے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ جن باتوں کو سوچ رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے پاس لے آئے سے نہ ڈر۔ کیونکہ جو اس کے بیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ اس کے بیٹا ہو گا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔

(حق کی انجیل 'باب' آیت ۲۲-۱۸، 'مطبوعہ لاہور')

غور کیجئے! جس شخص کا پورا رشتہ نسب موجود ہے جو اپنی ماں مریم کے بیٹ سے پیدا ہوا ہے! پیدائش سے پہلے موجود نہیں تھا وہ اپنی پیدائش سے پہلے موجود سارے جنم کا خالق کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اس کو خدا کی اور اختصا عہد کب زیادہ ہے؟  
قرآن مجید نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے کہانے پڑھنے کا ذکر کر کے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر وہ خدا ہوتے تو کھانے پینے کے محتاج نہ ہوتے۔ ان کے کہانے پینے کا ذکر موجود بائبل میں بھی ہے۔

وہ یہ باتیں کری رہے تھے کہ یسوع آپ ان کے بچ آگیا ہو اور ان سے کلمہ تمہاری سلامتی ہو! مگر انہوں نے گھر آکر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں 'اس نے ان سے کلمہ تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہ اس نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے! جب مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا میں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے! انہوں نے اسے سمجھائی چھٹی کا کھانا دیا! اس نے لے کر ان کے دروازہ کھایا۔ (لوقا کی انجیل 'باب' ۲۴، آیت ۴۳-۳۶، 'مطبوعہ لاہور')

انجیل کے اس اقتباس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام لوگوں کو یقین دل رہے ہیں کہ وہ گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے انسان ہیں، روح نہیں ہیں اور وہ کھاتے بھی ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یقین دلایا ہے کہ وہ مادی انسان ہیں، روح نہیں اور مادہ سے بنے نہیں ہیں تو پھر وہ کیا کر سکتے ہیں؟ نیز انجیل میں ہے اور جب صبح کو پھر شر کو جا رہا تھا اسے بھوک لگی (حق کی انجیل 'باب' ۲۱، آیت ۱۳-۱۲، 'مطبوعہ لاہور')

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھوک لگتی تھی اور وہ کھانے پینے کے محتاج تھے اور جو کسی چیز کا بھی محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

موجودہ بائبل کے مطالعہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح انسان تھے، ان کے بیٹ سے پیدا ہوئے، ان کا جسم انسانوں کی طرح گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنا ہوا تھا۔ ان میں تمام انسانی صفات تھیں، انہیں بھوک لگتی تھی، وہ کھاتے پیتے بھی تھے، سوئے جاتے بھی تھے، انہیں درد سے تکلیف بھی ہوتی تھی، کیونکہ انجیل میں مذکور ہے اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے جلا کر کہا ابلیسی ابلیسی! اسے میرے خدا! اسے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (حق 'باب' ۲، آیت ۷، 'م' ۳۳) اب ایسے شخص کے حلق کوئی صابن غسل انسان یہ کہ سکتا ہے کہ میرا شخص خدا ہے تمام جہان کا پیرا کرنے والا ہے! بائبل کے حلق حضرت یحییٰ کو یسوع نے چٹائی پر لٹکایا اور تین دن تک وہ مر رہا، اس کے بعد جی اٹھے سوال یہ ہے کہ اگر مسیح خدا تھے تو جب وہ تین دن مر رہے تو ان کے پیروں کے نکالتے کیسے چلتی رہی؟ انجیل میں ہے۔

یاد کرو جب وہ تکلیف میں تھا تو اس نے تم سے کہا تھا ضرور ہے کہ ابن آدم گناہوں کے ہاتھ میں حرام کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اٹھے۔ (نورانی انجیل 'باب' ۲۳ آیت ۷-۸ ص ۸۸ مطبوعہ لاہور)

اس بات پر بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا تھا نہ کہ ابن اللہ اسواں کے متعلق الوہیت کا عقیدہ رکھنا اور ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنا ان پر انفرادی طور پر متبن ہے اور اس مضمون کی آیات خود سائنس اور من گھڑت ہیں جو بعد کے عیسائی مسیحیت نے وضع کر کے اللہ کے اصل کلام میں ملادی ہیں۔ یہ بات اچھی طرح دہن نشین کرنی چاہیے کہ موجودہ انجیل میں کچھ عبارت تو وہ ہیں جو دراصل اللہ کا کلام ہیں۔ ہم سورۃ آل عمران کی ابتدا میں ان کی مثالیں دی ہیں اور قرآن مجید ان ہی کا صدق ہے اور دوسری عبارت وہ ہیں جو عیسائی مسیحیت نے بہ طور خور لکھی ہیں۔

حضرت مریم کے فیہ ما نہ ہونے پر دلائل

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے اور ان کی مہر بست بھی ہیں، ان کو صدیقہ اس لیے فرمایا کہ وہ گناہوں سے بہت پاک تھیں اور اللہ کی عبادت کرنے کی بہت جدوجہد کرتی تھیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کی تصدیق کی۔

شیخ ابن حزم عورتوں کی نبوت کے قائل ہیں۔ وہ حضرت سارہ، حضرت موسیٰ کی مہر اور حضرت عیسیٰ کی مہر سیدہ مریم کو بیہ مانتے ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں ان کی طرف وحی کرنے کی نسبت کی گئی ہے۔ جنسور علماء اسلام کے نزدیک یہ وحی بہ معنی الہام ہے اور نبی صرف موبوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْهِمْ اَلْبَيِّنَاتِمْ قَدْ اَمْلَا الْغُرٰى (یسوسف ۱۱۰)

نہیں بھیجا، جن کی طرف ہم بتیوں کے رہنے والوں سے وحی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہتے ہیں کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہو جو تمہارے لیے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ (انعامہ ۷۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت گزاری سے ان کے خدا نہ ہونے پر استدلال

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر ایک اور دلیل قائم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتی طور پر کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ انہوں نے جو پرندے دعا کر اڑائے، جن مردوں کو زندہ کیا، جن کوڑھیوں کو شفا دی اور جن بلور زونڈوں کو بھانپا، یہ سب کلام انہوں نے اللہ کی دی ہوئی قدرت سے کیے۔ وہ اپنی ذاتی طاقت اور قدرت سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر نہیں تھے۔ موجودہ بائبل میں مست جبکہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا سے دعا کرتے تھے، مگر وہ خود دعا تھے اور نفع اور نقصان پہنچانے کے مالک تھے تو ان کو خدا سے دعا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر ان باتوں کے کوئی آئندہ روز دیوا ایسا ہو کہ وہ پطرس اور یوحنا اور یعقوب کو بھرا لے کر پہاڑ پر دعا کرے کیا؟ جب وہ دعا کر رہا تھا تو ایسا ہو کہ اس کے چہرے کی صورت بدل گئی اور اس کی پوشاک سفید براق ہو گئی۔

(نورانی انجیل 'باب' ۴ آیت ۲۹-۲۸ ص ۶۳ مطبوعہ لاہور)

اور ان دنوں میں ایسا ہو کہ وہ پہاڑ پر دعا کرنے کو نکلا اور خدا سے دعا کرنے میں ساری رات گزار دی۔

(نورانی انجیل 'باب' ۶ آیت ۱۲ ص ۵۸ مطبوعہ لاہور)

پھر ایسا ہو کہ وہ کسی جگہ دعا کر رہا تھا، جب کہ چکا تو اس کے شاگردوں میں سے ایک نے اس سے کہا اے خداوند! جیسا چاہتا

نے اپنے شاگردوں کو دعا کرنا سکھایا تو بھی ہمیں سکھانے میں اس نے ان سے کہا جب تم دعا کرو تو کہو اے باپ خیر ایام پاک ملنا جائے  
تمہری بادشاہی آئے ہماری روز کی روزی ہمیں ہر روز دعا کرو اور ہمارے گناہ معاف کر دینا کہ ہم بھی اپنے ہر قرعہ دار کو معاف  
کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں نہ لا۔ (الو کا انجیل 'باپ' آیت ۲۴ ص ۱۶۳ مطبوعہ لاہور)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساری ساری رات دعا کرتا ہے کثرت دعا کرتا اور اپنے پیروں کو بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تعلیم دیتا  
اس کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے نفع اور نقصان کے مالک نہیں تھے بلکہ نہ ان کے پیروکار ان کو ایسا جانتے تھے اور نہ ان کو  
خدا سمجھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی مہلت کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اس کے سوا کسی کی مہلت جائز نہیں پھر  
انہیں اسے ایک مدت اونچے پناز پر لے گیا اور دنیا کی سب مخلوقیں اور ان کی شین و شرکت اسے دکھائی اور اس نے کہا اگر تو  
مجھے جھک کر سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ یسوع نے اس سے کہا اے شیطان اور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند  
اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی مہلت کر۔ (متی کی انجیل 'باپ' آیت ۲۳ ص ۸۸ مطبوعہ لاہور)

پس رسول یسوع مسیح کے متعلق لکھتے ہیں:

اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آفسو بار بار اس سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت  
سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سنی گئی اور بلوغت پر نہ آنے کے اس نے دکھ اٹھا کر قربانی داری کی۔

(مہر انبیا کے نام پر رسول کا خط 'باپ' آیت ۸ ص ۷۰ مطبوعہ لاہور)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ پس رسول کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مہلت گزار قربانیہ اور زور  
کراہ سے دعائیں کرتے والے تھے اور جو تمام جہان کا خدا ہو اور اپنی قدرت سے نفع اور نقصان کا مالک ہو وہ کسی کی مہلت  
اور قربانی داری کرنے اور کسی سے رو کر دعا نہیں کرنے سے پاک اور خضر ہوتا ہے۔  
نیز پس رسول لکھتے ہیں:

ہمارے خداوند یسوع مسیح خدا اور باپ کی حمد ہو جو رحمتوں کا باپ اور ہر طرح کی قسلی کا خدا ہے۔

(انکو تھوون کے نام پر رسول کا دوسرا خط 'باپ' آیت ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ لاہور)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ پس رسول کے نزدیک یسوع مسیح خدا نہ تھے بلکہ یسوع مسیح خود خدا کو ماننے والے  
تھے۔ اسی کی وہ مہلت کرتے تھے اسی کی قربانی داری کرتے تھے اور اسی سے رو کر دعا نہیں کرتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کا  
پس رسول کا اور ہم سب کا خدا ہے۔ اس کو باپ کہتا اور حضرت عیسیٰ کو ان کا بیٹا اور خداوند کہتا ہے سب عیسائی علماء کی بعد کی  
تحریرات ہیں۔ باپ ہو نا اور بیٹا نہ تھا خلق کی صفت ہیں اللہ عز و جل اس سے بلند و برتر ہے اس کی صفات وہی ہیں جو صرف  
اس کے شایان شان ہیں اور مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہیں جیسے وہ مہلت کا مستحق ہے اس کا کوئی شریک اور شین نہیں وہ  
واجب الوجود اور قدیم بلا امت ہے۔ اس کی ہر صفت مستقل اور غیر جے مستغنی ہے اور وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہتے اسے اے اہل کتاب تم اپنے دین میں باطل زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی  
خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کیا اور وہ خود راہ راست سے ہٹک  
چکے ہیں۔ (العائدہ ص ۷۷)

غلو حق اور غلو باطل کی تعریفیں

اللہ تعالیٰ نے پہلے یسوع کے باطل عقائد بیان کیے اور ان کا رد کیا پھر نصاریٰ کے باطل عقائد بیان کیے اور ان کا رد فرمایا۔

اب دونوں فریقوں کو خطاب کر کے فرما رہا ہے اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو نہ کرو غلو وہ قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حق اور ایک باطل۔ غلو حق یہ ہے کہ کسی صحیح اور حق چیز کے بیان میں مبالغہ کیا جائے جس سے اس کو مسکد کرنا مقصود ہو۔ اور غلو باطل یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیر میں زیادتی کی جائے یا کسی چیز کی تعظیم میں زیادتی کی جائے۔ یہود نے انبیاء علیہم السلام کی شہن میں کسی کی حق کہ حق کی طرف زنا کو منسوب کیا لیکن ان کی خلفہ کی اور حق کو قتل کیا اور یہیساویوں نے انبیاء کی تعظیم میں غلو کیا حتیٰ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہلا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا یہ خود بھی گمراہ ہیں اور انہوں نے لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ اس آیت میں اس زائد کہ اہل کتاب کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم اپنے اہل اور وہاں کی بیوی نہ کرو وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور تم کو بھی گمراہ کر دیں گے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہود سے یہ فرمایا ہو کہ تم عزیر کی تعظیم میں غلو نہ کرو کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا اور یہیساویوں سے فرمایا تم یحییٰ کی تعظیم میں غلو نہ کرو کہ حق کو خدا یا خدا کا بیٹا کہلا۔

لَعْنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ

بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی

عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۵﴾

عیسیٰ اور مریم کے انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے ۵

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۶﴾

وہ ایک دوسرے کو اس برے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا تھا، وہ کبھی برا کام تھا جو وہ کرتے تھے ۶

تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ

آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، وہ کبھی بری چیز ہے جو انہوں نے اپنی

لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ لَهُمْ خِلْدُونَ ﴿۷﴾

آفریت کے لیے بھی ہے کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ دائمی عذاب میں رہنے والے ہوں گے ۷

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ مَا أَتَاهُمْ هُمْ

اور اگر وہ ایمان لاتے اور اس نبی پر اللہ اس پر اس نبی کی قوت نازل کی گئی تو کافروں کو درست

أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸﴾ لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ

دشمناتے لیکن ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں ۸ آپ بھی لوگوں کو سناؤں گے ساتھ ساتھ

عَدَاوَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ

زیادہ دشمنی رکھنے والا پائیں گے وہ یہود اور مشرکین ہیں ۔ اور آپ بن مرگن کو

أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ذَلِكَ

سہارا کا سب سے قریب دوست پائیں گے ۔ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں ، کیوں کر ان

بِأَنَّهُمْ قَتِيلٌ سَيِّئِينَ وَرَهْبَانٌ كَاذِبُونَ ۝۸۷

میں ہیں ظالم اور رابب ہیں اور وہ تکبر جیسے کرتے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اسرائیل میں سے جنہوں نے ٹکڑیاں ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی

کیونکہ انہوں نے نابھیقی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے (المائدہ ۷۸)

تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے جو اسرائیل پر لعنت کا بیان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جو اسرائیل پر ہر زبان میں لعنت کی گئی۔ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کے عہد میں ان پر قرآن مجید میں لعنت کی گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ان پر زبور میں لعنت کی گئی اور سیدنا

محمد ﷺ کے عہد میں ان پر قرآن مجید میں لعنت کی گئی۔ (جامع البیان ۶: ۱۷۲ ص ۳۲۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اسرائیل میں سے کوئی شخص جب

اپنے کسی بھائی کو گنہگار کہتے ہوئے دیکھتا تو اس کو سختی سے منع کرنا اور دوسرے دن جب اس کو گنہگار کہتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع

نہ کرنا اور اس کے ساتھ مل جل کر رہنا اور کھانا پینا جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل ایک دوسرے

کی طرح کر دیئے اور ان کے نبی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانوں سے ان پر لعنت کی۔ پھر آپ نے فرمایا اس ذات

کی قسم جس کے بعد وہ قدرت میں میری جان ہے اتم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور ضرور برائی کرنے

والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور اس کو حق پر عمل کرنے کے لیے مجبور کرنا وہ نہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کی طرح کر

دے گا اور تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی ہے۔

(جامع البیان ۶: ۱۷۲ ص ۳۲۷-۳۲۸) مسند ابو یعلیٰ ۸ ج ۸ رقم الحدیث ۵۰۳۵ مسند احمد ۱ ج ۱ ص ۳۹ طبع قدیم)

اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں ہم نے اس حدیث کی زیادہ تخریج کی ہے اور اس کو سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ اور

المسلم الاوسط کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

ابن زید اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جو اسرائیل پر انجیل اور زبور میں لعنت کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا ایمان کی نیکی کا حکم دے رہی ہے۔ جس طرف قرآن پھرے تم اس طرف پھر جاؤ۔ جن چیزوں کو فرخ کرنا اللہ تعالیٰ ان سے

قائم ہو چکا ہے۔ بے شک جو اسرائیل میں سے ایک گروہ ایک لوگوں کا تھا وہ نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے ان

کی قوم نے ان کو پکار کر آدوں سے چیر دیا اور ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ ان میں سے کچھ لوگ باقی بچے جن کو بدشاہوں کے پاس جانے



نور ان کی مجلس میں بیٹھے بغیر قرار نہیں آیا، پھر ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے پھر ان کو چین نہیں آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔ جو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا، ان پر آؤ اور جیسی بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ (جامع البیان ۱۲: ۳۲۹)

مفتی عبداللہ بن حسن زعلی حنفی ص ۷۷ گتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ رسولی نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن الحارث سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا: جب وہ گئے تو وہیں لہو (گالے بجانے) کو سنا تو حضرت ابن مسعود واپس آ گئے۔ اس نے پوچھا آپ کیوں واپس آئے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کیا وہ ان ہی میں سے ہو گا اور جو شخص کسی قوم کے عمل سے راضی ہوا وہ اس عمل کے مرتکبین میں شریک ہو گا۔ اور امام ابن المبارک نے کتاب الزہد والرقائق میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک ویرانہ میں بلایا گیا۔ انہوں نے وہیں (گالے بجانے کی) آواز سنی تو واپس آ گئے، ان سے پوچھا گیا آپ کیوں نہیں گئے؟ تو فرمایا میں نے آواز سنی اور جس شخص نے کسی جماعت میں اضافہ کیا، اس کا شمار ان ہی میں ہو گا اور جو کسی عمل سے راضی ہوا، وہ اس عمل میں شریک ہو گا۔

نائب الراي "ج ۳" ص ۳۳۹-۳۴۰ "اتفق العلماء المتبحرون" ج ۲ ص ۸۸ "مسند القردوس للذہبی" ج ۱ ص ۵۳۱ "مطبوعات دار الفکر" ج ۲ رقم الحديث ۳۴۵

مفتی زعلی، مفتی مستقانی اور علامہ زبیدی نے یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ کے حوالے سے بیان کی ہے، لیکن مجھے یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملی اور نہ ہی مجھے حضرت ابو ذر کی روایت امام ابن المبارک کی کتاب الزہد میں ملی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایک دوسرے کو اس برے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا تھا، وہ کیا برائیاں انجام دے کر رہے تھے (النار ۷۹)۔

جو اسرائیل حرام کام اور مکمل کرنے والوں کو منع نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ان کا گناہوں سے نہ روکنا حرام کلاموں کو کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا سب بڑا کلم تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی سے نہ روکنے کی تبلیغ میں وہ سب شریک تھے۔ نیز ایہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مجرموں کے ساتھ ملنا جتنا اور سوشل اور سماجی روابط رکھنا بھی بجا کر نور حرام ہے، نور ان سے ترک فعلی کرنا واجب ہے۔ ہم نے اس آیت کی تفسیر میں نور اس سے پہلے الامارۃ ص ۵۸ کی تفسیر میں جن احادیث اور آثار کا ذکر کیا ہے، ان کا بھی یہی خلاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، وہ کسی بڑی چیز ہے جو انہوں نے اپنی آخرت کے لیے بھیجی ہے کہ اللہ ان پر ناراض ہو اور وہ دائمی عذاب میں رہنے والے ہوں گے (النار ۸۰)۔

اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے یا یہ خطاب عام ہے اور ہر مخاطب مراد ہے، اور ان میں سے اس سے مراد اہل کتاب ہیں یا جو اسرائیل اور فرمایا ہے تب ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے اس سے مراد کتب ابن اشرف اور اس کے اصحاب ہیں، بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت مکہ گئی تھی، تاکہ ان مشرکین مکہ کے ساتھ اشتراک کر کے نبی ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں، لیکن بات نہیں بنی۔ انہوں نے جو حکم دیا ہے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دائمی عذاب کا موجب ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے جلد سے نقل کیا ہے کہ ان لوگوں سے مراد منافقین ہیں اور اللہ کی بڑا فسق کے حلق یہ حدیث سے نقل کی ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو! تم زنا سے بچ رہنا کیونکہ زنا پر چھ چیزیں حرج ہوتی ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں دنیا میں اس فعل سے روٹی چلی جاتی ہے۔ تنگ دہی اور مٹھی آتی ہے اور عمر کم ہوتی ہے اور آخرت میں اس فعل کی وجہ سے رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور حساب سخت ہوتا ہے اور دوزخ میں دائمی عذاب ہوتا ہے (روام سے مراد لبا عرصہ ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ امام ابن مردود نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن اس کی ہر سند ضعیف ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۲)

میں کہتا ہوں کہ تعدد اسناد کی وجہ سے یہ حدیث حسن ضعیفہ ہے۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ اللہ پر ایمان لائے اور اس نبی پر اور اس پر جو اس نبی کی طرف نازل کیا گیا تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن میں زیادہ تر لوگ منافقین ہیں۔ (المائدہ ۸۷)

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:  
۱۔ اگر یہ یہودی اللہ پر صحیح ایمان لائے اور حضرت موسیٰ پر اور تورات پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے  
۲۔ اگر یہ یہودی اللہ پر کامل ایمان لائے اور سیدنا محمد ﷺ پر اور قرآن مجید پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ جن لوگوں کو سب سے زیادہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی رکھنے والا پائیں گے وہ یہودی اور مشرکین ہیں اور آپ جن لوگوں کو مسلمانوں کا سب سے قریب دوست پائیں گے وہ یہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم یہودی ہیں کیونکہ ان میں بعض عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ (المائدہ ۸۷)

نہجاشی کا اسلام لانا  
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۳۵۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:  
سعید بن جبش بیان کرتے ہیں کہ نہجاشی نے نبی ﷺ کے پاس ایک وفد بھیجا نبی ﷺ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا وہ مسلمان ہو گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: پھر وہ وفد نہجاشی کے پاس گیا اور اس کو خبر دی تو نہجاشی بھی مسلمان ہو گیا اور وہ کلمہ مرگ مسلمان رہا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا یہی نہجاشی فوت ہو گیا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھو پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اس پر نماز پڑھی اور نہجاشی (کا جنازہ) اس وقت جوش میں تھا۔

(جامع البیان ج ۷ ص ۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)  
مسلمانوں کا حبشہ ہجرت کرنا اور کفار مکہ کا ان کو واپس بلانے کی سعی کرنا  
امام احمد بن حنبل حنفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم حبشہ میں پہنچے تو ہمیں نہجاشی نے وہاں پناہ دی ہم نے اپنے دین کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ہم کو نہ کوئی ایذا دی جاتی تھی نہ ہم کوئی ناگوار بات سننے تھی۔ جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو انہوں نے ہام مشورہ کیا کہ ہمارے حلق نہجاشی کے پاس دو قوی آدمی بھیجے جائیں اور مکہ کی عمدہ چیزوں میں سے نہجاشی کے لیے دو چیزیں بھیجے جائیں۔ ان لوگوں کو چھاپنا تھا تو انہوں نے بہت سے چمڑے جمع کر لیے ان کے سرداروں میں سے ہر شخص کو انہوں نے چمڑے اور خنجر دینے کا فیصلہ کیا پھر انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو یہ دو چیزیں

دے کر روانہ کیا اور من سے کلمہ مسلمانوں کے حلق نباشی سے بات کرنے سے پہلے تمام سرداروں کو ہدیہ دے دیئے جائیں۔ وہ جیٹ بیچ گئے اور نباشی کے ساتھ طاقت سے پہلے تمام سرداروں کو ہدیہ دیئے اور ہر سردار سے یہ کہا تمہارے بلاشلہ کے ملک میں تمہارے چند بھائی لڑکوں نے آکر پناہ لی ہے، وہ اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور تمہارے دین میں داخل نہیں ہوئے۔ وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں نہ تم جانتے ہو، اور ہماری قوم نے اپنے معزز لوگوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ ان کو واپس لے جائیں۔ سو جب ہم بلاشلہ سے اس معاملہ میں بات کریں تو تم بلاشلہ کو یہ مشورہ دینا کہ وہ ان کو ہمارے حوالے کر دیں اور بلاشلہ ان سے بات نہ کرے۔

کیونکہ ہماری قوم ان کے کردتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ سرداروں نے کہا اچھا پھر انہوں نے نباشی کو ہدیہ اور تحفے پیش کیے جن کو اس نے قبول کر لیا۔ پھر انہوں نے کہا اے بلاشلہ آپ کے ملک میں تمہارے کچھ بھائی لوگ آگئے ہیں جو اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے۔ وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں نہ آپ اور ہم کو آپ کی طرف ان کی قوم کے معزز لوگوں نے بھیجا ہے، جن کو ان کے آہوا وید اور رشتہ دار ہیں تاکہ آپ انہیں واپس بھیج دیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا عبداللہ بن ابی رہبہ اور عمر بن العاص کو اس سے زیادہ اور کوئی بات نہ چنیں جس کی نباشی مسلمانوں کی بات سے اس کے سرداروں نے کہا ان دو آدمیوں نے جج کہا ہے۔ ان لوگوں کے کردتوں کو ان کی قوم ہی بہتر طور سے جانتی ہے، سو آپ ان لوگوں کو ان دو لوگوں کے حوالے کر دیجئے تاکہ یہ ان کو ان کی قوم کے پاس واپس لے جائیں۔

حضرت ام سلمہ نے فرمایا یہ سن کر نباشی غضبناک ہو اس نے کہا میں خدا کی قسم میں ان لوگوں کو ان کے حوالے نہیں کروں گا جن لوگوں نے میری پناہ لی ہے اور میرے ملک میں آئے ہیں اور جنہوں نے دو سرور کی بجائے مجھے اختیار کیا ہے جب تک میں ان سے سوالات کر کے تحقیق نہ کروں، ان کو تم لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ اگر وہ ایسے ہی لٹکے جیسا تم نے کہا ہے تو میں ان کو تمہارے حوالے کروں گا اور اگر ایمان نہ ہو تو میں ان کی حفاظت کروں گا اور جب تک یہ میری پناہ میں رہیں گے ان سے حسن سلوک کروں گا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو بلایا۔ جب مسلمان آگئے تو نباشی نے اپنے علماء کو بھی بلایا اور وہ اس کے کردہائی کتابیں کھول کر پڑھ گئے۔

حضرت جعفر کا نباشی کے دربار میں اسلام کا تعارف کرانا

پھر نباشی نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ کون سا دین ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور تم اس کی وجہ سے نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ان ادیان میں سے اور کسی دین میں داخل ہوئے؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا جس شخص نے ان کو جواب دیا وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے کہا اے بلاشلہ ہم جابلوں کی قوم تھے جن کی عہدت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا، ہم اسی محل پر تھے کہ فتنہ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیج دیا۔ جن کے نسب ان کے صدق، ان کی امانت داری اور ان کی پاکیزگی کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔

انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم اس کو دامن لائیں اور اسی کی عہدت کریں اور اس سے پہلے ہم اور ہمارے باپ دادا جن بھروسوں اور جن کی عہدت کرتے تھے، اس کو چھوڑ دیں، اور انہوں نے ہمیں بیچ بولنے امانت دلا کر کہ رشتوں کو ملانے، پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنے، حرام کھانوں اور خون ریزیوں سے باز رہنے کا حکم دیا اور بے حیائی کے کلاموں، جھوٹ بولنے، جہیم کمال کھانے اور پاک دامن عورتوں کو تمست لگانے سے منع کیا، اور ہم کو حکم دیا کہ ہم فقط اللہ کی عہدت

کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم کو نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا انہوں نے اسلام کے تمام احکام منوائے۔ سو ہم نے اس رسول کی تصدیق کی اور ہم اس پر ایمان لے آئے اور وہ اللہ کے پاس ہے جو احکام لائے تھے ہم نے ان پر عمل کیا اور فقط اللہ وعدہ کی مہلت کی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا اور جن چیزوں کو انہوں نے ہم پر حرام کیا تھا ان کو ہم نے حرام قرار دیا اور جن چیزوں کو انہوں نے ہمارے لیے حلال کیا تھا ان کو ہم نے حلال رکھا اس بناء پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔

انہوں نے ہم کو عذاب میں مبتلا کیا اور ہم کو ہمارے دین سے چھڑانے کے لیے آزمائشوں میں مبتلا کیا تاکہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی مہلت سے چھڑا کر جن کی مہلت کی طرف لے آئیں اور پھر نبی بدکاروں کو حلال کرنے لگیں جن کو ہم پہلے حلال سمجھ کر کرتے تھے۔ سو جب انہوں نے ہم پر قہر اور ظلم کیا اور ہم پر ہماری حیثیت کو ٹھک کر دیا اور ہمارے دین کے درمیان مداخلت ہو گئی تو ہم آپ کے ملک کی طرف نقل آئے اور ہم نے دوسروں کی بجائے آپ کو پسند کر لیا اور آپ کی بندہ میں رغبت کی اور ہم نے یہ امید رکھی کہ اے بدشعرا آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا پھر نبیاشی نے کہا کیا تم کو اللہ کے کام کی کچھ آیتیں یاد ہیں؟ حضرت جعفر نے کہا ہاں نبیاشی نے کہا مجھے سنو۔ تو حضرت جعفر نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ حضرت ام سلمہ نے کمانہ اکی چہادہ آیتیں سن کر نبیاشی رونے لگا اور اس کی داڑھی آنسوؤں سے بہہ گئی اور اس کے ملاو بھی رونے لگے اور ان کے مصافحہ بن کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ پھر میں نے نبیاشی نے کہا بے شک یہ دین اور جس دین کو یحییٰ نے لے کر آئے تھے یہ دونوں دین ایک ہی حلق سے نکلے ہیں پھر ان دونوں شرکوں سے کبہ جلاؤ تم دائیں جلاؤ بائیں ان مسلمانوں کو تسمارے حوالے ہو کر نہیں کروں گا۔

کفار قریش کا مسلمانوں کو نکلوانے کی مصمم میں ناکام ہونا

حضرت ام سلمہ نے فرمایا جب وہ دونوں نبیاشی کے دربار سے نکل گئے تو عمرو بن العاص نے کمانہ ۱۱ میں کل پھر اس کے پاس جاؤں گا اور اس کے سامنے ایسی چیز پیش کروں گا جس سے ان کی جرئت جائے گی۔ عبداللہ بن ربیعہ نے کہا کیا بت کرنا اگرچہ یہ ہمارے مخالف ہیں لیکن ہماری ان کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں اس نے کمانیں نبیاشی کو ضرور بتلاؤں گا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یحییٰ اللہ کے بندے ہیں پھر اگلے دن وہ گیا اور نبیاشی سے کڈا اے بدشعرا یہ یحییٰ ابن مریم کے حلق بست خست بات کہتے ہیں۔ آپ ان کو بلا کر ان سے پوچھئے کہ یہ ان کے حلق کیا کہتے ہیں؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا پھر بدشعرا نے ہم کو بلوایا اور اس جیسی آزمائش ہم پہلے نہیں آئی تھی جب سب لوگ جمع ہو گئے تو بدشعرا نے پوچھا تم لوگ یحییٰ بن مریم کے حلق کیا کہتے ہو؟ جب ان کے متعلق سوال کیا گیا تو ہے؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کمانہ ۱۱ کے حلق وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پیغمبر کہتے ہیں۔ وہ اللہ کے بندے اس کے رسول اور اس کی پیغمبرہ روح ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاک دامن مریم کی طرف اتھاویا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر نبیاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھایا پھر کڈا بھڑا تم نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ یحییٰ بن مریم اس سے ایک تنکے سے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ جب نبیاشی نے یحییٰ بن مریم کے حلق یہ کہہ کر اس کے گرد بیٹھے ہوئے سرداروں نے غصہ سے پھٹکار شروع کر دیا۔ نبیاشی نے کڈا ہر چند کہ تم غصہ سے پھٹکار رہے ہو اور مسلمانوں سے کمانہ ۱۱ میں سر زمین میں مہلک ہو جو شخص تم کو گلہ دے گا اس پر جہنم ہو گا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے پاس سونے کا تاج ہو اور میں اس کے بدلہ میں تم میں سے کسی شخص کو لیتا ہوں پھر ان لوگوں کے پڑے اور تجھے ان کو داہیں کر دو۔ ہم کو ان کی ضرورت



آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ (المائدہ: ۸۳)

### شان نزول

امام ابن جریر طبری حنفی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ آیت نبی ﷺ اور اس کے اصحاب کے حلقہ تبارک ہوئی ہے۔ (پاسح البیان ج ۲ ص ۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۲۵ھ)  
امام عبد الرحمن بن علی بن عمر الجزی المزی نے ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب نبی ﷺ کے اصحاب نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور انہوں نے قرآن کریم پڑھا اور ان کے علماء اور راہبوں نے قرآن مجید سنا تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ نبی ﷺ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا ان پر رقت طاری ہو گئی اور وہ رونے لگے۔ انہوں نے کہا یہ خدا ہم اس کو پہچانتے ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے اور نبی ﷺ کو جا کر خبر دی تو وہ بھی مسلمان ہو گیا جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔“ اس کی تفسیر میں چار قول ہیں:

- ۱۔ علی بن ابی طلحہ نے کہا اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی امت ہے۔
  - ۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔
  - ۳۔ حسن بصری نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔
  - ۴۔ زبجانی نے کہا اس سے مراد انبیاء علیہم السلام اور مومنین ہیں۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۳۰۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۲۰ھ)
- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمیں کیا ہو اگر ہم ایمان نہ لائیں تو اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے اور ہم کیوں نہ یہ خواہش کریں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرے۔ (المائدہ: ۸۴)
- نیک لوگوں کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ (۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں۔ (۲) ابن زید نے کہا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ہیں۔ (۳) مقاتل نے کہا اس سے مراد صاحبزین اولین ہیں۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوائے ان کے اس قول کے صلے میں من گواہی جتنی صافرائیں جن کے بچے سے دریا بہتے ہیں اور یہی نیک کرنے والوں کی چیز ہے اور جن لوگوں نے نکر کیا اور ہماری آیتوں کو بھٹایا اور دوزخی ہیں۔ (المائدہ: ۸۵-۸۶)

جن یہ سائیں نے دین حق کو پہچان لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے صلے میں جتنی عطا فرمائیں اور جن یہ سائیں اور یہود اور مشرکین نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود کبر اور ہٹ دھرمی سے اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدانیت اور اس کے انبیاء کے صدق کا انکار کیا اللہ تعالیٰ ان کو اپنے بدلے کے تقاضے سے دوزخ میں ڈال دے۔ مگر اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ ثواب اللہ کا فضل ہے اور عذاب اللہ کا بدل ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرَّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا

اسے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور

تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

حد سے نہ بڑھو۔ جبکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۵ اور اللہ کے دیئے ہوئے حلال پانچویں رزق

حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ لَا

سے کھاؤ ، اور اللہ سے ڈرستے رہو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو ۵ اللہ

يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا

تمہاری ہے قصد تمہارے لغو نہیں فرمے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری عزت

عَقَدْتُمُ الْإِيمَانَ ۖ فَكْفَارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ

فرمائے تم ، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درپیش قسم کا کھانا کھانا ہے

أَوْ سِطْرٌ مِمَّا تَطْعَمُونَ ۚ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ

جیسا تم اپنے گمراہوں کو کھلاتے ہو ، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے ،

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا

جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ اور

حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

تقریر دے اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۸۹﴾

تاکہ تم شکر ادا کرو ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا

ہے اور حد سے نہ بڑھو نہ تک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (العائدہ ۸۷)

حلال چیزوں سے احتیاط کی ممانعت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! جن حلال چیزوں کی طرف تمہارا دل مائل ہوتا ہے ان کی لذت حاصل کرنے سے

اپنے آپ کو منع نہ کرو جس طرح یہ ایمانوں کے علاوہ اور راہبوں نے کھانے پینے کی عمدہ اور لذت بخش چیزوں کو اور عورتوں کو اپنے

اوپر حرام کر لیا اور بعض نے اپنے آپ کو گرجوں میں مقید کر لیا اور بعض سیاحت کرنے لگے۔ سو اے مسلمانو! تم ان کی طرح حد

سے نہ بڑھ

اس مضمون کی قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّا لَهُ جَنَّةٌ (البقرہ: ۱۶۸)

قُلْ مَن حَرَّمَ ذِيئَةُ الْفُلُوْطِيِّ اَخْرَجَ لِيَعْبَادِهِ وَ  
الطَّيِّبَاتِ مِنَ الثَّمَرَاتِ (الاعراف: ۳۲)

اے ایمان والو! ان طلال چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تم کو دی  
ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اگر تم اسی کی عبادت کرتے  
-۱۰-

آپ کہنے لگے کہ اللہ کی اس نعمت کو کس نے حرام کیا ہے جو  
اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور طلال چیزوں کو  
(کس نے حرام کیا ہے؟)

عبادات اور معاملات میں میانہ روی کے متعلق آیات اور احادیث

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے  
ہیں اور نہ سخی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی  
سے ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا (العراف: ۶۷)

اور اے طالب! رشہ داروں کو ان کا حق ادا کرو اور  
مسکینوں اور مسافروں کو ادھر بے جا خرچ نہ کرو۔  
اور اپنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو  
پوری طرح کھول دے کہ بیمار ہے علامت زدہ دکھائی دے۔

وَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْذُرُوا مَالَكُمْ بَيْنَ يَدَيْكُمْ وَأَن تَسِيلُوا لَآتُوهَا بَازِلًا (سوا سرائیل ۳۷)  
وَلَا تَحْمِلْ بَعْدَ كُلِّ مَقْلُوبَةٍ مَّا لِي فِي عُنُقِكُمْ وَلَا  
تَبْسُطْهُمَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَنفَعُوا مَالَكُمْ  
تَحْسُورًا (سوا سرائیل ۳۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازان کے مجرول میں تین شخص آئے۔ ان میں حضرت علی  
بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عمرو بھی تھے۔ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۰۶۳ اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کی مہلت  
کے متعلق سوال کیا۔ جب انہیں آپ کی مہلت کے معمول کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اس مہلت کو کم سمجھا اور کہہ دیا کہ  
ہم اور کہیں نبی کریم ﷺ؟ آپ کے تو ہر انگے اور پچھلے (بہ ظاہر) زنب کی منقرت کردی گئی ہے۔ (منقرت سے مراد آپ کے درجہ  
کی بلندی ہے) تو ان میں سے ایک نے کمائیں کو بیسہ ساری رات نماز پڑھیں گا اور دوسرے نے کمائیں بیسہ روزہ رکھیں گا اور  
تیسرا انہیں کمائیں کو گاوڑ تیسرے نے کمائیں کو عورتوں سے الگ رہیں گا اور بھی شادی نہیں کریں گا تو رسول اللہ ﷺ  
تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح کہا ہے۔ سنا یہ خدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے  
دُور ہے والا وہ سب سے زیادہ حق ہیں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھانا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سونا بھی  
ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری ج ۶ رقم الحدیث: ۵۰۶۳ مصنف عبدالرزاق ج ۶ رقم الحدیث: ۱۰۳۷)

حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں  
بھٹی بنایا۔ ایک دن حضرت سلمان، حضرت ابوالدرداء سے ملنے گئے تو انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو بھٹے پر لانے

شہادۃ القرآن



کھڑے پئے دیکھا انہوں نے کہا یہ آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا آپ کے بھائی ابو الدرداء کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب حضرت ابو الدرداء آئے تو انہوں نے ان کے لیے کھانا تیار کیا حضرت سلمان نے کہا آپ بھی کھائیے۔ انہوں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان نے کہا جب تک آپ کھانا نہیں کھائیں گے میں بھی نہیں کھائوں گا۔ پھر حضرت ابو الدرداء نے کھانا کھلیا جب رات ہوئی تو حضرت ابو الدرداء نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت سلمان نے کہا سو جائیں 'دوسو گئے' پھر نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پھر کھانا سو جائیں جب رات کا آخری حصہ رو گیا تو حضرت سلمان نے کہا اب کھڑے ہوں۔ پھر دونوں نے نماز (تہجد) پڑھی پھر حضرت سلمان نے کہا آپ کے رب کا آپ پر حق ہے اور آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے اور آپ کے اہل (بھائی) کا آپ پر حق ہے پھر خدا کو اس کا حق ادا کریں۔ حضرت ابو الدرداء نے نماز پڑھ کر کھانے کے پاس گئے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا سلمان نے سچ کہا۔

(صحیح ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۷۸۸، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۲۱، صحیح ابن حبان ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۰۰، سنن کبریٰ للصبغی ج ۳، ص ۱۷۷)

امام مسلم بن حجاج قسری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے چند نفوس نے نبی کریم ﷺ کی ازواج سے غلوٹ میں آپ کی مہلت کے متعلق سوال کیا۔ پھر بعض اصحاب نے کہا میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور بعض نے کہا میں گوشت نہیں کھائوں گا۔ بعض نے کہا میں بستر نہیں سوؤں گا۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا فلاں فلاں لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو اس اس طرح کہتے ہیں لیکن میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھانا پیتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جس نے میری سنت سے (بظہر بچہ نہ دیگی) اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم، نکاح ۵، (۱۲۰۱) ۳۳۳، سنن ابوالثانی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۱۷)

امام احمد بن اسحاق بخاری متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو نکاح نہ کرنے کی اجازت نہیں دی اگر آپ ان کو اجازت دیتے تو ہم غصی ہو جاتے۔

(صحیح ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۷۵۷، صحیح مسلم، نکاح ۶، (۱۲۰۲) ۳۳۳، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۲۳۲۳، سنن ابوالثانی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۱۷، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۳۸، مسند احمد ج ۱، ص ۵۷، مطبوعہ قدیم، مصنف عبدالرزاق ج ۲، رقم الحدیث: ۱۰۳۷۵)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ خولہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون کے نکاح میں تھیں وہ میرے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بہت اتر مل میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ! خولہ کس قدر اتر مل میں ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! جس عورت کا غلوٹ دن کو روزہ رکھتا ہو اور ساری رات نماز پڑھتا ہو وہ اس عورت کی طرح ہے جس کا کوئی غلوٹ نہ ہو۔ سو اس نے اپنے آپ کو ضائع کرنے کے لیے چھوڑ دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کو بلوایا۔ جب حضرت عثمان بن مظعون آئے تو آپ نے فرمایا اے عثمان! کیا تم میری سنت سے اعراض کرتے والے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں اے خدا یا رسول اللہ! لیکن میں آپ کی سنت کو طلب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں

سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھانا پیتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ اے عثمان! اللہ سے ڈرو کیونکہ تمہارے اہل (بیوی) کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے صہبان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ سو تم روزہ رکھو اور کھانا پیتو بھی اور نماز بھی پڑھو اور سو بھی۔

(علامہ ابو شامہ حنفی ص ۳۳۷ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے 'مسند احمد' ج ۸، رقم الحدیث: ۳۸۸۶، طبع دار الحدیث قاہرہ، مسند احمد' ج ۱۰، رقم الحدیث: ۳۳۷۸، طبع دار الفکر، 'مسند احمد' ج ۸، ص ۳۸، طبع قدیم سنن ابوداؤد' ج ۲، رقم الحدیث: ۳۶۱۹، سنن دارمی' ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۸، مصنف عبدالرزاق' ج ۲، رقم الحدیث: ۱۰۳، صحیح ابن حبان' ج ۲، رقم الحدیث: ۹، موارد الطریق' ج ۱، رقم الحدیث: ۷۸، مسند ابوزہرہ' ج ۲، رقم الحدیث: ۵۸، ۵۹، ۶۰، اس کی سند صحیح ہے۔ صحیح ابوداؤد' ج ۲، ص ۳، طبع قدیم، 'المعجم الکبیر' ج ۱، رقم الحدیث: ۸۳۸، مسند ابویعلیٰ' ج ۳، رقم الحدیث: ۷۳۲)

مسند ابویعلیٰ میں یہ روایت اس طرح ہے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ملے تو آپ نے فرمایا اے عثمان! کیا تمہارے لیے میری ہیرت میں نمونہ نہیں ہے! انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ہاں باپ خدا ہوں اس اور شہ کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا تم رات بھر نیند پڑھتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو، حالانکہ تمہارے اہل (زوجہ) کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تم نماز بھی پڑھو اور سو بھی اور روزہ بھی رکھو اور کھانا پیتو بھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد ان کی بیوی نے نبی ﷺ کی افواج مطہرات کے پاس اس طرح خوشبو میں بھی ہوئی آئیں کہ وہ دھن ہوں، افواج نے ان سے پوچھا کیا ہو؟ انہوں نے کہا وہی ہو جس طرح وہ عورتیں ہوئی ہیں جن کی طرف ان کے خلونہ رغبت کرتے ہیں۔

نور مصنف عبدالرزاق، سنن دارمی، صحیح ابن حبان اور المعجم الکبیر میں یہ روایت اس طرح ہے: نبی ﷺ حضرت عثمان بن مظعون سے ملے تو آپ نے فرمایا اے عثمان! ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی یہی تمہارے لیے میری ہیرت میں اچھا نمونہ نہیں ہے؟ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی حدود کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ص ۳۱۰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں ابو قلاب بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعض صحابہ نے یہ ارادہ کیا کہ دنیا کو ترک کر دیں اور عورتوں کو چھوڑ دیں اور راض ہو جائیں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے ناراض ہو کر فرمایا تم سے پہلے لوگ صرف (دین میں) سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سختی کی کہ ان کے بچے کھجور کے پتے کی طرح ہوں اور گرجوں میں ہیں۔ اللہ کی عہدیت کہہ لو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، حج کرو اور عمرہ کرو، تم سیدھے رہو تو تمہارے لیے استقامت ہوگی اور ان ہی لوگوں کے حلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اے اہل ایمان! والہا تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ قنود بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ کے حلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اچھے کپڑے اتار دیں، عورتوں کو چھوڑ دیں اور زناہن جائیں ان میں حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔

(جامع البیان' ج ۷، ص ۱۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث حنفی ص ۷۷ روایت کرتے ہیں

میرے بلیے اپنے والد یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، پھر واپس چلے آئے۔ پھر ایک سال کے بعد دوبارہ آپ سے ملنے گئے، اس وقت من کا جسم کمزوری کی وجہ سے بہت خفیر ہو چکا تھا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ملاں بلی ہیں جو ایک سال پہلے آپ سے ملے آیا تھا۔ آپ نے پوچھا تم کس وجہ سے اس قدر بدل گئے تم تو بہت خوبصورت تھے؟ انہوں نے کہا میں جب سے آپ کے پاس سے گیا ہوں میں نے کبھی دن کو کھانا نہیں کھایا، صرف رات کو کھانا کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اپنے نفس کو کیوں عذاب میں ڈالا؟ پھر آپ نے فرمایا رمضان کے روزے رکھا کرو اور ہر مہینہ میں ایک روزہ رکھ لیا کرو۔ انہوں نے کہا زیادہ کریں مجھ میں اس کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا ہر ماہ دو روزے رکھ لو، انہوں نے پھر کہا زیادہ کریں، آپ نے فرمایا ہر ماہ تین روزے رکھ لو۔ انہوں نے پھر کہا زیادہ کریں۔ فرمایا حرم کے مہینہ میں روزہ رکھو۔ پھر چھوڑ دو، حرم کے مہینہ میں روزہ رکھو پھر چھوڑ دو، حرم کے مہینہ میں تین روزہ رکھو پھر چھوڑ دو۔ آپ نے تین انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا، پھر چھوڑ دو۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم کے مہینہ میں تین مسلسل روزے رکھو، پھر تین دن چھوڑ دو، اور اس طرح تین بار کرو، یعنی حرم کے مہینہ میں نو نقل روزے رکھنے کی اجازت دی۔) (حرم کے مہینہ سے مراد ایام حج کے مہینے ہیں۔)

(سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۴۳۲۸، مسند ابوداؤد، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ من کے پاس نبی ﷺ تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا یہ ملاں عورت ہے، اس کی نمازوں کا بڑا چرچا ہے۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو، اے من! عمل کرو جو بیش کسکو بخدا ۱۱ اللہ اس وقت تک نہیں آتا، جب تک تم نہ آتو، اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر بندہ تنگی کرے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۳۳، صحیح مسلم، مسازین ۲۲۱، (۷۸۵) سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۳۴۱، ج ۸، رقم الحدیث ۵۰۵۰، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۳۸، مسند احمد ج ۹، رقم الحدیث ۲۳۲۹۹، مطبع دار الفکر، مسند احمد ج ۶، ص ۱۵، مطبع قدیم، موطا امام مالک، رقم الحدیث ۳۶۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو دو ستونوں کے درمیان ایک دی بندھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ دی کیسی ہے؟ تو بتایا یہ زینب کی دی ہے جب وہ (نماز میں) ٹھک جاتی ہیں تو اس دی کے سارے کھڑکی ہو جاتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں اس کو کھول دو، تم میں سے کوئی شخص جب تک خوشی سے نماز پڑھ سکتا ہے پڑھے اور جب ٹھک جائے تو بیٹھ جائے۔ (صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۵۰۰، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اچانک ایک شخص کو (دھوپ میں) کھڑے ہوئے دیکھا، آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ صحابہ نے کہا یہ یہو اسرائیل ہے۔ اس نے مذہبی ہے کہ یہ کھڑا ہے گا، بیٹھے گا نہیں، نہ سایہ میں آئے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا، نبی ﷺ نے فرمایا اس سے کوئی بات کرے، سایہ میں آئے گا اور بیٹھے گا اور اپنا روزہ پورا کرے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۷۷۳، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۰۰، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۲۳۶، موطا امام

ہاگ: رقم الحدیث: ۳۳۹، مسد احمد: ج ۲، ص ۲۸، طبع قدیم

حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری بہن نے خذرمی تھی کہ وہ پیدل چل کر بیت اللہ چلے گی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے سوچا کہ میں نبی ﷺ سے اس کے حلقہ فوجی معلوم کروں میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ جگہ کو چلے گا اور سوار ہو۔ اہم ترمذی نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ اس کے پیدل چلنے سے مستفی ہے اس سے کو سوار ہو۔

(صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۲۱، صحیح مسلم: خذرمی: ۳۱۷۲ (۳۳۳۱)، سنن ترمذی: ج ۲، رقم الحدیث: ۱۵۳۱، سنن ابوداؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۲۹، سنن النسائی: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۸۴۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دیکھا ایک بوڑھا شخص جو چل نہیں سکتا تھا اسے اس کے دو بیٹے پکڑ کر چلا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا یہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ صحابہ نے کہا اس نے پیدل چلنے کی خذرمی تھی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے مستفی ہے کہ یہ اپنے نفس کو خدا کے دے اور اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۵۰، صحیح مسلم: خذرمی: ۳۱۷۲ (۳۳۳۱)، سنن ابوداؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۹، سنن ترمذی: ج ۲، رقم الحدیث: ۱۵۳۲، سنن نسائی: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۸۴۳، مسد احمد: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۸، مسد ابو یعلیٰ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۳۲، صحیح ابن حبان: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۸۳، ابن المبارک: رقم الحدیث: ۳۵۹، سنن کبریٰ المصنوعی: ج ۲، ص ۱۷۸)

اہم احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالمہرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لشکر میں تھے ایک شخص ایک عمار میں گیا جس میں چنے کے لیے پانی بھی تھا اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر وہ اس عمار میں رہے تو اس میں پانی بھی ہے اور اس کے ارد گرد ہبزیاں بھی ہیں وہ دنیا کے کھینچوں سے آزاد ہو کر اس عمار میں رو کر زندگی بسر کر سکتا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ میں نبی ﷺ کے پاس جا کر اس کا ذکر کروں۔ اگر آپ نے اجازت دے دی تو میں اس عمار میں رہوں گا دوندہ نہیں رہوں گا۔ اس نے آپ سے عرض کیا یا نبی اللہ! میں ایک عمار کے پاس سے گزرا اس میں زندگی بسر کرنے کے لیے پانی بھی ہے اور ہبزیاں بھی ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس عمار میں رہوں اور دنیا کے کھینچوں سے آزاد ہو جاؤں۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں یہودیت اور نصرانیت کے ساتھ نہیں جھوٹ کیا یا میں ملت حنیفہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو بہت آسان ہے اور اس ذلت کی قسم جس کے جسد و قدرت میں میری جان ہے اللہ کی روموں میں ایک صحیح کرنا یا ایک شام گزارنا دنیا و دنیاویات سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی ایک شخص کا جہلو کے لیے صلب میں کھڑے ہو جانے کی (تھا) ساتھ مل کر نازوں سے بہتر ہے۔

(اعلام احمد شاکر حنفی ص ۷۷، مسد احمد نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مسد احمد: مصنف احمد شاکر: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳۸، طبع دار الحدیث: قاہرہ۔ مسد احمد: ج ۲، ص ۳۲۱، طبع قدیم: المجمع الکبیر للفرانی: ج ۸، رقم الحدیث: ۸۷۸، مجمع الزوائد: ج ۵، ص ۱۴۹)

اہم محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بلاشبہ دین آسان ہے جو شخص اس دین کو مشکل بنانے کی کوشش کرے گا دین اس پر عتاب آجائے گا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ج ۱، رقم الحدیث: ۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ: بیروت ۱۳۱۴ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو مشکل میں ڈالنے

کے لیے میں بھیجے گئے۔ (صحیح بخاری ج ۲، رقم الحدیث ۲۲۰) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۳۳ھ

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَرْكَبُ اللَّهُ بَيْنَ يَدَيْكُمْ الْيَسْرَ وَلَا يَرْكَبُ بَيْنَ يَدَيْكُمْ الْعُسْرَ

(البقرہ: ۸۵)

اور اے اللہ تمہارے لیے آسانی کا راہ فرماتا ہے، تم کو مشکل میں ڈالنے کا راہ نہ فرماتا۔

اسلام معتدل، سہل اور دینِ فطرت ہے

ان آیات اور احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے، وہ توسط اور اعتدال کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں افراط اور تفریط ممنوع اور مذموم ہے، اسی طرح اسلام میں سخت اور مشکل عبادات مطلوب نہیں ہیں، بلکہ اسلامی احکام میں نرمی، لطافت، سہولت اور آسانی مرغوب ہے۔ اسلام کا کوئی حکم خلاف فطرت نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا رشتہ گرامی ہے ہم میں رہنمائی نہیں ہے۔ (اصول الاعتقاد، ج ۲، ص ۴۵)

اور آپ نے فرمایا اے عیسیٰ بن مریم پر رہنمائی فرض نہیں کی گئی۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۲، رقم الحدیث ۱۳۷۵، سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۲۲۲۸) اسلام میں ترک لذائذ، سخت ریاضات اور عبادات شدت ممنوع ہیں، مصنوعی زہدوں اور جعلی صوفیوں نے جو غلو ساختہ شریعت وضع کر لی ہے اس کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نیکی اور فنیست حاصل کرنے کا اصل اور صحیح طریقہ وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا اور جو راستہ ہمارے لیے مقرر کیا اور جس طریقہ پر صحابہ کرام گھڑیں رہے اور انبیاء علیہم السلام نے جس کو اپنایا۔

حضرت عرف بن ساریہ، حبشہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دستِ بلخ نصیحت کی، جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہمارے دل خوفِ زندہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور امیر کا حکم سننے اور اس پر عمل کرنے کی، خواہ وہ جھوٹی غلام ہو، کیونکہ جو شخص تمہیں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، اور تم بدعت (ایسا) سے بچتے رہنا کیونکہ وہ گمراہی ہیں، تم میں سے جو شخص اس اختلاف کو پائے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت پر عمل کرے، اور خلفاء راشدین، مہدیین کی سنت پر عمل کرے اور اس کو دواڑھوں سے پکڑے۔ امام ترمذی نے کمایہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۲۸۵۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۳۶۰۷، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۳۲، سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۲۲۲۸، سنن ابی یوسف ج ۲، رقم الحدیث ۱۳۷۵)

سنن ترمذی کے علاوہ باقی کتب حدیث میں اس طرح مذکور ہے، کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، تو تم پر لازم ہے کہ میری سنت پر عمل کرو، اور خلفاء راشدین، مہدیین کی سنت پر عمل کرو اور اس کو دواڑھوں سے پکڑو۔

آیا حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟

ذی بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اے ایمان والو! تم ان چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے، اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (المائدہ: ۸۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال کو حرام کرنے کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ یہ قسم ہے اور نہ اس پر کفارہ لازم کیا ہے۔ اس وجہ سے امام مالک اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم نہیں ہے، اور نہ اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ اس کے

برخلاف امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔  
 امام مالک کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟  
 علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی حنفی ص ۲۸۸ لکھتے ہیں:

جو شخص اپنے نفس پر طعم کو یا شرب کو یا اپنی باندی کو حرام کرے یا کسی بھی حلال چیز کو حرام کرے وہ اس پر حرام نہیں ہوگی اور نہ امام مالک کے نزدیک اس پر ان میں سے کسی چیز کے حرام کرنے کی وجہ سے کفارہ ہے۔ بلکہ اگر وہ باندی کو حرام کر کے اس کو آزاد کرنے کی نیت کرے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر اس نے اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس پر حین طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مباح کر دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے خواہ مصراحتاً خواہ کنایتاً اور حرام کرنا نکلیات طلاق میں سے ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی چیز کو حرام کرے گا وہ چیز اس پر حرام ہو جائے گی اور جب وہ اس چیز کو تبدیل کرے گا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا اور یہ آیت ان پر رد کرتی ہے۔

(المایع الاحکام القرآن ۶ ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

علامہ قرطبی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے یہ آیت امام ابو حنیفہ کے اس وقت خلاف ہوئی جب اس میں یہ مذکور ہوتا کہ حلال کو حرام کرنا قسم نہیں ہے یا اس میں کفارہ نہیں ہے کفارہ کا ذکر نہ کرنا عدم کفارہ کے ذکر کو کب مستلزم ہے؟  
 امام شافعی کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟  
 علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی حنفی ص ۱۷۷ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر حرام ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو یہ طلاق ہے اور اگر اس سے عہد کی نیت کرے تو یہ عہد ہے اور اگر طلاق اور عہد کے بغیر یہ نیت کرے کہ وہ بیعت اس پر حرام ہے تو یہ قسم نہیں ہے لیکن اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے اور اگر اس نے بغیر نیت کے یہ الفاظ کہے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں کفارہ قسم لازم ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام لغو ہے اور اس پر کوئی عہد مرتب نہیں ہوتا یہ اہل اذہب ہے۔

(الحج مسلم مع شرد نووی ۶ ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ مکتبہ زار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام مالک امام شافعی اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ طعم مجھ پر حرام ہے یا یہ پانی یا یہ کپڑا یا کھڑ میں داخل ہوتا یا زید سے بات کرنا اور بیوی اور باندی کے علاوہ اپنی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کے حلقی یہ کہے یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ کلام لغو ہو گا اس پر کوئی حکم حرج نہیں ہو گا اور نہ وہ چیز اس پر حرام ہوگی اور جب وہ اس چیز کو تبدیل کرے گا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہو گا۔ (الحج مسلم مع شرد نووی ۶ ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ مکتبہ زار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟

علامہ سوافی الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی حنفی ص ۳۰ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کہا اگر میں نے فلاں کلمہ کیا تو اللہ نے جو مجھ پر حلال کیا ہے وہ حرام ہے۔ پھر اس نے اس کلمہ کو کر لیا تو اس کو اختیار ہے یا تو جن چیزوں کو اس نے اپنے نفس پر حرام کیا ہے ان کو ترک کر دے یا چاہے تو کفارہ دے۔ حضرت ابن مسعود حسن بصری جابر بن زید قتادہ اسحاق اور اہل عرق کا یہی مسلک ہے۔ اور سعید بن جبس نے کہا جس شخص نے کہا طلال مجھ پر

حرام ہے یہ قسم ہے۔ اور وہ اس کا کفارہ دے گا۔ اور حسن نے کہا یہ قسم ہے ہوا اس صورت کے کہ وہ اس سے اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ کرے۔ ایسا اہم نفعی سے بھی اس کی حلال موی ہے۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہے تو درست ہے۔ ورنہ یہ قول لغو ہے۔ شاکھ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت ہے کہ حرام قسم ہے اور طلاق نے کہا یہ اس کی نیت پر موقوف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے کہا حرام قسم نہیں ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ عینک کہ طلال کو حرام کرنا شریعت کو بدلنے کا قصد کرنا ہے اس لیے اس کا قصد لغو ہے۔ ہماری دلیل یہ آیت ہے یا ایہا النبی لم تحرم ما أحل الله لک (الحج: ۳۰) (تحریم: ۳۰) اللہ تعالیٰ کے طلال کو حرام کرنے پر اللہ تعالیٰ نے قسم کا طلاق فرمایا ہے اور اس قسم سے نکلنے کے لیے کفارہ کو مشروع فرمایا ہے۔ جیسا کہ شدادؒ حضرت ہارے کی تحریم کا واقعہ کتب اعلیٰ میں مذکور ہے اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بھی طلال کو حرام کرنے پر قسم کا طلاق فرمایا ہے۔ (المعنی: ۱۶) مس ۳۰۴، ۳۰۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک طلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟  
 امام ابو حنیفہ کے نزدیک طلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

اے نبی! آپ (اپنے اور) اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی رضا جوئی کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا ہے۔ حد رقم فرماتے والا ہے۔ (اے ایمان والو!) بے شک اللہ نے تمہاری قوموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے۔ (یعنی کفارہ)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قَدْ كَفَرَمُ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةً أَيْمَانِكُمْ (النحریم: ۱۶)

اس آیت کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ حضرت زینب بنت عسّ رضی اللہ عنہا کے پاس گھبراہٹ سے وہ آپ کو شہ پلائی تھیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے اور حضرت صفہؓ نے اتفاق کیا کہ جس کے پاس بھی نبی ﷺ تشریف لائیں وہ یہ کہے کہ آپ سے منافقہ کی برائی ہے کیا آپ نے منافقہ ایک قسم کا گونا گونا کیا ہے؟ آپ ان دونوں میں سے کسی ایک (حضرت صفہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے نبی ﷺ کو آپ نے فرمایا بلکہ میں نے زینب بنت عسّ کے پاس شہ پایا ہے اور میں اس کو دوبارہ ہرگز نہیں بیوں گا۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ لم تحرم ما أحل الله لک (الحج: ۳۰) (تحریم: ۳۰)

(صحیح ابوداؤد: ۱۶۷۸) رقم الحديث ۱۶۷۸، صحیح مسلم طلاق: ۳۱۸، ۳۱۹، سنن ابوداؤد: ۱۶۷۸، رقم الحديث ۱۶۷۸، سنن ابی یوسف: ۱۶۷۸، رقم الحديث ۱۶۷۸

قرآن مجید کی مذکورہ حدیث آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ طلال کو حرام کرنے پر اللہ تعالیٰ نے قسم کا طلاق فرمایا ہے اور اس قسم کی بدش کو کھولنے کے لیے کفارہ مقرر فرمایا ہے۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیوی حضرت ہارےؓ کی جلیہ کو اپنے فحش پر حرام فرمایا تھا۔

امام سعید بن منصور غرضانی متوفی ۳۲۲ھ روایت کرتے ہیں:

شاکھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفہؓ ام المؤمنین ایک دن اپنے والد کی زیارت کے لیے نکلیں اور اس دن حضور کی ان

کے گھر میں باری تھی جب رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو آپ نے ان کو گھر میں نہیں دیکھا تب آپ نے اپنی باندی حضرت ماریہؓ تبدیلہ کو بلا لیا اور حضرت صفہؓ کے جہیز میں ان سے اپنی خواتین پوری کی اور اسی حالت میں حضرت صفہؓ آپ کی بیوی بن گئیں۔  
 یا رسول اللہ! آپ میرے گھر میں اور میری باری میں یہ عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ پر حرام ہے اور تم یہ کسی کو نہ بتانا۔  
 حضرت صفہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس گئیں اور ان کو یہ واقعہ بتایا۔ تب سورہ تحریم کی ایک آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ قسم کا کفارہ دیں اور اپنی باندی سے رجوع کریں۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰، جامع البیان، ۲۸۲، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۵۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حرام کرنا قسم ہے اس کا کفارہ لو اکرے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی سیرت) میں اچھا نمونہ ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۶، رقم الحدیث: ۵۲۶۶، ۳۹۱۱، صحیح مسلم، طلاق، ۱۸، ۱۳، ۱۱۳، سنن ابن ماجہ، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۲۰۷۳)

امام سعید بن مسعود غسانی متوفی ۲۴۷ھ روایت کرتے ہیں:  
 یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصریؒ سے سوال کیا گیا ایک شخص نے کہا طہال مجھ پر حرام ہے۔ انہوں نے کہا جب تک وہ اس سے اپنی بیوی کی نیت نہ کرے اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۶۸۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۳۵۱)

مطالعہ نے کہا جب کوئی شخص یہ کہے کہ اس پر بر طہال حرام ہے تو یہ قسم ہے وہ اس کا کفارہ ادا کرے۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۶۸۸)

سعید بن جبیرؓ نے کہا جب کوئی شخص یہ کہے کہ طہال اس پر حرام ہے تو یہ قسم ہے وہ اس کا کفارہ دے۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۶۹۴)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا حرام کرنے قسم ہے۔ (سنن سعید بن مسعود، رقم الحدیث: ۱۶۹۳)

شماک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے کہا حرام قسم ہے۔

(سنن سعید بن مسعود، رقم الحدیث: ۱۶۹۵)

ابو اییم غمی نے کہا جس شخص نے اپنی بیوی سے کناؤ مجھ پر حرام ہے، اگر اس نے اس قول سے تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی اور ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق ہوگی اور اگر کوئی نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۶۹۹)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حرام قسم ہے۔ (سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۳)

ابو اییم غمی اور عبیدہؓ نے کہا جس شخص نے اپنی باندی سے کناؤ مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفہؓ کیلئے قسم کھائی کہ آپ اپنی باندی سے مقاربت نہیں کریں گے اور فرمایا یہ مجھ پر حرام ہے تب آپ کی قسم کیلئے کفارہ نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے جو چیز اللہ نے طہال کی ہے آپ اسکو حرام نہ کریں۔ (سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۸، سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۳۵۳)



(فقہ العبدہ اعلیٰ اور آثار مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۴-۳۹۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۷۵-۷۶ سنن کبریٰ للبخاری ج ۵ ص ۳۵۰-۳۵۱ اور جامع البیان ۲۸۷ ص ۸۸۲-۸۸۳ میں بھی مذکور ہیں اور ان اعلیٰ اور آثار میں اس پر صریح دلیل ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے اپنے نفس پر کسی ایسی چیز کو حرام کر دیا جس کا وہ مالک نہیں ہے مثلاً کلمہ مجھ پر یہ کبڑا یا یہ کھانا حرام ہے تو اس پر وہ چیز حرام نہیں ہوگی اور اس کے لیے اس کو سبھل کرنا جائز ہے اور اگر اس نے وہ کبڑا یا کھانا کھایا تو اس پر کفارہ قسم ہے۔ امام شافعی نے کہا اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ یہودی اور ہندی کے مساوی ہیں قسم میں ہے اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے (یہ علامہ حنفی کا قول ہے) امام احمد کا قول امام اعظم کے موافق ہے جیسا کہ ہم علامہ ابن تہامہ حنفی سے نقل کر چکے ہیں۔ سعیدی (غفرلہ) اور امام مالک نے کہا جس شخص نے یہودی کے سوا اپنے نفس پر کسی چیز کو حرام کیا تو یہ قسم نہیں ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ حلال کو حرام کرنا شریعت کو بدلنا ہے۔ فقہ اس سے ایک شرعی عقد (قسم) منقطع نہیں ہوگا ہم کہتے ہیں کہ یہ لفظ حرمت ثابت کرنے کی خبر دیتا ہے۔ ہر چند کہ اس سے بیحد حرمت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ وہ تو نفس قرآن سے ثابت ہوتی ہے لیکن اس سے حرمت لغوہ ثابت ہو سکتی ہے جو کہ قسم کا قضا ہے تو جب ایک عاقل بالغ کے کلام کو صحت پر محمول کرنا ممکن ہے تو اس کلام کو صحت پر محمول کیا جائے گا اور اس سے قسم ملوٹی جائے گی اور اس کلام کو لغو نہیں قرار دیا جائے گا اور قسم توڑنے سے اس پر کفارہ لازم ہوگا اور قرآن مجید کی سورہ تحریم کی آیت ۱۰۲ سے مراد ثابت ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے اور صریح آیت کے مقابلہ میں آراء کا اخبار نہیں کیا جائے گا۔

(البیہ شرح اللہ ایہ ج ۲ ص ۳۴۰ ملخصاً: مطلوبہ دار الفکر ۳۴۰ ص ۳۴۰ فتح القدر ج ۵ ص ۸۵-۸۶ مطلوبہ دار الکتاب اعلیٰ بیروت ۱۴۱۵ھ)

یہودی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" اس میں مفتی بہ قول

اگر کوئی شخص اپنی یہودی سے کہے کہ "تو مجھ پر حرام ہے" تو اس کے حلف امام اعظم کا وہ سب بیان کرتے ہوئے علامہ حنفی حنفی لکھتے ہیں:

اگر اس نے اس قول سے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر تین طلاقیں کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی اور اگر دو طلاقیں کی نیت کی تو ایک طلاق ہوگی اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے اور اگر اس نے جھوٹ کی نیت کی تو یہ کام لغو ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا وہ سب ہے۔ (امداد القاری ج ۲ ص ۲۳۸ مسجع مع شرح التلوی ج ۲ ص ۳۰۰)

علامہ محمد بن علی بن محمد صفحی حنفی حنفی حنفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص نے اپنی یہودی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اگر اس نے تحریم کی نیت کی یا کوئی نیت نہیں کی تو یہ ایلاء ہے (ایلاء یہ ہے کہ ایک شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چارہ تک اپنی یہودی سے مقاربت نہیں کرے گا۔ اگر اس نے قسم پوری کی تو چارہ بچھد اس کی یہودی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر قسم توڑ دی تو اس کو کفارہ قسم دینا ہوگا سعیدی (غفرلہ) اور اگر اس نے کھمار کی نیت کی تو یہ کھمار ہے اور اگر اس نے جھوٹ کی نیت کی ہے تو یہ کلام لغو ہے۔ یہ ہم دیات ہے اور قضا یہ ایلاء ہے۔ (یعنی اس کے جھوٹ کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لیے یہ ایلاء پر محمول کیا جائے گا)

(در نکار علی رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۳ مطلوبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۳۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتاب الامان میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا ہر طلاق مجھ پر حرام ہے تو یہ قول کھانے پینے پر محمول ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ بغیر نیت کے اس کی بیوی پر طلاق پانچ پڑ جائے گی۔ ہدایہ میں مذکور ہے کہ عرف کی وجہ سے یہ قول کھانے پینے پر محمول ہے، مگر اس نے کھلایا یا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، اور بغیر نیت کے اس کا یہ قول اس کی بیوی کو شل نہیں ہو گا اور اگر وہ نیت کر لے تو پھر یہ ایلاء ہے۔ یہ جواب ظاہر الروایہ کے مطابق ہے۔ پھر مشل متاخرین کا مختار یہ ہے کہ بغیر نیت کے اس کی بیوی پر طلاق پانچ پڑ جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مکث میں جو مذکور ہے کہ اس نے عورت کے حرام ہونے کی نیت کی یا کوئی نیت نہیں کی تو یہ ایلاء ہے اور اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو یہ کفار ہے، اور اگر اس نے جموت کی نیت کی تو یہ کلام لغو ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس نے بالخصوص بیوی سے کلمہ ثبوت مجھ پر حرام ہے، اس کے برخلاف جب اس نے عام لفظ بولا مثلاً اللہ کا ہر طلاق مجھ پر حرام ہے تو یہ قول عرف کی بنا پر کھانے پینے کے ساتھ خاص ہے، اور یہ کلام بیوی کو اس وقت شل ہو گا جب وہ اس کلام سے بیوی کی نیت کرے، اور فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے کہ وہ عام لفظ بولے (مثلاً ہر طلاق مجھ پر حرام ہے) یا خاص لفظ بولے (مثلاً بیوی سے کلمہ ثبوت مجھ پر حرام ہے) ہر صورت میں اس کی بیوی پر طلاق پانچ پڑ جائے گی۔ (کیونکہ یہ یا عرف ہے، لوگ طلاق دینے کے لیے یہ کہتے ہیں) اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اس قول (ثبوت مجھ پر حرام ہے) میں دو عرف ہیں، ایک عرف اصلی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ قول ایلاء کے معنی میں قسم ہے اور دو سماع عرفیہ ہے اور وہ اس قول سے طلاق کا ارادہ ہے اور فتویٰ نے عرف پر ہے، کیونکہ ہر عقد کرنے والے اور قسم کھانے والے کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جاتا ہے، خواہ وہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہو۔ جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے کہ حکم اور معنی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ظاہر الروایہ پر فیصلہ کرے یا فتویٰ دے، اور عرف کو ترک کر دے، اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس قول کو طلاق پر محمول کیا جائے گا کیونکہ یہی عرف حادث اور معنی ہے۔ لہذا اس قول سے بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی، خواہ کلام عام ہو، مثلاً ہر طلاق مجھ پر حرام ہے، یا کلام خاص ہو مثلاً بیوی سے کہے کہ ثبوت مجھ پر حرام ہے اور یہ قسم نہیں ہے، نہ اس پر نفاذ ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۳، مجلس مدعوہ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ)

عالمگیری میں مذکور ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اس کلام سے بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اب اس کلام کا غالب استعمال ارادہ طلاق میں ہے۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ مطبعہ امیر کبریٰ بلاق مصر ۱۳۳۸ھ)

امام احمد رضا قادری کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵، ص ۵۹۷، مطبوعہ مکتبۃ دارالاشاعت، فیصل آباد، پاکستان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کے دیئے ہوئے حلال پاکیزہ رزق سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، جس پر تم ایمان رکھتے والے ہو۔ (المائدہ: ۸۸)

افضل یہ ہے کہ کبھی نفس کے جائز تقاضوں کو پورا کرے اور کبھی نہ کرے

ہر چند کہ اس آیت میں اللہ کے دیئے ہوئے حلال رزق سے کھانے کا ذکر ہے، لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے سہرا اندوز ہو۔ اس میں کھانے پینے کے علاوہ لباس، مکان، سواری اور ازدواج کی نعمتیں شامل ہیں اور بالخصوص کھانے پینے کی نعمتوں کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہ انسان کی اولین اور بنیادی ضرورت ہے۔ کھانے اور لباس میں لذائذ اور مرغوبت کے متعلق بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ ان کو ترک کرنا اور ان سے اعراض کرنا افضل ہے، تاکہ انسان نفسانی خواہشوں

کلام نہ بن جائے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جب اللہ نے انسان کو وحی دی تو اس کو توسع اختیار کرنا چاہیے۔ تفسیر کلمے، عمرہ لباس، خوبصورت مکان اور اعلیٰ درجہ کی سواروں سے متعلق ہونا چاہیے اور اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے اور حق دادوں کے حقوق کو ادا کرنا ہے۔ تاہم توسع کو اخلاقی زیادہ پسندیدہ ہے۔ کبھی خوبصورت نقیسی سے حظ حاصل کرے اور کبھی نفس کے خواہشوں کو پورا نہ کرے تاکہ کھڑی اور نماز کے دونوں مرتبوں کا جامع ہو جائے۔

نبی پیغمبر کو گھر میں جوں جوں اٹھادہ آپ کھاتے تھے۔ کبھی گوشت اور خشکی چیزوں کی طرح عمدہ اور لذیذ طعام تناول فرماتے اور کبھی بہت سادہ کھانا کھاتے۔ آپ نمک و زعفران کے تیل یا سرکہ کے ساتھ جو کچھ روٹی کھاتے تھے۔ کبھی آپ بھوکے رہتے اور پیٹ پر دو دو چکر کھاتے تھے اور کبھی سر ہو کر کھانا تناول فرماتے۔ فرض آپ کی سیرت طیبہ میں نمک و دست اور خوش حل اور فنی اور فقیر سب کے لیے نمونہ ہے۔ آپ طعام سے زیادہ مشروبات کا اہتمام کرتے تھے اور آپ کو لکھنؤ اور چٹا پائی بہت پسند تھا اور آپ ہر حل میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ خرچ کم کرتے تھے اور نہ فضول خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اہل تشیع کو ارشاد فرماتا ہے:

رَبُّهُ قَلْبُكَ وَمَا أَنَا إِلَّا لَكَ بِكَرْبٍ  
تَقَالُهَا (الطلاق: ۵)

صاحبِ حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور جو عجب دستِ بدو اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ ہر شخص کو اس کے مطابق ملن کرتا ہے جتنا اس کو دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہاری بے متحد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔ سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درسیانی قسم کا کھانا کھانا ہے جیسا تم اپنے گھروالوں کو کھاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قہور نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ اور توڑ دو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شر اور کفر نہ (الاحزاب: ۸۸)

### مناسبت اور شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۱۰۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اسے ایسا دیکھا تو ابن عباسؓ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے (الفتح: ۸) تو جن مسلمانوں نے اسے اپنے اوپر غور و خوض اور گوشت کو حرام کر لیا تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری ان قسموں کا کیا ہو گا جو ہم کھا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں فرمائے گا۔ (الفتح)

(جامع البيان 2، ص 18-19، مطبوعه دار الفكر، بيروت 1315هـ)

غلام یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے عورتیں، گوشت اور رات کی نیند ترک کرنے کی قسمیں کھائی تھیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ان پر کفارہ لازم کر دیا، یعنی وہ قسم توڑیں اور کفارہ لیا کریں۔

یکمین کانقوی اور اصطلاحی معنی

یہیمن کے ازروئے لغت تین معنی ہیں۔ (۱) قوت (۲) داہنہاۓ (۳) حم

یہی ہے معنی قوت اس آیت میں ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ (الحاقہ ۳۴۳۵)

اور اگر وہ (رسول) کوئی بھی بات ہم پر بنا کر اپنی طرف سے کہتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

یعنی کاہن یا ہاتھ بھی اس وجہ سے ہے کہ اس میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔ یحییٰ بن معنی دایاں ہاتھ اس آیت میں ہے: **وَأَشْكَرَ كَثْرًا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ فَكَلِمَةً** اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں سے ہو (تو اس سے کہا جائے گا) تم پر سلام ہو (تو) دائیں طرف والوں سے **لَتَكْفُرْنَ أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝ (الواقعة ۹۷)**

۴۔

یعنی کاہن یا اس قسم کے جیسا کہ ذریعہ بحث آیت میں ہے اور قسم پر یحییٰ کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے لیے حلف اٹھاتے تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ نیز احم کے ذریعہ سے قسم کھانے والا اپنے کام کو قوی اور موکلہ کرتا ہے۔

**قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت**

قسم کھانا مشروع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم کھائی ہے اور نبی ﷺ کو بھی قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کی یہ چند مثالیں ہیں:

روشن ستارے کی قسم: <b>أَجِبْ دُحُوبُ</b>	(النجم: ۱)
میں اس شرکی قسم فرماتا ہوں۔	<b>لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ</b>
سورج اور اس کی پٹکی کی قسم۔	(البلد: ۱)
چاند کی قسم اور رات کی قسم: <b>أَجِبْ دُحُوبُ</b>	(النجم: ۱)
دائے۔	<b>وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا</b>
	(الشمس: ۱)
	<b>وَالْقَمَرِ وَالْجَبَلِ إِذَا سَخَى</b>
	(الضحی: ۱۲)

اور نبی ﷺ کو ان آیات میں قسم کھانے کا حکم دیا ہے:

**وَيَسْتَفِيضُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قَوْلُ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقُّ مِمَّا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ (یونس: ۵۴)**

اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا واقعی وہ (دائمی عذاب) برحق ہے؟ آپ کہتے: ہاں! میرے رب کی قسم اور برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کر دے والے نہیں ہو۔

اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہتے: میرے رب عالم الغیب کی قسم اور ضرور تم پر آئے گی۔ کافروں نے اپنے غاصد کمان سے کہا وہ مرے گے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ کہتے: کیوں میں! میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

**وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِيكُمُ السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ (سبا: ۳)**  
**رَقِمَ الَّذِينَ كَفَرُوا كُفْرَهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَقَدْ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ (التعاہن: ۷)**

احادیث میں نبی ﷺ کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔ امام مسلم بن حجاج قسطنطینی حوالہ ۴۳۷ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے سواری طلب کی۔ آپ نے فرمایا: جس سواری کے لیے میرے پاس سواری نہیں ہے۔ یہ وہی قسم تھی کہ سواری نہیں کروں گا پھر رسول اللہ ﷺ نے جاری طرف چٹکھوڑے کو کہا: والے تین اونٹ بیچو۔ ہم نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری طلب کرنے گئے تھے تو

آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے ہم نے آپ کے پاس جا کر آپ کو اس قسم کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی چیز کی قسم کھائوں پھر اس کے غیر کو بہتر سمجھتا ہوں تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰/۱۲۳۴) صحیح البخاری: ۵۲۷۱، رقم الحدیث: ۳۲۸۵، ج ۷، رقم الحدیث: ۵۵۵۵، سنن نسائی: ج ۷، رقم الحدیث: ۸۷۰۳، سنن ابی داؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۵۳۳

جسوت کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز

فقہاء کے نزدیک ہر چند کہ قسم کھانا حلال ہے لیکن یہ کثرت قسم کھانا مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے کی مذمت کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُطِيعُوا كُفْلَ حَلَابٍ مِّنْهُنَّ (الفرقان: ۳۰)

اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے۔

لیکن اگر یہ افراد قسمیں نہ کھائی جائیں تو پھر قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بلا کراہت جائز ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قسم کھانا مطلقاً مکروہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَحْمِلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ

اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بھانہ نہ بناؤ۔

(البقرہ: ۲۲۳)

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ بہت قسم کھاتے تھے بعض اوقات ایک حدیث میں کئی قسمیں ہوتی ہیں۔

آپ نے غلبہ کوف میں فرمایا اے محمدی امت اللہ کی قسم اللہ سے زیادہ اس پر کوئی غیرت دار نہیں ہے کہ اس کا بندہ زندہ کسے یا اس کی ہمدی زندہ کرے اے امت محمدی اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم فساد اور روؤ زیادہ۔

(صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحدیث: ۱۰۳۳، مسند ابی داؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۵۰۶۳)

آپ نے ترک دنیا کرنے کا ارادہ کرنے والے صحابہ سے فرمایا سنو اللہ کی قسم ا میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور انظار بھی کرتا ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔

(صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحدیث: ۵۰۶۳)

آپ نے ابو طالب سے اس کے مرتے وقت فرمایا سنو اللہ کی قسم میں تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے تمہاری استغفار سے منع نہ کیا جائے صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۶۱۰

مکرر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا پھر فرمایا ان شاء اللہ۔

(سنن ابی داؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۸۵)

اس ایک حدیث میں نبی ﷺ نے تین بار قسم کھائی ہے۔

اور یہ افراد قسمیں کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں یہ خدشہ ہے کہ انہیں کسی جسوت پر اللہ کی قسم کھانے اور مبالغہ کرنے جو آیت پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں من کی دلیل نہیں ہے کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَا تَحْمِلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اَنْ تَعْرِضُوْا

اللہ کے نام کو اپنی ایسی قسموں کے لیے بھانہ نہ بناؤ جن سے

تَعْرِضُوْا تَصْلِيحُوْا بَيْنَ النَّاسِ (البقرہ: ۲۲۴)

متحد علی خد اخوتی اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے باز

رہا ہو۔

یعنی کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ نیکی نہیں کرے گا خدا کوئی نہیں کرے گا اور لوگوں کے درمیان صلح نہیں کرے گا پھر اور ایک کاموں سے یہ کہہ کر باز رہے کہ میں تو یہ کام نہ کرنے کی قسم کھا چکا ہوں سو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ نیکی کرے قسم توڑے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی چیز کی قسم کھائی پھر وہ اس چیز کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم، ایمان، ۱/۱۱۰، ۲/۶۵۰، ۳/۱۹۴)

### فی نفسہ قسموں کی اقسام

فی نفسہ قسموں کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب، مستحب، مباح، مکروہ اور حرام

واجب: اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔

حضرت سوید بن حفظہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ارادہ سے نکلے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے، ساتھیوں نے قسم کھانے میں باگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں باگواری محسوس کی تھی اور میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے حج کد مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

(سنن ابوداؤد، ۲/۲۸۱، رقم الحدیث: ۲۸۵۶، سنن ابن ماجہ، ۲/۲۸۱، رقم الحدیث: ۲۸۵۶، مطبع دالوالفکر،

مسند احمد، ۳/۴۷، مطبع قدیم)

مستحب: جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو، یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ کو زائل کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو، یا کسی شرک و کفر کا دفع کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو، تو ان صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے۔ اسی طرح کسی مہلت کے کرنے یا کسی نکلہ کے ترک کرنے پر قسم کھانا مستحب ہے۔

مباح: کسی مباح کام کے کرنے یا اس کو ترک کرنے پر قسم کھانا مباح ہے، جس خبر کے معلق ہونے کا یقین ہو، یا اس کے صدق کا ظہار عن ہو، اس پر قسم کھانا بھی مباح ہے۔

مکروہ: کسی مکروہ کام کے کرنے پر یا کسی مستحب کام کے ترک پر قسم کھانی جائز تو یہ قسم مکروہ ہے۔ روایت ہے کہ حضرت صلح جبریل، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تحت لگانے والوں میں شامل تھے، عداوت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلح کو خراج دیتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تحت سے برائت بیان کر دی تو حضرت ابو بکر نے قسم کھائی کہ وہ پہلے جو حضرت صلح کو خراج دے کر ان کی عداوت کرتے تھے وہ اب بند کر دیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا يَأْتِيَنَّكُمُ الْقُرْآنُ يَكُنْ قُرْآنًا مِّنْكُمْ وَيَكُنْ لَّكُمْ قُرْآنًا  
يَكُنْ لَّكُمْ قُرْآنًا مِّنْكُمْ وَيَكُنْ لَّكُمْ قُرْآنًا  
الْمُحْسِنِينَ غَيْرِ سَبِيلِ اللَّهِ وَلَقَدْ عَلِمُوا  
لِيُفْهَمُوا أَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ (الزُّمَر: ۱۲)

اور تم میں سے جو لوگ صاحب وسعت اور خوش حال ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور دوزگرد کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے۔

حدیث فرماتے والا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کا رخ کو ترک کرنے کی قسم کھانا پبندیہ اور مکروہ ہے۔

حرام: جموں قسم کھانا اور خلاف واقع قسم کھانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عُلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝  
أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ  
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (المجادلہ: ۳۳-۳۴)  
اور منافق جان بوجہ کہ بھرتی قسمیں کھاتے ہیں ۝ اللہ نے  
ان کے لیے عتذاب تیار کر رکھا ہے 'بے شک وہ (انجائیں)  
مست برا کام کرتے تھے۔

اسی طرح معصیت پر اور ترک واجب پر قسم کھانا حرام ہے۔ مثلاً کوئی شخص عیادت کا کام کرنے کے لیے قسم کھائے تو یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الْيَوْمَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ  
ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا تَصْلَحُ لَهُمْ فِئَ الْأَرْضِ وَلَا  
يَكُونُ لَهُمْ اللَّهُ وَلَا يَنْتَظِرُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
وَلَا يُرَبِّحُونَ لَهُمْ عَذَابُ اللَّهِ ۝  
بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض  
تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ  
نہیں اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا اور نہ  
ان کی طرف غور و محنت فرمائے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔  
(آل عمران: ۷۷) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات

جب حاکم کے سامنے اپنے حقوق پر قسم کھائی ہو تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنا حق ترک کر دیا  
جائے اور قسم نہ کھائی جائے اور یہ اولیٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے حق پر قسم کھانا جائز ہے۔ پہلی رائے کی تائید اس سے  
ہوتی ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا جو حضرت عثمان سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت  
عثمان کے پاس گولہ نہیں تھے اس لیے حضرت عمر نے حضرت مقداد پر قسم لازم کی۔ حضرت مقداد نے حضرت عثمان پر قسم لوہا  
دی۔ حضرت عثمان نے قسم کھانے کی بجائے ان کے قول کے مطابق رقم لے لی اور خود قسم نہیں کھائی۔ اور فرمایا میں نہیں چاہتا  
کہ مقداد پر کوئی معصیت آئے اور وہ کہے کہ یہ معصیت عثمان کی قسم کی وجہ سے آئی ہے۔ سو دونوں صحابہ نے قسم پر اپنا حق  
چھوڑنے کو ترجیح دی اور دوسرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محمد بن کعب القرظی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی  
میں کر سکتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں مصافحہ آپ نے فرمایا اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑنا اس ذات  
کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے ابے شک میرے ہاتھ میں مصافحہ اور عمر بن شہب نے کتاب فقہاء البصرہ میں اس ذات  
اپنی سند کے ساتھ طبعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابی راضی اللہ عنہما نے ایک بھجور کے درخت کے متعلق  
حضرت زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت ابی بن کعب کا اس درخت پر دعویٰ تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید  
نے کا تمام امیر المومنین سے قسم کو معاف کر دیا۔ حضرت عمر نے فرمایا امیر المومنین کو کیس معاف کیا جائے؟ اگر مجھے معلوم ہو کہ  
کسی چیز پر میرا حق ہے اور قسم کھانے سے مجھے وہ حق مل جائے گا تو میں ضرور قسم کھاؤں گا ورنہ میں قسم کو ترک کر دوں گا اور  
اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی مہلوت کا مستحق نہیں ہے یہ بھجور کا درخت میرا درخت ہے اور اس پر ابی کا کوئی حق نہیں ہے۔  
جب وہ دونوں عدالت سے نکلے تو حضرت عمر نے وہ درخت ابی کو بخش دیا۔ ان سے کہا کیا اے امیر المومنین! آپ نے قسم کھانے  
سے پہلے ابی کو درخت کیس نہیں دے دیا؟ حضرت عمر نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں نے قسم میں کھائی تو تو مجھ سے بعد  
اپنے حقوق پر قسم نہیں کھاؤں گے اور یہی طریقہ مقرر ہو جائے گا اور یہ حق پر جی قسم ہے تو جس طرح یہ قسم حاکم کے علاوہ

دوسروں کے سامنے کھانا جاتے ہیں، وہ حاکم کے سامنے بھی جاتے ہیں۔ (المعنی ج ۳ ص ۳۸۸-۳۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)  
قسم کھانے کا طریقہ

قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی کھائی جاتی ہے۔ مثلاً اس طرح قسم کھائے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا اس ذات کی قسم جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ نبی ﷺ اس طرح قسم کھاتے تھے اس ذات کی قسم جو میری جان جس کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً یہ ہیں اللہ الرحمن الرحیم خالق ہادی رزاق رب وغیرہ۔ ان اسماء کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے اور اللہ کی صفات میں ہیں اللہ کی عظمت اللہ کا جلال اللہ کی قدرت اللہ کا علم اللہ کا کلام وغیرہ۔ نبی ﷺ عوام قسم کھاتے تھے لا و مقبل القلوب "دلوں کے پچھنے والے کی قسم۔" (صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث: ۳۹۷۷) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۰۳ اگر کسی شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اس میں اگر وہ قسم کی نیت کرے گا تو قسم ہے "ورنہ نہیں۔"

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سواروں کی ایک جماعت میں اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو نہ اکر کے فرمایا: سوا اللہ تمہیں تمہارے تباہی کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ سو جس شخص نے قسم کھائی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے "ورنہ خاموش رہے۔"

(صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث: ۷۱۰۸ صحیح مسلم الامان ج ۳ ص ۱۶۳-۱۶۴ رقم الحدیث: ۳۱۷۷)

غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور حقیقی تعظیم اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا نیز جس کی قسم کھائی جائے اس کو گواہ بنایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ ہر وقت ہر چیز کو گواہ ہو۔ اس لیے اللہ کے سوا اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میں سو مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اس کو توڑ دوں تو یہ اس سے بڑھ کر ہے کہ میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کروں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قسم کھائی ہے مثلاً فرمایا والطور والطور (۱) پھاڑ طور کی قسم اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کا پابند نہیں ہے۔ وہ ملک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اس پر کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہے اور پھاڑ طور "دوست انجیر وغیرہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی فضیلت ظاہر کی ہے۔ نیز ایہ ظاہر کیا ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی ذات پر گواہ ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حکنی متوفی ۷۰۸ھ لکھتے ہیں:

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جہاں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے "اور علم فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے "اور ہمارے زمانہ میں فقہاء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور حدیث میں ممانعت اس پر محمول ہے جب اس قصد سے غیر اللہ کی قسم کھائے کہ اگر قسم پوری نہیں کی تو وہ حدیث ہو گا اور اس کا کفارہ ادا کرے گا "اور جب یہ قصد نہ ہو تو پھر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے جیسے کوئی کہے کہ تمہارے باپ کی قسم یا تمہاری زندگی کی قسم

(در مختار علی حاشیہ رد المحتار ج ۳ ص ۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۰ھ)



علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای حنفی متوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں چونکہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کرنے میں تسلسل برتتے ہیں اس لیے لوگ تاکید اور توثیق کے لیے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم طلاق کی قسم کھاؤ مثلاً اگر میں نے فلاں تہذیب کو فلاں کام نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق توثیق کے حصول کے لیے طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اس میں حرف قسم نہیں ہوتا اور کبھی حرف قسم کے ساتھ باپ یا زندگی کی قسم کھائی جاتی ہے اس لیے توثیق مطلوب نہیں ہوتی اور نہ اس میں قسم پوری نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ جس کی قسم کھائی جائے صرف اس کے ساتھ حلف اور محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور اگر طلب توثیق کے لیے حرف قسم کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائی جائے تو یہ بلا حلف کرنا ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کو تقسیم میں اللہ کے ساتھ مشابہ کرنا ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

### بیمین نفو کی تعریف

ازہری نے کہا ہے کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک معنی ہے ناکارہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے **الایسمعون فیہا لعلوا** الا **سلما** (۱۸ ص ۳۷) اور جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے۔ بجز سلام کے۔

علامہ ابو الحسین محمد بن علی شیرازی شافعی متوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلا قصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آجائیں یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھائے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی اور چیز نکل جائے تو یہ بیمن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمرؓ بن عباسؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قسم یا ادا اللہ کی قسم اور جو چیز زبان پر بلا قصد آجائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا جیسے سبقت لکھنے سے کلہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ (المذہب ج ۲ ص ۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

انسان کو گناہ ہو کہ جنتی طور پر فلاں واقعہ ہو اور وہ اس پر قسم کھائے اور در حقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ بیمن لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔ (بدایہ المجتہد ج ۲ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۷۴۰ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص اپنے گناہ کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گناہ کے مطابق نہ ہو تو یہ بیمن لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوبالکؓ، حضرت زرارہ بن ابوقریبہ رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے۔ حسن بصریؒ، نفعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام اوزاعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے۔ امام احمدؒ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

(المعنی ج ۹ ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص بائیں کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اس کے گناہ میں وہ واقعہ اسی طرح ہو اور در حقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ بیمن لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے حلف

قسم کھانے کے یہ زید ہے اور اس کا بھائی گن ہو اور دودھ حقیقت عموماً ہو تو یہ بھی یقیناً تو ہے۔

(حدایہ اولین، ص ۷۹، ۸۰، ۸۱، مطبوعہ مکتبہ شرکت ملیہ، ملتان)

### یقین منعقدہ کی تعریف

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یقین منعقدہ ہے۔ اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ (المائدہ ۸۹) اور جب اس قسم کو توڑے تو اس کا کفارہ دینا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔ سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھانا ہے۔ (الباقیہ ۸۸) اس قسم میں کفارہ بلاعتاق مقرر ہے، خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر، لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے، جیسا کہ ہم اس سے پہلے (صحیح مسلم، ایمان ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے، خواہ اس نے عداوت پر قسم توڑی ہو، یا بھول کر یا خطا سے، یا جبر سے کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عداوت یا کفر یا فرق نہیں کیا۔

(بدایۃ المجتہد، ج ۱، ص ۳۰۲، بدایۃ الصنائع، ج ۳، ص ۱۷)

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان، خطا یا جبر سے قسم توڑی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

(المذہب، ج ۲، ص ۲۸، المغنی، ج ۲، ص ۹۱)

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت سے خطا، نسیان، اور جبر سے سوا کفارہ لیا گیا ہے۔ (المسلم، ص ۹، رقم الحدیث ۸۳۶، مطبوعہ مکتبہ المعارف، ریاض ۱۴۱۵ھ)

### یقین غموس کی تعریف

ماضی یا مل کے کسی واقعہ پر عداوتی قسم کھائی جائے تو یہ یقین غموس ہے اور اس کے ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب مستحق ہو گا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے کیونکہ جھوٹ گنہ گہیرہ ہے اور گنہ گہیرہ پر توبہ لازم ہے۔ فقہاء احناف، فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا بھی مذہب یہ ہے۔

(بدایۃ الصنائع، ج ۳، ص ۱۵، الشرح الکبیر علی حاشیۃ حاشیۃ صوفی، ج ۲، ص ۱۸، المغنی، ج ۲، ص ۹۲)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تو کسی مسلمان شخص کے بل کو حاصل کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔

(صحیح مسلم، ایمان ۱۸، ۱۹، ۲۰، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۳۲۳، سنن ترمذی، رقم الحدیث ۲۵۰۵، صحیح ابن حبان، رقم

الحدیث ۵۸۷، مسند احمد، ج ۵، ص ۲۱۰، سنن کبریٰ، ج ۲، ص ۱۷)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کر لیا وہ اپنا نکاح دوزخ میں بنا لے گا۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۲۳۲، مسند احمد، ج ۳، ص ۳۶۳، ۳۶۴)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا گنہ گہیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، باپ کی

غافل کرنا فرمایا: یسین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شریک کرنا یسین غموس، ہم آپ کی غافل کرنا فرمایا: کسی کو قتل کرنا۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲، رقم الحديث: ۵۵۳۷، سنن ترمذی 'رقم الحديث: ۳۰۳۲، سنن نسائی 'رقم الحديث: ۳۰۳۲، صحیح ابن حبان 'رقم الحديث: ۵۵۳۷، سنن ابی داؤد 'ج' ۲، ص ۲۸۸)

امام شافعی کے نزدیک یسین غموس میں کفارہ واجب ہو تا ہے اور یسین غموس میں جھوٹ کا لفظ کفارہ سے ساتھ ہو جاتا ہے۔  
جیسے یسین منقذہ میں قسم توڑنے کا لفظ کفارہ سے ساتھ ہو تا ہے۔ (المذنب 'ج' ۲، ص ۳۸)  
کفارہ قسم کی مشروعیت

کفارہ کا لفظ کفر سے مشتق ہے، کفر کا معنی ہے سزا اور دھمکتا ہے۔ سو قسم توڑنے کی وجہ سے جس گنہگار تکلیف ہو تا ہے کفارہ اس گنہگار کو دھمکتا ہے۔ کفارہ کی مشروعیت سورہ نائدہ کی زیر تفسیر آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھانا ہے۔ جیسا کہ اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔ جب تم قسم کھانا (اور توڑو) اور اپنی قسموں کی مخالفت کرو (المائدہ: ۸۹) اور حسب ذیل حدیث سے بھی کفارہ کی مشروعیت ثابت ہے۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی، پھر وہ اس کے خلاف کرنے کو بہتر جانے، تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم 'ایمان' ۱۱، '۱' (۱۶۵۰) (۳۱۴۲)

کفارہ قسم کے احکام میں مذہب ائمہ

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ کفارہ قسم میں دس مسکینوں کو کھانا کھانا ہے، یا ان کو کپڑے پہنانا ہے اور یا غلام آزاد کرنا ہے۔ اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک کھانا کھانے سے مراد یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا پیش کر دیا جائے اور ان کو کھانے کی اجازت دی جائے۔ اس کو اصطلاح میں ایات کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کو اس کھانے کا مالک بنانا نہیں ہے۔ اور باقی فقہاء کے نزدیک اس طعام کا مالک بننا ضروری ہے۔ کھانے کی مقدار میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ہر مسکین کو ایک کلو گرام گندمی دی جائے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہر مسکین کو دو کلو گرام یا چار کلو گرام جو دیے جائیں یا ان کی قیمت دی جائے۔

اگر ایک مسکین کو دس روز صبح و شام کھانا کھلایا جائے یا دس دن تک ہر روز اس کو دو کلو گرام یا اس کی قیمت دی جائے تو یہ جائز ہے۔ لیکن اگر ایک مسکین کو ایک دن میں یا ایک وقت دس آدمیوں کا کھانا دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دس مسکینوں کی جگہ کو کھانا دے کا حکم دیا ہے، خواہ یہ ایک وقت یا دس دنوں میں اور یہ مقصود اس صورت میں حاصل نہیں ہو گا۔

جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے وہ مسلمان ہوں۔ فقہاء احناف کے نزدیک ذی کو بھی کھانا کھلایا جاسکتا ہے، اور باقی فقہاء کے نزدیک کافر کو قسم کا کفارہ کھانا کھانا جائز نہیں ہے۔

اگر کفارہ میں کپڑے دینے جائیں تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی ان کا مالک بننا ضروری ہے، بخلاف کھانا کھانے کے۔

کیونکہ اس سے تصور ہو کہ کو محتاج ہے اور وہ فقط کھانے کی اجازت سے بھی مٹ جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اتنا کھانا کھانا چاہیے جس سے عام بدن چھپ جائے اور امام احمد کے نزدیک جتنی مقدار سے نماز جائز ہو جائے اور امام مالک کے نزدیک جتنے کھانے سے تمام بدن چھپ جائے اور امام شافعی کے نزدیک کھانے کا اطلاق دو چادروں پر ہوتا ہے 'یہ مقدار ضروری ہے' ورنہ مومنوں کو قیص 'شولوار اور ٹوپی' دی جائے اور عورتوں کو قیص 'شولوار اور روپیہ'۔

اس دور میں غلامی کا رواج ختم ہو گیا ہے 'اس لیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام ضابطہ یہ ہے کہ ایسا غلام آزاد کیا جائے جو کامل الاعضاء ہو اور عیب دار نہ ہو۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ غلام عام ہے 'مومن ہو یا کافر' کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلق فرمایا ہے 'والتحریر برقة' (المائدہ ۸۸) اور اس کو کسی قید سے مستثنیٰ نہیں کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے 'کیونکہ کفار قتل خطائیں فرمایا ہے۔ فتحریر برقة مؤمنہ (احسان ۳۳) ائمہ ثلاثہ مطلق کو معتد پر محمول کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کا اصول یہ ہے کہ جب مطلق اور معتد دو الگ الگ احکام میں ذکر کیے جائیں تو مطلق کو معتد پر محمول نہیں کیا جاتا اور جس حکم میں کوئی چیز مطلق ذکر کی گئی ہے وہی اس کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا اور جہاں اس کو معتد ذکر کیا ہے وہی اس کی معتد پر عمل ہو گا۔

اس پر تشہد کا اتفاق ہے کہ اگر قسم توڑنے والا دس مہینوں کو کھانا کھائے یا ان کو کھانے پہناتے یا غلام آزاد کرے پر قہور نہ ہو 'تو وہ تین دن کے روزے رکھے گا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسلسل تین دن کے روزے رکھنا ضروری نہیں ہے 'لیکن اگر اس نے لگاتار تین دن کے روزے رکھے تو یہ مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلق فرمایا ہے 'فصيام ثلاثة ايام' (المائدہ ۸۸) اور امام اعظم امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک لگاتار تین روزے رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود کی قرأت میں ہے 'فصيام ثلاثة ايام' مستلزمات ہر چہا کہ یہ قرأت متواتر نہیں ہے 'لیکن یہ آیت خبر واحد اور آپ سے روایت کے درجہ میں ہے اور خبر واحد جت ہوئی ہے اور اس سے قرآن کے کسی حکم میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ جس طرح محمد اور وہ توڑنے کے کفارہ میں جو ساتھ روزے لگاتار رکھے جاتے ہیں 'ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ان کا لگاتار رکھنا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ سو اس طرح اس کا حکم ہے۔

(الکافی فی فہرست امام احمد 'ج ۳' ص ۴۵۵ 'الذہب' 'ج ۲' ص ۳۰۳ 'بدایہ المجتہد' 'ج ۲' ص ۷۷۷ 'رد المحتار' 'ج ۳' ص ۳۰۳ 'محیط' 'ج ۵' ص ۷۷۷)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ

لے ایمان دار! خراب اور جرا اور تیرن کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر

رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا

میں ناپاک ہی، شیطان کاموں سے ہیں سر تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ شیطان

يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ

موت یہ چاہتا ہے کہ خراب اور جرنے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کرے اور تم

وَالْمَيْسِرَ وَيُحْذَرُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ

اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے ، تو کیا تم باز آنے

مَنْتَهُونَ ﴿۹۱﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ

داسے ہو ۰ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور محتاط رہو ، پھر اگر تم نے

تَوَكَّلْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى

حکم مڑنے کی وجہ سے کہ تمہارے رسول پر تو حمت احکام کو صاف طور سے پہنچا دیتا ہے ۰ ایمان والے اور

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا

بیک عمل کرنے والے جو بچہ (بچے) کھائی بچے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ

وَأَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَمْنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاحْسِنُوا

سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور نیک عمل کرتے رہے ، پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدتر ایمان پر قائم رہے پھر ان

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۳﴾

سے ڈرتے رہے اور بچے کا کہتے رہے اور اللہ بچے کا کہنے والوں کو پسند کرتا ہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بھول کے پاس نصب شدہ حجر اور قال کے تیر محل ہماک ہیں شیطان کاٹوں سے ہیں سو تم ان سے احتیاط کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور جسیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ (المائدہ: ۹۰-۹۱)

مشکل الفاظ کے معانی

حجر: انگور کا کچا شیرہ جو چڑے چڑے کر کھدکھادار ہو جائے اور بھگا چھوڑ دے تو وہ نشہ آور ہو جاتا ہے اس کو حجر کہتے ہیں۔ حجر کا معنی ہے ڈھانچا اور نشہ انسان کی عقل کو ڈھانچ لیتا ہے۔

میسر: ہر وہ عقد جس کی رو سے ہارنے والا جیتنے والے کو ایک مہین اور پہلے سے طے شدہ رقم ادا کرے اس کو میسر کہتے ہیں۔ میسر برسر سے بتا ہے اور جوئے کے ذریعے جیتنے والے فرق کو ہارنے والے فرق کی رقم آسانی سے مل جاتی ہے۔ اس لیے اس کو میسر کہتے ہیں۔

انعام: تمہارے کی خدمت کی چکی پکی گلزیاں ان سے نشہ حالیت میں قسمت کا مال اور شگون معلوم کرتے تھے اور نقل نکالتے تھے۔

انصاب: جس کے پاس نصب شدہ پتھر جن کی عبادت کی جاتی تھی اور بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان پر جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ (المطہرات ج ۲ ص ۳۸)

رجس: جو چیز صلیبا معاندی اور ناپاک ہو، انسان کی طبیعت اس سے گمن کھائے یا عقل اس کو برا جانے یا شریعت نے اس کو نیک قرار دیا ہو۔

### شراب کی تحریم کے متعلق احادیث

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قیس بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ آئے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوا کھیتے تھے۔ مسلمانوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہئے کہ اس میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے (واقعی) فائدہ ہے ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدوں سے زیادہ بڑا ہے۔ (البقرہ: ۲۱۹) تو لوگوں نے کہا اس میں ہمارے لیے رخصت ہے، ہم شراب پئیں گے اور جوا کھیں گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں گے، حتیٰ کہ ایک شخص نے سورۃ کافرون کی پہلی آیت اس طرح پڑھی "قل یا ایہا الکفارون اعبدوا ما نعبدون۔ آپ کہئے کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ان کو چاہئیں چلا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! تم نماز کے قریب مت جاؤ اور آتماہیکہ تم نشہ میں ہو۔ (البقرہ: ۲۳) پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے اور جب نماز کا وقت آتا تو شراب پیتا چھوڑ دیتے اور اس وقت نماز پڑھتے جب انہیں علم ہو تا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں وہ اسی معمول پر برقرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قل کے تیر حص ناپاک ہیں..... کیا تم باز آنے والے ہو، تو مسلمانوں نے کہا اے رب! ہم باز آگئے۔

(جامع البیان ج ۷ ص ۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری وجہ سے کئی آیات نازل ہوئی ہیں، ایک (ایمان: ۱۵) ہے۔ دوسری (انصاب: ۱) ہے۔ (حضرت سعد نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور ایک یہ آیت ہے اس کی تفصیل یہ ہے) میں مساجیرین اور انصار کی ایک جماعت کے پاس گیا انہوں نے کہا چلو ہم جہیں کچھ کھائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، میں ان کے ساتھ جاں میں گیا۔ وہ ان کے پاس ایک اونٹ کا بھنسا ہوا سرقہ اور ایک مشک میں شراب تھی۔ میں نے اس میں سے کھلایا اور شراب پی، پھر ان کے درمیان مساجیرین اور انصار کا ذکر چمک گیا۔ میں نے کہا مساجیرین انصار سے زیادہ اچھے ہیں، ایک شخص نے اونٹ کے بڑے کی ہڈی میری ناک پر ماری جس سے میری ناک زخمی ہو گئی، میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ تب اللہ عزوجل نے میری وجہ سے شراب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور قل کے تیر حص ناپاک ہیں۔ (البقرہ: ۲۱۹)

(صحیح مسلم، فضائل الصحابہ، ۳۳، ۳۸، ۱۶۱۲) مسند احمد ج ۱، رقم الحدیث: ۱۵۶۷۷، سنن کبریٰ للبخاری ج ۸ ص ۲۸۵)

امام محمد بن جعفر بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مجلس شراب میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے اس وقت شراب حلال تھی۔ اچانک میں انصار اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام پیش کیا اس وقت شراب کی تحریم کے متعلق یہ

آیت نازل ہوئی اسے ایمان والو! شراب اور جو اور بتوں کے پاس نصب شدہ چچر اور قاتل کے تہہ مخض لپٹک ہیں۔ (المائدہ: ۹۰) اور اس کے آخر میں تمہ کیا تم باز آنے والے ہو؟ میں اپنے اصحاب کے پاس گیا اور ان پر یہ دو آیتیں پڑھیں۔ بعض کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا جس سے انہوں نے شراب پلٹی تھی اور بعض کی شراب برتن میں تھی انہوں نے گلاس سے شراب اذیل دی اور برتن کی شراب بہا دی اور کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔ اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔ (جمع

نیز خمر کا نشہ طامرۃ العسل سے ہے اور یہ وجہ اشتغال ہر نشہ آور چیز میں پائی جاتی ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انگوڑے نشہ آور شہہ کو خر کھتے ہیں۔ اسی بنا پر خمر کا اشتغال صرف اس معنی میں مشروب ہے۔ نیز خمر کی حرمت قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت غلطی ہے۔ اور ان کی حرمت کے دلائل بھی غلط ہیں اور باقی نشہ آور مشروبات کو جو خمر کہا جاتا ہے وہ طامرۃ العسل کی وجہ سے نہیں کہا جاتا بلکہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا انشہ بھی خمر کی طرح نکلا ہوتا ہے (یعنی یہ اطلاق بطور مجاز و استعارہ ہے) نیز اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خمر کا نشہ طامرۃ العسل سے مشتق ہے تب بھی یہ وجہ اشتغال اس بات کے معنی نہیں ہے کہ خمر انگوڑے کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ خمر کا نشہ نجوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی نمودار ہے اس کے باوجود نجوم کا نشہ شراب کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ظاہر چیز کو خمر نہیں کہا جاتا۔ ائمہ ثلاثہ نے جو پہلی حدیث پیش کی ہے (ہر نشہ آور چیز خمر ہے) اس کو بخین بن مسلم نے معنون قرار دیا ہے۔ (بخین بن مسلم نے کہا ہے حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور بخین بن مسلم امام حنفیہ اور نشہ ہیں) حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے کہا جس حدیث کو بخین بن مسلم نے نہ پہچانتے ہوں وہ حدیث نہیں ہے۔ (حنبل) اور دوسری حدیث (فخران و درختوں سے بنی جاتی ہے) اس سے رسول اللہ ﷺ کا منشاء کجیوری شراب کا حکم بیان کرنا ظاہر ہو گیا۔ یہاں منصب رسالت کے لائق ہے۔ (یعنی جب کجیوری شراب کی مقدار کثیر نشہ آور ہو تو وہ بھی خمر کی طرح ہے اور حرام ہے) اور اس سے حد لازم آتی ہے۔ (حنبل) (ابو ایہ الخیرین ص ۳۸۳) مطبوعہ شرکت طبعہ لبنان) خمر کا بعیضہ حرام ہونا اور غیر خمر کا مقدار نشہ میں حرام ہونا

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقاً حرام ہے خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خمر تو مطلقاً حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں اس مقدار میں حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس اور نہ کفار کا استعمال ان احادیث سے ہے:

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل شیعہ نقلی متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو بعیضہ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔

(سنن الترمذی ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۹۹-۵۷۹۸-۵۷۹۷-۵۷۹۶ سنن کبریٰ ج ۸، ص ۲۹۷ کتاب الاطعمہ لابو یوسف ص ۲۲۸) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵، ص ۸، سنن دار قطنی ج ۳، رقم الحدیث: ۳۷۸۱، التلمیذ ابوسعید الخدری ج ۱۰، رقم الحدیث: ۱۰۸۳۰-۱۰۸۳۱-۱۰۸۳۲ ج ۲، رقم الحدیث: ۵۳۸۸-۵۳۸۷-۵۳۸۶ جمع بخروانہ ج ۵، ص ۱۵۳)

جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو اس میں پانی ملا کر پینے کا جواز

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے جائز ہونے پر فقہاء ائمہ نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب نبیؐ میں شدت اور حدت ہو اور وہ اس شدت کی بنا پر نشہ آور ہو اس تیزی میں پانی ملا کر اس کی شدت کو کم کر کے اور اس کی حدت کو کم کر دیا جائز ہے اور یہ عمل خود رسول اللہ ﷺ اور یہ کثرت صحابہ اور فقہاء ائمہین سے ثابت ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا میں مدہوش اعرابی لایا گیا حضرت عمرؓ نے اس سے عذر طلب کیا۔ جب وہ اپنی مدہوشی کی وجہ سے کچھ نہ بتا سکا تو آپ نے فرمایا اس کو ہانڈ دو جب اس کو ہوش آجائے تو اس کو کوڑے لگا دو پھر حضرت عمرؓ نے اس اعرابی کے منکیرہ میں پئے ہوئے مشروب کو منگوا لیا پھر آپ نے اس کو چکھتا ہوا دیکھا تو تیز اور



مختلج نیز تھا آپ نے پانی منگو کر اس کی شدت اور حدت کو توڑا پھر آپ نے اس کو پیا اور اپنے ساتھیوں کو پلایا پھر آپ نے فرمایا جب اس کی تیزی اور نشہ تم پر غالب آجائے تو اس کو پانی سے توڑ لیا کرو۔ امام محمد فرماتے ہیں ہمارا اس پر عمل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

(کتاب الامارہ امام محمد ص ۱۸۳-۱۸۲ کتاب الامارہ امام ابو یوسف ص ۲۲۶ مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۲۴)  
امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ صنفی متوفی ۱۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کبیل پر آئے اور فرمایا مجھے اس سے پانی پلاؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم آپ کو وہ چیز نہ پلائیں جس کو ہم اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو وہ چیز پلاؤ جس کو لوگ پیتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک پیالہ لے کر آئے آپ نے اس کو چمکا پھر پیتے پر حکم ڈال کر فرمایا پانی لاؤ پھر آپ نے اس میں پانی پلایا پھر دو تین بار فرمایا اور زیادہ پلاؤ اور فرمایا جب تم کو (نیزہ) تیز لگے تو اس میں طس کیا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۳۰-۱۳۹ مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۲۶ سنن کبریٰ للبخاری ج ۸ ص ۳۰۰-۳۰۵-۳۰۴)  
حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی ﷺ کبیل کے گرد طواف کر رہے تھے آپ کو پیاس لگی اور آپ نے پانی مانگا آپ کے پاس ایک برتن سے نیزہ لایا گیا آپ نے اس کو سونکا اور پھر پیتے پر حکم ڈال کر فرمایا میرے پاس زمر کا ڈول لاؤ پھر آپ نے اس میں پانی ملا کر اس کو پیا لیا ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۳۰ سنن کبریٰ ج ۸ ص ۳۰۳ سنن نسائی ج ۸ رقم الحدیث ۱۵۷۸۰)  
جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

میں لاکھ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا خمر کو بینہ حرام کیا گیا ہے، خود قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مشروب کا وہ آخری گھونٹ حرام ہے جس سے نشہ پیدا ہو، اور خمر بینہ حرام ہے۔ خواہ قلیل ہو یا کثیر اور مثلث اور کشش اور چھوڑوں کے یکے ہوئے پانی (یعنی نیزہ) میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے۔ اس کی قلیل مقدار حلال ہے اور جس گھونٹ کے بعد نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے، اور وہ کثیر مقدار کا آخری گھونٹ ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جو پیالہ نشہ آور ہو، صرف وہ حرام ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا اس کی مثل کپڑے میں خون کی طرح ہے۔ اگر کپڑے میں قلیل خون ہو تو اس کے ساتھ نماز ہاتھ ہے، اور اس کی مثل نقد کی طرح ہے اگر انسان اپنی کٹلی سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو ہاتھ ہے اور اگر خرچ میں اسراف کرے (یعنی ہاتھ پر خرچ کرے) تو یہ ہاتھ ہے۔ اسی طرح نیزہ ہے اگر اس کو کھانے کے بعد یا کوئی خرچ نہیں ہے، اور اگر اس کو بہ قدر نشہ یا تو ہاتھ ہے۔ کیونکہ یہ اسراف ہے اس لیے جب نیزہ پیتے ہوئے نشہ ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دے۔ دیکھئے مثلاً درودہ حلال ہے، لیکن اگر کسی شخص کو زیادہ درودہ پیتے سے نشہ ہونے لگے تو وہ زیادتی ہاتھ ہوگی، اور اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حرمت کا دار نشہ لانے والے جڑ پر ہے۔ البتہ اگر مطلقاً حرام ہے نیزہ خرچ کو توڑی مقدار میں چنا زیادہ پینے کا محرک ہو تا ہے اس لیے اس کی توڑی مقدار بھی حرام ہے اس کے برخلاف مثلث (انگور کا شیرہ) جب جو ش دے کر پکایا جائے اس کا وہ قلیل اڑ جائے اور ایک مثالی پانی رہ جائے تو اگر وہ شیریں ہو تو سب کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے اور جب وہ خوش دینے سے گاڑھا ہو جائے اور نشہ آور نہ ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو

یوسف کے نزدیک اس کا پناہ حاصل ہے اور امام محمد کے نزدیک اس کا پناہ جائز نہیں اس کو مشتبہ کہتے ہیں۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۸) اس کی قلیل مقدار کثیر کی حرکت نہیں ہوتی بلکہ اس کی قلیل مقدار کھلنے کو ہضم کرتی ہے اور حرارت کرنے کی قوت دیتی ہے اور اس کی کثیر مقدار سر میں درد پیدا کرتی ہے۔ کیا یہ مشابہہ نہیں ہے کہ جو لوگ نشہ آور مشروبات کو پیتے ہیں وہ مشتبہ میں بالکل رخصت نہیں کرتے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۳۸، ۲۳۹ مطبوعہ داراللمعہ بیروت ۱۳۸۸ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نشہ آور چیز کی قلیل مقدار حرام نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو حرام کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ خمر اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور بغض اور عدولت پیدا کرتی ہے اور نشہ آور مشروبات کو قلیل مقدار میں پینے سے یہ اوصاف پیدا نہیں ہوتے اور اگر ہم عام نصاب آیت کا لحاظ کریں تو قلیل مقدار میں بھی خمر حرام نہیں ہونی چاہیے لیکن ہم نے خمر کی قلیل مقدار میں اس قیاس کو چھوڑ دیا کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ البتہ خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات میں ظاہر آیت کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان کی قلیل مقدار اللہ کے ذکر سے روکتی ہے نہ نماز سے اور نہ بغض و عدولت پیدا کرتی ہے۔ (امنیات ج ۵ ص ۳۳۳ مطبوعہ داراللمعہ بیروت ۱۳۸۸ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی حنفی حنفی ۵۲ھ لکھتے ہیں:

خمر کے علاوہ دیگر مشروبات جو کثیر مقدار میں نشہ آور ہوں اور قلیل مقدار میں نشہ آور نہ ہوں تو اگر ان کی قلیل مقدار پینے سے کھلنے کو ہضم کرنے کا ارادہ کیا جائے اور قیام میل پر قوت حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے یا دن میں روزہ رکھنے پر قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے یا اہل اسلام سے قتال کی قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے یا مرض کو دور کرنے اور دوا کے قصد سے ان کو پیا جائے تو یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں۔ خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر اور چونکہ اب فلو عام ہو گیا ہے اور لوگ بیش و طرب اور لود و لعب کے لیے عین مشروبات کو پیتے ہیں اس لیے متاخرین نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۲۹۳، ۲۹۴ ملاحظہ فرمادیں احوال و اقوال العربیہ بیروت ۱۳۸۰ھ)

انگریزی دواؤں اور رفو کم کا شرعی حکم

مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آج کل کی غیر خمر موجد شرابیں پیتا ہے تو یہ ائمہ ثلاثہ اور امام محمد کے قول کے مطابق حرام ہے خواہ قلیل مقدار میں پئے یا کثیر مقدار میں اور اصلیت صحیحہ کا بھی یہی تقاضا ہے لیکن اگر اسپرٹ یا الکوحل کی نہایت قلیل مقدار ملائے دواؤں میں شامل ہو یا پھر لہو میں شامل ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے فتویٰ کے مطابق ان کو بواہر پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ ان دواؤں کے استعمال سے یہ قول صلیق نہیں آئے گا کہ وہ شخص نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کو پیا رہا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ شخص ایک عجیبہ دوا پیا رہا ہے جس میں ایک یا دو قطرے الکوحل کے شامل ہیں اور جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ خمرینہ حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے اور جس طرح اصلیت سے ثابت ہے کہ تیز اور تلخ مشروبات میں پانی ملا دیا جائے تو وہ حلال ہے سو اگر الکوحل یا بھروسہ تیز اور تلخ بھی ہو تو دوسری دوائیں اور کیمیکلز لٹنے کے بعد اس کی تیزی اور تلخی جاتی رہتی ہے اور جس طرح علامہ مینی نے کہا ہے کہ خمر کے حرام ہونے کی علت اس کا نازا اور اللہ کے ذکر سے روکنا ہے اور مسلمانوں میں بغض اور عدولت کا پیدا کرنا ہے اور دوا کی ایک خوراک جو ایک یا دو قطرے ہوتی ہے اور اس میں جو نہایت قلیل مقدار میں الکوحل ہوتی ہے وہ الکوحل نہ تو خمر ہے نہ نماز اور نہ

لغہ کے ذکر سے روکتی ہے اور نہ بغض اور عدوت پیدا کرتی ہے۔ سو ان دلائل کے اعتبار سے دو اداؤں میں جو اہمیت قلیل مقدار میں الگو مل جاتی ہے وہ حرام نہیں ہے اور یہ مانع وہ انہیں حلال ہیں اور کسی بیماری کے علاج کے لیے یا طاقت حاصل کرنے کے لیے ان دو اداؤں کو پڑنا جائز اور حلال ہے۔ اسی طرح ہر قوم میں جو سپرٹ اور الگو مل جاتی ہے وہ بھی ان دلائل کے اعتبار سے جائز اور پاک ہے۔

مفتی محمد عطاء اللہ دہلوی متوفی ۸۶ھ انگریزی دو اداؤں کے حلقہ لکھتے ہیں:

(۱) اگر اسپرٹ غم سے تیار ہوتی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو یہ مطلقاً حرام ہے اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں مگر وقت اضطرار کو وہ بغض "الاما اضطرار سم الیہ" اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ پس اس کی بیخ و براء بھی جائز نہیں اور اس کا بذریعہ پیچھے کے مقرر کردہ اس کی حرمت کو زائل نہیں کرتا۔ ہر شرف میں ہے: "والتاسع ان الطبع لا یؤثر فیہا لانه للمنع من ثبوت الحرمة لا لرفعہا بعد ثبوتہا۔" اسنہی "لیکن ہم نے جہاں تک ڈاکٹروں کی ذہنی تائیدی معلوم ہو کہ یہ اس شراب سے نہیں بنتی جاتی جس کو شرما خمر کہا جاتا ہے بلکہ یہ ایسی شراب کا جو ہرے جو گئے وغیرہ سے بنتی گئی ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو اس کا استعمال بمرض صحیح (اس مقدار میں جو مسکر نہیں ہے) حرام نہیں اور اس کی بیخ و براء بھی جائز ہے۔" یہی حکم اس قدر پر ہے جب کہ بڑی یا معصوم یا قلعہ زیب و حرے بنتی گئی ہو اس لیے کہ اس میں جوش دے دیا گیا ہے۔ لہذا علماء کے نزدیک اس کا قلیل مطلقاً حرام نہیں۔ کما صرححت من قبل اور اگر اس میں شک ہے کہ یہ شراب سے بنتی گئی ہے یا نہیں یا یہ تو معلوم ہے کہ یہ شراب سے بنی ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ کون سی شراب سے بنی ہے تب بھی یہی حکم ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو اور وہ اپنی درمیں حرکت محسوس کرے اور اس کو یہ اشکل ہو کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں تو غلط تو وہ اس وقت تک نماز نہ توڑے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بدو نہ محسوس کرے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور اصل اشیاء میں طہارت اور طہارت ہے۔

(۲) جن صورتوں میں اس کی بیخ جائز ہے ان ہی صورتوں میں اس کی خرید بھی جائز ہے۔ فقہ۔

(۳) اگر اسپرٹ علاوہ غم کے کسی دوسری شراب سے بنتی گئی جیسا کہ بعض ڈاکٹروں کا بیان ہے تو اس کی خرید و فروخت جائز لیکن مکروہ ہے۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ فیہ غم کی بیخ ہر چند کہ صحیح ہے لیکن مکروہ ہے جیسا کہ غلیہ میں مذکور ہے۔ پس اس کا ترک اولیٰ ہے۔ فقہ۔

(۴) جب ادویہ میں اسپرٹ شامل ہے تو جو حکم اسپرٹ کا ہے وہی ان ادویات کا بھی ہے۔ پس اگر اسپرٹ یقیناً غم سے تیار ہوئی ہے تو دیکھا جائے کہ اس سے شفا کا صرف اشکل ہی ہے یا عن غلبہ اگر صرف اشکل ہے تو جائز نہیں اور اگر عن غلبہ ہے تو اگر دوسری جائز دوا اس مرض کے لیے پائی جاتی ہے تب بھی ناجائز ہے ورنہ اختلاف ہے۔ درمختار میں ہے:

حرام دوا کے ساتھ علاج میں اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ممنوع ہے جیسا کہ الجراح الرافعی کی کتاب الرضا میں مذکور ہے۔ لیکن معصوم نے وہاں اور یعلیٰ الملوکی سے نقل کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جب حرام دوا سے شفا کا یقین ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو تو اس کے ساتھ علاج کی رخصت دی جائے گی جیسا کہ پیاسے کو خمر (شراب) پینے کی رخصت دی جاتی ہے۔

ہیں اس صورت میں اگر اس کا بطور دو استعمال کیا جائے تو گنجائش ہے لیکن لوثی بھی ہے کہ اس سے بچا جائے اور اگر اس کی ساخت بطریق تغیر سوائے شراب کے دوسری اشیا سے ہے تب بھی بہتر تو یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس چیز میں شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرنا جس میں شک نہ ہو لیکن اگر زیادہ ضرورت دیکھی جائے تو اس کے استعمال میں بھی گنجائش ہے۔ لہذا اختلاف ولعموم البلوی چنانچہ علامہ شامی نے انکام الملوٰن کے بارے میں فرمایا:

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز نشہ آور ہو اس کی کثیر مقدار کو استعمال کرنا تو مطلقاً حرام ہے اور قلیل مقدار اگر پہلے طور و سبب ہو تب بھی حرام ہے اور اگر علاج کے لیے ہو تو پھر حرام نہیں ہے۔  
لیکن یہ حکم جب ہے کہ قلیل استعمال کیا جائے اور نہ قدر مکر بجز اضطراب کے بطور دوا بھی جائز نہیں۔ کما قالہ العلماء والشافعی مطلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(ازروحمہ مقراۃ غفرلہ والوالدیہ امام مسجد فتح پوری دہلی)

نوٹ: مفتی مظہر اللہ دہلوی نے حدیث اور فقہ کی صرف عربی عبارت ذکر کی تھیں ہم نے ان عبارت کا اردو ترجمہ ذکر کیا ہے۔  
سیدی غفرلہ (الذی منیٰ) ص ۲۹۰-۲۸۹ مطبوعہ مدینہ و بیٹنگ کمپنی کراچی  
شراب نوشی پر وعید کی احادیث

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل شیعہ اشعری متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت زانیہ نکرتا ہے وہ سو من نہیں ہوتا اور جس وقت شراب پینے والا نکلے (شراب) پیتا ہے وہ سو من نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے وہ سو من نہیں ہوتا اور جس وقت ظالم لوگوں کے سامنے لوث مارتا ہے وہ سو من نہیں ہوتا۔

(سنن ابی حنیفہ ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۷۵، صحیح ابی یوسف ج ۲، رقم الحدیث: ۷۳۷۵، صحیح مسلم الملائم ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۷۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص نشہ کرے تو اس کو کوڑے مارو پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو اور جو شخص بار فرمایا اس کی گردن اتراؤ۔

(سنن ابی حنیفہ ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۷۵، سنن ابی یوسف ج ۲، رقم الحدیث: ۷۳۷۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۷۷۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۳۶)

عروہ بن رویم بیان کرتے ہیں کہ ابن الدہلی سوار ہو کر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی تلاش میں گئے جب ابن کے پاس پہنچے تو کہا اے عبداللہ بن عمرو کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خمر (انگور کی شراب) کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص میری امت میں سے خمر پئے گا اللہ اس کی چالیس دن کی نازیں قبول نہیں فرمائے گا (سنن ابی حنیفہ ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۷۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۷۷۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۳۶)

حضرت عیسیٰ بن یونس نے فرمایا عترت سے اعتنا نہ کرو یہ تمام گناہوں کی اصل ہے تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص عبارت گزار تھا اس پر ایک بدکار عورت فریفتہ ہو گئی اس نے اپنی باندی بھیج کر اس کو گولہاں کے بھانے سے بلایا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو دروازہ بند کر دیا اس نے دیکھا وہاں ایک حسین عورت ہے ایک غلام ہے اور ایک شراب کار تھ ہے۔ اس عورت نے کہا اے اکی قسم میں نے تم کو کوہی کے لیے نہیں بلایا لیکن میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ تم میری خواہش نفس پوری کرو۔ یا

اس شراب سے ایک پیالہ پیا اس غلام کو قتل کر دو۔ اس عابد نے کہا مجھے اس شراب سے ایک پیالہ پلا دو، اس نے اس کو ایک پیالہ شراب پلائی، اس نے کہا اور پیالہ پھر اس نے اس عورت سے بدکاری کی اور اس غلام کو قتل بھی کر دیا۔ سو تم خمر سے اجتناب کرو کیونکہ خدا کی قسم ادا خدا شراب نوشی کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہتا۔ سنن ابی داؤد ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۸۶

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے خمر کو پیا، چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی، پھر اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، پھر اگر دوبارہ شراب پئے تو اللہ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں کرتا، پھر اگر توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، پھر اگر وہ شراب پئے تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کو دوبارہ جہنم کی پسیپ پلائے۔

(سنن ابی داؤد ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۸۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۷۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں شراب پی، پھر اس سے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں شراب (طہور) سے محروم رہے گا۔

(سنن ابی داؤد ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۸۷، مسیح ابی داؤد ج ۵، رقم الحدیث: ۵۵۷۷، مسیح مسلم ج ۱، رقم الحدیث: ۵۶۰۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: احسن جنانے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا، نہ اس باپ کا نافرین اور نہ داعی شراب نوش۔ (سنن ابی داؤد ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۸۸)

خمر کی حد کا بیان

خرینے والے پر حد لگائی جائے گی، خورادہ ایک قطرہ خرینے اور خورادہ اس کو نشہ نہ ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص خرینے اس کو کوڑے مارو، اگر دوبارہ پئے تو پھر کوڑے مارو، اگر سہ بارہ پئے تو پھر کوڑے مارو، اور اگر چہ چھی بار خرینے تو اس کو قتل کر دو۔ (ترمذی و ابوداؤد) البتہ قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور کوڑے مارنے کا حکم باقی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کا خون صرف تین وجہ سے جائز ہے۔ قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے یا شادی شدہ زانی کو زہم کیا جائے یا جو شخص مرتد ہو کر دین بدل لے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔ (مسلم) اور جو شخص خمر کے علاوہ اور کوئی نشہ آور شروب پئے تو اس پر اس وقت حد واجب ہے جب اس کو نشہ ہو جائے اور خمر کی حد اجتماع صحابہ سے اسی کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ نیز شراب کے نشہ میں انسان پاک و امین مسلمان کو تحت لگا دیتا ہے اور تحت لگانے کی سزا قرآن مجید نے اسی کوڑے مقرر کی ہے۔

بھنگ اور افیون کا شرعی حکم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متقی ج ۵، صفحہ ۵۵۷ لکھتے ہیں:

البحر الرائق کی کتاب الطلاق میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مودعہ کے قصد سے بھنگ پئے یا افیون کھائے اور اس کی عقل برباد ہو جائے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ یہ معصیت ہے، اور اگر اس نے علاج کی فرض سے بھنگ پی یا افیون کھائی تھی تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اب اس کا کھانا اور پینا معصیت نہیں ہے۔ فقہ اللہ پر میں بھی اسی طرح تذکرہ ہے۔ اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ بغیر فرض علاج کے بھنگ پینا یا افیون کھانا حرام ہے۔ اور بزاز میں لکھا ہے کہ اس علت سے معلوم ہوا کہ علاج کی فرض سے بھنگ اور افیون کا استعمال جائز ہے۔ التمرافق فی شئ بھی اس تفصیل کو لکھتے ہیں کہ بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ارد اللہ ج ۵، ص ۲۵۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)



منہائے فرمایا آپس میں شرط لگانا جو ہے 'نہایت جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا بعد میں اس کی تحریم ہٹا دی ہوگی' جب سورۃ دوم ہٹا دی ہوئی تو حضرت ابو بکر نے روئیں کے امیرینوں سے غالب ہونے پر مشرکین سے شرط لگائی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: شرط میں زیادتی کرو اور مدت پچاسوا دو پھر بعد میں اس سے منع فرمادیا اور جوئے کی حرمت ہٹا دی ہوگی۔ اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ شتر سواری، گھوڑے سواری اور نیزہ بازی میں سہایت کی شرط لگانے کی رخصت ہے، یعنی سب سے آگے نکلنے والے کو انعام دیا جائے اور پیچھے رہنے والے کو انعام نہ دیا جائے۔ یہ انعام کوئی تیرا انعام یا مقابلہ کرانے والا دے گا اور اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دونوں میں سے جو آگے نکل جائے گا وہ لے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ دے گا تو یہ شرط بجا ہوتی ہے اور اگر وہ کسی تیسرے شخص کو داخل کر دیں تو یہ جائز ہے اور اس کو نبی ﷺ نے مکمل فرمایا ہے۔ (الحکم القرآن ۱۲: ۲۲۹) مطبوعہ سید احمد علی ایڈیٹڈ لاہور (۱۳۸۵ھ)

معہ لاٹری اور سٹاک شریعی حکم

ہمارے زمانہ میں معہ اور لازمی کاروبار ہے۔ معہ میں یہ ہوتا ہے کہ ایک مقررہ فیس ادا کر کے لوگ اس معہ کو مل کر کے صاحب معہ کے پاس قسمت آؤں گے اس کے لیے بھیج دیتے ہیں اور لاکھوں شریکوں کی فیسوں کے ذریعہ جو رقم جمع ہوتی ہے اس میں سے تین چار انعام مقرر کیے جاتے ہیں۔ ملکی حیثیت سے تو اس معہ کے مت سے حل جج ہو سکتے ہیں لیکن انعام اس شخص کو ملتا ہے جس کا مل کسی مسئول کو شش کی بنا پر نہیں بلکہ جس شخص سے کھیلانے کے حل کے مطابق ہو۔ چونکہ معہ میں بھی ٹریک کا دار خطرہ (Risk) ہے اس لیے یہ بھی میسر ہو کہ قلعہ ہے اور شرما بجا ہوتا ہے اور حرام ہے۔

اسی طرح لازمی بھی ہوا ہے۔ لازمی میں بڑے بڑے انعامات کا لالچ دے کر لاکھوں ٹکٹ فروخت کیے جاتے ہیں اور ٹکٹوں کے ذریعہ جو رقم جمع ہوتی ہے اس میں سے قلعہ اندازی کے ذریعہ چند لاکھ روپے تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں ہلال امر اور قلعہ اندازی کے رسل ٹکٹ کا دربار عام ہے یہ کاروبار خاص جو ہے اگر کوئی شخص چاہے حق کے مریضوں کی مدد اور غریب بیماروں کے لیے خون میا کرے تو سیدھے اور صاف طریقہ سے آکر فن لواریوں میں طبیعت جمع کرانے لازمی کے ٹکٹ خرید کر قسمت آؤں گے اس میں سے قلعہ اندازی کے ذریعہ اور بیمار مریضوں کے لیے جوئے کی رقم میا کرے اسی طرح وہ سارے مکمل اور کام جوئے میں داخل ہیں جن میں اشیاء کی تقسیم کا دار حق اور خدات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کے بجائے شخص کسی اتفاق امر پر دکا دیا جائے۔ گھوڑوں کے مقابلوں میں اور بین الاقوامی کھیلوں میں ہار جیت پر جائیں سے شرط لگانا اسی طرح ہار جیت ہونے نہ ہونے پر کسی بھی اتفاق امر پر جائیں سے شرط لگانا صراحتاً معہ اور جو ہے اور بجا ہوتا ہے اور حرام ہے۔

کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر

جسمانی ورزش اور باہمی دلچسپی کے لیے جو کھیل کھیلے جاتے ہیں ان کے کھیلنے سے اگر کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہ ہوتا ہو اور کوئی مہلت ضائع نہ ہوتی ہو تو ان کا کھیلنا جائز ہے۔ مثلاً بعض کھیل ایسے ہیں جن میں کھلاڑی ٹکٹوں سے اونچا نیچا پہنچتے ہیں بعض کھیل ایسے ہیں جو صبح سے شام تک جاری رہتے ہیں اور ٹکٹوں کی نماز کا وقت مکمل کے دوران آکر نکل جاتا ہے اور کھلاڑی اور کھیل دیکھنے والے نماز کا کوئی خیال نہیں کرتے کھیلنے اور چلنے کے وقت نماز کا کوئی وقت نہیں ہوتا بعض وقت کسی کھیل میں ہار جیت پر کوئی شرط رکھی جاتی ہے۔ یہ سب امور بجا ہوتے ہیں۔

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چمد رکھنے کے لیے کھیل اور ورزش دونوں بہت ضروری ہیں۔ بعض لوگ میز کرے پر بیٹھ کر دن رات بٹے لکھنے کا کام کرتے ہیں ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا اس

کی وجہ سے ان لوگوں کی توجہ نکل آتی ہے اور خون میں کھینچ کر دل کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ذیابیطس (خون میں شکر کا ہونا) پائی بلڈ پریشر دل کی بیماریوں، معدہ کا ضعف اور گیس کا افکار ہو جاتے ہیں، ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے کھیلوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظانِ صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اسلام میں مختلف کھیلوں اور ورزشوں کی بھی مناسب حد تک حوصلہ افزائی کی گئی ہے، نبی ﷺ نے گھڑ سواری کا مقابلہ کرایا، پیدل دوڑ کا مقابلہ کرایا، آپ ﷺ نے خود بے غش تیس دوڑ کے مقابلہ میں حصہ لیا، اسی طرح آپ ﷺ نے کشتی بھی کی اس سلسلہ میں ہم نے تمام احادیث شرح صحیح مسلم، جلد سولس میں بیان کر دی ہیں۔

جسم کو چاق و چمرند اور صحت کو قائم رکھنے کے لیے جو کھیل کھیلے جائیں اور جسمانی ورزشیں کی جائیں، ان میں یہ نیت ہونی چاہیے کہ ایک صحت مند اور طاقتور جسم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر زیادہ اچھی طرح عمل کر سکتا ہے اور حقوقِ اعلیٰ کی لڑائی اور غلبہ خدا کی خدمت، تندرست اور توانا جسم سے بہتر طور پر کی جاسکتی ہے۔ اس لیے اچھی صحت اور طاقت کے حصول کے لیے مناسب کھیلوں اور ورزشوں میں حصہ لینا چاہیے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

بغیر کسی غرض کی شرط کے مقابلہ میں حصہ لینا مطلقاً جائز ہے اور نہ اس میں کسی معین جنس کے مقابلے کی قید ہے۔ خواہ پیادہ دوڑ کا مقابلہ ہو، کشتیوں کا ہو یا پرندوں، چمچوں، گدھوں اور ہاتھیوں یا زوروں کا مقابلہ ہو۔ اسی طرح کشتی لڑنا بھی جائز ہے اور طاقت آزمائی کے لیے چڑھنا بھی جائز ہے، کیونکہ ایک سزیم نبی ﷺ نے حضرت عائشہ سے دوڑ میں مقابلہ کیا ہے۔ حضرت سلم بن اکوع نے ایک انصاری سے دوڑ میں مقابلہ کیا، نبی ﷺ نے حضرت زکندہ سے کشتی لڑی اور نبی ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے، جو پھراٹھا کر طاقت آزمائی کر رہی تھی، آپ ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ (المعنی، ج ۲، ص ۳۸، مطبوعہ بیروت)

ان تمام احادیث اور آثار میں اس کا ثبوت ہے کہ صحت اور قوت کو برقرار رکھنے کے لیے صحت مند کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کو اختیار کرنا چاہیے، اور ان کھیلوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے مقابلہ مستعد کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ کسی بھی مقابلہ پر ہار جیت کی شرط رکھنا جائز ہے۔

چو سراور شطرنج کے متعلق مذہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

برہ کھیل جس میں قمار ہو، وہ حرام ہے اور جس کھیل میں کسی بھی جہت سے کسی غرض کی شرط نہ ہو، ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں۔ حرام تو نہ شیر ہے۔ لہم ابو حنیفہ اور اکثر شافعیہ کا بھی قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ وہ ہے حرام نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ لہم ابو ہریرہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ جریر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نہ شیر (چو سراور) کو کھلیا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی غارتگری کی اور حضرت بریدہ جریر سے روایت کیا ہے کہ جس نے نہ شیر کو کھلیا، اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون اور گوشت میں رنگ لیے اور سید بن جبہ جو نہ شیر (چو سراور) کھیلنے والوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام نہیں کرتے تھے۔

ابن دلائل کی بناء پر جو شخص بار بار نہ شیر (چو سراور) کھیلے، اس کی گواہی مقبول نہیں، عام ازیں کہ وہ جوئے کے ساتھ کھیلے یا غیر جوئے کے۔ لہم ابو حنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے، "شطرنج بھی چو سراور کی طرح حرام ہے۔"



البتہ اگر سر کی حرمت زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کی حرمت میں صریح نص وارد ہے اور شرع کو چھو سر قیاس کر کے حرام کیا گیا ہے۔ کاظمی ابو الحسن نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیب، قاسم، سالم، عروہ، محمد بن علی بن حسین، ذریق اور امام مالک کے نزدیک شرع حرام ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ شرع مباح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر کا بھی یہی مذہب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اصل اشہاء میں اباحت ہے اور شرع کی تحریم میں کوئی نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی شرع اور روایت میں کوئی علت مشترکہ ہے۔ لہذا یہ اپنی اصل پر مباح ہے نیز شرع سے جنگی چالوں کی مٹھ ہوتی ہے لہذا یہ نیزہ بازی، تیر اندازی اور گھوڑے سواری کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے معنی جوئے کو حرام کیا ہے۔ (المائدہ ۹۰) اور حضرت علی نے شرع کو بھی میرا فرمایا اور شرع کھیلنے والے اس کھیل سے جنگی چالوں کی تربیت حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے، ان کا اس سے قصد صرف کھیل یا جوا ہوتا ہے۔ نیز اس میں مشغول ہو کر انسان نمازوں اور خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے امام احمد نے قریبا کہ شرع کھیلنے والے کی شلوت بھی مردود ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ ابو جبر نے لکھا کہ جو شخص شرع کو کھیلے تو یہ فعل حرام ہے اور اگر اس کو مباح سمجھنے والا دیکھے تو اس کی شلوت مسترد نہیں ہوگی، لہذا یہ کہ اس کھیل کی وجہ سے وہ نمازوں سے غافل ہو جائے یا اس کھیل میں وہ جھوٹی قسمیں کھائے یا بازار میں بیٹھ کر کھیلے یا اس کی وجہ سے کوئی اور سستی اور بے وقت حرکت ہو۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے، سو شرع کا بھی دعویٰ علم ہے جو باقی مختلف فیہ مسائل کا حکم ہو تا ہے۔ (المغنی ج ۲، ص ۲۵۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین السبکی نے لکھتے ہیں:

نرد (چو سرا) اور شرع کھیلنا مکروہ تحریمی ہے، امام شافعی نے شرع کھیلنے کو مباح کہا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہی ہے، یہ اس وقت ہے جب اس میں شرع نہ لٹکی جائے اور نہ اس کو کھیلنے کی علت بتائی جائے اور نہ اس میں مشغولیت کی بناء پر کسی وجہ کو ترک کیا جائے، ورنہ شرع کھیلنا بدعت حرام ہے۔

(در مختار علی بائیں رد المحتار، ج ۵، ص ۲۵۳-۲۵۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کرکٹ میچ کے متعلق امام احمد رضا کی ہدایت

مولانا اقبال احمد نوری لکھتے ہیں:

مرورہ ۱۴۰۲ھ کا ہوا اعلیٰ احمد حسین صاحب نے نجیب آباد میں انتہائی طاقت کے دو ران ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ جب میں بریلی جلی سکول میں پڑھ رہا تھا اور وہیں بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا اور ہفتہ میں دو تین بار اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میرٹھ کی ایک ٹیم ہرچنگ سے جیت کر کامل میچ کھیلنے بریلی آئی، ہیڈ ماسٹر انگریز بھی ساتھ تھا۔ پہلے روز بریلی کی ٹیم کھیل اور میں رانا بنا کر چوری ٹیم کوٹ آؤں گئی، جس کے سبب بڑی سراسیمگی پیدا ہو گئی اور جیتنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ اسی روز بعد مغرب میں اور غلام بیٹائی کہ ہم دونوں ہم سبق اور پڑھ لیتے تھے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میرٹھ اور بریلی ہر دو جگہ کے کھیلنے والے یہی امید لیے ہوئے ہیں کہ ہماری جیت ہو۔ پھر بریلی کے طلبہ کی اگر اندوہی جائے جب کہ ہر دو فریق میں مسلم اور غیر مسلم طلبہ موجود ہوں گے۔

مرض کیا ہے حضور! بت تو کی ہے، مگر مشرب محمد صاحب جو سید ہیں، حضور انہیں خوب جانتے ہوں گے۔ فرمایا ہاں عرض کیا، تو ان کو گیند بلا بھی کھلاتے ہیں اور ڈل ماسٹر بھی ہیں، ان کی تحلوں میں چند روپیے ترقی اس شرط پر قرار پائی ہے کہ بریلی والے جیت جائیں، فرمایا یہ بات قاتل غور ہے۔

ارشاد فرمایا اگر میرٹھ والوں کے سولہ نمبر دن انہیں تو بریلی والوں کی جیت ہے۔ عرض کی یہی حضور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کل صبح جب بریلی کے لڑکے کھیلنے کے لیے پلٹیں تو انہیں جو مسلمان ہوں انہیں سکھا دیا جائے کہ ہم اللہ پڑھ کر قدم بنائیں اور سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر، پھٹکیلی سے شہداء کریں اور کبھی بعض یہ پانچ حروف ہیں ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں، پھر اٹے ہاتھ پر جمعہ یعنی یہ بھی پانچ حروف ہیں ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں، جب دونوں مٹھیاں بند ہو جائیں تب سورۃ "السم تر کیف" پڑھیں۔ جب تر میہم پڑھیں تو اس کو دس بار پڑھیں اور ہر بار سیدھے ہاتھ کی ایک ایک انگلی کھولتے، پھر اٹے ہاتھ کی پہلی تک دس بار تر میہم پڑھنے میں دس انگلیاں کھل جائیں گی، پھر پتھر سورۃ بحارۃ من سحیل فہمعلہم کعصف ماکول پڑھ کر اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو جائیں اور جو لڑکے گیند پھینکے اسے سکھادیں کہ ہر حرفتہ حم مصرون پڑھ کر گیند پھینکے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹ دن تک میرٹھ کے وہ سب لڑکے اکوٹ ہو گئے جو نہ معلوم کمال کمال سے جیت کر آئے تھے۔

یہ تھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فن راضی، کمال کئے یا کرامت کہ۔ آپ نے بیشہ ایک ایسا عمل عطا فرمایا کہ اس عمل کے ذریعہ ہر قسم کے مغفلوں میں فتح حاصل کی جاسکتی ہے، بعض عالمین نے اس پر یہ کہا کہ کسی بھی جیت پر میرٹھ والوں کے سولہ دن سے زیادہ بن ہی نہیں سکتے تھے، کیونکہ اس عمل میں بھی ایک عجیب غلط اور حکمت ہے۔ کبھی بعض میں پانچ حروف ہیں جمعہ میں پانچ حروف ہیں اور تر میہم میں چھ حروف ہیں۔ اس طرح کل مل کر سولہ حروف ہوئے، پس اعلیٰ حضرت نے اس عمل کے ذریعہ ہر شے کر دی تھی۔ لہذا سولہ دن سے آگے بڑھنا اور اس سے کم ہونا ممکن تھا۔

(شیخ شہستان رضا، ص ۵۰-۵۸، مطبوعہ روی، بیکنی شہر، لاہور)

شراب پر زیادہ تفصیل بحث شرح صحیح مسلم جلد سولس اور خاص میں ہے اور جوئے پر زیادہ تفصیل مکتوہ شرح صحیح مسلم جلد دہل اور خاص میں ہے۔

شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی خرابیاں

اس آیت میں دس وجوہ سے شراب اور جوئے کی حرمت بیان کی گئی ہے:

۱۔ شراب اور جوئے کو جوں اور فل کے تیروں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور ہفت اور فل کے تیر حرام ہیں، سو شراب اور جو

اجی حرام ہیں۔

۲۔ شراب اور جوئے کو جس یعنی نیاک فرمایا ہے اور نیاک چیز حرام ہے، اس لیے شراب اور جو اجی حرام ہیں۔

۳۔ ان کو شیطان کا عمل فرمایا اور شیطان کا عمل حرام ہے۔

۴۔ ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور جس سے اجتناب کرنا واجب ہو اس کا ارتکاب کرنا حرام ہے۔

۵۔ ان سے اجتناب کرنے پر انہی خود و کلام موقوف ہے اور ان کا ارتکاب خود و کلام کے معنی ہے اور جو چیز انہی خود و کلام کے معنی ہو وہ حرام ہے۔

۶۔ ان کے ذریعہ شیطان تمہارے درمیان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔

- ۷۔ ان کے ذریعہ شیطان تمہارے درمیان ہر گت پیدا کرتا ہے اور ہر گت حرام ہے اور یہ دونوں انتہائی ضرر ہیں۔  
 ۸۔ ان کے ذریعہ شیطان تمہیں اللہ کی یاد سے روکتا ہے اور جو چیز اللہ کی یاد سے روکے وہ حرام ہے۔  
 ۹۔ ان کے ذریعہ شیطان تمہیں نماز سے روکتا ہے اور جو چیز نماز سے روکے وہ حرام ہے۔  
 ۱۰۔ پھر فرمایا کیا تم باز آنے والے ہو؟ سو شراب اور جوئے سے باز آنا فرض ہے مگر جن میں مشغول ہو یا حرام ہے۔

اسی وجہ سے حضرت عثمان نے فرمایا غر (شراب) ام الزبائث ہے۔ (تفسیر ج ۸ ص ۵۷۸) اور حضرت انس بن مالک جرح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا داغی شرابی، مٹی پاپ کا باقرین، اور احسن جسکے ولا فردوس کی جنتوں میں داخل نہیں ہو گا۔ (مسند ابی ہریرہ ج ۳ ص ۳۷۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ داغی شرابی تھا وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا جیسے جوں کو پونے والا ہو۔ (مسند ابی ہریرہ ج ۳ ص ۳۷۳) اور حضرت عبداللہ بن مسعود جرح بیان کرتے ہیں کہ غریہ پر غریہ کے پینے والے پر، غریہ لٹانے والے پر، انگور ٹھونڈنے والے پر، شراب پیلنے والے پر، غریہ لٹانے والے پر، اس پر جس کے لیے غریہ لٹائی جائے، غریہ پینے والے پر، غریہ خریدنے والے پر اور غریہ کی جنت کھانے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے۔ (مسند ابی ہریرہ ج ۳ ص ۳۷۳)

غریہ لٹانے کی محفل داخل کر دیتی ہے اور انسان نشہ کی حالت میں ایسے کلام کرتا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت اور آبرو گر جاتی ہے اور اس کا وقار نہیں رہتا، نیک کاموں کی قدرت باقی رہتی ہے اور برائی سے دور نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ شراب نوشی سے اس کی صحت بچہ ہو جاتی ہے اور اھصاب کمزور ہو جاتے ہیں، اس کا اثر اس کی اولاد پر بھی پڑتا ہے اور اس کی اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے اور اس میں کئی بیماریوں کی استعداد ہوتی ہے اور نشہ کی حالت میں انسان اپنی بیوی کو مطلق دے ڈالتا ہے اور اس سے اس کا گھر برباد ہو جاتا ہے اور بچے دیر جن ہو جاتے ہیں۔

جوئے سے ایک فرق کو بغیر کسی محنت اور عمل کے بہت فائدہ ہوتا ہے اور دوسرا فرق باگانی طور پر بہت بڑے نقصان سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں، اور بسا اوقات یہ دشمنی قتل اور خون ریزی کی طرف پہنچاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شراب اور جوئے میں مضیٰ اور انتہائی اور دینی اور دنیوی غریباں ہیں۔

انصاب اور ازلام کی تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا انصاب اور نصب جن چیزوں کو کہتے ہیں جن پر مشرکین اپنے جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری ج ۵ ص ۵۵۵) رقم القہر ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ابو عبیدہ نے کہا نصب واحد ہے اور انصاب جمع ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا یہ وہ چیزیں جن کو گاڑ دیا جاتا تھا اور ان کے پاس جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا اور ان پر جانوروں کا خون ڈال دیا جاتا تھا اور انصاب نصب کی بھی جمع ہے، مگر اس کا معنی بہت ہیں۔

(صحیح البخاری ج ۸ ص ۸۷۸) رقم القہر ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ازلام کے حلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ازلام جن چیزوں کو کہتے ہیں جن سے زائد جاہلیت میں مشرکین اپنی قسمت معلوم کرتے تھے۔ دوسروں نے کہا زلم اس تیر کو کہتے ہیں جس میں پتہ ہو، یہ واحد ہے اور اس کی جمع ازلام ہے۔ اور استقام (قسمت طلب کرنا) یہ ہے کہ تیر کو گھمٹایا جائے۔ اگر وہ کسی کام سے منع کرے تو رک جائے، اور اگر کسی کام کا حکم دے تو اس کو کرے، انہوں نے تیروں پر مختلف قسم کی عطا تھیں بتائی ہوئی تھیں جن کے ذریعہ وہ قسمت معلوم کرتے تھے۔

(صحیح البخاری ج ۵ ص ۵۵۵) رقم القہر ص ۳۷۷ مطبوعہ بیروت۔

صحیح البخاری کی حدیث الحرجت میں مذکور ہے کہ سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر کا بچہ کیا تو میں نے حیر سے قسمت معلوم کی 'کیا مجھے نفع ہو گا یا نقصان' تو وہی نکلا جس کو میں پسند کرتا تھا (ج ۳، رقم الحدیث: ۳۹۰۹) امام ابن جریر نے کہا نہ جانیت میں وہ عین قسم کے تھوں پر اکتفا کرتے تھے۔ ایک پر لکھا ہو 'تھا' 'کام کرو' دوسرے پر لکھا ہو 'تھا' نہ کرو' اور تیسرا سلاو ہو 'تھا' قرآن نے کہا ہو 'تھا' میرے رب نے حکم دیا ہے۔ دوسرے پر لکھا ہو 'تھا' میرے رب نے منع کیا ہے۔ اور تیسرا سلاو ہو 'تھا' جب ان میں سے کوئی شخص کام کرنا چاہتا تو وہ حیر سے قل نکلتا، اگر لکھا ہو 'تھا' نہ کرو' تو وہ کام کرنا اور اگر تیسرا سلاو نکلتا تو وہ دوبارہ قل نکلتا امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قریش کا سب سے بڑا بت میل تھا یہ کعب کے درمیان میں نصب تھا اس کے پاس تیر رکھے ہوتے تھے۔ جب انہیں کوئی صم درپیش ہوتی تو وہ ان تھوں سے قل نکالتے اور جس قسم کا تیر نکلتا اس پر عمل کرتے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انفرادی طور پر تھوں کا استعمال کرتے ہوں جس طرح سراقہ نے کیا تھا امام ابن جریر طبری نے سعید بن جریر سے روایت کیا ہے کہ ازلام سفید نکلیں قصی اور حجاب سے نقل کیا ہے کہ وہ چرتے، جن پر کچھ لکھا ہو 'تھا' اور وہ اپنے سر میں خواوہ سزہنگ کا ہو یا تجارت کا فن چروں کے ساتھ سفر کرتے تھے یہ تفسیر اس پر محمول ہے کہ وہ کعبہ والے ازلام کے علاوہ تھے۔ مہ شین کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے ازلام (قل نکالتے کے حیر) عین قسم کے تھے۔ (۱) یہ عین قسم کے حیر تھے اور یہ ہر ایک کے پاس تھے (۲) یہ احکام کے حیر تھے اور یہی کعب میں تھے اور یہ عرب کے ہر حاکم اور کائن کی دسترس میں ہوتے تھے یہ حیر ملت قسم کے تھے اور ان پر قصص اور سنت و نبیہ کے احکام لکھے ہوتے تھے اور ایسے امور جو بہ کثرت پیش آتے تھے۔ (۳) یہ جوئے کے حیر تھے یہ دس قسم کے تھے 'ملت و حداری دارتے اور عین سلاو تھے اور وہ ان تھوں کے ساتھ جو اکیتے تھے۔

ابو عبیدہ نے کہا قسمت معلوم کرنے یا قل نکالتے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ تیر کو چمکاتے تاکہ ان کی قسمت معلوم ہو۔ آیا وہ سفر کریں یا نہ کریں، جنگ میں جائیں یا نہ جائیں اور جو کچھ لکھا ہو انکا اس کے مطابق عمل کرتے۔

(صحیح البخاری ج ۸، ص ۴۷۸-۴۷۹، مطبوعہ لاہور ۱۳۰۱ھ)

ازلام کی تفسیر میں مزید مباحث اور مسائل اسی سورت کی آیت نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کا حکم ہو اور رسول کا حکم ہو اور مصلحت ہو پھر اگر تم نے حکم دہلی کی تو چاہن لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف احکام کو صاف طور سے پہنچانے کا ہے (المائدہ: ۳)

یعنی اللہ اور اس کے رسول نے فرم جوئے اور دیگر عمرات سے اجتناب کا جو حکم دیا ہے اس حکم پر عمل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کی تو دنیا میں تم پر کوئی مصیبت آجائے گی یا تم آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ  
جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا دردناک عذاب۔

(النور: ۳)

اور اگر تم نے اعراض کیا اور ہمارے رسول کے حکم پر عمل نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ تو ہمیں تبلیغ فرما چکے ہیں اللہ کی محبت تم پر پوری ہو چکی ہے اور اب تمہارے لیے کسی عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کمالی پیکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور ایمان پر برقرار رہیں اور نیک عمل کرتے رہیں پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور بدستور ایمان پر قائم رہیں۔ پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور اچھے کام کرتے رہیں اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(المائدہ: ۹۳)

### شان نزول کا بیان

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب شراب حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تو اصحاب نے کیا یا رسول اللہ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہو گا جو شراب پیتے تھے اور اسی حال میں فوت ہو گئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کمالی پیکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

(اسد امیر 'ج' ۱، رقم الحديث: ۲۰۸۸۳-۲۰۸۸۴، معجم الامم 'ج' ۱، ص ۲۳۳، طبع قدیم 'جامع البیان' ج ۱، ص ۵۰، امام حاکم نے کیا یہ حدیث صحیح ہے اور امام ابی نے ان کی سوانح کی 'بلتہ وک' ج ۳، ص ۳۳۳)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت براہ پرچش بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔ جب شراب حرام کر دی گئی تو اصحاب نے کیا ہمارے ان اصحاب کا کیا حال ہو گا جو شراب پیتے رہے اور فوت ہو گئے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ امام ابو یوسف نے کیا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(اسن ترمذی 'ج' ۱، رقم الحديث: ۳۰۳۳۰-۳۰۳۳۱، معجم ابن حبان 'ج' ۱، رقم الحديث: ۵۳۵۰، مسند ابو یوسف 'ج' ۱، ص ۵۰، 'جامع البیان' ج ۱، ص ۵۰)

### تحريم خمر کی تاریخ

حافظ شب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں نے سورۃ مائدہ کی تفسیر میں یہ لکھا تھا کہ شراب حجہ کے سال (۶۱۰ھ) میں حجہ کے پہلے حرام کی گئی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ واسطی نے اپنی بیروت میں حرم کے ساتھ لکھا ہے کہ شراب کو حدیبیہ کے سال حرام کیا گیا اور حدیبیہ کا واقعہ چھ بھری میں ہوا تھا اور امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ حکم غزوہ فسطح کے واقعہ میں نازل ہوا تھا اور یہ جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے اور واقع قول کے مطابق یہ چار بھری کا واقعہ ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس (انسان) کو لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اور اس وقت قوم میں سب سے چھوٹا صحابہ صحیح ابی بکر 'ج' ۱، رقم الحديث: ۵۵۸۳، تو اگر چار بھری میں شراب کی تحریم نازل ہوئی تو حضرت انس اس وقت چودہ سال کے ہوں گے تو پھر وہ ان میں سب سے چھوٹے کیسے ہوئے۔ (صحیح ابی بکر 'ج' ۱، ص ۳، مسند ابی بکر 'ج' ۱، ص ۳۴)

شراب کو حرام کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کیونکہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے سو جو چیز عقل کو زائل کر دے اس کو حرام کر دینا ہم پر رحمت بڑا انعام ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے تو پھر گذشتہ امتوں میں خمر کو کیوں حلال رکھا گیا جبکہ عقل کی ان کو بھی ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نشہ کرنا تمام ادیان میں حرام رہا ہے، ان پر خمر کی قلیل مقدار حلال تھی، ہم پر خمر کی قلیل مقدار بھی حرام کر دی گئی تاکہ قلیل مقدار میں خمر کا پتہ اکثر مقدار میں خمر سے پتہ نہ بن جائے اور یہ اللہ

تعلیٰ کا ہم پر خصوصی کرم ہے، کیونکہ اس نے ہم کو خیر اہم قرار دیا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس حکمت کی وجہ سے ایسا نہ ہو، اسلام میں شرک حرام کیوں نہیں قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہ اسلام میں شرک کو مباح رکھا تاکہ مسلمان غم کے لہذا کا خدا مشاہدہ کریں، حتیٰ کہ جب ان پر غم حرام کر دی گئی تو انہوں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم برحق ہے۔ اللہ کے خوف کو تین بار ذکر کرنے کی توجیہات

اس آیت میں فرمایا ہے کہ شریک وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور ایمان پر برقرار رہیں اور نیک عمل کرتے رہیں، پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور بدستور ایمان پر قائم رہیں، پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور اچھے کام کرتے رہیں۔

اس آیت میں دو مرتبہ ایمان لانے اور تین مرتبہ اللہ سے ڈرنے کا ذکر فرمایا ہے، اس کی کئی تفسیریں ہیں۔

۱۔ پہلے ایمان اور تقویٰ سے مراد اصل ایمان اور اصل تقویٰ ہے، یعنی انہوں نے شرک اور کفر کو ترک کیا اور اللہ پر ایمان لائے اور دوسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس ایمان اور تقویٰ پر برقرار رہے اور تیسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے اس کے بندوں پر ظلم کرنے سے باز رہے، اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہے۔

۲۔ پہلی بار اللہ کے ڈر اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے نازل کیے ہوئے سابقہ احکام مثلاً نماز، روزہ اور جملہ فیوض پر ایمان لائے اور دوسری مرتبہ اللہ کے خوف اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے بعد میں نازل ہونے والے احکام پر ایمان لائے، مثلاً بعد میں شراب، بھگے، انصاف اور ازلام کو حرام کیا گیا تو وہ ان کی حرمت پر ایمان لے آئے، پھر تیسری بار اللہ کے ڈر سے مراد یہ ہے کہ وہ خوف خدا سے محبت سے اجتناب کرنے پر برقرار رہے اور نیک سلوک کرتے رہے۔

۳۔ پہلی بار اللہ کے ڈر اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ خوف خدا سے محبت سے بچتے تھے اور ایمان اور اعمال صالحہ پر برقرار رہتے تھے، اور دوسری بار ذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ خوف خدا سے بعد میں حرام کی جانے والی چیزوں، مثلاً شراب سے مجتنب ہوئے اور اس کی تحکیم پر ایمان لائے اور تیسری بار ذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے ڈر سے اس اجتناب اور اعمال صالحہ پر برقرار رہے۔

۴۔ تین بار ذکر سے تین لوگ مراد ہیں، یعنی وہ باہمی میں اللہ سے ڈرتے تھے، محل میں بھی اللہ سے ڈرے اور مستقبل میں بھی اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

۵۔ تین بار ذکر سے تین احوال مراد ہیں، یعنی وہ خوف خدا سے کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو اللہ عزوجل کی شان کے لائق نہ ہو، اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو آداب و ملت کے مطابق ہو، اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے اپنے نفس اور عام مسلمانوں کے لیے باعث ضرر ہو، بلکہ اس کے برعکس وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، پیغمبر اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں کوشش رہتے ہیں۔

۶۔ وہ خوف خدا سے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، خلاف سنت اور خلاف اولیٰ کاموں سے بچتے ہیں اور بعض ایسے مباح کاموں سے بچتے ہیں جو بدعت اور عمت نفس کا سبب ہوں۔

۷۔ اس سے مراد سلوک کی ابتداء، سلوک کا دوسرا اور سلوک کی اختتام ہے جس میں انسان محبوبِ حق تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے۔

۸۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے عمر کے تین اودار مرلو ہوں یعنی وہ عمر کی ابتدا میں بھی اللہ سے ڈرتے تھے و سلا میں بھی نور آغریں بھی۔

۹۔ وہ شراب کی تحریم نازل ہونے سے پہلے بھی اس سے اجتناب کرتے تھے اس کی تحریم نازل ہونے کے بعد بھی اس سے اجتناب کرتے رہے اور باقی اہل میں خوف خدا سے گناہوں سے اجتناب کرتے رہے اور نیک عمل کرتے رہے۔

۱۰۔ اس عمار سے اہل اور خوف خدا کی تاکید اور اس میں مہلت مقصود ہے تاکہ مسلمان اس پر نہایت اہمیت کے ساتھ برقرار رہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْيْلُوكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصِّدِّ تَنَالُهُ

اے ایمان والو! اللہ تم کو مژدہ ایسے شکار سے آڑنے کا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے

اُیدیگم ورماحکم لیعلم اللہ من یخاؤہ بالغیب فہن اعتدی

نیز سے پہنچ سکیں تاکہ اللہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے خفا نہ ڈرتا ہے اور جس نے اس (خفیہ)

بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا

کے بعد اسے جہنم کی اس کے لیے دردناک عذاب ہے ۵ اے ایمان والو! حالت اعرام میں شکار نہ

الصِّدِّ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ وَمَنْ قَتَلَ مِنْكُمْ مَّتَعِدًا فَجَزَاءُ مِثْلٍ

نارو ، اور تم میں سے جس نے خدا شکار مارا تو میں جائز کہ اس نے مارا ہے

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدَلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ

اس شخص کو پیشوں میں سے اس کی مثل قرآن کہتے ہوں ، تم میں سے دو نصف اس کی

الْكُفَّةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا

حکیت ، کا نیکو کر کے وہاں مایک یہ قرآن کہہ کر کچھ دال بویا (اس پر) چند مسکینوں کو کھانا ہے یا ان کی تعداد کے برابر

لِيَذُوقَ وَبِالْأَمْرِ عَفَا اللَّهُ عَنْمَا سَلَفٌ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ

خدا سے رکنا ہے مگر وہ اپنے گناہوں کو کما کر دے ، اور اگر وہ دوبارہ کام کرے گا تراش

اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ أُجِّلَ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ

اس انتقام سے کہ اور اللہ بہت غالب منتقم ہے ۵ تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا حکم

طَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلْغِيَّارَةِ ۚ وَحُذِرَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ

حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے۔ اور جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام

حُرْمًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۶﴾

کر دیا گیا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب پیش کیے جاؤ گے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزاد کرے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے  
نیوے پہنچیں تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے عاقبتہ دار ہے جو جس نے اس حیر کے بعد حد سے جلوہ کیا اس کے  
لیے دردناک عذاب ہے۔ (المائدہ ۹۵)  
شان نزول اور مناسبت

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے سال میں نازل ہوئی، بعض مسلمانوں نے احرام باندھا ہوا تھا اور بعض نے احرام  
نہیں باندھا ہوا تھا اور جب ان کے سامنے شکار آتا تو ان کے احوال اور افضل مختلف ہوتے تو ان پر احکام مشتبه ہو جاتے۔ تب  
اللہ نے ان کے احوال اور افضل کے احکام بیان کرنے اور حج اور عمرہ میں ممنوع کام بیان کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

(الجامع لاحکام القرآن ۶/۲۶۶ ص ۲۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مجزہ حدیبیہ میں نازل ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وحشی  
جانوروں کے شکار کی اجازت میں جلا کیا اور وہ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے، وحشی جانور بکھرتا ان کی سواروں کے گرد بچر  
رہے تھے، اور وہ ان کے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں تھے۔ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر بدن کے چوڑے اور وحشی جانوروں  
کے بچے اور انڈے ان کے ہاتھوں کی زد میں تھے اور بڑے جنگلی جانور مثلاً جنگلی گدھا گائے اور لوٹ وغیرہ ان کے نیزوں کی زد  
میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو شکار قہب تھے وہ ان کے ہاتھوں کی دسترس میں تھے اور جو شکار دور تھے وہ ان کے نیزوں کے  
نشانوں پر تھے۔ نیزہ گاڑ کر اس لیے فرمایا ہے کہ وہ شکار کرنے کا برا اختیار ہے، حیر اور دیگر ہتھیار بھی اس میں شامل ہیں۔

(روح المعانی ۷/۷ ص ۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا جن پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے، ان  
کو حرام نہ قرار دو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو مستحکم فرمایا اور فرمایا کہ یہ حرام اور نجس ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحشی  
جانوروں کے شکار کرنے کو حرم پر حرام قرار دیا، اور شکار کرنے پر اس کی غلبہ اور تذکرہ کے لیے تینوں بیان فرمایا۔  
”تاکہ اللہ یہ جان لے“ کی توجیحات

اس آیت کے دوسرے جز کا حقیقی معنی یہ ہے، تاکہ اللہ یہ جان لے کہ کون اس سے عاقبتہ دار ہے۔ اس پر یہ اعتراض  
ہو تا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیش سے بہتے دلا ہے اور کسی شخص کے کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر اس کا علم موقوف نہیں ہے،  
اس لیے ہم نے اس کا معنی یہ کیا ہے، تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے عاقبتہ دار ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم سے  
مراو علم ضرور ہے۔ اس کو حکماء کی اصطلاح میں علم تصبیلی سے تعبیر کرتے ہیں جو معلومات کا مین ہے، اس کے برخلاف علم  
ادبالی عالم کا مین ہوتا ہے۔



علامہ بیہولی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا ذکر کیا ہے اور اس سے مراد معلوم کو واقع کرنا اور اس کو ظاہر کرنا ہے۔ نیز علامہ بیہولی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ سے ٹکارتا ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم باطن متعلق ہو جائے اور بعض مفسرین نے کہا میں پر منفی معذوف ہے، یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ کے کوئی اور جان لیں کہ کون اللہ سے ٹکارتا ہے اور تاکہ اسے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے، تاکہ اللہ پہچان کرادے اس کی جو بین دیکھے اللہ سے ڈرتا ہے۔

### حالت احرام میں شکار کرنے کی مزا

اس کے بعد فرمایا جس نے اس حبیہ کے بعد حد سے تھوڑا کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے کیونکہ حبیہ کے بعد حرم کا شکار کے روپے ہوا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے محض لاپرواہی برتا ہے اور سوہا ہلکی ہے اور اس کے ڈر اور خوف سے اپنے آپ کو آزاد کرنا ہے اور جو شخص اپنے فہم کو نکال دالنے پر قادر نہ ہو اور اس حکم کے آسان احکام میں آزمائش پر پورا نہ اتر سکے اس سے کب توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بڑے بڑے اور سخت احکام میں آزمائش پر پورا اتر سکے گا۔ تھوڑا یہ ہے کہ یہ عذاب آخرت میں ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی پشت پر ہند کر کے اس پر کوڑے لگائے جائیں گے اور شیخ الاسلام نے کہا اس کو دنیا میں بھی سزا دی جائے گی اور وہ آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! حالت احرام میں تم شکار نہ کرو اور تم میں سے جس نے عموماً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے اس شخص کو مہینوں میں اس کی مثل قربانی کرنی ہوگی، تم میں سے وہ شخص اس (کی شیت) کا فیصلہ کریں گے اور انعامیکہ یہ قربانی کب کو پہنچنے والی ہو (اس پر) چند مسکینوں کا کھانا ہے یا ان (کی تعداد) کے برابر روزے رکھنا ہیں تاکہ وہ اپنے کثرت کا اجر پہنچے۔ جو کر گیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ سخت عذاب ختم ہے۔ (المائدہ: ۹۵)

### فحش کے جانوروں کے قتل کی ممانعت سے پانچ فاسق جانوروں کا استثناء

فحش کے شکار کو نارعا عزم پر حرام ہے اور سمندری شکار کو لڑنا اس کے لیے حلال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اُجِلْ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ۔ تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا مَنَاعَا لَكُمْ وَلَئِنْ تَنَازَرْتُمْ (المائدہ: ۹۶) ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے۔

فحش کا شکار وہ ہے جو فحش میں پیدا ہوا ہو اور فحش ہی میں رہتا ہو اور سمندری شکار وہ ہے جو پانی میں (خوار و پیا ہوا) سمندری پیدا ہوا ہو اور پانی میں رہتا ہو اور شکار اس جانور کو کہتے ہیں جو اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے انسانوں سے غیر مانوس ہو اور ان سے خوف اور وحش ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فحش کے جانوروں کو قتل کرنے کی ممانعت کے عمومی حکم سے پانچ طبیعت جانوروں کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ گائے، دلاکڑا، بھیل، خیل، گوا، سانپ اور بچھو۔ کیونکہ یہ جانور ایسا نہ حملہ آور نہ کھاتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں اور کوڑے سے مراد وہ ہے جو مواد کھاتا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قصیدی حنفی ۲۵۲ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں جن کو حرم یا غیر حرم میں قتل کر دیا جائے گا۔ سانپ، گوا، (جس کی پشت پر ہند کر کے اس پر کوڑے لگائے دلاکڑا اور خیل۔

(صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۶ (۱۱۸۸) ۲۸۱۵ سنن نسائی ج ۵ ص ۲۸۴۹ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۱۵ سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں 'پانچ جانور کل کے کل قاص ہیں' من کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے لگہ کو 'قتل' کاٹنے والا کتا چھو اور چوہ۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۲۵، صحیح مسلم ج ۱، ۲۸۲۰ (۱۱۹۸)، سنن الترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۲۸۹۰)

علامہ بخاری بن شرف لودی متوفی ۷۵۶ھ لکھتے ہیں:

علامہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حرم اور غیر حرم کے لیے کاٹنے والے کتے کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہی معصوم کتا مراد ہے۔ لہذا لوزانی 'لہم اوبوا ضیفہ' اور حسن بن صالح کا یہی قول ہے اور انہوں نے بھیضیے کو بھی اسی کے ساتھ لاحق کیا ہے 'اور لہم اذفر کے نزدیک کتے سے مراد صرف بھیضیہ ہے' اور جہور علامہ نے یہ کہا ہے کہ کاٹنے والے کتے سے مراد بالخصوص یہی معصوم کتا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ درندہ ہے جو عداوت حملہ کرتا ہو' مثلاً بھیضیہ اور خیرہ۔ لہذا شافعی 'لہم اوبوا' سفیان ثوری وغیرہم کا یہی قول ہے۔ قاضی حیا نے اس قول کو جہور علامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم مع شرح لودی ج ۵، ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

بھیتوں کے کوئے کے علاوہ ہر کوئے کو قتل کرنے کا حکم

شیخ شیر احمد مٹنی متوفی ۱۳۸۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ کا اس پر اتفاق ہے کہ کوئے کو قتل کرنے کے حکم سے وہ چھوٹا کتا بھی ہے جو دانہ کھاتا ہے۔ اس کو غراب زرع اور زارع کہا جاتا ہے۔ اس کے کھلنے پر جو زارع کا لٹی دیا گیا ہے 'اس کے علاوہ کوئے کی بھٹی تھیں ہیں' ان سب کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ فتح البہاری کے مطابق کوئے کی پانچ تھیں ہیں۔ ایک حقیق ہے۔ تھوس میں لکھا ہے کہ یہ سفید اور سیاہ رنگ کا بوند ہے' اس کی آواز عین اور حلق کے مشابہ ہے اور وہ سراپلے ہے' جس کی پینہ اور پیٹ پر سفیدی ہے۔ تیسرا بوند الف ہے۔ اہل لغت اس کو ابلیع کہتے ہیں اور اس کو غراب عین بھی کہا جاتا ہے' کیونکہ جب لوح علیہ السلام نے اس کو زمین کی خبر لانے کے لیے بھیجا تو یہ ان سے ملکہ ہو کر مراد کھانے میں مشغول ہو گیا۔ چوتھی قسم اصم ہے۔ یہ وہ ہے جس کی ٹانگہ یا پیر یا پیٹ میں سفیدی یا سرخی ہو اور پانچویں قسم زارع ہے 'اس کو غراب زرع بھی کہتے ہیں' یہ چھوٹا کتا ہے جو دانہ کھاتا ہے۔

(فتح الملکم ج ۳، ص ۲۳۱، مطبوعہ مکتبہ الباز کراچی)

شیخ مٹنی نے زارع یا غراب زرع کے سوا کوئے کی باقی اقسام کو حرام قرار دیا ہے اور فقہاء کی عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ زارع (غراب زرع) اور حقیق کے سوا کوئے کی باقی اقسام حرام ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ زارع (غراب زرع) اور حقیق دونوں اس عام کوئے سے چھوٹے ہوتے ہیں 'ان تصریحات سے واضح ہوا کہ یہ عام معصوم کو اچھوٹا کرے درختوں پر چلنا جانا ہے' حرام ہے۔

تین صورتوں میں محرم کے لیے شکاری جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر محرم شکار کو قتل کر دے تو اس پر اس کی جزا (نکاح) واجب ہوتی ہے' جیسا کہ سورۃ مائدہ کی اس آیت ۹۵ میں صراحتاً مذکور ہے۔ شکار کے قتل کی بھی تھیں ہیں 'ایک قسم مہلج ہے اور ایک قسم حرام ہے۔ حرام وہ قسم ہے جس میں محرم شکار کو بغیر کسی سبب موجب یا سبب مباح کے قتل کر دے۔ سبب موجب یہ ہے کہ کوئی جانور محرم پر حملہ کر دے' اور اس کو قتل کیے بغیر اس جانور سے جان بچانے کی کوئی صورت نہ ہو' اس صورت میں اس جانور کو قتل کرنا واجب

ہے کیونکہ جان بچانا فرض ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے مکتبہ کے مطابق ہے اور سب صحیح ہے کہ انسان کے پاس طلاق ذرائع سے کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو اور جان بچانے کی صورت ہو کہ انسان کسی جانور کو شکار کر کے کھائے تو اس صورت میں اپنی جان بچانے کے لیے اس جانور کو شکار کر کے کھانا مباح ہے۔  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا بِأَهْلِهِمْ لَيْسَ التَّهْلُكَةُ  
اور اپنے انھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو  
(البقرہ: ۱۹۵)

تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی جانور کو کسی دوندہ یا کسی کے پھندہ سے پھانے کی کوشش کرے اور وہ جانور ہلاک ہو جائے تو اس پر حلیٰ نہیں ہے۔  
محرم عداً قتل کرے یا خطا۔ ہر صورت میں اس پر ضمان کا وجوب  
ائمہ ذہب کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ محرم شکار کو مرنے یا قتل کرے ہر صورت میں اس پر ضمان واجب ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی حنفی سے روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس بچہ کو محرم شکار کرے اس کا تلون رسول اللہ ﷺ نے ایک سینہ حاکم قرار دیا اور اس کو شکار میں شمار فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۰۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا محرم شتر مرغ کا اور شکار سے حاصل کرے تو اس کا تلون اس کی قیمت ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۰۸۶، مطبوعہ دار الفکر)

وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس حلیٰ کو محمد کے ساتھ تنبیہ نہیں فرمایا بلکہ شکار کرنے پر مطلقاً تلون کو واجب فرمایا ہے۔

شکار کی تعریف

شکار کو قتل کرنا محرم پر جرم ہے، خواہ اس نے حج کا حرام یا نہ حرام ہو یا عموماً کلاؤں کا شکار وہ ہے جس میں تین اوصاف ہوں۔ اس کا کھانا حلال ہو اس جانور کا کوئی مالک نہ ہو وہ فی نفسہ پتو جانور نہ ہو اور انسانوں سے غیر موس ہو، من کو دیکھ کر کھانے والا شکار اور وحشی ہو۔ سوا کوئی شخص کسی دوندہ کو یا چارنے چرنے والے پرندے کو یا حشرات الارض میں سے کسی جانور شکار چیلے یا گرفت دنیو اور دیگر کینزے کو ڈے کو قتل کر دے تو اس پر حلیٰ نہیں ہے اسی طرح محرم اگر کسی پتو جانور کو ذبح کر دے مثلاً گائے، بکری اور مرغی دنیو کو تو اس پر بلا شق حلیٰ نہیں ہے مگر یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سندوری اور دریائی جانور کو شکار کرنا جائز ہے صرف خشکی کے جانور کو شکار کرنا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

شکار پر ولایت کرنے کی وجہ سے ضمان کے ثبوت میں مذہب ائمہ

امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک جس طرح شکار کو قتل کرنے سے محرم پر جرم لازم آتی ہے۔ اسی طرح اگر محرم کسی اور کو شکار کی طرف رہنمائی کرے یا اس پر ولایت کرے تو اس پر بھی ضمان لازم آتی ہے اور امام شافعی اور امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ حلیٰ کا تعلق قتل سے ہے اور شکار پر ولایت کرنا اس کو قتل کرنا نہیں اور یہ ایسا ہے جیسے غیر محرم غیر محرم کو کسی شکار پر ولایت کرے، فقہاء اختلاف کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

امام مسلم بن حجاج القشیری حنفی ۳۲۹ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو قتادہ جریجی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ ہم "قاد" میں پہنچے، ہم میں سے بعض عرم اور بعض غیر عرم تھے، چاکہ میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ وہ ایک جنگل کو حاتھا میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی، کپتانیزہ شہلا اور سوار ہو گیا۔ اتفاقاً میرا چاکہ گر گیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے چاکہ الحادہ "ساخ" عرم تھے، انہوں نے کہا کہ اکی قسم! ہم تساری اس مسئلہ میں بالکل مدافیس کریں گے، میں نے اتر کر چاکہ اٹھایا اور سوار ہو گیا، میں نے اس جنگل کو دھسے کو چبے سے جا کر پکڑ لیا اور آٹھایک دو ٹیکہ کے پیچھے تھا، میں نے نیزہ مار کر اس کی کوئی کٹ ڈالیں اور اس کو اپنے ساتھیوں کے پاس لایا۔ بعض ساتھیوں نے کہا کھاؤ اور بعض نے کہا نہ کھاؤ، یہی صحیح رہا ہے آگے تھے میں گھوڑا بڑھا کر آپ تک پہنچا، آپ نے فرمایا وہ حلال ہے اس کو کھاؤ۔

(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۱، ۳۸۳، صحیح ابوداؤد، ج ۲، رقم الحديث: ۸۳۳، سنن ترمذی، رقم

الحديث: ۸۳، سنن النسائی، ج ۵، رقم الحديث: ۳۸۶۱)

درج ذیل حدیث میں زیادہ وضاحت ہے۔

حضرت ابو قتادہ جریجی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حج کے لیے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، آپ نے بعض صحابہ کو ایک طرف روانہ کیا جس میں ابو قتادہ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلو۔ پھر مجھ سے آگے بڑھو، سب سمندر کے کنارے کنارے چل پڑے، جب وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے لگے تو حضرت ابو قتادہ کے سوا سب نے اہرام باندھ لیا، انہوں نے اہرام نہیں باندھا تھا، پلٹے پلٹے انہوں نے جنگل کو دھسے دیکھے۔ حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک گدھی کی کوئی کٹ ڈالیں، پھر سب نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے سوچا کہ ہم نے (شکار کا) گوشت کھالیا ہے، حلال کہ ہم عرم ہیں۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس جنگل کو دھسے کا باقی باندھ گوشت اپنے ساتھ رکھ لیا اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اہرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے اہرام نہیں باندھا تھا، ہم نے جنگل کو دھسے دیکھے، ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کی کوئی کٹ ڈالیں، پھر ہم نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ پھر میں خیال آیا کہ ہم عرم تھے، اور ہم نے شکار کا گوشت کھالیا، پھر ہم نے باقی گوشت رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا امر کیا تھا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اس کا باقی باندھ گوشت بھی کھاؤ۔

شبیان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا؟

اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ اور شبیہ کی روایت میں ہے کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا نہ لو کی قسم؟ یا شکار کیا تھا؟

(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۱، ۳۸۳، صحیح ابوداؤد، ج ۲، رقم الحديث: ۸۳۳، سنن ترمذی، رقم الحديث: ۸۳۸، سنن نسائی، رقم الحديث: ۸۳۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث: ۳۰۳، صحیح ابن حبان، رقم الحديث: ۳۴۱، مصنف عبد الرزاق، رقم

الحديث: ۸۳۷، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۵، ص ۳۲۲، سنن دائرہ کلتی، ج ۲، ص ۲۵، مسند احمد، ج ۵، ص ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱

طرف اشارہ کرنا یا اس کی طرف رجوع کرنا حرام ہے، اور اس کے اس اشارہ کرنے کی وجہ سے اس شکار کا امن داخل ہو گیا اور اس کی جان تک پہنچی ہوگی اور اس کے اشارہ اور ولایت کی وجہ سے وہ شکار قتل کر دیا گیا، سو شکار کی طرف اشارہ کرنے والے محرم پر بھی وہی حکم ہوگا جو شکار کو قتل کرنے والے محرم پر ہوتی ہے۔ مصلوٰۃ کے کہنے کے مقام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ شکار پر ولایت کرنے والے پر بھی حکم ہے، اور اس نذر کے لوگ صحابہ کرام اور تابعین تھے۔ علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے اور امام طحاوی نے اس کو متحد صحابہ سے نقل کیا ہے، اور کسی صحابی سے اس کے خلاف فتوٰی نہیں ہے تو اس پر اجماع صحابہ ہے اور حضرت ابن عمر سے جو یہ حقیق ہے کہ ولایت کرنے والے پر حکم نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جب ولایت کرنے سے شکار کو قتل نہ کیا جائے۔

(فتح اللہ، ج ۳، ص ۶۳-۶۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ ضحلی حنفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں:

شکار پر ولایت کرنے سے بھی ضامن بنایا جائے گا، جب کسی محرم نے کسی غیر محرم کو شکار پر ولایت کی اور اس نے اس شکار کو تک کر دیا تو اس کی پوری جزا محرم پر ہوگی۔ یہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور مجاہد، بکر بن زنی، اسحاق اور قتادہ احناف کا بھی یہی مذہب ہے، اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ولایت کرنے والے پر کچھ حکم نہیں ہے، کیونکہ ولایت بنایت سے لازم آتی ہے، ولایت سے لازم نہیں آتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے صحابہ سے فرمایا تھا کیا تم میں سے کسی نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا؟ یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ نیز شکار پر ولایت کرنا اس کو تک کرنے کا ذریعہ ہے، لہذا اس کی وجہ سے حکم لازم آئے گی اور یہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اور صحابہ میں سے کوئی ان کا مخالف نہیں ہے۔

(المغنی، ج ۳، ص ۳۳، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۰۵ھ)

شکار کی جزا میں اس کی مثل ضروری ہے یا اس کی قیمت؟

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک شکار کو قتل کرنے کی جزا یہ ہے کہ جس مقام پر شکار کو قتل کیا گیا یا جو جگہ اس کے قریب ترین ہو وہیں اس شکار کی قیمت مقرر کی جائے اور دو ایک شخص اس کی قیمت مقرر کریں، پھر فدیہ دینے میں محرم کو اختیار ہے، اگر اتنی رقم سے قربانی کا جانور خرید یا سکا ہے تو اس رقم سے قربانی کا جانور خرید کر اس کو بیخ کر دے اور اگر چاہے تو اس رقم سے حلیم خرید کر مسکینوں پر صدقہ کرے، ہر مسکین کو دو کلو گرام گندم یا چار کلو گرام کھجوریں یا جو صدقہ کرے اور اگر چاہے تو تینے ساکین پر صدقہ لازم آتا ہے اتنے دنوں کے روزے رکھے، مثلاً فدیہ کی رقم سے دس کلو گرام آتی ہے، جو پانچ مسکینوں پر صدقہ کی جائے گی تو اس کو اختیار ہے کہ وہ پانچ مسکینوں پر دس کلو گرام صدقہ کرے، اور چاہے تو اس کے بجائے پانچ دنوں کے روزے رکھے۔

امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ جس شکار کی نظیر ہو سکتی ہو، اس میں اس کی نظیر کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ ہرن کی نظیر بکری ہے، اور بکری کی نظیر بھی بکری ہے، اور خرگوش کی نظیر بکری کا بچہ ہے، اور جنگلی چوہے کی نظیر چارہ لاکھری کا بچہ ہے اور شتر مرغ کی نظیر اونٹ ہے اور جنگلی گدھے کی نظیر گائے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَصَحْرَاءَ قَتَلْتُمْ مَا قَتَلْتُمْ مِنَ النَّعِيمِ  
تو اس کا تو ان اس جانور کی مثل ہے جس کو اس نے قتل کیا

(المائدہ: ۹۵) ہے۔

اور متحول جانور کی مثل وہ ہوگی جو مورد گھاس کی مثل ہو اور قیمت اس جانور کی مثل نہیں ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی غفلت اور ظاہری صورت کے اعتبار سے مثل کو واجب کیا ہے۔ شتر مرغ، ہرن، جنگلی گدھے اور خرگوش میں انہوں نے ان ہی جانوروں کو مثل قرار دیا ہے جو ہم نے بیان کی ہیں۔ امام ابوہریرہ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کیا بکری شکار ہے؟ فرمایا ہاں جب محرم اس کا شکار کرے تو اس میں ایک میزہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۳۸۶۱، سنن ترمذی: رقم الحدیث: ۸۵۸، سنن الترمذی: رقم الحدیث: ۲۸۳۶، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: ۳۲۳۶، سنن دارمی: ۱۸۷۷، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: ۳۹۵۵، مسند احمد: ج ۳، ص ۲۹۷، سنن دارقطنی: ج ۲، ص ۲۳۵، مسند احمد: ج ۳، ص ۳۵۴)

جس جانور کی نظیر نہ ہو، اس میں امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قیمت واجب ہے، مثلاً چڑیا اور کبوتر اور ان کی مثل دوسرے پرندے، اور جب قیمت واجب ہو تو امام محمد کا قول امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے مطابق ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کیو تر میں بکری کو واجب کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں مثل کو مطلقاً ذکر کیا ہے، اور مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے اور مثل کامل وہ ہے جو صورتاً، طور و معنی دونوں اعتبار سے مثل ہو، اور جب کامل مثل متفق نہیں ہو سکتی، تو اس کو معنی مثل پر محمول کیا جائے گا کیونکہ مثل معنی شریعت میں متعارف ہے، جیسا کہ حقوق العباد میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ أَغْتَلَىٰ غُلَّتْ أَعْيُنُكُمْ فَمَا تَعُدُّونَ إِلَّا كَذِبًا  
جو جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کی زیادتی کا بدلہ نہ دو  
یٰٰمُؤْمِنِينَ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُقَاتِلُوا فِي الْحَرْبِ (البقرہ: ۲۴۷)

نیز جن جانوروں کی مثل نہیں ہے ان میں امام شافعی کے نزدیک بھی مثل معنی مراد ہوتی ہے، پس مثل معنی ہلا، جلا، مراد ہے۔ لہذا سب جگہ مثل معنی ہی مراد لیں گے، چاہے 'ورنہ قرآن مجید کے ایک لفظ سے دو معنی مراد لینے لازم آئیں گے، کہیں مثل صوری اور کہیں مثل معنی۔ نیز مثل معنی میں عموم ہے اور مثل صوری میں خصوص ہے اور عموم خصوص پر راجع ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ محرم نے جس شکار کو قتل کیا ہے، اس پر اس کے خون میں اس کی قیمت واجب ہے۔ نیز قرآن مجید میں قتل کیے ہوئے شکار کے لیے قسم کا لفظ ہے اور یہ لفظ جنگلی اور یا تو دونوں قسم کے جانوروں کے لیے بولا جاتا ہے۔

جزاء میں اختیار معصوفوں کی طرف راجع ہے یا محرم کی طرف؟

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جزاء میں اختیار محرم کی طرف راجع ہے، یعنی محرم کو اختیار ہے، خواہ وہ اس جانور کی قیمت سے قربانی کا جانور خرید کر اس کی قربانی کر دے، یا اس کی قیمت کا طعام خرید کر مساکین پر صدقہ کر دے، یا ان مسکینوں کی تعداد کے برابر روزے رکھے، اور امام شافعی اور امام محمد کے نزدیک یہ اختیار فیصلہ کرنے والے دو نیک حاکموں کی طرف راجع ہے۔ اگر وہ قربانی کا حکم دیں تو اس جانور کی نظیر خرید کر اس کی قربانی کرے، اور اگر وہ طعام صدقہ کرنے کا حکم دیں یا روزے رکھنے کا حکم دیں تو اس کی قیمت کا طعام خرید کر مساکین پر صدقہ کرے یا مساکین کی تعداد کے برابر روزے رکھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ یہ اختیار محرم کی آسمانی کے لیے دیا گیا ہے اور محرم کے لیے آسمانی اسی وقت ہوگی جب یہ اختیار اس کی طرف راجع ہو۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے، دراصل ایک یہ قربانی کتب کو پہنچنے والی ہو، یا اس پر چند مسکینوں کا کھانا ہے، یا ان کی تعداد کے برابر روزے رکھنا ہیں

اور ظاہر آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختیار ان مسکینوں کی طرف راجع ہے۔

طعام کا صدقہ مکہ میں کرنا ضروری ہے یا دوسرے شہر میں بھی جائز ہے؟

قریبی کا باور صرف مکہ میں نذ کیا جائے گا اور مسکینوں کو طعام کا صدقہ کسی اور شہر میں بھی دیا جاسکتا ہے۔ امام شافعی صدقہ طعام کو قربانی پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ یہ طعام بھی مکہ کے مسکینوں پر صدقہ کیا جائے اور ان دونوں میں مشترک چیز ہے کہ حرم کے رہنے والوں کے ساتھ حسن سلوک ہو۔ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ شکاری جہاں میں کسی جانور کو ذبح کرنا غیر معقول فعل ہے، لہذا وہ زمین اور مکان کے اعتبار سے اپنے امور میں بند رہے گا اور صدقہ کرنا ایک معقول فعل ہے۔ اس لیے وہ ہر جگہ ہو سکتا ہے اور روزہ میں اشقیق ہے کہ وہ کسی بھی شہر میں رکھے جاسکتے ہیں۔

(ابو ایوب الدین، ص ۲۸۰-۲۷۲، مفردا، مطبوعہ مکتبہ شرکت علیہ، لبنان)

دوسری بار شکار کو مارنے سے جزاء لازم ہوگی یا نہیں؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کڑو گی اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت عذاب بختم ہے۔ (الحکمہ: ۵۵)

اس آیت کا معنی ہے عرم نے پہلی بار شکار کو قتل کیا اور اس کی مٹان یا جزاء ادا کر دی تو اللہ اس کو معاف کر دے گا اور جس عرم نے دوسری بار شکار کو قتل کیا، وہ آخری عذاب کا مستحق ہو گا۔

دوسری بار شکار کو قتل کرنے والا مٹان ادا کرے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ عطاء امیر اہم، ابن جبر، حسن اور جہور کا قول یہ ہے کہ عمار قتل سے عمار جزاء واجب ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حاضی شریع کا قول یہ ہے کہ اگر عرم نے دوبارہ شکار کو قتل کیا تو اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، حتیٰ کہ جب من سے کوئی عرم سوال کرے کہ اس نے شکار کو قتل کر دیا ہے، اس کو کیا کرے تو وہ اس سے سوال کرے کہ اس نے پہلی بار شکار کو قتل کیا ہے یا دوسری بار۔ اگر اس نے پہلی بار قتل کیا ہو تو اس کو کفارہ کا حکم دیتے اور اگر دوسری بار قتل کیا ہو تو اس کو کفارہ کا حکم نہ دیتے، اور وہ چونکہ عذاب آخری کا مستحق ہے، اس لیے اس پر صرف توبہ کرنا لازم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے کہ اس کی توبہ قبول فرمائے یا اس کو عذاب دے، جس طرح پہلی کبیرہ گناہوں کا حکم ہے۔

اس آیت کی توجہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے دوبارہ حالت احرام میں شکار کو قتل کیا اور کفارہ نہیں دیا، تو اللہ اس سے انتقام لے گا، لیکن یہ توجہ ظاہر آیت سے بعید ہے۔ اس آیت میں گناہ کبیرہ پر اصرار کرنے والے کے لیے بہت سخت وعید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کو دوبارہ کرنے پر انتقام لینے کی وعید سنائی ہے۔ بندہ کو چاہیے کہ ہر آن اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا رہے اور کسی بھی گناہ کو دوبارہ کرنے سے اجتناب کرے۔ مبادا وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کا شکار ہو جائے، جس جہی بھی اس آیت کو چڑھا ہوں، تو مجھ پر خوف طاری ہو جائے۔

اضطرار کی صورت میں شکار اور مردار میں سے کس کو اختیار کرنا اولیٰ ہے؟

اگر عرم کو کھانے پینے کے لیے کچھ نہ ملے اور وہ بھوک سے جاں بلب ہو اور اس کو مردار اور شکار دونوں میسر ہوں تو اس میں اختلاف ہے کہ وہ مردار کھا کر جان بچائے یا شکار کو مار کر کھائے۔ امام زفر نے کہا کہ مردار کھانے کے لیے کچھ مردار ایک وجہ سے حرام ہے اور شکار کو قتل کر کے کھانا ایک وجہ سے حرام ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وہ شکار کو قتل کر کے کھا لے اور اس کی جزاء ادا کرے، کیونکہ مردار کی حرمت زیادہ غلیظ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شکاری حرمت عارضی ہے، احرام سے

لنگھنے کے بعد یہ حرمت ختم ہو جاتی ہے اس کے برخلاف مردار کی حرمت دائمی ہے اور جب اسے دو حرمتوں میں سے کسی ایک حرمت کا ارتکاب کرنا پڑے تو زیادہ غلیظ حرمت کے مقابلہ میں ضعیف حرمت کو اختیار کرے جیسا کہ دو معصیتوں میں سے کم درجہ کی معصیت کو اختیار کیا جاتا ہے جس کو فقہاء اہل البیہین سے تعبیر کرتے ہیں۔ مبسوط میں اسی طرح مذکور ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اس صورت میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول کے مطابق مردار کھانا شکار کو قتل کر کے کھانے سے اولیٰ ہے۔ امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے کہا کہ شکار کو زخم کر کے اور اگر شکار حلال ہو اور ذبح ہو تو سب کے نزدیک شکار کو کھانا مردار سے اولیٰ ہے اور اگر ایک طرف شکار ہو اور دوسری طرف خنزیر کا گوشت ہو تو جان بچانے کے لیے عرم کے واسطے اولیٰ ہے کہ وہ شکار کھائے۔

(روح البانی '۲۷' ص ۳۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مبسوط اور فتاویٰ قاضی خان کی نقل میں تعارض ہے ہمارے نزدیک مبسوط کی نقل مستند ہے اور قوت دلیل کے اعتبار سے وہی رائج ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے اور جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب پیش کیے جاؤ گے۔ (المائدہ ۹۵)

سمندری شکار کی تعریف اور اس میں مذہب ائمہ

سمندری شکار سے مراد ہے جس جانور کو پانی میں شکار کیا جائے خواہ وہ پانی سمندر میں ہو، دریا میں ہو، نہر میں ہو یا تھاب میں ہو اور اس سے مقصود وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہو اور اس کی نشوونما اور بچہ پانی میں ہو اور اس کے طعام سے مراد پانی میں کیا ہوا شکار ہے۔ فقہاء اہل سنت کے نزدیک اس سے مراد صرف مچھلی ہے۔ غن کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں مچھلی اور مڈی۔ اسن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۲۸۸ مسند احمد 'ج ۲' رقم الحدیث ۵۵۴۷

اس حدیث کی سند کا ایک راوی عبدالرحمن بن زید ضعیف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس سے مراد پانی کے تمام جانور ہیں ان کا استدلال اس آیت کے ظاہر سے ہے اور حضرت عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سمندری طعام سے مراد وہ تمام جانور ہیں جن کو سمندر ساحل پر پھینک دے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سمندری طعام سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سمندر سے نکلی جائے اس کو کھانا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور سمندر کی ہر چیز کھائی جائے گی خواہ وہ مردار ہو سمندر میں ہوا سمندر کے ساحل پر ہو۔

(جامع البیان '۲۷' ص ۸۸-۸۶)

خشکی کے شکار سے مراد وہ جانور ہیں جو خشکی میں پیدا ہوئے ہوں اور جن کی نشوونما اور بچہ خشکی میں ہو اور شکار سے مراد وہ جانور ہیں جو اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے انسانوں سے غیر نفوس اور حوش اور خضر ہوں جیسے ہرن اور خیل گائے وغیرہ اور بکری گائے اور اونٹ وغیرہ شکار نہیں ہیں کیونکہ وہ انسانوں سے نفوس ہیں۔ خشکی کے جانوروں کو قتل کرنے کا حکم بغیر اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے پانچ مفسق جانوروں کو مسمیٰ فرما دیا ہے۔ وہ یہ ہیں: بچو، چو، کائے، ولا کائے، اور خیل ان کی تفصیل اور تحقیق ہم اس سے مشعل پہلی آیت کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔



شکار کا گوشت محرم کے لیے ناجائز ہونے کے متعلق احادیث

اس آیت میں فرمایا ہے اور جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا ہے۔ ائمہ ملاح نے اس آیت سے یہ استنبط کیا ہے کہ اگر غیر محرم، محرم کے لیے کسی جانور کو شکار کرے تو محرم کے لیے اس کو کھانا جائز نہیں ہے اور حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قسوسی متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب بن جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جنگی گدھا (شکار کر کے) پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے وہ جان کو واپس کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر انوس کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا ہم نے تم کو یہ صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ تم محرم ہیں۔

(صحیح مسلم، ج ۵، ص ۵۰، ۵۱، ۵۲، صحیح ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۲۵، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۸۵۰، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۸۸۸، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۰۹۰)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حارث کو طائف کا گورنر مقرر کیا تھا اس نے کچھ برعدوں اور جنگلی جانوروں کا شکار کیا اور یہ طعام حضرت عثمان کی طرف بھیجا حضرت عثمان نے یہ طعام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا جس وقت ان کا قصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ اپنے اونٹوں کے لیے اپنے ہاتھ سے درختوں سے پتے بھار رہے تھے لوگوں نے آپ سے کہا یہ طعام کھائیں۔ آپ نے فرمایا تم لوگ کھالو کیونکہ میں محرم ہوں۔ پھر فرمایا قبیلہ اشجع کے جو لوگ یہاں موجود ہیں میں ان کو قسم دے کر پوچھا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے جنگی گدھے کا گوشت پیش کیا اور اٹھا لیا کہ آپ محرم تھے؟ آپ نے اس گوشت کو کھانے سے انکار کیا؟ انہوں نے کہا ہاں!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے زید بن ارقم کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شکار کی دھنسی پیش کی گئی تو آپ نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا میں محرم ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں!

(سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۵۰-۱۸۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۲ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے لیے خشکی کا شکار حلال ہے، جب تک کہ تم اس کو خود شکار نہ کرو یا اس کو تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے۔

امام ابوداؤد نے کتاب غنیمت میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شکار کرے اور اس کا حصہ چاہے جس پر آپ کے اصحاب نے عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۸۵، سنن ترمذی، ج ۲، رقم الحدیث: ۸۳، سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۸۷)

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

نوفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ایک ساتھ ج کھیل۔ ایک غیر محرم نے شکار کر کے حضرت عثمان کے پاس اس کا گوشت بھیجا حضرت عثمان نے اس میں سے کھایا اور حضرت علی نے نہیں کھایا۔ حضرت عثمان نے فرمایا یہ خدا ہم نے شکار کیا ہے، نہ اس کا حکم دیا ہے، نہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضرت علی نے یہ آیت پڑھی جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے۔

مثنیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص شکار کرے تو شکار کو نہیں کھاتے، خواہ اس کو غیر محرم

نے شکار کیا ہو۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۹۷) مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ  
محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے متعلق مذہب ائمہ  
علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متونی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

جب محرم خود شکار کرے یا شکار کو ذبح کرے تو محرم پر اس کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے۔ (المائدہ ۹۷) پھر اگر محرم اس شکار میں اعانت کرے یا اس پر ولالت کرے یا اس کی طرف اشارہ کرے تب بھی وہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے پھر اگر غیر محرم محرم کی خاطر شکار کرے تو یہ عمل اختلاف ہے امام احمد امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں بھی اس شکار کو کھانا محرم پر حرام ہے اور یہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس صورت میں محرم کے لیے شکار کو کھانا جائز ہے کیونکہ حدیث صحیح میں اس کا جواز ہے۔

مصلحہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا ہم نے جنگی گدھے دیکھے۔ حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کی کونچیں کاٹ ڈالیں ہم نے ان کو اس کا گوشت کھایا پھر ہمیں خیال آیا کہ ہم محرم تھے اور ہم نے شکار کا گوشت کھایا پھر ہم نے ہلی گوشت دکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا مارا کیا تھا یا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا ہلی باندھ گوشت بھی کھاؤ۔

(صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث ۷۸۲۳ صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۰ ۱۰۱۱ ۲۸۱۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۷۸۵۲ سنن ترمذی رقم الحدیث ۸۳۸ سنن النسائی رقم الحدیث ۲۸۲۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۰۹۳ صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۳۳۲۱ مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث ۸۳۷ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۵۲۲ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۹۹ متن مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶ ۳۰۵ ۳۰۴ مطبوعہ قدیم)  
اور حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ پھر حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ شکار کا گوشت محرم پر ہر محل میں حرام ہے۔ (المطبی ج ۳ ص ۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عین نظر کا ہے:

۱۔ حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا موقف یہ ہے کہ شکار کا گوشت محرم پر ہر محل میں حرام ہے۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ ہے کہ اگر غیر محرم نے محرم کی خاطر شکار کیا ہے تو محرم پر اس شکار کا گوشت حرام ہے اور نہ نہیں اور یہی ائمہ خلافت کا موقف ہے۔

۳۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ اگر محرم نے شکار میں غیر محرم کی اعانت نہیں کی نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ ولالت کی تو پھر محرم کے لیے اس شکار کو کھانا جائز ہے خواہ غیر محرم نے محرم کی خاطر شکار کیا ہو۔

محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل

قوت دلائل کے اعتبار سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نظریہ راجح ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور وہ صحیح بخاری صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے اور ائمہ خلافت نے حضرت جابرؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابوداؤد سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے پھر صحاح کی احادیث سنن کی احادیث پر مقدم ہیں۔ اور

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کی حدیث میں لام تنبیہ کے لیے ہے، یعنی شکار کا گوشت تمہاری ملک کر دیا جائے تو پھر تمہارے لیے اس کا کھانا جائز نہیں، جبکہ تم حرم ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب تمہاری امانت سے تمہارے لیے شکار کیا جائے اور اس صورت میں اس کا کھانا مطلقاً حرام ہے۔

حضرت مصعب بن بشام کی حدیث میں ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگی گدھا پیش کیا تو آپ نے یہ فرما کر رد کر دیا کہ میں حرم ہوں۔ یہ حدیث ائمہ غلاف کے بھی خلاف ہے اور امام ابو حنیفہ کے بھی، ائمہ غلاف اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت مصعب بن بشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شکار کیا تھا اس لیے آپ نے اس شکار کو واپس کر دیا اور امام ابو حنیفہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ صحیح مسلم 'الحج' ۵۰ میں ہے کہ حضرت مصعب نے آپ کی خدمت میں جنگی گدھا پیش کیا اور 'الحج' ۵۰ میں ہے 'جنگی گدھے کا گوشت پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ کے موقف کے خلاف حجت نہیں ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے جو بخاری، مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے اور غیر مضطرب ہے۔'

اس دہائیہ سوال کو قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت میں ہے جب تک احرام میں ہو تمہارے لیے جنگی کاشکار حرام کر دیا گیا ہے یہ آیت بھی بظاہر امام ابو حنیفہ اور ائمہ غلاف دونوں کے خلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس پر محمول ہے کہ جنگی کاشکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جبکہ تم نے حالت احرام میں خود شکار کیا ہو یا شکار کرنے والے غیر حرم کی امانت کی ہو، امام اعظم ابو حنیفہ کی تنہید میں مزید احادیث حسب ذیل ہیں۔

امام محمد بن حسن شیبانی سنن ۸۸۹ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بحرن کے پاس سے گزرا تو مجھ سے سوال کیا گیا کہ اگر غیر حرم شکار کرے تو کیا اس کا گوشت حرم کے لیے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، لیکن میرے دل میں کچھ اضطراب تھا، میں نے حضرت عمر سے اس کا ذکر کیا، حضرت عمر نے فرمایا اگر تم اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو تباہی تم کو لیتی نہ دے سکتے۔

(کتاب الآثار، رقم الحدیث ۳۵۹، مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

امام ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں، 'اگر تم اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو میں تمہیں دس مارا۔'

(جامع البیان، ج ۷، ص ۷۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

حضرت زہیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دھوپ میں کھلیا ہوا شکار کا گوشت لے کر جاتے اور اس کو سڑ میں کھاتے تھے، حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام میں ہوتے تھے۔ (کتاب الآثار، رقم الحدیث ۳۶۰، مطبوعہ کراچی)

حضرت طہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس میں بحث کر رہے تھے کہ حرم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تھے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا، 'تم کس چیز میں بحث کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا کہ حرم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم دیا۔ امام محمد نے فرمایا ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جب غیر حرم شکار کرے تو حرم کے لیے اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ اس کو حرم کی خاطر ذبح کیا گیا ہو' اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار، رقم الحدیث ۳۶۱، مطبوعہ کراچی)

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ

اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنادیا، اور حرمت والے مہینہ کو

وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

اور کبیرہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گول میں پٹے ہوئے چٹوں کو یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ ایک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۹۷﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، ایک اللہ ہر چیز کو بہت جانتے والا ہے ۵ جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت

شَدِيدٌ الْعِقَابِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا

سخت ہے اور یہ کہ اللہ بہت بخشنے والا ہے، بے حد نرم فرماتے والا ہے ۵ رسول پر صرف علم پہنچانا ہے

الْبَلْغُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَا يَسْتَوِي

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو ۵ آپ کہیے کہ پاک اور ناپاک

الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعَجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ

برابر نہیں ہو سکتا، غراہ (بے طہارت) تم کو ناپاک کی کثرت اچھی لگتی ہو، مگر بے عقل والو! تم

يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۰۰﴾

اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم غلام پاؤ ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنادیا اور حرمت والے مہینہ کو

اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گولوں میں پٹے ہوئے چٹوں کو یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، ایک اللہ ہر چیز کو بہت جانتے والا ہے ۵ جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے

اور یہ کہ اللہ بہت بخشنے والا ہے، بے حد نرم فرماتے والا ہے۔ (المائدہ: ۹۷-۹۹)

مشکل الفاظ کے معنی

کعبہ: یہ جو گورہ بلندیت ہے جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مکہ میں بنایا کعبہ کے معنی بلند

ہوتا ہے اور یہ جو گدہ بلندیت ہے اس لیے اس کو کعبہ کہا گیا۔

قیاما للناس: جس چیز کے سب سے لوگوں کے معاملات قائم اور درست ہوں کعبہ کی زیارت کر کے اور اس کا طواف

کر کے لوگ حج اور عمرہ کی عبادت کو انجام دیتے ہیں جس سے حق کی آخرت درست ہوتی ہے اور جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو

اس کی جگہ بخاریہ کے نور قائم دنیا سے تجارقی سلطان مکیج کرکھ کی سرزمین میں چلا آتا ہے اس سے ان کی دنیا و دست ہوتی ہے۔  
الشہر الحرام: چار حرمت والے مینے ہیں۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ ان مینوں کے سببے بھی عن کے  
معلقات قائم اور دست رہے ہیں کیونکہ ان مینوں میں جنگ اور قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

الہدی: جن جانوروں کو قربان کرنے کے لیے حرم میں بھیجا جائے، ان کو الہدی کہتے ہیں، فرباد اور فہرہ ان کا گوشت کھاتے ہیں، جس سے ان کی عدد ہوتی ہے۔

الغلاطی: قلمیہ کو کہتے ہیں، اس سے مراد قرینی کا وہ جہاز ہے جس کے گلے میں بار یا پتھر۔ اہل عرب کا طریقہ تھا کہ جس جہاز کو قرینی کے لیے کعبہ کی طرف بھیجے، اس کے گلے میں پتھر ڈالتے۔ اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کا خصوصیت سے ذکر کیا۔

## مشارکت

اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے محرم پر شکار کرنے کو حرام فرمایا تھا اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ جس طرح حرم وحشی جانوروں اور پرندوں کے لیے پاٹ امن ہے اسی طرح وہ انسانوں کے لیے بھی امن کا پاٹ ہے اور دنیا اور آخرت کی بھلائیوں اور سعادتوں کے حصول کا سبب ہے۔

کعبہ اور دیگر شعائر حرم کالوگوں کے لیے مصلح اور مقوم ہونا

عرب میں کوئی امیر اور رئیس نہیں تھا جو ضعیف اور مظلوم کا حق قوی اور غالم سے دلا سکے اور جو کسی بدکار کو سزا اور نیکو کار کو جزا دے سکے "لہذا اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو البیت الحرام ہے "لوگوں کے معاملات کی درنگی اور اصلاح کا سبب بنانا" جیسے کسی ملک کا بانی و شاہنشاہی رحمت کے معاملات کو درست اور قائم رکھتا ہے اور لوہ میں عدل و انصاف برقرار رکھتا ہے "اسی طرح سے کعبہ اور حرمت والے سینے زائد جاہلیت میں ان کی اصلاح اور درنگی کا سبب تھے "یہ لکھو کہ وہ البیت الحرام کی تقسیم کرتے تھے "اور اس شہر میں جنگ و جدال سے اجتناب کرتے تھے اور صل کے چار حرمت والے مہینوں میں بھی لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرتے تھے "یہ لکھو کہ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں لوگ حج کے لیے سڑک کرتے تھے اور محرم میں سفر سے واپس جاتے تھے "اور وہ سب میں عہد کے لیے سفر کرتے تھے اور وہ زائرین بیت کو بیت اللہ کی تقسیم کی وجہ سے ہاموں اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی طرح قربانی کے جو جانور حرم میں لے جائے جاتے تھے جن کو الہدی اور الفلاند کہا جاتا تھا "ان کی بھی بیت اللہ کی وجہ سے تقسیم کرتے تھے "بیت اللہ کی تقسیم ان کے دل و دماغ میں مستحکم ہو چکی تھی اور ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔

نورِ زمانہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تعلیم کو اسلامی عبادات کا اہم حصہ بتا دیا، سو فرمایا۔

اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لیے مرکز اجتماع اور مقام امن بنا دیا اور (ہم نے) حکم دیا کہ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنی جگہ بنا لو، اور ہم نے ابراہیم اور اسمعیل سے عہد لیا کہ وہ میرے بیت کو طواف کرنے والوں، احکامات کرنے والوں اور دعوایہ اور مجیدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔

منہلک جی کی اوائلی کی وجہ سے اس پہ آب و گیلہ، زمین اور غنیمت زمین میں تمام دنیا سے مسلمان ٹوٹ کر آتے ہیں، اور ہر جگہ سے پہلی تجارتی مسلمان، محل اور غلہ پہنچتا ہے، اور یوں اس بیت کی وجہ سے مسلمان حرم کے لیے اسباب زینت فراہم ہوتے

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا

أَوَلَمْ تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ تَحَرُّوا مِنْهُنَّ يَا مُحَبِّبِي الْبُتُو  
تَسْرَاتٍ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ رِجَالِهِمْ لَدُنَّ وَلِيٍّ لِيُخْبِرَهُمْ  
لَا يَعْلَمُونَ۔ (القصاص ۵۵)

دور دور سے لوگ حرم میں آکر محلات کرتے ہیں اور دنیا کی زینب و بنت سے اجتناب کرتے ہیں 'احرام کی ممنوعات سے باز رہتے ہیں' قرآن مجید کی حرم میں محلات کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ حرم میں نماز پڑھتے ہیں اور طواف کرنے کی سعی کرتے ہیں 'حج کے اجتماع کو دیکھ کر محشر کو یاد کرتے ہیں' ان کے دلوں میں خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف زیادہ ہوتا ہے اور وہ برے کاموں سے باز رہتے اور بقیہ عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کا عہد کرتے ہیں 'حرم میں کی ہوئی نیکیوں کا اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گنا اجر عطا فرماتا ہے' زائرین میں آتے ہیں اور وہاں جلتے ہوئے اپنا دل ہمیں چھوڑ جاتے ہیں اور ساری عمر ہمیں آنے کی پیاس رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رسول پر صرف حکم پہنچاتا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (الباقہ ۹۹)

کسی کو جبراً بدایت یافتہ بنانا قرآن فی سرائر میں سے نہیں ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا 'اللہ کا عذاب بہت سخت ہے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے' بعد رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے عذاب کا ذکر کیا تاکہ لوگ اللہ کے عذاب کے ڈر سے گناہوں سے باز رہیں 'پھر اپنی مغفرت اور رحمت کا ذکر فرمایا کہ اگر انسان سے شمت نفس سے کوئی کند ہو جائے تو پھر اللہ کی رحمت پر نکلے گا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر لوگوں کو عمل کی ترغیب دی اور فرمایا رسول کا کلام صرف تبلیغ کرنا اور بدایت دینا ہے 'نیک کاموں کی ترغیب دینا اور برے کاموں سے روکنا اور ان کو عذاب سے ڈرانا ہے' تم کو نہ توجہ حاصل ہو گی کہ اللہ کا رسول کا منصب ہے اور نہ تم میں ایمان اور تقویٰ پیدا کرنا رسول کی ذمہ داری ہے اور نہ نیکیوں پر ثواب عطا کرنا اور برائیوں پر عذاب دینا رسول کا کام ہے 'بہت رسول اللہ ﷺ نے تم کو نیکی اور برائی کے راستے دکھا دیے تو ان کا کلام ختم ہو گیا' اب ان پر عمل کرنا نہ کرنا تمہارا مسئلہ ہے اور اس پر ثواب عطا کرنا یا عذاب دینا یہ اللہ کا کام ہے۔

البتہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ گناہوں کی مغفرت کے لیے اور نیکو کاروں کے درجہ میں ترقی کے لیے شفاعت فرمائیں گے جس کی تحصیل اپنے مقام پر آجکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کپ کینے کو پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتا 'خود (اے مخاطب) تم کو ناپاک کی کثرت اچھی لگتی ہو' سو اے محفل والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم قلع چاؤ (الباقہ ۱۰۰)

اللہ کے نزدیک نیکو کاروں اور بدکاروں کا برابر نہ ہوتا

پاک اور ناپاک کو برابر کرنا اور صلح اور فتنہ و فاجر کو برابر کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے 'اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْ تَحْتَسِبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
كَالْمُتْسِدِّينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ تَحْتَسِبُ  
الْمُتْسِدِّينَ كَالْمُغْتَابِرِ۔ (ص ۲۸۷)

جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں، کیا انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے گی؟ وہ کیا برا فیصلہ کرتے ہیں؟

کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں کی مثل کر دیں گے؟ جس کو کیا ہو؟ تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الشَّجَاتِ أَنْ يَسْمَلَهُمْ كَذَّالُوا هُنَّ أَمْثَلُوا وَعَمِلُوا الْفُلُحِيتِ سَوَاءٌ مَن تَتَّبِعُهُمُ بَشَرٌ مِّمَّنْ لَّهِ الْغَنَابَةُ ۝

أَسْمَعَلُ السُّلَيْمِيْنَ كَذَّالُوا هُنَّ أَمْثَلُوا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (الفلم ۳۵-۳۸)

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اے رسول! آپ انہیں بتا دیجئے کہ کھار اور کھوتا، نفع بخش اور ضرر رساں، نیک اور بد، حلال اور حرام، عادل اور ظالم، سچی برابری میں ہو سکتے، خواہ وہ کچھنے والوں کو دنیا میں بد کردار اور بے ایمان لوگ زیادہ عیش و عشرت اور زیادہ عزت و جلال میں کہیں نہ دکھائی دیتے ہوں، جیسے مسلمانوں کی یہ نسبت کفار زیادہ ترقی یافتہ اور زیادہ قوی اور مستحکم ہیں، حتیٰ کہ امریکہ جس ملک پر چاہے فضائی پابندی لگوائے، جیسے کئی سالوں سے لیبیا پر پابندی لگوائی ہوئی تھی، اور جس ملک پر چاہے جہاز کی اور اسلحہ سازی کی پابندی لگوائے، جیسے کئی سالوں سے عراق پر یہ پابندی لگوائی ہوئی ہے، اسی طرح مسلمانوں میں بھی زیادہ عزت والا، زیادہ خوشحال اور زیادہ طاقتور وہ لوگ ہیں جو بد عنوان سیاست دان اور بد دیانت سرمایہ دار ہیں، جو سنگت اور چور بازاری کرتے ہیں، سودی کاروبار کرتے ہیں، ٹیکس دوائیں کرتے، قوی کاروباری ماحلوں میں ورثت اور ناجائز کمیشن لیتے ہیں اور دیگروں سے قرضے لے کر کھاتے ہیں یا موقوفہ کرا لیتے ہیں۔ معاشرہ میں یہی لوگ عزت دار سمجھے جاتے ہیں اور سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا سوچی جو اپنی محنت سے رزق حلال کما رہے، اخبار فروش، گلوں میں کام کرنے والے محنت کش اور راج اور مسخری کا کام کرنے والے مزدور جو اپنے خون اور عینہ سے حلال کھائی کھاتے ہیں، ان کو معاشرہ میں ذلیل اور پسماندہ خیال کیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال کھانے والے اور حرام کھانے والے، پاک اور ناپاک، طیب اور خبیث، ہرگز برابر نہیں ہیں۔ سو اے صاحبانِ محض! ان خبیث لوگوں کی ظاہری آن بان کو نہ دیکھو، شیطان کے دام میں نہ آؤ، اور مال حرام کی زیب و زینت سے محروم مت ہو، کیونکہ محض مادی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اللہ سے ڈرے اور فانی کو باقی پر غار نشی کو دائمی پر، باطل کو حق پر، کھاد کو صلاح پر اور حرام کو حلال پر ترجیح نہ دے اور دنیا کے بدلہ میں آخرت کا سودا نہ کرے کہ یہ سراسر گھاتے کا سودا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلْ لَكُمْ

اسے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو ناگوار

تَسْؤُكُمْ وَإِنْ تَسْلُوا عَنْهَا حِينَ يُنْزِلُ الْقُرْآنُ تُبْدَلْ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ

بمحل! اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر گڑی جائیں گی، اللہ نے

عَنْهَا وَاللَّهُ عَفْوٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ

ان سے درگزر کیا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت علم والا ہے ۝ تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کیے تھے، پھر وہ

أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿۳۳﴾ مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ

رگ ان ہی سوالات کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے ۱۰۵ اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بیرو نہیں بنایا اور نہ سائبہ

وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى

اور نہ وصیدہ اور نہ حامی مگر یہ کافر جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان تراشتے ہیں ۱۰۶

اللَّهِ الْكَذِبُ ۖ وَآكَثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۳۴﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا

ان میں اکثر رگ متل سے کام نہیں لیتے ۱۰۷ اور جب ان سے کہا جاتا ہے اؤ اس دین

إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

کی طرف جو اللہ سے نازل کیا ہے اور رسول کی شریعت کی طرف تو کہتے ہیں جس وہ طریقہ کا ہے جس میں ہم نے اپنے

أَبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۳۵﴾

باپ اور دادا کو پایا خواہ ان کے باپ دادا کسی چیز کا علم نہ رکھتے ہوں نہ ہدایت یافتہ ہوں ۱۰۸

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناکارہ ہوں اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ نے ان سے روگرد کیا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ (النساء: ۶۱)

نئی چیز سے سوالات کرنے کے متعلق احادیث

لوگ بھی چیز سے بکثرت سوال کرتے تھے جن میں مسلمان بھی تھے اور منافق بھی۔ مسلمان تو امر واقع کو دریافت کرنے کے لیے سوال کرتے تھے اور منافق احتیاجاً استہزاء اور محض اسوئل کرتے تھے کوئی پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے؟ اور کوئی پوچھتا کہ میری لونگی کئی ہے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری سن ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے میرا خطبہ دیا کہ میں نے اس خطبہ کو بھی نہیں سنا تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم میں چیزیں کو بچن لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم فہم و فہم و روزہ زیادہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اپنے چہرے زخماں لیے اور بلند آواز سے رونے لگے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! مجھ پر اب کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ قتیبہ ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناکارہ ہوں۔

(صحیح ابوداؤد ج ۵، رقم الحديث: ۳۷۸۱، صحیح مسلم، فصل فی ما یسئل من قرآن، رقم الحديث: ۳۷۸۱، سنن

کبریٰ للبخاری ج ۶، رقم الحديث: ۵۰۳۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے استہزاء سوائل کرتے تھے کوئی پوچھتا کہ میرا باپ کون



ہے؟ کوئی کتابی نوٹش کم ہوگئی وہ لوٹشی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(صحیح البخاری 'ج ۵' رقم الحدیث ۳۷۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے نبی ﷺ سے سوالات کیے جن کی بہت زیادہ سوال کیے تو ایک دن نبی ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا میں دائیں اور بائیں دیکھ رہا تھا اس وقت ہر شخص اپنے کپڑوں میں سر ڈالے ہوئے رہا تھا ایک شخص کا جب کسی سے جھڑا ہوتا تھا تو لوگ اس کو اس کے باپ کے غریبی طرف منسوب کرتے تھے کہ کہنے لگائے اللہ کے نبی یا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا میرا باپ خدا ہے پھر حضرت عمرؓ نے کہا ہم اللہ کو رب بن کر راضی ہیں، انور اسلام کو دین بن کر اور (سیدنا) محمد ﷺ کو رسول بن کر ہم برے قتلوں سے اللہ تعالیٰ کی پندہ میں آتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا میں نے آج کی طرح خیر و شر کو نہیں دیکھا میرے سامنے جنت اور دوزخ کی تصویر کو پیش کیا یا نبی ﷺ کی کہ میں نے ان کو اس دلوں کے پاس دیکھا۔ لہذا اس حدیث کا اس آیت کو پڑھتے وقت ذکر کرتے تھے: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو۔

(صحیح البخاری 'ج ۸' رقم الحدیث ۵۸۹، صحیح مسلم 'تفاسل ۷' ۳۵۹) ۲۰۸۸ سنہ احمد 'ج ۸' رقم الحدیث ۵۶۶، طبع دار الحدیث 'کاہرہ' سنہ احمد 'ج ۳' رقم الحدیث ۳۷۲۲، طبع دار الفکر 'بیروت' سنہ احمد 'ج ۳' ص ۷۷، طبع قدیم

للم ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستے کی استطاعت رکھتے ہوں (آل عمران: ۹۷) تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں؟ آپ خاموش رہے انہوں نے پھر پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں؟ آپ نے فرمایا نہیں اور اگر میں ہر سال میں ہوں کہ دستاویز ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو گوارا ہوں۔ (الانعام: ۱۱۱)

(ترمذی 'ج ۵' رقم الحدیث ۳۰۶۶، سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۲۸۸۳، صحیح مسلم 'ج ۳' ۳۳۷) ۱۱۱۱ سنن نسائی 'ج ۵' رقم الحدیث ۳۷۲۲

للم ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور انہما کہ آپ کا چہرہ فیسے سے سرخ تھا آپ جبرائیلؑ کے ایک شخص نے سوال کیا میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں دوسرے نے سوال کیا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا خدا ہے؟ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہنے ہو کر عرض کیا ہم اللہ کو رب بن کر راضی ہیں اسلام کو دین بن کر اور (سیدنا) محمد ﷺ کو نبی بن کر اور رسول اللہ انہم زمانہ جاہلیت اور شرک سے تازہ تازہ نکل کر آئے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو اللہ جانتا ہے پھر نبی ﷺ کا قصہ قصہ ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو۔

(جامع البیان 'ج ۷' ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الفکر 'بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آپ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات

نبی ﷺ سے جن چیزوں کے متعلق سوال کیے جاتے تھے ان میں سے بعض حقیقی ہوتی تھیں جن کے ظاہر ہونے سے کمی کا یہ دعائش ہو سکتا تھا اور اس کی رسوائی کا خطرہ تھا حضرت عبداللہ بن عذافہ السهمی نے پوچھا تھا کہ میرے باپ کون ہیں؟

فرض کیجئے کہ ان کے ہاپ حذافہ نہ ہوتے، کوئی اور ہوتے تو لوگوں میں رسوا ہو جاتے اور ان کی بی بی یا سوس پر دھبہ لگ جاتا۔  
اسی طرح جس شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہر سال میں حج کرنا فرض ہے؟ اگر آپ ہاں فرمادیجئے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور  
مسلمان محض اس وجہ سے مشکل میں پڑ جاتے۔

امام ابو یوسفؒ، محمد بن یحییٰ ترمذی حنفیؒ اور احمد روایت کرتے ہیں:

مسلمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی بخیر اور جنگی مکررے کے حلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا طلال وہ  
ہے جو اللہ کی کتاب میں طلال ہے اور حرام وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حرام ہے اور جس سے اللہ نے سکوت کیا وہ معاف ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۷۳۲، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۶۷)

حضرت ابو حلیہؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، ان کو ضائع  
مت کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں سے منع فرمایا ہے، ان میں طوط نہ ہو اور کچھ اشیاء سے  
سکوت فرمایا، ان میں کھارے لیے رخصت ہے، اللہ انہیں بخولا نہیں ہے، تم ان سے بحث نہ کرو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۱۲، المستدرک ج ۲، ص ۱۲۲)

حضرت سعد بن وقاصؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے  
کسی ایسی چیز کے حلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ ان پر حرام کر دی تھی۔

(صحیح البخاری ج ۸، رقم الحدیث: ۷۲۸۹، صحیح مسلم، تفاسل ج ۱، ص ۱۳۲، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۶۱۰)

حضرت ابو ہریرہؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو جن چیزوں سے منع کیا ہے، ان سے  
اجتناب کرو اور جن کا حکم دیا ہے، ان کو بجالاؤ، حتیٰ تمہاری استطاعت ہے، کیونکہ تم سے پہلے لوگ محض زیادہ سوالات کرنے اور  
اپنے بیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (صحیح مسلم، تفاسل ج ۱، ص ۱۳۰، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۵۹۸۸)

آپ سے سوال کرنے کی ممانعت اور اجازت کے محال

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ذہر تفسیر آیت نور املیٰ لکھ کر کوردہ میں سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے، مگر لاکھ قرآن

مجید کی ایک نور آیت اور ایک حدیث میں سوال کرنے کا حکم فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَسْأَلُوْهُ اَعْلٰی الَّذِیْ خَیْرًاۙ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اگر تم میں جانتے تو علم والوں سے سوال کرو۔

(الانسیاء: ۷)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث حنفیؒ اور احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت جابرؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں گئے، ہم میں سے ایک شخص کو چتر لگ گیا، جس سے اس کا سر پھٹ  
گیا، پھر اس کو احکام ہو گیا، اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا کیا میرے لیے حکم کرنے کی رخصت ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تم  
پانی کے استعمال پر تھوڑو، تمہارے لیے حکم کی رخصت نہیں۔ سو اس نے غسل کیا اور وہ فوت ہو گیا، جب ہم نبی کریم ﷺ  
کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا انہوں نے اس کو مار ڈالا، اللہ ان کو ہلاک کر دے، جب ان کو  
مسئلہ کا حکم نہیں تھا تو انہوں نے سوال کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ جہالت کی شقا سوال کرنا ہے، اس لیے کہ تم کو کائناتی تقاضا یہ اپنے زعم  
پر پنی بات نہ کر اس پر مسلح کرو اور باقی جسم پر پنی بات نہ

(سنن ابوداؤد ج ۱، رقم الحدیث: ۳۳۶۷، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحدیث: ۵۷۵، مسند احمد ج ۱، ص ۷۰، مطبع قدیم)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا اتھان لینے کے لیے یا آپ سے استہراہ کے طور پر سوال کرنے سے من کو منع کیا گیا تھا یا جس عبادت کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم نہیں دیا تھا۔ نہ اس کا اپنی کتاب میں ذکر کیا تھا، اس کے متعلق سوال کرنے سے مسلمانوں کو منع فرمایا تھا، یا جس چیز سے کسی پر وہوری ہوئی ہو اس کے متعلق سوال کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو اور اس کا وجہ ثابت ہو چکا ہو، اس کی وضاحت کے متعلق سوال کرنا جائز ہے، جیسا کہ اس آیت کے آخری حصہ میں فرمایا اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو کہ جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو گو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائے گی۔ (المائدہ: ۱۰۱) اللہ وحی میں جو حکم بھل ہو اس کی وضاحت کے لیے سوال کرنا جو چیز سمجھ میں نہ آئے، اس کو پوچھنا کسی چیز آمدہ عبادت کے متعلق سوال کرنا، یہ تمام سوالات جائز ہیں اور قرآن مجید اور احادیث میں ان کی بہت نظر ہیں۔

آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ نے مطلق کی حدت بیان فرمائی، اور جس کا تلون فوت ہو گیا ہو اس کی حدت بیان فرمائی اور حائل کی حدت بیان فرمائی اور اس صورت کی حدت بیان نہیں فرمائی جس کو حیض آتا ہو، نہ حمل ٹھہرا ہو، یعنی وہ بہت بوجھ ہو تو صحابہ نے اس کے متعلق سوال کیا تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ مِنْ الْأُنْثَىٰ مِنْ الْمَحْضِ مِنْ نِسَائِهِمْ  
رَبِّهِمْ قَوْلَهُمْ نَحْنُ نَحْنُ نَحْنُ (الطلاق: ۳۰)

اور حسامی عورتوں میں سے جو ایسے ہو چکی ہوں اور  
ہمیں (ان کی حدت کے متعلق) شبہ ہو تو ان کی حدت تین ماہ  
کے حائل میں کرتے تھے۔

وہ آپ سے فرج کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہنے  
کہ تم (ہاں) ابھی فرج کرو تو وہاں باپ، قریبی رشتہ داروں،  
قیہوں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے فرج کرو۔  
وہ آپ سے ماہ حرام میں نکال کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ  
کہنے اس میں قتل کرنا یا گناہ ہے، اور اللہ کی راہ سے روکا اور  
اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام و لا حرام آملہ میں  
رہنے والوں کو اس سے نکالنا، اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے  
اور قتل کرنا قتل سے زیادہ مختص ہے۔

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں،  
آپ کہنے ان دونوں میں گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ  
فائدے (ابھی) ہیں، اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ  
بڑا ہے۔

وہ آپ سے قیہوں کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہنے  
کہ ان کی اصلاح زیادہ بڑی ہے۔

يَسْتَلْزِمُكَ عَنِ الْمَحْضِ قُلُّ هُوَ آذَى  
فَاعْتَدِلُوا الرِّسَاءَ فِي الْمَحْضِ —  
وہ آپ سے حیض کے حکم کا سوال کرتے ہیں آپ کہنے کے  
وہ گندگی ہے میں عورتوں سے حالت حیض میں انگہ رہو۔

(البقرہ: ۲۲۲)

قرآن مجید میں اس طرح کے سوالات کی پندرہ آیتیں ہیں جن میں سے بارہ آیتوں میں صحابہ کرام کے سوالات ہیں ان  
آیات سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں کسی چیز کا حکم معلوم کرنے کے لیے کسی شرعی حکم کی وضاحت کے لیے اور کسی  
اشیاء کو دور کرنے کے لیے سوال جائز ہے 'احادیث میں بھی اس کی بہت تعداد ہے۔  
آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق احادیث

نئی پیچھے سے صحابہ کرام امور مستقبلہ کے متعلق بھی سوال کرتے تھے  
امام محمد بن اسماعیل بخاری بخاری ۵۹۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک مجلس میں نبی پیچھے صحابہ کرام سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک  
امر اہل نے آپ کی حدیث کے دوران سوال کیا قیامت کب ہوگی؟ آپ نے اپنی حدیث جاری رکھی پھر سائل کو متوجہ کر کے  
فرمایا جب القامت ضلّج کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا اس نے پوچھا القامت کیسے ضلّج ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب کوئی منصب  
پائل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا (صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۵۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۳۳ھ)

صحابہ کرام کسی پیش آمدہ مسئلہ اور حدیث میں آپ پیچھے سے سوال کرتے تھے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبہ الوداع میں رسول اللہ پیچھے لوگوں کے لیے فھر گئے  
لوگ آپ سے سوال کر رہے تھے 'ایک شخص نے کہا مجھے پتا نہیں چلا اور میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا' آپ نے فرمایا کوئی  
حرج نہیں (ابن) ذبح کر لو ایک اور شخص نے کہا کہ مجھے پتا نہیں چلا میں نے ذبی سے پہلے غز کر لیا۔ آپ نے فرمایا اب ذبی کر لو  
کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی پیچھے سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کیا گیا جس کو مقدم یا موخر کیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا کر لو کوئی  
حرج نہیں ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۸۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۳۳ھ)

امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک مقدم یا مؤخر میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے دم  
لازم آتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے اسی طرح مروی ہے 'اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس سے آخرت میں حرج یعنی گناہ  
نہیں ہوگا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو اسلمہ کی بیٹی سے شادی کی 'ایک عورت نے ان سے کہا میں  
نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے 'حضرت عقبہ نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے پہلے مجھے  
بتایا تھا پھر دودھ رسول اللہ پیچھے کے پاس عینہ پہنچے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ پیچھے نے فرمایا تم اس سے  
انگ کیوں نہیں ہوتے؟ جبکہ یہ کہا گیا ہے تو عقبہ اس عورت سے انگہ ہو گئے۔ (صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۸۸۸، بیروت)

آپ کا یہ ارشاد بطور استنباط ہے 'اور نہ ایک عورت کے قول سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی 'ثبوت رضاعت کے لیے دو  
مردوں کی کوئی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی کوئی ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آئی تھی میں نے حضرت مقداد سے کہا کہ وہ اس کے متعلق سوال  
کریں 'انہوں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس میں وضو ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۳۳۲، بیروت)

خواتین آپ سے عورتوں کے خصوصی مسائل دریافت کرتی تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں فرماتا کیا عورتوں پر بھی احکام کی وجہ سے غسل فرض ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے میں اپنے منہ کو چھپا کر کہلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کو بھی احکام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں یا چہرہ پر کس وجہ سے اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۰، بیروت)

قرآن مجید کی کسی اصطلاح کے حعلق بھی مشابہ آپ سے سوال کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں قتل کرنے کی کیا تعریف ہے؟ ہم میں سے کوئی شخص غصب کی وجہ سے قتل کرنا ہے، کوئی گروہی غصب کی وجہ سے قتل کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سراغایا اس وقت وہ شخص کھڑا ہوا تھا آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے دین کی سرپرستی کے لیے قتل کیا وہی اللہ عزوجل کی راہ میں قتل کرنا ہے۔ (صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۳، مطبوعہ بیروت)

بعض اوقات مشابہ آپ کی حدیث کے معارف میں قرآن مجید کی آیت پیش کرتے پھر آپ اس کا جواب دیتے تھے۔  
ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی آپ سے کوئی حدیث سنیں اور آپ اس کے مطلب کو نہ پہنچیں تو آپ سے رجوع کرتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے حسب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چوتھے نے کہا کیا اللہ یہ نہیں فرماتا اس سے مقترب بہت آسان حسب لیا جائے گا۔ (الاشفاق ۸) آپ نے فرمایا اس آیت میں حسب کا پیش کرنا مراد ہے، لیکن جس سے حسب میں مشابہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۰۳، مطبوعہ بیروت)

### مشکل سوالات اور بھارت ڈالنے کی ممانعت

طائفہ ابو عمرو یوسف بن عبد البر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت معلو بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلیوں اور بھارتوں کے ڈالنے سے منع فرمایا کسی کو ساکت اور عاجز کرنے کے قصد سے اس پر بھارت ڈالنا منع ہے اور شاکر دوں کا استحقاق لینے کے لیے بھارت ڈالنا جائز ہے، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہے۔ (صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۷)

حضرت معلو بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے سامنے لوگوں نے سوالات کیے تو انہوں نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے افضل کوئی قوم نہیں دیکھی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف تیرہ سوالات کیے جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ وہ تیرہ سوالات یہ ہیں:

- (۱) واداء سالک عبادی عسی۔ (۲) یسئلونک عن الاہلۃ۔ (۳) یسئلونک ماذا یفقیون۔ (۴) یسئلونک عن الشہر الحرام۔ (۵) یسئلونک عن الحمر والمیسر۔ (۶) ویسئلونک عن البیتامی۔ (۷) ویسئلونک ماذا یفقیون۔ (۸) ویسئلونک عن

- المحبص۔ یہ آٹھ سوالات سورۃ البقرۃ میں ہیں۔ (۹) یسئلونک ماذا اٰحل لہم۔ (المائدہ)  
 (۱۰) یسئلونک عن الساعۃ۔ (الاعراف) (۱۱) یسئلونک عن الانفال۔ (الانفال)  
 (۱۲) یسئلونک عن الحبال۔

تحقیق یہ ہے کہ صرف بارہ سوالات صحابہ نے کیے تھے قرآن مجید میں یسئلونک کے صیغہ سے ملتی جو سوال ہیں وہ یہود اور مشرکین کے ہیں۔ ملائک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس چیز کے متعلق سوال کرے جو نہیں ہے کیونکہ جو چیز بھی ہونے والی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲، ص ۱۳۲، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سوالات کرنے کے جائز اور ناجائز مواقع

بہر حال اب حصول علم کے لیے شرعی سوالات کا کرنا جائز ہے کیونکہ اب یہ خوف نہیں کہ کسی کے سوال کرنے کی وجہ سے کسی شے کی حرمت نازل ہو جائے گی، طہل و حرام انکام نازل ہونے کا معاملہ وحی پر موقوف ہے اور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سلسلہ وحی ختم ہو چکا ہے۔ پس اگر کوئی شخص پیش آمدہ مسئلہ میں یا کسی نئے معاملہ میں یا کسی غیر مخصوص صورت نازلہ میں کسی مسئلہ کا حل دریافت کرنے کے لیے علماء سے سوال کرتا ہے تو اس کا یہ سوال کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے "اگر تم کو علم نہیں ہے تو علم والوں سے سوال کرو۔" (الانبیاء: ۱۷۷) اور نبی ﷺ نے فرمایا جنت کی شفا سوال کرنا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۶) اور جو شخص کسی پر اپنا علمی تفوق ظاہر کرنے کے لیے سوال کرے تاکہ اس کو جواب نہ آئے اور وہ عاجز ہو جائے یا جو شخص شخص ضد اور ہمت دھری کے لیے سوال کرے یا جو شخص غلط سوال کرے "سوائے سو فی جہان جائز ہیں" "خو لو کم ہوں یا زیادہ" البتہ علماء کسی مسئلہ میں ایک دوسرے کی رائے معلوم کرنے کے لیے جو سوال کرتے ہیں اور مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہیں وہ جائز ہے۔ اسی طرح کسی کی دلیل پر تنقید وارد کرنا اور مسلمات میں التفریقین سے معارضہ کرنا بھی جائز ہے اور اہل حق اور اہل باطل کے لیے مناظرہ کرنا بھی جائز ہے "انہم مناہروا میں فریق مخالف کو حکمت کے ساتھ کسی کفریہ نکتہ سے پہنچا چاہیے" اور اگر یہ چاہے کہ وہ کوئی کفریہ نکتہ کے اور میں اس کی تکفیر کروں تو یہ خود کفر ہے اور اگر یہ چاہے کہ وہ دین میں کوئی ثار و بات کے اور میں اس کی مذمت کروں تو یہ حرام ہے بلکہ یہ نیت ہونی چاہیے کہ میں دلائل پیش کر کے حکمت کے ساتھ فریق مخالف کو حق کا قائل کر لوں نہ یہ کہ اس کو مناظرہ میں شکست دوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کیے تھے "پھر وہ لوگ انہی سوالات کی وجہ سے

کفر میں مبتلا ہو گئے۔" (المائدہ: ۱۰۴)

کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے پچھلی امتوں کا ہلاک ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ تم سے پہلی قوموں نے اپنے نبیوں سے چند فرمائشی مجزبات کا سوال کیا تھا "جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سوالات کو پورا کر دیا اور ان نبیوں کو وہ مجزبات عطا فرما دیئے تو وہ ان نبیوں پر ایمان لانے کی بجائے اپنے انکار اور کفر میں پختہ ہو گئے" جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے کوئی کفریہ نکتہ کا سوال کیا تھا "اور جب وہ اونٹنی آگئی تو انہوں نے اس کی کوٹھیں کاٹ دیں" اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قوم نے یہ سوال کیا تھا کہ "ہاں پر آسمان سے ستر و خن نازل کیا جائے اور جب ان پر ستر و خن نازل کر دیا گیا تو وہ کفر میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے نبی ﷺ کی رسالت سے اور ان کی زبان سے تسبیح کی ہے کہ وہ سوالات کرنے کے معاملہ میں اپنے سے پہلی امتوں کے راست پر نہ چل جائیں" اس لیے فرمایا کہ تم فرمائشی



شمعی نے بیان کیا کہ زندہ جاہلیت میں لوگ اپنی نوشتیں اور بکریوں کو اپنے جوں کے پاس ذبح کے لیے چھوڑ دیتے تھے وہ لوگوں کی بکریوں کے ساتھ غلط مصلحت ہو جاتیں، ان کا دودھ صرف مرد دہتے تھے، اور جب ان میں سے کوئی مر جاتی تو مرد اور عورت دونوں اس کا گوشت کھاتے تھے۔ یہ سائبہ کی تفسیر ہے۔

سبہ نے سائبہ کی تفسیر میں بیان کیا کہ زندہ جاہلیت میں جب کسی شخص کا دل بہت زیادہ ہو جاتا یا وہ کسی بیماری سے شفا یاب ہو جاتا یا کسی سفر سے کامیاب لوٹتا تو وہ اپنی کسی نوشتی کو آڑ لہو چھوڑ دیتا تو کوئی شخص اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ ابن المسیب نے کہا جس نوشتی کو وہ جوں کے لیے چھوڑ دیتے وہ سائبہ کہلاتی۔

(جامع البیان ۷: ۷۷ ص ۱۲۳-۱۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

سائبہ وہ نوشتی ہے جس کی جوں کے لیے خرچ کی جاتی اور اس کو جوں کے خد نام اور محافظوں کے سپرد کر دیا جاتا۔ وہ جوں جاتی، چرتی اس پر سلسلہ لاداجاتا، نہ اس کا لون کاٹا جاتا، نہ اس کا دودھ دیا جاتا، البتہ مسلمان مستثنیٰ تھا۔

(التفسیر النبی ۷: ۷۷ ص ۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

### الویلہ کا معنی

جب کسی شخص کی بکری زور اور بلوہ دینے جتنی تو کہتے کہ یہ بکری اپنے بھائی سے واصل ہو گئی ہے، پھر اس بلوہ بچے کی وجہ سے نہ بچے کو بھی ذبح نہیں کرتے تھے، اس بکری کو شریکین زندہ جاہلیت میں "الویلہ" کہتے تھے۔

(المفردات ص ۵۵ مطبوعہ امیر ان ۱۴۱۲ھ)

مقدم نے الویلہ کی تفسیر میں کہا جب نوشتی صرف نہ بچے کو جنم دیتی تو اس نوشتی کو مرد کھاتے تھے، اور جب ایک ساتھ زور اور بلوہ کو جتنی تو کہتے یہ نوشتی اپنے بھائی کے ساتھ واصل ہو گئی ہے، پھر ان دونوں کو نہیں کھاتے تھے، اور جب مر جاتا تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے، لہذا ان کے ساتھ پیدا ہونے والی نوشتی ویلہ تھی۔

ابن المسیب نے بیان کیا کہ ویلہ وہ نوشتی تھی جو پہلی بار بلوہ کو جنم دے، دوسری بار پھر بلوہ کو جنم دے، وہ کہتے تھے کہ یہ ویلہ ہے، وہ بلوہ نوشتیں کے درمیان نہیں ہے، اس نوشتی کو وہ جوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔

(جامع البیان ۷: ۷۷ ص ۱۲۳-۱۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

### الحامی کا معنی

وہ زور و س مرتبہ بلوہ کو کیا، جنم کر دے، اس کو حامی کہتے تھے، اس پر سلسلہ لاداجاتا تھا، نہ اس پر سواری کی جاتی تھی۔

(المفردات ص ۱۳۳-۱۳۲ مطبوعہ امیر ان ۱۴۱۲ھ)

قدوہ نے کہا جو اونٹ اور اس کا بیٹا دس مرتبہ گیا، جنم کر دے، وہ حامی ہے۔

امام ابن جریر نے کہا کہ جس اونٹ کی شرب سے مسلسل دس نوشتیں پیدا ہوں، درمیان میں نہ ہو، اس کو حامی کہتے تھے، اس پر سواری کی جاتی، نہ اس پر سلسلہ لاداجاتا، نہ اس کا لون کاٹا جاتا، اس کو پہلی اور چار گھ سے منع نہیں کیا جاتا تھا۔

(جامع البیان ۷: ۷۷ ص ۱۲۳-۱۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

### بکیرہ اور سائبہ وغیرہما کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسلمیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

سید بن المسیب نے بیان کیا کہ بکیرہ وہ نوشتی ہے جس کا دودھ دیتا جوں کی وجہ سے منع کر دیا جاتا تھا، اور کوئی شخص اس کا



دودھ نہیں دیتا تھا اور ساتھ وہ اونٹنی ہے جس کو وہ اپنے بچوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر کسی چیز کو لادنا نہیں چاہتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی آستوں کو گھسیٹ رہا تھا اور میری وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے ساتھ اونٹنیوں کو چھوڑا تھا اور وہ صلیبہ وہ اونٹنی ہے جو پہلی بار اونٹ جنتی ہے اور دوسری بار اونٹنی جنتی ہے وہ اس کو اپنے بچوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے بشرطیکہ وہ کیے بعد دیگرے مادہ کو جنم دے اور ان کے درمیان فرق نہ ہو اور حلیٰ تراوٹ ہے جو چند معین مرتبہ گھبرا کر کہے جب وہ اپنا دودھ پورا کرے تو وہ اس اونٹ کو بچوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر مسلمان نہیں لادتے تھے اور اس کو اٹھائی کہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ دوزخ کی بعض آگ بعض کو کھا رہی تھی اور میں نے دیکھا کہ عمرو اپنی آستوں کو گھسیٹ رہا تھا اور یہ پہلے شخص تھا جس نے ساتھ اونٹنیوں کو چھوڑا۔

(مجمع البحار ج ۵، رقم الحدیث: ۴۶۲۳-۴۶۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو الاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا جب تمہاری اونٹیاں پیدا ہوتی ہیں تو ان کے گلے کاٹ دیا کرتے ہیں پھر تم سترائے کر ان کے گلے کاٹ ڈالتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بخیر ہے اور ان کے گلے کاٹ چر دیتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ حرام ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اللہ کی گلائی بہت سخت ہے اور اس کا ستر بہت تیز ہے اور تمہارا ہر بل جو تمہارے لیے عدل ہے اس میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی گئی۔

(مسند احمد ج ۵، رقم الحدیث: ۵۵۸۸۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۶۰ جامع البیہان ج ۷ ص ۱۱۹-۱۱۸،

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق "۱۸۱ھ ابن ابی شیبہ اور امام ابن جریر نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس شخص کو ضرور پکارتا ہوں جس نے سب سے پہلے ساتھ اونٹنیوں کو چھوڑا اور انہوں نے اسے ذبح کرنے کے پھر نصیب کیے اور جس شخص نے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا۔ صحابہ نے پوچھا رسول اللہ! ﷺ پھر وہ شخص کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو کعب کا بھائی عمرو بن لُحی ہے۔ میں نے اس کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی آستیں گھسیٹ رہا تھا اور اس کی آستوں کی بدولت وہ دوزخیوں کو ذبح کر دیتی تھی اور میں اس شخص کو پکارتا ہوں جس نے سب سے پہلے بخیرہ کے گلے کاٹ چیرے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! ﷺ پھر وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ نبی کا ایک شخص ہے جس کی دو اونٹیاں تھیں اس نے ان کے گلے کاٹ چیرے اور ان کا دودھ دوسلوں پر سانا لادنا شروع کر دیا پھر اس کو ضرورت ہوئی تو اس نے ان کو دودھ پلا دیا اور ان کی پشت پر سوار ہوا میں نے اس کو دوزخ میں دیکھا وہ اونٹیاں اس کو اپنے منوں میں سے مٹھو ڈھری تھیں اور اپنے گھروں سے دوزخ دھری تھیں یہ حدیث مرسل ہے)

(در مشرق ج ۲ ص ۳۳۸، جامع البیہان ج ۷ ص ۱۱۸، روح المعانی ج ۷ ص ۳۴)

ایصالِ ثواب کے لیے نامزد جانوروں کا احلال اور طیب ہونا

اللہ تعالیٰ نے ان چار جانوروں کو حرام نہیں کیا لیکن زمانہ جاہلیت میں مشرکوں نے بخیرہ، ساتھ، صلیبہ اور حالی گھمراے ان کو اپنے بچوں کے لیے نامزد کیا اور ان سے نفع حاصل کرنے کو حرام قرار دیا اور یہ محض اللہ پر اعتراض ہے سو ان جانوروں کو جب مسلمان، اللہ کے نام پر ذبح کرے گا تو ان کا کھانا احلال اور طیب ہو گا اسی طرح قربانی کے لیے جو جانور لوگوں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں یہاں اللہ کی گائے ہے یہاں ادر حنٰن کا بکرا ہے اور اولیاء اللہ کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے جو جانور ان کی طرف

منسوب کیے جاتے ہیں کہ مثلاً اس کبرے کو ذبح کر کے اس کے طباق کے صدقہ کے ثواب کو محنت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ یا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کی روح کو پہنچایا جائے گا اور اس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ یہ غوث پاک کا کبر ہے یا یہ راجا صاحب کا کبر ہے؟ تو جب اس کو مسلمان اللہ کے ہم پر ذبح کرے گا تو اس کا گوشت بھی حلال اور طیب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا جائے کہ تو اس دین کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول (کی شریعت) کی طرف تو کہتے ہیں۔ ہمیں وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ اور دادا کو پایا، خرواہن کے باپ اور دادا کسی چیز کا علم نہ رکھتے ہوں نہ ہدایت یافتہ ہوں۔ (المائدہ: ۱۰۴)

بحیرہ وغیرہ کی تحریم کا خلاف عقل ہونا

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زناہتِ جاہلیت کے کٹاری کی تیغ کو رد کر دیا ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا ہے اور نہ یہ اس کی سنت ہے اور نہ شریعت میں اس کو عیلت قرار دیا ہے اور اگر یہ جہلِ محض سے کام لیتے تو اول تو کفر اور شرک نہ کرتے اور اپنے انھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا نہ کرتے اور ان جانوروں کو بتوں کے لیے وقف کر کے اور ان سے حصولِ نفع کو حرام کہے مزید گمراہ نہ ہوتے جو چتر کشی قسم کے نفع اور نقصان پر مصلحتاً غور نہیں ہیں نہ ان کی ہڈیاں سن سکتے ہیں نہ اس کا جواب دے سکتے ہیں ان کی پرستش کرنے سے کیا حاصل؟ اور ان جانوروں کو ان کی خاطر حرام کرنے سے کیا فائدہ ہے؟

تقلید مذموم اور تقلید محمود

محض سے کام لیتے تو بت پرستی نہ کرتے اور نہ بتوں کی خاطر ان جانوروں کو حرام کرتے لیکن وہ بغیر غور و فکر کے اپنے آباء اجداد کی اندھی تقلید میں گرفتار ہیں، حالانکہ ان کے تہذیب و تمدن اور جاہل اور گمراہ تھے اور جانوروں کی تقلید ضرر محض ہے۔ محض، علم اور دین کے متعلق ہے اور مصلحت کے خلاف ہے اس آیت میں مطلقاً تقلید کی مذمت نہیں کی بلکہ ان لوگوں کی تقلید کی مذمت کی ہے جو جاہل اور گمراہ ہوں اور اس سے یہ معلوم نکلا ہے کہ جو لوگ عالم اور ہدایت یافتہ ہوں ان کی تقلید جائز اور صحیح ہے امام رازی نے لکھا ہے کہ ہدایت یافتہ عالم کی تقلید اس وقت صحیح ہے جب مقلد کو معلوم ہو کہ اس عالم کا قول دلیل اور حجت پر مبنی ہے اور بوقت ضرورت وہ اس عالم سے دلیل معلوم کر کے بیان کر سکے اس صورت میں یہ محض اندھی تقلید نہیں ہوگی اور وہ محض دراصل اسی دلیل کے مطابق عمل کر رہا ہے اور یہ چیز محض اور علم کے خلاف نہیں ہے۔

ہر دور میں ان چارہ حرام اپنے پیش آمدہ مسائل میں علماء اور متنبیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عالم اور مفتی اس مسئلہ کا جو حل بیان کرتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ان کو علم ہوتا ہے کہ یہ فحوی قرآن اور حدیث کی کسی دلیل پر مبنی ہے اور بوقت ضرورت وہ دلیل بیان بھی کر دی جاتی ہے اور حقیقت وہ محض قرآن اور حدیث پر عمل کر رہا ہے مقلد محض نہیں ہے اور ہدایت یافتہ عالم کا مقلد ہے جاہل اور گمراہ کا مقلد نہیں ہے اسی طرح احمد لاریہ کے مقلدین ہیں وہ اپنے امام کے قول پر اس لیے عمل نہیں کرتے کہ یہ ان کے امام کا قول ہے بلکہ اس قول پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ ان کا قول قرآن اور حدیث کی کسی دلیل پر مبنی ہے تو حقیقت وہ قولِ امام پر عمل نہیں کر رہا بلکہ قرآن اور حدیث پر عمل کر رہا ہے اور چونکہ عالم آدمی کا علم قرآن اور حدیث کو محیط نہیں ہے اور وہ ان سے مسائل کے استنباط پر قادر نہیں ہے اور قرآن و حدیث سے حاصل شدہ احکام کو اپنے پیش آمدہ مسئلہ پر منطبق کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اس لیے اسے کسی قرآن اور حدیث کے قیور اور ماہر عالم کی طرف رجوع کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ کسی ہدایت یافتہ قیور اور ماہر عالم دین کی تقلید کرتا ہے اور احمد لاریہ ہدایت یافتہ اور قرآن و حدیث کے علم کے ماہر اور امام تھے سو ان کی تقلید کرنا بالکل جائز صحیح اور محض سلیم کے مطابق ہے ان کے اقوال قرآن و حدیث پر

جی ہیں، یہ دلائل انہوں نے خود بھی بیان کیے اور ان کے قبیح علم نے بھی بیان کیے، اس کے باوجود ان کی نیک قسمی اور علم و دانت کا یہ حال ہے کہ انہوں نے کہا اگر ہمارا کوئی قول کسی حدیث صحیح کے خلاف ہو تو اس قول کو مسترد کر دو اور حدیث پر عمل کر دو یہی ہمارا مذہب ہے، سو ان ائمہ کی تقلید کرنا دراصل قرآن و حدیث کے انکار پر عمل کرنا ہے۔ یہ شخص ان کی تقلید نہیں ہے اور نہ ہی ائمہ کی تقلید ہے، کیونکہ ان کے اقوال قرآن و حدیث پر جتنی ہیں اور نہ یہ کسی جہل اور گمراہ کی تقلید ہے، بلکہ یہ ان کی تقلید ہے جو اپنے اپنے دور میں علم اور ہدایت کے آفتاب و یلہتاب تھے، سو اس آیت سے ائمہ اربعہ کی تقلید پر طعن کرنا علم اور دانت کے خلاف ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے نہیں کرنی

اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

مرد نہیں ہو گے، اللہ ہی کی عزت تم سب نے لوٹا ہے، پھر وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے

تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرُ

کے ہے۔ ۱۰۹ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آجائے اور وہ

أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرَ

وصیت کر رہا ہو تو تمہاری شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی (گواہ ہوں) اور اگر تم نہیں ہو

مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَمْوَاجِ فَأَصَابَكُمْ مِصْرَبَةٌ

سفر کر رہے ہو اور تم میں سے کسی کی موت آپہنچے تو طیروں میں سے ہی دو شخص (گواہ ہوں)، اگر

الْمَوْتُ تَحِبَسُوا فِيهَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمْنَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَبْتُمْ

کے ہیں ان پر شک ہو تو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک کر، وہ انہی کی قسم لگا کر کہیں کہ ہم دیکھی غلطی کی وجہ

لَا نَشْتَرِي بِهَا تَشْنَأُ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا تَكُنْتُمْ شَهَادَةً لِلَّهِ إِنَّكُم

سے اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں میں لے اور خواہ قریبی درشتہ دار ہوں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے، ہمارا قسم انہی کی گواہی نہیں چاہیے)

إِذَا لَيْسَ الْاِثْمَيْنِ ﴿۱۱۰﴾ فَإِنْ عَثَرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَأَخْرَجَ

وہ ہم موت گناہوں میں شمار ہوں گے ۱۱۰ پھر اگر مسلم ہو جائے کہ وہ دو گواہی لگائے کہ تم رب مجھ سے جی تو ہیں اور ان کا حق

يَقُولُ مِنْ مَقَامِهِمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأُولٰئِكَ فَيَقْسِمُنَّ

ان گواہوں نے شائع کیا ہے ان کی ہمت سے دو گراہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گراہ اشد کی قسم کھا کر

بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا عَدَدْنَاكُمْ إِنَّا إِذًا لَإِلٰهِنَّ

کہیں کہ ہماری شہادت ان (دو گراہوں) کی شہادت سے زیادہ بہتر ہے اور ہم نے عد سے تجاوز نہیں کیا، اور ہمارا شمار ظالموں

الظَّالِمِينَ ﴿۱۰۸﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ يَّاتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا اَوْ

یہ جو گراہ ۱۰۸ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (دو گراہوں) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا

يَخَافُوْا اَنْ تَرُدَّ اٰيْمَانُۢ بَعْدَ اٰيْمَانِهِمْ وَاَتَّقُوا اللّٰهَ وَاَسْمِعُوْا

حق ہے یا وہ اس بات کو (دو گراہوں) کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں ستر و ستر ہی جائیں گی اور اشد سے دُور رہیں اور (اس کے احکام)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

سزا اور اشد نافرمان و گنہگار کو چاہیت میں رہتا ۱۰۹

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم اپنی فکر کو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے جس کی کوئی ضرر نہیں ہو گا اللہ ہی کی طرف تم سب نے لوٹنا ہے پھر وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ (المائدہ: ۱۰۵)

مناست اور شان نزول

اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب شرکین کو اللہ کے دین کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ اور دادا کو پایا غرض ان چاہوں اور گراہوں کو اسلام کی طرف بلانے کی مسلمانوں نے پوری کوشش کی۔ اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اخروی انصاف کی ترغیب دی۔ اس کے باوجود جب ان چاہوں نے اپنی جہالت اور گمراہی پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو! ان کی جہالت اور گمراہی کی پروا نہ کرو اور ان کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ بلکہ تم اللہ کے احکام کی اطاعت کرتے رہو اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے اعتنا نہ کرو۔ اس لیے اس آیت میں فرمایا اے ایمان والو! تم اپنی فکر کو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے جس کی کوئی ضرر نہیں ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اہل کتاب سے جزیہ قبول کر لیتے تھے اور عرب کے شرکین سے جزیہ قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کے لیے صرف دو راستے تھے یا اسلام قبول کر لیں یا پھر جنگ کے لیے تیار رہیں۔ تب منافقوں نے مسلمانوں کو ملامت کی کہ تم بعض کفار سے جزیہ قبول کرتے ہو اور بعض سے قبول نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم ہدایت پر ہو تو ان کی ملامت کی پروا نہ کرو، مسلمانوں کو اس سے امت سخت تکلیف ہوتی تھی کہ نبی ﷺ کی بشارت پہنچے اس قدر معجزات کے مشاہدہ اور آپ کی اپنی کوششوں کے باوجود یہ کفار کفر کو نہیں چھوڑتے اور اپنی گمراہی پر ڈنٹے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی جس کا معنی یہ ہے کہ تم ان کو

سلطان کرنے کے ملک نہیں ہو تم صرف اپنی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو ان کی جہالت اور گمراہی سے جس کوئی ضرر نہیں ہوگا (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۹ مطبوعہ دارالحدیث کوئٹہ ۱۳۹۸ھ)

نجات کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ضروری ہونا

"تم اپنی فکر کرو" کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو گناہوں کے ارتکاب سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رکھو اور اپنی آخرت اور عبادت ستوارنے کی فکر کرو۔ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوگ برے کام کر رہے ہیں تو کرنے دو تم صرف اپنی فکر کرو جس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ کسی کو نیکی کا حکم دینا یا برائی سے روکنا واجب نہیں ہے صرف اپنی اصلاح کر لینا کافی ہے۔ حالانکہ یہ معنی قرآن مجید اور احادیث کی دوسری نصوص کے خلاف ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسروں کو نیکی کا حکم نہیں دیتا اور برائی سے نہیں روکتا تو وہ عذاب کا مستحق ہو گا کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اس لیے تم اپنی فکر کرو کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی اصلاح کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتے رہو اس کے باوجود اگر لوگ برے کاموں سے باز نہ آئیں تو تم فکر نہ کرو جب تم ہدایت پر ہو نیکی کرو ہو اور نیکی کا حکم دے رہے ہو تو کسی کی برائی سے جس میں ضرر نہیں ہوگا

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کے متعلق احادیث

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی حنفی ص ۲۷۹ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بنو اسرائیل میں گناہ بہت بڑھ گئے تو ان کے علماء نے منع کیا وہ باز نہیں آئے۔ وہ علماء ان کی مجلسوں میں بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تو اللہ نے ان کے دل بھی ان کی طرح کر دیے اور حضرت داؤد اور حضرت یحییٰ ابن مریم کی زبان سے ان پھلتی گئی کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نیک لگائے ہوئے تھے پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ (امام ابوداؤد کی روایت میں ہے) تم ان کو ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم خالصوں کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور اس کو حق کے مطابق عمل پر مجبور کرنا۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۵۸، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۶، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۰۶)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث حنفی ص ۵۷۵ روایت کرتے ہیں:

قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت تلاوت کرتے ہو اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے جس کوئی ضرر نہیں ہوگا (المائدہ ۱۰۵) اور تم اس آیت سے غلط مطلب نکالتے ہو اور ہم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب لوگ ظالم ہو دیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو اللہ ان سب پر عذاب لے آئے گا اور جہنم کی روایت میں ہے جس کسی قوم میں گناہوں پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ ان گناہوں کو مٹانے پر قادر ہوں پھر نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۸، سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۵۸، سنن کبیر للشیخ ج ۶، رقم الحدیث: ۸۵۷)

سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۰۰۵

المائدہ ۸۰ کی تفسیر میں ہم نے اس سلسلہ میں بہت احادیث پیش کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو

تمہاری شہادت کا مصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی (گو لو ہوں) اور اگر تم زمین میں ستر کر رہے ہو اور تم میں سے کسی کو موت آچینے تو تمہوں میں سے دو شخص (گو لو ہوں) اگر تمہیں فن پر شک ہو تو تم ان دو کو ہوں کو نماز کے بعد روک لو۔ وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم (کسی قاعدہ کی وجہ سے) اس قسم کے عوض کوئی بل نہیں لیں گے 'نور خلاق قرسی رشتہ داروں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے) اور ہم اللہ کی کوئی قسم چھپائیں گے 'ورنہ ہم سخت گنہ گاروں میں شمار ہوں گے' پھر اگر مظلوم ہو جائے کہ وہ دونوں کو کسی گنہ گار کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان کو ہوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے دو گو لو ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گو لو قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (دوہوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے 'اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا' ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہو گا یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (دوسری) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا حق ہے 'یادہ اس بات سے ڈریں کہ (در تاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی 'اور اللہ سے (ڈرتے رہو اور اس کے انکسار) سنو اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت فرمیں دیں۔ (العائذہ ۲۸۵-۲۸۶)

سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنانے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جو سہم (عاص بن داغل سہمی کے قبیلہ) میں سے ایک شخص حیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ (سفر میں) گیا۔ سہمی ایسی جگہ میں فوت ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا جب وہ دونوں سہمی کا ترکہ لے کر آئے تو اس کے در تاء نے اس میں چاندی کا پیالہ گم کیا جس میں سونے کے پتھر تھے جو رسول اللہ ﷺ نے ان سے طلب کیا 'پھر وہ پیالہ کہ میں بنایا گیا اور ان لوگوں نے کہا تم نے یہ پیالہ حیم اور عدی سے خریدا ہے' پھر سہمی کے در تاء میں سے دو حصوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور یہ پیالہ ان کے ساتھی کا ہے اور انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے۔ (العائذہ ۲۸۶-۲۸۷)

(مجمع البیہاری ج ۳، رقم الحدیث ۲۷۸۰، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۳۶۶۰)

امام ابو یوسف ترمذی متوفی ۲۴۹ھ نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت (العائذہ ۲۸۶) کے متعلق حیم داری سے روایت کرتے ہیں 'حیم داری نے کہا وہ اور عدی بن بداء دونوں نصرانی تھے 'اور اسلام لانے سے پہلے شام کا ستر کرتے رہتے تھے۔ ایک بار وہ دونوں تجارت کے لئے شام روانہ ہوئے تو ان کے پاس جو سہم کے آزاد شدہ غلام بھی تجارت کے مقصد سے آئے ان کا نام بدیل بن ابی مریم تھا ان کے پاس چاندی کا ایک پیالہ تھا وہ اس کو بشارتہ کے پاس لے جانا چاہتے تھے 'وہ راستہ میں تیار ہو گئے۔ انہوں نے ہم دونوں کو وصیت کی اور یہ کہ ان کا ترکہ ان کے لڑکے کو بچاؤ دیں۔ حیم نے کہا جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے اس پیالہ پر قبضہ کر لیا 'اس کو ہم نے ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ پھر میں نے نور عدی بن بداء نے اس رقم کو انہیں میں تقسیم کر لیا 'جب ہم بدیل سہمی کے گھر پہنچے تو اس کا بقیہ ترکہ جو ہمارے پاس تھا وہ ہم نے اس کے گھر والوں کو دے دیا 'انہوں نے اس ترکہ میں پیالہ کو گم کیا تو ہم سے اس کے متعلق سوال کیا۔ ہم نے کہا اس نے اس کے سوالور کچھ نہیں چھوڑا تھا 'نور نے اس کے سوالور کو بچہ ہمیں دی تھی۔

حیم نے کہا جب میں رسول اللہ ﷺ کے عند تشریف لانے کے بعد مسلمان ہو گیا تو میں نے اس فصل میں گنہ جانا میں ان کے گھر گیا اور ان کو اصل واقعہ کی خبر دی 'اور ان کو بچہ سودر ہم واپس کر دینے 'اور ان کو بتایا کہ میرے ساتھی کے پاس بھی اتنے درہم ہیں۔ وہ اس (عدی بن بداء) کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے 'آپ نے سہمی کے در تاء سے گواہ طلب کیے 'ان کے

پاس گولہ میں تھے۔ پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ عدی بن بداء سے قسم طلب کریں جو ان کے دین میں سب سے بڑی قسم ہو۔ اس نے قسم کھائی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (الاحقہ ۸۰-۸۱) پھر عربین العاص اور ایک اور شخص نے (اور چاہو سکی کے موقف پر) اور عدی کے خلاف قسم کھائی تو عدی بن بداء سے پانچ سو درہم وصول کیے گئے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد صحیح نہیں ہے۔ (سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سفر میں وصیت کرنے اور غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے جواز پر امام احمد کے دلائل

ان آیتوں میں مزارع و حضر میں وصیت کرنے پر ترقیب دی گئی ہے، وصیت کے ثبوت اور اس کو بخیر کرنے کے لیے گواہ مقرر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اصل میں مسلمان گواہوں کو مقرر کرنا چاہیے، اور یہ کہ ضرورت یا حاجت کے پیش نظر غیر مسلموں کو بھی گواہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے تم میں سے دو شخص گواہ ہوں اس کا معنی ہے تمہارے دین اور تمہاری ملت سے دو گواہ ہوں یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، سعید بن مسیب، سعید بن جبشہ، شریح، ابن سیرین اور شعبی کا قول ہے۔ امام احمد کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر فرمایا ہے اور سفر میں غیروں میں سے سی دو گواہ مان لیے جائیں حضرت ابن مسعود، حضرت عباس اور دیگر زکوة الصدقہ فقہاء تابعین کے نزدیک اس سے مراد ہے جو لوگ تمہارے دین اور تمہاری ملت کے غیر ہوں، یعنی اہل کتاب میں سے ہوں، اور حسن اور عکرہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اقرباء اور رشتہ داروں کے غیر ہوں۔

جب یہ مراد لی جائے کہ غیروں سے مراد غیر مسلم اور اہل کتاب ہیں اور یہ کہ سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنایا جائے، تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت نکلے اور غیر منسوخ ہے یا یہ کہ سب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ حضرت ابن عباس، ابن المسیب، ابن جبشہ، ابن سیرین، قتادہ، شعبی، ثوری اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت نکلے ہے اور اب بھی اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے اور وہ اس قول یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوئی:

وَأَشْهِدُوا ذُنَىٰ عَدْلِي جُنَّتْكُمْ (الطلاق: ۲۰) اور انہوں (یعنی مسلمانوں) میں سے دو نیک شخصوں کو گواہ

بناد۔

زید بن اسلم، امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی اسی طرف میلان ہے، انہوں نے کہا کہ اہل کفر و عدل (نیک) نہیں ہیں اور پلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کا مقام ہے اور ایسے مواقع پر صرف عورتوں کی گواہی بھی صحیح ہوتی ہے۔ جیسے حیض، نفاس اور بچے کی پیدائش میں عورتوں کی گواہی صحیح ہوتی ہے۔

(رد المحتار ج ۲، ص ۴۳۷-۴۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

سفر میں وصیت پر غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے عدم جواز پر جمہور فقہاء کے دلائل

جمہور فقہاء کے نزدیک مسلمانوں کے معاملات میں کفار کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے، اور اس آیت میں جو غیروں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے اس آیت میں غیروں سے مراد غیر مسلم ہو تو پھر یہ آیت منسوخ و ادوی عدل مکہ سے منسوخ ہے اور یا اس آیت سے منسوخ ہے:

وَأَشْهِدُوا ذُنَىٰ عَدْلِي جُنَّتْكُمْ قِيَانِ

لَمْ يَكُنْ رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَأَمْرَانِ مَشْرُوعِ

تَرْجُؤُونَ مِنَ الشَّهَادَةِ (البقرہ: ۲۸۲)

اور اپنے (مسلمان) مردوں میں سے دو گواہ بناد اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جن کو تہنہ نہ کرے ہو۔

نہیان القراء

اور ظاہر ہے کہ ذی یال کتاب شرعاً غیر بندیدہ ہیں سو یہ آیت سورۃ مائدہ کی زیر تفسیر آیت کے لیے مطلق ہے۔ اور ماضی میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانے کی اجازت دی گئی کیونکہ اس وقت مسلمان صرف مدینہ میں تھے اور آج کے دور میں تو ہر جگہ مسلمان موجود ہیں اس لیے کفار کی شہادت مطلق ہو جائے گی اس لیے اب مسلمانوں کا کافروں کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین محمد بن احمد بن حنبل متوفی ۲۴۵ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ شرح سے روایت کیا ہے کہ یسود و نصاریٰ کو صرف سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے اور کسی موقع پر جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان 'جزء ۳' ص ۳۳۳) امام احمد بن حنبل سے بھی ایسی ہی مثل مروی ہے اور وہ اس میں مضبوط ہیں۔ اگر علماء نے ابن سے اختلاف کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اہل ذمہ کی گواہی جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان 'جزء ۳' ص ۳۳۳) اور امام طہوی نے ابوداؤد سے روایت کیا ہے کہ ایک مسلمان شخص وقت قیامت فوت ہو گیا اور اس کو مسلمانوں میں سے کوئی شخص نہیں ملا جس کو وہ اپنی وصیت پر گواہ بنانا تو اس نے دو اہل کتاب عیسائیوں کو گواہ بنالیا وہ دونوں کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ کے پاس آئے حضرت ابو موسیٰ نے گمانی بیچارے کے عہد کے بعد اہل طرح نہیں ہوا تھا پھر مصر کے بعد ابن دونوں سے حلف لیا کہ انہوں نے خیانت کی ہے نہ جھوٹ بولا ہے نہ وصیت میں کوئی تبدیلی کی ہے پھر ان کی شہادت کو جائز کر دیا۔ (سنن ابوداؤد 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۶۰۵ جامع البیان 'جزء ۳' ص ۳۳۳) امام طہوی نے کہا یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ آیت محکم (غیر منسوخ) تھی اور میرے علم کے مطابق صحابہ میں سے کسی نے ابن کی مخالفت نہیں کی ہے اور اکثر فقہاء تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے اور تمنا سے ذکر کیا ہے کہ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور کسی حال میں کافری شہادت جائز نہیں ہے جس طرح قاتل کی شہادت جائز نہیں ہے۔ وہ زید بن اسلم امام شافعی اور نعمان (امام ابو حنیفہ) ہیں۔ البتہ امام ابو حنیفہ نے کافروں کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کو جائز کہا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ 'ج ۳' ص ۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۳۸ھ)

اہل ذمہ کی آپس میں گواہی کے جواز پر امام ابو حنیفہ کے دلائل

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ کافروں کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز ہے اور مسلمانوں کے خلاف ابن کی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ شہادت کی تمام آیات اپنے سابق و سبق کے اعتبار سے مسلمانوں کے متعلق ہیں اور کافروں کی گواہی ایک دوسرے کے متعلق قبول کی جائے گی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَّبِعُكُمْ اُولَئِكَ يَتَّبِعُكُمْ

(الانفال: ۷۳)

قرآن مجید نے کافروں کی ایک دوسرے پر ولایت ثابت کی ہے اور ولایت شہادت سے اعلیٰ درجہ ہے اور حدیث میں بھی اہل کتاب کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کا ثبوت ہے۔ امام ابوداؤد بحسنی متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یسود ایک موصوفہ عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا آپ نے فرمایا تم میرے پاس ایسے دو مردوں کو لے کر آؤ جو تمہارے سب سے بڑے عالم ہوں وہ صورتاً کے دو بیٹوں کو لے کر آئے۔ آپ نے ان کو قسم دی کہ یہ بتاؤ کہ قرات میں اس جرم کی کیا سزا ہے؟ انہوں نے کہا قرات میں یہ مذکور ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انہوں نے مود کے تار کو عورت کے اندام نعلی میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سلاخی سرسردانی میں



ہوتی ہے تو ان دونوں کو رجم کر دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا پھر تم کو انہیں رجم کرنے سے کیا چیز روکتی ہے؟ انہوں نے کہا ہماری سلطنت (اقدار) جلی گئی تو پھر ہم نے قتل کرنے کو بچہ نہ جلا، پھر رسول اللہ ﷺ نے کہا ہوں کہ بلایا، سو چار گلو آئے اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ انہوں نے اس مو کے تکر کو اس عورت کے اندام نہانی میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سلائی سرسردانی میں ہوتی ہے تب نیا پیچیز نے ان کو رجم (تنگار) کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۵۲، سنن دارقطنی ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۰۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اہل کتاب کی اہل کتاب کے خلاف شہادت جائز ہے، ایک اور حدیث سے بھی یہ بات منہما نکلی ہے۔

اہل علی بن محمد رافضی ۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک ملت والے دوسری ملت والوں کے وارث نہیں ہوتے اور ایک ملت والوں کی دوسری ملت والوں کے خلاف شہادت جائز نہیں ہے۔ ماسوا میری امت کے کیونکہ ان کی شہادت دوسروں کے خلاف جائز ہے۔

(سنن دارقطنی ج ۳، رقم الحدیث: ۶۸، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۶، رقم الحدیث: ۵۳۳۰، مجمع الزوائد ج ۳، ص ۳۰۱)

اس حدیث کا مضموم یہ ہے کہ ایک ملت کے افراد کی اپنی ملت والوں کے خلاف شہادت جائز ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضی اللہ عنہ ج ۵۹۳ لکھتے ہیں:

اہل ذمہ کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت قبول کی جائے گی، خواہ ان کی ملتیں مختلف ہوں۔ (مثلاً یہودی کو اپنی نصاریٰ کے خلاف مقبول ہوگی) امام مالک اور امام شافعی نے کہا ان کی کوئی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والمکافرون ہم المماسفون (قرآن مجید میں یہ آیت نہیں ہے، یہ صاحب ہدایہ کا تفسیر ہے۔ البتہ اس معنی میں یہ آیت ہے ومن کفر بعد ذلك ما لکنا عدولک ہم المماسفون (انور ۵۵)

اس لیے ان کی خبر پر توقف کرنا واجب ہے، اسی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف ان کی کوئی قبول نہیں کی جاتی اور وہ بہ منزلہ مرتد ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ تمنا پیچیز نے نصاریٰ کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ نیز ان کو اپنے اوپر اور اپنے چھوٹے بچوں کے اوپر ولایت حاصل ہے۔ لہذا ان کو اس کی جنس پر شہادت کا حق بھی حاصل ہو گا اور فرق اعتقادی شہادت کو قبول کرنے سے منع نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنے دین میں جس چیز کو حرام اعتقاد کرتے ہیں اس سے اعتنا کرتے ہیں اور جھوٹ بولنا تمام ادیان میں حرام ہے اس لیے وہ جھوٹی کوئی نہیں دیں گے اور ان کو مرتد پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ مرتد کو کسی پر بھی ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور ذہبیوں کی کوئی مسلمانوں کے خلاف اس لیے مقبول نہیں ہے کہ ذہبیوں کو مسلمانوں پر ولایت حاصل نہیں ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

كَيْفَ يَتَّخِذَ اللَّهُ وَلِيًّا الْكُفَّيرِ يَسْ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ  
سَبَّحًا (النساء: ۷۳)

اور چونکہ کافر مسلمان سے دشمنی رکھتا ہے اور دار اسلام میں اس سے مغلوب ہے، اس لیے وہ اس پر غلبہ پانے کے لیے جھوٹ بولے گا اور کفر کی باتیں ہر چند کہ مختلف ہیں، لیکن دار اسلام میں وہ ایک دوسرے سے مغلوب نہیں ہیں، اس لیے ان میں باہم دشمنی نہیں ہوگی، جو ان کو جھوٹی کوئی پر اکسائے اور حلی مستحسن (جو کافر یا پھورٹ لے کر ہمارے ملک میں آئے) کی کوئی

ذی کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی اور جو کافر الگ الگ ملکوں میں رہتے ہیں ان کی کوئی ایک دوسرے کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی۔ (ادایہ اخیرین ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ شرکت طبعہ مکتبہ)

اور اس سے پہلے جو ہم نے حدیث ذکر کی ہے کہ ایک ملت والوں کی کوئی دوسری ملت والوں کے خلاف قبول نہیں ہوگی اس سے مراد دو مختلف ملکوں میں رہنے والے کافر ہیں اور جو مختلف ملتوں والے ایک ملک کے کافر ہمارے ملک میں پناہ دہ لے کر آئیں ان کی کوئی ایک دوسرے کے خلاف قبول کی جائے گی کیونکہ یہاں وہ ایک دوسرے پر غالب نہیں ہیں اور ان میں باہم دشمنی نہیں ہے جو ان کو ایک دوسرے کے خلاف جمعونی کوئی پر ہمارے۔ لہذا مسائل کی شہادت ذی کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی اور نہ مختلف ملکوں میں رہنے والے کافروں کی شہادت ایک دوسرے کے خلاف قبول کی جائے گی۔

(ادایہ اخیرین ص ۱۶۳)

امام ابو حنیفہ کے استدلال پر علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب

نقلہما لکھ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک اہل ذمہ کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں ہے، مسلمان کے خلاف نہ اہل کتاب کے خلاف۔ اس لیے علامہ محمد بن احمد انکی قرطبی حوالی ۲۶۸ھ نقلہما احتلف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے اس آیت (المائدہ ۱۰۸-۱۰۹) سے یہ استدلال کیا ہے کہ اہل ذمہ کی آپس میں شہادت جائز ہے کیونکہ وہ انصران من غیر کم کا سہمی ہے، یا ان کو گواہ بناؤ جو دین میں تمہارے غیر ہیں اور جب اہل ذمہ کو مسلمان گواہ بنا سکتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بطریق اولیٰ گواہ بنا سکتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارے نزدیک تو مسلمانوں کا اہل ذمہ کو گواہ بنا جاتا نہیں ہے اور تمہارے نزدیک ہے اس لیے تمہارا یہ استدلال جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عبارت انص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل ذمہ کو مسلمانوں کے خلاف گواہ بنا جاتا ہے اور یہ طریق حنیفہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل کتاب کی آپس میں کوئی بھی جائز ہے کیونکہ جب ان کی شہادت مسلمانوں کے خلاف جائز ہے تو اپنی ملت والوں کے خلاف یہ طریق اولیٰ جائز ہوگی۔ پھر جب دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے خلاف ان کی شہادت باطل ہے تو آپس میں ان کی شہادت کا جو از اپنے حال پر بقی رہا لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کا جائز ہونا اس مسئلہ کی فرع ہے کہ اہل ذمہ کی مسلمانوں کے خلاف شہادت جائز ہو اور جب اہل ذمہ کی مسلمانوں کے خلاف شہادت باطل ہوگی جو اصل تھی تو جو اس کی فرع ہے یعنی اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کا جو از وہ یہ طریق اولیٰ باطل ہو جائے گا۔

(الماہج لاحکام القرآن ج ۶ ص ۶۰-۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

علامہ قرطبی کی اس عبارت بحث کی حجت سے ہمیں انکار نہیں ہے لیکن امام ابو حنیفہ نے اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کے جو از پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا بلکہ ان کا استدلال اس آیت سے ہے والدین کسروا بعضہم اولیاء بعض (الانفال ۷۳) یہ آیت اور اس کے علاوہ دو حدیثیں جن سے امام اعظم نے استدلال کیا ہے ہم اس سے متصل پہلے عنوان میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اہل ذمہ آپس میں خرید و فروخت کرتے ہیں، ہجرت اور قرض کالین دین کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی دوسرے کے ساتھ زیادتی بھی کرتا ہے مثلاً قتل کرتا ہے یا زخمی کرتا ہے اور ان میں دیگر جرائم بھی ہوتے ہیں اور باہمی عازمت بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ اپنے عہد امت مسلمہ حاکموں کے پاس لے جاتے ہیں، اگر ان کے معاملات، جرائم اور عازمت میں ان کی اپنی شہادت قبول نہ ہو تو ان کے حقوق محض ہو جائیں گے۔ ہمارے ملک میں ان کو انصاف نہیں مل سکے گا





ہو اس بن حبیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس اپنے مقروض کو لے کر آیا، آپ نے فرمایا اس کو قید کرلو، پھر مجھ سے فرمایا: اے بنو حنیم کے بھائی! تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ (سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۶۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث میں بخیر مقروض کو قید میں رکھنے کی دلیل ہے۔  
عمو بن الشریہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا متحول آدمی کی (قرض واپس کرنے میں) سستی اور تاخیر اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتی ہے۔

امام ابن المبارک نے کہا کہ عزت کو حلال کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس سے سختی اور درشت کلام کے ساتھ تقاضا کیا جائے اور سزا حلال کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے۔ (مطالعہ لودی اور علامہ سندھی نے بھی یہی تفسیر کی ہے)  
(سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۳۸، سنن ترمذی، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۷۳، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۲۲۲۷، سنن احمد، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۶۹۸، طبع جدید دار الفکر، مسند احمد، ج ۴، ص ۳۸۸-۳۸۹، طبع قدیم، امام بخاری نے اس حدیث کو حلیتاً ذکر کیا ہے۔ کتاب الاستراض، باب ۳)

نیز امام بخاری نے حلیتاً ذکر کیا ہے کہ قاضی شریع مقروض کو مسجد کے حلقوں سے باز رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

(کتاب الصلوٰۃ، باب ۷۶)

تاؤ حندہ مقروض کو قید کرنے کے متعلق مذہب ائمہ

علامہ محمد بن محمد خطیبی حنفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تنگ دست اور قریب مقروض کو عدم لواغی پر قید نہیں کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی سزا کو جائز کہا ہے جو ادائیگی پر قادر ہو اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ قاضی شریع کا نظریہ یہ تھا کہ متحول اور تنگ دست دونوں کو قید کر دیا جائے، اصحاب رائے کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (فتاویٰ مختلف کا یہ نظریہ نہیں ہے سعیدی غفرلہ) امام مالک نے کہا تنگ دست کو قید نہیں کیا جائے گا، اس کو لواغی کے لیے صلت دی جائے گی، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص بے ظاہر تنگ دست ہو، اس کو قید نہیں کیا جائے گا اور جو شخص بظاہر متحول ہو اور وہ اپنے حق کو ادا نہ کرنا ہو، تو اس کو قید کیا جائے گا اور بعض اصحاب شیعہ نے اس میں مزید قیود کا اضافہ کیا ہے۔ (اسلم السنن مع تفسیر سنن ابوداؤد، ج ۵، ص ۲۳۶-۲۳۷)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب مقروض قرض ادا کرنے پر قادر ہو (اور قرض ادا نہ کرے) تو اس پر سختی کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے۔ (رح الہدی، ج ۵، ص ۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۳۳ھ)

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب مقروض قرض ادا کرنے پر قادر ہو (اور قرض ادا نہ کرے) تو اس پر سختی کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے، کیونکہ اس وقت وہ غلام ہے اور ظلم حرام ہے، مؤلولہ قلیل ہو اور اگر مقروض کا تنگ دست ہونا ثابت ہو تو اس کو صلت دینا واجب ہے اور اس کو قید کرنا حرام ہے، اور جس شخص کا تنگ دست ہونا ثابت ہو گیا ہو اور اس کو قید سے نکل دیا گیا ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا قرض خواہ مقروض کے ساتھ لازم رہے یا نہیں۔ امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب تک اس کے پاس کسی اور مالی اثبات نہ ہو، وہ اس کے ساتھ لازم نہ رہیں اور امام ابو حنیفہ یہ فرماتے

ہیں کہ حاکم قرض خواہوں کو اس کے ساتھ قیوم سے منع نہ کرے۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ ادارۃ المطابع العلمیہ النیریہ ۱۳۳۸ھ)

جس طرح علی حقوق میں اس شخص کو قید کرنا جائز ہے جس پر کسی کا مالی حق ہو اسی طرح بدنی حقوق میں استغناء کو حق دلانے کے لیے اس شخص کو قید کرنا جائز ہے جس پر قصاص لازم ہو اسی طرح جس شخص نے حدود میں سے کسی حد کا ارتکاب کیا ہو اس پر حد بخاند کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے۔

گو وہ بتانے کے لیے بعد از نماز وقت کی خصوصیت

اس آیت میں فرمایا ہے:

اگر تمہیں امن پر ملک ہو تو تم ان دو گروہوں کو نماز کے بعد روک لو، وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں۔

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں "بعد از نماز" سے مراد بعد از نماز عصر ہے، کیونکہ قیوم اولین میں اس وقت کو عظیم گردانا جاتا ہے اور وہ اس وقت میں جموت پونے سے اور جموتی قسم کھانے سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس وقت میں دن کے فرشتے بندہ کے اہل لکھ کر چارہ ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے اس کے اہل لکھنے کے لیے آ رہے ہوتے ہیں اور یہ وقت دونوں فرشتوں کے اجتماع کا ہوتا ہے اور اس وقت جو عمل کیا جائے اس کو دن کے فرشتے بھی لکھ لیتے ہیں اور رات کے فرشتے بھی لکھ لیتے ہیں اسی وقت بندوں کے اہل قبول کیے جانے کے لیے عرش کی طرف فرشتے لے جاتے ہیں اس لیے اس وقت میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی کوشش کی جانی ہے، گو وہ برے اعمال سے حتی الامکان بچ کر کیا جاتا ہے، خصوصیت سے اس وقت میں جموتی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶۹ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن شخصوں سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت (فریشتے) کا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافروں کو پانی (پینے) سے منع کرے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی شخص سے محض دنیا کے لیے بیعت کرے، اگر وہ اس کی فرائض کے مطابق دے تو اس سے بیعت کو چار کرے، ورنہ بیعت پوری نہ کرے۔ اور تیسرا وہ شخص جو عصر کے بعد کسی آدمی کو کسی چیز کی قیمت بتائے، اور اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اسے وہ چیز اتنے اتنے میں ملی ہے اور وہ آدمی اس کو لے لے، حلال کہ اسے اتنے میں نہ ملی ہو۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۶۷ رقم الحديث: ۱۷۳۷)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص عصر کے بعد جموتی قسم کھائے گا اللہ عز و جل اس سے کلام نہیں کرے گا نہ اس کی طرف نظر رحمت فریشتے کا نہ اس کو پاک کرے گا اور اس کو دردناک عذاب ہوگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۸۵۴ روایت کرتے ہیں:

عصر کے وقت کو زیادہ گناہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔ حلال کہ جموتی قسم ہر وقت کھانا حرام ہے، کیونکہ یہ عظیم الشان وقت ہے اس وقت میں گناہ جمع ہوتے ہیں اور یہ اعمال کے ختم ہونے کا وقت ہے اور امور کا دارِ خاتمہ پر ہے۔ اس لیے اس وقت میں گناہ کے ارتکاب پر سخت سزا رکھی ہے، تاکہ لوگ اس وقت میں گناہوں پر جرات نہ کریں اور حقدین عصر کے بعد حلف لیتے تھے اور اس سلسلہ میں حدیث بھی ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۰۴ مطبوعہ دار الفکر اکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۴۰ھ)

قسم دلانے اور گواہ بنانے میں مقام کی خصوصیت میں غائب

جس طرح قسم کو پختہ کرنے کے لیے زبان کے اعتبار سے عصر کے بعد کے وقت کی خصوصیت ہے، اسی طرح ممکن اور مقام کے اعتبار سے کسی جگہ کی بھی اہمیت ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ مدعی علیہ جہل چاہے قسم کھائے اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جائے گا اور اس کے تحت یہ اثر ذکر کیا ہے کہ مروان نے حضرت زید بن ثابت کے خلاف فیصلہ کیا کہ وہ منبر پر قسم کھائیں، حضرت زید نے کہا میں اپنی جگہ قسم کھائے گا، پھر زید قسم کھانے لگے اور انہوں نے منبر پر قسم کھانے سے انکار کیا، مروان کو اس سے تعجب ہوا، حضرت زید نے کہا کہ نبی پیچھے نہ فرمایا، تم دو گواہ پیش کرو یا وہ قسم اٹھائے گا اور آپ نے کسی جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک قسم دلانے کے لیے کسی خاص مقام کی ضرورت نہیں ہے، اور امام بخاری کا بھی اسی طرف میلان ہے۔ علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا قسم میں امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب چوتھائی دینار یا اس سے زائد کے معاملہ پر قسم کھائی ہو تو جامع مسجد میں یا جامع مسجد کے منبر پر قسم دلائی جائے گی، اور جب اس سے کم کا معاملہ ہو تو حاکم کی مجلس میں، بازار میں یا کسی بھی جگہ قسم کھائی جا سکتی ہے، اور اس پر قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری نہیں ہے، اور امام مالک منبر دینے کے سوا اور کسی منبر کو نہیں پہچانتے تھے، اور جو شخص منبر دینے کے پاس قسم کھانے سے انکار کرے، وہ ان کے نزدیک قسم کھانے سے منکر ہے اور قسمت کی قسموں میں امام مالک کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ وہ رکن اور مقام کے درمیان قسم کھائے۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ امام شافعی کا مذہب بھی امام مالک کی طرح ہے، لیکن ان کے نزدیک منبر دینے یا نہ دینے میں رکن اور مقام کے نزدیک قسم کھانا اس وقت ضروری ہے جب میں دینار یا اس سے زائد کا معاملہ ہو اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک کسی شخص سے کسی بھی معاملہ میں غلو، قلیل، مل کا معاملہ ہو، یا کثیر، مل کا بھی پیچھے کے منبر پر قسم لینا ضروری نہیں ہے، اور نہ قصاص اور دیت میں اور نہ کسی اور چیز میں، اور جس شخص پر قسم واجب ہو تو حاکم اپنی مجلس میں اس سے قسم لے لیں۔

امام ابو حنیفہ نے حضرت زید بن ثابت کے قول سے استدلال کیا ہے، کیونکہ انہوں نے منبر پر قسم نہیں کھائی اور جو اس کو ضروری قرار دیتے ہیں، وہ مروان کے قول سے بلا دلیل استدلال کرتے ہیں۔ صاحب التوضیح نے امام شافعی کی طرف سے استدلال کیا ہے کہ اگر حضرت زید بن ثابت کو یہ یقین ہوتا کہ منبر پر قسم کھانا سنت نہیں ہے تو وہ مروان پر رد کرتے اور کہتے کہ نہیں، خدا کی قسم میں منبر پر قسم نہیں کھائے گا، میں صرف تمہاری مجلس میں قسم کھائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عجیب استدلال ہے، اگر حضرت زید کو علم ہوتا کہ منبر پر قسم کھانا سنت ہے، تو وہ مروان کی مجلس میں قسم نہ کھاتے اور منبر پر ہی قسم کھاتے، لیکن انہوں نے مروان کے کام کی طرف توجہ نہیں کی اور اسی مجلس میں قسم کھائی اور یہ عنوان کا رد نہیں تو اور کیا ہے؟

(امروۃ القاری، ج ۱۳، ص ۲۵۲-۲۵۳، مطبوعہ دارۃ الایضام النیر، مصر، ۱۳۳۸ھ)

حافظ شلب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی حنفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید میں یہ اثر ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کتب القضاء میں سند صحیح کے ساتھ بائع سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے دہی تھے، ان کے پاس ایک شخص ایک دستاویز لے کر آیا، جس میں گواہوں کے نام مٹ چکے تھے۔ حضرت ابن عمر نے بائع سے کہا اس کو منبر پر لے جا کر اس سے حلف نو۔ اس شخص نے کہا جب یہ منبر پر مجھ سے حلف لے گا تو آپ تو نہیں سن رہے ہوں گا، حضرت ابن عمر نے فرمایا تم نے بیچ کھا اور اس شخص

سے اسی مجلس میں طفق کیا۔

مروان کی تائید میں بھی اثر ہے۔ امام کراچی نے تو اب القضاہ میں سند قوی کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ ایک شخص نے کسی آدمی پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس شخص کا لونٹ نصب کر لیا ہے، اس نے حضرت عثمان بن عفان کے پاس مقدمہ پیش کیا، حضرت عثمان نے اس کو حکم دیا کہ وہ منبر پر قدم کھائے، اس نے قدم کھائے، پھر اٹھارہ گنا منبر کے علاوہ اور آپ جہاں چاہیں جس قسم کھاتوں کا حضرت عثمان نے فرمایا، میں تم کو منبر پر قدم کھائی ہو گی، ورنہ لونٹ تمہارے دینا پڑے گا، اس شخص نے لونٹ تمہارے دینے والا اور منبر پر قدم نہیں کھائی۔

جس طرح زبان کے اعتبار سے قسم کی حلیہ میں عصر کے بعد کے وقت کی تخصیص ہے، اسی طرح ممکن کے اعتبار سے قسم کی حلیہ میں منبر رسول پر چڑھ کر کی تخصیص ہے، اور اس سلسلہ میں دو مرفوع حدیثیں ہیں:

۱۔ امام مالک، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابن خزمہ نے صحیح کے ساتھ اور امام ابن حبان اور امام حاکم وغیرہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اس منبر پر جھوٹی قسم کھائے وہ ایک ہز مسواک پر قسم کھائے، وہ اپنا کھانا دوزخ میں بنائے۔

۲۔ امام نسائی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے حضرت ابو عبد اللہ بن عبد اللہ بن حبیدہ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے میرے اس منبر پر جھوٹی قسم کھائی، جس سے وہ کسی مسلمان شخص کا دل بڑپ کرنا چاہتا ہو، اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

الحیاتی ج ۵ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۳۹۰ھ

اس میں کوئی شک نہیں کہ منبر رسول پر جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے، مگر جس قسم میں حلیہ مقصود ہو تو وہ منبر رسول پر قسم دینا چاہیے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ واجب ہے؟ اور کیا تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے اس پر عمل کرنا ممکن ہے؟ عصر کے بعد کا وقت تو دنیا میں ہر جگہ حاصل ہو سکتا ہے، اس لیے سخت اور قوی قسم دینے کے لیے عصر کے وقت کی خصوصیت درست ہے۔ لیکن رکن اور مقام پر قسم دینا یا منبر رسول پر قسم دینا یہ عملاً صرف حرمین طہین میں ہی ممکن ہے اور اب اسلام تمام دنیا میں پھیل چکا ہے۔ خصوصاً مسیحیوں اور وہ جسے کی پابندی کے اس دور میں معقول مذہب صرف امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا ہے، اور وہی قابل عمل ہے۔

صرف اللہ کی ذات کی قسم کھائی جائے یا اس کی صفات کا بھی ذکر کیا جائے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد بیہقی حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس ذات کی قسم کھائی جائے اس کی صفات کے ذکر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک نے کہا ابن القضاہ کے ساتھ قسم کھائے "بِاللہ الذی لا الہ الا هو عالم العیب والشہادۃ الرحمن الرحیم" امام شافعی نے کہا اس میں یہ اضافہ بھی کرے "الذی یعلم حاتمۃ الاعیس وما تخفی الصدور والذی یعلم من السر ما یعلم من العلانیۃ" علامہ حنون مانگی نے کہا اللہ اور مصحف کی قسم کھائے اور ہمارے اصحاب اختلاف کے نزدیک صرف اللہ کے نام کی قسم کھانا کافی ہے، طلاق کی قسم نہ کھائے (یعنی اگر میں نے یہ کام کیا ہے تو میری بیوی کو طلاق) یا اگر فرق مخالف اللہ کی قسم کو اہمیت نہ دیتا ہو اور طلاق کی قسم کا مطالبہ کرے تو پھر طلاق کی قسم کھائے، لیکن اگر اس نے طلاق کی قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس نے اس چیز سے انکار کیا ہے جو شرعاً ممنوع ہے، اور اگر اس کے خلاف فیصلہ کر



بھی دیا گیا تو وہ جھڑپیں ہو گئیں۔ قسم کو زیادہ پختہ اور موثر کرنے کے لئے اللہ کی صفات کا بھی ذکر کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو شخص عرف میں نیک ہو اس سے پختہ قسم کا مطالبہ نہ کیا جائے اور دوسروں سے مطالبہ کیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ زیادہ مال کے معاملہ میں پختہ قسم کا مطالبہ کیا جائے اور کم مال کے معاملہ میں نہ کیا جائے اور زمین اور مکان کے اعتبار سے قسم کو پختہ نہ کیا جائے یعنی عصر کے بعد قسم کا مطالبہ کرے یا صبح کے صبر پر قسم کھائے کا مطالبہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب اس وقت میں اور صبر پر قسم کھانے کا دروان عام ہو جائے گا تو لوگوں کے نزدیک من کی وقعت کم ہو جائے گی۔ ہاں اسکی بہت اہم اور خاص معاملہ میں زمین و مکان کے ساتھ حلیۃ کرنی چاہیے اور اللہ کی ذات اور صفات کی قسم دینی چاہیے کیونکہ امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو قسم دی اور فرمایا یہ قسم کھو "بِالله الذی لا الہ الا هو" میرے پاس دہی کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۱۳۷۰) اس طرح قرآن حدیث اور آثار صحابہ سب پر عمل ہو گا کیونکہ قرآن مجید میں (صعری) نماز کے بعد قسم دلانے کا حکم ہے اور حدیث میں اللہ کی ذات اور صفات کے ساتھ قسم دینے کا حکم ہے اور آثار صحابہ میں مسجد کے صبر پر قسم دینے کا ذکر ہے۔ اس لئے قسم کی حلیۃ نماز اور اس کو پختہ کرنے کے لئے ابن مسعود کے ساتھ قسم دی جائے، لیکن چونکہ قرآن اور حدیث میں اس حلیۃ کو واجب اور ضروری نہیں قرار دیا اس لئے ابن مسعود کے ساتھ حلیۃ کو عام معمول نہ ملتا جائے تاکہ لوگوں کی نگاہوں میں ان کی وقعت اور اہمیت کم نہ ہو اور کسی بہت اہم اور غیر معمولی معاملہ میں جہاں بہت تاکید اور حلیۃ قصود ہو وہاں عصر کے بعد مسجد کے صبر پر اللہ کی ذات اور صفات کی قسم دی جائے۔ (مسعودی غفرلہ) توجہ میں یہ مذکور ہے کہ کیا قسم دیتے وقت مصحف (قرآن مجید) کو بھی حاضر کیا جائے؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے اس کا انکار کیا اور بعض مالکی علماء نے کہا میں دیتا یا اس سے زیادہ کی بات میں مصحف کو حاضر کرنا لازم ہے اور ابن المنذر نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے صرف کو دیکھا وہ مصحف کے سامنے وقف اٹھتے تھے۔

(محرمۃ القادری ج ۱ ص ۱۳۲ و ۲۵۳ مطبوعہ ادارۃ المطابع الخیرہ ص ۱۳۳۸)

### دہی کی قسم پر فیصلہ کرنے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے ہر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے وہ گواہوں کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اس واقعہ میں پہلے میت کے وصیوں نے قسم کھائی کہ ہم کو اس میت نے صرف اتنی ہی مال دیا تھا جس میں چاندی کا پیالہ نہیں تھا اور درختوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے پورا مال نہیں پہنچایا اور انہوں نے جسوتی قسم کھائی اور لخت میں خیانت کی ہے پھر وصیوں کی قسم کے مقابلہ میں درختوں کے دو گواہ پیش ہوئے اور انہوں نے ان وصیوں کے خلاف قسم کھائی اور کاشمیری قسم ان کی قسم کے مقابلہ میں برحق ہے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درخت دہی تھے اور دہی کے ذمہ گواہ ہوتے ہیں اور قسم دہی علیہ پر ہوتی ہے اور پہلی دہی کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا کیونکہ جب درختوں کے گواہوں نے قسم کھائی کہ یہ وصی جسوتے ہیں اس سالن میں پیالہ بھی تھا تو ان کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ پیالہ مکہ میں مل گیا اور وصیوں سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے میت سے یہ پیالہ خرید لیا تھا تو اب معاملہ برعکس ہو گیا اب وہ دہی ہو گئے اور میت کے درختوں اس خریداری کے سحر تھے وہ دہی علیہ ہو گئے اور چونکہ وصیوں کے پاس پیالہ خریدنے کے کوئی ثبوت تھا اس لئے درختوں پر قسم لازم آئی انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جسوتے ہیں اور ان کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر باخبر فرض در تاء کو مدعی قرآن دیا جائے تب بھی اصول یہ ہے کہ اگر کسی غارتی قرینہ سے مدعی علیہ کی خیانت اس کا جھوٹ اور گناہ ثابت ہو جائے تو اس کی قسم غیر مستحب ہو جاتی ہے مگر یہ مجرد مدعی سے قسم لے کر اس کی قسم پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے مگر اس آیت سے یہی اصول ثابت ہوتا ہے اور جو قصہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا جاتا ہے وہ اس وقت جب مدعی علیہ کی قسم کے جھوٹ ہونے پر کوئی غارتی دلیل اور قرینہ نہ ہو۔ اس سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منقطع ہے جس میں گواہ کا تسلیم ہونا ضروری فرمایا ہے مگر اس آیت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا ذکر ہے اس پر مفصل بحث ہم اس آیت کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا

جس دن اللہ (تمام) رسولوں کو جمع فرمائے گا، پھر فرمائے گا میں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں باطل میں ہیں

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ إِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

بیشک تیری تمام غیوب کا جاننے والا ہے ۝ جب اللہ فرمائے گا، اے عیسیٰ ابن مریم! تم اپنے ادب

اِذْ كُنْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدَتْكَ بَرُورُ الْقُدُّوسِ

اور اپنی ماں کے ادب پر میرے احسان کر یاد کرو، جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی،

ثُمَّ كَلَّمَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

تم بچپن میں ہی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی، اور جب میں نے تم کو کتب، حکمت، اور

وَالْتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

انجیل کا علم دیا، اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے

يَاذُنِي فَتَنْفَخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَ

تھے، پھر تم اس میں پھونک دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم میرے حکم سے اور نادر امور

الْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ كَفَفْتُ

اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے، اور میں نے (ہی) تم کو

بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الْكَافِرُونَ

جو اسرائیل سے بھیجا، جب تم ان کے پاس روشن معجزات لے کر گئے تو ان میں سے کافروں نے

كَفَرُوا مِنْهُمْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۰۹﴾ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى

کہا یہ کھلے ہوئے جادو کے سرا اور کچھ جیس ہے ۵ اور جب میں نے حاریروں پر الہام

الْحَوَارِیِّیْنَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَشَهِدْنَا

کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور شہادت

### مُسْلِمُونَ ﴿۱۱۱﴾

گواہ ہو جا کر بیگم مسلمان ہیں ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ عرض

کریں گے ہمیں باطل علم میں ہے، بے شک تو ہی تمام فیوض کا جاننے والا ہے (الحکد: ۱۰۹)

آیات سابقہ سے مناسبت

قرآن مجید میں اللہ کا اسلوب یہ ہے کہ جب اللہ احکام شریعہ بیان فرماتا ہے تو اس کے بعد اپنی ذات اور صفات کا ذکر فرماتا

ہے یا انبیاء علیہم السلام کے احوال اور لوصف کا ذکر فرماتا ہے اور یا احوال قیامت کا ذکر فرماتا ہے اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ

نے حج کے احکام بیان فرمائے تھے۔ پھر امرا یعوف اور نبی من المعکو کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر سفر میں وصیت کرنے اور اس پر

گواہ بنانے کے احکام بیان فرمائے تو اب اس کے بعد اس آیت میں احوال قیامت کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد دوسری آیت میں

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے احوال بیان فرمائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے آیت میں سفر میں وصیت پر گواہ بنانے کا ذکر

تھا اور گواہی میں یہ ضروری ہے کہ وہ خیانت نہ کرے اور اپنے کسی ناکہ کی بنا پر گواہی میں رد و بدل نہ کرے اور نہ اپنے رشتہ

داروں اور دوستوں کی رعایت کرے۔ اس لیے اس آیت کے بعد اس آیت کا ذکر کیا جس میں قیامت کا ذکر ہے تاکہ انسان

قیامت کی ہولناکیوں اور خدا کے سامنے پیش ہونے کے ڈر سے گھج اور گھج گواہی دے اور اس میں خیانت نہ کرے۔

قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے اس قول کی توجیہات کہ ”ہمیں کچھ علم نہیں“

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں سے دریافت فرمائے گا کہ تمہیں ہمدانی امتوں کی طرف سے کیا جواب دیا

گیا تھا؟ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ فِي السَّمَاءِ أَتُوسِّلُ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ

الْمُرْسَلِينَ (الاعراف: ۱۸)

سوے شک ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی

طرف رسولوں کو بھیجا گیا تھا اور رسولوں سے بھی ضرور سوال

کریں گے۔

قَوْرِيكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَتُوسِّلُ عَقَا

كَأَنَّا وَتَعْمَلُونَ (الحجر: ۹۳)

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو علم میں تھا کہ ان کی امتوں نے ان کو کیا جواب دیا؟ حالانکہ

دوسری آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے احوال کے متعلق گواہی دیں گے، خلاصہ یہ آیت ہے:

فَكَيْفَ إِذَا دُخِلَ الْمُشْرِكُونَ فِيهِ وَ  
دُخِلَ عَلَيْهِمْ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ مَا يَحِبُّونَ (النساء ۳۲)  
اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ  
لائیں گے اور (اے رسول کرم) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا  
کر لائیں گے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام کو یقیناً اپنی امتوں کے احوال اور ان کے دیئے ہوئے جہالت کا علم ہے اور  
جب ہی وہ ان کے متعلق کوئی ویس کے لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے جو یہ عرض کریں گے ہمیں املا علم نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے  
کہ اللہ عزوجل کے غیر متنتی علم کے مقابلہ میں ان کو املا علم نہیں ہے۔ مفسرین کرام نے اس سوال کے متعدد جوابات ذکر کیے  
ہیں ہم ان میں سے بعض کو نقل کر رہے ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد باکی قرطبی رحمہ اللہ ۲۲۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام کے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ ہمیں اپنی امتوں کے دیئے ہوئے جہالت کے باطن کا  
علم نہیں، یعنی ان کے دلوں کے حال کا علم نہیں اور بڑا کاترہی اسی پر ہوتا تھا کہ وہ نبی پیغمبر سے مولا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے  
کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں ہے بسوا اس کے جس کا تو نے ہمیں علم دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے  
فرمایا اس کا معنی ہے ہمیں اس کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں ہے کہ تو ہم سے زیادہ جانتے والا ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ  
قیامت کی ہولناکیوں اور خوف اور ہشت سے ان کو اپنے علم سے ذہول ہو جائے گا اور وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔  
نحس نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے؟ کیونکہ رسل صلوٰۃ اللہ علیہم پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ شکین  
ہوں گے۔

میں کہتا ہوں کہ قیامت کے دن اکثر اوقات میں انبیاء عظیم السلام کو کوئی خوف اور فہم نہیں ہو گا، لیکن بعض اوقات میں  
ان پر خوف طاری ہو گا۔ حدیث میں ہے کہ جب جہنم کو لایا جائے گا تو وہ زور سے چیخ مارے گی اس وقت ہر نبی اور ہر صدیق  
مہشور کے بل کر جائے گا اور رسول اللہ پیغمبر نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل نے قیامت کے دن کا اتنا خوف دلایا کہ میں رونے لگا۔  
میں نے کہا اے جبرائیل کیا میرے اگلے اور پچھلے (یہ ظاہر) ذنب کی مغفرت نہیں کر دی گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا اے عمار  
(صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قیامت کی ایسی ہولناکیوں کو ضرور دیکھیں گے جو آپ کو آپ کی مغفرت بھلا دیں گی۔ نحس نے کہا اس  
کا صحیح جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ تم کو ظاہر اور باطن میں اور جلوت اور غلوت میں کیا جواب دیا گیا؟

وہ کہیں گے ہمیں املا علم نہیں ہے، اور اس میں فن لوگوں کا رد ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں اور ابن  
جبرین نے کہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا عمل کیے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں  
ہے، قصی تمام خوب کا جاننے والا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا اس کے مشابہ یہ حدیث ہے کہ نبی پیغمبر نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے پاس  
حوض پر آئیں گے میں کہوں گا کہ (کیا یہ) میری امت ہیں؟ تو کہا جائے گا بے شک آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ  
کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالیں؟

علامہ بلوروی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے سے ہی ان کے حال اور ان کے جواب کو جاننے والا ہے، پھر ان سے کیوں سوال فرمائے  
گا؟ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ تاکہ انبیاء عظیم السلام کو اللہ تعالیٰ بتائے کہ ان کے وصل کے بعد ان کی امتوں نے ان پر کیا کیا  
التماء بنا دیے اور کیا کیا کفر کیے؟ اور دوسرا جواب یہ ہے تاکہ ان کی امتوں کے کافروں کو تمام مخلوق کے سامنے ذلیل اور رسوا کرے،  
اور یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے (الاباح کا نام القرآن ۱۲۷ ص ۵۰ مسطور دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)



اللہ تعالیٰ پر اسماء کے اطلاق کا ضابطہ

اہم رازی نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر علام کا اطلاق کرنا جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر خلاق کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر علام کا اطلاق کرنا جائز نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تا تہیج کے لیے بھی آتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جس لفظ میں کسی شخص کا وہم ہو اس لفظ کا اللہ پر اطلاق کرنا جائز نہیں ہے، ہمارے عالم بول چال میں اللہ میں اور اللہ سائیں کہا جاتا ہے۔ میں کا لفظ بیوی کے متبادل کے لیے بولا جاتا ہے، کسی بڑے آدمی اور گھوڑوں کے مولوی کو بھی یہاں جی کہتے ہیں، طوائف کے سرپرست کو بھی یہاں جی کہتے ہیں، اور سائیں فقیر کو بھی کہا جاتا ہے۔ سو یہ دونوں لفظ شخص کے معنی کو متضمن ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ پر فن کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ان ہی اسلام صفات کا اطلاق کرنا جائز ہے، جس کا ثبوت قرآن اور حدیث میں ہو۔ لہذا اس کی ذات کو کسی بھی لفظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، جیسے قاری میں خدا اور ترکی میں حکمرانی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا  
الَّذِیْنَ یُمْلِكُوْنَ فِیْهِمْ اَسْمَآئُ سَیُکْفَرُوْنَ مَا  
کُفِّرُوْا یَعْلَمُوْنَ (الاعراف ۱۸۰)

اور اللہ ہی کے لیے اچھے نام ہیں، سو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام میں کج روی اختیار کرتے ہیں، ان کو عذیب ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ پر فن ہی اسلام صفات کا اطلاق کیا جائے، جن میں صن ہو اور جن اسلام میں کسی وجہ سے نقص یا عیب ہو، ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہ کیا جائے، بلکہ اس سلسلہ میں قرآن اور حدیث کے اطلاقات سے تجلّو کر لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب اللہ فرمائے گا میں ابن مریم تم اپنے لوہ اور اپنی ماں کے اوپر میرے احسان کو یاد کرو، جب میں نے روح اللہ سے تمہاری مدد کی، تم گمراہے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی نور جب میں نے تم کو کتاب، حکمت، نور اور انجیل کا علم دیا اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے، پھر تم اس میں پھونک دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم میرے حکم سے ہمارے زوالہ و حمل اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے، اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے اور میں نے (ہی) تم کو نبی اسرائیل سے بچایا جب تم بن کے پاس روشن مہجرات لے کر گئے، تو ان میں سے کافروں نے کہا یہ کھلے ہوئے جلوہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے (المائدہ ۱۱۰)

آیات سابقہ سے اہر تاج

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ایک یہ صفت بیان کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دن تمام عجموں سے سوال کرے گا کہ تم کو کیا عیب دیا گیا تھا؟ اس آیت میں اس دن کی دوسری صفت بیان فرمائی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ بالخصوص حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کلام فرمائے گا اور بن کو اپنی فحشیاں یاد دلائے گا اور اس سے مقصود جیسا نبیوں کی مذمت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واسطے سے بن پر اتنے اسفلت فرمائے اور ان کی قربانیاں پوری کیں، پھر انہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، اور اس کا شریک بنالیا۔ دوسری امتوں کے کافروں نے تو صرف اپنے عیوب کا ذکر کیا تھا، اور بن کی شکن میں ملازما تئیں کی تھیں، یہ فکر میں ان سے بیحد گئے، انہوں نے اللہ کی طرف پیروی اور بیعت کی۔ "نعمالی اللہ عن ذالک" اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت یحییٰ اور بن کی والدہ پر اپنی فحشیاں یاد دلائیں تاکہ دنیا کے سامنے ان آیات کی

ملکوت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فن کو کتنی عزت اور کرامت عطا فرمائی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام تمام آسمانی مذاہب کے رہنماؤں کی تنظیم اور حکیم کرتا ہے، اور تمام نبیوں کی شہنشاہ اور فن کے بلند درجہ پر مبنی کرتا ہے، اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے سبق اور عبرت ہے جو غیر اسلام سیدنا محمد ﷺ کی تنقیص اور توہین میں دن رات کو مشغول رہتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی نعمتیں گھڑائے ہوئے فرمایا، جب میں نے روح القدس سے جسماری مدد کی۔

روح القدس کا معنی

روح القدس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ اس میں روح کی اصناف قدس کی طرف ہے، قدس سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح، اور اس کی پاکیزگی مختلف ہوتی ہے، بعض ظاہرہ اور ایسے ہوتی ہیں، بعض خفیہ ظاہرہ ہوتی ہیں۔ حضرت جبرائیل وہ روح ہیں جو ظاہرہ اور نورانی ہے، اور حضرت عیسیٰ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ ان کی مدد ظاہرہ اور نورانی روح سے کی گئی ہے۔

حیات مسیح اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل

تم گواہی میں بھی لوگوں سے کام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی یعنی بچپن میں اور پختہ عمر میں، ہر دور میں ان کا کلام عقل اور حکمت کے مطابق تھا اور انبیاء اور حکماء کے کام کے موافق تھا، کیونکہ منجھوڑے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے، اور میں جہلی بھی ہوں، مجھے برکت والا بنایا ہے اور میں جب تک زندہ ہوں مجھے لازم پڑھنے اور ذکوۃ دینے کا حکم دیا۔ (مریم ۳۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے گواہی میں وحی فرمائی، اب میں ایک یہ سوال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گواہی میں کلام کرنا تو عجوبہ ہے، پختہ عمر میں ان کا کلام کرنا کس طرح عجوبہ ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کولت تیس سال کے بعد کی عمر کو کہتے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس سال سے پہلے آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے اور کوئی ہزار سال بعد زمین پر ان کا نزول ہو گا، اور اس وقت وہ پختہ عمر کے ہوں گے اور یہ بھی ان کا عجوبہ ہے کہ کئی ہزار سال گزرنے کے بعد بھی وہ صرف کول ہوں گے، حتیٰ کہ بوڑھے بھی نہیں ہوں گے، اور پختہ عمر کی حالت میں کلام کریں گے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کی بھی دلیل ہے، کیونکہ وہ پختہ عمر اور کولت کے زمانہ کو پائے سے پہلے آسمانوں پر اٹھائے گئے تھے اور قرآن مجید کے مطابق ان کا کولت کی عمر میں کلام کرنا بھی ضروری ہے، اس سے لازم آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بھی ہیں اور ان کا زمین پر نزول بھی ہو گا، کیونکہ اس آیت کا صدق کیسے ہو گا؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے کولت کا زمانہ پایا تھا اور وہ کولت کے زمانہ میں ہائیں کرتے تھے تو یہ مجربہ کیسے ہوا؟ کولت کے زمانہ میں تو سب ہائیں کرتے ہیں، یہ مجربہ اسی وقت ہو گا جب انہیں کولت کے زمانہ سے پہلے اٹھایا گیا ہو، اور وہ کئی ہزار برس بعد زمین پر نازل ہوں اور کولت کا زمانہ پا کر لوگوں سے ہائیں کریں، سو اس طرح اس آیت میں ان کے مجربہ کا ذکر بھی ہو گا اور یہ آیت ان کی حیات اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل بھی ہوگی۔

کتاب، حکمت اور تورات اور انجیل کا معنی

اور جب میں نے تم کو کتاب، حکمت تورات اور انجیل کا علم دیا، کتاب سے مراد یا تو اس کا مصدری معنی ہے، یعنی لکھنا، اور یا کتاب، یعنی مکتوب ہے، اور اس سے مراد جس کتاب ہے، کیونکہ انسان پہلے آسمان کتابیں پڑھتا ہے اور پھر مشکل اور ادنیٰ کتابیں پڑھتا ہے، اور حکمت سے مراد علوم نظریہ اور علوم عملیہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نازل شدہ کتابوں کا علم اور

ہن کے اسرار کی قسم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حکمت سے مراد شمس کا مکمل طلی اور علم کے تقاضوں پر عمل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حکمت سے مراد صحیح قول ہے 'تورات سے مراد وہ کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی' اس میں شراعیہ اور احکام ہیں اور انجیل سے مراد وہ کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی 'اس میں سواعط اور اخلاق ہیں' پہلے کتاب کا ذکر فرمایا پھر تورات اور انجیل کا ذکر فرمایا ملاحظہ وہ بھی کتابیں ہیں 'یہ شرف اور فضیلت کی وجہ سے عام کے بعد خاص کا ذکر ہے' جیسا کہ اس آیت میں ملاحظہ کے بعد جبرائیل اور میکائیل کا ذکر کیا گیا ہے 'ملاحظہ وہ بھی ملائکہ میں سے ہیں'

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَ  
يَحْيَىٰ مَوْلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ  
جو شخص اللہ اور فرشتوں اور رسولوں اور جبرائیل اور  
میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

(البقرہ: ۹۸)

تورات اور انجیل کے معنی کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے کل عمران ۳ میں کر دی ہے۔ وہی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پرندے بنانا، پیادوں کو شفا دینا اور دیگر معجزات

جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی 'اور تم میرے حکم سے لہر زلزلہ اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے بطور غلطی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا 'اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہمارے لیے چھوڑ دینا میں اور اس میں روح ڈال دیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی اٹھائی اور اس سے چھوڑ کی صورت بنائی۔ پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی 'چھوڑ کو بنانا اور اس میں پھونک دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کتب تھا' اور اس کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے چھوڑ بنانے کا مطلب اس لیے کیا تھا کہ یہ گوشت اور خون سے بنا ہوا عجیب ترین جانور ہے اور یہ پروں کے ساتھ اڑتا ہے اور حیوان کی طرح بچے دیتا ہے 'اور پانی پر دونوں کی طرح اڑنے سے نہیں دیتا' اس کے تھن ہیں جن سے دودھ نکلتا ہے 'انسان کی طرح ہنستا ہے اور اس کو عورت کی طرح حیض آتا ہے' یہ دن کی روشنی میں دیکھ سکتا ہے نہ رات کے اندھیرے میں 'یہ رات کے ابتدائی حصہ تک کھلتی رہتا ہے۔ ۱ -

(حاشیہ: محمد بن عبد بن علی السبائی ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگلی اس شخص کو کہتے ہیں جو بھیر پید ہو اور بعد میں اندھا ہو جائے اور اس کے اس شخص کو کہتے ہیں جو اندھا پید ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لہر زلزلہ اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے 'برص ایک جلدی بیماری ہے جس کی وجہ سے جلد سفید ہو جاتی ہے اور ایک تکلیف دہ غارش ہوتی ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے برص کے مریضوں کو تندرست کر دیتے تھے۔ اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے۔ یعنی تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالتے تھے۔ جب تم اللہ سے دعا کر کے مردے سے یہ کہتے تھے 'اللہ کے اذن سے اپنی قبر سے باہر آؤ' ان تینوں افعال میں اللہ کے اذن کا ذکر کیا ہے 'تاکہ یہ معلوم ہو کہ ان افعال کا فاعل حقیقی اللہ جبار کو تعالیٰ ہے۔

اور میں نے (ہی) تم کو بنو اسرائیل سے چھلایا 'جب تم ہن کے پاس روشن مغرب لے کر گئے تو ہن میں سے کافروں نے کہا یہ کھلے ہوئے جلوہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے یعنی جب تم بنو اسرائیل کے پاس اپنی نبوت کو درمات پر دلائل اور معجزات لے کر گئے 'تو انہوں نے تمہاری تکذیب کی اور تم پر حسرت لگائی کہ تم جلوہ گر ہو مگر انہوں نے تمہیں قتل کرنے اور سولی دینے کا ارادہ کیا اور میں نے تم کو اپنی طرف لوہا اٹھایا اور تم کو ہن کے شر سے چھلایا۔ انشاء اللہ میں ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان



پر اٹھائے چلے گا بیان بڑی تفصیل سے کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب میں نے خوارین پر اہتمام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائے تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور (اے اللہ!) تو گواہ ہو جا کہ سب تک ہم مسلمان ہیں۔ (المائدہ: ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی حکمتیں

خواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار اور ان کے خاص اصحاب تھے، جو کامیابی سے کسی چیز کو صاف کرنا اور ان لوگوں نے اپنے نفوس کا تذکرہ کر کے پاک اور صاف کر لیا تھا، اس آیت میں مذکور ہے میں نے حواریوں کی طرف وحی کی، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ جس کلام کو اپنے نبی کی طرف پنازل فرماتا ہے، خود فرشتے کے واسطے سے ہو یا بلا واسطہ اس کو وحی کہتے ہیں، اس لیے اس آیت کا معنی ہے ہم نے حواریوں کی طرف اہتمام کیا۔ قرآن مجید کی اور بھی کئی آیتوں میں وحی معنی اہتمام ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ أَنِ اقْصِبُوا أَرْحَابَكُمْ لِذِكْرِ ابْنِ مَرْثَدَةَ

(القصص: ۲۷) - دودھ چاؤ۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْأَشْجَلِ أَنِ اتَّخِذْ قَوْمَكَ مِنَ الْيَهُودِ حِزْبًا مِّمَّنْ لَّيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ سَنَجْعَلُ آلَ إِبْرَاهِيمَ حِزْبًا مِّمَّنْ لَّيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

اللہ تعالیٰ نے خوارین کے دل میں ڈالا کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں، سو وہ ایمان لے آئے، ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ پر کی ہوئی نعمتوں کو شمار کر رہا ہے، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ خوارین کا حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا حضرت عیسیٰ کے حق میں نعمت کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی انسان کا اس درجہ میں ہونا کہ لوگ اس کے قول کو قبول کریں، اس کو محبوب بنائیں اور اس کی اطاعت کریں، اس کے سامنے ہر ان کی نہایت موقوف ہو، اس پر اللہ تعالیٰ کا حکمت بڑا انعام ہے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان آیات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ اور ان کی مہل پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا، پھر جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ان سب کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے نہ کہ ان کی والدہ سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیٹے کو جو شرف اور مقام ملا ہے، وہ اس کی مہل کے لیے عزت اور سرخ روئی کا باعث ہوتا ہے، سو یہ نعمتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ہیں اور نعمتوں اور بلاؤں کی مہل پر بھی ہیں۔

جس زمانہ میں جس قسم کے کمال کا چرچا اور شہرت ہوتی ہے، نبی کو اس زمانہ میں اسی نوع کا ایسا کمال دے کر بھیجا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں اس کمال کے ماہرین اس کی نظیر لانے سے قاصر اور عاجز ہوتے ہیں اور یہی ان کا معجزہ ہوتا ہے جو ان کی نبوت کی دلیل قرار پاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگری اور شعبہ بازی کا چرچا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بنیادے کر بھیجا جو ان کی جادوگری پر غالب آیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب اور حکمت کا چرچا تھا تو آپ کو حکمت کا ایسا کمال دے کر بھیجا کہ اس زمانہ کے اطباء اور حکماء اس کی نظیر لانے سے عاجز ہو گئے اور انہارے نبی سید عالم محمد ﷺ کے زمانہ میں زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کا زور تھا تو آپ کو قرآن مجید دے کر بھیجا جس کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال اس زمانہ میں کوئی لاسکتا، نہ آج تک کوئی لاسکتا ہے۔ علم اور ادب میں دن بہ دن ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالفین بھی بہت ہیں، اگر اس کی کسی ایک سورت کی بھی مثال لانا ممکن ہو تا تو مخالفین اب تک لاپکے ہوتے۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ

جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم: کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل

أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ

کر سکتا ہے (میں نے) کہا: اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے

مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَ

ہو ۰ انہوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور

نَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَّقْتَنَا وَتَكُونُ عَلَيْنَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۱۱۳﴾

ہیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے کچھ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دیتے والوں میں سے ہو جائیں ۰

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً

عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل

مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عَيْدًا إِلَّا ذُلًّا وَآيَةً مِّنكَ

فرما تاکہ (دو دن) ہمارے اکھن اور پہلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشان (برجائے)

وَأَرْسَلْنَا وَانْتَ خَيْرُ الرَّسُلِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنْزِلُهَا

اور میں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے ۰ اللہ نے فرمایا: بیشک میں اس خوان کو تم پر

عَلَيْكُمْ فَمَنْ يُكْفِرْ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَإِنَّ أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أَعَذِّبُهُ

نازل کرنے والا ہوں، پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام

أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱۵﴾

۰ جہاں والوں میں سے کسی کو بھی نہ دلاؤ گا ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل کر سکتا

ہے؟ (یعنی نے) کہا اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو ۰ انہوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور

ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے کچھ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دیتے والوں میں سے

ہیں ایمان القرآن جلد سوم

ہو جائیں (المائدہ ۱۱۵: ۳۲)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے آجوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آٹھ سختوں کا ذکر فرمایا تھا اس آیت اور اس کے بعد دہائی آجوں میں نویں سخت کا ذکر فرمایا ہے اور وہ حاریروں کی قربانی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے خوان نعمت کا نازل ہونا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا قبول ہو گیا ہے اور ان کے دعا کرنے میں ان کے بندہ ہونے کا ثبوت ہے اور ان کی الوہیت کی نفی ہے اور اس وجہ سے لوگوں کا ان کی نبوت کی تصدیق کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کو رسول حضرت عیسیٰ پر بہت بڑا احسان ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تم اللہ کے لیے ہمیں روزے رکھو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا کیونکہ جو شخص کسی کے لیے عمل کرے وہ اس کا اجر عطا فرماتا ہے۔ جو اسرائیل نے تیس روزے رکھے پھر حضرت عیسیٰ سے کہا اے خیر کی نصیب دینے والے! آپ نے کہا تھا کہ جو شخص کسی کے لیے عمل کرے اس کا اجر اس کے ذمہ ہو گا ہے اور آپ نے ہمیں تیس روزے رکھنے کا حکم دیا تھا سو ہم نے رکھ لیے اور ہم جس کے لیے بھی تیس دن کلام کرتے ہیں میرے لیے کہہ کر کے کھانا کھانا تب انہوں نے کہا کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل کر سکتا ہے؟

(جامع البیان ۷: ۷۷ ص ۱۷۵-۱۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

نزول مائدہ کے فرمانی معجزہ کی توجہات

اس جگہ یہ اعتراض ہو گا ہے کہ اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے حاریروں کا یہ قول نقل فرمایا تھا کہ ہم ایمان لے آئے اور اے اللہ اٹو گواہ ہو جا کہ ہم مسلمان ہیں اور اب ان کا یہ قول نقل فرمایا کیا آپ کا رب آسمان سے خوان نازل کر سکتا ہے؟ اور یہ قول اللہ کی قدرت پر شک کو واجب کرتا ہے۔ پھر وہ مسلمان کیسے ہوئے؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان کا حکم نہیں لگایا تھا بلکہ یہ صرف ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مومن ہیں اور حضرت عیسیٰ کا یہ فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اگر ایمان والے ہو اس سے بھی یہ ظاہر ہو گا ہے کہ ان کا ایمان کامل نہیں تھا۔

(۲) وہ اپنے دعویٰ کے مطابق مومن تھے اور ان کا یہ کہنا کہ کیا اللہ ایسا کر سکتا ہے؟ اللہ کی قدرت پر شک کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ محض طمأنینہ قلب کے حصول کے لیے تھا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حصول طمأنینہ کے لیے فرمایا تھا اے میرے رب اتو مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔

(۳) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھ رہے تھے کہ ایسا سوال کرنا کیا حکمت کے مطابق تو نہیں ہے۔

(۴) مستطیع میں سین زائد ہے اور اس آیت کا معنی ہے کیا آپ کا رب آپ کی دعا قبول فرمائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ سے فرمائیں معجزہ طلب کرو کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہو گا ہے کہ تم خدا کی اودھم دہم ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنے مطالبات پر ہمبر کرو کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: ۳-۴)

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو گا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

حواریوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خون سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اس آیت میں حواریوں نے جو اپنا خدو پیش کیا ہے اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) ہم اس خون کو کسی معجزہ کے طور پر طلب نہیں کر رہے بلکہ ہم پر ہموک غالب ہے اور ہمیں کہیں اور سے کھانا نہیں ملا اس لیے آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔

(۲) ہر چند کہ ہمیں دلائل سے اللہ کی قدرت پر یقین ہے لیکن جب ہم نزولِ مائدہ کا مشاہدہ کریں گے تو ہمارا یقین اور پختہ ہو جائے گا۔

(۳) ہر چند کہ ہم نے آپ کے تمام معجزات کی تصدیق کی ہے لیکن اس معجزہ کو دیکھ کر ہمارا یقین اور پختہ ہو جائے گا۔

(۴) اس سے پہلے جو آپ کے معجزات تھے جن سے سب کا تعلق زمین سے تھا اور اس معجزہ کا تعلق آسمان سے ہو گا اس کو دیکھ کر ہمارے ایمان میں مزید تقویت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یعنی ابنِ مریم نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا خزانہ نازل فرما تاکہ وہ (دن) ہمارے انگوں اور پیچھوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشانی (ہو جائے) اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمائے والا ہے۔ (المائدہ: ۱۱۲)

عام آدمی کی نظر اور نبی کی نظر

حواریوں نے جب خون کی درخواست کی تھی تو کہا تھا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس خون سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے سچ کہا تھا انہوں نے اس خون سے دنیاوی غرض یعنی کھانے کو پہلے ذکر کیا اور اخروی غرض یعنی ایمان کی پہنچ کو بعد میں ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دعا کی تو اخروی غرض کو پہلے ذکر کیا اور وہ ہے انگوں اور پیچھوں کے لیے عید ہو گا اور اللہ کی طرف سے نشانی ہو گا اور دنیاوی غرض کا بعد میں ذکر کیا اور وہ ہے ہمیں رزق عطا فرما اور اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و شاکر کی تو سب سے بہتر رزق عطا فرمائے والا ہے یہ فرق ہے نبی کی نظر میں اور عام آدمی کی نظر میں!

عید کے دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کی جاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر پہلے اللہ کی عبادت کی طرف تھی پھر فرمایا کہ وہ تیری طرف سے نشانی ہو جائے یعنی لوگ نزولِ مائدہ میں غور و فکر کر کے اس کے موازنہ کرنے والے کی طرف رسائی حاصل کریں اور نیکو اور مستدلل سے خدا کو پہچانیں نبیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظریات بلند مقام سے اس سے بھی بلند تر مقام پر پہنچی۔ پھر جب فرمایا ہمیں رزق عطا فرما تو جس کے حصہ کی طرف نظر کی اور خالق سے مخلوق کی طرف نزول کیا اور جب کما تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے تو نزول کے بعد پھر خالق کی طرف رجوع کیا اور یوں اس آیت میں حضرت عیسیٰ نے دو مرتبہ خلق سے خالق اور غیر اللہ سے اللہ کی طرف رجوع کیا اس دعا کے اول میں بھی ان کی نظر اللہ کی

طرف تھی اور آخر میں بھی من کی نظر اللہ کی طرف تھی، نور اہل اللہ کا بھی صل ہو تا ہے وہ ہر حال میں اللہ کی طرف نظر رکھتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں بھی اس بلند مقام سے عداوت و مفاخرہ (آمین)

اول اور آخر کے لیے عید ہونے کا معنی

تاکہ وہ دن ہمارے اول اور آخر کے لیے عید ہو جائے۔ ابن جریج نے کہا اول سے مراد اس وقت کے زندہ لوگ ہیں اور آخر سے مراد بعد میں آنے والے لوگ ہیں۔

سفیان نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن ہم دو مرتبہ ملنا پڑھیں۔

حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہمارے سامنے خون رکھا جائے تو اول سے لے کر آخر تک سب لوگ کھائیں۔

سدی نے کہا جس دن امامہ نازل ہو اس دن کی تقسیم کرتے ہوئے ہم بھی اس دن عید منائیں اور ہمارے بعد آنے والے لوگ بھی۔

امام ابن جریر نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ اس دعا کا معنی یہ ہے کہ یہ دن ہمارے لیے عید ہو جائے اور جس دن یہ خون نازل ہو اس دن ہم نماز پڑھیں، جیسے لوگ عید کے دن نماز پڑھتے ہیں۔

(جامع البیان ۷: ۲۷۸، ۷: ۲۷۹، ۷: ۲۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

بنو اسرائیل پر نازل ہونے والے طعام کا خوان

امام ابو یوسف، یحییٰ بن یحییٰ ترمذی حنفی و امام روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان سے جو خون نازل کیا گیا تھا اس میں روٹیاں اور گوشت تھا، من کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس میں نہ خیانت کریں اور نہ اس کو کل کے لیے بچا کر رکھیں۔ انہوں نے خیانت بھی کی اور کل کے لیے بچا کر بھی رکھا، سو من کو حکم کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ (سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث: ۳۰۵۷)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی و امام روایت کرتے ہیں۔

جو من کے ایک حصے نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کیا حسیس معلوم ہے کہ بنو اسرائیل کے خون کا کیا مسئلہ ہوا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا بنو اسرائیل نے حضرت یحییٰ بن مریم سے سوال کیا کہ من کے اوپر کھلنے کا ایسا خون نازل کیا جائے جس سے وہ کھانا کھاتے رہیں اور وہ بھی ختم نہ ہو، من سے کہا گیا کہ وہ خون تمہارے پاس رہے گا بشرطیکہ تم اس میں سے کچھ چمپا کر نہ رکھو اور خیانت نہ کرو اور اس میں سے کوئی چیز نہ اٹھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم نے ایسا کیا تو میں تم کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہو گا۔ پھر ایک دن بھی نہیں گذرا کہ من نے اس میں سے چھایا اور اٹھایا اور خیانت کی، سو من کو ایسا عذاب دیا گیا جو دنیا میں کسی کو نہیں دیا گیا تھا اور اے عرب والو! تم لوگ کوٹوں اور بکریوں کو چراتے تھے، پھر اللہ نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جس کے حسب اور نسب کو تم جانتے اور پہانتے تھے، نور تمہارے نبی کی زبان سے تم کو یہ اطلاق دی کہ عترت تم پورے عرب پر غلبہ پاوے اور تم کو سونے اور چاندی کے جمع کرنے سے منع کیا اور بتایا کہ تم اب دن رات سونا اور چاندی جمع کر رہے ہو اور روزِ ناک عذاب کے مستحق ہو رہے ہو۔

حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل پر امامہ نازل کیا گیا اس میں جنت کے پھول تھے، من کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس

میں سے نہ چھپائیں نہ خیانت کریں نہ ذخیرہ کریں۔ ان لوگوں نے خیانت کی چھپلا اور ذخیرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر لود  
بخنیزو غناؤد (جاسر البیہن) ۱۲۷ھ میں ۹۷۹ء میں لود (عراق) کو فتح کیا۔

میلا در رسول پیچید

صدر الافاضل مولانا سید محمد فہیم الدین مراد آبادی حنفی ۷۳۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی ہم اس (افغان طہار) کے نزول کے دن کو عید بنائیں اس کی تقسیم کریں خوشی منائیں ہماری عہدوت کریں شکر بجا  
لائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید بنانا اور خوشی منانا عہدوتیں کرنا شکر  
الہی بجالانا طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم پیچید کی شریف ادوی اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ  
ترین رحمت ہے۔ اس لیے حضور پیچید کی ولادت مبارک کے دن عید منانا اور میلا در شریف پڑھ کر شکر الہی بجالانا اور اظہار فرح  
اور سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ (ترجمہ الفرائض ص ۲۰۳ مطبوعہ آج کلنی لینڈ لاہور)

علامہ شریف سید احمد بن عبدالحق بن عمر عابدین دمشقی حنفی ۷۳۰ھ (سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ۷۵۲ھ کے عم  
زاد) نے علامہ ابن حجر ممتحن کی حنفی ۷۳۵ھ کی کتاب الفرائض الکبریٰ کی شرح لکھی ہے۔ علامہ ابن حجر کی شافعی نے الفرائض الکبریٰ  
نئی پیچید کے میلا کے ثبوت اور بیان میں لکھی ہے۔ اس کتاب کی حدود شرح لکھی گئی ہیں لیکن سب سے مبسوط شرح علامہ  
احمد عابدین دمشقی کی ہے۔ علامہ یوسف بن اسماعیل فیہلی حنفی ۷۵۵ھ نے اس شرح کو جو اہل اجماع میں مکمل نقل کیا ہے۔ ہم  
اس شرح کے چند اقتباسات جو میلا در انتہی پیچید کے ثبوت سے متعلق ہیں یہاں پر نقل کر رہے ہیں۔

محفل میلا در کا بدعت حسنہ ہوتا

جس لہ میں نئی پیچید کی ولادت ہوئی اس میں میلا در شریف کو منانا بدعت مستحبہ میں سے ہے اس کو ایچلو کرنے والا اور اہل  
کا بدعت مطلقہ تھا۔ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ وہ رجب الاول میں میلا در شریف منعقد کرتا تھا اور بدعت عظیم  
الاشیاء محفل کا اہتمام کرتا تھا اس کی بدعتی کئی عرصہ قائم رہی اور وہ ۷۳۵ھ میں فوت ہوا۔ وہ بدعت بلور نیک معلول اور ذہین  
بادشاہ تھا وہ اس محفل میں بدعت علماء اور صوفیاء کو مدعو کرتا تھا اور اس عظیم الشان دعوت میں تین لاکھ دنہار خرچ کرتا تھا۔ علامہ  
نوی کے استاذ شیخ ابو شامہ نے میلا در شریف کی رقت بکثرت صدق و خیرات کرنے پر ملک مظفر کی بدعت تعریف کی ہے اور علامہ ابو  
شامہ کی یہ تعریف شب ولادت میں میلا در شریف منانے کے بدعت حسنہ ہونے پر بدعت قوی دلیل ہے۔

علامہ ابو شامہ کی عبارت یہ ہے:

ہمارے زمانہ میں نئی پیچید کی ولادت کے دن جو میلا در شریف منایا جاتا ہے اور صدقات اور خیرات کیے جاتے ہیں اور خوشی  
اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے یہ سب سے اچھی اور نیک بدعت ہے نیز اس عمل کے ذریعہ نئی پیچید سے محبت کی وجہ سے  
بنیادوں اور مظلوموں کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے جس شخص نے اس بدعت کو ایچلو کیا اللہ تعالیٰ اس کو نیک جزا دے۔ نیز  
اس عمل کی وجہ سے کفار اور منافقین کے دل غیظ سے جلتے ہیں۔

(السیاعت علی اسکار الجذع والحوادث مطبوعہ مصر ۱۲۷۵ھ مطبوعہ دار الایض المدینہ لونی ص ۱۳۱ھ)

علامہ ذوقانی ناگنی نے لکھا ہے کہ علامہ ابو الخیر محمد بن عبدالحق بن عبدالمجری نے کہا کہ ابو لوب جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا  
اس نے نئی پیچید کی ولادت کی خوشی میں اپنی پانڈی ٹوپیدہ کو اتارنے کے اشارہ سے آنسو روکا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اس فعل کی یہ  
جزا دی کہ ہر ہجر کو جب وہ اس اتارنے کا سراپا ستا ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو نئی پیچید کا امتی مسلمین اور مسعود

ضیاء القرآن

جب ایمان کے رشتہ سے آپ کی ولادت پر خوشی منانے کا اور اپنی استطاعت کے مطابق مل خرچ کر کے صدقہ اور خیرات کرے گا تو اس کی جزاء کیا ہوگی اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضلِ عظیم سے جنت النعیم میں داخل کر دے گا۔ امامِ محقق ابو زہرہ عراقی سے سوال کیا گیا کہ میلاد شریف منانا کیا مستحب ہے یا مکروہ ہے؟ اور کیا اس میں کوئی چیز زائد ہوئی ہے اور کیا یہ فعل صحابہ کرام سے منقول ہے تو علامہ عراقی نے جواب دیا کہ دعوت کرنا اور کھانا کھانا ہر وقت میں مستحب ہے اور جب اس کے ساتھ نبی پیغمبر کی تشریف آوری کی خوشی اور مسرت شامل ہو تو یہ فعل کیونکر مستحب نہیں ہو گا اور ہم سلف صالحین کے متعلق اس سے زیادہ نہیں جانتے اور کسی چیز کے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بدعت مکروہ ہو، کیونکہ کتنی بدعات مستحب ہیں بلکہ واجب ہیں۔

علامہ ابراہیم حلبی حنفی نے کہا اگر محفل میلاد میں برائیاں کو شامل کر لیا جائے، مثلاً عورتیں شریک ہوں اور بلند آواز سے گائیں، یا مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماع ہوں (یا جلوس کے دوران نمازیں نہ پڑھی جائیں) تو اس قسم کے افعال پانچ جماعت حرام ہیں۔ (علامہ شامی نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ برائیاں کے شامل ہونے کی وجہ سے کسی نیک کو ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس وجہ سے عبادات کو ترک نہیں کیا جاتا، بلکہ انسان پر واجب ہے کہ وہ عبادات اور نیکیوں کو بجالائے اور بدعات کا انکار کرے اور حتی الامکان ان کا زائل کرے۔ (رد المحتار، ج ۱، ص ۳۹۳) علامہ زرکانی نے کہا کہ خلاصہ یہ ہے کہ کئی نغمہ میلاد شریف بدعت ہے، اس میں محاسن بھی ہیں اور قبح بھی، مگر محاسن کو اختیار کیا گیا اور قبح سے اعتنا نہیں کیا گیا تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مجھ پر میلاد شریف منانے کی اصل ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب نبی پیغمبر مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشورا (دس محرم) کا روزہ روکتے تھے، آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی تو ہم اس دن بطور شکر کے روزہ رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس ممکن دن میں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے، اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور نبی پیغمبر کی ولادت اور آپ کے ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی۔ سو جس دن آپ کی ولادت ہوئی، اس دن مختلف عبادات کرنا مثلاً نوافل پڑھنا، روزہ رکھنا، صدقہ و خیرات کرنا، اور تلاوت کرنا اور ان عبادات سے اللہ کا شکر بجالانا اس حدیث کے مطابق ہے اور حافظ ابن حجر سے پہلے علامہ ابن رجب حنبلی نے اس اصل کو تلاش کیا تھا، حافظ ابن حجر کی نے کہا ہمارے نبی پیغمبر نے بھی انبیاء علیہم السلام کی محاسن میں اس دن روزہ رکھا اور یہود سے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہمارا تم سے زیادہ حق ہے۔

علامہ احمد عابدین نے کہا نبی پیغمبر کی محفل میلاد میں شریک ہونا اور آپ کی ولادت مبارک کا واقعہ اور آپ کے فضائل اور عبادہ کو بیان کرنا اور آپ پر بکھرتا درود و سلام پڑھنا آپ کی محبت کا سبب ہے اور آپ کے قرب کا موجب ہے۔ سہروردہ غنی جو آپ کی محبت میں صادق ہو، اس کو چاہیے کہ وہ آپ کی ولادت کے عید کی آمد پر خوش ہو اور اس عید میں اس محفل کو منعقد کرے اور اس میں آپ کی ولادت کے متعلق احادیث صحیحہ اور آثارِ قدسیہ بیان کرے اور امید ہے کہ ایسے شخص کو آپ کی شفاعت حاصل ہوگی کیونکہ شفاعت آپ کی محبت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ سو جو شخص محافل میلاد منعقد کرے آپ کا بکھرتا ذکر کرے گا اور آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اس کا بکھرتا ذکر کرتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ تو امید ہے کہ آپ کی محبت سے محفل میلاد میں آپ کا ذکر کرنے والے

اور آپ پر بکثرت صلوة و سلام پڑھنے والے جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ سوائے تعالیٰ ان مسلمانوں پر رحمت نازل فرمائے جنہوں نے میلاد النبی ﷺ کے لئے مبارک کی راتوں کو عیدیں منادیا۔

(بخاری، ابوابہ ج ۳، ص ۳۵۹-۳۶۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ)

عید میلاد النبی ﷺ کی شروعات پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں تشریح حاصل بحث کی ہے اور اس سورت کی آیت ۳ میں بھی مابین کے بکثرت خواتین سے میلاد شریف کی شروعات اور استقبال کو بیان کیا ہے۔ یہ امر واضح رہے کہ ہمارے نزدیک محفل میلاد منعقد کرنا مستحب ہے، واجب یا فرض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک میں اس خرم کو تم پر نازل فرمائے دوں گا جو تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جنات والوں میں سے کسی کو بھی نہیں دوں گا۔ (المائدہ: ۲۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم پر اس مادہ کو نازل کرنے اور تم کو اس کا طعم کھلانے کے بعد جس نے میرے نبی یعنی علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور میرے احکام کی اطاعت کرنے سے روگردانی کی تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دیا ہو گا۔ لہذا یہ بیان کیا ہے کہ ان کو خوشبو نہ دیا گیا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کاسب سے زیادہ عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہو گا منافقین کو، اصحاب مادہ میں سے کافروں کو اور آل فرعون کو۔

(جامع البیان ۷: ۷، ص ۱۸۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

### نزول مادہ کی کیفیت کی تحقیق

امام ابو حمزہ عبداللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ الامام ابی النعمانی ۳۵۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سلفن الخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے مادہ (طعام کے خزان) کا سوال کیا تو آپ نے اس کو سخت چپنہ کیا اور فرمایا اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اللہ نے تم کو جو رزق حلال زمین سے دیا ہے اس پر قناعت کرو اور آسمان سے مادہ کا سوال نہ کرو، کیونکہ اگر وہ تم پر نازل کیا گیا تو وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانی ہوگی۔ تم سے پہلے قوم عمرو نے اپنے نبی سے نشانی کا سوال کیا تھا، وہ اس نشانی میں مبتلا کیے گئے، پھر اس نشانی کے تھانے پر وہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیے گئے۔ جب ان کی قوم نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ نے نماز پڑھی اور بہت گریہ و زاری سے دعا کی اے اللہ! ہم پر آسمان سے مادہ نازل فرما تو اللہ تعالیٰ نے وہ چاندیوں کے درمیان ان پر سرخ و سبز خزان نازل کیا، بنو اسرائیل اس کو نازل ہوتے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور حضرت عیسیٰ خوف زدہ ہو کر بار بار دعا کر رہے تھے اے اللہ! اس خزان کو رحمت بنانا اور اس کو غضب نہ بنانا۔ حضرت عیسیٰ دعا کر رہے تھے کہ وہ سبز خزان حضرت عیسیٰ کے پاس آکر ٹھہر گیا، حواریوں کو اس سے ایسی خوشبو آتی جیسی انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سونگھی تھی، حضرت عیسیٰ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے عید میں گر گئے، یہود اس خزان کو دیکھ کر غیظ و غضب سے جل گئے۔ حواری اس سبز خزان کے گرد بیٹھ گئے، وہ خزان ایک رومل سے ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا جو شخص اس سے زیادہ عبادت گزار اور اللہ کا شکر گزار ہو گا وہ اس کو کھولے گا۔ حواریوں نے کہا یا رب اللہ! آپ ہی اس کو کھولنے کے لائق ہیں، حضرت عیسیٰ نے دوبارہ وضو کیا، نماز پڑھی اور اللہ سے روداد کر اپنے اور قوم کے لیے برکت کی دعا کی، پھر اس کو کھولا تو اس میں بہت بڑی بجلی ہوئی چمکی تھی جس میں کانٹے نہیں تھے اور اس سے کبھی بس نہ رہا تھا اور اس کے گرد ہر قسم کی بڑیاں تھیں اور نمک اور سرکہ تھا اور پانچ روئیاں تھیں۔ ایک روئی پر زقنن، ایک پر کچھو اور باقیوں پر انار تھے۔

شعرون نے کہا یا رب اللہ! یہ طعام دنیا کے طعام میں سے ہے یا آخرت کے طعام میں سے؟ آپ نے فرمایا یہ نہ دنیا کا طعام



ہے نہ آخرت کا اس کو اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تم ہم اللہ چاہ کر کھانا شروع کرو اور اپنے رب کا شکر ادا کرو کہ تم کو مزید عطا فرمائے گا۔ انہوں نے کیا روح اللہ ام چاہے ہیں کہ آپ ہمیں اس نشانی میں ایک اور نشانی دکھائیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا سبحان اللہ کیا تمہارے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے جو اور نشانی کا سوال کرتے ہو۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ نے اس پھیلی سے کھانے چھلی تو اللہ کے حکم سے دوبارہ پھلے کی طرح زندہ ہو جاؤ۔ پھل لٹھلی اللہ کی قدرت سے زندہ ہو گئی۔ وہ شریک طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کی آنکھیں گردش کرنے لگیں اور وہ پھرنے لگی۔ حواری خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا پہلے تم نے نشانی کا مطالبہ کیا تھا اب نشانی دیکھ کر ڈرتے کیوں ہو؟ پھر آپ نے پھل سے فرمایا اسے پھلی اللہ کے حکم سے دوبارہ پھلے کی طرح بنی ہوئی ہو جا۔ پھر انہوں نے کھانے سے دوبارہ اللہ آپ کھانے کی ابتداء کریں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ اسی کھانے کی ابتداء کرے گا جس نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ حواری اور ان کے اصحاب ڈرتے تھے کہ اس کے کھانے سے کہیں وہ مظلہ نہ ہو جائیں۔ زبان پر کوئی آفت نہ آجائے۔ تب حضرت عیسیٰ نے فقراء اور یتیموں کو بلایا کہ تم اللہ کے رزق اور اپنے نبی کی دعا سے کھاؤ۔ اللہ کے نام سے شہد کرو اور اللہ کے شکر پر فخر کرو۔ تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی۔ سو اس ماندہ سے تیرہ سو مردوں اور عورتوں نے کھیا۔ نور من میں سے ہر شخص سیر ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ اور حواریوں نے دیکھا وہ طعام اسی طرح تھا اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ پھر وہ ماندہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور جس فقیر نے اس ماندہ سے کھیا تھا وہ غنی ہو گیا اور جس ایوانے نے کھیا وہ سحر دست ہو گیا اور وہ لوگ تمام حیات اسی طرح رہے۔ پھر حواری اور ان کے اصحاب اس میں سے نہ کھانے پر پیشین ہوئے اور تمام مرگ ان کے دل میں اس سے کھانے کی حسرت رہی۔ چند دنوں بعد پھر ماندہ نازل ہوا۔ پھر ہر جگہ سے امیر اور غریب، صحت مند اور بیمار، چھوٹے اور بڑے، بنو اسرائیل اس پر ٹوٹ پڑے۔ جب حضرت عیسیٰ نے یہ دیکھا تو آپ نے باری مقرر کر دی۔ ایک دن ماندہ نازل ہوا اور ایک دن نازل نہ ہوا۔ چالیس دن تک یہی معمول رہا۔ جب تک وہ کھاتے رہے ماندہ ان کے سامنے رہتا اور جب وہ کھاتے تو ماندہ آسمان کی طرف اٹھ جاتا وہ اس کو دیکھتے رہتے حتیٰ کہ وہ ان کی نگاہوں سے غائب ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس ماندہ سے تیسویں فقیروں اور یتیموں کو کھلایا جائے اور امیر لوگوں کو نہ کھلایا جائے۔ تب امیروں نے اس میں شک کرنا شروع کر دیا اور اس کے متعلق بری باتیں پھیلایا دیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمیں ماندہ کے نزول کے متعلق مطمئن کریں، کیونکہ بہت لوگ اس میں شک کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے یا نہیں؟ حضرت عیسیٰ نے فرمایا بخدا اگر تم نے اس میں شک کیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اسی شرط سے ماندہ نازل کیا تھا کہ جو اس کے بعد کفر کرے گا میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں ایسا عذاب کسی کو نہ دیا ہو گا۔ حضرت عیسیٰ نے عرض کیا اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت عذاب اور حکمت والا ہے۔ شام کو جب شک کرنے والے بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ لیٹے تو ان کی اچھی صود میں تھیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو صبح کر کے حضور ہوتا دیا۔ صبح کو وہ کوڑے اور گندگی کے ڈھیروں پر گندگی تلاش کر کے کھانے لگے۔ پھر بلی بنو اسرائیل خوف زدہ ہو کر حضرت عیسیٰ کی اطاعت کرنے لگے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہر نکلے تو وہ حضور دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آتے اور آپ کے پیروں پر گرتے اور زار و قطار روتے۔ حضرت عیسیٰ بن میں سے ہر شخص کا ہم لے لے کر پکارتے۔ ان میں سے ہر ایک اپنا سر ہلاتا تھا اور بول نہیں سکتا تھا۔ آپ فرماتے، میں تم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتا تھا مگر میں پہلے سے یہ دیکھ رہا تھا وہ تین دن تک اسی طرح جلتے رہے اور ان کے گھروالے ان کو دیکھ کر روتے رہے۔ لوگوں کے دل ان کا مل دیکھ کر جھل جھل گئے۔ پھر چوتھے دن حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ ان پر موت طاری کر دے سوچتے روزہ مرگے اور زمین پر ان کا مردہ جسم نہیں دکھائی دیا اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے مردہ اجسام کبھی گئے۔ لہذا یہ ایسا مذہب تھا جس سے ان لوگوں کی حرکت مٹی اور روئے زمین پر ان کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔

(کتاب اللہ ص ۳۶۷-۳۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

اس حدیث کو بعض مفسرین نے اختصار سے اور بعض نے تفصیل سے بعض نے اپنی سند سے اور بعض نے بغیر سند کے بیان کیا ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ازوالسیر ج ۲ ص ۴۵۹-۴۶۰، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۷۲، الطبیح و الامم القرون ۱۶۲ ص ۲۸۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۸۵-۶۸۶، البیضاوی مع الفاظ روئی ج ۲ ص ۳۸۸-۳۸۹، لدر المشرق ج ۲ ص ۳۶۶-۳۶۷، تفسیر ابو العود علی باطن التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۵۰۹-۵۱۰، تفسیر المجلد ج ۲ ص ۵۵۵-۵۵۶، روح البطل ج ۲ ص ۳۰۳-۳۰۴، تفسیر المرقفی ج ۲ ص ۳۶۸

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حکیم ترمذی کی نوادر الاصول کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔ میں نے اس کی چاروں جلدیں دیکھیں ان میں یہ حدیث نہیں ہے۔ امام رازی علامہ مرقفی اور علامہ قرطبی نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے باقی سب نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ ان مفسرین نے بغیر کسی حرج کے اس روایت کو نقل کر دیا ہے۔ علامہ ابو الطیہ اندلسی نے لکھا ہے کہ میں اس روایت کے ذکر سے اعراض کرتا ہوں کیونکہ اس روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس پر قرآن مجید کی آیت ولادت کرتی ہو اور سب سے اچھی وہ روایت ہے جس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ مائدہ آسمان سے نازل ہوا اس میں گوشت اور روئیں تھیں۔ بخواسرا نکل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس میں سے بھانگ کر نہ کھیں اور خیانت نہ کریں انہوں نے اس حکم کی معصیت کی تو یہ مائدہ اٹھایا گیا اور ان کو بندہ اور خنزیر دو بنا دیا گیا (المحرر المیز ج ۳ ص ۳۱۵-۳۱۶)

امام ترمذی کی روایت کا منظر یہ ہے کہ بخواسرا نکل نے کفران نعت کیا تو ان پر عذاب نازل ہوا اور سلطان الخیر کی مفصل روایت کا منظر یہ ہے کہ انہوں نے اس مائدہ کے نزول کے بعد بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں شک کیا اور یہ کفر ہے تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ لیکن ترمذی کی حدیث صحاح میں سے ہے اور وہ حدیث مرفوع ہے اور اس حدیث کی سند میں وہاب بن منبہ ہیں یہ اسرائیلی عالم تھے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سو یہ حدیث اسرائیلیات میں سے ہے اس لیے ہمارے نزدیک بھی اس کے مقابلہ میں امام ترمذی کی روایت ہی کو ترجیح ہے ہم نے صرف تحقیق مقام کے لیے اس روایت کو پوری تفصیل کے ساتھ اس کے الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہ واضح رہے کہ عیسائیوں کی کتابوں میں نزول مائدہ کا ذکر نہیں ہے نہ وہ اس دن کو عید مناتے ہیں لیکن قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں مائدہ کو نازل فرماؤں گا اس لیے ہمارے نزدیک حجت قرآن اور حدیث ہے عیسائیوں کا نقل نہ کرنا ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس (مسلم الخیر) کی حدیث میں بحث کی گنجائش ہے اور یہ سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس اور ابو عبد الرحمن سلیمی نے کہا مائدہ کا طعام روئی اور مچھلی تھی۔ حضرت عمار بن یاسر اور قتادہ نے کہا مائدہ آسمان سے نازل ہوا تھا اور اس میں جنت کے پھل تھے اور وہاب بن منبہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو کی روئیں اور مچھلیاں نازل کی تھیں اور یہ تین اقوال امام

ترذی کی حدیث کے خلاف ہیں۔ اس میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے قریبا آسمان سے مادہ نازل ہوا اس میں روٹیاں اور گوشت تھا اور ترذی کی حدیث ان اقوال سے ملتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن 'جز ۶' ص ۲۸۷-۲۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دستر خوان اور میز پر کھانا کھانے کا شرعی حکم

مسلمان الخیر کی حدیث میں مادہ کا بیان ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ وہ سفوف (چڑے کا دسترخوان) تھا وہ کوئی خوان (سیڑھا) نہیں تھی جس کے پاسے ہوں اور نبی ﷺ اور عربوں کا مادہ سفوف (چڑے کا دسترخوان) تھا حکیم ترذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی خوان کے اوپر کھانا کھانا نہ پال میں اور نہ بھی آپ کے لیے چٹائی پکائی گئی۔ قندہ نے حضرت انس سے پوچھا پھر وہ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے کہا سفوف پر۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ترذی نے کہا خوان ایک نئی چیز ہے جس کو گھیموں نے ایجاد کیا ہے عرب سفوف پر کھانا کھاتے تھے سفوف چڑے کا دسترخوان ہے جس کو کھولا بھی جاتا ہے اور پھیلا بھی جاتا ہے چڑے کے دسترخوان کو مادہ کہتے ہیں اور خوان چوکی یا میز کو کہتے ہیں جس کے پاسے ہوں اور سفوف چڑے کا دسترخوان ہے۔ حسن نے کہا میز پر کھانا کھانا بدشاہوں کا فعل ہے اور چڑے کے دسترخوان پر کھانا گھیموں کا فعل ہے اور سفوف کھانا عربوں کا طریقہ ہے اور یہی سنت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن 'جز ۶' ص ۲۸۸-۲۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اگر کوہ حرام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے مادہ پر نہ کھال جاتی۔ (صحیح مسلم 'جلد ۱' ص ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹

الْغُيُوبِ ﴿١٦٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ

جاننے والا ہے ۰ میں نے ان سے وہی کہا جسے مجھے حکم دیا تھا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو

رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا

میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے

تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

مجھے (آگاہ) پر، اسی طرح تو ہی ان پر نگہبان تھا ۰ اور تو ہر چیز پر نگاہ

شَهِيدٌ ﴿١٦٧﴾ إِنْ تَعَذَّيْتَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

ہے ۰ اگر تو ان کو عذاب سے آتشکے تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو توبت

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٦٨﴾ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ

غالب بڑی عظمت والا ہے ۰ اللہ فرمائیے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچا نفع

صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

پہنچائے گا ۰ ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ

أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٦٩﴾

ریں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ۰

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ

آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی عظمت اللہ کی ملکیت میں ہے اور وہ ہر چیز

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧٠﴾

پر قادر ہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب اللہ فرمائے گا کہ میںیٰٰ اہل مومنا کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری

کو اللہ کے سوا دھندلے اور وہ عرض کریں گے تو پاک ہے میرے لیے یہ بات نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔

اگر میں نے (بظلم) یہ کہا ہو تو تو اسے ضرور جانتا تو میں باتوں کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں اور میں اہل جنوں کو نہیں جانتا

جو تیرے علم میں ہیں، بے شک تو ہی سب فیوضِ کابل نے (طالعہ ۱۸۱) اس اشکال کا جواب کہ عیسائی تو حضرت مریم کو خدا نہیں کہتے اور اللہ کی الوہیت کی نفی نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے یہ سوال فرمایا کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا وہ خدا ہیلا وہ اس سوال کی کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور جن کی ماں کو خدا ہیلا یا تھا اس آیت سے ان کو زبردستی قانع کرنا ان کا رد کرنا اور ان کی مذمت کرنا مقصود ہے۔ ہم یہ کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام اس سے انکار کریں گے تو ان لوگوں کی واضح تکذیب ہوگی۔ نیز اس سوال و جواب سے یہ بتایا تھا کہ یہاں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے جانے کے بعد ان کے دین کو بدل دیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حقیقی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جس کے وہ خود قائل نہ تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خضار علی نے حضرت مریم کو خدا نہیں کہا، تو نہ یہ من کا عقیدہ ہے تو پھر یہ آیت کس طرح صلوٰۃ ہو گی کیا تم نے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بناؤ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ انہوں نے صراحتاً حضرت مریم کو خدا نہیں کہا، لیکن ان کے اقوال سے یہ بات لازم آتی ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے کسی انسان کو جنم نہیں دیا، انہوں نے خدا کو جنم دیا ہے اور بیٹا نہیں کاجز اور میں کی جنم سے تو مجھے تو جب پتا خدا ہے تو اس سے لازم آیا کہ اس کی ماں بھی خدا ہو۔ گویا وہ صراحتاً حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے ہیں اور انہوں نے ان کی ماں کو بھی خدا کہتے ہیں، اس کی فطریہ آیت ہے:

لَا تَخْذُوا أَمْثَالَهُمْ كَمَا تَابَعْتُمْ دُونَهُ ۖ  
الْيَوْمَ الْمَوْجِبُ أَلْسِنَتَهُمُ (التوبة: ۳۴)

انہوں نے اپنے علماء اور روایتوں کو اللہ کے سوا اپنا رب  
نہا لیا اور کچھ ایسے عریض کو بھی۔

حضرت ہادی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! میں نے اپنے علماء اور درویشوں کی محبت کو نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے اس کو ان کے علماء اور درویش حرام کہیں تو یہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہو اس کو ان کے علماء اور درویش حلال کہیں تو یہ اس کو حلال کہتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا میں ان کی عیبت کرتا ہوں (اور ان کو خدا مانتا ہے۔ عقلی) اسوجہ طرح یہ سب اپنے علماء اور درویشوں کو خدا نہیں کہتے لیکن یہ ان پر لازم آتا ہے اسی طرح وہ مریم کو صراحتاً خدا نہیں کہتے لیکن یہ ان پر لازم آتا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا مجھے اور میری مل کو اللہ کے سوا دُعا مانگا تو حاکم کہ یہاں میں نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور خدا کی کبھی نفی نہیں کی۔ خود قرآن مجید میں یہاں میں کے متعلق ذکر ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الْيَهُودُ قَالُوا إِنَّا اللَّهُ تَالِيَةُ نَسْئَةٍ  
 ہے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ ہمیں کا  
 (المائدہ: ۷۷) تیرا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یسائی یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نورِ حضرت مریم کے ہاتھوں سے جو معجزات ظاہر ہوئے ان کے خالق حضرت عیسیٰ نورِ حضرت مریم ہیں۔ اس لحاظ سے ان سے یہ نقل اور حکایت کرنا صحیح ہے کہ ”عیسا تم نے لوگوں سے یہ کیا حکم کر مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دوسرا بنا کر۔“

۳۳۔ سراجِ احباب یہ ہے کہ ہرچند کہ وہ اللہ کے خدا اور معبود ہونے کی نفی نہیں کرتے تھے، لیکن وہ اللہ کی عبادت کے ساتھ

حضرت یحییٰ اور حضرت مریم کی عبادت بھی کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس پر متحبہ فرمایا ہے کہ جب اللہ کی عبادت کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت بھی کی جائے گی تو کیا کہ اللہ کی عبادت نہیں کی گئی گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مطلق عبادت ہے اور وہی عبادت اللہ کی عبادت کہلائے گی جو صرف اسی کی ہی جائے اور جب اس کی عبادت کے ساتھ دوسروں کی عبادت بھی کی جائے تو پھر وہ اس کی عبادت نہیں ہوگی تو حقیقت میں یہ باتیں نے حضرت یحییٰ اور حضرت مریم کو معبود بنایا اور اللہ تعالیٰ کو معبود نہیں بنایا۔ اس لیے فرمایا اے یحییٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا اللہ ہی مانا

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کمال ادب سے اپنی برائت کرنا

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا تو سبحان (پاک) ہے میرے لیے یہ بات نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی بلکہ ایک قصہ کلیہ بیان فرمایا: کہ میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ بات حق نہیں ہے اس لیے میں نے نہیں کہی اور کمال ادب سے اس کو اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑ دیا کہ اگر میں نے ایسا کہا تو اتنا حق علم ہوتا ہے کہ مجھے میرے متعلق علم ہے اور مجھے تیرے متعلق علم نہیں ہے یا اس کا معنی ہے تو میرے فیہ کو جانتا ہے اور میں تیرے فیہ کو نہیں جانتا یا تجھے میری دنیا کے متعلق علم ہے اور مجھے تیرے اخروی امور کے متعلق علم نہیں ہے یا تجھے میرے اقوال اور افضل کا علم ہے اور مجھے تیرے اقوال اور افضل کا علم نہیں ہے یا اس کی تائید کے طور پر فرمایا: بے شک تو ہی سب فیہوں کا جاننے والا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے کلام کی ابتداء لفظ سبحان سے کی ایک تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو شریک کی نسبت کی گئی ہے اس کی تخریب کریں اور دوسرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عزت اور سلطنت کا بیان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے ان سے وہی کہانے کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر اسی وقت تک نیکبند تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھایا تو تو ہی ان پر نیکبند تھا اور تو ہر چیز کو ادب ہے۔ (المائدہ ۷۷)

حضرت یحییٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے پر ایک اشکال کا جواب  
اس آیت سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام وقت پا چکے ہیں۔ کیونکہ نوحی کا معنی وقت ہے اور اس کا ظاہری معنی یہ ہے کہ جب تو نے مجھے وقت دے دی تو تو ہی ان پر نیکبند تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق جو احادیث ہیں وہ حد و قاتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور انشاء اللہ اسی تفسیر میں ہم نے بہت زیادہ احادیث پیش کی ہیں۔

نوحی کا لہذا وقا سے ہے وفاء کا معنی ہے کسی چیز کو پورا کرنا یا کسی چیز کا تمام و مکمل کو پہنچنا موت کو وقت اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مدت حیات پوری ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے و اوفوا الکبیر (انعام: ۱۵۴) پورا پورا مال پر کہ دو اوفوا بمعہدی (البقرہ: ۱۳۰) مجھ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔ و وفیت کل نفس ما کسبت (نمل سورہ: ۲۷) ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں نوحی کا لفظ موت کے لیے بھی آیا ہے اور خیر کے لیے بھی  
اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْمَنۡفُوسَ حَيۡنَ مَوۡتِهَا وَالَّذِيۡنَ لَمۡ  
يَتَوَفَّوۡا مَتَّعٰہُمَا (الرمر: ۴۲)  
موت میں آئی ان کی خیر کے وقت۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِالْإِلَهِ (الانعام: ۶۰)

وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری رو میں قبض کریتا

—

لور اس آیت میں تومیں کا معنی پر اپرا افلاخیا ہے، جیسا کہ بکثرت احادیث میں بیان کیا گیا ہے، اس آیت میں توفی کا معنی موت مراد لینے پر مرزائی حسب ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔  
اہم مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۳۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلے درمیان کھڑے ہو کر نصیحت کرتے ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے اور آتما کہ تم ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مٹھن ہو گے اللہ نے فرمایا ہے جس طرح ہم نے پہلی بار مخلوق کو پیدا کیا تھا، ہم اسی حالت میں اس کو لوٹائیں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم بے شک اس کو کرنے والے ہیں (الانبیاء: ۱۰۳) اور سنو! مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لیاں پستیا جائے گا اور سنو! میری امت میں سے چند لوگ لائے جائیں گے۔ ان کو بائیں جانب سے پکڑا ہوا ہوگا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، سو کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالی ہیں، تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح اللہ کے عہد صلح نے کہا تھا میں ان پر اسی وقت تک ٹھہرنا تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی، تو تو ہی ان پر گواہ قتل الایہ (المائدہ: ۸۸-۸۷) سو مجھ سے کہا جائے گا، آپ کے دنیا سے جانے کے بعد یہ لوگ اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے تھے۔ (مرد ہو گئے تھے)

الحجج مسلم، الملت، ۵۸، ۱۲۸۶۱، ۷۰۷، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۲۶، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۷۷۳، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۰۸۷

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سورۃ مائدہ کی اسی آیت کو نقل فرمایا ہے اور اس آیت میں تومیں وفات کے معنی میں ہے۔ مرزائی کہتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں توفی وفات کے معنی میں ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ جب اس آیت کو پڑھیں گے تو آپ کے حق میں اس کا معنی وفات ہی ہوگا کیونکہ آپ کے حق میں اس معنی کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب توفیق منی فرمائیں گے تو ان کے حق میں اس کا معنی وفات نہیں ہوگا کیونکہ اس معنی کے خلاف بہ کثرت احادیث ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو آملن پر افلاخیا گیا ہے، سو اس کا معنی ہوگا جب تو نے مجھے (آملن پر) افلاخیا۔ بعض اوقات قائل کے اختلاف سے فعل کا معنی مختلف ہو جاتا ہے۔ صلی اللہ کا معنی ہے اللہ نے رحمت نازل کی، صلی الملائکہ کا معنی ہے فرشتوں نے استغفار کیا، صلی النبیون کا معنی ہے مسلمانوں نے رحمت طلب کی۔ اس لیے مستحب نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ توفیق منی فرمائیں تو اس کا معنی ہو تو نے مجھے وفات دی اور جب حضرت عیسیٰ توفیق منی کیس تو اس کا معنی ہو تو نے مجھے آملن پر افلاخیا جبکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ توفی کا معنی لازماً موت اور وفات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ حیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب بڑی حکمت والا ہے۔ (المائدہ: ۸۸)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مشرکین کی شفاعت کی بیان دیکھیں یہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ان لوگوں کے حلق ہے جنہوں نے آپ کے

آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد آپ کو اور آپ کی بی بی کو معبود ٹھہرایا تھا کیونکہ سلسلہ کلام ان ہی کے ساتھ مربوط ہے اور وہ لوگ مشرک تھے اور مشرکوں کے حقیقی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ان کو نہیں بخشے گا پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ان کی شفاعت کیسے کی؟ کیونکہ مشرکوں کے لیے شفاعت جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اس میں خمیر فن کی طرف راجع ہے جنہوں نے موت سے پہلے اپنے کفر سے توبہ کر لی تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ دعا قیامت کے دن کے بارے میں نہیں ہے بلکہ آسمان پر اٹھانے جانے کے بعد ہے اس تقدیر پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تو ان کو کفر پر باقی رکھے "حتیٰ کہ یہ فرجائیں اور تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنی توحید اور اطاعت کی ہدایت دے "پھر تو ان کو بخش دے تو توبت غالب ہے تیرے ارادہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور تو اپنے افضل میں حکیم ہے جس میں چاہتا ہے گمراہی پیدا کرتا ہے اور جس میں چاہتا ہے ہدایت پیدا کرتا ہے۔ اس جواب سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اگر تو ان کو بخش دے "کے ساتھ تو غالب اور حکمت والا ہی مناسب ہے اور غور و رحیم مناسب نہیں ہے۔

الحزب الکبیم اور الغفور الرحیم کا فرق

اہم راز کی کے والد ضیاء الدین محمد رازی رحمہ اللہ نے فرمایا اس آیت کے آخر میں الغفور الرحیم 'الغفور الرحیم سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ غفور و رحیم ایسی صفت ہے جو ہر عتک کے لیے مغفرت کو واجب کرتی ہے اور عز و رحیم ایسی صفت ہے جو ہر ایک کے لیے مغفرت کو واجب نہیں کرتی کیونکہ عز ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عتاب ہے جو چاہے کسے ملوگی اس کو روکنے والا نہیں ہے اور جب وہ عز ہو اور ہر اقبال سے عتاب ہو پھر اس کا بخش دینا اس کا مرتبہ بڑا کرم ہے اور بعض علماء نے یہ لکھا کہ اگر وہ غفور و رحیم کہتے تو یہ ظاہر ہوتا کہ وہ شفاعت کر رہے ہیں اور جب انہوں نے الغفور الرحیم کہا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ معاملہ بالکل اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔

فساق مومنین کے لیے نبیؐ کی شفاعت

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہمارے نبیؐ میدنا محمدؐ کی کبریا کے مرتکبین کے لیے شفاعت فرمائیں گے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جو یہ کہا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں یہ نیکو کاروں کے حق میں نہیں فرمایا تھا کیونکہ وہ عذاب کے سزاوار نہیں ہیں اور نہ ہی یہ دعا کفار کے حق میں ہے کیونکہ ان کا یہ قول "اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت عتاب بہت حکمت والا ہے" کفار کے لائق نہیں ہے کیونکہ کفاروں کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ پس واضح ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ شفاعت ان مومنین کے لیے ہے جو گمراہ کبریا کے مرتکب ہیں اور جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے مرتکبین کبار کی شفاعت ثابت ہے تو میدنا محمدؐ کے لیے مرتکبین کبار کی شفاعت بہ طریق اولیٰ ثابت ہوگی اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس آیت کو پڑھا۔

اہم مسلم بن حبان قشیری متوفی ۳۸۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی علامت کی اسے میرے رب ان جوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا ہے حد و رحم فرمانے والا ہے (ابن ابی شیبہ ۳۶۱) اور یحییٰ علیہ السلام نے کہا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بہت بہت عتاب بہت حکمت والا ہے (ابن ماجہ ۵۸۷) نبیؐ نے اپنے



ہاتھ بلند کیے اور کہا اے اللہ! میری امت میری امت اور آپ رونے لگے۔ اللہ عز و جل نے کہا اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جاننے والا ہے، ان سے پوچھو ان کو کیا چیز دلاتی ہے؟ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو ہم آپ کو آپ کی امت کے حلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔

(صحیح مسلم ۳۴۴۴ (۲۰۲) ۲۸۹، سنن کبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۱۱۶۶۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اپنی امت پر بہت شفیق تھے اور امت کی بھلائی اور بہتری میں کوشش رہتے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں اس امت کے لیے بہت عظیم بشارت ہے اور اس میں امت کی مسرت کی بہت بڑی امید ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ﷺ کی امت عزت اور وہابیت ہے اور حضرت جبرائیل کو نبی ﷺ کے پاس بھیجے سے آپ کے شرف اور مرتبہ کا اظہار مقصود ہے۔ یہ حدیث اس امت کے موافق ہے۔ فقیر آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا۔ (اصطلاحی: ۵) اللہ اکبر! سارا جہان اللہ کو راضی کرتا ہے اور اللہ آپ کو راضی کرتا ہے۔ آپ کو راضی کرنے کی بشارت دینے کے بعد یہ فرمایا: اللہ آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دے گا کیونکہ بعض امتوں کو بخش دینے سے بھی راضی کرنا ممکن ہو سکتا ہے، لیکن اگر آپ کا ایک امتی بھی دوزخ میں رہ گیا تو آپ رنجیدہ ہوں گے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے اور آپ کے تمام امتوں کو دوزخ سے نجات دے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں بچوں کو ان کا ج نفع پہنچائے گا، ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے چمچے سے دریا بہتے ہیں وہ دن میں بیش بیش رہیں گے اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(المائدہ: ۱۲۰-۱۱۹)

بچ بولنے کا فائدہ صرف آخرت میں کیوں ہو گا؟

اس پر اجماع ہے کہ اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے، اور یہ کہ جن لوگوں نے دنیا میں بچ بولا تھا، ان کا ج اس دن کام آئے گا اور ان کو نفع دے گا اور اس دن کسی کا ج بولنا اس کے لیے نفع اور ضیم ہو گا کیونکہ دمارِ احمیت اور دارِ اصل دنیا ہے اور قیامت کا دن یوم البزاء ہے۔ اس دن تو شیطان بھی بچ بولنے کا گور کے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ  
اور فیصلہ ہو چکنے کے بعد شیطان کے گاہے ٹک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا سو میں نے اس کے خلاف کیا۔ (ابراہیم: ۲۲)

شیطان کا یہ قول سچ ہے لیکن اس دن کسی کا ج اس کے کام نہیں آئے گا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مسلمان یوم آخرت میں انبیاء علیہم السلام کے تبلیغ کرنے کی جو جی کو اسی دیں گے اور اپنے اعمال کی جی کو اسی دیں گے تو مسلمانوں کی یہ جی کو اسی ان کو نفع دے گی اور نفع یہ ہے کہ ان سے شہادت کے چھانے کا مواخذہ نہیں ہو گا اور ان کی مسرت کر دی جائے گی۔

بچ بولنے کا نفع دینے تو انسان کو ہر روز حاصل ہوتا ہے، لیکن آخرت میں دائمی اجر و ثواب صرف اس دن حاصل ہو گا۔ اس

کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آخرت میں کچھ لوگ لے کا کیا نفع لے گا وہ جہنم میں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہیں۔ انسان کو کوئی نعمت مل جائے تو پھر بھی اس کو یہ فکر سنا رہتی ہے کہ کہیں یہ نعمت زائل نہ ہو جائے اور اگر نعمت زائل نہ ہو تو اس نے ایک دن مر جائے تب بھی وہ اس خیال سے ملول رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں زائل نہیں ہوں گی نہ ان کو موت آئے گی بلکہ وہ ان میں بیٹھ بیٹھ رہیں گے۔ جنت انسان کے جسم کی نعمت ہے اور اس کی روح کی نعمت یہ ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے تو جنت کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا کہ اللہ اس سے راضی ہو۔ پھر فرمایا میں سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ سب سے بڑی کامیابی اللہ کا راضی ہونا ہے جنت میں مرغوبت نفس میں اور اللہ کی رضا اس سے بہت بڑا اور اعلیٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے ہم جنت کے لائق تو نہیں ہیں وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمائے اور سب سے بڑا مطلوب یہ ہے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔

اللہ کی عظمت و جبروت کے ذکر پر سورت کا اختتام

آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے اس آیت میں لفظ ما استعمال فرمایا ہے۔ جو غیر ذی العقول کے لیے آتا ہے۔ من کا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو ذی العقول کے لیے آتا ہے اس میں ہو سکتا ہے یہ عجیبہ کرنا مقصود ہو کہ آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے خود وہ ذی العقول اور ذی العلوم ہوں غیر ذی العقول اور غیر ذی العلوم سب اس کے قبضہ و قدرت میں مضرب ہیں اور سب اس کی قضاء و قدرت کے تابع ہیں۔ اور ذی العقول اس کے سامنے غیر ذی العقول اور جمادات کے درجہ میں ہیں اس کی قدرت کے سامنے کسی کی قدرت نہیں اور اس کے علم کے سامنے کسی کا علم نہیں اس لیے اس آیت میں غیر ذی العقول کو ذی العقول پر قلب دے کر لفظ ما استعمال فرمایا۔

شریعت اور حقیقت کی طرف اشارہ

جب آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے تو حضرت یحییٰ اور حضرت مریم بھی اللہ کی ملک میں ہیں۔ اس کے مملوک اور عبد ہیں اور جو مملوک اور عبد ہوں وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس آیت میں عیسائیوں کے اس حقیقہ کا رد ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت مریم خدا ہیں اس صورت کے شہدائے میں فرمایا تھا اے ایمان والو! اپنے اُمم پر رے کہ وہ احکام شریعہ کے ذکر سے اس صورت کی ابتدا کی تھی اور اس سورت کا اختتام اللہ عزوجل کی کبریائی اس کی عزت و جلال اور اس کی سلطنت اور قدرت پر کیا ہے۔ گویا یہ صورت شریعت کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور حقیقت کے ذکر پر ختم ہوتی ہے اور اس میں یہ عجیبہ ہے کہ شریعت ابتدا ہے اور حقیقت اختتام ہے اور یہ کہ شریعت پر عمل کر کے ہی انسان حقیقت تک پہنچے گا تمام مضامین سورت کی دلیل

اس سورت میں احکام شریعہ بیان کیے گئے ہیں اور یہود کا رد کیا گیا ہے جو سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کا انکار کرتے تھے اور عیسائیوں کا رد کیا گیا ہے جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی الوہیت کے معتقد تھے مگر اس سورت کو اس آیت پر ختم کیا ہے جس کا معنی ہے ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات ارواح اور اجسام کا موجد اور خالق ہے اور جب اللہ تعالیٰ سب کا خالق اور مالک ہے تو اسے اپنی مخلوق کو امر اور نہی حکم دینے اور منع کرنے کا حق ہے اور یہی شریعت ہے سو یہی آیت احکام شریعہ کی دلیل ہے اور جب اللہ خالق اور مالک ہے تو اسے یہ حق ہے کہ وہ جس حکم کو چاہے معطل کر دے اور جس شریعت کو چاہے منسوخ کر دے۔ سو اس نے یہود کی شریعت کو منسوخ کر کے سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کو نافذ کر دیا سو اس آیت سے یہود کا رد بھی ہو گیا اور اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کا رد بھی ہو گیا جسے کہ جب ہر چیز

اس کی مملوک ہے تو حضرت یحییٰ بھی اس کے مملوک ہیں اور جو مملوک ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا سو یہ آخری آیت اس پوری سورت کے مضامین کی دلیل ہے۔

### اختتامی کلمات

آج بروز چار شنبہ روز ۸ صفر ۱۸۳۵ھ / ۲۵ جون ۱۸۷۷ء عری کے مبارک وقت میں سورۃ مانندہ کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اس سورت کے تمام حقائق و محارف اور تمام اسرار و رموز کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اسلاف کی کتابوں سے استفادہ کر کے اور زیادہ سے زیادہ اصول و جہش کر کے اپنی استقامت کے مطابق اس تفسیر کی سعی کی ہے۔

اللہ العالمین اس سعی کو قبول فرما اس میں جو کوتاہی ہو گئی اس سے درگزر فرما اور جس طرح تو نے محض اپنے فضل سے سورۃ مانندہ کی تفسیر کی توفیق دی ہے بجا یا سورۃ قرآن کی تفسیر کی بھی توفیق عطا فرما اور محض اپنے فضل و کرم سے میری میرے والدین اور اساتذہ کی میرے علاوہ کی اس تفسیر کے کم و زور کتابت اور تصحیح کی اس کے ناشر اس کے تمام معاونین معین اور قارئین کی مغفرت فرما۔ ہم سب کو دنیا اور آخرت کی ہر مشکل مصیبت اور پریشانی اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر سعادت اور نعمت عطا فرما۔ شرح صحیح مسلم اس تفسیر اور میری ہر تصنیف کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے ان کتابوں کے فیضان کو تاقیام قیامت باقی اور عام رکھ ان کتابوں کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنا۔ آمین یا رب العالمین بحاء نبیک سیدنا محمد حاتم السبیس فائد المرسلین شفیع المدینس و علی آلہ الطیبین الطاہرین و علی اصحابہ الکاملین الراشدین و علی ارواحہ امہات المؤمنین و علی اولیاء امنہ و علماء ملتہ اجمعین۔





# سُورَةُ الْاَنْعَامِ

(۶)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## سورة الانعام

اس سورت مبارکہ کا نام الانعام ہے اس میں ہیں (۲۴۰) رکوع اور ایک سو بیس (۲۵) آیات ہیں یہ سورت مکی ہے البتہ اس کی چند آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان آیتوں کو اس سورت میں اپنے اپنے مقام پر لکھوا دیا۔ ان کی تفصیل الشفاء اللہ عنقریب باخوالہ آ رہی ہے انعام کا معنی ہے سوئی۔ اس سورت کا نام الانعام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں من مشرکین کا رد کیا گیا ہے جنہوں نے از خود چند موسیٰوں کو حلال کر لیا تھا اور چند موسیٰوں کو حرام کر لیا تھا وہ آیتیں یہ ہیں:

وَقَالُوا هَذِهِ آتِنَاكُمْ وَخَرَجَتْ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا  
وَالْأَمْسَ نَسَاءَهُمْ وَخَرَجَتْ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا  
وَأَتَيْنَاهُمْ لَابِدًا كُرُونُ اسْمُ الْمَلُوعِ عَلَيْهَا افْتِرَاءٌ  
عَلَيْهِمْ سَيَحْمِلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا  
مَا فَنِي بَطْلُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامُ مَالِ الْبَصَةِ لَبَدٌ كُرُونَا  
مُحْمَرٌ عَلَى أَرْوَاحِنَا وَلَنْ نَكُنْ مَعَهُ فَنِي  
نُكْرَاهُ سَيَحْمِلُهُمْ وَصَلَهُمْ ۝ (الانعام ۳۸-۴۳)

اور مشرکوں نے کہا یہ سوئی اور کھیت ممنوع ہیں انہیں وہ  
کھانے کا حصہ ہم چاہیں گے ان کے دھم کا سد کے مطابق اور  
کچھ سوئی ایسے ہیں جن کی پشتوں (پر سواری اور بار برداری)  
کو حرام کیا گیا ہے اور بعض سوئی ایسے ہیں جن پر وہ (ازع کے  
وقت) اللہ کا نام نہیں لینے گے اللہ پر بہتان باندھنے کے لیے  
اللہ ان کو ان کے بہتان کی عذریہ سزا دے گا ۝ اور انہوں  
نے کہا ان موسیٰوں کے جنت میں جو بچے (زندہ) ہے وہ خالص  
ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے  
اور اگر وہ مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں۔ عذریہ اللہ ان  
کو ان احکام کو وضع کرنے کی سزا دے گا بے شک وہ جزی  
حکمت والا نعمت ظہر والا ہے۔

جیسا کہ ہم عنقریب باخوالہ بیان کریں گے یہ پوری سورت ایک رات میں یک بار کی نازل ہوئی تھی اور جس رات یہ نازل ہوئی آپ نے اسی رات اس کو لکھوا دیا تھا اس سورت کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکی دور کے آخری زمانہ میں نازل ہوئی تھی اس سے پہلے القاحۃ البقرۃ آل عمران انشاء اور المائدہ

مئی سورتیں تھیں۔ ان سورتوں میں اصلہٗ خطاب مومنین سے تھا۔ اور ان میں مسلمانوں کیلئے شرعی احکام بیان کیے تھے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، صلہ رحم، غمورقوں کے حقوق، نکاح، طلاق، وراثت، اسیر، غنیمت، ونی عن المنکر اور دیگر احکام شرعیہ بیان فرمائے تھے اور عہد منورہ میں جو غیر مسلم تھے، یہود اور عیسائی، ان کی بدعتیں کیوں بیان کر کے ان کا رد فرمایا تھا اور اسلام کے خلاف ان کے شکوک و شبہات کے جوابات دینے تھے اور منافقین کی دیرینہ دانیوں بیان فرمائی تھیں اور ان کی سازشوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں سے مسلمانوں کو خبردار فرمایا تھا اور حشر، بعض آجوں میں مشرکین کا بھی رد فرمایا تھا۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ پہلی کی سورت ہے۔ چونکہ کہ میں مسلمانوں نے اپنی کوئی ریاست قائم نہیں کی تھی اور نہ ان کو اس کے مواقع میسر تھے اس لیے وہیں مسلمانوں کے پاس اپنا نظام معیشت اور نظام حکومت قائم کرنے کے وسائل نہیں تھے۔ اس لیے یہی سورتوں میں احکام شرعیہ کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا، وہاں پر مسلمانوں کا مشرکین سے تصادم تھا اور توحید کا پیغام پہنچانے میں مشرکین زبردست رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ اس لیے یہی سورتوں میں اسلام کے خلیوی عقائد کو بیان کرنے اور ان کو دلائل سے ثابت کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

الانعام میں توحید و رسالت کے بنیادی مسائل اور دلائل بیان فرمائے ہیں اور حیات بعد الموت اور حشر و نشر کو بیان فرمایا ہے اور اصل دین ایمان کی وضاحت کی ہے اور انسان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں اور عقل و فطرت کے تقاضوں سے استدلال کیا ہے، مشرکین کے فرائضی عجزات ظاہر نہ کرنے کی وجہ بتائی ہیں۔ تقدیر کا بیان کیا ہے اور بعض مشرکانہ رسوم کا رد فرمایا ہے، مشرکین عذاب کا مطالبہ کرتے تھے اس کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ عذاب آگیا تو تمہارے پاس اس کے بچھڑ کا کیا سامان ہے؟ سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی حنفی ۳۳۵۰ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورۃ الانعام مکمل ایک رات میں مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے گرد ستر ہزار فرشتے تھے جو بلند آواز سے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ (المجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پر سورۃ الانعام یکبارگی مکمل نازل ہوئی۔ اس وقت میں نبی ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور اس سورت کے پورا ہونے پر انھوں نے کہا کہ اس اونٹنی کی پٹیاں ٹوٹ جائیں گی۔

(المجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۴۸-۳۳۴۹ مطبوعہ بیروت)

حضرت انس بن مالک جرحہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۃ الانعام نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی جس نے مشرق اور مغرب کو بھر لیا تھا وہ بلند آواز سے تسبیح اور تہلیل کر رہی تھی اور زمین لرز رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ پڑھ رہے تھے سبحان اللہ العظیم، سبحان اللہ العظیم۔ اس حدیث کی روایت میں احمد بن محمد سالمی متفق ہیں۔ (المجم لادسا ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۴۳ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۴۱۵ھ)

سورۃ الانعام سے مدنی آیات کے استثناء کے متعلق احادیث

خاتم الفقہ علامہ جلیل الدین سیوطی مدنی بیان کرتے ہیں:

امام القاسم نے اپنی کتاب ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکہ میں مکمل یکبارگی نازل ہوئی سو یہ بھی سورت ہے۔ ماوا تین آیتوں کے وہ عہد میں نازل ہو گئی۔ (قل تعالوا انزل ما حرم)

ریسم علیکم۔ (الایہ ۱۵۳-۱۵۱)

امام ابن المنذر نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکمل یکبارگی نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے یہ کی سورت ہے۔ ہاں اس آیت کے ولوانا نزلنا الیہم العلاء لکۃ (الانعام: ۱۱۱)

امام قرطبی امام اسحاق بن راہویہ اور امام عبد بن حمید نے ہر مبنی حشہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکمل یکبارگی نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ فرشتے بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے یہ کی سورت ہے ہاں ان دو آیتوں کے قبل تعالیٰ انزل ما حرم من حکم علیکم (الایہ) اور اس کے بعد وائی آیت۔ (الانعام: ۱۱۱-۱۱۲) اور ہر مفسر نے ج ۳ ص ۲۳۳ مطبوعہ بیروت) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حدیث میں یہ سورۃ الانعام چھ آیتوں کے سوا کہ میں نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے کتابوں کو پڑھا کر اسی رات اس سورت کو لکھو الیہم العلاء (قرطبی ج ۲ ص ۲۵۷)

### سورۃ الانعام کی فضیلت کے متعلق احادیث

امام دہلی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۃ الانعام پڑھنے والے کو ایک مہوی نذر کرنا ہے۔ اس سورت سے محبت رکھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی وجہ سے آج جنت کی طرف۔

امام ابوالشیخ نے ابو حمزہ عابد سے روایت کیا ہے۔ جس شخص نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتا ہے جو قیامت تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اس کو کوثر سے غسل دے گا اور سلسیل سے اس کو پانی پلانے کا اور فرمائے گا "میں تیرا حق دہا ہوں اور تو میرا حق بندہ ہے۔"

امام ابن العریضی ابو حمزہ عابدی سے روایت کرتے ہیں جس شخص نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے پیچھے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ قیامت کے دن اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو اپنے عرش کے سامنے رکھے گا اس کو جنت کے پہل نکالے گا اور کوثر سے پانی پلانے کا اور سلسیل سے غسل دے گا اور اللہ فرمائے گا میں تیرا حق دہا ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔

امام دہلی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس شخص نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اور اپنے مصلیٰ پر بیٹھ گیا اور سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور قیامت تک اس شخص کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (ابو حمزہ عابدی ج ۳ ص ۲۳۳ مطبوعہ بیروت)

ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ (الانعام: ۱۱۱-۱۱۲) اور ہر مفسر نے ج ۳ ص ۲۳۳ مطبوعہ بیروت)

حافظ سیوطی نے سورۃ الانعام کی فضیلت میں جو احادیث نقل کی ہیں ان میں صرف ایک حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے اور باقی روایات کی اسناد سے سکوت کیا ہے۔ لیکن کھدہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کم عمل پر بہت زیادہ ثواب بیان کیا جائے وہ موضوع ہوتی ہے اور فضائل قرآن کے سلسلہ میں لوگوں نے بہت احادیث وضع کی ہیں۔ اگر یہ احادیث موضوع نہ ہوں تب بھی ضعیف سے بہرہ منی غلط نہیں ہیں اور فضائل اعمال میں احادیث ضعیف بھی مستحب ہوتی ہیں اور تعدد اسناد سے حدیث ضعیف کو تقویت ملتی ہے۔ ہم نے اس نیت سے یہ احادیث نقلی ہیں کہ ان میں بیان کردہ ثواب کی امید پر سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھنی چاہئیں لیکن یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ صرف ان تین آیتوں کو پڑھ لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے۔ نہ فرائض واجبہ اور سنن و مستحبہ پر عمل کی ضرورت ہے نہ عہدہ اور کمالات سے اجتناب کی حاجت ہے تاہم اللہ بہت کریم اور نیک نواز ہے۔ وہ ایک پیارے سے کئے کو پانی پلانے کی وجہ سے ملاری عمر کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ج ۵ ص ۵۶۱ سے روایت کرتے ہیں



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے کچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے اپنے موزہ میں پانی بھر کر اس کو پلو سے پانی پلایا حتیٰ کہ اس کتے کو سیراب کر دیا۔ اللہ نے اس کے اس عمل کو منظور کیا اور اس شخص کو جنت میں داخل کر دیا۔ (صحیح بخاری، ج ۱، رقم الحديث: ۵۰۷۸، مسند مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سو اگر اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھنے سے بخش دے اور جنت عطا فرمائے تو آپ کے کرم اور نیک نوازی سے کب بعید ہے؟

### سورۃ الانعام کا موضوع

جس طرح باقی کی سورتوں میں اصنافِ عقائد کو بیان کیا گیا ہے، اسی طرح سورۃ الانعام میں بھی اصول اور عقائد ہی کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اللہ ویت "وہی" رسالت، بعثت بعد الموت اور جزاء و سزا کا اثبات اور اس پر دلائل فراہم کرنا اس سورت کا بنیادی موضوع ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سورت میں مشرکین اور دیگر ابنِ بدعتین کے خلاف دلائل ہیں جو حشر اور نشر کا انکار کرتے تھے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اس چاری سورت کو یکبارگی نازل کیا جائے۔ کیونکہ چاری سورت پر منزل و میل واحد ہے۔ اگرچہ اس کی فرد بہت ہیں اور حکمتیں لے اسی سورت پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھی ہے کیونکہ اس میں ایسی آیات ہیں جو قدر یہ کار دہ کرتی ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۲۹، مطبوعہ بیروت)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے خود بھی دلائل کو پیش کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی دلائل کی تلقین کی ہے۔ خود دلائل پیش کرنے کی چند مثالیں یہ ہیں:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ  
جَعَلَ الْمُلٰتِ وَالْمُنٰوٰتِ ثُمَّ الْاٰدَمَ كَعَمْرٰ  
يَرٰبِهِمْ يُعْجِلُوْنَ (الانعام: ۱۰)

ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ  
وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا  
لِّتَعْلَمُوْا (الانعام: ۱۱)

دہی ہے جس نے تم کو مٹی سے بنا دیا پھر مدت (حیات) مقرر فرمادی اور اخیاست کا مبین وقت اللہ ہی کے پاس ہے پھر تم تک کرتے ہو۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عَرْشِهِ وَ يُرْسِلُ حَلٰقِكُمْ  
حَفَظَةً حَتّٰی اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ  
رُسُلًا وَهُمْ لَا يُعْذِرُوْنَ (الانعام: ۱۲)

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر (نہمان) فرشتے بھیجتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی پر موت (کا وقت) آجائے تو اہل فرشتے اس (کی روح) کو قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی نہیں کرتے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بہ کثرت دلائل تلقین فرمائے ہیں۔ ان کی چند مثالیں یہ ہیں:

قُلْ اِيْمٰنٌ كَمَا بِيَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ  
كُتُبٌ عَلٰی نَفْسٍ رَّحْمَةً (الانعام: ۱۳)

کیجئے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اُس کی

کلیت ہے؟ آپ کہئے کہ اللہ ہی کی کلیت ہے "اس نے اپنے

کرم سے" اپنے کو پر رحمت لازم کر لی ہے۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا  
تَكُونُوا مِنَ الْمُشْكِرِينَ (الانعام: ۳۴)  
قُلْ آتَى كُتُبِي أَكْثَرَ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ  
بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ (الانعام: ۳۵)

آپ کے لئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام  
لے لے دوں اور آپ کہ تم ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو گے۔  
آپ پوچھتے سب سے بڑی کسی کی گواہی ہے؟ آپ فرمائیے  
میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

قُلْ مَنْ يُنْفِخُ فِيكُمْ طُفْلًا فَلَيْسَ الْكَافِرُ الْبَخِيرُ  
تَذَعُونَهُ نَصْرًا وَعَاقِبَةً لَّيْسَ أَنْتُمْ عَنْهُ  
لَاكُونُوا مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يَنْصُرُكُمْ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا نَصَرَكُمْ يَوْمَ الْاُحُدِ ۝  
(الانعام: ۳۶-۳۷)

آپ پوچھتے جسے شکل اور سند کی تاریکیوں سے کون  
نجات دیتا ہے؟ جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو۔  
اگر وہ ہمیں اس (معیت سے) اے چالے تو ہم ضرور اس کے  
شرکرار میں جائیں گے ۝ آپ کہنے لگے تم کو اس (معیت)  
سے اور ہر معیت سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک کرتے

-۲-

### سورة الانعام کے مضامین

سورة الانعام کے مضامین کو سب ذیل عنوانوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کے وجود میں کھدائیت اور اس کی صفات پر انسان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے استدلال
- ۲۔ نبوت و رسالت اور وحی پر عقل اور مشاہداتی دلائل اور مشرکین کے شبہات کے جوابات
- ۳۔ بعثت بعد الموت، حساب و کتاب، مشرور و شرور قیامت کے دن اعمال کی جزاء اور سزا کا اثبات۔
- ۴۔ تمہنی اور معاشرتی زندگی کے سلسلہ افغان اور آداب کا بیان۔
- ۵۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہونا اور اصول اور عقائد میں لوگوں کے اختلاف کا باوجود خاصہ اور آیہ و اہل و عیال کی تقلید پر مبنی ہونا۔
- ۶۔ آخرت میں ثواب اور عذاب کا لوگوں کے مخصوص اعمال پر مبنی ہونا۔
- ۷۔ انسانوں کے افعال کو خلق اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کا سب انسان کرتا ہے۔ کسب سے حرار انسان کا اختیار اور ارادہ ہے۔ انسان جس فعل کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے اور اس کو جزا و سزا اپنے کسب اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے۔ اس لیے جبر بھی نہیں ہے کیونکہ انسان مختار ہے، نور قدر بھی نہیں ہے کیونکہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تقدیر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے موافق اسباب کا سببیت کے ساتھ مربوط ہونا۔
- ۸۔ کافروں اور فاسقوں کو نفع اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور مومنوں اور نیکو کاروں کو ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل ہے۔

- ۹۔ حلال اور حرام کرنے کی تشریح اور شریعت سازی اللہ عزوجل کا حق ہے اور بعض امور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو یہ منصب عطا کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور فناء کے مطابق نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور یہ بھی شریعت ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی انسان کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے۔
- ۱۰۔ لوگوں پر لازم ہے کہ وہ گزشتہ امتوں کے احوال میں غور و فکر کریں کہ جن لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی ان کا کیا

محل ہو گا اور زمین میں محکم بلکہ رکون پر کیے ہوئے مذہب کے آثار و کیمہ کجہرت حاصل کریں اور ان بکثرت نشتوں میں غور و فکر کریں جو اللہ تعالیٰ کی عزت اس کی عظمت اس کے علم اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ انہی کو صاحب ہے اور دنیاوی زیب و زینت سے اسکا اور آفتاب میں ڈالنا ہے تاکہ ایک اور بد مستاز ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور کافروں کو ڈھیل دتا رہتا ہے اس لیے کسی کافرا کا حق کی دنیاوی پیش و پشت 'اسودہ حائل اور افتداری سے کسی مسلمان کو دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

۳۔ یہودی اور لولہ سے اللہ تعالیٰ کی تحریک کا بیان استو ابو اسحق اسرافیلی نے کہا ہے کہ سورۃ الانعام میں توحید کے تمام قواعد ہیں۔

۴۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے ہیں ان کو صیحت کہنا اور جو دین حق کی کھذیب کرتے ہیں ان کو پہلی استوں کے کھذیبان کی وعید سننا اور یہ بتانا کہ ان کے انکار سے صرف ان کو نقصان ہوگا۔

۵۔ جو مشرکین کہ نہی چھچھ سے ملنا اور عزت طلب کرتے تھے ان کی جہالت کا بیان کرتا۔

۶۔ نبی چھچھ کو یہ تسلی دینا کہ آپ کی قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

۷۔ رسولوں کو بھیجی کی حکمت یہ ہے کہ وہ اللہ کے مذہب سے ڈرائیں اور اس کے ثواب کی بشارت دیں لوگوں کی فرمائش سے ان کو مصیبت پر مطلع کرنا یہ رسول کا منصب نہیں ہے۔

۸۔ فضیلت کا سیار اللہ تعالیٰ کے دین کو بخلا اور تعزلی ہے۔

۹۔ ٹس کو طہیات یعنی پاکیزہ اور طہل تجزوں سے محروم کر دینا یہ تعزلی نہیں ہے بلکہ تعزلی یہ ہے کہ ٹس کے باہر نکالنے پر نہ دیکھے جائیں اور اس کو شہادت دہلہ کی محفل سے محروم کر دیا جائے۔

۱۰۔ امت محمدیہ پر یہ احسان کہ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا جس طرح حضرت موسیٰ پر توراة نازل کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سہلہ استوں کا خاتم بنایا۔

۱۱۔ قرآن اور دین اسلام کی فضیلت اور یہ کہ اس امت کی نیکیوں کا ثواب اللہ نے کئی گنا بڑھایا۔

۱۲۔ یہ سورت مشرکین جاہلیت کے تمام اصول کی جامع ہے اور اس میں ان کی جہالت پر سب سے زیادہ در کیا گیا ہے۔

سُورَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَفِيهَا مَعْرِفَةُ رُكُوعِهَا

سورۃ الانعام مکی ہے اس میں ایک سو پینتھ آیات اور ۵۰ میں رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (اشراف کتابوں) جو نہایت دم فرطنے حالاً بیت مرآۃ ۵۰

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ

تمام تشریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو پیدا

التَّوْرَةَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ① هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ

فرمایا، پھر (یہی) انکار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کی) برابر قرار دیتے ہیں ۵ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے

مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَ اللَّهِ ثُمَّ أَنْتُمْ

پیدا فرمایا، پھر مدت (حیات) مقرر فرمادی۔ اور قیامت کا مہین وقت اللہ ہی کے پاس ہے اور تم لوگ

تَمْتَرُونَ ② وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ

شب کرتے ہو ۵ اور اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں میں عبادت کا مستحق ہے، وہ تمہارے ظاہر اور باطن

جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ③ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ

کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے واقف ہے ۵ اور جب بھی اللہ کے پاس اللہ کے رب کی کتابیں ہیں

مَنْزُومٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

کوئی نشان آتی ہے وہ اس سے سزا مڑ لیتے ہیں ۵ سب سے ٹک بھلا اللہ کے پاس حق آگیا تو انہوں نے اس کو

فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑤ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ

بھلا دیا سو غریب ان کے پاس اللہ کی خبریں آئیں گی جو کہ وہ مذاق اڑاتے تھے ۵ کیا انہوں نے نہیں دیکھا

أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمْكِنْ

کرم نے ان سے پہلے کئی ایسی قوم تباہ و برباد کر دی جن کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جیسا کہ انہیں نہیں

لَكُمْ وَارْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ قَدْرًا رَأً وَجَعَلْنَا الْآلِهَةَ تَجَرِي

دیا ہم نے ان پر آسمان سے سولا و سار بارشیں برساتیں اور ہم نے ان کے کہیں بیڑوں کے ایک چکر دریا بہانے

مِنْ تَحْتِهِمْ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا

پھر ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد ہم نے ایک دوسری

آخِرِينَ ⑥

آخر پیدا کر دی ۵



احسن کا بدلہ چکاتا ہے یا آخری ثواب کے لیے احسن کرتا ہے اور یہ حصول نفع ہے یا اس ضرورت مند کی ضرورت کو دیکھ کر اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس رقت کے ازالہ کے لیے اس پر احسن کرتا ہے اور یہ دفع ضرر ہے تو انسان انسان پر کسی نہ کسی غرض سے احسن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بلا غرض احسن کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ بلا واسطہ احسن کرتا ہے اور انسان بلا واسطہ احسن کرتا ہے۔

مثلاً ایک انسان کسی بھوکے شخص کو کھانا کھلا کر احسن کرتا ہے۔ اگر اس انسان کے پاس طعام خریدنے کے لیے پیسے نہ ہوتے یا پیسے تو ہوتے لیکن بازار میں طعام دستیاب نہ ہوتا تو وہ اس کو طعام کیسے کھاتا؟ پھر یہ بھی سوچئے کہ یہ طعام کس کا پیدا کیا ہوا ہے؟ پھر اگر وہ انسان طعام فراہم کر لیتا لیکن وہ بھوکا شخص کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا جس کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھا سکتا تو وہ اس کو کیسے کھانا کھاتا؟ فرض انسان جب کسی انسان پر احسن کرتا ہے اور اس کو فیض پہنچاتا ہے تو اس تک اس احسن اور فیض پہنچنے میں بیسیوں واسطے ہوتے ہیں اور ہر واسطہ اللہ کے فیض اور اس کے احسن پر ختم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ جو شخص کسی پر انعام اور احسن کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کا انعام ہے اور اسی کا احسن ہے۔ لہذا تمام احسانات پر شکر اور تمام کمالات اور محنت پر ستائش اور تحریف اللہ ہی کے لیے ہے اور وہی اس کا مستحق ہے اور مخلوق میں جس کی خوبی پر حمد کی جائے اور جس کے احسن کا شکر ادا کیا جائے وہ سب مجاز ہے۔ حقیقت میں وہی شکور ہے اور وہی محمود ہے۔

عالم کبیر کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور نہ کیوں اور نور کو پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی ستون کے اور بغیر کسی بجلی کے آسمان کو بنایا اور آسمانوں میں سورج اور چاند کو رکھا اور اس کو ستاروں سے مزین کیا اور ہوا کے دوش پر پلوں کو رکھا زمین کا فرش بچھایا اس میں پہاڑوں کو نصب کیا اور لوہن میں کشتہ راستے رکھے اور اس میں سمندروں اور دریاؤں کو رواں دواں کیا اور پتھروں سے چشمے نکالے۔ لوہن تمام چیزوں میں اس کی وحدانیت اور اس کی عظیم قدرت پر دلالت ہے کیونکہ اس کائنات کا پورا نظام طرز واحد پر چلی رہا ہے اور اس نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس کا نظام بھی واحد ہے اور وہی اللہ واحد تبار ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور وہی مخلوق کا مستحق ہے اس نے نہ کیوں اور نور کو پیدا کیا۔ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد تاریکی اور نور کے پیدا کرنے کا ذکر کیا کیونکہ آسمان اور زمین جو ابھر اور امین ہیں اور تاریکی اور نور مطلق اور اعراض ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قسری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ نے مٹی (زمین) کو بھٹ کے دن پیدا کیا اور آواز کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے اور پھر کے دن درخت پیدا کیے اور منگل کے دن مکروہ چیزیں کو پیدا کیا (مسلم کے علاوہ دوسری روایات میں الشفق کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں معدنیات) اور بدھ کے دن نور کو پیدا کیا اور جمعرات کے دن اس میں موسیٰ اور جاثوروں کو پیدا کیا اور مخلوق کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

(صحیح مسلم، المصنفین ۷: ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، مسند احمد، ج ۲، رقم الحديث: ۸۳۳۹، مطبع دار الفکر، مسند احمد، ج ۲، ص ۳۲، مطبع

قدیم)

کفار کی احسان فراموشی

یہ آیت کفار کی شہوت اور قنات پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ



وَمِمَّا خَلَفْنَاكُمْ وَفَمِمَّا تُوهِدُكُمْ وَمِمَّا  
تُخَيِّرُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (طہ ۷۵)

ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا دیں گے  
اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

(المناجیح لاحکام القرآن ۶: ۶ ص ۳۰۰ مطبوعہ بیروت)

امام عبد بن محمد اور امام ابن المنذر نے خطرا حائل سے روایت کیا ہے جس پر کہ انسان کو دفن کیا جائے گا وہاں کی  
مٹی کو فرشتہ خلف پر چھڑکے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا صدق ہے مِمَّا خَلَفْنَاكُمْ۔

(الدر البیور ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ لبنان)

علامہ ابو نعیم اصبغی حنفی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے  
فرمایا ہر مومن کو لوہے کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔

(مجتہ الادبیاء ج ۲ ص ۲۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۰ھ)

علامہ علی حقی برحق پوری متوفی ۷۵۷ھ خطیب کے حوالے سے لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مومن کی قبر میں دو مٹی ہوتی ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔ جب وہ افضل عمر کی طرف لوٹا جاتا  
ہے تو اس مٹی کی طرف لوٹا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا تھا اور میں لوہے کی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی مٹی  
میں دفن کیے جائیں گے۔ (کنز العمال ج ۲ رقم الحدیث ۳۳۷۳۳)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ہر انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ احادیث کے علاوہ اس موقف پر عقل سے بھی استدلال  
کیا گیا ہے، کیونکہ انسان کو مٹی اور جنس کے خون سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ دونوں چیزیں خون سے بنتی ہیں اور خون خدا سے بننا  
ہے اور خدا کا گوشت اور ذمی پیداوار (سبزیوں اور پھلوں کا) پر مشتمل ہوتی ہے اور حیوان کا گوشت بھی ذمی پیداوار سے بننا ہے تو  
مٹی ذمی پیداوار ہے اور ذمی پیداوار مٹی سے حاصل ہوتی ہے۔ سو خلاصہ یہ ہے کہ انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے پھر اس طرف  
سے مٹی سے خلف بننا ہے اور خلف سے حدود اعضاء بنتے ہیں جو رنگ و روپ اور صورت عقل میں مختلف ہوتے ہیں۔ خلف کب  
دامع ہو سکے گا، بھرے ہوئے دیگر بڑی بڑی ہڈیاں، ہارک شریانیں اور پٹے وغیرہ اور ایک مادہ یعنی مٹی سے خلف صورت و شکل اور  
خلف طبع اور جان کے اعضاء پیدا کرنا اور ایک مٹی سے دنیا کے متعدد اور مختلف رنگ و نسل کے انسان پیدا کرنا، صرف اسی کی  
حقیقت سے عقل میں آسکے گا جو حکیم اور مدبر اور قادر اور قہوم ہو۔ پھر ان مختلف انسانوں کی پیدائش ہزار ہا سال سے ایک ہی نظم  
اور ایک ہی طرز پر ہو رہی ہے اور انسان کی حقیقت کے اس سلسلہ کا نظم و احوال پر ہونا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس کا نظم بھی واحد  
ہے اور وہ اللہ الواحد القہار ہے۔

دو اجلوں کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اس نے اجل (موت) مقرر فرمادی اور اجل موتی (دلت مقررہ) اس کے پاس ہے۔ اجل کے معنی  
موت ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو موتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان موتوں کی کئی تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل  
سے مراد موت ہے اور دوسری اجل سے مراد قیامت ہے، کیونکہ آخرت میں ان کی حیات کی مدت کی کوئی انتہائیں ہے اور نہ وہ  
کبھی ختم ہوگی اور اس کی مدت اور اس کی کیفیت کا معلوم اللہ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل  
سے مراد انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک کی مدت ہے۔ اور دوسری اجل سے مراد موت کے بعد سے لے کر اس  
کے دوبارہ پیدا ہونا تک کی مدت ہے اور اس مدت کو برزخ کہتے ہیں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل سے مراد زندگی ہے اور



دوسری اہل سے مراد موت ہے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ پہلی اہل سے مراد طبعی موت ہے اور دوسری اہل سے مراد حوٹاتی موت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے 'وہ اس کے پاس مقرر ہے۔ اس کا سنی ہے وہ اس کو مظلوم ہے اور لوح محفوظ میں مذکور ہے' پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی خاصیت نور اس کی وحدانیت کے اس قدر واضح دلائل ہونے کے بلوجود تم اس کی وحدانیت میں شک کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نور اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں میں جلوت کا مستحق ہے۔ وہ تمہارے ظاہر اور باطن کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے کلموں سے واقف ہے (الانعام: ۳)

اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل

اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو نور تاریکیوں اور نور کو پیدا فرمایا دوسری آیت میں فرمایا جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہاری غلوت اور جلوت کو جانتا ہے اور تمہارے کلموں سے واقف ہے اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل ہے اور کمال علم اور کمال قدرت یہ ایسی دو صفات ہیں جن پر الوہیت کا مدار ہے اور ان دونوں آیتوں کے مجموعہ سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلیل کمال ہو گئی۔

اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ وہی اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس سے یہ لازم آیا کہ آسمان اور زمین اللہ کے لیے عرف ہیں اور اللہ تعالیٰ مطروف ہے اور مطروف محدود ہوتا ہے اور محدود ہونا الوہیت کے منافی ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے اللہ آسمانوں اور زمینوں میں مستحکم ہے یا معبود ہے یا مستحق جلوت ہے یا اس کا معنی ہے اللہ آسمانوں اور زمینوں کی تدبیر میں مضبوط ہے یا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری غلوت اور جلوت کو آسمانوں اور زمینوں میں جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز چھٹی نہیں ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے اللہ جانتا ہے جو تم کب کرتے ہو کب کا معنی ہے حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے کوئی کام کرنا اسی لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو کب نہیں کہا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب بھی ان کے پاس حق آتا ہے ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں سو بے شک جب ان کے پاس حق آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ سو عقرب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے (الانعام: ۱۳)

کفر باللہ پر ملامت کے بعد کفر بالرسول کی مذمت

اس سے پہلی تین آیات کا تعلق توحید کے ساتھ تھا اور ان آیتوں کا تعلق رسالت کے ساتھ ہے۔ ملاحظہ آیتوں میں مشرکین کے اس کفر کو بیان فرمایا تھا جو اللہ کے ساتھ کرتے تھے اور ان آیتوں میں ان کے اس کفر کو بیان فرمایا ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کرتے تھے اور ان آیات میں وجہ اور جملہ یہ ہے کہ مشرکین کہہ رسول اللہ ﷺ کا انکار بھی اس لیے کرتے تھے کہ آپ اللہ عزوجل کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور خدا کے واحد کی جلوت کا حکم دیتے تھے۔ اس وجہ سے وہ آپ کی تکذیب کرتے تھے اور جب بھی رسول اللہ ﷺ اپنی رسالت کے صدق پر اللہ کی طرف سے کوئی نشانی اور معجزہ پیش کرتے تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے تھے۔ سب سے بڑی نشانی یہ تھی کہ آپ نے قرآن مجید پیش کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ کوئی انسان اس کی چھوٹی سے چھوٹی آیت کی بھی نظیر نہیں لاسکتا سو کوئی اس کی نظیر نہیں لاسکتا پھر آپ نے چاند کو وہ کھوئے کر کے دکھایا اور کئی معجزات

پیش کیے، لیکن انہوں نے ان معجزات کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کا مذاق اڑایا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس انکار اور کفر کے تین احوال بیان فرمائے ہیں۔ پہلا حال یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں سے اعراض کیا اور منہ موڑا۔ دوسرا حال یہ ہے کہ انہوں نے ان نشانیوں کی تکذیب کی اور ان کو جھٹلایا اور تیسرا حال یہ ہے کہ انہوں نے ان نشانیوں کا مذاق اڑایا اور یہ ان کے کفر اور انکار کی انتہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مغرّب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ اس وعدہ میں دو احتمال ہیں: پہلے اس سے مراد وہ کاذب اب بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ جنگ بدر میں مشرکین کہہ کر شکست کھائے ہوئے اور ان کو اپنی مدد کی برتری اور خلافت کا جو محمّدؐ کا وہ خاک میں مل گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ہر شلہ ہے: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ایسی قومیں تہو و برہہ کر دیں جن کو ہم نے زمین میں ایسا لگا دیا تھا جیسا کہ ان کے لئے ہے۔ ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دار بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے (کھیتوں اور باغوں) کے پچھے دریا بنائے، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تہو و برہہ کر دیا اور ان کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کر دی۔ (الانعام: ۶)

ربط آیات اور خلاصہ مضمون

اس سے پہلے آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو کہہ کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اعراض کرنے کی تکذیب کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا تھا اور ان کے اس انکار اور استہزاء پر ان کو عذاب کی وعید سنائی تھی۔ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار اور مکذبین کو عذاب کی وعید سننا اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے۔ کیا ان مکذبین کو لوگوں سے خبریں سن کر یہ معلوم نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی سادہ استوں کو مشا قوم علو و ثمود قوم فرعون اور قوم لوط کو ہلاک کر دیا۔ جنہوں نے اپنے اپنے زناؤں میں اس محمّدؐ سے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی کہ وہ بہت بھاری اور طاقتور ہیں۔ وہ قریش مکہ سے اس بات میں ممتاز تھے کہ ان پر بکثرت موسلا دار بارشیں پڑتی تھیں جس سے ان کی زرعی زمینیں بہت ذرخیز ہوتی تھیں اور ان کے مکانوں کے کنارے پر دریا بہتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ایک اور قوم پیدا کی جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتی تھی اور یہ بھی اللہ کی سنت جاریہ ہے کہ جو قوم اپنے رسول کی تکذیب کرتی ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ملیہیت کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكُنْتُمْ أَهْلًا لِّكَانٍ قُرْبَىٰ بِطَرْفِ عَيْنٍ لَّيْسَ بِكُم مِّنْ يَّسَّرَ لَكُمْ  
فَلَيْكُم مِّنْ يَّسَّرَ لَكُمْ لَمْ تَكُنْ يَمْنَعُكُمْ  
الْأَلْبَانُ وَلَا تَكُنْ يَمْنَعُكُمْ وَلَا تَكُنْ يَمْنَعُكُمْ  
مُهْلِكَةُ الْغُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْتَلِيَهُمْ أَتَيْنَاهُم بِسُورٍ  
تَنْبَلُوهُنَّ أَلْبَانًا وَمَا تَكُنْ يَمْنَعُكُمْ مِّنْ يَّسَّرَ لَكُمْ  
لَا تَكُنْ يَمْنَعُكُمْ مِّنْ يَّسَّرَ لَكُمْ (الفصص: ۵۸-۵۹)

ہم نے کتنی ہی امتیوں کو ہلاک کر دیا (جن کے رہنے والے) اپنی خوشحالی پر اتارنے لگے تھے۔ سو یہ ہیں ان کے مکان 'جن میں ان کے بعد بہت کم رہائش کی جگہ ہے اور (پالا فرا) ہم ی وارث ہیں اور آپ کا رب اس وقت تک امتیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان امتیوں کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرے اور ہم اس وقت ہی امتیوں کو ہلاک کرتے ہیں جب اس کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار کو نصیحت کی جائے اور انہیں اس بات سے ڈرایا جائے کہ ان پر بھی وہ عذاب



کون سی بات ہے؟ کیونکہ موت تو ہر شخص کو آتی ہے۔ غلاموں میں ہو یا کھڑے اس کا جواب یہ ہے کہ زجر و توبیخ کی وجہ یہ ہے کہ ان کو عذاب شدید سے موت آئی۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ کیا انہوں نے گزشتہ احوال کی ہلاکت کو نہیں دیکھا؟ مگر کفار نے گزشتہ احوال کے احوال کا مشاہدہ نہیں کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خبر دینے کے وہ صحت نہیں تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ ان کو ان احوال کے احوال نہیں معلوم اور ان احوال کی ہلاکت کے احوال تو اتنے نقل ہو رہے تھے اور لوگوں کے درمیان مشہور تھے۔ ایک اور سوال یہ ہے کہ اس بات کے ذکر کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ جن کی جگہ ایک اور قوم کو لے آئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو ہلاک کرنا اللہ پر دشوار نہیں ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ ان کو ہلاک کر کے ان کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَيْكَ كِتَابًا فِی قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالُوا

اور اگر ہم آپ پر کافذ میں کسی برقی کتاب نازل کرتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو لینے تب تک لگاؤ

الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا آتُور

یعنی کہتے کہ یہ محض کھلا برا جادو ہے ۝ اور انہوں نے کہا اس رسول پر نرشتہ

عَلَيْهِ مَلَكٌ ۝ وَلَوْ أَنزَلْنَاهُ مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يَنْظُرُونَ ۝

کہوں نہیں نازل کیا گیا، اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پورا ہو جاتا پھر انہیں جہنم نہ دی جاتی ۝

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ۝

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا دیتے تب بھی اس کو (مردہ) مرد بناتے اور ان پر وہی لباس پہناتے جو انسانوں پر پہناتے

وَلَقَدْ أَسْتَفْهَزْنِي بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا

اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کو بھی حاق اڑایا گیا تو ان حاق اڑانے والوں کو اسی حاق نے غمیر

وَمِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

یا جس کا وہ حاق اڑاتے تھے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم آپ پر کافذ میں کسی برقی کتاب نازل کرتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے

تب بھی کفار ہی کہتے کہ یہ محض کھلا ہوا جادو ہے۔ (الانعام)

ربط آیات اور شان نزول

رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید اور پیغام اسلام کو مستز کرنے والے دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو اپنے میل و آرام میں مست تھے اور ان کو کوئی توحید و شہادت پر غمخیز تھا۔ ان کا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ تھے



پر دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ سون کی نیت اور رسالت میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہو گا تو اس وجہ سے اگر اللہ کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا تو فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جو جواب دیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ کفار کہہ فرشتے کو اسی وقت دیکھ سکتے تھے جب وہ کسی جسم کثیف میں متسل ہو تا اور ہر شخص اپنی جنس سے مانوس ہوتا ہے اور دوسری جنس سے غیر مانوس ہوتا ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو ان کے پاس رسول بنا کر بھیجتا تو اگر وہ اپنی اصل صورت میں ان کے پاس آتا تو وہ اس کو دیکھ سکتے نہ اس کا کلام سن سکتے اور نہ اس کی عبادت اور معاولات ان کے لیے نمونہ اور حجت ہوتے۔ کیونکہ دونوں کی جنس الگ الگ ہوتی اور اگر وہ ان کے سامنے انسانی بیکر میں متسل ہو کر آتا تو وہ اس سے کہنے کے تم فرشتے نہیں ہو تم ہماری طرح انسان ہو اور پھر ان کا وہی پلاشبہ لوٹ آتا۔ انبیاء علیہم السلام کے پاس بھی فرشتے بعض اوقات انسانی بیکر میں آتے تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے پاس فرشتے انسانی صورتوں میں آئے اور نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل اعرابی اور جبریل کی شکل میں آئے اور نبی ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

علامہ قرطبی متوفی ۶۸۸ھ نے لکھا ہے کہ اگر کفار فرشتہ کو اس کی اصل صورت میں دیکھ لیتے تو اسی وقت مرجع تھے نہ کہ وہ اس کی صورت دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ مجاہد اور عکرمہ نے کہا کہ قیامت آجائی۔ حسن اور قتیبہ نے کہا ان پر عذاب آکر ان کو غیامت اور جس جس کر دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی نیک نیتی کا مطالبہ کرتی ہے اور اس کے مطالبہ پر وہ نیک نیتی پہنچ دی جاتی ہے اور پھر وہ ایمان نہیں لاتی تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو نیک الفور ہلاک کر دیتا ہے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آسمانی عذاب نہیں آتا تو اس لیے ان کا یہ مطالبہ پورا نہیں کیا گیا۔

(المباح لاحکام القرآن ۶/۲۷۲ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

نبی ﷺ پر طعن اور استہزاء کرنے والوں کی سزا

بعض کفار کہ نبی ﷺ سے استہزاء یہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ نہ آتا چاہے جو آپ کی رسالت کی گواہی دے تو اللہ نے آپ کی تمیز اور نصرت کے لیے یہ آیت نازل کی اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا تو ان مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

اس سے پہلے دیگر کافر قوموں نے بھی اپنے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا يَنْصِبُونَ ۝  
وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كُتِلُوا بِهِ فَسْتَحْمِلُوهُمْ ۝  
(الحجر: ۳۰-۳۱)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے اگلے گروہوں میں رسول بھیجے اور ان کے پاس جو بھی رسوا کیا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

تیرا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَاتِلْهُمْ يَسَاءَ مُؤْمَرًا وَآمِرًا ۝  
الْمُشِيرِ كَيْسًا ۝ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُشْتَهَرِينَ ۝  
(الحجر: ۹۵-۹۴)

آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو طاعتی ذکر فرمائیں اور مشرکین سے اعراض کریں اور بے شک ان مذاق اڑانے والوں کو سزا دینے کے لیے ہم کافی ہیں۔

اور کہہ کے جو منافق رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کا بدلہ لے لیا۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عہد بن ذہیر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے سردار نبی ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے اور آپ کا ذائقہ اڑاتے تھے۔ ان لوگوں میں اسد بن عبد العزیٰ سے اسود بن المطلب تھا رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ آپ کا ذائقہ اڑاتا ہے، آپ نے اس کے خلاف دغا کیا اسے اللہ اس کو اندھا کر دے اور اس کے بچوں کو کم کر دے اور بنو نہوہ میں سے اسود بن عبد مہوٹ تھا اور بنو خثوم میں سے ولید بن مغیبہ تھا اور بنو سہم میں سے عاص بن وائل تھا اور خزاعہ میں سے حارث بن ظالمہ تھا۔ جب ان کی سرکشی بہت بڑھ گئی اور رسول اللہ ﷺ کا یہ لوگ بہت ذائقہ اڑاتے گئے تو سورۃ بقرہ کی آیات (۹۵-۹۴) نازل ہوئیں اور جس وقت یہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اسود بن المطلب حضرت جبرائیل کے پاس سے گزرا حضرت جبرائیل نے اس کے منہ پر سبز چادر لگا دی جس سے وہ اندھا ہو گیا اور اسود بن عبد مہوٹ گزرا جبرائیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو اس کو اشتقاق (پاس) کی بیماری لگ گئی پانی پانی کر اس کا پیٹ پھول گیا اور وہ اسی حال میں مر گیا۔ اور ولید بن مغیبہ گزرا دو سال پہلے اس کے بھائی ابیہ کی بیوی کے پیچھے ایک زخم آیا تھا کئی عرصہ وہ بنو خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا تو اس کا تیر اس کے قبضہ میں گھس گیا جس سے اس کا بھر زخمی ہو گیا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس زخم کی طرف اشارہ کیا وہ اندھا ہو گیا اور وہ اس کی تکلیف میں مر گیا اور عاص بن وائل بھی گزرا حضرت جبرائیل نے اس کے پیچھے کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ طائف جانے کے لیے اپنے گھر پر سوار ہوا تو اپنے گھر سے گرا اور اس کے کمرے میں کھانا چھڑ گیا اور اس سے زخم ہو گیا اور اسی تکلیف میں وہ مر گیا اور حارث بن ظالمہ گزرا حضرت جبرائیل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا تو اس کے سر سے پیپ نکلنے لگی اور وہ اسی بیماری میں مر گیا۔

(جامع البیان 'جز ۱۳' ص ۹۵-۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو ایسی گمراہی کا فریبی پیچھے پر طعن کرتے تھے اور آپ کا ذائقہ اڑاتے تھے وہ سب عذاب الہی میں گرفتار ہو کر مر گئے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

آپ کیسے کر تم زمین میں گھومو، پھر دیکھو جنتلے والوں کا انجام کیسا

الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّمَنْ قَالِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ

ہا ۰ آپ ان سے کہیے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اس کی ملکیت ہے؛ آپ کہیے کہ

كُتِبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ ۖ لِيَجْزِيَكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا

وہ اللہ ہی کی ملکیت ہے، اس شخص پر اپنے رحم سے، اپنے اور رحمت لازم کر لی ہے، وہ تم کو خود قیامت کے دن جج کرے گا میں

مَرَاتِبٍ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَهُ مَا

میں کوئی شک نہیں ہے، (مگر) جو لوگ نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ۰ رات اور دن میں

سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲﴾ قُلْ أَغَيَّرَ

جو بھی سکونت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور ہی خوب سننے والا بہت جانتے والا ہے آپ بھی کیسے اللہ

اللَّهُ اتَّخَذَ وَلِيًّا فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ يُطْعِمُهُ وَلَا

کے سوا کسی اور کو کار ساز بنا لیں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھانا دے گا ہے اور اس کو کھانا نہیں

يُطْعِمُ قُلُوبًا إِيَّيْ أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ

جاتا ، آپ بھی کہ مجھے علم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں اور یہ کہ تم ہرگز شرک کرنے

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳﴾ قُلْ إِيَّيْ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ

ملاؤں میں سے دہرنا ۰ آپ بھی کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میری عذاب کے خدشے

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۴﴾ مَنْ يُضَرْفُ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۖ وَذَلِكَ

دڑتا ہوں ۰ جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بیشک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا اور یہی

الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۱۵﴾ وَإِنْ يَتَسَنَّسْكَ اللَّهُ يُضَرْفُ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا

بہت واضح کامیابی ہے ۰ اور جسے غائب اگر اللہ نہیں کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس ضرر کو دور کرنے والا

هُوَ وَإِنْ يَتَسَنَّسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶﴾ وَهُوَ

نہیں ہے ، اور اگر وہ نہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے ۰ اور وہی اپنے

الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱۷﴾

تمام بندوں پر غالب ہے اور وہ بہت علم والا بہت خبر رکھنے والا ہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے تم زمین میں گھومو، پھرو، کھو، چلاؤ، والوں کا انجام کیا ہو؟ (الانعام: ۱۸)

اس آیت کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا اے محمد ﷺ کہ من غدا فی ارضی والوں کو

جھٹلانے والوں سے کہنے کے تم زمین میں سڑ کو لو اور حقیقت کو لو اور تم سے پہلے کافروں پر کھفہ کی وجہ سے جو عذاب آیا تھا اس

کے آثار اور نشانات دیکھو اور اس کے حقیقی لوگوں سے خبریں معلوم کرو۔ اس آیت میں کھفہ کرنے والوں سے مراد وہ لوگ

ہیں جو اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی کھفہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ (ان سے) کہنے کے آسمانوں کو زمینوں میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہنے



کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے۔ وہ تم کو ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے مگر جن لوگوں نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۱۴) الوہیت، رسالت اور قیامت پر دلیل

اس آیت سے قصود یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق اور مستحقِ عبادت ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے رسول برحق ہیں اور قیامت کے دن حلق سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور دلیل کی تقریر یہ ہے کہ کفار اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ تمام آسمان اور زمینیں اور ان میں تمام رہنے والے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ساری مخلوق اللہ کی مملوک ہے اور مملوک پر اپنے مالک کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ سو تمام انسانوں پر لازم ہے کہ صرف اس ایک رب کی عبادت کریں اور اسی کو عبادت کا مستحق مانیں اور عبادت کا طریقہ بتانے اور اللہ کے احکام پہنچانے کے لیے ایک رسول کا ہونا ضروری ہے جو دلیل اور معجزہ سے اپنی رسالت کو ثابت کرے اور سیدنا محمد ﷺ نے بکثرت دلائل اور معجزات سے اپنی نبوت و رسالت کو ثابت کیا ہے۔ پھر جو لوگ اللہ کی اطاعت کریں ان کو اجر دینے کے لیے اور جو نافرمانی کریں ان کو سزا دینے کے لیے ایک دن ہونا چاہیے اور وہ روز قیامت اور روزِ جزا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے۔

امام مسلم بن حجاج القشیری ص ۳۷ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی اس کتاب میں لکھ دیا جو اس کے پاس عرش کے اوپر تھی کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(مجمع مسلم، الموطا، ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱

یہ دنیا دار ایملہ اور دار الخلیفہ ہے اور اس دنیا میں بھی اللہ کی ایک رحمت سے مسلمانوں کو 'اسلام' قرآن اور نماز کی رحمت حاصل ہوئی۔ بلکہ تمام شریعت اللہ کی رحمت ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رحمت رکھی جس سے وہ غلّیٰ صلہ رحمی اور غریب پروری کرتے ہیں تو انہیں نغوسہ و رحمت کی وسعت اور گیرائی کے متعلق کوئی شخص کیا تصور کر سکتا ہے جو دار آخرت میں حاصل ہوں گی جو دارالقرار اور دارالجزاء ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قیدی پیش کیے گئے قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ اچانک اس نے قیدیوں میں اپنے بچہ کو دیکھا اس نے بچہ کو اپنے پیٹ سے چمٹایا اور اس کو دودھ پلایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا نہیں خدا کی قسم اگر آگ میں ڈالتا اس کے لیے مقدور ہوتا یہ اپنے بچہ کو کبھی آگ میں نہیں ڈالتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اپنے بچہ پر جس قدر رحم کرنے والی ہے اللہ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ رحم فرمائے والا ہے۔

(صحیح مسلم، الموطا، ۲۲، ۴۵۳، ۶۸۵، صحیح البخاری، ج ۶، رقم الحدیث: ۵۹۹۹)

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب میں اپنے بچہ کو آگ میں ڈالتا ہوں تو اللہ اپنے بندوں کو آگ میں ڈالنا کیسے گوارا کرے گا؟ بلکہ اللہ میں سے کہیں زیادہ رحم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو آگ میں نہیں ڈالتے ڈالے گا اور جن کو آگ میں ڈالتے گا وہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ نہیں کہتے۔ کوئی خود کو جن کا بندہ کہتا ہے کوئی اپنے آپ کو سورج، آگ، پہاڑ اور کوئی گائے کا بندہ کہتا ہے اور کوئی خود کو عیسیٰ اور عزیر کا بندہ کہتا ہے اور کوئی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہتا ہے مگر نہ کسی اپنی خواہشات کی کرتا ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ غُلُوْمًا ۚ أَفَأَمَّنتَ تَكْفُوْرًا  
عَلَيْهِمْ يَكْفِيْكَ الْعُرْفَانِ (۳۳)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنالیا تو کیا آپ اس کی رکالت کریں گے؟

میں باجوہ لوگ خود کو اللہ کا بندہ کہلاتے ہیں عارفین سمجھتے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی اطاعت خوشی سے کرتے ہیں، وہ ان کو آگ میں نہیں ڈالتے گا اور ایسے لوگوں سے اگر کبھی نفسانی تقاضے سے کوئی لغزش یا اطاعت میں کمی ہو گئی اور انہوں نے پھر توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کر لیا تو اللہ انہیں معاف فرمادے گا اور ان میں سے اگر کوئی بغیر توبہ کے مرتکب تو اس کے لیے بھی اللہ کی رحمت اور نبی ﷺ کی شفاعت سے خود درگزر کی گنجائش ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی موت کا وقت جب قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر میرے جسم کو پتھر یا اور میری راکھ کو سمندر میں ہوا کے اندر اڑا دینا پس یہ خدا اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہو گا؟ اس کے بیٹوں نے امیہاں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تمہارے اس فعل کا عذر کیا تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب اتیرا خوف۔ سو اللہ نے اس وجہ سے اس کو بخش دیا۔ (صحیح مسلم، الموطا، ۲۵، ۷۸۸، صحیح البخاری، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۵۵، سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۷۰)

اس حدیث میں ہے کہ اگر یہ خدا میرا رب قادر ہوا تو مجھے ایسا عذاب دے گا۔ (الحدیث) اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس شخص کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کی قدرت پر شک تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا کفر ہے۔ اس اعتراض کے متعدد جواب ہیں۔

۱۔ اس شخص کے قول میں "قدر" قدرت سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ قہار قدر کے معنی میں ہے۔ یعنی اگر میرے رب نے میرے لیے عذاب مقرر کر دیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہوگا۔

۲۔ "قدر" اس قول میں غلٹی کرنے کے معنی میں ہے۔ یعنی اگر میرے رب نے مجھ پر غلٹی کی تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَقَدَرْنَا عَلَيْهِ نَارًا (المعمرہ: ۳۶) اس پر اس کا رزق تک کر دیا۔

یونس نے کہیں کیا کہ ہم ان پر غلٹی نہیں کریں گے۔

۳۔ "قدر" قدرت ہی کے معنی میں ہے۔ لیکن اس شخص نے سوچ سمجھ کر یہ لفظ نہیں کہا اور اس نے جو یہ کہا اگر اللہ عذاب دینے پر قادر ہو تو اس کو ایسا عذاب دے گا اس کلام سے اس کا یہ قصد اور ارادہ نہیں تھا کہ اس کو اللہ کی قدرت پر شک ہے۔ بلکہ اس نے خوف و دہشت اور سخت گھبراہٹ کی کیفیت میں بغیر تدبیر اور فکر کے یہ الفاظ کہے۔ جیسے کوئی شخص غفلت اور لسان سے کلمہ کفر کہہ دے تو اس کی تحفیر نہیں کی جاتی، جیسے ایک شخص کو اپنی کم شدہ اونٹنی مل گئی تو اس نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے شدت فرح اور خوشی کے جذبات سے بے فکر ہو کر کما تھا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں اسی طرح اس نے غلبہ خوف اور دہشت کی وجہ سے سوا یہ الفاظ کہے اور اس سے اس کی تحفیر نہیں ہوتی۔

۴۔ عربوں کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ چینی امر کو شک کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَنْ يَمُرُّكُمْ فِيهِ السَّعَابَاتِ وَالْأَرْحَابِ قُلْ  
اللَّهُ وَرَبُّكُمْ أَرَأَيْتُمْ لَعَلِّي آتٍ مِّنْ صَحَابِكُمْ  
فَيَسْأَلُكُم مِّنْهُنَّ (سبا: ۳۴) آپ کئے تھیں آسمانوں اور زمینوں سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کئے اللہ اور بے شک ہم ذاتِ ہدایت پر ہیں یا سبلی گمراہی میں۔

اسی طرح اس شخص کو اللہ کی قدرت پر یقین تھا لیکن اس امر کو شک کی صورت میں بیان کیا۔

۵۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی صفت سے جہل تھا اور جو شخص اللہ کی کسی صفت سے جہل ہو اس کی تحفیر متفق علیہ نہیں ہے۔ امام ابن جریر طبری اس کی تحفیر کرتے ہیں، دیگر ائمہ نے کہا کہ اللہ کی صفت سے جہل کفر نہیں ہے، اس کی صفت کا انکار کفر ہے۔ امام ابو الحسن اشعری نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے۔

۶۔ وہ شخص زناہِ فحش میں تھا اور اس کے لیے صرف توحید کو ماننا کافی تھا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ شریعت نازل ہونے سے پہلے کوئی شخص کسی حکم کا حکمت نہیں ہو نہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ تَبْعَثَ رَسُولًا (الاسراء: ۷۵) ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

۷۔ اس شخص نے خود کو حقیر اور مستحق عذاب قرار دینے کے لیے اور اللہ کی رحمت پر امید رکھتے ہوئے یہ کہا تھا اس کو اللہ کی قدرت پر شک نہیں تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کے ایک شخص کی روح سے فرشتوں کی ملاقات ہوئی۔ فرشتوں نے پوچھا تم نے کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا نہیں! فرشتوں نے کہا یاد کرو۔ اس نے کہا میں نوگوں کو قرض دیتا تھا اور میں نے اپنے نوگوں کو حکم دیا تھا کہ جو شک دست ہو اس کو صلت دے اور خوش حال پر غنی نہ کرے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اس سے دو گزر کرو۔ حضرت حذیفہ کی ایک اور روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس چیز کا میں تم سے زیادہ حقدار

ہوں میرے بندے سے دو گزر کو۔

(صحیح مسلم '۱۵۶۰) ۳۹۱۷: صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۰۷۷۰: سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۱۲۳۲۰  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص رات میں چل رہا تھا اس نے راستہ میں  
کانٹوں کی ایک فٹی دیکھی اس نے اس کو راستہ سے ایک طرف کر دیا اللہ نے اس کے اس فعل کو مشکور کیا اور اس کو بخش دیا۔  
امام مسلم کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا یہ خدا میں اس شلخ کو مسلمانوں کے راستہ سے ہٹاؤں گا تاکہ لوگ ایذا  
نہ پہنچے۔ تو وہ شخص جنت میں داخل کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم '۱۵۶۰) ۳۹۱۷: صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۰۷۷۰: سنن ترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث ۱۷۵۵  
سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۷۸۳: صحیح ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۵۶۱: مسند احمدی 'ج ۱' رقم الحدیث ۱۱۳۳: مسند امام  
الحدیث ۲۹۵: مسند احمد 'ج ۲' صفحہ ۵۸۱ (طبع قدیم)

راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا ایمان کی کھیتوں میں سے ہے خواہ وہ کانٹوں کی فٹی ہو شیش کا ٹکڑا ہو کیلے یا آسم کا چھٹکا  
ہو کوئی گندی چیز ہو یا مرداد ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص رات میں جا رہا تھا اس کو بہت سخت پیاس  
لگی اس نے ایک کنواں دیکھا اس میں اتر کر پانی پیا۔ پھر وہ باہر آیا تو اس نے دیکھا ایک کتاب اس کی شدت سے کچڑھاٹ رہا تھا۔  
اس شخص نے کہا اس کنوے کو بھی اتنی ہی پیاس لگی ہوئی ہے جتنی مجھے لگی تھی وہ کنوئیں میں اتر آیا اور اس نے اپنے سوزہ میں پانی  
بھرا پھر سوزہ کے منہ کو بند کر کے کنوئیں سے باہر آیا اور کنوے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس کے اس فعل کو مشکور کیا اور اس کو بخش  
دیا۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے سے بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہر زندہ جگر میں  
اجر ہے۔

(صحیح مسلم '۱۵۳' ۲۲۳۴) ۵۷۵۱: صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۳۷۳: سنن ابوداؤد 'ج ۲' رقم الحدیث ۲۵۵۰  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک زانیہ عورت نے ایک سخت گرم دن میں ایک کنوے کو  
کنوئیں کے گرد چکر لگاتے ہوئے دیکھا جس نے پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکال ہوئی تھی اس عورت نے اپنے سوزہ میں اس  
کے لیے پانی بھرا تو اس عورت کو بخش دیا گیا۔ (صحیح مسلم '۱۵۳' ۲۲۳۵) ۵۷۵۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بلی کی وجہ سے ایک عورت دو روز میں داخل ہو گئی اس نے اس بلی کو بچھو  
کر رکھا اس کو خود کھلایا نہ اس کو آواز کیا تاکہ وہ زمین سے کچھ اٹھا کر کھا لیتی۔ حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی۔

(صحیح مسلم '۱۵۳' ۲۷۵۱) ۷۵۰۰: صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۳۷۵: سنن ابوالحسنی 'ج ۳' رقم الحدیث ۳۸۱: سنن ابن  
ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۲۷۵۶: سنن دارمی 'ج ۲' رقم الحدیث ۲۸۳: سنن کبریٰ للصبغی 'ج ۸' صفحہ ۳۳: مسند احمد 'ج ۲' صفحہ ۱۵۹: ۱۸۰: ۲۷۵  
طبع قدیم)

آثار رحمت کی احادیث ذکر کرنے کے بعد ہم نے آخر میں آثار غضب کی بھی ایک حدیث درج کر دی ہے تاکہ کوئی  
شخص صرف رحمت پر نظر کرتے ہوئے نہ کہیں پر بے باک نہ ہو جائے کیونکہ اگر وہ ایک کنوے کو پانی پلانے پر عمر بھر کے کٹھن معاف  
کر کے جنت عطا فرمائے تو ایک بلی کو بھوکا رکھ کر مار دینے پر غضب میں آکر دو روز میں بھی ڈال دیتا ہے۔ اس لیے اس کی دونوں  
صفتوں پر نظر رہے اور ایمان خدا پر خوف اور ثواب کی امید کی درمیانی کیفیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رات اور دن میں جو بھی سکوت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے، وہی خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے۔ آپ کہنے لگیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو کلمہ سناؤں گا جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کھلایا نہیں جاتا۔ آپ کہنے لگے مجھے غم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں اور یہ کہ تم ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ آپ کہنے لگے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا اور یہی بہت واضح کلمہ ہے۔

(الانعام: ۱۶-۱۳)

**مغفرت، نجات اور دخول جنت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نہ کہ اعمال**

بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے یہ کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ تم نے یہ نبوت کا دعویٰ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے کیا ہے، ہم تمہارے لیے اس قدر دل میں جمع کر دیتے ہیں کہ تم ہم سب سے غنی ہو جاؤ گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ رات اور دن میں جو چیز بھی متحرک ہے یا ساکن یا جو چیز بھی سکوت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے۔

پھر فرمایا آپ کہنے لگیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو رب نامہ اور معبود بنالوں؟ کیا میں آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے کو چھوڑ دوں؟ جو اپنی تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے اور وہ اپنی حیات اور جہاں میں کسی غذا کا محتاج نہیں ہے۔

اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سب سے سابق ہیں، اس لیے آپ کو سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا اور شرک کرنے سے منع کیا۔ پھر فرمایا کہ آپ کہنے لگے اگر میں بھی باخضاعت اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس میں امت کے لیے تعویض ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم ہیں جن کی وجہ سے ان امت گنہگار بن گئے ہیں، جب وہ بھی اللہ کی نافرمانی کرنے پر عذاب سے ڈرتے ہیں تو تمام مسلمانوں کو اللہ سے کتنا زیادہ ڈرنا چاہیے۔ پھر فرمایا جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا ہے بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا۔

مستزید یہ کہتے تھے کہ نیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اس کے مقابلہ میں اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ نیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کافروں اور فاسقوں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور یہ آیت اہل سنت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا، اور یہ کتنا ہی وقت مستحق ہو گا جب نیک مسلمانوں کو عذاب سے بچانا اللہ کا فضل اور احسان ہو۔ اگر ان کو عذاب سے بچانا اللہ پر واجب ہو تا تو پھر ان کو عذاب سے بچانا اللہ تعالیٰ کا رحم نہ ہوتا بلکہ یہ ان کا حق ہوتا۔ اور اللہ پر کسی کا حق نہیں ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور نیک مسلمانوں کو عذاب سے بچانا محض اس کا رحم و کرم اور فضل و احسان ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا مگر یہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو بھی میں؟ فرمایا مجھ کو بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

(صحیح مسلم، مناقب، ۴۷، (۲۸۸) ص ۴۷، صحیح ابوداؤد، ۴۷، رقم الحديث ۴۷۳۱، سنن ابن ماجہ، ۲، رقم الحديث ۳۷۴۱، سنن

دارمی 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۲۷۳۳' سند احمد 'محقق احمد شاکر' 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۷۴۰۴' طبع کاہلہ 'سند احمد' 'ج' ۲ 'م' ۲۵۹ 'رقم الحدیث: ۳۳۵' طبع قدیم

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی سزا دینے کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا ان کے جسون پر آگ کے نکلن ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے ان کو جنت میں داخل کر دے گا ان کو جہنم سے نجات پانچ گنا جائے گا (صحیح البخاری 'ج' ۸ 'رقم الحدیث: ۵۵۰۵' سند احمد 'ج' ۲ 'م' ۲۰۸ 'طبع قدیم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے بھی تین جلیلہ بچے فوت ہو جائیں وہ اس مسلمان کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے جنت میں داخل کر دیں گے۔

(صحیح البخاری 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۳۳۸۸' سنن نسائی 'ج' ۳ 'رقم الحدیث: ۷۸۷۸' سنن ابن ماجہ 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۱۳۵۵' سند احمد 'ج' ۲ 'م' ۵۵ 'طبع قدیم)

امام ابو یوسف محمد بن یوسف ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل سے سوال کرو کیونکہ اللہ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور کشتی کی کاکھڑا کر کے فضل ملواتے ہے۔

(سنن ترمذی 'ج' ۵ 'رقم الحدیث: ۳۵۸۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا کرے 'اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا کرے 'اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم 'سافرن' ۶۸ (۱۳۱) 'سنن ابوداؤد' 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۳۵۰۵' سنن نسائی 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۷۴۰۴' سنن کبریٰ 'ج' ۶ 'رقم الحدیث: ۱۰۰۰۵' محل الیوم ولیلہ النبوی 'رقم الحدیث: ۵' سنن ابن ماجہ 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۷۴۰۴' سنن دارمی 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۳۴۹۳' 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۳۴۹۳' سند احمد 'ج' ۲ 'م' ۲۵۵ 'طبع قدیم)

نبی کریم ﷺ نے استسجار کی جو دعا تعلیم فرمائی ہے اس میں ایک جملہ یہ ہے:

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۱۱۶۲' سنن نسائی 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۳۳۵۳' سند احمد 'ج' ۲ 'م' ۳۳۳ 'طبع قدیم)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قیسہ بن عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اے قیسہ تم کس کام سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میں یوحنا ہو گیا ہوں اور میری بیوی کزوزہ ہو گئی ہے میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے کسی ایسے عمل کی تعلیم دیں جس سے اللہ عز و جل مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا اے قیسہ! تم کسی بقرہ ذبح کرنا یا مٹی کے ڈھیلے کے پاس سے نہیں گزرو گے مگر وہ تمہارے لیے استغفار کرے گا اے قیسہ! تم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین دفعہ یہ پڑھو "سبحان اللہ العظیم و بحمدہ" تم پڑھنا ہوئے "چدام اور قانج سے محفوظ رہو گے۔ اے

لجبہ اتم یہ دعا کرو اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں سے سوال کرتا ہوں جو تیرے پاس ہیں تو مجھ پر اپنے فضل سے فیضان فرما اور مجھ پر اپنی رحمت بکھیر دے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰) مطبوعہ دار الفکر، بیروت، طبع قدیم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں قرائت سے پہلے جب سکوت کرتے تو اللہ سے اس کے فضل سے سوال کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۲) مطبوعہ دار الفکر، بیروت، طبع قدیم) اللہ کے فضل اور رحمت سے دخول جنت کی تحقیق

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ محل سے ثواب اور عذاب جنت نہیں ہوتا اور نہ احکام بخلیفہ محل سے ثابت ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور شرع سے ثابت ہوتے ہیں۔ نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہاں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا و آخرت میں اس کی سلطنت ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ اگر وہ تمام اطاعت کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عمل ہو گا اور جب وہ ان پر اکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا تو یہ اس کا فضل ہو گا اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی ملک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کی خبر صادق ہے اور اس کی خبر کا کذب ہونا عمل ہے۔ اس نے یہ خبر دی ہے کہ وہ سونوں کی مغفرت کر دے گا اور اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا اور یہ اس کا فضل ہے اور کافروں اور منافقوں کو عذاب دے گا اور ان کو بھیجے دوزخ میں رکھے گا۔ اس کے برخلاف معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام بخلیفہ محل سے ثابت ہیں اور نیک اعمال کا اجر و ثواب بنا واجب ہے۔

ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی اطاعت کی وجہ سے جنت کا مستحق نہیں ہے، بلکہ جنت کا دار عمل پر نہیں محض اللہ کے فضل پر ہے۔ البتہ بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی سید ہیں۔ اذْجَلُوا الْحَسَنَةَ بِمَا كَسَبْتُمْ تَغْمَلُونَ ان اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم کرتے

(النحل: ۳۲) تھے۔

وَلْيَكُنِ الْحَسَنَةُ الَّتِي اَوْزَنْتُمْ بِهَا سَاءَ كَسَبْتُمْ تَغْمَلُونَ (الرحوف: ۴۲) اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے ہو، ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے

یہ آیتیں اور اس نوع کی دوسری آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنت میں داخل کا سبب نیک اعمال ہیں، لیکن نیک اعمال کی توفیق اور اعمال میں اخلاص کی ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اپنی رحمت سے ان نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے تو حاصل اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے۔ اس لیے یہ کہا صحیح ہے کہ جنت محض عمل سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے، اس کی توفیق اور ہدایت نہ ہو تو کوئی نیک عمل کیسے کر سکتا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تحسین

دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک جنت میں داخل کا صوری اور ظاہری سبب ہے اور ایک حقیقی سبب ہے۔ ظاہری اور صوری سبب نیک اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ ان آیتوں میں ظاہری سبب یعنی اعمال کی طرف دخول جنت کی نسبت فرمائی ہے اور جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں ان میں دخول جنت کی نسبت حقیقی سبب یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی طرف فرمائی ہے اور عمل کی جو نعمی ہے اس کا مستحق یہ ہے کہ دخول جنت کا حقیقی سبب اعمال نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ بعض علماء نے کہا جنت میں دخول ایمان کی وجہ سے ہو گا۔ درجۃ اعمال کی وجہ سے نہیں کے لیے کہ اور جنت میں

ضمیمہ القرآن





مس ۲۵۳ طبع کراچی

قرآن مجید کی ہن آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو فخر، عرض، فخر اور ذلت کی وجہ سے جو مصیبت اور تکلیف پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا ان مصائب اور شدائد کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور رنج و الم کو اس کے سوا کوئی ناسل کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی طرح صحت، دولت، عزت اور اولاد کا بھی صرف وہی دینے والا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اس کی سلطنت اور فرمانروائی ہے، اسی کا تلبہ اور باسی کی کبریائی ہے، بڑے بڑے بادشاہوں اور جابر حکمرانوں کی گردنیں اسی کے سامنے جھکتی ہیں۔ تمام انبیاء، رسل اور فرشتے اسی کی مہربانی کرتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ و ریز ہیں، سب اسی سے سوال اور دعا کرتے ہیں۔ وہی سب کا داتا ہے اور سب کی جانیں پوری کرتا ہے، وہی کار ساز مطلق ہے اور وہی حقیقی حاجت روا ہے۔ اس لیے اسی کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے اور اسی سے مدد طلب کی جائے۔

امام ابو یوسف، محمد بن یحییٰ ترمذی، سنن ۱۹۷۷، حدیث ۱۹۷۷

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں (ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اپنی تمام حاجات میں اپنے رب سے سوال کرے) حتیٰ کہ جوئی کا تر بھی ٹوٹ جائے تو اپنے رب سے اس کا سوال کرے۔

سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث ۳۷۳۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۳ھ

حضرت ثابت بن جریجہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے (ہر ایک شخص کو چاہیے کہ دو اپنی حاجات میں اپنے رب سے سوال کرے) حتیٰ کہ تنک کا بھی اس سے سوال کرے اور جب جوئی کا تر بھی ٹوٹ جائے تو اس کا بھی اس سے سوال کرے۔ (سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث ۳۷۳۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اگر کسی شخص کی دعا اور قبول نہ ہو تو اس کو یاس ہو کر دعا ترک نہیں کرنی چاہیے، بلکہ مسلسل دعا کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی اس قدر ہمت بلند کرے کہ اللہ سے سوال کرتا ہے کہ اس کی بظن ظاہر ہو جائیں اللہ اس کا سوال پورا کر دیتا ہے۔ جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! جلدی کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہ میں نے سوال کیا اور میں نے سوال کیا اور مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے۔ وہ کہتا ہے میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث ۳۷۶۱، کنز العمال، رقم الحدیث ۳۲۳۱۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی اللہ سے کوئی دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ یا تو اس کا مطلوب اسے فوراً دینا میں دے دیا جاتا ہے یا اس کے لیے آخرت میں اس کا اجر ذخیرہ کیا جاتا ہے یا اس دعا کے بہ مقدار اس کے کاموں کا سزا دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ گنہگار یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور بخل نہ کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! بخلت کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی، اس نے میری دعا قبول نہیں کی۔

سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث ۳۷۸۸، صحیح ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث ۴۷۳۵، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۷۸۸، مسوط امام مالک، رقم الحدیث ۳۷۸۸، سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث ۴۷۳۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۳ھ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا ہے، اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دعا یہ ہے کہ اس سے

بیان القرآن

عافیت کا سوال کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مصائب نازل ہو چکے ہیں اور جو نازل نہیں ہوئے ان سب میں دعا سے نفع ہوتا ہے۔ اے اللہ کے بندو دعا کیا کرو۔ امام ترمذی نے کہا اس حدیث کی سند خوب ہے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۵۵۹، مطبوعہ دار الکتب بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ مصیبتوں کے وقت اس کی دعا قبول کی جائے اس کو چاہیے کہ راحت کے وقت بہ کثرت دعا کرے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۴۹۳، المستدرک، رقم الحدیث: ۱۱۹۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیا دارِ کرم ہے۔ وہ اس سے حیا فرماتا ہے کہ کوئی شخص اس کی طرف ہاتھ اٹھے اور وہ ان ہاتھوں کو نامراد اور خالی لوٹا دے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۵۷۷، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۸۸، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۸۶۵)

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مصیبت اور ضرر کو دور نہیں کر سکتا، حالانکہ انسان کبھی خود اپنی کوشش سے مصیبت کو دور کر لیتا ہے، کبھی اس کے دوست اور رشتہ دار اس مصیبت کو دور کر دیتے ہیں، انسان بیمار ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر دوا کے ذریعہ اس کی بیماری اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے، قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام موعود اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ خصوصاً گناہ گاروں کی شفاعت فرما کر ان سے عذاب کی مصیبت کو دور کریں گے، بلکہ آپ نے دو گنا گاروں کی قبر شاخ کے دو ٹکڑے نصب کر کے ان سے بزرگ کاغذ پر دور کر دیا۔ (صحیح بخاری، ج ۱۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کہنتی ہوئی آنکھ میں حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی میں اور حضرت زید بن مسعود کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ میں لعاب دہن لگایا اور ان سے دنیا کی تکلیف کو دور کر دیا اور وہ شغلاب ہو گئے۔ (اشعاع، ج ۱، ص ۳۳) امام بخاری نے بھی حضرت علی کی آنکھوں کی شفا کی حدیث روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۷۷۹) نیز امام بخاری نے حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی کی حدیث بھی روایت کی ہے۔ (ج ۵، رقم الحدیث: ۳۴۰۹) اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن حبیب کے پاس اور اس مسم میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ اس طرح درست ہو گئی کہ کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۳۹)

ایسے بہ کثرت واقعات ہیں، اسی طرح اولیاء اللہ کی کرامتوں سے بھی لوگوں کی بیماریاں اور ان کے مصائب دور ہو جاتے ہیں اور یہ تمام امور اس آیت کے مخالف ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی قدرت سے اپنے بندوں کے مصائب اور تکلیفوں کو دور کرتا ہے، اس کے برخلاف لوگ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ان کی مشکلات میں کام آتے ہیں اور ان کے مصائب کو دور کرتے ہیں، وہ اللہ کی توفیق اور اس کی دی ہوئی طاقت سے کرتے ہیں اور دونوں میں شفا کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ وہ شخص سبب ہیں شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ چاہے تو بغیر دوا کے شفا دے دے اور اگر وہ نہ چاہے تو کسی دوا سے شفا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں۔ بیماروں کو شفا دیتے ہیں اور گناہ گاروں کی شفاعت کرتے ہیں اور تنگ دستوں کو فنی کرتے ہیں اور ان افعال کی ان کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:



ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ صحیحہ بلا واسطہ اور بلاذات مصائب کو دور کرنے والا اور نعمتیں عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے مقربان حضرت رب العزت، خصوصاً امارے نبی سیدنا محمد ﷺ بھی عذاب اور مصائب کو دور کرتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں غنی اور شاکم کرتے ہیں۔

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلْ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سب سے بڑی بات؟ آپ کیسے کہتے ہیں، میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے

وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأَنَّذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغْ أُنْثَىٰكُمْ

اور میری طرف اس قرآن کی دعا کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے فرائد اور جس ایک ایسے پہلے کیا تم مفرد

لَتَشْهَدُنَّ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَىٰ قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا

یہ گراہی جیسے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بہرہ دیں : آپ کہیے کہ میں گراہی نہیں دیتا - آپ کہیے کہ وہ صحت

هُوَ اللَّهُ وَاحِدٌ وَإِنِّى بَرِّىْ ؕ مِمَّا تَشْرِكُونَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمْ

ایک شخص عبادت ہے اور بیگ میں ان (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو۔ ان لوگوں کو ہم نے کتاب

الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا

دی ہے وہ اس (نبی) کو اپنے بیٹوں کی طرح پہناتے ہیں ، جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا

أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦٠﴾

مردہ ایمان نہیں ٹائیں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کو کسی کی کو اسی سب سے بڑی ہے؟ آپ کہنے لگے اللہ میرے نور ہمارے درمیان

کوہا ہے اور میری طرف اس فرمان کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس فرمان سے ڈراؤں کہ جس سے تم کو یہ سچے کیام ضرور ہے

اگر آپ کو اللہ کے ساتھ اور مسجود ہیں آپ کے دل میں کسی کی شکایت ہے کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لائے

ان لوگوں کا تفصیل رجحان کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کا تھا

حضرت امین عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اللہ کو آپ کے

سوار رسول بنانے کے لیے اور کوئی نہیں ملا! ہمیں کوئی شخص نہیں ملا جو آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کرے۔ ہم نے یہود اور

نصارتی سے آپ کے رسول ہونے کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا ہماری کتابوں میں حق کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ آپ ہمیں

تائیں کہ آپ کی نبوت کی گواہی کون دے گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی آپ کہیں کہ کس کی گواہی سب سے بڑی

بہان القرآن جلد سوم

ہے؟ آپ کہتے 'اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے' کیونکہ سب سے بڑی گواہی اللہ بھاننے کی ہے اور جب وہ اس کو بیان لیں تو آپ تائیں کہ میری نبوت پر اللہ گواہ ہے۔ کیونکہ مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے اور یہ قرآن مجزوم ہے کیونکہ تم قصاص اور رخلہ ہو اور تم اس قرآن کا حاضر کرنے اور اس کی نظیر لانے سے عاجز رہو ہو اور جب یہ قرآن مجزوم ہے تو اللہ تعالیٰ کا اس قرآن کو مجھ پر نازل کرنا میرے دعویٰ نبوت کے موافق ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے نبی ہونے کی شہادت ہے۔ اور یہ اس آیت کا سنی ہے 'اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں (اور ان کو) جن تک یہ پہنچے۔'

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری طرف سے تبلیغ کرو 'خدا ایک آیت ہو۔ اور جو اسرائیل سے اعلیٰ بیان کرو' کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے مجھ پر محمد ابعوث ہند عاروا اپنا ٹکمانہ و درخ میں بنا لے۔

(صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۸۰ سنن ترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۹۱ صحیح ابن مہاجر رقم الحدیث: ۱۷۵۶)

جن لوگوں کو قرآن نور حدیث کی تبلیغ تھی 'نبی کریم ﷺ نے ان کی یمن قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت ابو موسیٰٰؓ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے جس ہدایت اور علم کو دے کر مجھے بھیجا ہے 'اس کی مثل اس بارش کی طرح ہے جو کسی زمین پر برسی' ان میں سے بعض زمینیں زرخیز تھیں۔ انہوں نے پانی کو قبول کر لیا اور زوار خشک گھاس کو اٹھایا اور بعض غیر زرخیز زمینیں تھیں 'ان میں پانی جمع ہو گیا' اللہ نے ان سے لوگوں کو خاکندہ پہنچایا۔ انہوں نے پانی پیا۔ اپنے مویشیوں کو پلایا اور کھیتوں کو پانی دیا اور ایک نور زمین کی قسم پر بارش ہوئی جو بحر تھی 'اس نے پانی جمع کیا' نہ کچھ اٹھایا۔ یہ مثل ہے اس شخص کی جس نے دین میں کچھ حاصل کی اور اللہ نے جو دین دے کر مجھے بھیجا ہے 'اس نے نفع پیدا کیا۔ اس نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور یہ مثل ہے اس شخص کی جس نے اس دین کی طرف بالکل توجہ نہیں کی اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ (صحیح البخاری 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پہلی مثل کے صدق احمد مجتہدین ہیں 'دوسری مثل کے صدق محمد شین ہیں اور تیسری مثل کے صدق کفار اور منافقین ہیں۔

بعض روایات میں مذکور ہے جس شخص کے پاس کتاب اللہ کی ایک آیت پہنچ گئی اس کے پاس اللہ کا حکم پہنچ گیا 'خدا وہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔ متعلق نے کہا جن اور ان میں سے جس کے پاس قرآن پہنچ گیا وہ اس کو ڈرانے والا ہے۔ اور قرعی نے کہا جس کے پاس قرآن پہنچ گیا گیا کہ اس نے سیدنا محمد ﷺ کو دیکھا اور آپ سے ملے۔

(الجامع لاحکام القرآن 'جز ۶' ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

علامہ سید محمود اکو سی حنفی ۷۷۷ھ تکھے ہیں:

امام ابو نعیم و شعبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس قرآن پہنچ گیا گویا اس نے مجھ سے ہاتھ ملے اس آیت میں یہ فرمایا ہے آپ کہتے کہ مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے 'تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور ان لوگوں کو جن تک یہ قرآن پہنچے۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن لوگوں

تک احکام شرعی نہیں بننے ان سے احکام شرعی پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مواخذہ میں کیا جائے گا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ الام ابو حنیفہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بکھ قیدی لائے گئے۔ آپ نے پوچھا تم نے ان کو اسلام کی دعوت دی ہے؟ صحابہ نے فرمایا نہیں آپ نے فرمایا ان کو پھوس دو۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور جس تک یہ پہنچے نیز یہ آیت بھی اس مطلوب پر دلیل ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى تَبْعَثَ رَسُولًا

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک

(الاسراء: ۸۵) کہ رسول نہ بھیج دیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے آپ کہنے کے وہ صرف ایک مستحق عذاب ہے اور ہر تک میں ان (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے صرف کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ اپنے پچھلے دین کے باطل ہونے کا اعتراف اور اقرار کرے اور اس سے برائت اور بیزاری کا اظہار کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں کو ہم نے کتب دی ہے وہ اس (نبی) کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۳۰)

اہل کتاب کا نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتا

اس سے پہلی آیت کے شان نزول میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ کفار نے یہ کہا تھا کہ ہم نے آپ کی نبوت کے متعلق یہود و نصاریٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں ان کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کا ایک جواب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے آیت میں دیا کہ سب سے بڑی گواہی تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور آپ کی نبوت پر اللہ کو وہ ہے اور دوسرا جواب اس آیت میں دیا کہ اہل کتاب کا یہ کٹنا غلط ہے کہ وہ آپ کی نبوت کو نہیں پہچانتے بلکہ وہ اپنے بیٹوں کو اتنا نہیں پہچانتے جتنا آپ کو پہچانتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا کہ اہل کتاب میں سے جو مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے کہا یہ خدا ہم نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتے تھے کیونکہ ہماری کتاب میں آپ کی صفت اور شہادت مذکور ہے اور رہے ہمارے بیٹے تو ہم نہیں جانتے کہ ہماری بیویوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ (جامع الترمذی ۲۲۸۷ مسطورہ دلائل التکوین ص ۱۵۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لے آئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا میں آپ سے یمن ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ (۱) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچے اپنے باپ کے مشابہ ہو جائے؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچے اپنے ماں کے مشابہ ہو جائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے انہی ان چیزوں کی جزائیں خبر دی ہے۔ عبداللہ نے کہا فرشتوں میں دو یہودیوں کا دشمن ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جگمگ کرے گی اور اہل جنت جو طعام سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور بچے کی مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد عورت سے عمل ترویج کرے تو اگر مرد کا پانی عذاب ہو جائے تو بچہ باپ کے مشابہ ہو جائے اور اگر

عورت کا پانی غالب ہوتا ہے تو پھر میں کے مشابہ ہوتا ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رس ہیں۔ پھر کیا رسول اللہ ایسا ہو گا اگر میرے اسلام قبول کرنے کا علم ہو گیا تو وہ مہجوت ہو جائیں گے۔ سو یہود آئے اور عبد اللہ گھر میں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا عبد اللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا وہ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر عبد اللہ اسلام لے آئیں تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو اس سے پہلے میں رکھے۔ تب حضرت عبد اللہ بن سلام بیٹھے ان کے سامنے آئے اور کہا "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ" تو انہوں نے کہا یہ ہم میں سب سے بدتر شخص ہے اور سب سے بدتر شخص کا بیٹا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۲۹، مطبوعہ دار الکتب احلہ، بیروت ۱۳۵۲ھ)

ابو مزد و غیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے حضرت عبد اللہ بن سلامؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ آیت نازل کی ہے کہ اہل کتاب آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ مثلاً یہ معرفت کیسی تھی؟ حضرت ابن سلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی صفت اور نعمت بیان کی ہے ہم آپ کو اس صفت اور نعمت سے پہچانتے تھے۔ جب ہم نے آپ کو تہمدے درمیان دیکھا تو ہم نے آپ کو اس طرح پہچان لیا جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹے کو دوسرے لڑکوں کے درمیان پہچان لیتا ہے اور اللہ کی قسم اچھے سیدنا محمد ﷺ کی معرفت اپنے بیٹے سے زیادہ تھی کیونکہ میں نہیں جان کر اس کی مٹی کیا کرتی رہی تھی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔

(روح المعانی ج ۲، ص ۱۲۰، مطبوعہ بیروت)

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ معرفت دلائل سے حاصل ہوئی تھی کیونکہ نبی ﷺ مسلسل فیہ کی خبریں بیان فرماتے تھے اور فیہ پر مطلع ہو نا بدوں وحی کے محصور نہیں تھے نیز آپ سے حواثر معجزات کا ظہور ہو رہا تھا اور سب سے بڑا معجزہ خود قرآن کریم تھا اس لیے جو شخص بھی ان دلائل میں غور کرتا ہے آپ کی نبوت کا عریان ہو جانا اور اللہ کے نسب کے متعلق کوئی غلطی اور عقلی دلیل نہیں تھی اور آپ کی نبوت کے بارے میں بہت دلائل تھے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں کسی ہوئی علامات سے آپ کو پہچان لیا تھا کیونکہ مول تو ان کی کتابوں میں تحریف ہو چکی تھی اور ثانیا وہ علامات شرق و غرب میں پھیلے ہوئے سب یہودیوں کو کتب معلوم تھیں کہ وہ آپ کو دیکھتے ہی ان علامات کو آپ پر متعلق کر لیتے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام ۱۲۰)

کفار کے اخروی نقصان کا معنی

یعنی جو لوگ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو پہچانتے تھے اس کے باوجود انہوں نے عمداً آپ کی نبوت کا انکار کیا۔ اس انکار سے انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا کیونکہ ان کو سب دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ خدا کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لیے ایک جنت بنائی ہے تاکہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے اور قیامت کے دن کافروں کی جہنم مسلمانوں کو دے دی جائیں گی اور مسلمانوں کی دوزخیں کافروں کو دے دی جائیں گی اور یہ کافروں کا نقصان ہے کہ اپنی جہنمیں ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گی اور اس کے بدلے میں دوزخیں ملیں گی اور مسلمانوں کو اپنی جہنمیں ملیں گی اور وہ کافروں کی جہنم کے بھی وارث ہوں گے اس لیے مومنوں کے متعلق فرمایا ہے:

أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ  
الْأَمْوَالَ الَّتِي فِيهَا خِلَافٌ ۝

(السورۃ: ۸۰-۸۱)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹا جہان نکالے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے، بیشک ظالم

لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَن حُشِرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ

ظالم نہ ہوں گے ۝ اور میں دن ہم سب کو جمع کر دوں گا، پھر مشرکین سے کہیں گے

أَشْرَكُوا آيِنَ شُرَكَاءِ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ

کہاے (وہ) شرکاء کہاں ہیں جن پر تم گھمنہ کرتے تھے ۝ پھر وہ مرث یہی تھے

فَتَنَّهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَإِلَهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۳﴾ أَنْظِرْ

انہیں گے کہ کہیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے ۝ دیکھیے انہوں نے

كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾

اپنے اوپر کیا جھوٹ باندھا اور (دنیا میں) جودہ انہما باندھتے تھے وہ سب گم ہو گئے ۝

وَمِنْهُمْ مَنْ يُسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کان لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ

يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَإِنْ يَدْرَأْ كُلُّ أُمَّةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا

آپ کی باتیں سمجھ سکیں اور ہم نے ان کے کان میں گرانی پیدا کر دی ہے اور اگر وہ تمام امتوں میں دیکھیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا

حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہ قرآن تو معنی پہلے لوگوں کو

إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ

تھم کہانی ہے ۝ اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور جھگڑتے ہیں اور



## اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

مرگ اپنے آپ کو ہلاک کر سبے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی آجوں کو جھٹلائے؟  
نیک ظالم قلاع میں پائیں گے۔ (الانعام: ۳۱)

یسود و نصاریٰ اور مشرکین کے لگائے ہوئے بہتانوں کی تفصیل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے دو ظلم بیان فرمائے ہیں۔ ایک ظلم ہے اللہ پر جھوٹا بہتان لگانا اور دوسرا ظلم ہے اللہ کی آجوں کو جھٹلانا۔ اللہ پر جھوٹا بہتان لگانے کی تفصیل یہ ہے کہ کفار کہہ یہ کہتے تھے کہ یہ بت اللہ کے شریک ہیں اور اللہ بخاندانے کی عبادت کرتے اور ان کے ذریعہ قرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے نیز کفار کہتے تھے کہ قرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہوں نے بحیرہ 'ساتھ' عالی نور وید سے نفع حاصل کرنے کو حرام قرار دیا تھا اور وہ اس حرمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ یسود و نصاریٰ بھی اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ فن کی شریعتیں غیر منسوب ہیں اور ان کے نبیوں کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور خصوصاً یسود یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور دونوں کی 'انگ' ہمیں صرف چند دن جلاسنے کی اور فن میں سے بعض جلا دیے کہتے تھے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم فنی ہیں اور خصوصاً نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور یسود و نصاریٰ ان دونوں میں سے ہر ایک اس بات کا دعویٰ داتھا کہ ان کے سوا اور کوئی جنت میں نہیں جائے گا اور یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہیں 'اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے۔

ان کا دوسرا ظلم اللہ کی آجوں کو جھٹلانا ہے۔ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے ثبوت پر اللہ تعالیٰ نے جو معجزات ظاہر فرمائے 'یسود و نصاریٰ اور مشرکین نے ان کو جھٹلایا اور قرآن مجید جو نبی ﷺ کی نبوت پر سب سے بڑا معجزہ ہے 'ہلجود اس کے کہ وہ اس کی نظیر لانے کے چیلنج کو پورا نہیں کر سکے 'انہوں نے اس کو کھلا جلد کہا 'بھی شعر و شاعری کہا اور بھی گزرے ہوئے لوگوں کی داستان کا اور بھی کہا یہ شخص فن کے حقیقت ہیں۔ انہوں نے اس کے کلام بھی ہوئے کا انکار کیا اور آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن ہم سب کو جمع کریں گے 'مشرکین سے کہیں گے تمہارے (وہ) شرکاء کہاں ہیں جن پر تم گھمنے کرتے تھے؟ پھر وہ صرف یہی قندہ انکسائیں گے کہ کہیں اللہ کی قسم! ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھئے انہوں نے اپنے اوپر کیا باجوت پند حالور (دنیا میں) اور وہ افتراء پندتے تھے وہ سب گم ہو گئے۔

(الانعام: ۲۳-۲۴)

روز قیامت مشرکین کی ناکامی اور تباہی

اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو طاقت کرنے اور فن کی ذمت کرنے کے لیے فن سے سوال فرمائے گا تمہارے وہ شرکاء اور جو نے معبود اور چتری صورتیں کہاں ہیں جن کے حلق تم دنیا میں یہ ذم کرتے تھے کہ یہ تمہارے کارساز ہیں اور مددگار ہیں اور وہ تمہیں اللہ کے قرب کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری شفاعت کر کے تمہیں عذاب سے چھڑائیں گے اب وہ کہاں ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اس کی نظیر آیتیں ہیں:

وَمَا يَدْرِي تَعْمَلُونَ (القصص: ۳۷)  
 وَمَا تَدْرِي مَعَكُمْ شُفَعَاءُكُمْ الَّذِينَ رَعِمْتُمْ  
 أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ  
 صَلَّ عَنْكُمْ تَاكُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (الانعام: ۳۷)  
 اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو برا کر کے فرمائے گا میرے وہ  
 شرکاء کہاں ہیں جن کو تم (میرا شرک) اذم کرتے تھے۔  
 تم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارش کرنے والوں کو  
 نہیں دیکھ رہے جن کے حلق تم یہ اذم کرتے تھے کہ وہ  
 تمہارے کاموں میں (ہمارے) شرک ہیں، یہ لگ تمہارا  
 (خود ساختہ) ربط ٹوٹ گیا اور تم دنیا میں جو اذم کرتے تھے وہ  
 ٹوٹ گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن مجید میں جہاں بھی اذم کا لفظ آیا ہے اس کا معنی ہے جھوٹا قول۔  
 جب اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرنے کے لیے یہ سوال فرمائے گا تو وہ اس کے جواب میں حیران اور پریشان ہوں گے اور کوئی صحیح  
 اور معقول جواب ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا اور اس کے سوا انہیں کوئی بات نہیں سونے کی کہ وہ دنیا میں اپنے کیے ہوئے  
 شرک کا انکار کریں یا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی مغفرت اور بخشش بڑی ہے تو وہ کہیں گے کہ ہم  
 بھی مشرک نہیں تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو بخش دے گا اور اس کے  
 نزدیک ان کا کوئی گناہ بھاری نہیں ہوگا۔ جب مشرکین یہ باوجود دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش رہا ہے اور  
 شرک کو نہیں بخش رہا، تو ہم بھی یہ کہیں کہ ہم گناہگار ہیں، شرک نہیں ہیں۔ جب وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے تو ان کے  
 مومنوں پر مرگ جائے گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے، اس وقت مشرکین یہ جان لیں گے کہ وہ اللہ  
 تعالیٰ سے کوئی بات چھپائیں سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے  
 يَوْمَ يَدْعُ كُلُّ أُنْفُسٍ أَلِيَّهَا وَأَعَصَوُا الرُّسُلَ  
 لَوْ تَسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ  
 حَدِيثًا ○ (النساء: ۳۲)  
 جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، اس دن وہ  
 تمنا کریں گے کاش ان پر زمین ہموار کر دی جائے اور وہ اللہ  
 سے کوئی بات چھپانہ سکیں گے۔

بعض مفسرین نے کہا یہ آیت منافقین کے متعلق ہے اور اس کی تفسیر اس حدیث سے ہوتی ہے۔

اہم مسلم بن حبان فہرستی ۳۷۷ حدیث روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا تم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں  
 گے؟ آپ نے فرمایا یاد رکھو کہ وقت جب چلے گا تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں، آپ  
 آپ نے فرمایا چھ سو برس رات کو جب چلے گا تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں، آپ  
 نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی  
 تکلیف تم کو سورج یا چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ بندہ سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا  
 اے فلان! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی؟ کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور  
 اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور تمام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور بندہ کے گناہوں میں اللہ تعالیٰ فرمائے  
 گا کیا تو یہ گناہ کرتا تھا کہ تجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس  
 طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندہ سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں

دی؟ کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی؟ کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے؟ اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ شخص کہے گا کہ میں نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو یہ ممکن کرنا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ تیرے بندہ کو بلا کر اس سے اسی طرح فرمائے گا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھ پر تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا! اللہ تعالیٰ فرمائے گا! میں پتا چل جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مر لگا دی جائے گی اور اس کی زبان اس کے گوشت اور اس کی ہڈیاں سے کہا جائے گا تم بولا پھر اس کی زبان اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعضاء بیان کریں گی اور یہ اس لیے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات میں اس کے خلاف جنت قائم ہو۔ یہ وہ منافق ہو گا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا۔

(صحیح مسلم، الزہد، ۱۶، ۳۰۴ (۲۹۹۸)، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۰۳۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھئے انہوں نے اپنے لوہر کیسا جھوٹ باندھا شریکین کا جھوٹ یہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ جن کی عہدیت ہمیں اللہ کے قریب کر دیتی ہے اور منافقین کا جھوٹ یہ تھا کہ انہوں نے جھوٹے عذر پیش کیے اور اپنے خلیق کا انکار کیا۔

پھر فرمایا اور (دنیا میں) جو وہ افتراء باندھتے تھے وہ سب ہم ہو گئے، یعنی دنیا میں ان کا جو یہ ممکن تھا کہ ان کے بعد ان کی شفاعت کریں گے وہ باطل ہو گیا۔ اللہ کو چھوڑ کر وہ جن جن کی عہدیت کرتے تھے، وہ ان کے کسی کلام نہ آئے اور ان سے کسی عذاب کو دور نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کھن لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں، تاکہ وہ آپ کی باتیں سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہ قرآن تو محض پہلے لوگوں کا قصہ کہانی ہے۔ (الانعام: ۳۵)

شان نزول

امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی رحمہ اللہ تحریری ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابو سفیان بن حرب و ولید بن مغیرہ بن مضور بن الحارث، ثعلبہ بن ربیعہ کے دو دون بنے، انہیں اور ابی بن خلف۔ رسول اللہ ﷺ کی باتیں کھن لگا کر سن رہے تھے تو انہوں نے حضور سے کہا اے ابو قتیبہ! سیدنا محمد ﷺ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے میرے اور ان کے کلام سننے کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی ہے، میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ میں صرف ان کے ہونٹ چلنے سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ کچھ کہہ رہے ہیں اور وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، وہ پچھلے لوگوں کی داستانیں ہیں، جیسا کہ میں جنہیں گزرے ہوئے لوگوں کی داستانیں سنا تا ہوں۔ اور حضور ﷺ پچھلے لوگوں کے قصے بہت زیادہ بیان کرتا تھا۔ وہ قریش کو داستان بیان کرتا تھا اور وہ اس کی باتیں غور سے سنتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(اسباب النزول، ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

## کفار کے کانوں پر ڈاٹ لگانے پر اعتراضات کے جوابات

اس آیت میں فرمایا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ آپ کی بات سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے اس آیت پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر ان کے کانوں میں ڈاٹ (گرانی) تھی اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے تھے تو چاہیے تھا کہ وہ کوئی بات نہ سنے اور کسی بات کو نہ سمجھتے۔ حالانکہ وہ لوگوں کی باتیں سننے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے۔ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ وہ نبی ﷺ کی باتوں کو نہیں سننے تھے اور نہ سمجھتے تھے تو اس کے معارض اس آیت کا آخری حصہ ہے جس میں فرمایا ہے جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کس کے کہ یہ قرآن تو محض پہلے لوگوں کا قصہ کہانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کے کلام کو نہ سمجھتے تھے اور سمجھنے بھی تھے "بلت سئیں نہیں تھے۔"

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ سننے سے مقصود یہ تھا کہ وہ سن کر اس سے نفع حاصل کرتے اور اس پر ایمان لاتے اور سمجھنے سے مقصود یہ تھا کہ وہ اس میں غور و فکر کر کے صحیح نتیجہ نکلانے اور یہ اعتراف کر لینے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے اور کوئی انسان اس کی نظیر نہیں لاسکتا اور نبی ﷺ کی نبوت کو مان لیتے اور جب انہوں نے سننے اور سمجھنے کے مقصود کو پورا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ آپ کی بات سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے "پھر اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ آیت کفار کی خدمت میں وارد ہوئی ہے اور جب ان کے کانوں میں اللہ نے گرانی رکھی ہے اور ان کے دلوں میں اللہ نے پردے ڈال دیے ہیں تو وہ ایمان نہ لائے نہ اللہ کی باتوں میں اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے تو اب ان کو ایمان لانا ممکن نہیں رہا پھر ان کو ایمان لانے کا ممکن کرنا کس طرح درست ہو گا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: لَا يَكْفُرُ اللَّهُ تَعَالَى الْأَوَّسُ وَالْمُسَدَّدُ (البقرہ: ۲۸۶) اللہ ہر شخص کو اس کی طاعت کے مطابق ہی مکتب کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے منہ اور بغض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جنب میں یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسی شدید گستاخی کی جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حق کو سننے کے لیے ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی اور حق کو سمجھنے کے لیے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے "جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَبَشَرُوا لِقَائِهِمْ (النساء: ۵۵) بلکہ ان کے فکری وجہ سے ان کے دلوں پر اللہ نے مر لگا دی۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا لَكُمْ فَطَبَعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ (الحاسقون: ۳۰) یہ اس لیے کہ وہ ایمان لائے "پھر انہوں نے فکری" سو ان کے دلوں پر مر لگا دی تھی سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

ہن کے کانوں میں ڈاٹ لگانے اور دلوں پر پردے ڈالنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ کسی طور پر ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی تھی اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کفار کفر اور معصیت کو اچھا جاننے اور ایمان اور اطاعت کو برا جاننے کے خوف اور غلی ہو گئے تھے "یہ کہ اپنے باپ دلائی اندھی تقلید کرنے اور دلائل میں صحیح طریقہ سے غور و فکر کرنے سے مسلسل اعراض کرنے کی وجہ سے ان میں گمراہی اس قدر رائج ہو چکی تھی کہ ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں انکار کی ایسی حالت پیدا کر دی جس کی وجہ سے ان میں حق میں جھڑپیں ہو سکتا تھا اور ان کے کانوں میں ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ حق بات کو سنا نہیں سست ناگوار ہوتا تھا اور ان کے دلوں اور کانوں میں اس کیفیت کا پیرا کرنا ان کو کفر اور گمراہی پر مجبور کرنا نہیں تھا بلکہ انہوں نے اپنے اختیار سے دلائل میں غور و فکر کرنے کی بجائے اپنے باپ دلائی اندھی تقلید کو جو اختیار کیا تھا یہ اس کی سزا اور تعزیر تھی "تو چونکہ یہ ممکن اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آتا ہے اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ

نے پیدا کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرائی رکھی ہے اور چونکہ اس کو یہ ارکانے کاسب ان کافروں کا اپنا ارادہ اختیار اور کسب تھا اس وجہ سے ان کی ذمت فرمائی اور آیت سے قطع نظر کر کے فی نفسہ ان کا ایمان لانا ممکن ہے اس لیے ان کو ایمان کا حکمت کرنا بھی صحیح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کا ایمان لانا ممکن بلاذات اور متبع بغیر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار اور دلوں پر خود کہتے تھے ہم آپ کی بات نہیں سنتے۔ آپ کی باتیں سننے کے لیے ہمارے کانوں میں ڈالت گئی ہوئی ہے اور آپ کے اور ہمارے درمیان مضبوط پردہ عاقل ہے۔

بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَقَالُوا غُلُّوا عَلَيْنَا فِرْقَ الْكَلْبَةِ إِنَّا نَدْعُونَكَ الْيَوْمَ وَفِيكَ آذَانًا وَفَرْغَمِينَ بُعِينًا ۝ بَنِيكَ يَصْحَابُكَ فَاغْمِلْ لَنَا عَمَلُونَ ۝  
 جہاد دینا ہو اور دارا ہوا سو اکثر کافروں نے منہ پھیر لیا ہیں وہ نہیں سنتے ۝ اور انہوں نے کہا جس کی طرف تم دعوت دیتے ہو ہمارے دلوں میں اس کے لیے پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرائی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضبوط حجاب ہے تو آپ اپنا کام کریں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ (احم السجدہ: ۳۰-۵)

کفار یہ ظاہر کرتے تھے کہ رسول کا کلام ان کے سننے کے قتل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا نہیں بلکہ تم اس قاتل میں ہو کہ تم کو ہمارے رسول کا کلام سنایا جائے تو جس طور سے انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے کانوں میں ڈالت ہے اور ہمارے دلوں پر پردے ہیں اسی طور سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے کانوں میں ڈالت ہے اور تمہارے دلوں پر پردے ہم نے ڈالے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب کافروں نے حق کو سننے اور اس کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے دلائل میں غور و فکر کرنے سے مسلسل امراض کیا اور اپنے باپ دلوں کی اندھی تقلید پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس انکار اور امراض کی حالت کو اس شخص کے دل سے تشبیہ دی جس کے دل پر پردے ہوں اور اس کے کانوں میں گرائی ہو سو اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حقیقتاً ان کے دلوں پر اللہ نے پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں ڈالت لگا دی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق سے ان کی مسلسل روگردانی ایسی ہے جیسے ان کے دلوں پر پردے ہوں اور ان کے کانوں میں گرائی ہو جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔  
 وَإِذَا تَشَتَّىٰ عَلَىٰ آبْنَانَا وَلِيٍّ مُّسْتَكْبِرًا كَذَّابًا ۝  
 اور جب اس پر ہماری آیات عطا کی جاتی ہیں تو اس نے تکبر کرتے ہوئے پتہ پھیر لیا تو اس نے سنا نہیں جیسے اس کے کانوں میں گرائی ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت حنم اللہ علیٰ قلوبہم کی تفسیر میں میں نے اس پر مفصل لکھا ہے۔ وہاں پر میں نے صرف پہلے جواب کو زیادہ تفصیل اور وضاحت سے لکھا ہے اور یہاں پر دو مزید جواب ذکر کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ صرف اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ (الانعام: ۳۶)

ایمان ابو طالب کی تحقیق

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ کفار لوگوں کو نبی رحیم پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے سے

روکتے ہیں اور آپ سے دور بھاگتے ہیں یا وہ لوگوں کو قرآن مجید کے سننے اور اس کو ملنے سے روکتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور وہ اس طرز عمل سے صرف اپنے آپ کو بچا کر رہے ہیں۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے۔

اور اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے حقیقی نازل ہوئی ہے۔ ابو طالب نبی کریم کو ایذا پہنچانے سے لوگوں کو منع کرتے تھے اور خود آپ کی نبوت پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے سے دور رہتے تھے یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے اور ان کے علاوہ قاسم بن معصومہ اور عطایہ بن ربار سے بھی ماثور ہے۔

(جامع البیان ۷/۷۲ ص ۲۲۹-۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابو طالب کے حقیقی نازل ہوئی ہے۔ دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتے تھے اور خود نبی کریم کے لئے ہونے دین سے دور رہتے تھے۔ یہ عطایہ بن ربار اور قاسم بن معصومہ کا قول ہے اور متاثر نے کہا کہ ابو طالب کے پاس نبی کریم تشریف فرما تھے آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو قریش ابو طالب کے پاس جمع ہو گئے اور یہ مطالبہ کیا کہ نبی کریم کو ان کے حوالے کر دیا جائے اس کے جواب میں ابو طالب نے چند اشعار پڑھے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہو سکتا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگوں سے آپ کا قطع کرے ہیں اور خود آپ کی تصدیق سے دور رہتے ہیں۔

(اسہاب الفضل ص ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان روایات کے مطابق ابو طالب کا ایمان اور اسلام ثابت نہیں ہے اور حسب ذیل احادیث اس کی موید ہیں۔

ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قسری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب کے والد جزیہ بیان کرتے ہیں جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آپنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ابو طالب کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا ایک بار "لا الہ الا اللہ" کو تو میں تمہارے حق میں اسلام کی گواہی دوں گا ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے اے ابو طالب کیا تم اپنے باپ عبد المطلب کی لٹ کو چھوڑ رہے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ ہر سال ابو طالب نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے میں اپنے باپ عبد المطلب کی لٹ پر ہوں اور "لا الہ الا اللہ" کہنے سے انکار کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خدا میں اس وقت تک تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) نبی اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔ خواہ وہ ان کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جبکہ ان کا جنسی ہونا معلوم ہو چکا ہو (التوبہ ۳۳) اور ابو طالب کے بارے میں یہ آیت بھی نازل فرمائی (ترجمہ) ہر شخص جس کو آپ چاہیں آپ اس میں ہدایت جاری نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرماتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے بخوبی واقف ہے۔ (التھیں ۵۶)

(صحیح مسلم ۱/۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰ صحیح البخاری ۳/۳۰۰ رقم الحديث ۳۶۵۵، سنن ترمذی ۳/۳۰۰ رقم الحديث ۲۰۳۵، سنن کبریٰ

نسائی ۳۸۳۳ رقم الحديث ۳۸۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا "لا الہ الا اللہ" پڑھیں۔ میں قیامت کے دن آپ کے حق میں اس کی گواہی دوں گا۔ ابو طالب نے کہا اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا خوف نہ ہو تا کہ وہ کہیں گے کہ یہ



ان سے دور رہے ہیں (الانعام: ۳۶) ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا اور آپ کے لائے ہوئے دن سے دور رہتا تھا۔ (الاکمل للنبوة: ج ۲، ص ۳۴، مطبوعہ بیروت)

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مفسرین کے مذاہب کی تصریحات

التوبہ: ۳ کی تفسیر میں علامہ سید محمود آلوسی حنفی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

”مجھ سے یہ کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ امام احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن منذر اور امام بیہقی نے سب ابن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت اس کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اسیر بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا اے چچا! لا الہ الا اللہ کو، میں اللہ کے نزدیک اس کلمہ سے محبت رکھوں گا ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اسیر نے کہا اسے ابوطالب! کیا تم عبد المطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ اس پر ”لا الہ الا اللہ“ پیش کرتے رہے اور ابو جہل اور عبد اللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ آخر میں ابوطالب نے کہا وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے اور ”لا الہ الا اللہ“ کہنے سے انکار کر دیا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔“

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے، اور یہ سورت مدینہ میں آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا نشان نزول قرار دینا مستبعد ہے۔ علامہ واحدی نے کہا یہ استبعاد خود مستبعد ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ ابوطالب کی موت کے بعد اس کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے ہوں۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہوئی، کیونکہ کفار کے ساتھ سختی کرنے کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ اس تاویل کی بنا پر حدیث کا معنی یہ ہوگا، ”اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل کی“ یہ معنی نہیں ہوگا اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فاسرل میں صاحب سبب کے لیے ہوئی، نہ کہ محنت کے لیے۔ اکثر علماء نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی عمدہ توجیہ۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہو تا ہے کہ امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوطالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی ﷺ اس کے لیے استغفار کرتے رہے، حتیٰ کہ نجران کی آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت کہ میں پہلے نازل ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس سورت کو باقتدار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو۔ بہر حال یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابوطالب کلمہ مراد علی اہل سنت و جماعت کا معروف مذہب ہے۔

امام ابن احنبل نے اپنی حیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ ہے کہ ابوطالب کے عرض الموت میں نبی ﷺ نے اس سے کہا کہ اے چچا! آپ ”لا الہ الا اللہ“ کہیں تاکہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو، اور نبی ﷺ نے یہ اصرار فرمایا کہ ابوطالب نے کہا یہ خدا کا ہے، نبی ﷺ نے یہ عرض نہ کیا کہ میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر طاقت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا تو میں صرف تمہاری خوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا۔ جب ابوطالب پر موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ مل رہے تھے، انہوں نے کان لگا کر سنا تو حضور سے کہا اے نبی ﷺ! تم نے اسے جس کلمہ کو پڑھنے کے لیے کہا تھا اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔ (ابو داؤد والبیہ)



ج ۳ ص ۳۳) اس روایت سے ابو طالب کے جو اشعار حضور کی مدح میں مشہور ہیں ان سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابو طالب سوسن قبل اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشعار کی سند متقطع ہے علاوہ ازیں ان اشعار میں ابو طالب کے ایمان مانے کی تصریح نہیں ہے۔ دہی یہ روایت تو یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔

امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند متقطع ہے اور حضرت عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے ابو طالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا؟ وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا آپ نے فرمایا اسی وہ شخصوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔ (دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۳۴)

باقی ابو طالب نے جو رسول اللہ ﷺ کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام کی محبت میں نہیں کی بلکہ نسب اور قربات کی وجہ سے کی اور اعتبار دینی محبت کا ہے نہیں محبت کا نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے شدید اصرار کے بعد بھی ابو طالب نے ایمان نہ لا کر آپ کو سخت الزمت بھی تو پہنچائی ہے تاہم ابو طالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح خدمت نہ کی جائے جس طرح ابو جہل اور دیگر کفار کی خدمت کی جاتی ہے۔ (روح البانی ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ بیروت)

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے لیے استغفار کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ مشرک تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۵ مطبوعہ قدیم دار الفکر بیروت)

حافظ ابن کثیر شافعی نے اس آیت کی تفسیر میں اعلیٰ کے حوالے سے ابو طالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ قرطبی مالکی نے بھی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۳۲۶-۳۱۵)

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی المالکی المتوفی ۵۹۷ھ کی بھی یہی تحقیق ہے۔

(ازاد المسیر ج ۳ ص ۵۰۷-۵۰۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمود اکوٹی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید امام مسلم امام ترمذی امام ابن ابی حاتم امام ابن مردودہ اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابو طالب پر موت آنے لگی تو انکے پاس نبی ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا اے چچا! "لا اله الا الله" کہنے میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آئے حق میں کوئی دوسرا گواہ ابو طالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ملامت کا خدشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں تمہاری آنکھیں لٹھڑی کر دیتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

رَبُّكَ لَا تَعْدِي مَرَّةً اَحْسَنَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ

بِتَعْدِي مَرَّةً تِسْعًا (البقرہ ص ۵۷)

امام بخاری امام احمد امام نسائی اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے جب نبی ﷺ نے ابو طالب سے اسلام لانے کے لیے شدید اصرار کیا۔ امام ابن مردودہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ علامہ نووی شافعی نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر

اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (شرح مسلم، ج ۱، ص ۱۳)  
 ابو طالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف فرہ ہے اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا یا تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت  
 ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، صحیح نہیں ہے کیونکہ علماء شیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ ابو طالب اسلام لے  
 آئے تھے اور ان کا دعویٰ ہے کہ انہی اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے اور ابو طالب کے اکثر تصانید اس پر شاہد ہیں اور جن کا یہ  
 دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ علماء شیعہ کے اختلاف اور ان کی  
 روایات کا اعتبار نہیں کرتے۔ تاہم ابو طالب کے اسلام نہ لانے کے قول کے باوجود ابو طالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے  
 حق میں زیادہ کوئی کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے علویوں کو ایذا پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی ﷺ کو بھی ایذا  
 پہنچے۔ (روح المعانی، ج ۲، ص ۶۰۷، مطبوعہ بیروت)  
 ابو طالب کے ایمان کے متعلق مصنف کا نظریہ

مذہب اربعہ کے معروف علماء، فقہاء، مفسرین اور مجتہد اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے۔  
 ہم نے محمد ان تمام تصریحات کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ہمارے لیے یہ کوئی خوشگوار موضوع نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بڑی  
 خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئے۔ لیکن تقدیر کا کھنسا پورا ہو کر رہا یہ بہت نازک مقام ہے، جو لوگ اس مسئلہ میں سخت  
 کرتے ہیں اور ابو طالب کی ایوب اور ابوجہل کی طرح ذمت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کے خطوط میں ہیں۔  
 ہم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ  
 قرآن مجید اور احادیث مجملہ سے ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گرجی اور باعث رنج ہے جتنی اہل  
 بیت کے لیے ہے۔ اس سے زیادہ ہم اس بحث میں نہ کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی بازیگریں میں اٹھنا چاہتے ہیں۔ بعض  
 علماء اہل سنت نے ابو طالب کے ایمان کا ثابت کیا ہے۔ ہر شخص کہ یہ رائے تحقیق اور مجسور کے موقف کے خلاف ہے، لیکن ان کی  
 بہت محبت اہل بیت ہے، اس لیے ان پر غصہ نہیں کرنا چاہیے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ دُفِّقُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا أَلَيْسَتْ نَارُ دَوْلَانَا كَذِبَ

(اور دیکھ لو کہ جب ان (دو فریقوں) کو دھڑک دھڑک کر دوزخ پر گھڑایا جائے گا، اس وقت وہ کہیں گے کہ کونسی آگ دنیا میں دہکتی

ہو، اے رب! یہ بتاؤ کہ وہ کون سے المؤمنین<sup>۷۵</sup> ہیں، بَلْ بَدَأَهُم مَّا كَانُوا

دعا جانتے اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب کریں اور اللہ کی سزا سے برباد ہوں گے) ○ جگر ان پر اب وہ حالِ مصطفیٰ پر گھٹنے پر گھٹنے ہیں

يُخْفُونَ مِنْ قَبْلِ ط وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ

ہیں کہ وہ پہلے چھپاتے تھے، اور اگر وہ دنیا کی طرف لوٹ جائیں گے تو پھر وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا، لیکن

لَكَذِبُونَ<sup>۷۶</sup> وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ

وہ خود جھوٹے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی صرف اسی دنیا میں ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھنے

يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَوْفَ يَكُونُ لِأُولَئِكَ مَا يَسْعَوْنَ يَلُومُهُمْ وَقَدْ أَمَرْتَهُمْ بِإِيمَانٍ أَنِ اعْبُدُونِي ۚ إِنَّهُمْ لَكَافِرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ دُقُّقُوا عَلَىٰ سُرُرِهِمْ طَائِفَةٌ أُذُنًا ابْصَرُوا كَيْدًا مُّزْمِعًا قَالُوا هَٰذَا إِلَهُاتُنَا ۖ دُفُّوا عَلَيْهِمْ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۚ وَيُخَوِّفُونَ نَارًا تَلْفَحُ وَهُمْ عَلَيْهَا يَهْتَفِفُونَ ۚ ﴿٣١﴾

یائیں گے ۰ اور (اے مخاطب) کاش تو وہ سن کر دیکھتا جب ان کو ان کے رکے سامنے کھڑا کیا جائے گا: اللہ فرمائے گا

هَٰذَا إِلَهُاتُنَا ۖ دُفُّوا عَلَيْهِمْ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۚ وَيُخَوِّفُونَ نَارًا تَلْفَحُ وَهُمْ عَلَيْهَا يَهْتَفِفُونَ ۚ ﴿٣١﴾

کیا یہ دوبارہ زندہ ہونا آسانی نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں: اے ہمارے رب! اللہ فرمائے گا: پس اب تم اپنے کفر کی وجہ سے

كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾

عذاب (کا مزہ) چکھو ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب) کاش تو دیکھ جب ان کافروں کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔

(الانعام ۷۷)

قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت

قرآن مجید میں دوزخ کا لفظ ہے، یعنی ان کافروں کو جب دوزخ پر واقع کیا جائے گا۔ اس کا معنی قیام بھی ہے اور جانا بھی اس صورت میں اس کے کئی معنی ہیں۔ (۱) وہ دوزخ کے پاس کھڑے ہوں اور دوزخ کا مشاہدہ کر رہے ہوں (۲) دوزخ کے اوپر چڑھ کر داخل ہوں وہ اس کے لوہے کھڑے ہوئے دوزخ کو دیکھ رہے ہوں (۳) وہ دوزخ کے عذاب پر واقف اور مطلع ہوں (۴) ان کو دوزخ میں ڈال دیا گیا ہو اور وہ اس حال میں دوزخ میں کھڑے ہوئے ہوں کہ وہ ہر طرف سے دوزخ کے شعلوں کی لپیٹ میں ہوں۔

اس آیت میں جزا محذوف ہے اور حاصل معنی یہ ہے کہ اے مخاطب! جب تو یہ دیکھے گا کہ فرشتے کافروں کو دوزخ کے پاس کھڑا کر دیں گے تو تو ان کو اس قدر خوف اور وحشت میں دیکھے گا جس کو مضطرب کرنا ممکن نہیں ہے اس وقت یہ کافر بھوکے اور پیاسے ہوں گے کہ کاش انہیں پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے اور پھر ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور مومنوں میں سے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ ان کی نشانیوں اور دلیلوں کی تکذیب نہ کریں جو اس کی وحدانیت اور اس کے رسولوں کی تصدیق پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی قیامت پر فرشتوں اور انبیوں اور رسولوں پر ایمان لائیں اور گناہوں سے توبہ کریں اور نیک عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ ان پر اب وہ عاقبت مشکف ہو گئے ہیں جن کو وہ پہلے چھپاتے تھے اور اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیے گئے تو پھر وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ (الانعام ۳۸)

یعنی ان کی حالت نہیں بدلے گی اور وہ اسی طرح کفر اور معصیت پر برقرار رہیں گے۔ اب وہ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے دلوں میں جو کفر اور معصیت چھپائی تھی وہ سب قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَبَدَّاهُم مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ مَا كَسَبُوا وَهَٰذَا نَارُ الَّتِي اتَّخَذْتُمْ لِلْغَايَةِ مَعَابِدًا ۖ وَأَنتُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٨﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ندامت یا تضرعاً کا صراحتاً رد فرمایا، یعنی اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیے گئے تو ان کو جس کفر، غلو، مصیبت اور ضیق سے منع کیا گیا تھا وہ پھر اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ کیونکہ کفر اور غلو ان کی طبیعت میں رچ چکا ہے۔ وہ دنیا کی رنگینوں اور زینب و زینت کو دیکھ کر ایک بار پھر آخرت کا انکار کر دیں گے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے، صلب و کتب اور جزاء اور سزا کی پھر تکذیب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی صرف اسی دنیا میں ہے اور ہم دوبارہ اٹھنے نہیں جائیں گے

(الانعام: ۳۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا صراحتاً رد فرمایا ہے کہ اگر ان کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا گیا تو وہ پھر دنیا کی لذتوں میں مشغول ہو جائیں گے اور پھر کفر کریں گے، وہ صرف دنیا کی زندگی کا اقرار کریں گے اور آخرت کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ صرف یہی دنیا ہی زندگی ہے جس میں ہم زندہ ہیں اور ہم صرف طبعی حیات کو پورا کرتے ہیں۔ اس کے بعد نہ کوئی ثواب ہے نہ عذاب ہے۔ یہ لوگ لہو پرست اور لٹھ ہیں جو نیک پر ایمان نہیں لائے، ان کا غصہ اللہ ان کو کفر، مکر اور برے کاموں پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے خطاب!) کاش اتو وہ منکر دیکھتا جب ان کو ان کے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، اللہ فرمائے گا کیا یہ (دوبارہ زندہ ہو؟) حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؟ اے ہمارے رب! اللہ فرمائے گا: نہیں جب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا سزا چکھو۔ (الانعام: ۳۰)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حشر کے دن کافروں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے گا جس طرح مجرموں کو حاکم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس فرمائے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَقَدْ كُذِّبَتْ لَهُمْ أَنْبَاءُ عَنْهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (الصافات: ۳۳)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَكْفُرُ لَهُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (البقرہ: ۴۴)

اور اللہ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا۔ اور اس آیت میں ان سے کلام فرمائے گا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بلا واسطہ کلام نہیں فرمائے گا اور اس آیت میں جس کلام فرمائے گا ذکر ہے وہ فرشتوں کے واسطے سے ہے، یا اللہ تعالیٰ ان سے رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا اور یہ کلام غضب کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کے واسطے سے ان سے فرمائے گا کہ کیا یہ مکر دوبارہ العناحق نہیں ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔ وہ تم کو انکار کہیں گے کہ یہ بالکل حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تم اپنے کفر اور تکذیب کی وجہ سے عذاب کا سزا چکھو۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِلْقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ

بیجب ان لوگوں کے نقصان اٹھایا چیزوں نے ان سے طاقت کر چھوڑا، حتیٰ کہ جب ان کے پاس اپنا تکذیب قیامت آچکے گی تو

بَعَثْنَا قُلُوبًا يَحْزَنُونَ

کہیں گے اے افسوس! ہماری اس نفسی حالت میں ہم سے ہماری اور وہ اپنی پیشین گوئی پر اپنے آپ کو

أَوْ نَرَاهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ ۖ أَلَسَاءَ مَا يَرْثُونَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيَوةُ

کا، پوچھ اٹھائے ہوئے ہوں گے، سزا دی جا رہا ہو اٹھائے ہوئے ہوں گے ۵ اور دنیا کی زندگی تو

الدُّنْيَا ۖ أَلَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۖ

موت کہیں تھا ہے اور بیک آخرت کا گھر متقی کے لیے بہت اچھا ہے، پھر

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لِيَحْزُنَكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ

کیا تم عقل سے کام نہیں لگے ۵ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں کہتے ہیں ان آپ نہیں سمجھتے ہیں،

لَا يَكْذِبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ

در اصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے ۵ عام تر اندر کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ۵ آپ سے پہلے

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبِرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا ۚ وَادُّوا حَتَّىٰ

پہلے تھے ہی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی سو انہوں نے اس تکذیب اور ایذا رسانی پر صبر کیا ۵ حتیٰ کہ

أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۖ وَلَا مَبْدَلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۖ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ

ان کے پاس ہماری مدد پہنچی اور اندر کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے، اور جب آپ کے پاس رسولوں کی

نَبَايِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۴﴾ وَإِنْ كَانَ كِبَارُكَ إِعْرَاضَهُمْ فَإِنْ

خبریں آپ کی ہیں ۵ اور اگر ان لوگوں کی بے اعتنائی آپ پر دشمنانہ ہے تو آپ اگر زمین میں کوئی

اسْتَطَعْتَ أَنْ تُبَدِّلَنِي نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ

سربلگ یا آسمان میں کوئی سڑکی تلاش کر سکتے ہیں تاکہ ان کے پاس (ان کا مطلب، پہرہ لے آئیں

فَتَأْتِيَهُمْ بَايَةٌ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ

(آرے آئیں) اور اگر خدا چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، (قرآن کا مطلب) ۱) آبروریزی والوں

مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۵﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ

میں سے نہ بول سکتا ۵ (وہات اہم کہ) موت دی وہی قبول کرتے ہیں جو (تجربے سے) سنتے ہیں اور مردہ (لوگوں کو

يَبْعَثُ اللَّهُ لَكُمْ آيَةً يُرْجِعُونَ ﴿٣٧﴾ وَقَالُوا لَا تَنْزِلَ عَلَيْهِ

آیہ اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرت لڑائے جائیں گے ۵ اور انہوں نے کہا اس رسول پر اس کے رب کی طرف

آیہ مِّنْ تَرَائِهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَكِنَّ

سے کوئی (مطویر) جو لوگوں میں نازل کیا گیا، آپ کہیے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ (ان کو سحر) سمجھ نہ دے، لیکن ان کے

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾

اکثر لوگ نہیں جانتے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سب تک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو محکم یا حتیٰ کہ جب ان کے پاس اہلک قیامت آپہنچی تو کہیں گے 'ہائے افسوس! ہماری اس تصویر جو اس بارے میں ہم سے ہوئی اور وہ اپنی دھنوں پر (اپنے گناہوں کا) جو جو اٹھائے ہوئے ہوں گے' سنو! وہ کیا برا جو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (الانعام: ۳۱) منکرین قیامت کے خسارہ کا بیان

اس آیت میں بھی ان کافروں کے احوال بیان فرمائے ہیں جنہوں نے قیامت کا دور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کیا، ان کا ایک حل یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے نقصان اٹھایا اور دوسرا حل یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی دھنوں پر اپنے گناہوں کا جو جو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اس نقصان کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو امعاء جسمانی اور عقل و فکر کے ساتھ بھیجا تاکہ انسان اپنی قوت عملیہ اور قوت عقیدہ سے نفع حاصل کرے اور وہ نفع ہے اخروی نعمتوں کا اور غیر عقلی اجرو ثواب کے حصول کا اور یہ نفع اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر پیچھے کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جب کافر اللہ اور اس کے رسول پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے تو ان کو اخروی نعمتوں کا نفع حاصل نہیں ہوا امور کفر اور معصیت کی وجہ سے ثواب کے بجائے عذاب کے مستحق ہوئے۔ جن کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ وہ اپنی دھنوں پر گناہوں کا جو جو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس نقصان کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی معلومت کا مکمل یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اس کی مہلت میں مشغول رہے اور دنیا کی دلفریبیوں اور عیاشیوں سے خود کو بے غفلت رکھے اور ہر قسم کے گناہوں سے اپنے آپ کو باز رکھے اور جو محض قیامت کا دور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا سحر ہو گا وہ اخروی زندگی کے لیے کسی زائد و کمزور چیز نہیں کرے۔ گناہ اس کے برعکس وہ شہوت اور غضب کے نقصان میں ڈوب کر اپنے گناہوں کے جو جو میں مصروف رہتا رہے گا حتیٰ کہ جب اس کے پاس قیامت آپہنچی تو وہ کہے گا 'ہائے افسوس! میری اس تصویر جو قیامت کے حلقہ بچھ سے ہوئی دور آتا ہے کہ وہ اپنی دین پر گناہوں کا جو جو اٹھائے ہوئے ہو گا وہاں کیا برا ہو گا۔

دور قیامت کو ساعت اور اللہ سے ملاقات کا دن فرمانے کی توجیہ

اس آیت میں قیامت کو ساعت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ قیامت ایک ساعت میں واقع ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حساب و کتب بھی ایک ساعت میں ہو گا اور قیامت ایک ساعت حساب ہے۔



صحیح مسلم کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمہارا خیال ہے وہ بات تمہیں ہے لیکن جب چلیاں اوپر کی طرف چڑھ جائیں اور جب سانس سیدھی اکٹرنے لگے اور جسم پر لرزہ طاری ہو اور انگلیوں میں قطع ہو جائے اس وقت جو اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھنے کو اللہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اس وقت اللہ سے ملاقات کو پسند کرے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خوشی اور ناخوشی نزع روح کے وقت مستتر ہوتی ہے۔ اس وقت ہر انسان کو یہ خبر دے دی جاتی ہے کہ اس کا کیا انجام ہے؟ اور آخرت میں اس کے لیے کیا تیار کیا گیا ہے؟ اور اس کا اخروی مفائد اس کے لیے کھنکھ کر دیا جاتا ہے۔ ایک لوگ سوچ کر اللہ سے ملنے کو پسند کرتے ہیں تاکہ ان انصاف کی طرف منتقل ہو جائیں جو ان کے لیے تیار کیے گئے ہیں اور اللہ بھی ان کو پسند کرتا ہے تاکہ ان پر اپنا انعام اور اکرام فرمائے اور بدکار لوگ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کو پتا چل جاتا ہے کہ ان کو عذاب کی طرف دھکیلا جائے گا اور اللہ بھی ان سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور ان کو اپنی رحمت اور اپنے عفو و کرم سے دور رکھتا ہے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۴۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں عموماً قیس سے روایت کیا ہے کہ مومن جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا نیک عمل حسین صورت اور قیس خوشبو میں اس کا استقبال کرے گا اور اس سے کہے گا کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا نہیں البتہ تمہاری خوشبو بہت نیک ہے اور تمہاری صورت بہت حسین ہے۔ وہ کہے گا تم بھی دنیا میں اسی طرح تھے میں تمہارا نیک عمل ہوں میں دنیا میں بہت عرصہ تم پر سوار رہا آج کے دن تم مجھ پر سواری کرو اور یہ آیت پڑھے گا جس دن ہم متفقہ کو زمین کی طرف بلور وقت جمع کریں گے (مریم ۸۵) اور کافر کا عمل نجات دہی صورت اور بدکار کے ساتھ اس کا استقبال کرے گا اور اس سے کہے گا تو دنیا میں اسی طرح تھا میں تیرا رمل ہوں۔ تو دنیا میں بہت عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سواری کروں گا۔ پھر یہ آیت پڑھے گا اور وہ اپنی چیخوں پر (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ سنو وہ کیا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (الانعام ۳۲) (جامع البیان ۲/۲۷۷ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے اور بے شک آخرت کا مکر متحین کے لیے بہت اچھا ہے پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لو گے۔ (الانعام ۳۲)

آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط۔

جو لوگ قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے منکر تھے ان کے نزدیک دنیا اور اس کی رہنمائی اور دنیا کی راحتیں اور لذتیں بہت بڑی چیز تھیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دنیا کا فیس اور ٹھکانا اور اس کا ریک اور بے وقت اور بے مال ہو ثابت کیا اور چونکہ یہ دنیا آخرت کی سعادتوں اور کامیابیوں کا سیلہ اور ذریعہ ہے اس لیے اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً دنیا کی زندگی مذموم نہیں ہے بلکہ کافر کی زندگی مذموم ہے اور مومن چونکہ نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اس لیے اس کی زندگی کو مذموم نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے اور دنیا کی زندگی مطلقاً مذموم ہے اور دنیا سے مراد دنیا کی لذتیں اور راحتیں ہیں اور جس طرح انسان کھیل تماشے میں مشغولیت سے جب فارغ ہوتا ہے تو وہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ اگر اس وقت کو کسی نیک کے کام میں گزارا ہو تو زیادہ بہتر ہوتا اسی طرح دنیا کی لذتوں سے جب انسان فارغ ہوتا ہے تو وہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ اگر یہ وقت کسی عبادت میں صرف کیا ہو تو زیادہ اچھا ہوتا۔

دنیا کی زندگی کو مذموم قرار دینے کی وجوہات

دنیا کی زندگی کو مذموم قرار دینے کی حسب ذیل وجوہات ہیں:



- ۱۔ لودوب کی مدت کم ہوتی ہے اور مدت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی بھی کم ہوتی ہے اور جلد ختم ہو جاتی ہے۔
- ۲۔ لودوب عموماً کسی فریب پر جتی ہو تا ہے۔ اسی طرح انسان دنیا کی زندگی کو بھی کسی فریب کے سارے گزارتا ہے۔
- ۳۔ عموماً بچے اور جوان اور عاقل لوگ لودوب میں اشتغال کرتے ہیں اور سنجیدہ اور نصیحتہ لوگ لودوب میں زیادہ مشغول نہیں ہوتے۔ اسی طرح دنیا کی لذتوں اور وفیر چیزوں میں بھی جاہل اور عاقل لوگ مشغول رہتے ہیں اور جو عقل مند اور ذریک لوگ ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ دنیا اور اس کی لذتیں فانی ہیں۔ لہذا وہ فانی کی بہ نسبت باقی رہنے والی نعمتوں کے حصول کی جدوجہد میں مشغول رہتے ہیں۔

دنیا کے بے وقعت ہونے کے متعلق احادیث

حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن مسیان بن ابی الدینا سنہ ۸۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مسروق بن شداد جرحہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواروں کی ایک جماعت میں جا رہا تھا اچانک آپ ایک جگہ سے گزرے جہاں بکری کا (مرود) بچہ پڑا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ جب اس کے مالکوں نے اس کو پھینکا ہو گا تو یہ ان کے نزدیک بے وقت ہو گا۔ مجاہد نے کہا اس کے بے وقت ہونے کی وجہ سے ہی انہوں نے اس کو پیٹ کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ جس قدر یہ بکری کا مرود بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک بے وقت ہے اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقت ہے۔

(مسودہ رسائل ابن ابی الدینا ج ۲، ذم الدینا، رقم الحديث: ۲، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحديث: ۲۲۲۸، سنن دارمی ج ۲، رقم الحديث: ۴۳۴۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۳، مسند احمد ج ۲، رقم الحديث: ۸۳۰۵، حوالہ الفکر، طبع جدید، مسند احمد ج ۲، ۳۸۸، ج ۲، ص ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، حوالہ الفکر، طبع قدیم)

حضرت سلمان فارسی جرحہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سو من کا قید خانہ ہے اور کافی جنت ہے۔

(ام الدینا، رقم الحديث: ۳، صحیح مسلم، الترغیب والترہیب ج ۲، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحديث: ۲۲۲۸، صحیح ابن ماجہ، رقم الحديث: ۸۸۷، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۳، مسند احمد ج ۲، ص ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰

عذاب ہو گا۔ (زم فدیۃ) مطبوعہ مکتب الشیخۃ، بیروت (۱۳۳۵ھ)

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے ہاتھ پر خرقہ کا خوف نہیں ہے، لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کھلے کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کھلے کر دی گئی تھی" سو تم دنیا میں اس طرح رغبت کو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح وہ ہلاک ہو گئے تھے۔

(صحیح ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۵۸۸، صحیح مسلم، ج ۴، رقم الحدیث: ۴۶۹۱، سنن ترمذی، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۷۰، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۹۷۷، مسند احمد، ج ۳، ص ۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشان آپ کی جلد پر نقش ہو گئے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ہاتھ بپ نہ آئیں، اگر آپ ہم کو اجازت دیں تو ہم چٹائی کے اوپر کوئی چیز بچھا دیں جس سے آپ کی جلد محفوظ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے؟ میری اور دنیا کی مثل یہ ہے جیسے کوئی سوا کسی درست کے سامنے میں بیٹھے پھر سامنے کو ترک کر کے سڑ شروع کر دے۔"

(سنن ترمذی، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۹، مسند احمد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ ہم نے کیا یا رسول اللہ! اللہ ہم حیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "بنت نہیں ہے لیکن اللہ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ تم سر اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور پیٹ اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور موت اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ سے اس طرح حیا کی جو حیا کرنے کا حق ہے۔" (سنن ترمذی، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۱، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۵۹)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کا مقصد دنیا ہو اللہ اس کے معاملات و دگرگوں کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر کر دیتا ہے اور دنیا سے اس کو دیر چڑھتی ہے جو اس کے لیے مفید نہ ہوتی ہے اور جس شخص کی نیت آخرت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملات جمع کر دیتا ہے اور اس کا دل مستغنی کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۵، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تمام غلغات کو صرف آخرت کا حصہ بنادیا اللہ اس کو دنیا کے انکار سے کھلی ہو گا اور جس شخص کے تمام انکار دنیا کے معاملات کے متعلق ہوں اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ وہ کس دینی میں ہلاک ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر ہو یا راستہ پار کرنے والے ہو اور اپنے آپ کو اہل قہر میں سے شمار کرو۔

(سنن ترمذی، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۳، صحیح ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۵۸۸، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۵، صحیح ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۵، سنن ابی نعیم، ج ۳، ص ۳۸)

حضرت سل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی وقت چھرے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو اس سے ایک گھونٹ بھی نہ پلات۔

(سنن ترمذی، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۷، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۱۰، حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۳۰۳، ج ۸، ص ۲۹۰)

حضرت سہیل بن سعد السعیدی چہیز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کو میں کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دنیا میں بے رنجی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے بے رنجی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۴۷۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۵ھ)

حضرت علی چہیز نے فرمایا دنیا جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے فرزند ہیں۔ سو تم آخرت کے فرزند بنو دنیا کے فرزند نہ بنو۔ آج عمل ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہو گا اور عمل نہیں ہو گا۔

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب فی الاصل والولد)

حضرت ابو سعید خدری چہیز بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور قیامت تک واقع ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر اس کی ہم کو خبر دی اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور اس کو بھلا دیا جس نے بھلا دیا اور آپ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تم کو دنیا میں فیض بنانے والا ہے پھر وہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو اس نوا تم دنیا سے پرہیز کرو اور حوروں سے پرہیز کرو (مسلم کی روایت میں ہے) کیونکہ جو اسرائیل کا پہلا قتلہ حوروں میں پراہوا تھا اور آپ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ جس شخص کو حق کا علم ہو جائے تو لوگوں کا دین اس کو حق بیان کرنے سے باز نہ رکھے۔ حضرت ابو سعید خدری نے لگے اور کہا ہم نے کئی چیزوں کو دیکھا اور ہم دیکھا میں آگئے۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۲۸۸۸ صحیح مسلم 'کتاب الاذکار' ج ۱۱ '۴۷۳۷' سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۰۰۰ صحیح ابن ماجہ 'ج ۸' رقم الحدیث: ۳۳۳۱ مسند احمد 'ج ۲' رقم الحدیث: ۱۳۳۸)

حضرت قتادہ بن انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ کسی بندے سے محبت کرنا ہے تو اس کو دنیا سے بچاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص استعمام کے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔

(سنن ترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۲۰۳۴ سنن ابو داؤد 'رقم الحدیث: ۳۸۵۶ سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۳۲) دنیا کے مال کو انسان اگر بیش و محسوس اور بے شمار خواہشات کو پورا کرنے میں صرف کرے تو پھر دنیا اور دنیا کا مال مذموم ہے اور ان اعلیٰ کا بھی عمل ہے اور اگر دنیا کے مال و دولت کو دین کی سہلندی، تبلیغ دین، اسلام کی نشر و اشاعت اور ضرورت مندوں کی مدد پر صرف کرے اور حج اور عمرہ کرے 'قریبی' ذکوہ اور صدقات لوار کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرے اور نیکی اور خیر کے راستوں میں مل کر شریعت کے 'تو پھر دنیا کا مال و دولت بہت سہاگ اور مستحسن ہے۔

نیکی کی راہ میں صرف کرنے کی نیت سے مال دنیا کا استحسان

امام مسلم بن حجاج قسوسی حنفی ۳۷۸ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا صرف دو مقصود پر حسد (ارتکاب) کرنا مستحسن ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن دیا ہو اور وہ دن رات قرآن کے ساتھ قیام کرے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ دن رات اس مال کو (نیکی میں) خرچ کرے۔

(صحیح مسلم 'سفرین' ۳۲۱ (۸۵۵) صحیح بخاری 'ج ۸' رقم الحدیث: ۵۵۹۸ سنن ترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۱۳۳۳ سنن کبریٰ لسانی 'ج ۵' رقم الحدیث: ۸۰۷۷ سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۰۹ مسند احمد 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جیدہ مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۵، دار الفکر طبع قدیم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صرف دو فضول پر حمد (ارشاد) کرنا مستحسن ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے بل دیا ہو اور وہ اس کو حق کے راستوں پر خرچ کرنا ہو اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت (علم دین) عطا کیا ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرنا ہو اور تعلیم دے۔

الحج مسلم 'سافرن' ۳۸۱ (۸۷۷) صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث ۵۸۰۰ سنن کبریٰ للنسائی ج ۲ رقم الحدیث ۵۸۳۰ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۲ ج ۴ ص ۸۸ ج ۵ ص ۱۰۵ طبع قدیم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اصحاب ثروت اور دولت مند لوگ بلند درجات اور دائمی نعمتوں کو لے گئے۔ آپ نے فرمایا وہ کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں، اور روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں، اور ہم صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے۔ اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس کی وجہ سے تم ان کے درجہ و پلہ کو پاؤ، جنہوں نے تم پر سبقت کی ہے اور اس کی وجہ سے تم اپنے بعد والوں پر بھی سبقت کرو گے اور تم سے کوئی شخص افضل نہیں ہوگا۔ ہوا اس کے جو تمہاری طرح اس کلمہ کو کہے۔ انہوں نے کہا میں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اکبر اور الحمد للہ پڑھو۔ فقراء مہاجرین پھر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارے بل دار بھائیوں کو بھی ان تمیزات کا پتہ چلی گیا؟ اور وہ بھی ہماری طرح یہ تمیزات پڑھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم 'سافرن' ۳۲۲ (۵۸۵) ۳۲۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے بل و دولت کو اللہ کا فضل قرار دیا اور اس کی تائید اس آیت کریمہ میں بھی ہے:

فَبِأَذْقُمُكَ الصَّلَاةَ فَانْتَضِرُوا فِي الْأَرْصِ وَ  
اِسْتَعْوِا مِنْ قَبْلِ اللَّهِ (الحجۃ: ۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمسایہ سب سے زیادہ غلام دار تھے۔ اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ غلام مسد کے بھائی ہر قاضیہ مہر کے سامنے جو بدیلہ کا لفظ تھا، رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں خوش رائے پائی پیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے، جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ نہ کرو۔ (اکل عرفہ: ۱۳) تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ نہ کرو اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ غلام ہر قاضیہ ہے اور یہ اللہ کی رگوں میں صدقہ ہے۔ میں اللہ کے پاس اس کی نیکی اور ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ اس کو چلیں چاہیں صرف کریں۔ آپ نے فرمایا چھوڑو یہ بل قطع آ رہا ہے، یہ بل قطع آ رہا ہے۔ تم نے اس کے متعلق جو کہا وہ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ بل اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ پھر حضرت ابو طلحہ نے یہیر مارا اپنے رشتہ داروں اور غم زدوں میں تقسیم کر دیا۔

الحج مسلم 'ذکوة' ۳۲۲ (۹۸۸) صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث ۱۳۶۷ سنن کبریٰ للنسائی ج ۲ رقم الحدیث ۱۱۰۶۶

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے۔ آپ اس کے حق میں اللہ سے دعا کیجئے، آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! اس کے دل اور لولا کو زیادہ کر اور اس کو جو کچھ عطا فرمائے، اس میں برکت دے۔

(صحیح مسلم، فضائل صحابہ، ۳/۱۳۱، ۳۸۱، ۳۸۲، صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۸، سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۸۵۳)  
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے عطا فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ محتاج کو دیجئے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے بل عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دیجئے۔ آپ نے فرمایا اس کو لے لو، جب تمہارے پاس بل آئے در آنحائیکہ تم اس پر حریص ہو، نہ اس کا سوال کر رہے ہو تو اس بل کو لے لو اور جو بل اس طرح نہ ہو اس کے درپے نہ آؤ۔

(صحیح مسلم، زکوٰۃ، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳، سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۲۶۰۸)  
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا، آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا، میں نے پھر سوال کیا آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا پھر آپ نے فرمایا یہ بل سرسبز اور ششہا ہے۔ جو شخص اس بل کو استثناء نفس سے لے گا، اس کو اس بل میں برکت دی جائے گی اور جو شخص حریص ہو کر اس بل کو لے گا، اس کو برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو کھانا ہے اور سیر نہیں ہو تا اور لوہا والا ہتھکڑی سے بستر ہے۔

(صحیح مسلم، الزکوٰۃ، ۹۱، ۹۲، ۹۳، صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳، سنن ترمذی، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳، سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۲۳۰۰، سنن کبریٰ للعلانی، رقم الحدیث: ۲۳۰۰، مسند احمد، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۳، صحیح ابن حبان، ج ۸، رقم الحدیث: ۳۳۰۰، التلمیح للکبیر، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۰۸۰، مسند عبد الرزاق، رقم الحدیث: ۲۰۰۱، سنن کبریٰ للعلانی، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۰۰)

دنیا کی محبت مطلقاً مذموم نہیں ہے

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مطلقاً دنیا مذموم نہیں ہے۔ البتہ اگر بل دنیا کو بھارت خواہشات کے پورا کرنے میں خرچ کیا جائے تو یہ لائق طاعت اور مستوجب عذاب ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے محبت کرنا اور ان سے دل لگا بھی مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کی چیزوں سے غور توں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے اور میری آنکھوں کی فحشک نماز میں ہے۔

(سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۹۹۹، مسند احمد، ج ۳، ص ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، طبع قدیم)  
بلکہ ممنوع اور مذموم یہ ہے کہ انسان دنیا کے حصول کو ہی مقصد حیات سمجھ لے، جبکہ مقصد آخرت ہے اور دنیا اس کے حصول کا وسیلہ اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہے یا بعد دنیا کی رعیتوں اور دل فریبوں میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل ہو جائے۔ انسان اپنے لیے، اپنے دل باپ اور اپنے اہل و عیال کے لیے رزق حلال کی جستجو کرتا ہے اور اپنے رشتہ داروں اور دیگر انسانوں کے ساتھ جو الفت اور محبت کے ساتھ پیش آتا ہے اور ملک و قوم کی فلاح کے لیے اور انسانیت کی خدمت کے لیے جو دنیا میں جگہ و دوڑ کرتا ہے، اور کھربائے انجام دیتا ہے ان تمام کاموں میں حسن نیت کی بنا پر اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بشارتوں کے مطابق اجر و ثواب ملے گا اور یہ تمام کام طاعت اور عبادت میں شامل ہیں اور جس وجہ سے دنیا

کی خدمت کی گئی ہے یہ کلام اس میں داخل نہیں ہیں۔  
لو ولعب کے معنی کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف لو ولعب ہے۔ اس لیے ہم لو ولعب کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ حسین بن محمد راقب اصغری صوفی ص ۵۵۵ کو کاسمی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
جس چیز میں مشغولیت کی وجہ سے انسان اپنے مقصود سے غافل ہو جائے اس کو لو کہتے ہیں۔ دنیا کی زیب و زینت مثلاً عورتوں اور بچوں کو بھی لو ولعب کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے انسان اپنے مقصود سے غافل ہو جاتا ہے۔  
قرآن مجید میں ہے:

أَلْهَيْكُمْ التَّكَاثُرُ ۚ حَتَّىٰ زِلْتُمُ الْمَقَاصِرَ ۚ  
(التكاثر: ۲-۳)  
مَا يَأْتِيهَا الْبُيُوتُ أََمْوَالُكُمْ وَأَمْوَالُهُمْ لَا  
أُولَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ (المنافقون: ۹)  
لِيَجْزِيَ عَنْهُمْ أَجْرَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ  
يَوْمَ تَأْتِي السُّحُبُ بِالْمَاءِ ۚ فَيَكُونُ أَمْوَالُهُمْ  
أَمْوَالًا مَّزْجِيًّا ۚ (النور: ۳۴)  
ان آیات میں اولاد مال و دولت اور تجارت میں مشغول ہونے سے مطلقاً منع نہیں فرمایا بلکہ اس حد تک اشتغال سے منع فرمایا ہے کہ انسان نماز اور دیگر عبادات سے غافل ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر آیات میں تجارت اور مال جمع کرنے کی اجازت دی ہے:

لِيَشْهَدُوا مَنَاصِبَ لَهُمْ (الحج: ۳۸)  
(دع ج کے لیے میں گئے) تاکہ اپنے فائدے کے مقامات پر حاضر ہوں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَسْعَوْا فَضْلًا تَرَىٰ  
رَبَّكُمْ (البقرہ: ۲۸۸)  
(آج کے دوران) اپنے رب کا فضل (مردہ) تلاش کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(المفردات ص ۳۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الرضویہ "ایران" ۱۳۶۳ھ)

لعب کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ راقب اصغری لکھتے ہیں:

لعب اصل میں لعب ہے یہ لفظ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب نہ سے لعب بننے لگے اور جب کسی شخص کا فضل بغير قصد کے واقع ہو تو اس کو لعب کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۳۵۵ مطبوعہ ایران)

علامہ ابن الاثیر المجری البزرجی ص ۶۶۶ لکھتے ہیں:

لعب کا معنی ہے لڑائی میں کوئی کام کرنا۔ حدیث میں ہے کہ میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا مسکن بطور ذائقہ مجیدگی سے نہ لے یعنی وہ اس کا مسکن اس کو تنگ کرنے کے لیے لیتا ہے اور چوری کا ارادہ نہیں کرتا لیکن اس کو لذت پہنچانے کا بیچیدگی سے ارادہ کرتا ہے۔ سو یہاں نہ کہہ اور جو شخص غفلت اور بے فائدہ کام کرے اس کو بھی لعب کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے ہم سندر میں

مذکور ہے تھے جب موسیٰ جو ش سے اٹھ دی جس اور ایک ملکہ موسیٰ کے ساتھ لب کرتی رہیں یعنی مومنوں نے ان کو اس طرف نہیں جانے دیا جس طرف وہ جانا چاہتے تھے (تفسیر ج ۳ ص ۲۵۴-۲۵۵ مطبوعہ ایران ۱۳۶۷ھ)  
اور وہ لب کو لب کا ترجمہ کھیل تھانے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ہم نے لب کو جو معنی بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ مائل کرنا  
اور لب کا خلاصہ یہ ہے مقصد اور بے قاعدہ کام کو کھیل اور تھانے کا قاعدہ ہو تا ہے اور اس میں مشغول ہونے کی  
وجہ سے انسان مہلوت اور کئی اہم کاموں سے مائل ہو جاتا ہے اس لیے کھیل اور تھانے کو لب کہتے ہیں۔

### کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کے احکام

ہر کھیل تماشائے مصلحت اور حرام نہیں ہے بلکہ جو کھیل تماشائی غیر شرعی امر یا مشغل ہو مثلاً غیر محرم مردوں اور  
عورتوں کا اختلاط ہو یا انہی مرد و عورتوں کے سامنے یا انہی مردوں کے سامنے تماشائے کھیل یا نینس یا رقص  
کریں یا کسی کھیل میں کھیلنے والوں کا ستر کھلا رہے تو ایسے کھیل منع ہیں یا جس کھیل میں جانہیں سے شرط لگائی جائے کہ جو فرق  
بھی کھیل میں ہار گیا وہ جیتنے والے کو اتنی رقم دے گا یا ملاں جڑے گا یا ملاں جڑے گا۔

یا کسی کھیل میں اس قدر اشتغال کیا جائے جس سے فرائض اور واجبات ترک ہو جائیں تو وہ کھیل جائز نہیں ہیں۔

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف تین چیزوں میں ہے کسی شخص کا اپنے  
گھوڑے کو سدھانا کسی شخص کا اپنی بیوی سے دل گلی کرنا اور کسی شخص کا ستر ادا کرنا۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۳۵۸۰ سنن ابی داؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۲۵۱۳ سنن احمد ج ۳ ص ۱۳۶)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت جیشی نبی ﷺ کے پاس مسجد میں کھیل رہے تھے حضرت عمر داخل  
ہوئے اور انہوں نے ایک نکری اٹھا کر انیس ماریں آپ نے فرمایا اے عمر ان کو چھوڑ دو۔

(صحیح البخاری ج ۳ رقم الحدیث: ۲۹۰۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے  
اور جیشی رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔ آپ مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے لیکن میں ان کے  
کھیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہے حتیٰ کہ میں خود وہیں مڑی۔ سو تم اندازہ کرو کہ ایک کم عمر  
کھیل کی شوقین لڑکی نے کتنی دیر کھیل دیکھا ہو گا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱ (۸۹۲) ۲۰۲۹ ۲۰۳۰ صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث: ۲۵۰۰ سنن ابی داؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۲۵۱۳)

حدیث میں ہے کہ عید کے دن جیشی مسجد میں آکر رقص کر رہے تھے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علامہ نے اس حدیث کو  
اس پر محمول کیا ہے کہ جیشی اپنے ہتھیاروں کے ساتھ آجمل کوڑ رہے تھے اور اپنے جنگی آلات کے ساتھ کھیل رہے تھے اور ان  
کا یہ کھیل رقص کے مقابلہ تھا یہ کہ اکثر روایات میں ہتھیاروں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے۔ اس لیے اس حدیث کی ایسی تویل کی  
جائے گی جو باقی احادیث کے موافق ہو۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں 'حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم' کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت زید سے فرمایا تم میرے مولیٰ (آنو کو وہ نظام) ہو تو وہ ایک ٹانگہ پر رقص کرنے لگے اور حضرت جعفر سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت کے مقابلہ ہو تو وہ حضرت زید کے پیچھے ایک ٹانگہ پر رقص کرنے لگے۔ پھر مجھ سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تو میں حضرت جعفر کے پیچھے ایک ٹانگہ پر رقص کرنے لگے۔

(مسند احمد 'ج' ۱، ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر، مطبع قدیم، مسند احمد 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۸۵، مطبع دار الحدیث، قاہرہ ۱۳۱۶ھ)  
علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد 'ج' ۱، ص ۵۳، مطبع قاہرہ)  
حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی حنفی ۵۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت علی کی روایت سے مسند احمد میں ہے۔ اسی طرح المذاہری مرحل روایت میں ہے کہ حضرت جعفر بن محمد کے گرد پھر لگنے لگے۔ نبی محمد نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے بیٹوں کو دیکھا ہے وہ اپنے باپ شاہوں کے سامنے اس طرح کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ ہمیشہ جب اپنے اصحاب میں سے کسی سے خوش ہوتا تو اس کے گرد کھڑے ہو کر ایک ٹانگہ پر رقص کرنے لگتے۔ حدیث میں حرجل کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے ایک ٹانگہ پر کھڑے ہو کر حرجت مخصوصہ کے ساتھ رقص کرنا اور حضرت علی کی حدیث میں مذکور ہے کہ تینوں نے اس طرح رقص کیا۔

(فتح الباری 'ج' ۱، ص ۵۰، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۱ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کو ایک انصار کے مو سے زلف (شادی) کے لیے تیار کیا۔ نبی محمد نے فرمایا اے عائشہ کیا تمہارے پاس کوئی لہو (کھیل) ہے؟ کیا تم انصار کو لہو اچھا لگتا ہے۔

(صحیح البخاری 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۵۱۲۲، مطبوعہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

عائشہ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو طلحہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک شادی میں گیا۔ وہیں بچیاں گارسی تھیں۔ میں نے کہا آپ دونوں رسول اللہ محمد کے بدوی صحابی ہیں اور آپ کے سامنے یہ ہو رہا ہے انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر گھاسنوں اور چاہو تو پیٹے جھوٹے ہیں شادی کے موقع پر لو کی اجازت دی گئی ہے۔ (مشن المصنف 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۳۳۸۳، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت ۱۳۳۳ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ابو سب کی بیٹی کے خولہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو سب کی بیٹی کی شادی ہوئی تو ہمارے پاس رسول اللہ محمد تشریف لائے اور فرمایا کیا کوئی لہو (کھیل) ہے؟

(مسند احمد 'ج' ۱، ص ۱۰۸، مطبع قدیم، مسند احمد 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۸۵، مطبع قاہرہ، لکھنؤ 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۵۵، ص ۲۵۸)

مجمع الزوائد 'ج' ۲، ص ۳۸۹

علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور علامہ ابن حجر نے تصحیح میں اس کی تصویب کی ہے۔

(مسند احمد 'ج' ۱، ص ۵۹، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۶ھ)

نبی محمد نے گھوڑے سواری کا مقابلہ کرایا، پھل دوڑ کا مقابلہ کرایا، آپ نے خود یہ کس نہیں دوڑ کے مقابلہ میں حصہ



لیا اسی طرح آپ نے رکعت سے کبھی بھی کہ ان تمام حدیثوں کو ہم نے صحیح طور سننے کے حوالہ سے (شرح صحیح مسلم ج ۲) میں بیان کیا ہے۔

غلام یہ ہے کہ ابوہریرہ مطلقاً منع نہیں ہے اور جب کوئی کھیل کسی غیر شرعی امر میں نہ ہو نہ اس میں شرط لگائی جائے نہ اس سے کوئی عبادت ضائع ہو تو غرض صحیح سے مناسب حد تک اس کا کھیلنا جائز ہے اور جب کسی کھیل میں زیادہ دلچسپی لینے کی وجہ سے انسان عبادت سے غافل ہو جائے تو وہ منع اور مذموم ہے۔

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے مناسب حد تک کھیل اور ورزش مستحسن ہیں۔ بعض لوگ کری پر بیٹھ کر دن رات بٹنے کھینے کا کام کرتے ہیں، ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا، جس سے ان کی توجہ نکل آتی ہے اور خون میں کلسترول کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر، دل کی بیماریاں مثلاً انجیانا، معده کا ضعف، کمیس اور الرود وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے جائز کھیلوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظانِ صحت کے لیے نہایت ضروری ہے، ہم اس سے پہلے پاؤں بیان کر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے مسلمانوں کی کرکٹ ٹیم کی کامیابی کے لیے دیکھ بھال کیا دیکھتے شیخ شہین رضا، صدر سوم، ص ۵۸-۴۸

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (۱) رسول کریم! ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو بائیں طے ہیں ان سے آپ تمکین ہوتے ہیں، دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے یہ ظالم تو اللہ کی آنکھوں کا انکار کرتے ہیں۔ (۲) انعام: ۱۳۳

شان نزول اور مناسبت

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جبکہ بدر کے دن انص بن شریق اور ابوہریرہ جل کی ملاقات ہوئی انص ابوہریرہ کو اس جگہ لے گیا جہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ابوہریرہ سے کہا: ابو القلم! مجھے یہ بتاؤ کہ (ایسا) محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے اور تمہارے سوا قریش کا اور کوئی فرد نہیں ہے جو ہماری باتیں سن رہا ہو۔ ابوہریرہ نے کہا: تم پر انصوس ہے یہ خدا (ایسا) محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ضرور صلیق ہیں اور (ایسا) محمد پیغمبر نے کبھی صحت نہیں بولا، لیکن جھنڈا کعبہ کی درہائی اور زمر کی سیل پہلے ہی بنو قیس کے پاس ہیں۔ اگر نبوت بھی وہ ہے مگر تو قریش کے پاس کیا باقی بچے کا کعبہ یہ آیت نازل ہوئی۔ دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے یہ ظالم تو اللہ کی آنکھوں کا انکار کرتے ہیں۔ ص ۱۱۱-۱۱۰

ثانیہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہ نے نبی پیغمبر سے کہا کہ ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے، لیکن آپ جو چیز لے کر آئے ہیں، ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ) اسباب النزول ص ۲۱۹-۲۱۸

مقاتل نے بیان کیا کہ یہ آیت حادث بن عامر کے حلق نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے سامنے نبی پیغمبر کی تکذیب کرتا تھا اور جب گھروالوں کے ساتھ تھا ہوتا تھا (ایسا) محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہیں اور میرے نزدیک وہ صرف سچ شخص ہیں۔ (اسباب النزول ص ۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس سے پہلے آیتوں میں کفار کا رد کیا جا رہا تھا اور اس آیت میں بھی ان کا رد ہے۔ پہلے ان کفار قریش کا رد کیا جو توحید، نبوت اور قیامت کا انکار کرتے تھے۔ پھر ان کافروں کا رد کیا جو سیدنا محمد پیغمبر کی رسالت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ آپ بشر تھے

اور فرشتہ نہ تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تب بھی ہم اس کو امن کی صورت میں ہی بھیجے اور تم پر ہر اقتبلہ ہو جائے اور اس آیت میں امن کا لفظ لایا ہے جو نبی بھیجے گا اپنی باتوں سے ایذا پہنچاتے تھے۔ بعض آپ کو جو مانگتے تھے۔ بعض آپ کو جلد کر کے تھے اور بعض شاعر یا کلام یا مجنون کہتے تھے۔

### نبی بھیجے کی تسلی کی آیات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے کو کھڑکی کھڑکے اور امن کی دوسری دلی آواز باتوں کی وجہ سے تسلی دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ان سے آپ شکایت ہوتے ہیں۔ دراصل یہ آپ کی کھڑکے نہیں کرتے یہ ظالم قرآن کی آیتوں کا ٹکڑا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی اور کئی آیتوں میں بھی نبی بھیجے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تسلی دی ہے:

فَلَمَّا كَذَبَتْ بَعْضُهُمْ أَمْرًا ظَاهِرًا لَّئِنْ لَمْ يَأْمُرْنَا بِهَذَا الْخَبْرِ لَآتَاكُمْ مِنْهُ لَوْ عَدَّ بَعْضُهُمْ أَمْرًا ظَاهِرًا ۚ فَمَا أَتَاهُمْ مِنْهُ لَوْ عَدَّ بَعْضُهُمْ أَمْرًا ظَاهِرًا ۚ فَمَا أَتَاهُمْ مِنْهُ لَوْ عَدَّ بَعْضُهُمْ أَمْرًا ظَاهِرًا ۚ

آپ ان کے پیچھے جان دے دیں گے۔  
ان پر ضرورت کی وجہ سے آپ کی جان نہ ہلی جائے۔

(ماطر: ۱۸)

کافروں کی باتوں پر صبر کیجئے اور ان کو خوش اسلوبی سے  
جھوڑ دیجئے اور ان بھٹانے والے مالداروں کو جھوڑ پر جھوڑ  
دیجئے اور ان کو قہور کی سی مسرت دیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ورثہ ہے: آپ سے پہلے بھی کتنے ہی عظیم رسولوں کی کھڑکے کی گئی سوائسوں نے اس کھڑکے اور ایذا  
رسانی پر صبر کیا۔ حتیٰ کہ ان کے پاس ہماری مدد آچکی اور اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور بے شک آپ کے پاس  
رسولوں کی خبریں آچکی ہیں۔ (الانعام: ۳۳)

اس آیت میں نبی بھیجے کو دوبارہ تسلی دی گئی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مخالفوں اور کافروں کی ایذا راستوں پر صبر کرنا انبیاء  
سابقین عظیم السلام کا طریقہ ہے اور نبی کو چاہیے کہ ان کی بے ہودہ باتوں سے اعراض کرے اور امن کی آیتوں پر صبر کرے۔  
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَاصِرٌ كَمَا صَبَرُوا لَوْلَا الْعَصْرُ مِمَّا نَسُوا ۚ

سو آپ صبر کیجئے جیسا کہ امت والے رسولوں نے صبر کیا

(الاحقاف: ۳۵) قلا۔

اس قسم کی آیات سے نبی بھیجے کو بار بار تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کی حکمت یہ ہے کہ صبر کرنے سے صواب کو  
برداشت کرنا آسان ہو جائے اور صبر کے اندر رحمت کے نزول اور کشمکش کے حصول کی ثبات ہے:

فَيَا أَيُّهَا النَّبِيُّ صَبِرْ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ كَمَا كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّنْهُ لَآتَاكَ مِنهُ جَنَاحٌ ۚ

(الشراہ: ۵۶) ساتھ آسانی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں، یعنی ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں  
کہ انبیاء سابقین کو لوگوں نے بھٹایا اور انہوں نے امن کے بھٹانے پر صبر کیا اور پھر رسولوں کے پاس اللہ کی مدد آچکی۔

رَبَّنَا لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ بِإِذْنِهِ ۚ فَصَبْرٌ قَسِيٌّ ۚ

زندگی میں ضرور مدد فرمائیں گے اور (آخرت میں) جس دن

کو لو کہڑے میں گئے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا  
الْمُرْسَلِينَ ۝ اَلَهُمْ لَكُمْ التَّصَوُّرُونَ ۝ وَانْ  
جَعَلْنَا لَهُمُ الْغُلُوبُونَ (الصفت: ۳۵)

عجب پائے والا ہے۔

اور عبادت اللہ پہلے فرمایا کہ اس کا کوئی بدلے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کہن لوگوں کی بے اعتدالی آپ پر دشوار ہے تو اگر آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں  
کوئی بیڑی تلاش کر سکتے ہیں، تاکہ کہن کے پاس (ہن کا مطلوبہ) مجرہ لے آئیں (تو لے آئیں!) اور اگر اللہ چاہتا تو کہن سب کو  
ہدایت پر جمع کر دیتا (تو اسے مطلوبہ) تو ہرگز نہ لوگوں میں سے نہ ہو جائے (الانعام: ۳۵)

شان نزول

بعض آثار میں ہے کہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس  
گیا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس اللہ کے پاس سے کوئی نشانی لائے جیسا کہ انبیاء سابقین علیہم السلام نشانیاں  
لائے تھے۔ پھر ہم آپ کی تحدیق کریں گے، اللہ تعالیٰ نے کہن کی مطلوبہ نشانیاں عطا فرمائے سے انکار فرمایا۔ تو انہوں نے نبی  
ﷺ سے منہ پھیر لیا، نبی ﷺ پر ان کا اعراض کرنا بہت دشوار ہوا، تاکہ آپ ﷺ اپنی قوم کے ایمان لانے پر بہت حرص  
رہے اور وہ جب بھی کسی نشانی کا مطالبہ کرتے تو کہن کے ایمان لانے کی طمع میں آپ کی یہ شدید خواہش ہوتی کہ وہ نشانی (مجرہ)  
نازل کر دی جائے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی ج ۸ ص ۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

زمین میں سرنگ بنانے اور آسمان پر بیڑی لگانے کے معانی اور تو جہیمات

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کو کہن لوگوں کا کلمہ بہت دشوار معلوم ہوتا ہے اور ان کی تکذیب بہت گراں محسوس  
ہوتی ہے اور اس سے آپ کو بہت رنج پہنچتا ہے تو اگر آپ زمین میں سرنگ بنا کر اس میں داخل ہوئے پر ہر دور وہاں بیڑی لگا کر  
آسمان پر چڑھنے پر ہر دور ہوں تو آپ ایسا کر لیں اور اگر آپ اس پر ہر دور نہیں ہیں تو پھر آپ پر لازم ہے کہ آپ ان کے خلاف غم و  
خسرہ کو برداشت کریں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور آپ کی نبوت اور دین اسلام کی حقانیت پر جو ماحول قائم کیے ہیں، صرف ان  
سے استدلال کریں اور کہن لوگوں میں غم و فکر کرنے کی اہلیت ہے کہن کو اس کی طرف متوجہ کریں جو اپنی عقل سے کام لینے  
کے بجائے بہت دھرمی پر قائم رہتے ہیں، کہن کی پروا نہ کریں۔

اس آیت کا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ اگر آپ کے خیال میں کہن کے ایمان لانے کے لیے آپ کا زمین میں سرنگ بنا کر  
چلے جایا یا آسمان پر بیڑی لگا کر چلے جانا کافی ہے تو آپ ایسا کر لیں اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کو یہ خیال ہے کہ اگر  
آپ زمین میں سرنگ بنا کر چلے جائیں یا آسمان پر بیڑی کے ذریعہ چڑھ کر کہن کا مطلوبہ مجرہ لائیں تو آپ ایسا کر لیں اور اس کی  
تائید ان آجوں سے ہوتی ہے:

وَقَالُوا لَنْ نَبْرُدَّ لَكَ عَنِ السَّمَوَاتِ  
الْأَرْضِ ۝ وَنَكُونُ لَكَ جَنَّةٍ مِّنْ جَنَّةٍ  
وَعَبْ قَتْمَجْرَ الْآتَمَرِ ۝ جَعَلْنَاهَا نَجْمًا ۝ أَوْ  
تُسْفِطُ السَّمَاءَ ۝ كَمَا رَعَيْتَ عَلَيْنَا مَثَلًا

اور کافروں نے کہا ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے  
حتیٰ کہ آپ امارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں یا  
آپ کے لیے بحوروں اور انجوروں کا کوئی باغ ہو پھر آپ  
اس میں پھرتے ہوئے دریا جاری کر دیں، یا جیسا کہ آپ نے کہا

أَوْ تَأْتِيَنِي بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَيْلًا ۖ أَوْ يَكُونُ  
لَكَ كَيْفٌ مِّن رَّحْمَتِي ۖ أَوْ تَرْفَعَنِي فِي السَّمَاءِ وَلَسَ  
نُؤْمِنُ بِإِذْعِكَ حَتَّىٰ تُنزِلَ عَلَيْنَا نَصْرَهُ ۖ  
قُلْ مُسْتَحَارٌّ لِّيَ هَلْ كُنتُمُ الْبَاشِرَآءُ ۖ

(مناسرا قیل: ۳۷)

آپ ہم پر آسمان کو ٹھوٹے ٹھوٹے کر کے گرا دیں یا آپ اللہ  
اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے چارے لے آئیں، آپ کا  
سولے لاکھ ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے  
آسمان پر چڑھنے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، حتیٰ کہ آپ  
ہم پر ایک کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں۔ آپ کئے ہمرا  
رب پاک ہے، میں صرف ایک ہر یوں اور اللہ کا رسول

ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے مواقع نبوت کے صدق پر بطور برحقان اور مجروح قرآن مجید نازل فرمایا اور یہ پہنچ گیا کہ اس میں  
نہ رد وہیں ہو سکتا ہے نہ اس کی کوئی نظیر لا سکتا ہے اور جب تمام دنیا اس پہنچنے سے عاجز ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن مجید کا مجروح ہو نا خوب ظاہر  
ہو گیا اور کفار کے لیے کسی عذر کی کوئی توجہ ناکش نہیں رہی، تو وہ لوگوں کو مغالطہ دینے کے لیے طرح طرح کی نشانیں طلب کرنے  
لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں نبی ﷺ سے یہ کہلایا کہ آپ کئے میں صرف جبرور رسول ہوں۔ یعنی میرا حکم اللہ  
کا پیغام پہنچانا ہے۔ وہ میں نے پہنچا دیا اور میری نبوت پر کسی شخص کے اطمینان اور یقین کے لیے جس قدر مجربات اور نشانیں  
ضروری ہو سکتی تھیں وہ سب میرے رب نے ظاہر فرمادی ہیں۔ اب یہ کافر جیل و جنت اور ہمت و دھڑی کے لیے عجیب و غریب  
مجربات طلب کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے مطلوبہ مجربات اس لیے عطا نہیں فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی نشانیں نہیں نازل  
فرماتا جس کے بعد عقل کی آزمائش کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کافروں کی پوری قوم کسی مجروح کی طلب پر  
اصرار کرے اور اس مجروح کے علوم کے بعد بھی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے اور نبی ﷺ کی نبوت  
کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا کہ اب ان پر عذاب نازل نہیں ہو گا پہنچ فرمایا

وَمَا كُنَّا اللَّهُ لِنُعْذِبَهُمْ ذَاتَهُمْ ۚ  
اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان کو عذاب دے اور انہیں ایک  
(الانفال: ۳۳) آپ ان میں سوجدہ ہیں۔

معجزہ نبی کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں کسی نشان اور مجروح کو ظاہر کرنا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے۔  
اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ کسی نشان اور مجروح کو ظاہر فرماتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو نبی ﷺ اپنی کوشش سے کسی مجروح کو ظاہر  
نہیں کر سکتے اور یہ بالکل برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو قدرت دی ہے کہ وہ اختیار عطا فرمایا ہے، لیکن اس قدرت اور  
اختیار کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہمدرد و عداوت ہیں، حتیٰ کہ جس کام کو اللہ نہ کرنا چاہے آپ اس کو کر سکتے  
ہیں۔ اس سلسلہ میں نہ یہ کہنا مطلقاً درست ہے کہ کوئی مجروح نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ یہ کہنا درست ہے کہ تمام  
مجربات نبی ﷺ کے اختیار میں ہیں۔ قرآن مجید نبی ﷺ کا مجروح ہے، لیکن اس کا نزول آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ  
تعالیٰ جب چاہتا ہے قرآن مجید کی آیات نازل فرماتا ہے۔ اسی طرح فیب کی خبریں دیتا آپ کا مجروح ہے، لیکن یہ آپ کے اختیار میں  
نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فیب پر مطلع فرماتا ہے تو آپ فیب کی خبریں دیتے ہیں اور بعض مجربات آپ کے اختیار میں ہوتے  
ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام فرماں سے نقل کیا ہے کہ بعض خصائص کی وجہ سے نبی عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور ان  
خصائص میں سے یہ ہے کہ جس طرح عام انسانوں کے اختیار میں افضل عطا ہوتے ہیں، اسی طرح نبی کے اختیار میں افضل غیر

علیہ (مجزات) ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری ج ۳ ص ۷۷ طبع لاہور) انبیاء العلوم ج ۵ ص ۵۳ طبع بیروت

نبی ﷺ نے اپنے غلبہ دہن سے کئی بیادوں کو شفا عطا فرمائی۔ (اختصار ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۴) آپ نے پانی کے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے فوارے کی طرح پانی جاری ہو گیا۔ (صحیح البخاری ج ۳ رقم الحدیث: ۴۶۸) سرکہ بدر میں جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ننگریوں کی ایک مٹی بھر کر کھدائی طرف پھینکی اور تین مرتبہ شاحت الوجہ فرمایا۔ اللہ کی قدرت سے ننگریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پڑے اور وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کے ایک پیٹھدار اور بن کی آنکھ نکل گئی (صحیح البخاری ج ۲ رقم: ۳۳۹)

نمایا ﷺ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا ابو شمرہ ہو چاہو شخص جو کوئی بھی تھا وہ ابو شمرہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم 'التوبہ' ص ۵۳) (۲۷۸۲) اس قسم کے معجزات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کو نبی ﷺ کی قدرت اور اقبال میں دے دیا تھا۔

جبر اہدایت نہ دینے کی حکمت  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر منع کر دیتا یعنی اگر اللہ تعالیٰ من کو جبراً مومن بنانا چاہتا تو ان سب کو مومن بنا دیتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے طور اس کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے دنیا میں خیر اور شر دونوں چیزوں کو پیدا کر دیا ہے اور شر کی ترغیب کے لیے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی تحریک کے لیے انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا اور انسان کے اندر بھی خیر اور شر کے دو محرک پیدا کیے۔ پھر انسان کو عقل سلیم عطا کی 'اب وہ خادعی اور داعلی تحریکات میں سے جس سے بھی متاثر ہو کر جو راستہ بھی اختیار کرنا ہے' خیر اور شر میں سے جس راہ پر چلنے کا فیصلہ کرنا ہے 'اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ از خود اس پر کوئی راستہ مسلط نہیں کرنا اور چونکہ خیر یا شر بندہ میں اسی کے اختیار میں پیدا کی جاتی ہے 'اس لیے اس اختیار کی وجہ سے اس کو جبراً یا سزا دی جاتی ہے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کو یہ بتایا گیا ہے کہ کھار کہ کو ہدایت نہ لانے کے لیے تمام دلائل کھول کھول کر بیان کیے جا چکے ہیں اور بہت سے معجزات اور نشانیوں دی جا چکی ہیں۔ اس کے باوجود وہ اپنی گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اب من کو ہدایت نہ لانے کی صرف یہی صورت رہ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ من میں جبراً ہدایت پیدا کر دے، لیکن یہ اللہ عزوجل کا طریقہ نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ از خود تمام انسانوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا۔ پھر کسی نبی اور رسول کو پیغمبر کی ضرورت ہوتی نہ کتاب اور صحائف نازل کرنے کی اور نہ معجزات اور نشانیوں پیش کرنے کی حاجت ہوتی اور رشد و ہدایت کا یہ حکمت پر مبنی نظام اور مربوط سلسلہ محبت اور بے کار ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (دعوت اسلام کو) صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو توجہ سے سنتے ہیں اور مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (الانعام: ۳۶)

کفار کو مردہ فرمانے کی توجیہ

جو لوگ آپ کی دعوت اور تبلیغ سے منہ موڑ رہے ہیں اور اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لارہے 'ان کے ایمان نہ لانے اور اعراض کرنے سے آپ دل برداشتہ اور مشغوم نہ ہوں 'کیونکہ آپ کے پیغام کو وہی لوگ توجہ سے سنیں گے جن کے کلاں کو اللہ عزوجل نے غور سے سننے کے لیے کھول دیا ہے اور ان کے لیے آپ کی اطلاع کو آسمان کر دیا ہے اور وہ لوگ

آپ کے پیغام کو توجہ سے نہیں سنیں گے جن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے گناہوں پر مہر لگا دی ہے۔ سو جب آپ ان میں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلائیں گے تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا جس طرح موشی اپنے چوہاؤں کی آوازوں کو سنتے ہیں اور ان کے مضموم کو نہیں سمجھتے، سو یہی ان کا حال ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الْفَرَسِ بَعُورٍ  
يُسْمَعُ الْإِدْعَاءَ وَبَدَأَ ضَرْبُكُمْ عُنُقَهُ  
فَهُمْ لَا يَتَعَفَّلُونَ (البقرہ: ۱۷۱)

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص ایسے کو پکارے جو بچ پکار کے سوا کچھ نہ سمجھے، ہرے کو گئے، اندھے ہیں، سودہ بکھ نہیں سمجھتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو سوئی (مردہ) فرمایا ہے، کیونکہ جس طرح مردے کوئی آواز سنتے ہیں نہ کسی پکار کا معنی سمجھتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے، اور نہ اس کی نشانیوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مخالفت سے باز آجائیں۔ قرآن مجید کی اور آیتوں میں بھی ان کو مردہ فرمایا ہے:

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الْقَبْرَ  
إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۚ وَمَا أَنتَ بِمُؤْنِسٍ  
الْمُتْسِمِينَ عَنْ صَلَاتِهِمْ ۚ إِنَّ تُسْمِعُ إِلَّا أَنْتَ يُؤْمِنُ  
رَبَّائِنَا فَهُمْ مُسْمِعُونَ (النمل: ۸۰-۸۱)

بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ قبروں کو سنا سکتے ہیں، جب وہ پیچھے ہٹ کر جا رہے ہوں اور نہ آپ انہوں کو ان کی گمراہی سے اور انتہے پر لانے والے ہیں، آپ صرف ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں، سو وہی سلطان ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنتَ بِمُحِيطٍ  
بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُتُوبِ (فاطر: ۲۲)

بے شک اللہ سنانا ہے جسے چاہے اور آپ قبرداؤں کو سنانے والے نہیں ہیں۔

ان کافروں کی آنکھیں ہمیں دیکھیں لیکن ان کو اندھا قرار دیا، ان کے کان تھے پھر بھی ان کو سہرا قرار دیا اور ان کی زبان تھی، اس کے باوجود ان کو گوتا قرار دیا اور یہ زندہ تھے، پھر بھی ان کو مردہ قرار دیا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک آنکھیں اس کی ہیں جو حجت سے آپ کا جلوہ دیکھے، کان اس کے ہیں جو حقیقت سے آپ کی بات سمجھیں، زبان اس کی ہے جو آپ کا کلام پہنچے، اور زندہ وہ ہے جو آپ کی غلطی میں زندہ رہے۔ جو آپ کی حجت سے جھٹلا کر مارا جائے، جو آپ کی خاطر سرکٹے تو اللہ کے نزدیک وہ مردہ ہیں، جو آپ کی غلطی میں رہے وہ زمین کے اوپر ہو، پھر بھی زندہ ہے اور زمین کے نیچے ہو، پھر بھی زندہ ہے اور جو آپ سے منحرف ہو اور آپ کا منکر ہو وہ زمین کے اوپر ہو، پھر بھی مردہ ہے اور زمین کے نیچے ہو، پھر بھی مردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا اس (رسول) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ (مطلوبہ) معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ کہتے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ (ان کا مطلوبہ) معجزہ نازل کر دے، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(الانعام: ۳۷)

کفار کی مطلوبہ نشانیاں نازل نہ کرنے کا سبب

یہ آیت متغیر قریش کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حلو اور سرکشی کی بنا پر نبی ﷺ سے کسی معجزہ اور نشانی کا سوال کرتے تھے۔ ورنہ اس سے پہلے بہت سی نشانیاں اور معجزے دیئے جا چکے تھے جو کسی منفرد معجزہ کے ایمان لانے کے لیے کافی تھے اور جن نشانوں کا یہ سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ ان کے نازل کرنے پر بھی قادر تھا، جیسا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ متعدد نشانیاں

ٹائل فرمایا تھا۔ مشافہان کے مقابلہ پر چاند کو شمع کیا کیا لیکن یہ مس کے بخود ایمان نہیں لائے۔ خدا ان کے مقابلہ کے موافق نشانیں ٹائل کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ ہر نشانی ٹائل ہونے کے بعد یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ سو واضح ہوا کہ یہ محض حلو اور ہمت دھرمی سے نشانیوں کو طلب کرتے ہیں۔ انکار ان کے اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اگر ان کے اجتماعی مقابلہ کے موافق کوئی نشانی ٹائل کر دی جائے تو یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر ایسا عذاب آئے گا جس سے یہ سب لمبا سبت ہو جائیں گے تو ان کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹائل نہ فرماتا اس حکمت پر مبنی ہے کہ وہ نہ اللہ تعالیٰ ان کا مقابلہ پر راکرے سے عاجز نہیں ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ بِمَا يَغِيظُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُنِمْ

اور زمین میں چھنے والا ہر پروردگار اور (فضائیں) اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر پروردگار تمہاری ہی مش غرق

أَمْثَلَكُمْ مَا قَرَضْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

ہے ہم نے کتاب (وہ کتاب) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا، پھر وہ اپنے رب کی طرف جمع

يُحْشَرُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُوبَكُمْ فِي الظُّلُمَاتِ

کیے جائیں گے ۝ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی (وہ) ہر سے اور گئے ہیں، اندھیروں میں بے ہوش

مَنْ يَشَأِ اللَّهُ يُضِلَّهُ ۖ وَمَنْ يَشَأِ يُجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

ہیں، اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر گامزن کر دے ۝

قُلْ أَدْعَيْكُمْ أَنْ تُشْكُرُوا لِلَّهِ أَوْ تُشْكُرُوا لِلسَّاعَةِ أَعِيدَ

آپ کہیے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب آئے یا تم پر قیامت آجائے کیا (اس وقت) اللہ

اللَّهُ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ آيَاتُهُ تَدْعُونَ

کے سوا کسی اللہ کو (مذکور کے لیے) پکارو گے، (بتاؤ) اگر تم سچے ہو ۝ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، پس اگر وہ

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَتَسَوَّنَ مَا تَشْكُرُونَ ۝

چاہے گا تو وہ اس عقلی کرموں سے گا جس کے لیے تم اس کو پکارو گے اور تم انہیں بھول جاؤ گے جن کو اللہ کا شکر کیا جاتا ہے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زمین میں چھنے والا ہر پروردگار (اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر پروردگار) تمہاری ہی

مش غرق ہے ہم نے کتاب (وہ کتاب) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا، پھر وہ اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے ۝

آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اگر کفار کے فرامشی کو مطلوبہ معجزات کے نازل کرنے میں کوئی تاخیر ہو تا تو اللہ تعالیٰ ان معجزات کو نازل فرمادے اور اس کی تاکید اس آیت میں قریشی کہ زمین میں پلٹے والا ہر حیوان اور فضا میں اڑنے والا ہر پرندہ تسماری مثل حلقوں ہے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فنا پر فضل و کرم فرمایا ہے اور ان پر اسحلت کی ہے، اسی طرح تم پر بھی فضل و کرم فرمایا ہے اور تم پر بھی اسحلت کی ہے، اور تسمارے مطلوبہ معجزات کو تم پر نازل نہ کرنا بھی اعلان ہوا کہ تم پر اسحلت ہے، کیونکہ اگر تسماری فاضل کے مطابق نصیب نازل کر دی جاتیں تو پھر تم لیکن نہ لاتے تو تم پر ایسا عذاب نازل کیا جاتا جس سے تم نیست و بچود ہو جاتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ کافروں کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اس کے حضور جمع کیے جائیں گے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ حیوانات اور پرندے بھی تسماری مثل ہیں، یعنی ان کو بھی اللہ کے حضور جمع کیا جائے گا۔ جانوروں کے حساب اور قصاص کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن ہر چیز مقدمہ پیش کرے گی، حتیٰ کہ وہ بکریاں بھی جنہوں نے ایک دوسرے کو بیگہ مارے تھے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۰ مطبع قدیم اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۴۹)

امام ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۲، رقم الحدیث: ۱۴۰۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۰، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور دو بکریاں گھاس چر رہی تھیں۔ ایک بکری نے دوسری بکری کو بیگہ مار کر اس کا گلہ ملنے لگا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے تجھے اپنے گھاس چرنے کے لیے اس بکری کو بیگہ مارنے کا حکم دیا ہے؟ اس نے فرمایا مجھے اس بکری پر قبضہ ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اس بکری سے قیامت کے دن قصاص لیا جائے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱، مسند ابی ہریرہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۵۰)

امام احمد کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن بیگہ والی بکری سے بغیر بیگہ کی بکری کا قصاص لیا جائے گا۔ (مسند ابی ہریرہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۴۹، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن بعض حلقوں کا بعض سے حساب لیا جائے گا، حتیٰ کہ بغیر بیگہ والی بکری کا بیگہ والی بکری سے اور حتیٰ کہ چوٹی کا چوٹی سے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۳، امام احمد کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جبار تارک و تعالیٰ حود ہو گا اور ہل صراط پر اپنا جبر رکھ دے گا پھر فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کوئی ظالم ظلم کر کے مجھ سے ہمارا نہیں سکتا پھر وہ بعض حلقوں کا بعض سے انصاف لے گا، حتیٰ کہ بغیر بیگہ کی بکری کا بیگہ والی بکری سے اس کو بیگہ مارنے کا انصاف لے گا۔

(المجموع ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۱۱، اس حدیث کی سند میں ایک دہلی نسخہ میں ہے اور باقی نسخہ میں۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۳)

ج ۱۰ ص ۳۵۳



حیوانوں اور پرندوں کی انسانوں سے مماثلت کی وجوہ

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہر حیوان اور ہر نغہ شماری مخلوق ہے۔ یہ تشبیل اور تشبیہ کس چیز میں ہے؟ اس کی مفسرین نے حسب ذیل وجوہات بیان کی ہیں:

۱۔ چوتھوں اور پندہوں کو بھی اللہ کی معرفت ہے، وہ اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں۔  
قرآن مجید میں ہے:

تسبیح لہ التسموات التسع والأرض ومن  
 ومنہم من یسئیر الإیمتیح یخمدہ ولیکن لا  
 یفقهون تسبیحہم (اسو اسرئیل ۳۳)

آلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْخَرُ لَهُ سِرُّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالظُّلُمِ صُفْبِ كُلِّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (الْخُور ٣٤)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ افادی کی تسخیر کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمینوں میں ہیں اور صفت پر عے ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا۔

حضرت شہید جلیل، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بلا قائدہ کسی جڑیا کو قتل کیا، وہ چارویں قیامت کے دن اللہ عزوجل سے فریاد کرے گی اے میرے رب! اٹھان شخص نے مجھ کو بے قائدہ قتل کیا اور کسی طرح کے بے مجھے قتل میں کر۔

اسنن نانی 'ج' رقم الحدیث ۳۳۵۸ منہ امر 'ج' ص ۳۸۹ منہ المیزان رقم الحدیث ۵۸۹ الحکم والکلیہ 'ج' رقم الحدیث ۳۳۵۸ منہ المستدرک 'ج' ص ۳۳۳ اسنن کبریٰ للصحیح 'ج' ص ۸۶ الاکمال للذہبی 'ج' ص ۵۷۳ التکرار عمل 'ج' رقم الحدیث ۳۳۵۸

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کو واقعات اور حوادث کا اور اک اور ان کی معرفت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے چم کے مکمل کا جو ذکر کیا گیا ہے ہمیں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح چوٹی کے جس کلام کا ذکر کیا گیا ہے اس میں بھی حیوانوں کے اور اک اور معرفت بر دہل ہے۔

۲۔ جس طرح انسانوں میں قواد اور قاتل ہے اور وہ ایک دوسرے سے نفرت رکھتے ہیں اسی طرح حیوانوں اور پرندوں میں بھی یہ امور ہیں۔

۳۔ اللہ عزوجل نے جس طرح انسانوں کو ایک خاص تدبیر سے پیدا کیا ہے، اور وہ فن کے رزق کا تکمیل ہے، اسی طرح یونانیوں اور رومیوں کا معاملہ ہے۔

۴۔ جس طرح قیامت کے دن انسانوں سے ایک دوسرے کا قصاص لیا جائے گا، سو حیوانوں اور پرندوں سے بھی یہ معاملہ

۵۔ ہر انسان میں کسی نہ کسی حیوان یا پرندے کی خصلت اور خصوصیت ہے۔ بعض انسان شیر کی طرح دلیر اور بہادر ہیں، بعض انسان بھیڑیہ کی طرح حملہ کرتے ہیں، بعض انسان کتوں کی طرح بھونکتے ہیں، بعض انسان سور کی طرح مزین ہوتے ہیں، بعض انسان خنڈوں کی طرح ہاک پتھر کو چھو کر ٹپاک کی طرف پھٹتے ہیں، بعض انسان لٹی کی طرح خوشامدی ہوتے ہیں، بعض کو سے طرح حریص اور بعض کو مزی کی طرح چھاک ہوتے ہیں۔

طَبِيعَانِ الْقُرْآنُ

۶۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی موت حیات میں کامل میں کا رزق اور ان کا خدوی انجام مقدر کر دیا ہے اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کے بھی یہ امور مقرر کر دیے ہیں۔

۷۔ جس طرح انسان اپنی روزی میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اسے کسی مکان کی حاجت ہوتی ہے جس میں وہ سردی گرمی اور بارش سے پناہ حاصل کر سکے۔ اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کو بھی ان امور کی حاجت ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ہم مثل ہونے کا محمل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ إِنَّمَا آتَا بَسْرًا يُبْشِّرُكُم بِرُحْمَىٰ رَبِّكَ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ فَآذِمْهُ (الکہف: ۵۷)

وہی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت کی بنا پر بعض لوگ نبی ﷺ کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے کہا نبی ﷺ کے مماثل کوئی بشر نہیں ہے۔ اس نے کہا کیا آپ کے دو ہاتھ نہیں تھے؟ کیا آپ کی دو آنکھیں اور دو کان نہیں تھے؟ میں نے کہا تم دو ہاتھ تو دکھا دو گے مگر ان ہاتھوں میں یہ مکمل کھل سے لاؤ گے؟ ان ہاتھوں سے اشارہ کریں تو سورج مغرب سے طلوع ہو جائے ہاتھ اٹھا کر دعا کریں تو چاند شمس ہو جائے وضو کے برتن میں ہاتھ رکھ دیں تو انگلیوں سے فوارے کی طرح پانی جاری ہو جائے اور تم دو آنکھیں تو دکھا دو گے لیکن ان آنکھوں میں یہ مکمل کھل سے لاؤ گے؟ ان آنکھوں سے جنت اور فرشتوں کو دیکھو حتیٰ کہ رب کائنات کو بے غلاب دیکھو اور تم دو کان تو دکھا دو گے مگر ان کانوں میں یہ قوت کھل سے لاؤ گے؟ ان فرشتوں اور جنت کا کلام سن سکو زمین پر ہوتے ہوئے آسمان کی آوازوں کو سن سکو حتیٰ کہ رب کائنات کا کلام سن سکو۔ وہ کہنے لگا کلمات کی بات کو چھوڑو صرف اس بات میں تو آپ ہماری مثل ہیں کہ آپ کے بھی دو کان تھے اور دو آنکھیں تھیں یعنی ان اعضاء کے ہر دور حرکت میں تو آپ ہماری مثل ہیں۔ میں نے کہا اس طرح تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ تم کہنے اور خنزیر کی مثل ہو گئے کہ تمہارے بھی دو کان اور دو آنکھیں ہیں۔ اور ان کے بھی دو کان اور دو آنکھیں ہیں اور جس طرح تم رسول اللہ ﷺ کے مماثل ہونے کے ثبوت میں سورہ کاف کی یہ آیت پڑھتے ہو وہ جہیں کہنے اور خنزیر کی مثل ثابت کرنے کے لیے یہ آیت پڑھ سکتا ہے:

وَمَا يَرَوْا آتَا بَرِيٍّ إِلَّا نَجَسٌ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ يَحْمِلُونَ غَارَهُمْ (الانعام: ۳۸)

اور زمین میں چلنے والا ہر جانور اور فضا میں اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر نہ تمہاری مثل حرکت ہے۔

اگر جہیں کہنے اور خنزیر کی مثل کہا جائے تو یہ تمہاری تو ہیں ہے۔ حالانکہ جہیں کہنے اور خنزیر پر اتنی فضیلت نہیں ہے جتنی رسول اللہ ﷺ کو ہم پر فضیلت ہے تو سوچو کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی مثل کہنے سے آپ کی کس قدر توہین ہوگی!

راہیہ سوال کہ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ آپ کہنے کہ میں تمہاری ہی مثل بشر ہوں میری طرف یہ وہی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف عدم الوہیت میں ہماری مثل ہیں۔ نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں اور ایسی پر حبیہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی دجودی وصف میں کوئی رسول اللہ ﷺ کا مماثل نہیں ہے نہ بشریت میں نہ عہدیت میں نہ نبوت اور رسالت میں اور اس کائنات میں جو بھی آپ کی مثل ہے وہ دجری وصف میں آپ کی مثل ہے یعنی نہ وہ خدا ہے نہ آپ خدا ہیں۔ نہ وہ واجب قدیم اور مستحق عبادت ہے نہ آپ واجب قدیم اور مستحق عبادت ہیں۔

لوح محفوظ تمام مخلوقات کے تمام احوال کی جامع ہے

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے کتب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اس آیت میں کتب کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ کتب سے مراد لوح محفوظ ہے 'لوح محفوظ سے مراد وہ کتب ہے جس میں تمام مخلوقات کے تمام احوال تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ قَعْدَةٌ فِي الزَّبُورِ وَكُلُّ شَيْءٍ قَعْدَةٌ فِي الزَّبُورِ وَكُلُّ شَيْءٍ قَعْدَةٌ فِي الزَّبُورِ  
تَجِيبُ شَيْءًا مِّنْهُ (النجم: ۵۳-۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے جلی فرمائی سو جس نے اس نور کو پالیا اس نے بدانت کو پالیا اور جس نے اس نور سے خطائی وہ گمراہ ہو گیا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے قلم پر خشک ہو چکا ہے۔

(سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، صحیح ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۲۸۵۶، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۲۹۹، صحیح ابن حبان 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۸۰، مسند ابی حنظلہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقین رکھو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے پر حلق ہو جائے تو وہ تم کو صرف وہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے اور اگر تمام امت تم کو نقصان پہنچانے پر مجتمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف وہی نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے قلم اٹھالے گئے ہیں اور صحیفہ خشک ہو چکا ہے۔ (سنن ترمذی 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، مسند ابی حنظلہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں فوجان شخص ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا کا خوف ہے اور عورتوں سے نکاح کرنے کی میرے پاس وسعت نہیں ہے آپ غاموش رہے۔ میں نے پھر عرض کیا آپ نے پھر مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر عرض کیا آپ نے پھر مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے جو خبیثہاں طرح عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! جو کام تمہیں درپیش ہیں ان کے حلق قلم (لکھ کر) خشک ہو چکا ہے خواہ تم غصی ہو یا ایسے رہو۔

(صحیح ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۵۰۷۶، سنن ابی حنظلہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۲۱۵)

ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ میں تمام مخلوقات کے تمام احوال لکھ دیئے گئے ہیں اور قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

قرآن مجید تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کا جامع ہے

اس آیت میں کتب کی دو سری تفسیریں کی گئی ہیں کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے اور اب معنی یہ ہو گا کہ ہم نے قرآن مجید میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں حساب 'تجربہ' و ریاضی اور سائنسی علوم اور عین کے قواعد کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح ہدیہ اور قدیم میڈیکل سائنس کے علوم کا ذکر نہیں ہے تو تجربہ معنی کسی طرح درست ہو گا کہ ہم نے قرآن مجید میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کا موضوع ہے دین کی معرفت، عقائد اور احکام شرعیہ کا بیان۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتب کا تعارف کرائے ہوئے فرمایا ہے:

ذَٰلِكُمُ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ: ۲)

یہ عظیم القرآن کتب اس (کے حوالہ سے) اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے یہ منصفین کے لیے ہدایت ہے۔

بے شک ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے  
تا کہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے ساتھ فیصلہ فرمائیں  
جو اللہ نے آپ کو کھالی ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ  
بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (النساء: ۳۵)

ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لیے نازل فرمائی ہے کہ  
جس چیز میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، آپ اس کو منافہ ماف  
عیان کر دیں اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور  
رحمت ہے۔

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِلتَّحْكُمِ  
بَيْنَ الَّذِينَ أُخْتَلِفُوا فِيهِ وَبِمَا هَدَىٰ قَوْمَ  
مُوسَىٰ نَحْنُ (النحل: ۴۳)

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن  
عیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت  
ہے۔ (النحل: ۴۳)

وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ آيَاتٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ  
هُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (النحل: ۸۹)

اس آیت میں فرمایا ہے یہ کتاب ہر شے کا روشن عیان ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس میں تمام علوم و فنون  
کا روشن عیان ہے اور ماضی، حال اور مستقبل کے تمام واقعات کا تفصیلی ذکر ہے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں ہر  
چیز آمدہ مسئلہ کے لیے روشن ہدایت اور واضح شرعی رہنمائی ہے۔ قرآن مجید کا مقصد کرنے سے یہ بات واضح طور پر  
معلوم ہو جاتی ہے کہ اس کا موضوع عقائد اسلام اور احکام شریعہ کا بیان ہے، اس میں منطوق، ظنی، ریاضی اور سائنس  
وغیرہ کی تعلیم نہیں ہے۔ یہی بات کہ احکام شریعہ سارے کے سارے قرآن کریم سے ثابت نہیں ہیں۔ بعض  
قرآن مجید سے ثابت ہیں، بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے، بعض آثار صحابہ سے، بعض اجماع  
سے اور بعض قیاس سے ثابت ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم  
دیا ہے۔ لہذا جو احکام سنت سے ثابت ہیں، ان کی اصل بھی قرآن مجید میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی  
اقتداء کا حکم دیا ہے۔ لہذا جو مسائل آثار صحابہ سے ثابت ہیں، ان کی اصل بھی قرآن کریم میں ہے اور اجماع اور  
قیاس کا جوت ہو تا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ لہذا جو مسائل اجماع اور قیاس سے ثابت ہیں، ان کی اصل بھی قرآن  
مجید میں ہے۔

سنت کی محبت پر دلائل

جو احکام رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں، ان کی اصل یہ آیات ہیں:  
اور رسول تم کو جو احکام (دیں) ان کو قبول کرو اور جن  
کاموں سے تم کو منع کریں، ان سے باز رہو۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ  
فَانْتَهُوا (الحشر: ۶۱)

جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کر  
لی۔ (النساء: ۸۰)

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

آپ کیلئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع  
کر، اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش  
دے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي  
يُحِبِّبْكُمْ اللَّهُ وَيُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران: ۳۱)



بھی گمراہی پر پہنچ نہیں ہوگی سو تم جماعت کو لازم رکھو کہ جو کچھ جماعت پر لکھ کا ہوتا ہے۔

(الحکم الکبیر ج ۳ رقم الحدیث: ۱۳۷۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

خلافتِ اُمّی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی دو سندیں ہیں۔ ایک سند کے رولوی صحیح اور لکھ ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۴۱۸)

حضرت معلوہ بن بشر بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ جس کے ساتھ خیر کا لہرو کرتا ہے اس کو دین کی بھی عطا فرماتا ہے۔ میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے، لہذا یہ امتِ حبیب اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچائے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

(صحیح البخاری ج ۱ رقم الحدیث: ۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

### قیاس کی محبت پر دلائل

دی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے پہلی بار جلا وطن کرنے کے وقت نکالا، تمہیں ان کے نکل جانے کا گمان (ہوگا) نہ تھا۔ وہ اس گمان میں تھے کہ ان کے مضبوط قلعے اُمّیں اللہ کے عذاب سے بچائیں گے، سو ان کے پاس اللہ کا حکم آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو دہرا کر رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی سوائے ان گھروں والا عبرت حاصل کر رہے۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَبِيتُهُمْ يُهَيَّوْنَهُمْ سِوَا اللَّهِ فَأَنَّهُمْ مُخْرَجُونَ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (الحشر: ۳)

اس آیت میں قیاس کی دلیل ہے کہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹنا، یعنی جو حکم اصل شے کے لیے ثابت ہو گا وہی حکم اس کی نظیر کے لیے ثابت ہو گا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو عبرت پکڑنے کا حکم دیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس کام کے سبب سے کفار اہل کتاب پر عذاب نازل ہوا ہے، تم دو کام نہ کرنا، ورنہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو گا اور یہی قیاس ہے کہ طلحہ کے اشتراک کی وجہ سے حکم مشترک ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی میری بہن فوت ہو گئی اور اس پر مسلسل دو دن کے روزے تھے۔ آپ نے فرمایا: بیٹا اگر تمہاری بہن پر قرض ہو تا تو کیا تم اس کو لو کر تیں۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تو اللہ کا حق ادا کرنا کے زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث: ۵۵۳ صحیح مسلم میام ۱۵۳۸ سنن ترمذی ج ۲ رقم الحدیث: ۱۷۱۷ سنن ابوداؤد ج ۲

رقم الحدیث: ۳۳۱۲ سنن ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث: ۱۷۱۷ سنن کبریٰ للبخاری ج ۲ رقم الحدیث: ۳۴۷)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور جس شخص پر روزے ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے قدیہ دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر دینی، پھر وہ فوت ہو گئی۔ اس کا بھی نبی ﷺ کے پاس گیا اور اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: بیٹا اگر تمہاری بہن پر قرض ہو تا تو کیا تم اس کو لو کر تے؟ اس نے کہا

ہم آپ نے فرمایا پھر اللہ کا حق ادا کرو وہ لوگوں کے زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۵۵۸۳، ج ۲، رقم الحدیث: ۸۶۷۷، سنن الترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۱۲۱۳۱)  
حضرت معقبن بنل بنیضہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معقہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا، تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا میں کتب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر (وہ مسئلہ) کتب اللہ میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر (وہ مسئلہ) سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے رسول کو فیض عطا فرمایا۔

(سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۱۳۳۲، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۹۲، مسند احمد ج ۵، ص ۲۳۶، ۲۳۷)  
عبدالرحمن بن عید بیان کرتے ہیں کہ ایک دن لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ سوالات کیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ایک دن تھکا کر ہم بالکل فیصلہ نہیں کرتے تو وہ ہم اس مقام پر کاغذ نہ تھے۔ پھر اللہ عزوجل نے ہمارے لیے وہ چیز مقدہ کر دی جو تم دیکھ رہے ہو۔ سو آج کے بعد جس شخص کو فیصلہ کرنا پڑے، وہ کتب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ پھر اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل کتب اللہ میں نہ ہو تو وہ نبی ﷺ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل نہ کتب اللہ میں ہو اور نہ نبی ﷺ نے اس کے مطابق فیصلہ کیا ہو تو جس طرح صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو اور نہ صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو پھر وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرنا ہوں اور میں خوف زدہ ہوں کیونکہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ امور مشترک ہیں تو جس چیز میں ہمیں شک ہو اس کو چھوڑ کر غیر مشکوک امر کو اختیار کرو۔ امام ابو عبدالرحمن سنن میں نے کہا یہ حدیث بہت جید (محد) ہے۔

(سنن الترمذی ج ۸، رقم الحدیث: ۵۳۱۳، ۵۳۱۴، مطبوعہ دارالعرف، بیروت)  
اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مسائل کے استنباط اور احکام کے اثبات کے لیے کتب، سنت، اجماع اور اقوال کی ترتیب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہر چیز کے ذکر ہونے پر دلائل

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن مجید میں صرف من علوم کو بیان کیا گیا ہے جن کی تکلیف کو ہدایت اور اخروی نفع و فلاح میں امتیاج ہوتی ہے یا قرآن مجید میں دنیا اور آخرت کے ہر واقعہ اور ہر حال کا ذکر موجود ہے۔ علماء اوس کی اکثر رائے غلطی قرار دیتے ہیں۔

اس آیت میں کتب سے مراد قرآن مجید ہے۔ یہ جلی اور ایک جماعت کا عقیدہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہے جن کی دین اور دنیا میں ضرورت پڑتی ہے بلکہ اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی ذکر ہے، اور یہ ذکر یا متصل ہے یا مجمل ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ سے متعلق ہے کہ دین کا جو مسئلہ بھی پیش آئے گا اللہ کی کتاب میں اس کے متعلق ہدایت موجود ہے۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ گودنے والی پر اور گودالنے والی پر لعنت کرے گا۔ اور بیل نوچنے والی پر اور جو خوبصورتی کے لیے دانتوں میں جھری کر داتی ہیں، تو اللہ کی بیعت کو تبدیل کر دیتی ہیں۔ امام یعقوب نے کہا اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی۔

ہے اور اس پر کتب اللہ میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا: خدا میں نے قرآن مجید کو پڑھا ہے اس میں تو اس لعنت کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: خدا اگر تم نے قرآن مجید کو پڑھا ہو تو تم اس لعنت کو پالیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور رسوں تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن باتوں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔ (بخاری: ۵۵۹۰) صحیح البخاری: ۵۵۹۰، رقم الحديث: ۵۵۹۰، صحیح بخاری میں اسی قدر ہے، لیکن علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود، چوتھے نے اس عورت سے پوچھا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اس نے کہا پڑھی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے کہ میں فرمایا تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو میں تم کو اللہ کی کتاب سے اس کا جواب دوں گا ان سے سوال کیا کیا جو عرم (بجز حجاب) کو ہار ڈالے آپ اس کے حلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس کو ہار سکتا ہے اور اس پر حضرت ابن مسعود کی طعنت لال کی۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا اس قرآن میں ہر علم کو نازل کیا گیا ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان کیا گیا ہے، لیکن ہمارے علم ان چیزوں کو حاصل کرنے سے چارے ہیں جن کا قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اور امام ابو اسحاق نے کتاب المغلطہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ بخاندہ تعالیٰ کسی چیز سے غافل ہو تا تو حیوانی، رانی کے دانہ اور چمچ سے غافل ہوتا اور چمچ سے غافل ہوتا اور رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میرے اونٹ کی رسی بھی تم کو ملی تو میں اسے اللہ کی کتاب میں تلاش کروں گا (یہ اثر کسی صحیح یا مستند سند سے حقیقی نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور علامہ حمری نے کہا قرآن مجید میں لوہیں نور؟ قرین کے علوم جمع ہیں اور ان علوم کا حقیقہ احاطہ صرف اللہ تعالیٰ نے کیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے، مائتہاں چیزوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور میں نے بعض علماء سے سنا اور اس کی محنت کا ذمہ ان پر ہے کہ ایک دن انھی الدین ابن اسماعیل قدس سرہ اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر چارے تھے، اچانک شیخ کو سے گر گئے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ لوگ شیخ اکبر کو سوار کرانے کے لیے آگے بڑھے انہوں نے کہا مجھے کچھ صلت دو۔ انہوں نے کچھ صلت دی۔ پھر شیخ نے ان کو سوار کرانے کی اجازت دی، لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ شیخ نے کہا میں نے اللہ کی کتاب میں اس طوطے پر غور کیا تو مجھے سورۃ الفاتحہ میں اس کا ذکر مل گیا اور یہ امر ہماری عقلوں سے باہر ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے سورۃ الفاتحہ سے بدشاہوں کے نام نکلے ہیں اور ان کے احوال اور ان کی سلطنت کی مدت وغیرہ مستبط کی ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ ام الکتاب ہے۔ اس تفسیر کی بناء پر اس آیت میں اس شخص کی ضرورت نہیں ہے کہ قرآن مجید میں ہی چیزوں کا بیان کیا گیا ہے جن کی تکفین کو ضرورت ہے، مثلاً دلائل توحید وغیرہ۔

(روح المعانی: ۷/۲ ص ۱۳۵-۱۳۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید میں صرف ہدایت کے ذکر ہونے پر دلائل

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کا موضوع صرف ہدایت دینا ہے۔ اس لیے اس نے عقائد اسلامیہ اور احکام شریعہ کی ہدایت دی ہے اور اس سلسلہ میں موعظت اور نصیحت کے لیے انبیاء اور صالحین اور کفار اور منافقین کا تذکرہ کیا ہے اور جنت اور دوزخ کا بیان کیا ہے اور اخروی فوز و فلاح کی ہدایت کے لیے جو امور ضروری ہیں ان سب کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بعض علماء اور صوفیاء کا یہ نظریہ ہے کہ قرآن مجید میں تمام ماسکات و مایکوں کا بیان ہے، یعنی ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت اور دخول عذاب تک ہر چیز کی اور شخص واقعہ اور طوطے کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ چنانچہ ان کا



صراحتاً اور تفصیلاً بیان نہیں ہے، لیکن اس سورہ کا آغاز ذکر ہے اور کچھ رموز اشارات اور کنایات ہیں جن سے ان تمام امور کا استخراج کیا جاسکتا ہے۔ ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

(النحل: ۸۸) ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ آیت ان کے مطلوبہ دلائل نہیں کہتی کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ اگر ہر چیز سے ماسکاً و مایکون مراد لیا جائے تو ان کے اپنے قول کے مطابق اس کا بیان رموز اور اشارات سے ہے اور اس کو تبیان اور روشن و واضح بیان نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس سے مراد عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ ہوں تو ان کی ہر چیز کا قرآن مجید میں روشن بیان ہے۔ نیز وہ اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

مَا كَانَ حَؤُلَاءِ بُشْرًا بِشَيْءٍ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتُحْصِلُ كُلَّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (یوسف: ۱۱۱)

یہ (قرآن) کوئی من گھڑت بات نہیں ہے، لیکن یہ ان کتابوں کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور یہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

لیکن اس آیت سے بھی ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اگر اس سے یہ مراد ہو کہ اس میں دنیا اور آخرت کے ہر واقعہ اور ہر معاملہ اور آجائوں اور زمینوں کی ہر چیز کی تفصیل ہے تو فی الواقع قرآن کریم میں ان چیزوں کی تفصیل نہیں ہے اور ان طالع کا بھی یہ کہنا ہے کہ ان تمام امور کا قرآن مجید میں ابتداء ذکر ہے نہ کہ تفصیلاً اس لیے یہ آیت بھی ان کے مدعا پر دلیل نہیں ہے اور اگر اس آیت سے یہ مراد ہو کہ اس میں عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ میں سے ہر چیز کی تفصیل ہے تو یہ معنی برحق ہے، لیکن یہ معنی اہل نبی نہ کرتے تھے نہ کہ ان کی۔

قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند مفسرین کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی التیثمی ری الترمذی ۷۸۸ھ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مَا فَتَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: ۳۸) ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

مطالعے کا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ ہندوں کو جس چیز کی حاجت تھی ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے یا صریح عبارت میں یا دلائل النص سے یا اجمل سے یا تفصیل سے، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان (النحل: ۸۸) ہے۔

یعنی قرآن مجید ہر اس چیز کا روشن بیان ہے جس کی دین میں احتیاج ہے اور سورہ الانعام کی زیر بحث آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جو ماسکاً و مایکون پر مشتمل ہے، یعنی ہم نے لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے قیامت تک کی تمام چیزوں کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے۔

(الوطی: ج ۲، ص ۲۶۸، ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

علامہ واحدی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

طبیان القرآن

حضرت عبدالہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حکم کو پیدا کیا۔ اس سے فرمایا لکھ تو اس نے اب تک ہونے والی سب چیزوں کو لکھ دیا۔

(سنن الترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۳۳۰، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۷۰۰، مسند احمد ج ۵، ص ۳۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے حکم کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا لکھ تو اس نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو لکھ دیا۔

(المعجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث: ۳۵۰۰، مسند ابویعلیٰ ج ۲، رقم الحدیث: ۲۲۲۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹، ص ۲، خلاصہ و الصغلات للبیہقی ج ۸، ص ۳۷، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۸۰، اس حدیث کی سند صحیح ہے)

علامہ ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی الحلی المتوفی ۷۹۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: کتب کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی ہم نے ہر چیز کو ام الکتاب میں لکھ دیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی ہم نے تمہاری حاجت کی ہر چیز قرآن مجید میں بیان کر دی ہے یا صراحتاً یا اشارتاً یا دلالتاً۔ جیسا کہ سورہ اقصیٰ آیت ۸۹ میں ہے ہم نے آپ پر یہ کتب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے یعنی ہر اس چیز کو بیان کر دیا جس کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ (ازار النیر ج ۳، ص ۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۰ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین محمد رازی شافعی متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید کی تمام آیات میں مطابقت، خصوصاً نور القرآن اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کتب کو نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دین، لکھنے کی معرفت اور اللہ کے احکام کی معرفت کو بیان کیا جائے۔

(تفسیر کبیر ج ۲، ص ۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۷۸ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ کتب سے مراد لوح محفوظ ہے، کیونکہ اس میں تمام حوادث ثابت کیے گئے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ کتب سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی ہم نے دین کی کسی چیز کو قرآن مجید میں نہیں چھوڑا، اور دین کی ہر چیز کی اس میں دلالت ہے۔ یا تو بالکل واضح دلالت ہے اور اگر مجمل دلالت ہے تو اس کا بیان رسول اللہ ﷺ سے یا ائمه سے یا قیاس سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (المایع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۲۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں: کتب سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے، کیونکہ اس میں دنیا کی ہر چیز اور چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے اور اس میں کسی جانور یا بے جان کی کسی چیز کو ترک نہیں کیا گیا اور یا کتب سے مراد قرآن مجید ہے، کیونکہ اس میں ان تمام چیزوں کی تدوین کی گئی ہے جن کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ مفصلاً لکھ دیا اور مجمل بھی۔ (ایضاً منہج مع الفکر، ج ۲، ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیاء اندلسی المتوفی ۷۵۷ھ لکھتے ہیں: اگر کتب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کتب میں ایسی کسی چیز کو نہیں چھوڑا جو اللہ کی معرفت کی دعوت دیتی ہو، اور اس کے احکام کی طرف بلاتی ہو۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ کتب تمام احکام شریعہ پر مشتمل ہے۔

(المعجم الجید ج ۲، ص ۵۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

کتاب کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس چیز کو نہیں چھوڑا جس کے ذکر کی احتیاج ہے۔

(بدائع التفسير، ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دارالین الجوزی، ریاض ۱۳۱۳ھ)

علامہ نظام الدین حسن بن محمد حسین قسیمی شہپوری موصوفی ۱۳۸۷ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے کتب میں کسی چیز کے ذکر کو نہیں چھوڑا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں 'طب' حسب' و دیگر علوم اور لوگوں کے مذاہب کی تفصیلات تو نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے نہ کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کی احتیاج ہو اس کو نہ چھوڑ جائے اور احتیاج اصول اور قوانین کی ہوتی ہے۔ اور وہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اور عظیم القدر کی قدامت کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ وہ سببہ 'اعمال اور قیاس سے ثابت ہیں۔

(أغرائب القرآن ودرغائب القرآن على حاشي جامع البيان 2: ص 132، مطبوع دار المعرفه بيروت 1409هـ)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کتھ سے مراد قرآن مجید ہو تو اس کا معنی ہے کہ یہ کتھ اپنی مہارت و دلالت، اشارت اور اقتضاء کے اعتبار سے ان تمام امور پر مشتمل ہے جن کی طرف ہم اپنی مہارت میں متوجہ ہیں۔

(مدارک التعمید علی حاشیہ الخازن، ج ۲، ص ۱۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور)

علامہ ابو سعید محمد بن محمد ملوی خفی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر اس آیت میں کتب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اہم اشیاء کے بیان میں سے قرآن کریم میں کسی شے کو ترک نہیں کیا اور وہ ان میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی مصیحتوں کی رعایت فرماتا ہے۔

التفسير ابو سعد علي حاشي التفسير الكبير ج ٣ ص ١٦٩ مطبوعه دار الفكر بيروت ١٩٨١ هـ

قاضی عیوب اللہ پانی پتی خفی حوتی ۱۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

یا کتب سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ اس میں ہر نام چیزوں کو مفصل یا مجملاً بیان کیا گیا ہے جن کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ (تفسیر المطہری، ج ۳، ص ۲۳۳، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو، ۱۳۸۴ھ)

سید محمد رشید رضا اپنے استاد الشیخ محمد عہدہ کی تقریر لکھتے ہیں:

اگر کتب سے قرآن مجید مراد لیا جائے تو اس آیت کے عموم سے مراد دین کے موضوع کا عموم ہو گا جس دین کو دے کر رسولوں کو بھیجا جاتا ہے اور جس کی وجہ سے تکلیف کو نازل کیا جاتا ہے اور وہ دہائیت ہے کیونکہ ہر چیز کا عموم اس کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے اس کتب میں دہائیت کی ان اقسام میں سے کسی قسم کو ترک نہیں کیا جن کی وجہ سے رسولوں کو بھیجا جاتا ہے اور ہم نے ان کو اس کتب میں بیان کر دیا ہے اور وہ دین کے اصول، قواعد اور احکام ہیں اور ان میں انسان کی قوت بدنی اور قوت عقلی کی یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مقرر کر دیا ہے وہ ان سے کس طرح استفادہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی سنتوں کی رعایت کرے کہ کس طرح سے انفرادی اور اجتماعی عمل حاصل کرے اور قرآن مجید نے مزید عبادات اور اشارات سے اس کے حصول کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں تمام لاکھت کے طعم ہیں اور تمام ماکاں و مایکوں کا ذکر ہے اور یہ کہ ایک دن شیخ محمد بن عبد اللہ اپنے دراز کا گوشہ سے گر گئے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو انہوں نے لوگوں کو اس وقت تک

اجازت نہیں دی کہ ان کو افغانیں جب تک کہ انہوں نے سورۃ فاتحہ سے اپنے گدھے سے گرنے اور ٹانگ ٹوٹنے کے حادثہ کا اعتراف نہیں کر لیا ہے۔ دعویٰ ایسا ہے کہ صحابہ میں سے کسی نے اس کا قول نہیں کیا اور نہ فقہاء تابعین اور علماء سلف صالحین میں سے کسی کا یہ قول ہے اور نہ ہی لوگوں میں سے کوئی شخص اس قول کو قبول کرے گا۔ سوا ان لوگوں کے جن کا یہ اعتقاد ہے کہ گزروے ہوئے لوگوں نے جو کچھ اپنی زبانوں میں لکھ دیا ہے وہ سب حق ہے۔ خود اس کو عقل قبول کرے۔ نہ اس کی نقل تابیہ کرے اور نہ اس پر لغت و دلائل کرے۔ اس کے برعکس اگر مفسر نے یہ کہا ہے کہ عبادات ضروریہ کے تمام احکام فریہ پر قرآن مجید مشتمل نہیں ہے نہ صریح عبارت سے نہ دلائل اخص سے نہ اشارۃً اخص سے بلکہ قرآن نے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا واجب ہے۔ لہذا ہر وہ چیز جو سنت سے ثابت ہے اس پر بھی قرآن دلائل کرتا ہے۔ نیز قرآن مجید نے قیاس صحیح کے قواعد کو ثابت کیا ہے اور دیگر قواعد کو بھی ثابت کیا ہے۔ لہذا قیاس کی فروغ اور جزئیات پر بھی قرآن مشتمل ہے اور دین کی کوئی چیز ان سے خارج نہیں ہے۔ (النار: ۱۷۷ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی حنفی ۳۳۲ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید شریعت کا کلیہ ہے اور اس میں امور کلیات جمع کیے گئے ہیں کیونکہ ان کے نزول کے عمل ہونے سے شریعت ہم ہو گئی۔ لہذا جب ہم شریعت کے کلیات کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید ان تمام کو شامل ہے۔ (تفسیر القاسمی ۱/۲ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ احمد مصطفیٰ الرافعی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ کتب سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی ہم نے قرآن مجید میں ہدایت کی ان اقسام میں سے کوئی قسم نہیں چھوڑی جن کی وجہ سے رسولوں کو سمجھا گیا ہے اور اس میں دین کے اصول احکام اور حکمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ انسان اپنی بدی اور عقلی قوتوں کو کس طرح استعمال کرے۔

(تفسیر الرافعی ۱/۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ڈاکٹر وجہ زبیلی لکھتے ہیں:

اگر اس آیت میں کتب سے مراد قرآن ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید عمل شریعت پر دلالت کرتا ہے اور اسلام کے مہلوی اور تمام احکام کے اصول اور دین کے اخلاق و ضوابط پر محیط ہے۔

(التفسیر المنیر ۱/۲ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ محی الدین شیخ زادہ حنفی ۷۸۵ھ لکھتے ہیں:

اگر کتب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن کریم میں علم طب اور علم حساب کی تفصیل کا ذکر تو نہیں ہے نہ دیگر علوم اور فن کے مباحث کا ذکر ہے اور نہ ائمہ کے مذاہب کا ذکر ہے اور نہ فن دلائل کا ذکر ہے جو علم الاصول اور علم الفروع میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتب میں سے کچھ چیز کا ذکر نہیں چھوڑا اس سے مراد یہ ہے کہ مفسرین کو اپنے دین کی قسم میں جن امور کی ضرورت ہوتی ہے ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ اور جن امور کی حاجت نہیں ہے ان کی تفصیل نہیں کی اور علم الاصول ہمہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں دلائل اسیلہ پوری تفصیل سے موجود ہیں اور ائمہ مذاہب کی تفصیل اور فن کے اقوال کے ذکر کی اس میں کوئی حاجت نہیں ہے۔

باقی دینی علم الفروع کی تفصیل تو علماء نے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید اس پر دلالت کرتا ہے کہ اتباع خبر واحد اور قیاس شریعت

میں جنت ہیں اور جو مسئلہ بھی ان تین ذرائع میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا وہ درحقیقت قرآن کریم میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور رسول تم کو جو احکام ادا کریں ان کو قبول کرو اور جن کلموں سے تم کو روکیں ان سے باز رہو (المشر ۵۹) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "تم میری سنت پر لو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر لانا عمل کرو اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں اس پر یقین نہ لے سکتا کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے یعنی گودنے والی پر اور گودانے والی پر اور جلی کوڑنے والی پر اور بال جڑوانے والی پر۔"

روایت ہے کہ ایک عورت نے پورے قرآن کو پڑھا پھر وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی میں نے گزشتہ رات پورے قرآن کو پڑھا اور مجھے اس میں یہ آیت نہیں ملی کہ گودنے والی پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا اگر تم واقعی تلاوت کرتی ہو تو تم کو وہ آیت مل جائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور رسول تم کو جو احکام ادا کریں ان کو قبول کرو اور جن کلموں سے منع کریں ان سے باز رہو "اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جو احکام دیے ہیں ان میں یہ حکم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ گودنے والی پر اور گودانے والی پر لعنت فرماتا ہے" اور روایت ہے کہ ایک دن ابن مسعود شافعی مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے آکر پوچھا اگر عزم بڑا (تہیہ) کروا دے تو کیا اس پر تھکان ہے؟ ابن مسعود نے فرمایا اس پر کوئی تھکان نہیں ہے۔ اس شخص نے پوچھا کہ حکم قرآن مجید میں کیا ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور رسول تم کو جو احکام ادا کریں ان کو قبول کرو پھر سند کے ساتھ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میری سنت پر لو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر لانا عمل کرو پھر سند کے ساتھ ذکر کیا کہ جس عزم نے بڑا کو قتل کیا تھا اس کے متعلق حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا تو امام شافعی نے تین درجہ جات کے ساتھ اس حکم کو قرآن مجید سے مستنبط کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب قرآن کریم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل جنت ہے اور خبر واحد جنت ہے اور قیاس جنت ہے "لہذا برہہ حکم جو ان تین طریقوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا وہ درحقیقت قرآن مجید سے ثابت ہوگا اور اس فقرے کے مطابق اس آیت کا یہ معنی صحیح ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کو نہیں چھوڑا کیونکہ اس کتاب کا موضوع عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کا بیان ہے اور وہ تمام عقائد اور احکام قرآن مجید میں یا صریح عبارت کے ساتھ موجود ہیں یا دلالت کے ساتھ موجود ہیں اور وہ دلالت اہل جنت یا قیاس میں سے کسی ایک سے حاصل ہوگی۔"

(حاشیہ شیخ زاہد علی قسیر البیضاوی ج ۲ ص ۱۶۳ "مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت")  
ہم نے یہ واضح کرنے کے لیے یہ کثرت دلائل اور حوالہ جات پیش کیے ہیں کہ قرآن مجید میں صرف عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ذہن میں یہ بات بہت مشہور ہو گئی ہے کہ قرآن مجید میں ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دھن جنت اور دخول دار تک تمام کائنات اور حواث اور تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان کیے گئے ہیں اور جیسا کہ قارئین پر واضح ہو چکا ہے یہ بالکل بے اصل بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلہ ہے: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ میرے اور کوٹھے ہیں۔ اندھیروں میں (بھٹکے ہوئے) ہیں اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر گھمزن کر دے۔ (الانعام ۳۹)  
اللہ تعالیٰ کے گمراہی اور ہدایت پیدا کرنے کی توجیہ،

جن کافروں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اور رسولی اللہ ﷺ کا انکار کیا ان کی جہالت اور ان کی کج فہمی کی وجہ سے ان کی مثال میرے شخص کی طرح ہے جو سختہ ہو اور گوشتے شخص کی طرح ہے جو

بولتا ہو۔ وہ حق کی طرف دعوت وارشاد کو قبول کرنے کے لیے سننے اور حق کو پہچاننے کے بلوغت میں کافر قرار نہیں کرتے اور وہ شرک نسبت پر حق اور رسوم جاہلیت کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور جہالت، تہاد و اجداد کی اندھی تقلید اور مٹ و مری اور کٹ جتنی کے اندھیروں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ سو جو شخص سمجھ لو کہ گناہوں اور اندھیروں میں بھٹک رہا ہو وہ کیسے صحیح راستہ پر گامزن ہو سکتا ہے یا ان تاریکیوں کے جہل سے کس طرح نکل سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے۔ وہ جس میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرماتا ہے اور جس میں چاہتا ہے گمراہی پیدا فرماتا ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف بلائے جانے سے اعراض کرتا ہے اور جو دلائل اللہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں ان میں غور و فکر کرنے سے منکر کرتا ہے اس شخص میں اللہ تعالیٰ گمراہی پیدا کر دیتا ہے اور جو انسان اپنی سماعت بصارت اور عقل سے صحیح کام لے کر صحیح نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر کرتا ہے اور وسیع کائنات میں اس کی قدرت اور اس کی وحدت پر غور و فکر کرتا ہے تو اس میں ہدایت پیدا کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جس چیز کا سبب اور اولہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ وہی چیز اس میں پیدا کر دیتا ہے اس لیے یہ اعراض نہ کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ گمراہی کو پیدا کرتا ہے تو گمراہ کی خدمت کس لیے ہے؟ اور جب ہدایت اللہ پیدا کرتا ہے تو ہدایت یافتہ کی تعریف کس سبب سے ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے یا نہ کہنے اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب آئے یا تم پر قیامت آجائے کیا (اس وقت) اللہ کے سوا کسی اور کو (دعوت کے لیے) پکارو گے؟ (تلاذ) اگر تم بچو؟ (الانعام: ۳۰)

مصیبتوں میں صرف اللہ کو پکارنا انسان کا فطری تقاضا ہے

پہلے اللہ تعالیٰ نے حکام کی جاہلیت کو واضح کیا اور یہ بتایا کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے اور اس کائنات میں وہی حقیقی متصرف ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب ان کافروں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ ہی کی بناء میں آتے ہیں اور اس کی اطاعت کرنے سے سرکشی نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی فطرت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے اور مصیبتوں اور تکلیفوں میں وہی واحد نجات دہینے والا اور نکل سلا ہے چنانچہ اس آیت میں فرمایا ہے:

اے رسول حکم! آپ ان مشرکین سے کہنے کہ جس طرح سابقہ امتوں پر عذاب آتے تھے ان کو زمین میں دھنسا دیا جاتا تھا یا ان پر سخت آندھیاں آتیں یا بجلی کی کڑک آتی یا طوفان آتا اگر تم پر ایسی ہی عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے تو کیا تم اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے جو تم سے ان مصائب کو دور کرے گا یا تم اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو پکارو گے جو تم کو ان تکلیفوں سے نجات دیں گے۔ تلاذ اگر تم ان جن کی مہلت میں چھو؟ تو پھر اللہ تعالیٰ از خود اس سوال کا جواب دیتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ تم اسی کو پکارو گے جس پر اگر وہ چاہے گا تو وہ اس بجلی کو کھول دے گا جس کے لیے تم اس کو پکارو گے اور تم انہیں بھول جاؤ گے جن کو (اللہ کا) شریک بناتے تھے۔ (الانعام: ۳۱)

خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی مصیبت اور سختی میں تم صرف اللہ ہی کو پکارتے ہو تاکہ تمہاری مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور رحمت کے مطابق اگر چاہے تو تم سے وہ تکلیف دور کر دیتا ہے اور ایسے وقت میں تم اپنے بتوں کو بھول جاتے ہو اور اللہ کے سوا تم کو کوئی یاد نہیں آتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

آپ کے لئے کھنگل اور سہارے کی تاریکیوں سے جس میں کون  
نجات دے؟ جسے تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ  
ہمیں اس معصیت سے نجات دے گا تو ہم شکر کرنے والوں میں  
سے ہو جائیں گے، آپ کہنے لگے اس (معصیت) سے اور ہر تکلیف  
سے جس میں اللہ کی نجات دے، ہر گمراہی سے اور ہر گمراہی سے۔

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں  
اور انہیں کہ وہ انہیں اس سے اس کی نجات دے والے ہوتے  
ہیں اور جب وہ ان کو کھنگلی کی طرف نجات دے دیتے ہیں تو  
پاکیزہ وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اپنے خالق کی معرفت رکھی ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ  
خدا کے واحد کی پرستش کرے اور اسی کو پکارتے۔ اس لیے انسان پر جب کوئی ختم معصیت اور پریشانی آتی ہے تو اس کی امید کی  
نظر اس کے سوال اور کسی کی طرف مائل ہوتی ہے۔

اللہ کی پناہ کی سرشت کو اپنے اوپر لازم کرو، جس پر اس  
نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پناہ کی سرشت میں کوئی  
تبدیلی نہیں ہے۔

قُلْ مَنْ يُنْفِخُكُمْ فِي طُلُوعِ النَّوْءِ وَالْأَبْحِ  
تَدْعُونَهُ تَقَرُّعًا وَخَفِيًّا لَوْ أَنَّ فِيكُمْ  
لَكَادِبِينَ قُلْ الشَّيْءُ كَذِبٌ قُلْ اللَّهُ يَتَّبِعُكُمْ  
وَيَسْمَعُ سِرَّكُمْ كُلَّ حَرْفٍ أَنْتُمْ تَشْكُرُونَ

(الانعام: ۳۰-۳۲)

قَوَادِرَ كَبُورًا فِي الْأَعْلَى دَعَا اللَّهَ  
مُطْلَقًا لَوْ أَنَّ الْوَيْسَ فَلَمَّا تَشْكُرُهُمْ إِلَى الْبَرِّ  
هُمْ يَسْمَعُ كَذِبًا (العنكبوت: ۲۵)

وَقَطْرَةَ اللَّوْءِ الْيَتِيمِ قَطَرِ النَّاسِ عَلَيْهَا لَا  
تَسْدِلُ لِيَخْلُقَ اللَّهُ (الروم: ۳۰)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَآخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ

اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان کو کھنگلی اور سختی میں مبتلا

وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿۳۶﴾ فَلَوْلَا إِذَا جَاءَهُمْ بَأْسًا تَتَّزِعُونَ

کر دیا تاکہ وہ گڑبگڑ کر دعا کریں ○ تو جب ان کے پاس کھنگلی کا طرب آیا تو انہیں نے کیوں نہ

وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۷﴾

گڑبگڑ کر دعا کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا ○

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ

پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جہاں کوئی گمراہی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، حتیٰ کہ

إِذَا فَرَّخُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَاذْهَبُ قَبْلُ سُونَ ﴿۳۸﴾

جب وہ ان چیزوں پر اتارنے لگے جہاں کوئی گمراہی تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے ○

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾

پس انہوں کی جزا کاٹ دی گئی اور تمام قریشی اشہری کے لیے بھی جو تمام جہازوں کا پروردگار ہے

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَمَّ عَلَى قُلُوبِكُمْ

آپ کہیے یہ بتاؤ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں سے جاسنہ اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو

مَنْ اِلَهَ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ اَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيَاتِ ثُمَّ

اللہ کے سوا کوئی سہوہ ہے جو یہ چیز لایا کرتا ہے پاس سے آئے، دیکھیے ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں

هُمْ يَصْذَفُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً

پھر ایسی اور روگردانی کرتے ہیں آپ کہیے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اپنا تک یا کھم کھلا، اللہ کا عذاب آجائے

اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿۳۹﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ

تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک کیے جائیں گے ہم مہرٹ خوش خبری سناتے والے

اِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور ڈرنے والے رسول بھیجتے ہیں، پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان پر نہ کوئی

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَسْتَهْمُهُمُ الْعَذَابُ

خوف ہوگا اور نہ وہ ملگن ہوں گے اور جن لوگوں نے جاری آیتوں کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب ہوگا کہ

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ لَا اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ

وہ خازناتی کرتے تھے آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں

وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا اَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مُلْكٌ اِنْ اَتَّبِعُوا اَمْرًا

اور میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا

يُوحَىٰ اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾

میں میں کی ہرگز غلطی کی جاتی ہے، آپ کہیے کیا انصاف اور دیکھنے والا برابر ہے، کیا تم غور نہیں کرتے

۵۱



اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے پھر ہم نے ان کو سختی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ گمراہ نہ ہو اور عا کریمؐ تو جب ان کے پاس سختی کا عذاب آیا تو انہوں نے کہیں نہ گمراہ نہ ہو کر عا کریمؐ میں ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا۔ (الانعام: ۴۳-۴۴)

مصلحتیں اور تکلیفیں بندوں کو اللہ کی طرف راجع کرنے کے لیے نازل ہوتی ہیں

اس سے پہلی آیت میں کافروں کی ایک قوم کا مل بیان فرمایا تھا جو سختیوں اور مصیبتوں میں اللہ کی طرف رجوع کرتی تھی اور اس آیت میں ان سے زیادہ سخت دل کافروں کا مل بیان فرما رہا ہے جو سخت تکلیفوں اور مصیبتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ البتہ اس کا معنی ہے شدت عذاب قوت اور شدت فقر اور اس کا اطلاق جنگ اور مشقت پر بھی کیا جاتا ہے اور البتہ جنگ کی شدت کو بھی کہتے ہیں اور البتہ ضرر سے بچا ہے ضرر نفع کی ضد ہے یعنی نقصان اور مرض کو بھی کہتے ہیں۔ اس آیت میں البتہ سے مراد ہے تھری سختی اور البتہ سے مراد ہے بیماری کی سختی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی عبرت کے لیے سابقہ امتوں کی مثل دی اور یہ بتایا کہ اپنے بندوں کو مشکلات اور سختیوں میں مبتلا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے تاکہ وہ گمراہی اور کفر سے ہدایت اور ایمان کی طرف رجوع کریں۔ اس لیے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے جنہوں نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دی۔ سو انہوں نے اپنے پیغمبروں کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو ہم نے ان کو فقر اور معاش کی سختی میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور گمراہ نہ ہو کر اللہ سے دعا کریں کیونکہ سختیاں جھیلنے سے انسان کندن بن جاتا ہے۔ مشرکین مکہ کو یہ اس لیے بتایا ہے کہ وہ بھی پچھلے امتوں کے کافروں کی طرح عذاب الہی کے شکر تھے اور نبی پیغمبر کی مخالفت کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس معصوم کو مکر فرمایا کہ جب ان کافروں پر فقر اور مرض کا عذاب مسلط کیا گیا تو انہوں نے اللہ سے گمراہ نہ ہو کر دعا کیوں نہیں کی ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوئی نہ خوف پیدا ہوا اور انہوں نے عبرت حاصل نہیں کی۔ سو ان کے دل پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور یہ لوگ جو نبیوں سے منکر و کئے تھے شرک کرتے تھے اور فسق و فجور میں ڈوبے رہتے تھے شیطان نے ان کے ان کاموں کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا اور ان کے دلوں میں یہ دوسرا ڈالاکہ اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ڈننے رہو کیونکہ یہی حق و صواب ہے۔ پھر جب انہوں نے اس حیرت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جس سے وہ قومیں صفحہ اسی سے مٹ گئیں۔ چنانچہ فرمایا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب وہ اس صیحت کو بھول گئے جو ان کو مٹی کی تھی تو ہم نے ان پر ہرجز کے دروازے کھول دیئے حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترنے لگے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ٹامید ہو کر رہ گئے پس غلاموں کی جڑ کھنڈی مٹی اور تمام تعزیریں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جانوں کا پروردگار ہے۔ (الانعام: ۴۵-۴۶)

گناہوں کے باوجود نعمتوں کا ملنا اللہ کی طرف سے استدر راجع اور ڈھیل ہے

اس آیت میں ان کے صیحت کے بھولنے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا گیا عطا کر کے بھولنے سے احراز توان کے اعتبار میں نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بھولنے سے مراد ترک کرنا ہے یعنی جب انہوں نے اس صیحت کے تقاضوں پر عمل کرنا ترک کر دیا۔ ابن جریج نے اس کی تفسیر میں کہا ہے جس دین کی طرف ان کو اللہ اور اس کے رسولوں نے دعوت دی تھی اس کو انہوں نے ترک کر دیا بلکہ اس کا انکار کیا اور اس کو رد کر دیا تو ہم نے ان پر ہرجز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی معاش کی سختی کو رزق کی وسعت سے بدل دیا اور پیاروں کو صحت اور صلاحی کے ساتھ بدل دیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کس طرح فرمایا ہے کہ ہم نے ان پر ہرج کے دروازے کھول دیئے حالانکہ یہ معلوم ہے کہ فن پر رحمت اور توبہ کے دروازے ہمیں کھولے گئے تھے۔ ان کے علاوہ نیکو اور صلح اور صلاح کے دروازے بھی بہت زیادہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے رزق کی وسعت خوشحالی اور جسمانی صحت و سلامتی کے جو دروازے فن پر بند کر دیئے تھے بطور استدراج اور ان کو ذلیل دینے کے لیے ہم نے وہ بند دروازے ان پر کھول دیئے۔ اس کی نظیر اس آیت میں ہے:

ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نئی بھیجا تو اس بستی والوں کو (نئی کی تکذیب کی وجہ سے) ہم نے نئی اور تکلیف میں گرفتار کر لیا، تاکہ وہ گرفتار نہ ہو اور دعا کریں پھر ہم نے بد حالی کو خوشحالی سے بدل دیا، حتیٰ کہ وہ (مال اور اولاد میں) بہت زیادہ ہو گئے اور کہنے لگے 'ہمارے آپاد و اہلاد کو بھی تکلیف اور راحت پہنچی رہی ہے پھر ہم نے اچانک ان کو اپنی گرفت میں لے لیا اور آسمان پر ان کو شور مچا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا آخِذًا  
أَعْلَمُهَا بِالْبِائِسَةِ وَالْعَصْرَاءِ لَعَلَّهُمْ  
يَعْتَرَعُونَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ  
الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَتَّحْنَا  
الْعَصْرَاءَ وَالْعَصْرَاءُ فَآخِذْنَهُمْ نَغْنَةً وَهُمْ لَا  
يُشْعُرُونَ ۝ (الاعراف: ۳۴-۳۵)

اور میں انہیں ذلیل دیتا ہوں، تب تک میری غیہ تھیر

وَأُمْسِي لَهُمْ لَيْلٌ كَلْبِيٌّ مِثْلِي ۝

(الاعراف: ۳۴) - بہت مضبوط ہے۔

محمد بن مضر حادلی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بستی والوں کو جس سل ملت دی تھی۔ ابن جریج نے کہا کہ وہ خوشحالی میں مغرور تھے کہ اچانک ان پر عذاب آئید ابن زید نے کہا میں وہ شخص ہے جس پر ایسی مصیبت آجائے جس کا ذکر نہ ہو سکے۔ یا اس پر ایسا عذاب آئے جس سے پہچان نہ کیا جاسکے۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۲۵۷-۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام احمد بن حنبل حنفی ۳۴۱ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر ہجری بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے گناہوں کے پلوجوران کے سوالوں کے مطابق عطا فرما رہا ہے تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے استدراج اور ذلیل ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر جب وہ اس صیغہ کو بھول گئے جو ان کو کئی نئی تھی تو ہم نے ان پر ہرج کے دروازے کھول دیئے (البیہ) اسناد احمد ج ۱ رقم الحديث: ۳۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت مطبعہ ۱۴۳۳ھ

علامہ قرطبی کہتے ہیں حسن نے کہا جس شخص پر بھی اللہ نے دنیا و سبع کر دی ہے مگر اس کو یہ خوف نہ ہو کہ اس کو ذلیل دی گئی ہے تو اس شخص کا صل ناقص ہو گا اور اس کی گھر روئی ہوگی اور جس شخص سے اللہ نے دنیا کی وسعت روک لی ہو اور اس نے اس نغلی میں خیر کا گمان نہ کیا ہو تو اس شخص کا صل بھی ناقص ہو گا اور اس کی گھر روئی ہوگی اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی جب تم خضر کو اپنی طرف آنادیکھو تو یک لوگوں کی طرح مر جاؤ اور جب تم خضر کو اپنی طرف آنادیکھو تو کہو یہ آزمائش ہے جس میں مجھے جلا کیا گیا۔

(الجامع للحکام القرآن ج ۲ ص ۶۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

جن لوگوں نے اپنے رب کے خلاف سرکشی کی تھی اس کے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ان کے احکام کی مخالفت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اچانک پھیلے ہلک کر دیا اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹا کر نیست و بربود کر دیا۔ اس لیے فرمایا میں خالصوں کی بڑ

کٹ دی گئی اور فرمایا تمام تعزیریں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، یعنی کامل شاء اور مکمل شکر اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس نے اپنے رسولوں پر اور اپنی اخلاصت کرنے والوں پر انعام فرمایا اور ان کو اپنے مخالف کافروں کے خلاف دلائل اور براہین سے غلبہ عطا فرمایا اور کافروں کو ان کے کفر اور رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے جس عذاب کی وعید سنائی تھی وہ عذاب ان پر نازل کروا اور اپنی وعید کو سچا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے لے جیڑا اگر اللہ تمہارے کھن اور تمہاری آنکھیں لے جائے اور تمہارے دلوں پر سر رکھے تو اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو یہ جنس تمہارے پاس لے آئے، دیکھئے اہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں پھر (بھی) وہ روگردانی کرتے ہیں۔ (الانعام: ۴۶)

اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی یکپارہ غایت پر استدلال کرنا مقصود ہے، کیونکہ انسان کے اشرف الاعضاء کھن آنکھیں اور دل ہیں۔ کھن قوتِ سلسلہ کامل ہیں، آنکھیں قوتِ بصیرہ کامل ہیں اور دل حیات، عقل اور علم کامل ہے۔ اگر ان اعضاء سے یہ صفات زائل ہو جائیں تو انسان کے حواس اور اس کی کارکردگی کا نظام قلمبہ ہو جائے گا اور وہ دین و دنیا کے فوائد حاصل کرنے سے محروم ہو جائے گا اور یہ بالبداهت معلوم ہے کہ جس ذات نے ان قوتوں کو پیدا کیا اور ان کو زائل ہونے سے محفوظ رکھا ہے، وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ من عظیم الشان اور علی قدر نعمتوں کا دینے والا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے تو پھر یہ کہنا واجب ہے کہ تعظیم، ثناء اور مہلت کا مستحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جہوں کی مہلت کرنا پائل اور قاصد طریقہ ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے اگر وہ تمہارے دلوں پر مر لگا دے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ کافروں کے دلوں پر مر لگا دے جس سے وہ ہدایت کو نہ سمجھ سکیں اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عقلوں کو پائل زائل کر دے اور وہ پاگلوں اور مجنونوں کی طرح ہو جائیں اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اللہ ان کے دلوں کو مردہ کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، دیکھئے اہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں، یعنی کبھی ہم انہیں اپنی نعمتیں یاد دلا کر ان کو ایمان لانے کی ترغیب دیتے ہیں اور کبھی انہیں پچھلی امتوں کا عذاب یاد دلا کر ڈراتے ہیں اور کبھی اس بات سے ڈراتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو تمہارے اشرف الاعضاء کو معطل اور بے کار کر دیں، تاکہ تم ایمان لے آؤ اور کبھی اپنی الوہیت، قدرت اور توحید پر دلائل پیش کرتے ہیں کہ تم ان دلائل سے متاثر ہو کر ایمان لے آؤ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے لے جیڑا اگر تمہارے پاس اچانک یا حکم کھلا اللہ کا عذاب آجائے تو خالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک کیے جائیں گے۔ (الانعام: ۴۳)

کافروں کے عمومی عذاب میں، آیا مومن بھی مبتلا ہوں گے یا نہیں؟

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے صرف اشرف الاعضاء کو زائل کرنے کی وعید سنائی تھی اور اس آیت میں عمومی عذاب کی وعید سنائی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عذابِ خلوہ کسی قسم کا ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اس عذاب کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح خلوہ کسی قسم کی خیر ہو، اللہ عز و جل کے سوا اس کا کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے۔ اس آیت میں عذاب کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اچانک اور حکم کھلا، کیونکہ یا تو عذاب کی پہلے علامتیں نمودار ہوں گی یا پیشگی علامتوں کے بغیر عذاب آئے گا۔ ثانی الذکر اچانک عذاب ہے اور اول الذکر حکم کھلا عذاب ہے۔ ثانی الذکر کا اچانک ہونا ظاہر ہے اور اول الذکر کو حکم

کھلا اس لیے فرمایا کہ اس عذاب کی علامتیں پہلے نمودار ہو چکی تھیں حتیٰ کہ اگر وہ اس عذاب سے بچنا چاہتے تو وہ کفر اور سرکشی سے توبہ کر کے بچ سکتے تھے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر یہ عذاب آجائے تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون حلاک کیا جائے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب عمومی عذاب آئے گا تو پھر نیک لوہد کی تیز نہیں رہے گی اور کافروں کے ساتھ مومن بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ اہم راوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگرچہ بظاہر مومن اور کافروں ہلاک ہوں گے لیکن حقیقت میں ہلاکت صرف کفار کے لیے ہوگی اور مومنوں کے لیے یہ ضرر عظیم ثواب اور بلند درجات کا سبب ہو گا اس لیے ان کے حق میں یہ ہلاکت نہیں ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منت جاری ہے یہ ہے کہ جب وہ کسی علاقہ کے کافروں پر عمومی عذاب نازل فرماتا ہے تو ایمان والوں کو وہاں سے نکل دیتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں پر جب عذاب نازل فرمایا تو ایمان والوں کو وہاں سے نکل لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم صرف خوش خبری سننے والے اور ڈرنے والے رسول بھیجتے ہیں۔ پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ ٹھیکیں ہوں گے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب ہو گا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (الانعام ۳۸-۳۹)

انبیاء علیہم السلام کا مقرر شدہ کام

اس آیت کا معنی ہے کہ ہم رسولوں کو صرف ترغیب اور تہذیب کے لیے بھیجتے ہیں۔ وہ دنیا میں رزق کی وسعت اور آخرت میں ثواب کی بشارت دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی مذکور ذیل آیتوں میں ترغیب اور تہذیب دونوں کی مثالیں ہیں۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ أَنفَقُوا لَنفَعَنَّا عَلَيْهِمْ مَرَكِبٌ مِّنَ التَّنَاقُصِ وَالْأَرْصِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَاصْتَلَتْهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَانُوا يَمْكُورُونَ ۝  
أَفَإِنَّمْ أَهْلَ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيِّنَاتٌ وَهُمْ نَاكِسُونَ (الاعراف ۶۷-۶۸)

اور اگر مٹیوں والے ایمان لے آتے اور (اللہ سے) ڈرتے تو ہم ان پر ضرر و آفات اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے (رسولوں کی) تکذیب کی تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو گرفت میں لے لیا کیا بیشیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ وہ اتوں رات ان پر عذاب آ جائے اور انہیں وہ سوجھ بوجھ۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے رسولوں کو اس لیے بھیجا ہے کہ وہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔ اس لیے میں بھیجا کہ کفار ان سے من مانے اور فرضی معجزات طلب کریں۔ انبیاء علیہم السلام صرف ان ہی معجزات کو پیش کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوتی ہے اور کسی انسان کی تسلی اور اطمینان کے لیے جس قدر معجزات کی ضرورت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمادیتا ہے اور جو شخص ان معجزات کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے وہ آخرت میں عذاب سے بے خوف ہو گا اور جن لوگوں نے ان معجزات کے بلوجود انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ان کو آخرت میں عذاب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ کہنے کیلئے حال اور دیکھنے والا میرے کیا تم فور میں کرتے۔ (الانعام ۵۰)

نبیؐ سے قدرت اور علم غیب ہونے کی نفی

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی نبوت کے منکوں سے کہنے کے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں جس کی ملک میں آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ہیں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں از خود ایسے غیب کو چاہتا ہوں جن غیبات کو اللہ تعالیٰ کے سوا از خود کوئی نہیں چاہتا حتیٰ کہ تم میرے دعویٰ نبوت کی تکذیب کرو کیونکہ خدا ہی ہو سکتا ہے جس کی حکمت میں کائنات کی ہر چیز ہو اور جس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہ ہو یعنی جس کا علم اور اس کی قدرت کامل ہو خدا ہی ہو سکتا ہے اور نہ میں نے تم سے یہ کہا ہے کہ میں فرشتہ ہوں کیونکہ میں تم کو دکھائی دیتا ہوں اور فرشتہ عالم انسانوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام سنایا ہے یہ وہی ہے جس کی میری طرف وحی کی گئی تھی۔ میں صرف وحی الہی کی پیروی کرتا ہوں میں نے جو دعویٰ نبوت کیا ہے اس پر میں نے اللہ کی طرف سے قوی اور مستحکم دلیلیں پیش کی ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں ہے اور نہ عقل کے خلاف ہے۔ اے مجھ! چہ چیز آپ کہنے کی یاد دلاؤ کہ جو حق کو اور دلائل کو دیکھنے سے اندھے ہیں وہ اور وہ لوگ جو دلائل کو دیکھ کر حق کا اعتراف کر لیتے ہیں وہ توں برابر ہو سکتے ہیں کیا تم لوگ میرے دعویٰ کی سچائی اور اپنی تکذیب کے فسور پر غور نہیں کرتے؟

امام محمد بن سید الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی حنفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے تین مسئلے دراصل شرکین کے تین سوالوں کے جواب ہیں:

۱۔ شرکین یہ کہتے تھے کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو آپ اللہ سے ہمارے لیے دنیا کے منافع اور اچھائیاں طلب کریں اور یہ کہ اللہ ہمارے لیے سعادتوں کے دروازے کھول دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہنے کے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ خیر اسی کے ہاتھ میں ہے میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (خزانہ کا معنی ہے ایسی حفاظت کی جگہ جہاں لوگوں کے ہاتھ نہ پہنچ سکیں)

۲۔ شرکین یہ کہتے تھے کہ اگر آپ درحقیقت رسول ہیں تو آپ ہمیں یہ بتائیں کہ مستقبل میں کیا فائدے ہوں گے اور کیا نقصانات ہوں گے؟ تاکہ ہم فائدہ حاصل کرنے کی تیاری کریں اور نقصانات سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہنے کے میں (از خود) غیب کو نہیں چاہتا تو تم مجھ سے ان امور کا کیسے مطالبہ کرتے ہو؟

۳۔ شرکین یہ کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھانا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے اور شادی کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ رہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہنے کے میں فرشتوں میں سے نہیں ہوں۔

نبیؐ سے قدرت اور علم غیب کی نفی کا محمل

اللہ تعالیٰ نے نبیؐ سے ان تین امور کی نفی کرائی۔ اس نفی کرانے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(الف) اس سے مراد یہ ہے کہ نبیؐ اپنی طرف سے اللہ کے سامنے تواضع اور خضوع کا اظہار کریں تاکہ لوگ آپ کے متعلق وہ اعتقاد نہ کریں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کیا گیا تھا۔

(ب) گفتہ کہ آپ سے بہت زبردست مجہوز کے اظہار کا مطالبہ کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں مانیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں یا آپ کے لیے مجبور ہو اور انجوروں کا گوشتی باغ ہو پھر آپ اس

کے درمیان سے کوئی دریا جاری کر دیں یا جیسا کہ آپ کہتے ہیں آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہلوے اور گراؤں یا آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے چارے بنائیں یا آپ کا سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کریں جسے ہم پڑھیں۔ آپ کہتے ہیں اب یہ سچ ہے میں تو صرف بشر رسول ہوں اپنی اسرائیل (۱۰۰:۳۳) یعنی صرف رسالت اور نبوت کا دعویٰ دار ہوں اور جن امور کو تم طلب کر رہے ہو ان کو اللہ کی قدرت کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ سو اس کلام سے تصدیق ہے کہ جن معجزات کا تم مطالبہ کر رہے ہو ان کو حاصل کرنے کے لیے میرے پاس مستقل قدرت نہیں ہے۔

(ج) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس ایسی قدرت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ثبوت کے لیے ضروری ہے اور نہ میں غیب جانتا ہوں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ کے علم سے متصف ہوں اور ان دونوں جملوں کا حاصل یہ ہے کہ میں الوہیت کا مدعی نہیں ہوں۔

(تفسیر کبیر 'ج' ۴ ص ۴۰۳۸، 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت '۱۳۹۸ھ' طبع تہذیب)

قاضی بیہدوی ص ۸۵۵ لکھتے ہیں:

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے مقدورات اور اس کے خزانے ہیں۔ اور میں غیب نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ جس غیب کی میری طرف وحی نہ کی جائے یا جس غیب پر دلیل (مطلق یا معنی) قائم نہ ہو اس کو میں نہیں جانتا یا میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتوں کی جنس سے ہوں یا جن کلاہوں پر فرشتے قادر ہیں ان پر میں قادر ہوں۔ نبیؐ پر چہرہ نے نہ اٹھانے اور فرشتہ ہونے کے دعویٰ سے براہت کا اظہار کیا اور نبوت کا دعویٰ کیا جو بشر کے کمالات سے ہے۔

(انوار التنزیل مع الکاثر ردی 'ج' ۲ ص ۴۱۰، 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت '۱۳۱۶ھ')

علامہ سید محمود اکوٹی ص ۷۰ لکھتے ہیں:

مولانا شیخ الاسلام کا عقار یہ ہے کہ معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ عزوجل کے افضل سے متعلق علم غیب کو جانتا ہوں، حتیٰ کہ تم مجھ سے یہ سوال کرو کہ قیامت کس وقت واقع ہوگی یا عذاب کس وقت نازل ہوگا؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ یہ غیب کفار کے انجام کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں حتیٰ کہ تم مجھے خلاف عدلت افضل کا مکتبہ کرو مثلاً آسمان پر چڑھنے کا اس سے یہ وہم نہ ہو کہ فرشتہ نبی سے افضل ہو تا ہے کیونکہ شیر، بیڑیا، ستارے اور پرندے ایسے کالم کر لیتے ہیں جو انسان نہیں کر سکتا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انسان سے افضل ہوں۔ (روح البانی 'ج' ۲ ص ۵۵۵، 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علماء دیوبند کے نزدیک علم غیب کی نفی کا محمل

اس آیت کو علماء دیوبند نے بھی اس پر محمول کیا ہے کہ نبیؐ سے مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ مستقل اور بذات علم کی نفی کی گئی ہے یا آپ سے تمام معلومات الہیہ کی نفی کی گئی ہے۔

شیخ اشرف علی تھانی ص ۳۳۷ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں تمام فیوض کو (جو کہ معلومات الہیہ ہیں) جانتا ہوں (جیسا کہ کبھی کبھی بطور غلط اس قسم کی باتیں پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئے گی؟ یا ان القرآن 'ج' ۲ ص ۲۷۸، 'مطبوعہ تاج کتب پبلیشرز گرامی')

شیخ شہر امر مٹنی متنی ۳۸۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی کوئی شخص جو وہی نبوت ہو اس کا یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ تمام مقدرات الہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فراغی کی جائے وہ ضرور ہی کر دکھائے یا تمام معلومات حبیبہ و شہید پر خواہ ان کا تعلق قرائن و رسالت سے ہو یا نہ ہو اس کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ تم پر جمو وہ فوراً بتا دیا کرے۔

(تفسیر مٹنی بر ترجمہ محمود الحسن ص ۷۷)

مٹنی محمد شفیع رحمہ اللہ متنی ۳۸۹ھ اس آیت کے تحت خلاصہ تفسیر میں لکھتے ہیں:

لورہ میں تمام غیب کی چیزوں کو جانتا ہوں (جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے)

(معارف القرآن ج ۳ ص ۳۲۳ مطبوعہ ادارہ المعارف کراچی ۱۱۳)

نئی چیز کے لیے علم غیب کا ثبوت

مفسرین کرام نے اس آیت میں علم غیب کی نفی کو مطلقاً علم غیب کی نفی پر محمول نہیں کیا بلکہ اس علم غیب کی نفی پر محمول کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو خصوصاً اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو عموماً علم غیب عطا فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض آیات حسب ذیل ہیں:

ذٰلِكَ مِنْ آثَانِ الْعَبِيّ نُوحِيْدًا لِّكَ

(آل عمران: ۱۳۳) وہی فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے علم کا ایک ذریعہ وہی ہے جو جب نئی چیز کی طرف غیب کی وہی کی گئی تو آپ کو غیب کا علم ہو گیا۔ چونکہ شرح معانی میں لکھا ہوا ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں۔ حواس سلیس، خبر مطلق اور عقل (شرح معانی ص ۱۰) اور جب نئی چیز کو غیب کی خبریں دی گئیں تو آپ کو غیب کا علم حاصل ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ مِنْ آثَانِ الْعَبِيّ نُوحِيْدًا لِّكَ

(احزاب: ۳۹) وہی فرماتے ہیں:

عمومی طور پر انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِقَكُمْ عَلٰی الْعَبِيّ وَ  
لَيَكُنَّ اللّٰهُ مَحْشُوْرًا مِنْ رُسُلِهِ مَن تَكْسَا

(آل عمران: ۱۷۱) اللہ کے رسول ہیں:

عَلِيْمُ الْعَبِيّ فَلَا يُظْهَرُ عَلٰی عَبْدٍ اَحَدًا  
اَلَا مَنِيْ اَرْتَضٰی مِنْ رُسُلِيْ (الحسن ۳۵۳)

میں فرماتا ہوں ان کے جن کو اس نے پسند فرمایا ہے اس کے رسول ہیں۔

بعض علماء کی یہ تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف صراحتاً علم غیب کی نسبت نہیں کی بلکہ اہل غیب اور اطلاع علی الغیب کی نسبت کی ہے۔ اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام پر غیب ظاہر کیا گیا یا ان کو غیب پر مطلع کیا گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فیروز علم غیب کی بلا استثناء نفی فرمائی ہے اس لیے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو علم غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو علم غیب دیا گیا یعنی مہارت میں کوئی حیرت نہیں جس سے معلوم ہو کہ اس علم سے

مراد عطائی ہے ذاتی نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری حنفی ۳۰ ص ۳۰ لکھتے ہیں:

علم جب کہ مطلق یوں جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف متعلق ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشف پر میرید شریف رحمت اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی ماننے یقیناً کافر ہے۔ (المفتاح ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

امام احمد رضا قادری کی اس عبارت سے ذکر اور بعد و تحقیق کی تائید ہوتی ہے۔

منفی محمد شفیع دہلوی حنفی ۳۰ ص ۳۰ لکھتے ہیں:

اس معاملہ میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا تھا بلکہ تمام فرشتوں اور لوگوں و آخرین کو عطا علم دیا گیا ہے مگر سب سے زیادہ حضور ﷺ کو علم عطا فرمایا گیا ہے۔ یہی پوری امت کا عقیدہ ہے۔ پس اس کے ساتھ ہی قرآن و سنت کی بے شمار تشریحات کے مطابق تمام ائمہ مطلق و خف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا علم عطا صرف حق تعالیٰ شانہ کی خصوصیت ہے۔ جس طرح اس کے خالق و رازق تصور مطلق ہونے میں کوئی فرشتہ یا رسول اس کے برابر نہیں ہو سکتا اسی طرح اس کے علم عطا میں بھی کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فرشتہ یا پیغمبر کو لاکھوں چیزیں معلوم ہونے کے باوجود عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔

(معارف القرآن ج ۳ ص ۳۷۸ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۳۱۳ھ)

نبی ﷺ پر عالم الغیب کے اطلاق کا عدم جواز

ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب ثابت ہے۔ اس کے باوجود ہمارے نزدیک آپ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ عالم الغیب کا لفظ عرف اور شرع میں لفظ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محمد عزوجل کتنا جائز نہیں ہے مگر آپ عزوجل و جلیل ہیں۔ اسی طرح محمد تبارک و تعالیٰ کتنا جائز نہیں ہے مگر آپ باریک و بلند ہیں کیونکہ عرف اور شرع میں عزوجل اور تبارک و تعالیٰ کے لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔

امام احمد رضا حنفی ۳۰ ص ۳۰ لکھتے ہیں:

مخلوق کو عالم الغیب کتنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے ہائے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے۔

(الامین والحق ص ۳۷۸ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

مولانا سرور احمد حنفی ۸۷ ص ۸۷ لکھتے ہیں:

لفظ عالم الغیب کا اطلاق ہم بھی عرفاً غیر خدا عزوجل پر نہیں کرتے۔ (مناکر و برہانی ص ۱۰۶ مطبوعہ المکتبہ المادہ لاہور)

ہم نے اپنی کتاب مقام ولایت و نبوت میں علماء اہل سنت اور خصوصاً علماء دہلوی کی بکثرت عبارات پیش کی ہیں۔ جن میں مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کی گئی ہے۔

نبی ﷺ کے علم غیب کے متعلق اہل سنت کا مسلک

امام احمد رضا قادری حنفی ۳۰ ص ۳۰ لکھتے ہیں:

۱۔ بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

۲۔ بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومت غیبیہ ہو سکتا معلوم تو درکنہ تمام لوگوں و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ



مقررین سب کے علوم مل کر علوم انبیہ سے وہ نسبت میں رکھ سکتے جو کوڑا کوڑے سمندروں سے ایک ذرہ ہی بوند کے کدوؤں حصہ کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کوڑا حصہ دونوں متقی ہیں اور متقی کو متقی سے نسبت ضرور ہے۔ مختلف علوم الہیہ کے غیر متقی اور غیر متقی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش و شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اوس تا روز آخر کو محیط ہو جائیں۔ آخر متقی ہیں کہ عرش و فرش و حدیں ہیں شرق و غرب و حدیں ہیں روز اول و روز آخر و حدیں ہیں اور جو کچھ وہ حدوں کے اندر ہے سب متقی ہے بالکل غیر متقی کا علم تفصیل مخلوق کو لی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الہی سے اصلاً نسبت ہوتی ہی محال قطع ہے نہ کہ معلو اللہ تو ہم پہلوات۔

۳۔ یعنی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام عظیم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر وافر فیوض کا علم ہے۔ یہ بھی ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے جوت ہی کا منکر ہے۔

۴۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل عظیم میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے فیوض کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔

(خاص الامتداد ص ۳۹-۳۸ مطبوعہ مطبع اہل سنت بریلی ۱۳۲۸ھ)

کیا نبی ﷺ کا اتباع وحی کرنا آپ کے اجتہاد کے متناہی ہے؟

اس آیت کے آخر میں ہے (آپ کہنے کے اس میں صرف اسی چیز کی پیروی کرنا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے) آپ کہنے کی مانند حال اور دیکھنے والا برابر ہیں کیا تم غور نہیں کرتے۔ (الانعام ۵۰)

امام محمد بن عبد بن محمد مرزا مثنوی ۳۶ ص ۳۷ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں دیتے تھے اور آپ اجتہاد نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے تمام احکام وحی سے صادر ہوتے تھے۔ اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَمَا يَسْطِطِعُ أَحَدٌ مِّنَ الْبَشَرِ أَن يُوْحَىٰ إِلَيْكَ فَخُذْ مِمَّا دُلَّتْ عَلَيْكَ وَحْيٌ  
(النجم: ۳-۴) صرف وہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

اور جب نبی ﷺ اجتہاد نہیں کرتے تو امت کے لیے بھی اجتہاد جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ صرف وحی الہی کی اتباع کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید فرمائی کیا اللہ حال اور دیکھنے والا برابر ہیں؟ کیونکہ بغیر وحی کے عمل کرنا اللہ کے عمل کے قائم مقام ہے اور وحی کے مطابق عمل کرنا دیکھنے والے کے عمل کے قائم مقام ہے۔ پھر فرمایا کیا تم غور و فکر نہیں کرتے۔ اس سے صاحب عقل کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ وہ ان دونوں امور کا فرق سمجھے اور غافل نہ ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

نبی ﷺ کے اجتہاد پر دلائل

امام مرزا کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے۔ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء عظیم السلام کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور خصوص پر قیاس کرنا بھی جائز ہے۔ سورہ انبیاء ۷۹-۸۰ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اجتہاد کا ذکر ہے اور امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے حج کی نذر دہائی پھر وہ فوت ہو گئی اس کا ماہی نبی ﷺ کے پاس گیا اور اس کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا یہ بتا اگر تسبیح بسن پر قرض ہو تو کیا تم اس کو لو کر لے؟ اس نے کہا ہاں آپ نے

فرمایا اللہ کا حق لوگو! وہ لوگوں کے زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۵۴، ج ۷، رقم الحدیث: ۳۷۷۸، ج ۸، رقم الحدیث: ۳۵۵۷، سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۱۳۱)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ کے حق کو بدلے کے حق پر قیاس کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے اجتہاد اور قیاس کی دلیل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (الحشر: ۳)

اے سامعین بصیرت! اعتبار کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا اور یہی معنی قیاس میں بھی مستحق ہوتا ہے، کیونکہ قیاس میں اصل کے حکم کو فرع کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۱۸۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے قیاس کی صحت پر استدلال کیا گیا ہے، کیونکہ اس آیت میں ایک حل سے دوسرے حل کی طرف تجاوز کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دو چیزوں میں مشارکت کی وجہ سے ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہی قیاس ہے۔ (انوار التوہیل علی حاشیہ القاضی ج ۸، ص ۷۷، مطبوعہ دار سلوہ بیروت)

علامہ شامی الدین خفای متوفی ۱۲۷۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹنا، یہی طور کہ اس شے پر اس کی نظیر کا حکم مانا گیا جائے اور یہ اعتبار فصاحت حاصل کرنے، قیاس شری اور قیاس لغوی کو شامل ہے اور یہ آیت فصاحت حاصل کرنے پر مجازۃً اور قیاس پر اشارۃً دلالت کرتی ہے۔ (حاشیہ القاضی ج ۸، ص ۷۷، مطبوعہ دار سلوہ بیروت)

صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل

بکثرت احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ایک سردار میں جنسی ہو گئے۔ انہوں نے اجتہاد کر کے غسل کی بجائے تیمم کر لیا، نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا یا تو آپ نے ان کو طاعت نہیں کی۔ (صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب ۷)

اور امام ابو یوسف، محمد بن یسعی ترمذی متوفی ۲۲۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت صفوان بن یسعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا میں کتب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر کتب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے ناسخہ کو توختی عطا کی۔

(سنن الترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۲۲، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۴۲، سنن ابوموسیٰ ج ۵، رقم الحدیث: ۲۳۰۶)

حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے حکم کرے اور صحیح حکم دے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ حکم میں غلط کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۲۱، صحیح البخاری ج ۸، رقم الحدیث: ۳۵۴۲، صحیح مسلم القشیر ج ۱۵، رقم الحدیث: ۳۳۰۷، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۴۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۲۲۳۳، سنن کبریٰ للبخاری ج ۳، رقم الحدیث: ۵۸۸۸)

آپ کا وحی کی اتباع کرنا اجتہاد کے متنافی نہیں ہے

قرآن مجید اور اطلیٰ محمد سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ نے اجتہاد کیا ہے اور آپ نے صحابہ کرام کو اجتہاد کرنے کی ہدایت بھی کی ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اس آیت میں ہے "پس صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے" اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں قرآن مجید میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا، میں اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کی اتباع کرتا ہوں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اجتہاد سے جو احکام دیئے ان کی تائید اللہ کی وحی سے ہوئی، کیونکہ جب آپ احکام دے رہے تھے اس وقت نزول وحی کا زمانہ قلمد اگر آپ کے احکام میں خطا ہوتی تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ کی اصلاح فرما دیتا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے احکام کو برقرار رکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کے احکام صحیح تھے اور چونکہ آپ کے احکام کو وحی کی تائید حاصل تھی تو گویا آپ کی تکلیف کے اعتبار سے اتباع وحی کر رہے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منصوص احکام میں آپ صراحۃً اتباع وحی کرتے ہیں اور غیر منصوص احکام اور اجتہادی مسائل میں آپ مال کے اعتبار سے اتباع وحی کرتے تھے۔ اس لیے آپ کا یہ فرمان صحیح ہے کہ میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ کفار آپ سے مال طلب کرتے تھے۔ فیک یا بنی اسرائیل پوچھتے تھے اور غیر معمولی کام کرنے کے لیے کہتے تھے۔ تو آپ سے فرمایا کہ آپ کہنے کہ میں صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں میں وحی چیزیں دوں گا اور وحی چیزیں بتاؤں گا اور وحی کام کروں گا جس کی اللہ مجھے اجازت دے گا۔ اس لیے یہ آیت نبی ﷺ کے اجتہاد کے خلاف نہیں ہے۔ یہاں چونکہ اجتہاد کی بحث آگئی ہے اس لیے ہم اجتہاد کی تعریف اور نبی ﷺ کے اجتہاد میں مذاہب علماء بیان کریں گے۔ فضول وبالله التوفیق۔

اجتہاد کی تعریف

امام غزالی نے اجتہاد کی یہ تعریف کی ہے احکام شریعہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مجتہد کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا۔

(المستصفیٰ ج ۲ ص ۱۳۵)

علامہ آدمی نے کہا احکام شریعہ میں سے کسی حکم شری کا عنین طلب حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش کرنا کہ اس سے زیادہ کوشش سے عین عاجز ہو۔ (الاحکام ج ۳ ص ۱۶۹)

قاضی بیہولی نے کہا احکام شریعہ حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنا۔

(نہایت السنول ج ۳ ص ۵۳۳ "الایمان ج ۳ ص ۲۳۶" "الاجتہاد ج ۳ ص ۲۶۷)

علامہ ابن حمام نے کہا حکم شریعی کو حاصل کرنے کے لیے فقہ کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا۔ (تیسیر التقریر ج ۳ ص ۱۷۹)

ان تعریضات میں طاقت خرچ کرنے، جدوجہد کرنے اور کوشش کرنے سے مراد یہ ہے کہ مجتہد علمی اور ذہنی کوشش کرے اور جس پیش آمدہ مسئلہ کا حکم معلوم کرنا ہے، قرآن مجید، اطلیٰ اور آثار صحابہ میں اس کی نگاہ تلاش کرے اور اصل اور فرع میں غلطی مشترک نہ لے سکے اور اس میں غور کرے کہ جس مسئلہ کو وہ قیاس سے معلوم کر رہا ہے، کہیں وہ صراحتاً کتاب و سنت میں منصوص تو نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب

علماء اسلام کا اس پر اصرار ہے کہ مذہبی مصلحتوں اور جنگ کی تدبیروں اور امن جیسے امور میں نبی ﷺ کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور آپ نے ان امور میں اجتہاد کیا بھی ہے۔ ابن حزم نے اس کی یہ مثل دی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ کے تعلق پھل دے کر





نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث

جن لوگوں نے نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کا انکار کیا ہے انہوں نے حضرت علیؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب آپ سے عہد کے حلقہ سوال کیا گیا تو آپ نے اس وقت تک جواب نہیں دیا جب تک آپ بروی نازل نہیں ہوئی لیکن بکثرت ایسی احادیث ہیں کہ نبی ﷺ نے نزول وحی کے بغیر فی الفور مسائل کے جواب دیے اور یہ جو اہل آپ کے اجتہاد پر قوی دلیل ہیں اور حضرت علیؓ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ وحی سے احکام حاصل کرتے تھے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ہر حکم وحی سے حاصل کرتے تھے اور اجتہاد بالکل نہیں کرتے تھے جبکہ آپ نے بکثرت سوالات کے جوابات میں فی الفور احکام شرعی بیان فرمائے۔  
امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو حریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن یہ خبر دی گئی کہ خزاعہ نے یثرب کے ایک شخص کو اپنے مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا ہے جس کو یثرب نے قتل کیا تھا۔ نبی ﷺ نے لوٹنے پر سوار ہو کر غلبہ دیا اور فرمایا ہے شک اللہ نے مکہ میں قتل کو بند کر دیا ہے اور نہ پر رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو مسلط کر دیا ہے۔ سنوا کہ نہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ سنوا وہ میرے لیے دن کی صرف ایک ساعت کے لیے حلال ہوا ہے اور سنو! یہ وحی ساعت ہے نہ اس کے کاٹوں کو اکھاڑا جائے گا نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا اور نہ اس کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے گی۔ مسوا اعلان کرنے والے کے اور جن لوگوں کا کوئی شخص قتل کیا گیا ہو اس کو وہ اختیار ہیں یا تو وہ صحت لے لے یا قصاص لے لے۔ لیکن کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ لگہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا ابو قحس کے لیے یہ لگہ ۱۱۔ قریش کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ۱۰ احمر ایک قسم کی گھاس کا استنشاہ فرما لیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں میں اور قبروں میں رکھتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا مسوا اخر کے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۳۳، صحیح مسلم ج ۳، ۳۳۵، ۳۳۴، ۳۳۳، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۸۸، سنن نسائی ج ۵، رقم الحدیث ۲۸۵، ۲۸۴، سنن کبریٰ للنسائی ج ۲، رقم الحدیث ۳۸۵۷)  
اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ سے لاخر کے استنشاہ کا سوال کیا گیا اور آپ نے وحی کی طرف مراجعت کے بغیر فی الفور اپنے اجتہاد سے اس کا استنشاہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ عرم کیا پینے؟ آپ نے فرمایا عرم قیس پینے نہ ملے نہ شلوان نہ ٹوپی نہ دھڑان یا سرخ رنگ سے رنگا ہو اکپڑا۔ اگر اس کو طینن نہ ملیں تو وہ موز سے پائے لے اور نہ کو (اوپر سے) ناکٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۳۳، صحیح مسلم ج ۳، ۳۳۵، ۳۳۴، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۸۸، سنن نسائی ج ۵، رقم الحدیث ۳۸۵، ۳۸۴، سنن کبریٰ للنسائی ج ۲، رقم الحدیث ۳۸۵۷)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے مسائل کے جواب میں وحی کی طرف مراجعت کیے بغیر فی الفور اپنے اجتہاد سے عرم کے لباس کے حلقہ حکم شرعی بیان فرمایا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں اور وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ



ہی! آپ نے فرمایا پھر اللہ کا حق لو کہو وہ لو انگی کے زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحديث: ۱۸۵۲، سنن الترمذی ج ۵، رقم الحديث: ۱۲۳۱)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے اجتہاد کی قوی دلیل ہے۔

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ سَاءِ رَبٍّ لَّهُمْ ۖ

اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی عزت بچ کیے جانے سے ڈرتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ

مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ

کے سوا ان کا کرتی ہو دو گار جو گذشتہ امت کرتے والا۔ ان کو ڈرائیے تاکہ وہ سختی جو جائیں اور ان (مصلحین مسلمانوں) کو دور

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ

فریاد کیے جو صبح و شام اپنے رب کی حمد کرتے رہتے ہیں اور ان کا یہ کہ وہ اسی کی رضا چاہتی کہتے ہیں، ان کا حساب ہر ایک

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ

آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب ہر سرور ان کے ذمہ نہیں ہے، یہی اگر (بالفرض) آپ نے ان کو

فَطَرْدُهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۲﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم

دور کر دیا تو آپ غیر مصلحوں سے جو جائیں گے ○ اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض

بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِن بَيْنِنَا أَلَيْسَ

کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا، تاکہ انہما کار وہ (مال دار کافر) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے

اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۵۳﴾ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا

اسان کیا ہے! (اے کہو!) کیا اللہ تم کو اذان کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟ اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے

فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ إِنَّكَ مِنْ

میں تو آپ پر سلام جو، تمہارے رب نے (میں اپنے کم سے) اپنے اوپر رحمت کو لکھ کر لیا ہے، کو تم میں سے میں کہتا

عَمَلٍ مِنْكُمْ سُوءٌ يَبْهَاهُ لِيُثَبِّتَ أَتَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ

نہارا کیفیت کی وجہ سے کوئی بالاکام کر لیا ہے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو ٹھیک اللہ بہت

جہان القرآن

جلد سوم



عَفْوٌ رَّحِيمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

جتنے والا ہے مدد فرماتے والا ہے اور ہم یہ بھی تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مومنوں کو راستہ واضح

## الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۵﴾

ہر جانے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں اور آسمانیکہ اللہ کے سوانہ ان کا کوئی مددگار ہو گا نہ شفاعت کرنے والا (ان کو ڈرائیے) تاکہ وہ حق ہو جائیں۔

(الانعام: ۵۴)

کافروں اور مسلمانوں کو ڈرانے کے الگ الگ محل

اس سے پہلے کی آیتوں میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لہذا اس آیت میں فرمایا اس قرآن کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ان لوگوں سے کون مراد ہیں؟ بعض نے کہا اس سے مراد کافر ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کافروں کو عذاب آخرت سے ڈراتے تھے، اور بعض کافروں پر اس ڈرانے کا اثر ہوا تھا اور وہ سوچتے تھے کہ شاید آپ فیک کہتے ہوں۔ پھر فرمایا اللہ کے سوانہ ان کا کوئی مددگار اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا۔ اس میں یہود و نصاریٰ کا رد ہے جو کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ (الانعام: ۵۸) اور اس میں مشرکین کا بھی رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے بت اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے اور بعض مفسرین نے کہا کہ ان لوگوں سے مراد مسلمان ہیں اور معنی یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کو ہر چند کہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جانے کا یقین تھا، لیکن ان کو اپنے اور عذاب کا یقین نہیں تھا، کیونکہ ان کو یہ ممکن تھا کہ ان کا خاتمہ ایمان اور نیک اعمال ہو گا۔ تاہم یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ان کو عذاب ہو اس لیے فرمایا کہ آپ انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرائیں، تاکہ وہ ممکن ہوں سے باز رہیں اور نیک اعمال پر جہت قدم رہیں۔ اس کے بعد فرمایا اس دن اللہ کی اجازت کے بغیر نہ کوئی مدد کر سکے گا نہ شفاعت کر سکے گا اور مجدد گار مسلمانوں کے لیے جو شفاعت کی جائے گی، وہ اللہ کی اجازت سے ہوگی۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ  
کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کر سکے۔ (البقرہ: ۲۵۵)

وَلَا تَشْفَعُ الشَّعَاعَةُ بَيْنَهُمْ إِلَّا بِمَنْ أَدْرَأَ لَهُ  
اور اس کی بارگاہ میں صرف اسی کی شفاعت سے نفع ہو گا جس کے لیے وہ اجازت دے گا۔ (سجہ: ۴۳)

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ (الانبیاء: ۲۸)  
اور وہ (قریشے) اسی کی شفاعت کریں گے جس کے لیے وہ (رب) اراضی ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان (سکین مسلمانوں) کو اور نہ کہجے جو مع و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور آسمانیکہ وہ اسی کی رضا جوئی کرتے ہیں، ان کا حسب ہائے آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حسب سروسامان کے ذمہ نہیں

ہے 'پس اگر باغرض آپ نے ان کو دور کر دیا تو آپ غیر معنوں سے ہو جائیں گے۔ (الانعام: ۵۴)  
مسکین مسلمانوں کو ان کی مسکینیت کی بناء پر مجلس سے اٹھانے کی ممانعت  
امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری اس وقت آپ کے پاس حضرت خبابؓ، حضرت صیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈراپے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں۔ (الانعام: ۵۴)

(مسند احمد: ۴/۳۲۰ رقم الحدیث: ۳۸۸۵، طبع دار الحدیث کاہرہ، علامہ احمد محمد شاہ متوفی ۱۴۱۷ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد: ۴/۳۲۰، طبع قدیم، ۱۳۰۵ھ)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خبابؓ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت مبارکہ اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ (الانعام: ۵۴) تفسیر میں بیان کیا "اقرع بن حابس حبشی اور مینہ بن حسن فزاری آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسکین مسلمانوں میں سے حضرت صیبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت خبابؓ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، جب مشرکین نے ان کو نبی ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہوں نے ان مسکین مسلمانوں کو حقیر مانا، پس وہ آپ کے پاس آکر غلٹ میں بیٹھے اور کہنے لگے "ہم آپ کے ساتھ مجلس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ عربوں میں ہماری کیا فضیلت ہے؟ عرب کے وفد آپ کے پاس آتے رہتے ہیں اور ہم کو حیا آتی ہے کہ عرب لوگ ہم کو ان غلاموں کے ساتھ بیٹھ ہو دیکھیں۔ تو جب ہم آپ کے پاس آیا کریں آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے الٹا دیا کریں اور جب ہم آپ کی مجلس سے فارغ ہو جائیں تو پھر آپ چاہیں تو ان کو اپنے پاس بٹھالیا کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا انہوں نے کہا آپ ہمیں یہ لکھ کر دے دیں۔ آپ نے حیفہ منکویا اور حضرت علیؓ کو لکھنے کے لیے بلایا اور ہم اس وقت ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں در آنحائک وہ اسی کی رضا جوئی کرتے ہیں، ان کا حسب ہاں آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب سرموان کے ذمہ نہیں ہے، پس اگر باغرض آپ نے ان کو دور کر دیا تو آپ غیر معنوں سے ہو جائیں گے۔ (الانعام: ۵۴)

پھر اقرع بن حابس اور مینہ بن حسن کا ذکر کیا اور فرمایا اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا، تاکہ انہیں کلا وہ (اہل دار کافرا) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ (اے کافرو!) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جانتے والا نہیں ہے۔ (الانعام: ۵۴) پھر فرمایا اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں تو آپ کہیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے (مخلص اپنے کرم سے) اپنے لوہ پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ (الانعام: ۵۴) حضرت خبابؓ نے کہا پھر ہم آپ کے قریب بیٹھے تھے۔ حتیٰ کہ ہم اپنے گھنوں کو آپ کے گھنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بیٹھے تھے اور جب آپ اٹھ کر جانا چاہتے تو ہمیں مجلس میں جمود کر چلے جاتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ میرے ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہتے جو صبح اور شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، در آنحائک وہ اسی کی رضا چاہتے ہیں۔ اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ نہیں کہ آپ دنیا کی زندگی کی نعمت چاہتے ہو بلکہ وہ اسی

فصل کا کمانہ نام جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے تجاوز ہو گیا۔ (المکث: ۳۸)

حضرت خلیفہ نے کہا پھر ہم نبی پیغمبر کے ساتھ بیٹھے تھے حتیٰ کہ جب نبی پیغمبر کے جانے کا وقت آتا تو ہم آپ کو چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے۔ پھر آپ تشریف لے جاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۷۳، جامع البیان: ج ۷، ص ۳۳، شعب الایمان: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، رقم الحدیث: ۳۵۳۳، طیبۃ اللہ: ج ۳، ص ۳۳، قدردار: ج ۳، ص ۳۳، سبب النزول: ص ۲۲۰-۲۲۱)

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو مسند ابو یعلیٰ اور دلائل التنبؤ کے حوالوں سے بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ ان کا تسلیم ہے۔ مسند ابو یعلیٰ اور دلائل التنبؤ میں یہ حدیث نہیں ہے۔ امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم، امام ابن الجوزی، امام رازی، علامہ قرطبی، علامہ ابو العین اندلسی، حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسی وغیرہم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص، جریر، بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت (الانعام: ۵۲) ہم چند نفوس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ میرے متعلق، حضرت ابن مسود کے متعلق، حضرت سبب، حضرت عمار، حضرت مقداد اور حضرت بلال کے متعلق۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ہم ان لوگوں کے پیروکار بننے سے راضی نہیں ہوں گے۔ آپ ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے، پھر رسول اللہ ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ نے چاہا۔ آپ نے منصوبہ بنایا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور آئنا کی مانند وہ کسی اور رضا کار اور کرتے ہیں۔ (الانعام: ۵۲)

(صحیح مسلم، تفسیر، اصحاب: ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۸۱، سنن کبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: ۸۲۲)

### صبح و شام اغلاص سے عبادت کرنے کی وضاحت

اس آیت میں ان مسکین مسلمانوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ پابندی اور دوام کے ساتھ فرض نمازوں کو پلتاعت پڑھتے ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس، عجلہ اور حسن بصری کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کا ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد صبح اور شام اللہ سے دعا کرنا ہو، تاکہ دن کی ابتداء اور اس کا اختتام اللہ کی دعا سے ہو اور دن کا انتظام بھی اللہ سے دعا پر ہو۔ نیز فرمایا اور آئنا کی مانند وہ اس کی رضا جوئی کرتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اغلاص سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی عبادت اور اعمال میں اللہ کے سوا اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے، اس آیت میں اور قرآن مجید کی دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو "وہ" (چرو) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ انسان کے جسم کی مشغلت اس کے چرو سے ہوتی ہے اور اس کے تمام اعضاء میں سب سے زیادہ حکیم اس کے چرو کی ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو چرو سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ وہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم اور چرو ہے، صبح اور شام کے وقت عبادت کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا ہے کیونکہ فن وقت میں لوگ آرام اور کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں تو جو لوگ فن وقت میں بھی عبادت میں مشغول ہوں، وہ باقی لوگات میں۔ طریق اولیٰ عبادت میں مشغول ہوں گے۔

مسکینوں کا حساب آپ کے ذمہ نہ ہونے کی وضاحت

جب سورہ کتب کی یہ آیت نازل ہوئی اور آپ میرے فن لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہتے جو صبح اور شام اپنے رب کی

عملوت کرتے ہیں تو نبی ﷺ اس وقت تک مجلس سے نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ یہ مسکین مسلمان خود اس مجلس سے نہیں اٹھتے تھے، جیسا کہ سن ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث کے حوالوں سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا حاسب بالکل آپ کے ذمہ نہیں ہے اس کا سہمی یہ ہے کہ ان کو ان کے اہل کی جزا اور بنایا ان کو رزق مہیا کرنا آپ کے ذمہ نہیں بلکہ ان کو جزا اور ان کو رزق مہیا کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ اسی طرح آپ کا رزق اور آپ کی جزا بھی اللہ کے ذمہ ہے کسی اور کے ذمہ نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یہ مسکین مسلمان فخر میں جلتا ہیں تو اس سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ آپ مشرکین کی فرمائش پر ان کو اپنی مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کریں۔ آپ پر ان کے رزق اور ان کے اہل کے حاسب کی ذمہ داری نہیں ہے مگر آپ مشرکوں کی فرمائش پوری کرنے کے درپے ہوں۔ آپ کا کام منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ مصلحت کے ظاہر پر عمل کریں اور ان کے ہاں کو اللہ کے حوالے کر دیں اور ان مسکین مسلمانوں کا ظاہر حال یہ ہے کہ یہ مع دشنام اللہ تعالیٰ کی عملوت کرتے ہیں، سو آپ ان کی طرف متوجہ ہوں جن کے ساتھ مجلس میں بیٹھیں اور ان کو اپنے پاس سے دور نہ کریں۔

نبی ﷺ کو منع کرنا دراصل امت کے لیے تعریض ہے

اس کے بعد فرمایا اگر آپ نے (بالفرض) ان کو دور کر دیا تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ سے یہ تصور نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد بھی ان مسکین مسلمانوں کو اپنی مجلس سے دور کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور تعریض دوسرے مسلمانوں کو سننے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ جب نبی ﷺ بھی امیر کافروں کی رعایت کر کے غریب مسلمانوں کو بالفرض اپنی مجلس سے اٹھا دیں تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے تو کوئی اور مسلمان ایسا کرے گا تو وہ کیونکر ظالموں میں سے نہیں ہوگا اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

لَیْسَ اَكْثَرُ حُجَّتَ لِمَنْ حَظَرَ عَمَلًا

اگر (بالفرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع

(الرعر: ۳۵) ہو جائے گا۔

زیر بحث آیت اور مذکور العدد احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کافرا غاصب کی اس کی دنیاوی شکن و شوکت کی وجہ سے عزت کرنا اور کسی نیک مسلمان کی حرمت اور اللہ کی وجہ سے بے توقیری اور تحقیر کرنا شرعاً منع ہے۔

نبی ﷺ کی عصمت پر اعتراض کا جواب

جو لوگ انبیاء عظیم السلام کی عصمت پر طعن کرتے ہیں وہ اس آیت سے مستدل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان مسکین مسلمانوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہذا ان کو مجلس سے اٹھانا مکہ ہوا، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ نے ان کو مجلس سے اٹھا دیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے اور آپ نے ان کو مجلس سے اٹھا دیا تو آپ کا (معاذ اللہ) ظلم ہونا ثابت ہوا۔ سورہ کف میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے اور وہاں ارشاد ہے اور آپ صبر سے ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہتے جو صبح اور شام اپنے رب کی عملوت کرتے ہیں اور اٹھائے وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ آپ کی آنکھیں ان سے نہ نہیں کہ آپ دنیا کی زندگی کی نینت چاہتے ہوں اور آپ اس شخص کا کمانہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے تجاوز ہو گیا۔ (اکت: ۱۲۸) اس آیت میں فرمایا ہے کہ آپ دنیا کی زندگی کی نینت کا ارادہ کرتے ہیں اور ایک اور آیت میں آپ کو دنیا کی نینت کا ارادہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے اور آپ دنیا کی زندگی کی نینتوں اور آرائشوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلائیں جو ہم نے ان کے

مختلف قسم کے لوگوں کو (عاریضی) نفع اٹھانے کے لیے دے رکھی ہیں، تاکہ ہم اس میں ان کو آزمائیں اور آپ کے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے (۵۵) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو زینت دینا کی طرف التفات کرنے سے منع فرمایا ہے اور سورہ کعب کی آیت میں فرمایا ہے کہ آپ زینت دنیا کا راہ کر رہے ہیں تو آپ کا یہ فعل مکمل ہو؟ (۵۶) (الغیاز پلٹو)

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مسکین مسلمانوں کو مجلس سے اٹھانے سے منع فرمایا ہے اور اس کو ظلم فرمایا ہے، تو آپ اگر ان کو مجلس سے اٹھاتے تب مکمل اور عظم لازم آتا لیکن آپ نے ان کو مجلس سے نہیں اٹھایا، اس لیے مکمل اور عظم لازم نہیں آیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مکمل کا عزم بھی مکمل ہو تا ہے اور آپ نے ان کو اٹھانے کا عزم کر لیا تھا حتیٰ کہ آپ نے اس کو کھوانے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لیا تھا تو بہر حال مکمل لازم آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفت کے بعد کام کیا جائے یا اس کا عزم کیا جائے، تب مکمل ہو گا کہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کی، لیکن جب نبی پیچھے رہے ان کو اٹھانے کا ارادہ کیا تھا، اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا تھا۔ لہذا نافرمانی یا اس کا عزم کیسے لازم آیا؟ منع تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے عزم کے بعد فرمایا ہے اور مخالفت سے پہلے آپ کا یہ فعل جائز اور مباح تھا اور اس کا عزم بھی جائز اور مباح تھا۔ نیز آپ کا منصب، تبلیغ اور اشاعت اسلام ہے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ یہ بڑے بڑے سردار اسلام قبول کر لیں تو ان کو دیکھ کر ان کے جبین بھی مسلمان ہو جائیں گے، اس لیے آپ نے سوچا کہ اگر ان مسکین مسلمانوں کو وقتی طور پر مجلس سے اٹھایا جائے تو ہر چند کہ اس سے ان کی دل شکنی ہوگی، لیکن یہ قصور ضرر ہے اور اگر اس کے نتیجہ میں یہ بڑے بڑے سردار تبلیغ سے مسلمان ہو گئے تو یہ خیر کثیر اور عظیم ناکندہ ہے اور زیادہ نفع کے لیے کم نقصان کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ اس لیے نبی پیچھے کی یہ سوچ برحق تھی اور آپ کا اجتہاد صحیح تھا اور ہم امام رازی کے اس جواب سے متفق نہیں ہیں کہ آپ کی یہ اجتہادی خطا تھی۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۵۰)

لیکن اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، اس کو علم تھا کہ یہ کفار اس موقع پر ایمان لائے والے نہیں تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا اور فرمایا آپ ان کافروں کے اسلام لانے کے موقع میں ان مسکین مسلمانوں کو مجلس سے نہ اٹھائیے، کیونکہ یہ کافر تو بہر حال اسلام نہیں لائیں گے تو آپ اپنے وقتدار غلاموں کی دل آزاری کا نقصان کیوں اٹھائیں۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ فعل خلاف اولیٰ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ خلاف اولیٰ بھی تب ہو تا جب آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد اشاعت اسلام کے لیے ان مسکین مسلمانوں کو وقتی طور پر مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کرتے، اور جس وقت آپ نے ان کو مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کیا تھا، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے منع ہی نہیں فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ کے کس حکم کی مخالفت ہوئی؟ جس وجہ سے آپ کا یہ ارادہ خلاف اولیٰ کا راہ ہو گیا اجتہاد خطا قرار دیا جائے؟

متکبرین صحت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زینت دنیا کی طرف التفات کرنے سے منع فرمایا اور آپ نے کافر سرداروں کی دولت اور ثروت دیکھ کر زینت دنیا کا ارادہ فرمایا تھا اور یہ ممنوع کام کا ارادہ ہے اور مکمل کا ارادہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زینت دنیا کا زینت دنیا کی وجہ سے ارادہ ممنوع ہے اور نبی پیچھے رہے کافر سرداروں کے مال و دولت کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے، بلکہ اشاعت اسلام کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے، تاکہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ان کی وجہ سے ان کے جبین بھی مسلمان ہو جائیں اور آپ کا یہ ارادہ کسی معصیت کا یا خلاف اولیٰ کام کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ فرائض رسالت میں سے ایک فرض کی لڑائی کا ارادہ ہے اور اس پر آپ کو فرض لڑا کرنے کا اجر و ثواب ملے گا۔ پس اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، اس کو علم تھا کہ یہ لوگ اس موقع پر اسلام لانے والے نہیں ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کافروں کی خوشنودی کی خاطر اپنے وقتدار غلاموں اور غلامت گزار غلاموں کو مجلس سے نہ اٹھائیں۔ نبی پیچھے کی صحت پر اعتراض

کی اس وقت گنجائش ہوتی جب اس ممانعت کے بعد نبی پیچھے نے کسی مسکین مسلمان کو کافر سرداروں کی خاطر اپنی مجلس سے اٹھایا ہو یا اس کا ارادہ کیا ہو۔

یاد رکھئے تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کوئی صغیر یا کبیرہ، 'سوا یا محمد'، 'صورۃ' یا حقیقتاً ان سے کبھی بھی کوئی گستاخ نہ ہو، ان انبیاء سابقین علیہم السلام سے اجتہادی خطا ہوئی ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوع سے کھانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو مکارنا اور حضرت یونس علیہ السلام کا خصوصی اجازت کے بغیر ہستی سے پہلے جاننا وغیرہ اور ہمارے نبی سیدنا محمد پیچھے کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ اجتہادی خطا سے بھی مامون اور محفوظ ہیں اور متعین کا یہی مذہب ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے علامہ نووی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ انجام کار وہ (بل وادار کافر) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے (اسے کافر) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔ (الانعام: ۵۳)

بعض لوگوں کی بعض پر فضیلت کا آزمائش ہونا

اللہ تعالیٰ کا بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے سبب آزمائش میں مبتلا کرنا یہ ہے کہ لوگ رزق اور اخلاق میں ایک دوسرے سے مشغول رہیں۔ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے غنی بنایا اور بعض لوگوں کو فقیر بنایا، بعض لوگوں کو قوی بنایا، بعض لوگوں کو ضعیف بنایا اور بعض لوگوں کو بعض لوگوں کا متبع کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مال دار بنایا اور بعض لوگوں کو فقراء بنایا اور غلامداروں نے فقراء کے متعلق کہا کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان فرمایا ہے یعنی ان کو ہدایت دی ہے۔ انہوں نے یہ بطور استہزاء اور مذاق اڑانے کی خاطر کہا تھا۔

(جامع البیان ۷/۲۷۰، طبع دار الفکر، بیروت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ہر شخص اپنے بالفضل کی بہ نسبت آزمائش میں مبتلا ہے، بل وادار کافر، فقراء، صحابہ سے ان کی اسلام میں سبقت پر حسد کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اگر ہم اب مسلمان ہو گئے تو ہم ان مسکینوں اور فقیروں کے تابع ہوں گے اور یہ چیز ان پر سخت دشوار تھی اور فقراء صحابہ ان مال دار کافروں کو بیش و راحت اور فراق دینی میں دیکھتے تھے اور وہ سوچتے تھے کہ ان کافروں کو بل وادار کی ایسی فراوانی اور وسعت کیسے حاصل ہو گئی؟ جبکہ ہم بل وادار وسائل کی سخت تنگی اور مشکلات میں مبتلا ہیں تو ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو دین میں بلندی پر دیکھتا تھا اور دوسرا فرقہ اس کو دنیا میں فراخی میں دیکھتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا۔ اور اس بناء پر کافر یہ کہتے تھے کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ اور اصل حق جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فضل حق اور صاحب ہے اور اس کے ہر فضل میں حکمت ہے اور اس کے کسی فضل پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ کہیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے تمہیں اپنے کرم سے اپنے لوہر رحمت کو لازم کر لیا ہے کہ تم میں سے جس کسی نے ہر اقلیت کی وجہ سے کوئی براہ کام کر لیا، پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے، بے حد رحم فرماتے والا ہے اور نہ یہی تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے۔ (الانعام: ۵۵-۵۳)

## شان نزول میں متعدد اقوال

اس آیت کے شان نزول کے متعلق پہلے اقوال ہیں:

۱- حضرت انس بن مالک پرچہ نے بیان کیا کہ یہ آیت من لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم سے بڑے بڑے گنہ گار مرزد ہو گئے ہیں رسول اللہ ﷺ خاموش رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- حسن بصری اور عکرمہ نے کہا یہ آیت من لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جن کو مجلس سے اٹھانے سے منع فرمایا تھا نبی ﷺ جب من کو دیکھتے تو ابتداً اسلام کرتے اور فرماتے اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو رکھا جن کے متعلق مجھے ابتداً اسلام کرنے کا حکم دیا۔

۳- عطاء نے کہا یہ آیت حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت جعفر، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابو عبیدہ، حضرت صہب بن عمر، حضرت سالم، حضرت ابوسلمہ، حضرت ارقم بن ابی الارقم، حضرت عمار اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۴- ابن السائب نے کہا حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ ﷺ سے اشارہ کیا یہ کہا تھا کہ علماء کافروں کی دلجوئی کے لیے مسکین کافروں کو موخر کر دیجئے اور جب یہ آیت نازل ہوئی اور ان مسکین مسلمانوں کو اور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں تو حضرت عمر اپنے اس مشورہ پر معذرت کرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے آئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

۵- ابو سلیمان دمشقی نے کہا یہ آیت حضرت عمر بن الخطاب پرچہ کے اسلام کی بشارت دینے کے لیے نازل ہوئی تھی۔ جب حضرت عمر آئے اور اسلام قبول کیا تو نبی ﷺ نے من پر یہ آیت تلاوت کی۔

حسن بصری اور عکرمہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب یہ لوگ آپ کے پاس آئیں تو آپ کہنے تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ نے من کی عزت افزائی کے لیے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ انہیں سلام کریں اور من زید نے کہا آپ کو اللہ کی طرف سے انہیں سلام پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ ذہاب نے کہا سلام کا معنی انسان کے لیے اُقت سے سلامتی کی دعا ہے۔

(زاد المسیر، ج ۳، ص ۴۸، ۴۹، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

## اولیاء اللہ کی تعظیم کی تاکید

امام مسلم بن حجاج القشیری حنفی رحمہ روایت کرتے ہیں:

عائذ بن مریم بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان، حضرت صہب اور حضرت بلال کے پاس چند لوگوں میں حضرت ابو سفیان آئے تو انہوں نے کہا اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمنوں کی گردنوں میں اپنی جگہ پر نہیں پہنچیں۔ حضرت ابوبکر پرچہ نے فرمایا تم لوگ قریش کے شیخ اور سردار کے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہو ابھر حضرت ابوبکر پرچہ نے نبی ﷺ کے پاس جا کر یہ ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم نے من (آخرام صحابہ) کو ناراض کر دیا، مگر تم نے من کو ناراض کیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ تب حضرت ابوبکر من کے پاس گئے اور کہا اے میرے بھائی میں نے تم کو ناراض کر دیا انہوں نے کہا میں "اے بھائی اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔"

(صحیح مسلم، فضائل صحابہ، ۱/۴۰، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰،

اس حدیث سے یہ مستقل ہوتا ہے کہ نیک مسلمانوں کا احکام کرنا چاہیے اور جس بات سے انہیں غصہ آئے یا ان کو ایذا پہنچے 'اس سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص اللہ کے اولیاء میں سے کسی کو ناراض کرتا ہے وہ اللہ کے غضب اور اس کے غضب کا مستحق ہوتا ہے۔

جمالت کی وجہ سے گناہوں کی معافی کی وضاحت

اس آیت میں فرمایا ہے تم میں سے جس کسی نے بجا اقیقت کی وجہ سے کوئی برا کام کر لیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو یہ نیک اللہ بہت بخشنے والا ہے حد درجہ فرماتے والا ہے

مجاہد نے کہا جس شخص نے اللہ کی معصیت میں کوئی کام کیا تو یہ اس کی جمالت ہے حتیٰ کہ وہ اس سے رجوع کر لے

(اجتہاد البیان، ج ۷، ص ۷۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اہم رازی نے کہا جمالت کا معنی خطا اور لغلی ہے اور اس پر توبہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے غلبہ شہوت سے معصیت کی اور اس کا یلین یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان ظلم سے باز ہو کر کوئی گنہہ کرے اور پھر اس پر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ حسن بصری نے کہا جس نے کوئی معصیت کا کام کیا وہ جاہل ہے۔ پھر معصیت کو جمالت سے تعبیر کرنے کی وجہ سے اختلاف ہے۔ بعض نے کہا وہ اس سے جاہل ہے کہ اس کام کی وجہ سے اس سے کتنا ثواب جاتا رہا اور وہ کتنے عذاب کا مستحق ہو گیا؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ اس کو ظلم ہے کہ اس فعل کا نتیجہ مذموم ہے، لیکن اس نے فوری اور ذیلی لذت کو دیر سے اور آخرت میں ملنے والی خیر کثیر ترجیح دی اور جو شخص غلیل کو کثیر ترجیح دے، اس کو عرف میں جاہل کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے عموماً کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہر چند کہ وہ جاہل نہیں ہے، لیکن اس نے کام جاہلوں والا کیا ہے، اس لیے اس کے کام پر جمالت کے کام کا مطلق کیا گیا ہے۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۵۳، مطبوعہ دار الفکر، طبع شدیم، ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو الیمان اندلسی متوفی ۵۵۳ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ ہر معصیت جمالت ہے، خواہ وہ معصیت عموماً کی جائے یا جملاً۔ کلیبی نے کہا جمالت سے گنہہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اسے اس کام کے معصیت اور گنہہ ہونے کا ظلم ہو، لیکن اسے اس گنہہ کی سزا کی سزا اور حقیقت کا ظلم نہ ہو۔ عکرمہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا دنیا کے تمام کام جمالت ہیں۔ زجاج نے کہا اس کی جمالت یہ ہے کہ فانی لذت کو باقی لذت پر ترجیح دے رہا ہے اور ذیلی منفعت کو اخروی منفعت پر ترجیح دے رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جمالت سے مراد ہے معصیت پر اصرار کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ جمالت سے مراد یہ ہے کہ وہ غلبہ شہوت کی وجہ سے ارتکاب معصیت کرے اور اس کا قصد گنہہ کو معمولی سمجھتا ہو۔ یا کوئی شخص اس خیال سے گنہہ کرے کہ وہ اس گنہہ کے بعد توبہ کر کے نیک بن جائے گا اور اس سے جاہل ہو کہ وہ ایسا کرے گا یا نہیں، یا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کے حصول کی بناء پر گنہہ کا ارتکاب کرے، اور وہ اس کے قبل اور انجام سے جاہل ہو۔

(البحر المیل، ج ۳، ص ۵۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۳ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے شدید غصہ سے غلبہ شہوت یا حماقت کی بناء پر اخروی سزا سے غافل ہو کر کوئی گنہہ کر لیا، پھر اس نے انخلاص کے ساتھ اپنے گنہہ پر توبہ کی، اس گنہہ سے رجوع کیا اور علوم ہو اور مستقبل میں دوبارہ وہ گنہہ نہ کرنے کا عزم کیا



اپنے عمل کی اصلاح کی اور اس گنہگار کی عطا کی اور تدارک کیا اور اس گنہگار کے بعد کوئی نیکی کی تاکہ اس گنہگار مٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گنہگار بخش دے گا کیونکہ وہ مست و سب و دھست اور مغفرت والا ہے۔  
مجرموں کے طریقہ کو بیان کرنے کی حکمت

اس کے بعد فرمایا اور ہم یوحنا فیصل سے آئندہ کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے یعنی جس طرح ہم نے توحید اور رسالت اور قضاء و قدر کے دلائل بہت آسان اور موثر طریقہ سے بیان کیے ہیں قرآن مجید کی آیات کی تفصیل کی ہے اور حقائق شریعت بیان کیے ہیں۔ اسی طرح ہم ہر اس حق کو بیان کرتے ہیں جس کا باطل باطل انکار کرتے ہیں تاکہ مومنین کے لیے ہمیں کا طریقہ واضح ہو جائے اور جب مجرموں کا اور اہل باطل کا طریقہ واضح ہو جائے گا تو اہل حق اور مسلمانوں کا طریقہ معلوم ہو جائے گا کیونکہ باطل کی ضد حق ہے کیونکہ ایک ضد کی خصوصیت اس کے متقابل ضد کی خصوصیت سے پہچانی جاتی ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

آپ کیسے جیٹ لگے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کی تم اندر کے سوا پرستیں کرتے ہو، آپ

قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ

کیسے کہیں کہہ رہا ہوں کہ میں اپنی مرضی نہیں کرتا، اگر انہوں میں سے ایک ایک کو اس کے گمراہی کے بارے میں بتا دوں گا وہ بتائیں کہ میں گمراہ ہوں

قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ مَا عِنْدِي مَا

آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے رب کی طرف سے اس روشن دلیل پر ہوں جس کی تم نے منکوب کیا ہے جس چیز کو تم

تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ يُقْضَى الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرٌ

میں سے طلب کر رہے ہو میرے پاس نہیں ہے، حکم میرے اندر کا ہے، وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بہترین

الْفُصَيْلِينَ ﴿٥٥﴾ قُلْ لَّوْ أَنِّي عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ

فیصلہ فرماتے والا ہے ○ آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ میرے پاس وہ چیز ہوگی جس کی تم بہ جلد طلب کر رہے ہو تو میرے اندر

الْأَمْرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿٥٦﴾ وَعِنْدَكُمْ مَقَارِعُ

تمہارے درمیان (میں) کے درمیان (میں) کا حکم اور اللہ تعالیٰ کو غیب جانتا ہے ○ اور اسی کے پاس غیب کی

الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ

چاہیاں ہیں اس کے سوا (انہوں) ان کو کوئی نہیں جانتا، وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو غرض اور منہول میں ہے، وہ ہر اس چیز

مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الارضِ وَلَا رَطْبٍ

کرتا ہے جو درخت کے پتے، اور زمین کی تاریکیوں میں سردانے اور سردی اور ہر خشک چیز

وَلَا يَأْبِسُ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ

وہ محفوظ میں کسی جہتی سے ۵ اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ اَجَلٌ مُّسَمًّى

اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا، پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ عرصہ پوری ہو،

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۶۰﴾

پھر اسی کی طرف تبارا ورتا ہے، پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے ۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے بے شک مجھے ان کی مہلت کرنے سے منع کیا گیا ہے جن کی تم اللہ کے سوا پرست کرتے ہو، آپ کہنے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا اگر باغرض میں نے یہ کیا کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور

ہدایت پانے لوگوں میں سے نہیں رہوں گا۔ (الانعام: ۵۹)

جنوں کی عبادت کا خلاف عقل ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم آیات کی تفصیل کرتے ہیں، تاکہ حق ظاہر ہو اور مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے راستہ پر چلنے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مشرکین صرف اپنی خواہش اور اپنے

ہاپ دادا کی امداد میں عقیدہ کی مہلت کر رہے ہیں، تاکہ یہ بت محض جملوات اور پھریں جو انسان سے بہت کم

درجہ کے ہیں، جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اشرف کارئیل کی مہلت کرنا عقل کے خلاف ہے۔ نیز ان جنوں کو خود ان

لوگوں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور عامل اور مصلح کا اپنے معمول اور معنی کی مہلت کرنا بھی عقل اور روایت کے منافی ہے۔ اس

سے واضح ہو گیا کہ ان مشرکین کا جو کی مہلت کرنا روایت کے خلاف ہے اور ان کی خواہش پر جی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ آپ

کہنے کے مجھے ان کی مہلت کرنے سے منع کیا گیا ہے، جن کی تم اللہ کے سوا پرست کرتے ہو، آپ کہنے کہ میں تمہاری خواہشات

کی پیروی نہیں کرتا اگر باغرض میں نے یہ کیا کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

غیر اللہ کو پکارنے میں مشرکوں اور مسلمانوں کا فرق

اس آیت میں "تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ" فرمایا ہے اور دعا کا معنی ہے طلب نفع یا دفع ضرر کے لیے ندا کرنا، لیکن

مشرکین اپنی مسلت اور مشکلات میں بطور مہلت ان جنوں کو ندا کرتے تھے۔ اس لیے یہی دعا کا معنی مہلت ہے، کیونکہ وہ ان

جنوں کی مہلت کرتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت نفع پہنچانے اور ضرر دور کرنے پر قادر ہیں۔ سو ان کا جنوں کو پکارنا دراصل

ان کی مہلت کرنا تھا، اس لیے ہم نے یہی دعا کا معنی پرستش اور مہلت کیا ہے اور حدیث میں بھی دعا کو مہلت فرمایا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا دعا کا معنی مہلت ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت بھی تمہارا

رب فرمایا ہے: اچھے سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ مغربِ ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے۔ (المومن: ۴۰) ترمذی نے کلمہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ج ۵، رقم الحديث: ۲۳۸۳، سنن ابوداؤد: ج ۲، رقم الحديث: ۴۷۹۹، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحديث: ۳۸۲۸، صحیح ابن حبان: ج ۳، رقم الحديث: ۸۹۰، سند احمد: ج ۳، رقم الحديث: ۲۱۷۷، المستدرک: ج ۳، ص ۳۹۰-۳۹۱، کتاب المغز: رقم الحديث: ۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲، ص ۲۰۰، بیئۃ الاولیاء: ج ۸، ص ۳۰، شرح السنن: ج ۳، رقم الحديث: ۴۷۹۹)

بعض مسلمان اپنی مشکلات اور مصلحت میں یا غل مدد اور یا غوث الاعظم اللہ مدد کرتے ہیں، افضل اور اولیٰ قویٰ ہے کہ یا اللہ کہا جائے اللہ کو پکارا جائے اور اس سے مدد طلب کی جائے، لیکن جن مسلمانوں کی اس دعا سے غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی مدد کے معر ہوئے ہیں اور اللہ کی اجازت سے تصرف کرتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی یہ ندا شرک نہیں ہے۔ اسی طرح بعض شعراء کی قصوں اور مقبتوں میں بھی یا رسول اللہ اور یا غوث الاعظم کے الفاظ ہوتے ہیں، یہ کلمات ذوق و شوق اور محبت سے کہے جاتے ہیں، یہ بھی شرک نہیں ہے۔ شرک اس وقت ہوگا جب پکارنے والا اس اعتقاد سے پکارے کہ جس کو وہ پکار رہا ہے، وہ مستقل ہے اور از خود مدد دے اور اپنی ذاتی طاقت سے از خود مدد کرتا ہے، یا وہ اس کو مستحق عبادت سمجھتا ہو اور اس کو بطور عبادت خدا کرے۔ جیسا کہ مشرکین اپنے جوں کو خدا کرتے تھے۔ مشرکین کے جوں کو پکارنے اور بعض مسلمانوں کا اولیاء اللہ کو پکارنے میں یہ بنیادی فرق ہے۔ اس وجہ سے مشرکین کا جوں کو پکارنا شرک ہے اور مسلمانوں کا اولیاء اللہ کو پکارنا شرک نہیں ہے۔

مشرکین جن جوں کی عبادت کرتے تھے، اس کے برخلاف مسلمان اللہ کی عبادت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، اللہ سے دعا کرتے ہیں اور "لا الہ الا اللہ" پڑھتے ہیں اور ان کا یہ ظاہر حال اس پر قرینہ ہے کہ وہ اپنی مشکلات میں جس کو پکار رہے ہیں، اس کو خدا نہیں سمجھتے، بلکہ خدا کا مقرب، بندہ اور بھائی فی الحقیقت سمجھتے ہیں۔ تاہم اپنی تمام عبادت اور تمام مشکلات میں صرف اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرتا چاہیے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا صرف اس سے سوال کرنا چاہیے اور صرف اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ نبی پیغمبر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد چاہو۔

(سنن ترمذی: ج ۳، رقم الحديث: ۲۵۳۳، سند احمد: ج ۳، ص ۳۰۷-۳۰۸، مجمع قدیم: سند احمد: ج ۳، رقم الحديث: ۲۲۷۷، دار الحديث قاہرہ: خلاصہ احمد شاکر نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ سند ابویہ: ج ۳، رقم الحديث: ۲۵۵۶، المعجم الکبیر: ج ۲، رقم الحديث: ۵۶۱۰، ۳۳۳، ۳۳۴، سند الشیخ: رقم الحديث: ۳۵، کتاب قدما للبرقی: رقم الحديث: ۳۱، محل التیوم ولیلہ لکن النبی: رقم الحديث: ۳۲، المستدرک: ج ۳، ص ۳۰۷، مشکوٰۃ: ص ۳۵۳)

انبیاء علیہم السلام اور صالحین کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنی مصلحت، مشکلات اور تمام عبادت میں صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے اور اسی سے استمداد اور استعانت کرتے تھے۔ سو ہمیں بھی ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا چاہیے اور اپنی ہر عبادت کا صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے، اور اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ ہاں انبیاء علیہم السلام اور صالحین عظام کا وسیلہ پیش کرنا ایک بد امر ہے۔ اس کے جواز اور استحسان میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اور جب مقربین بارگاہِ صحت کے وسیلہ سے دعا کی جائے گی تو اس کا قبول ہونا زیادہ حتمی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے لے شک میں اپنے رب کی طرف سے اس روشن دلیل پر ہوں جس کو تم نے مجھ پر

ہے جس چیز کو تم جلالت سے طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بخیر فیصلہ فرماتے والا ہے آپ کہنے لگا اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کو تم یہ جلالت طلب کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہو تاکہ اور اللہ غلطیوں کو خوب جانتا ہے (الانعام: ۵۸-۵۷)

کفار کے مطالبہ کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم تھے اور کفار قریش اس دلیل کی تکذیب کرتے تھے۔ اس دلیل سے مراد وہ دلیل ہے جو قرآن مجید میں اللہ کی توحید پر قائم کی گئی ہے جب کفار اس دلیل کو سننے تو اس کو جھٹلاتے تھے وہ ظالم لوگ انہیں میں سرگوشی کرتے ہوئے کہتے تھے:

هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ الشَّجَرَةَ أَنْتُمْ تَسْجُدُونَ (الانبياء: ۳)

ملائکہ تم دیکھتے ہو۔

نبی ﷺ ان مشرکین کو عذاب الہی سے ڈراتے تھے تو وہ ڈرنے کے بجائے آپ سے اس عذاب کو جلد بھیجنے کا مطالبہ کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَادْعَا لَكُمْ آلَهُمْ إِنْ كُنَّا هَذَا حَقًّا فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ بَرُّهُ أَعْلَمُ بِكُمْ وَإِن كُنَّا لَمُطَّيَّرِينَ عَلَىٰ عَذَابِهِمْ وَتَأْتِيهِمْ آيَاتُ اللَّهِ وَلَئِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُكُمْ بِأَمْرٍ لَّا تَشْعُرُونَ (الانفال: ۳۲-۳۳)

ہوں اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے اور آئنا کہ وہ اشتقاق کر رہے ہیں۔

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوڑی صفحہ ۷۷ لکھتے ہیں:

ابو صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اہل بیت علیہم السلام کو ذرا بتائی قریش نے نبی ﷺ سے استہزاء کیا (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) انہارے پاس وہ عذاب لے کر آئیں جس سے آپ ہم کو ڈراتے ہیں اور انھوں نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے اللہ اجیہ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو تو تمہارے لوہے پر عذاب بھیج دے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس چیز کو تم جلالت سے طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ نیز فرمایا آپ کہنے لگا اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کو تم یہ جلالت طلب کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہو گا۔

(ازار المیر، ج ۳، ص ۵۵ مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ، مسابب النزول، ۲۲۲)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اس عذاب کو نازل کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو عذاب کو نازل فرمائے گا اور اگر وہ اپنی کسی حکمت کی بنا پر عذاب کو نہ نازل کرنا چاہے تو نہیں نازل فرمائے گا مجھے اس عذاب کے نازل کرنے یا اس کو ختم اور موخر کرنے پر قدرت نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ معاملہ میرے اختیار میں ہو تا تو میں تمہارے مطالبہ پر عذاب کو لا چکا ہو گا۔

زیر بحث آیت کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ یہ چاہتے تھے کہ کفار پر عذاب نازل ہو اور

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کفار پر عذاب نازل ہو، جیسا کہ حسب ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا جو جنگ احد سے زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا مجھے تمہاری قوم سے بہت زیادہ تکلیف پہنچی اور سب سے زیادہ تکلیف وہ تھی جو مجھے یوم قتبہ کو پہنچی۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد کلال بن عبد کلال پر پیش کیا، یعنی اس کو دعوتِ اسلام دی، لیکن اس نے وہ چیز قبول نہیں کی جو میں چاہتا تھا، پس میں غم زدہ ہو کر واپس چلا آیا، اور قرن ثعلابہ پر پہنچ کر مجھے اتفاق ہوا، اچانک میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک پادل نے سایہ کیا، ہوا اتفاق میں نے دیکھا اس میں جبرائیل تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: آپ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا تھا، وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور جو انہوں نے آپ کو جواب دیا، وہ بھی سن لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پانزوں کافرشہ بھیجا ہے، تاکہ آپ اس کو ابن کفار کے متعلق جو چاہیں حکم دیں۔ حضور نے فرمایا پھر پانزوں کافرشہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا۔ پھر کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا اور میں پانزوں کافرشہ ہوں اور مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے، تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پانزوں کو ابن برہجادوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ابن لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

(صحیح مسلم، ج ۱، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸،

وہم ہو تا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بالکل علم حاصل نہیں ہے بلکہ تدویر کا علم حاصل ہو تا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے خیر اور پاک ہے۔  
اللہ تعالیٰ کے علم میں عجب حاضری کا انداز ہے ہنسی اور مستقبل کا علم اس کے سامنے یکساں ہے ہر چیز کا علم اس کے سامنے ہر  
وقت حاضر ہے۔

اسی طرح شیخ اسماعیل دہلوی حنفی ۳۸۶ھ کا یہ لکھتا بھی صحیح نہیں ہے۔

جس کے ہاتھ کھنی ہوتی ہے، قفل اسی کے اختیار میں ہو تا ہے۔ جب چاہے کھولے، جب چاہے نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر  
کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے۔ جب چاہیں کریں، جب چاہیں نہ کریں۔ سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا  
اپنے اختیار میں ہو، جب چاہے کر لے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تفسیر الامین، ص ۳۷، (کاف) مطبوعہ مطبعہ ملی، لاہور)  
اس عبارت سے یہ ظاہر ہو تا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بالکل غیب کا علم نہیں ہے۔ وہ جب چاہے غیب کو دریافت کر سکتا  
ہے اور یہ بدایت باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر وقت تمام مغیبات اور شہوات کا علم حاضر ہے اور اسے کبھی بھی دریافت  
کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔

مفتاح الغیب کی تفسیر میں احادیث اور آثار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیب کی چابیاں پانچ ہیں۔ جن کو اللہ کے  
سوا کوئی نہیں جانتا کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ کل کے بیٹ میں کیا ہے اور نہ کوئی شخص  
یہ جانتا ہے کہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس جگہ مرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ بارش کب  
آئے گی؟

(صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۰۳۹، مسند احمد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۶۱، مطبوعہ بیروت، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۷۶۱، دار الحدیث  
قاہرہ، المجمع الكبير، ج ۹، رقم الحدیث: ۳۳۳۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمہارے نبی ﷺ کو ہر چیز کی مفتاح دی گئی ہیں۔ سو پانچ چیزوں کے۔ بے  
شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرما تا ہے، وہی جانتا ہے کہ رحمن میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ  
وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کب مرے گا۔ بے شک اللہ بہت جانتے والا بہت خبر رکھنے والا ہے۔

(تقریباً، ۳۳۳) (مسند احمد، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۷۵۹، بخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۶۱، مسند احمد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۶۱،  
رقم الحدیث: ۵۵۳، مسند حمیدی، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۶۱، جامع البیان، ج ۲، ص ۷۸، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۳۳)

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے حضرت جبرائیل نے نبی  
ﷺ سے سوال کیا، قیامت کب ہو گی؟ آپ نے فرمایا جس سے سوال کیا گیا ہے، وہ سال کی سے زیادہ نہیں جانتا۔ میں غریب  
تمہیں اس کی علامتیں بیان کروں گا، جب تم دیکھو کہ عورت سے اس کا مالک پیدا ہوا تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور  
جب تم سمجھو، سمجھو، بدھ، بدھ، لوگوں کو زمین کا مالک دیکھو تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور جب تم موشوں  
کے چرانے والوں کو بڑے بڑے مکان بناتے دیکھو تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی بے شک اللہ  
ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش نازل فرما تا ہے، وہی جانتا ہے کہ رحمن میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا  
کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کب مرے گا۔ بے شک اللہ بہت جانتے والا بہت خبر رکھنے والا ہے۔ (تقریباً، ۳۳۳)

(صحیح مسلم، ایمان، ۷، ۱۰۱)

مفتاح الغیب کی تفسیر میں علماء کے نظریات

علامہ سید محمود گامی متوفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:

مفتاح الغیب کی تفسیر میں جن پانچ چیزوں کا مدعی میں ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اہم چیزیں ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ جو باقی مصیبت ہیں ان کو بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(روح المعانی ۲/۷۷۷ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ پانچ چیزیں ہوں یا باقی غیب از خود ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور اس نے ان پانچ چیزوں کا علم بھی ہمارے نبی سید محمد ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

علامہ قرطبی نے کما جو غرض رسول اللہ ﷺ کے توسل کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعویٰ میں مجموعہ ہے۔ (مرقات القامی ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان ۱۹۷۷ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۷۵۵ھ اور علامہ شمس الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (امداد القاری ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ مصر ۱۳۸۸ھ فتح الباری ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے اور وقت وقوع قیامت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے چھپائے کا حکم دیا گیا ہے۔ (شرح احمد دور ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۷۷ھ)

شیخ شہیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۷۷ھ لکھتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں، وہی ان میں سے جس خزانے کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکا ہے۔ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس و عقل وغیرہ آلات اور اک کے ذریعہ سے علوم غیبیہ تک رسائی پانے یا جتنے غیب اس پر مشکف کر دیتے گئے ہیں ان میں از خود اضافہ کرے۔ کیونکہ علوم غیبیہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں نہیں دی گئیں۔ خواہ لاکھوں کبودوں جزئیات و واقعات غیبیہ پر کسی بندے کو مطلع کر دیا گیا ہو تاہم غیب کے اصول و کلیات کا علم جن کو مفاتیح غیب کما چاہیے حق تعالیٰ نے اپنے لیے ہی مخصوص رکھا ہے۔

(تفسیر فتح عثمانی ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ شائع شدہ قرآن کریم پرنٹنگ پریس)

علامہ محمد بن یوسف ابو یوسف اندلسی متوفی ۷۵۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مفتاح الغیب سے مراد آسمانوں اور زمینوں میں غیب کے خزانے ہیں۔ مثلاً رزق اور قدرت کے۔ عطاء نے کہا اس سے مراد ثواب عذاب اور مستقبل کی غیب کی چیزیں ہیں۔ زبان نے کہا اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو علم غیب کے حصول کا وسیلہ ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد محروم کے انجام اور خواتم اعلیٰ ہیں۔

(المحرر المجلد ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

اس آیت میں مفتاح کا لفظ ہے۔ عربی قولہ کی رو سے یہ مفتاح (بیم کی ذمہ کے ساتھ) کی جمع بھی ہو سکتا ہے۔ اور مفتاح (بیم کی ذمہ کے ساتھ) کی جمع بھی ہو سکتا ہے۔ اگر مفتاح (بیم کی ذمہ) کی جمع ہو تو اس کا معنی چابیاں ہیں اور اگر مفتاح (بیم کی ذمہ) کی جمع ہو تو اس کا معنی خزانے ہیں۔

آیا نبی ﷺ کو صرف غیب کی خبریں دی گئی ہیں یا غیب کا علم بھی دیا گیا ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے علم غیب کی نفی بھی کی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے علم غیب کا اثبات بھی کیا گیا ہے، علماء اسلام نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ بلا واسطہ، بلا تعلیم اور ذاتی علم غیب کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے۔ اور بلا واسطہ، بذریعہ وحی و الہام اور عطائی علم غیب کا غیر اللہ کے لیے ثبوت ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ علم غیب کی نفی ہے اور اطلاع علی الغیب اور اکتساب غیب کا ثبوت ہے، یہ دونوں توجیہات صحیح ہیں۔ بعض متاخرین علماء دین نے یہ کہا ہے کہ علم غیب کی نفی ہے اور غیب کی خبروں کا ثبوت ہے۔ اس توجیہ میں ہمیں کلام ہے، "لیو تک خبر بھی علم کا ایک ذریعہ ہے اور کسی چیز کی خبر کا ثبوت اس کے علم کے ثبوت کو مستلزم ہے، نیز حقدین علماء دین نے نبی ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے، پہلے ہم بعض متاخرین علماء دین کی عبارت نقل کریں گے، پھر اس پر جرح کریں گے۔

مفتی محمد شفیع دہلوی حنفی ۳۹۱ ص ۱۱۱ لکھتے ہیں:

اسی طرح کہی رسول و نبی کو بذریعہ وحی یا کسی دلی کو بذریعہ کشف و الہام جو غیب کی کچھ چیزوں کا علم دے دیا گیا، اس کو قرآن میں غیب کی بجائے انباء الغیب کہا گیا ہے، جیسا کہ متعدد آیات میں مذکور ہے۔ "تسلک من انباء العیب نوحیہا الیک" اس لیے آیت مذکورہ میں "لا یعلمہا الا هو" یعنی غیب کے خزانوں کو، بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، اس میں کسی شبہ یا استغما کی گنجائش نہیں۔ (معارف القرآن، ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار الفعارف ۱۳۳۳ھ)

نیز مفتی محمد شفیع دہلوی لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ خود بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو جو امور عیبہ بتاتے ہیں، وہ حقیقہً علم غیب میں ہے، بلکہ غیب کی خبریں ہیں۔ جو انبیاء کو دی گئی ہیں جن کو خود قرآن کریم نے کئی جگہ انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ "من انباء العیب نوحیہا الیک" (معارف القرآن، ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار الفعارف ۱۳۳۳ھ)

لیکن حقدین علماء دین نے نبی ﷺ اور دیگر مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر بعض علوم عیبہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو نذیر و موعظہ ہر مسمیٰ و مجنون بلکہ جمع حیوانات و نباتات کے لیے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہوتی ہے۔ (حفظ الایمان، ص ۵، مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ، دہلی ۱۹۵۷ء)

اس عبارت میں شیخ تھانوی نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے، بلکہ ہر آدمی، بچوں، جانوروں، حیوانات اور نباتات کے علم پر بھی علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ شیخ تھانوی کے غلطہ جہاز شیخ مرتضیٰ حسین پانچ پوری متوفی ۱۳۵۵ھ اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم غیب باعطاء الہی حاصل ہے۔

(توضیح الایمان فی حفظ الایمان، ص ۵، مطبوعہ لاہور)

نیز لکھتے ہیں:

سرور عالم ﷺ کو جو بعض علوم عیبہ حاصل ہیں، اس سے تو یہی بحث ہی نہیں۔

(توضیح الایمان فی حفظ الایمان، ص ۱۰، مطبوعہ لاہور)



نیز شیخ چاند پوری لکھتے ہیں:

صاحب حفظہ الامین کا مدعی تو یہ ہے کہ سرور عالم پیغمبر کو بلا جو علم غیب حقائق ہونے کے عالم الغیب کما جائز نہیں۔

(توضیح البیان فی حفظ الامین ص ۱۳ مطبوعہ لاہور)

واضح رہے کہ ہمارے نزدیک بھی نبی پیغمبر کو علم غیب حاصل ہے۔ لیکن آپ کو عالم الغیب کما جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عرف اور شرع میں عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت معصومہ ہے جیسے بلا جو عز و جلیل ہونے کے محرم و جمل کما جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کے لیے عالم الغیب کما کر دیا ہے۔

نیز شیخ اشرف علی تھانوی ص ۳۵ لکھتے ہیں:

اول: میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کما جائز نہیں۔ (حفظ الامین ص ۱۳ مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ دہلی)

اس قسم کی عبارات بہت ہیں۔ ہم نے یہ فرض اختیار چند عبارات نقل کی ہیں۔ اس کی تحصیل ہماری کتاب مقام ولایت و نبوت میں ہے۔ ہر حال ان عبارات سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی پیغمبر کو عطاء الہی سے علم غیب حاصل ہے جیسا کہ شیخ چاند پوری نے اس کی تصریح کی ہے اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت درست ہے اور یہ کما جائز نہیں ہے کہ آپ کو صرف غیب کی خبریں دی گئی ہیں غیب کا علم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول اللہ پیغمبر کے علم میں فرق

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ص ۳۵ لکھتے ہیں:

غلام یہ ہے کہ علم کے متعلق دو چیزیں حق تعالیٰ کی خصوصیت میں سے ہیں جن میں کوئی فرشتہ یا رسول یا کوئی دوسری مخلوق شریک نہیں۔ ایک علم غیب دوسرے موجودات کا علم عین جس سے کوئی ذرہ غفلت نہیں۔

(معارف القرآن ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ دارۃ المعارف کراچی)

نیز مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اور بالخصوص حضرت خاتم الانبیاء پیغمبر کو غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے اور سب فرشتوں اور انبیاء سے زیادہ عطا فرمایا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کا علم نہیں نہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ پھر یہ رسول کی تنظیم کا وہ غلو ہو گا جو چھائیوں نے اختیار کی کہ رسول کو خدا کے برابر ٹھہرا دیا۔ اسی کا نام شرک ہے۔ خود بخود منہ۔ (معارف القرآن ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دارۃ المعارف کراچی)

ہمارے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پیغمبر کے علم میں مساوات کا قول کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اور غیر متناہی ہے اور نبی پیغمبر کا علم ملوث اور متناہی ہے اللہ تعالیٰ کا علم از خود اور بے تعلیم ہے نبی پیغمبر کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی تعلیم سے ہے۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ ایک قطرہ کو جو نسبت سمندر سے ہے نبی پیغمبر کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں ہے کیونکہ قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور نبی پیغمبر کے علم اور اللہ کے علم میں متناہی کی غیر متناہی کی طرف نسبت ہے بلکہ ایک ذرہ کے متعلق بھی رسول اللہ پیغمبر کا علم اللہ کے علم کی مشابہت نہیں ہے کیونکہ آپ کو ایک ذرہ کا علم متناہی وجہ سے ہو تا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجہ سے ہو تا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ص ۳۰ لکھتے ہیں:

کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص نور اس کی ذات پاک میں ضرور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے

اول: علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطاء غیر ہو

دوم: علم کا فنا کہ کسی اگر جلد و تدبیر فکر و نظر و التفات و انشغال کا مطلق استخراج نہ ہو

سوم: علم کا سرمدی ہونا کہ ازلہ ابدان ہو

چہارم: علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو

پنجم: علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات 'ذاتیات' 'اعراض' 'احوال' لازمہ 'مفارقة' 'ذاتیہ' 'اضغیر' 'مانیہ' 'آتیہ' (مستقبلہ) موجودہ 'مکنزہ' سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر نفی نہ ہو سکے۔

اٹھ پانچ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل و علا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو

اٹھ پانچ وجہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو 'حاصل ہونا ممکن نہیں ہے جو کسی غیر الہی کے لیے حصول مفارقة ہوں خواہ انھوں باوجود ایک

ذرہ کا ایسا علم ثابت کرے 'یقیناً امتناعاً کافر مشرک ہے۔ (الضمام 'ص ۷۰' مطبوعہ لائسنس پریس لاہور ۱۳۳۵ھ)

نیز امام احمد رضا قدس سرہ لکھتے ہیں:

میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الہی سے وہ نسبت

ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک حقہ کے کڑوں میں حصہ کو سمندر سے ہے کیونکہ یہ نسبت ترقی کی ترقی کے ساتھ ہے اور وہ غیر ترقی

کی ترقی سے۔ (المفہوم 'ج ۱' ص ۳۰ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

لوح محفوظ کا بیان

اسی آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل طور پر اپنے علم کی وسعت بیان فرمائی تھی کہ اسی کے پاس فیض کی چابیاں

ہیں اور اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا 'اور آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل طور پر اپنے علم کی وسعت بیان

فرمائی۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندروں میں ہے 'وہ ہر اس پتے کو جانتا ہے جو درخت سے گرنا ہے 'اور زمین کی

تہ کیوں میں ہر دانہ اور ہر تر اور خشک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ تمام مصیبت کو جانتا ہے 'اسی طرح خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کا علم تمام

موجودات کو محیط ہے 'زمین و آسمان میں سے کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ فیض اور شہادت کی ہر چیز کو جانتے والا ہے '

درخت کے پتوں میں سے کب اور کس جگہ کوئی پتہ گرنا ہے؟ نباتات 'حیوانات اور نباتات کی تمام حرکات اور ان کے تمام احوال

اس کے علم میں ہیں 'اور ملکین میں سے جن اور انہی کے ہر فعل سے وہ واقف ہے 'زمین کے اندھیروں میں بونے ہوئے سب کے سب اور

زمین کے اندر رہنے والے کیڑوں مکوڑوں اور زمین کے اوپر جانداروں اور بے جانوں کے تمام احوال 'کوئی چیز اس کے علم سے

باہر نہیں۔ جو تر اور خشک 'زندہ یا مردہ' پھل یا کوئی دانہ زمین پر گرنا ہے وہ سب سے واقف ہے اور ان میں سے ہر چیز کو اس نے

لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ ہر چیز کی پیدائش اور اس کی موت اور حیات 'موت اور بعد الموت کے تمام کوائف اس میں لکھے

ہوئے ہیں اور ہر چیز کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے بھی پہلے اس نے تمام مخلوق کے احوال اس

میں لکھ دیے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ مِّمَّا الْأَرْضُ وَلَا فِیْ

أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِیْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نُسْرَ أَهْلًا

زمین میں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور نہ تمہاری جانوں میں

کچھ مصیبت ہمارے پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھی

ذَٰلِكَ عَلَى النَّاسِ يَسِيرٌ ﴿٥٦﴾ لِيُكَفِّرَ تَنَاسُؤَ أَهْلِ  
مَآقَاتِكُمْ وَلِكَيْ تَعْرِضُوا بِمَا أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ  
كُلَّ مُخْتَلِفٍ قَلِيلٍ ﴿٥٧﴾ (الحديد: ۳۳-۳۴)

ہوئی ہے۔ یہ ہے حکم اللہ پرست آسان ہے تاکہ اگر کوئی چیز  
تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو تم اس پر رنج نہ کرو اور جو کچھ  
اللہ نے تمہیں دیا ہے تم اس پر اڑا یا نہ کرو اور اللہ کسی  
آڑا لے والے حکیم کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے  
کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے قیامت کی تقدیریں لکھی تھیں اور اس کا عرش پانی  
پر تھا۔

(صحیح مسلم، قدر ۱۱، ۱۲، ۱۳، سنن الترمذی، ج ۲، رقم الحديث ۳۳۳۳، صحیح ابن ماجہ، ج ۳، رقم الحديث ۳۳۸، مسند احمد،  
ج ۲، رقم الحديث ۳۳۳۳، سنن کبریٰ للبخاری، ج ۳، ۴)

کائنات کے وجود سے پہلے ازل میں اللہ تعالیٰ کو جو اس کائنات کا علم تھا اس کا یہم تقدیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ کے  
مطابق اس کائنات میں جو کچھ ہوتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوح محفوظ  
میں لکھ دیا۔ اللہ کی حرکت اور سورج کی گردش سے دن رات، نور و ملامت کا یقین ہوتا ہے اس لیے اللہ کی حرکت سے پیدا کرنے  
سے پہلے زندہ اور سالوں کا کوئی وجود نہ تھا اس لیے اس صفت میں پچاس ہزار سال کا حقیقی معنی مراء نہیں ہے بلکہ اس سے  
مراء یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے اتنی مدت پہلے لوح محفوظ میں لکھا کہ اگر آسمان وغیرہ ہوتے تو اتنی مدت میں  
پچاس ہزار سال گزر جاتے اور پچاس ہزار سال مدت کے طویل ہونے سے کلیہ ہے۔

اس کتاب کو لوح محفوظ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب تحریف اور شیطان کی رسائی سے محفوظ ہے یا یہ محو اور اثبات سے  
محفوظ ہے کیونکہ محو اور اثبات فقط فرشتوں کے جھینوں میں ہوتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محفوظ ہے۔ بھلائی نہیں مگر امام  
رازی کی تحقیق یہ ہے کہ کتاب میں سے مراء اللہ تعالیٰ کا علم ازی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی رات میں تمہاری روجوں کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا پھر  
دن میں تم کو اٹھاتا ہے تاکہ تمہارے معلوم پوری ہو۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم  
کرتے تھے۔ (الانعام: ۶۰)

غیر کاوقات صغریٰ ہوتا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کمال علم بیان فرمایا تھا کہ غیب اور شہادت کی کوئی چیز اس کے علم سے  
باہر نہیں ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کمال بیان فرمایا ہے کہ وہ رات میں تمہاری روج قبض کر لیتا  
ہے اور دن میں پھر تمہاری روج لوٹاتا ہے اور تمہارے اس سونے اور جاگنے میں مشرور نشری دلیل ہے اور پھر آخر تم  
نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بلاشبہ سونے والا زندہ ہوتا ہے۔ وہ سانس لیتا ہے اور کوئی نہیں بدلتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ  
فرمان کس طرح درست ہو گا اور وہی رات میں تمہاری روجوں کو قبض کر لیتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روح دو قسم کی ہیں۔  
ایک روح کا تعلق احساس کے ساتھ ہے اور دوسری روح کا تعلق حیات اور حرکت بلکہ ارادہ کے ساتھ ہے۔ جب انسان سو یا ہوا  
ہوتا ہے تو اس کی ارواح حسہ ظاہر ہے باطن میں چلی جاتی ہیں اس لیے اس کے حواس ظاہرہ عمل کرنے سے مستعمل ہو جاتے

ہیں اور نیند کے وقت اس کے جسم کا ظاہر بعض اہل سے منسلک ہو جاتا ہے اور موت کے وقت اس کا پورا بدن ہر جسم کے عمل سے منسلک ہو جاتا ہے اسی طرح نیند اور موت کی حالت میں ایک جسم کی مشقت ہے اور اس اعتبار سے نیند پر بھی موت اور وقت کا اطلاق صحیح ہے۔

اس کے بعد فرمایا پھر اللہ تعالیٰ میں اللہ تعالیٰ ہے یعنی تمہاری ارواح حشر پھر ملین سے ظاہر میں لوٹادی جاتی ہیں اور تمہارے قوی ظاہر پھر کام کرنے لگتے ہیں تاکہ تم کو جو کچھ تمہارے لیے مقدر کیے گئے ہیں اور جو عمر طبی تمہارے لیے مقدر کر دی گئی ہے اس کو تم پورا کر سکو اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سونے اور جاگنے کے تسلسل کو جاری رکھتا ہے تاکہ تم اپنی طبی حیات کو پورا کر لو پھر تم نے دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے اور وہ تم کو خبر دے گا کہ تم اپنی راتوں اور دنوں میں کیا کام کرتے تھے۔

نیند وقت صغریٰ ہے اور موت وقت کبریٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں وقتوں کا ذکر جو ذیل آیت میں بھی فرمایا ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَازِلِهَا فَبَرِّئُكَ إِلَهِی قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ الْمُرُوسَ الْأَخْرَىٰ الَّتِي أَجَلُ تَسْتَعِی لَافِی ذَٰلِكَ لَا يَمُوتُ لِقَوْمٍ يَتَشَكَّرُونَ (الرعر: ۳۲)

جن کی موت کا وقت ہو اللہ ان کی جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن کی موت کا وقت نہ ہو ان کی جانوں کو (بھی) نیند میں قبض کر لیتا ہے پھر جن کی موت کا حکم فرمادیا ان کی جانوں کو روک کر لیتا ہے اور دوسری (جانوں) کو ایک وقت مقررہ کے لیے بھروسہ دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

حدث میں ہے 'یہی چیز نے فرمایا نیند موت کا ہمائل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہی چیز سے سوال کیا گیا: یا رسول اللہ کیا اہل جنت کو نیند آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیند موت کا ہمائل ہے اور اہل جنت کو نیند نہیں آئے گی۔

(المعجم الاوسط ج ۲، رقم الحديث: ۶۳، مسند ابی داؤد ج ۲، رقم الحديث: ۳۵۱، سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۴۰، صلیب متابعہ ج ۲، رقم الحديث: ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، کمال ابن عدی ج ۲، ص ۱۵۳، مجمع الزوائد ج ۲، ص ۱۳۵)

معدنہ النبی نے کہا ہے کہ مسند ابی داؤد کی سند صحیح ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگران کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے، حتیٰ کہ جب تم سے

جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفِرُّونَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ

کس کی موت آئے تب سے تم ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح (کو) قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کڑا ہی نہیں مڑے ۵۶ پھر وہ

رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ ۖ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاكِمِينَ ﴿۶۲﴾

اشد کی حالت کو اسے بائیں گے جو ان کا برحق مالک ہے، انہی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے ۵۷

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ

آپ کیسے نہیں نکل اور سمندر و البر کی تاریکیوں سے کرن نجات دیتا ہے، جب کرتے عاجزی سے اور چپے چپے پکارتے ہو کر اگر

لَيْنَ الْأَمْحِنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۳۷﴾ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ

دو برس اس (صیبت) سے بچائے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے ○ آپ کیسے گواہی دیتی ہے کہ اس

مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ مُشْكِرُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ

(صیبت) سے اور ہر محیف سے نجات دیتا ہے پھر (اے تم) شرک کرتے ہو ○ آپ کیسے کہو ہیں اس پر قادر ہے کہ

أَنْ يُبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْضِكُمْ

تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں عقیقت گردوہوں میں

أَوْ يُلْهِيَكُمْ شَيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۚ أَنْتُمْ أَنْتُمْ كَيْفَ

تقسیم کر دے اور تمہارے بعضوں کو بعض کی ڈانی کا مزہ چھوٹے دیجیے ہم کس طرح

نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿۳۹﴾ وَكَذَّابٌ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ

بار بار دہلیوں کو بیان کر رہے ہیں تاکہ سمجھ سکیں ○ اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا حالانکہ یہی

الْحَقُّ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿۴۰﴾ لِكُلِّ نَبَأٍ مَّسْتَقَرٌّ وَ

حق ہے آپ کیسے کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں ○ ہر خبر (کے لیے) ایک وقت مقرر ہے

سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾

اور تم جانتے رہو گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے فرشتے بھیجتے ہیں۔ (الانبیاء)

(الانبیاء: ۶۱)

اللہ تعالیٰ کے قہر کا معنی

اس سے پہلی آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلائل تھے اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلائل تھے۔ اس آیت کے شروع میں فرمایا ہے اور وہ اپنے بندوں پر قابض ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی عدم پر قہر فرماتا ہے تو ممکن کو عدم سے وجود میں لے آئے اور کسی عدم پر قہر فرماتا ہے تو ممکن کو وجود سے عدم کی طرف لے آئے۔ اسی طرح وہ ہر چیز پر اس کی ضد سے قہر فرماتا

ہے۔ مثلاً نور پر ظلمت کے ساتھ قرقر فرماتا ہے اور ظلمت پر نور کے ساتھ دن پر رات کے ساتھ اور رات پر دن کے ساتھ قرقر فرماتا ہے۔ حیات پر موت کے ساتھ موت پر حیات کے ساتھ قرقر فرماتا ہے اور یہ قرقر کیا ہے جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔ وہ ہر چیز پر اس کی ضد کے ساتھ قرقر فرماتا ہے۔ وہ مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک جھین لیتا ہے۔ وہ کسی کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ يَسْأَلْكُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَا تُخَافُوهُ ۚ اَلَا هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْحَيَاةِ ۖ فَلَا تَزَالُ لَقَظِيْلًا ۚ  
اور اگر اللہ آپ کو کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ آپ کے لیے کسی خیر کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔ (یونس: ۳۷)

اللہ تعالیٰ نے دن کا کام کلج کے لیے بنایا ہے اور رات غیث کے لیے بنائی ہے۔ اگر انسان دن میں غیث کا معمول بناتا چاہیں اور رات کو کام کلج کا معمول بناتا چاہیں تو نہیں سکتے۔ وہ قرارات کو سونے اور دن کو کام کلج پر مجبور ہیں۔ سستی مرتبہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان جاگنا چاہتا ہے اور غیث اس پر غالب آجاتی ہے اور کئی بار پیدا ہوتا ہے کہ وہ سوچا چاہتا ہے اور اس کو غیث نہیں آتی صحت اور بیماری اور حیات اور موت میں انسان کا مغلوب ہونا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر غالب ہونا اور بھی واضح ہے۔

کرنا کاتبین کی تعریف اور ان کے فرائض

اس کے بعد فرمایا اور وہ تم پر حفاظت کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے۔ حفظہ حفاظت کی جمع ہے۔ جیسے طلبہ طلب کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعلیٰ کی حفاظت کرتے ہیں اور بندوں کی اذیت سے حفاظت کرتے ہیں۔ قہر سے عقل ہے کہ وہ عمل روزی اور یہ عمل حیات کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ وہ فرشتے رات کے اعلیٰ کو لکھنے کے لیے ہیں اور وہ دن کے اعلیٰ کو لکھنے کے لیے ہیں۔ ایک فرشتہ نیکیوں کو لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ برائیوں کو لکھتا ہے اور مباح کاموں کو لکھنے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کل پانچ فرشتے حفظہ ہیں۔ وہ دن کے دورات کے اور ایک فرشتہ وہ ہے جو دن رات میں سے کسی بھی وقت ہوا میں ہوگا۔

کرنا کاتبین کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَلَنْ عَلَيْكُمْ لَحُوظٌۭ جُنُودٌ ۚ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝  
يَعْلَمُونَ مَا تَعْمَلُونَ ۖ اَلَا اِنَّهُمْ لَفِي رُحُوبِكُمْ فَهُمْ يَخْصِبُونَ عَنْ آلِيسِيٍّ وَعَنِ الشَّامِ ۖ قَبِيضًا ۚ مَا يَلِيْكَ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدُنْهُ ۚ رَفِيعٌۭ عَرْشُهُ ۚ اِنَّهٗ لَاسْمِعُ ۙ (الانفطار: ۳۰-۳۳)  
اور بے شک تم پر ضرور حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں معزز لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ جب (اس کے ہر قول اور فعل کو) لے لیتے ہیں وہ اپنے والے (فرشتے) ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے وہ جو کچھ زبان سے کہتا ہے اس کو لکھنے کے لیے ایک نگہبان (فرشتہ) تیار ہوتا ہے۔

اور ثار اعمال دکھ دیا جائے گا نہیں آپ دیکھیں گے کہ مجرم اس سے ڈر دے ہوں گے جو اس میں (لہ کو) ہے اور وہ کہیں گے بے تباری تم سختی کیا کیا نوشتہ اعمال ہے کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا نہ بھڑا نہ بڑا نہ اتنا نہ کم اس کا معاملہ کر لیا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے موجود

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُحْرِمِينَ مُشْفَعِينَ وَنَافِلِينَ ۚ وَتَقُولُونَ يَوْمَئِذٍ اِنَّ هَٰذَا الْكِتَابَ لَا يُغَيِّرُ صُوْرَةً وَّلَا تَحْسِبُوْهُ اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَحَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَٰضِرًا وَّلَا يَظْلُمُ رٰكِبٌۭ اَحَدًا ۙ (الکہف: ۶۷)

پائیں گے اور آپ کا وہ کسی پر علم نہیں کرتا۔

کرانا کاتبین کے فرائض اور وظائف کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تمہارے پاس باری باری آتے ہیں اور تجھ کو صبح کی نمازوں میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر جن فرشتوں نے تمہارے ساتھ رات گزارا ہے وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ ان کا وہ ان سے سوال کرتا ہے: "حلائک وہ من سے زیادہ جاننے والا ہے؟" تم نے میرے بندوں کو کس محل میں چھوڑا؟ کہتے ہیں ہم نے جس وقت ان کو چھوڑا تو وہ (غیر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ (غیر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحديث: ۵۵۵، صحیح مسلم، المصابہ ۲۲، (۳۱) ۳۰۵، سنن ابی یوسف، ج ۲، رقم الحديث: ۳۸۶، ۳۸۷، سنن الکبریٰ للنسائی، ج ۳، رقم الحديث: ۱۷۷۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم برائی سے اجزا کرو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ (فرشتے) ہوتے ہیں جو تم سے بیت الخلاء اور عمل تدوین کے سوا کسی وقت جدا نہیں ہوتے، تم ان سے حیا کرو اور ان کا احترام کرو۔ (سنن ترمذی، ج ۲، رقم الحديث: ۲۸۹۹، شعب الایمان، ج ۲، رقم الحديث: ۱۷۷۰)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

عابد بیان کرتے ہیں کہ دائیں طرف کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ برائیاں لکھتا ہے۔

امام احمد محمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ دائیں جانب کا فرشتہ بائیں جانب کے فرشتہ کا امیر ہوتا ہے، جب بندہ کوئی برائی کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے: "رک جلا، شاید یہ توبہ کر لے۔"

عابد بیان کرتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں۔ ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔ جو دائیں جانب ہے وہ نیکیاں لکھتا ہے اور جو بائیں جانب ہے وہ برائیاں لکھتا ہے۔ (جامع البیہق، ج ۲، ص ۲۰۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدین نے اندیس میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نیکیاں لکھنے والا دائیں جانب ہے اور برائیاں لکھنے والا بائیں جانب ہے، جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا اس نیکیاں لکھ لیتا ہے، اور جب وہ کوئی برائی کرتا ہے تو دائیں جانب والا بائیں جانب والے سے کہتا ہے: "اس کو چھوڑ دو، حتیٰ کہ یہ توبہ کرے یا استغفار کرے۔ پھر جب جسرات کا دن آئے تو اس وقت تک جو نیکیاں اور برائیاں ہوں، وہ لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے پاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے، پھر یہ نوشتہ لوح محفوظ پر پیش کیا جاتا ہے، تو اس میں یہ تمام چیزیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

امام ابن ابی الدین اسحت بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ دائیں جانب والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور وہ بائیں جانب والے فرشتہ پر امیر ہوتا ہے۔ اگر بندہ کوئی گنہہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے: "رک جلا، پھر اگر بندہ استغفار کرے تو وہ اس کو گنہہ لکھنے سے منع کرتا ہے اور اگر بندہ استغفار کی بجائے گنہہ پر اصرار کرتا ہے تو وہ اس کو گنہہ لکھ لیتا ہے۔

(الدر الثمر، ج ۲، ص ۵۹۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۳ھ)

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ الاسلامی المتوفی ۳۹۶ھ روایت کرتے ہیں:

ابن جبریل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں دو فرشتے ہیں۔ ان میں سے ایک دائیں جانب ہے جو نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ بائیں جانب ہے جو برائیاں لکھتا ہے۔ جو دائیں جانب ہے وہ اپنے صاحب کی شلوات کے بغیر لکھتا ہے اور جو بائیں جانب ہے وہ اپنے صاحب کی شلوات کے بغیر نہیں لکھتا۔ اگر بندہ بیٹھ جائے تو ایک فرشتہ دائیں جانب ہوتا ہے اور دوسرا بائیں جانب اور اگر بندہ چلے لگے تو ایک فرشتہ بندہ کے آگے ہوتا ہے اور ایک پیچھے، اور اگر وہ سوجائے تو ایک فرشتہ اس کے سر کی جانب ہوتا ہے اور ایک پیروں کی جانب، اور ابن المبارک رحمہ اللہ نے کہا انسان کے ساتھ پانچ فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں دو فرشتے رات کے دو دن کے، یہ آتے جاتے رہتے ہیں اور پانچواں فرشتہ دن رات کے کسی وقت میں اس سے الگ نہیں ہوتا۔

(کتاب المغلطہ، رقم الحدیث: ۵۷۱، ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ دارالہدایہ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۳ھ)

امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی المتوفی ۵۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی مسلمان کے جسم کو کسی مصیبت میں جلا کر تباہ تو فرشتہ سے فرماتا ہے: اس کے اس عمل کو لکھتے رہو جو یہ کیا کرتا تھا، پھر اگر اس کو شفا دیتا ہے تو اس کو غسل سے پاک کرتا ہے اور اگر اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

(شعب الایمان، ج ۷، رقم الحدیث: ۹۹۳۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلم اپنے جسم کی کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرض میں اس کی صحت کے ہر نیک عمل کو لکھتا رہتا ہے۔

(شعب الایمان، ج ۷، رقم الحدیث: ۹۹۳۳، مطبوعہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اپنے بندہ مومن کے ساتھ دو فرشتے مقرر کرتا ہے جو اس کے عمل کو لکھتے رہتے ہیں۔ جب وہ بندہ فوت ہو جاتا ہے تو جو فرشتے اس کے عمل لکھتے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ تو اب ہمیں اجازت دے تو ہم آسمان پر چڑھ جائیں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے: میرا آسمان ان فرشتوں سے بھرا ہوا ہے جو میری شہادت کر رہے ہیں۔ وہ عرض کریں گے تو کیا ہم زمین میں قیام کریں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری زمین میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے جو میری شہادت کر رہی ہے وہ کہیں گے پھر ہم کھل جائیں؟ اللہ جل جلالہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے اس بندہ کی قبر پر قیام کرو اور سبحان اللہ! الحمد للہ! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ جو محو قیامت تک اس کو میرے اس بندہ کے لئے لکھتے رہو۔

(شعب الایمان، ج ۷، رقم الحدیث: ۹۹۳۱، مطبوعہ بیروت)

آیاد کی باتوں کو کرنا کاتبین لکھتے ہیں یا نہیں؟

بعض اعلیٰ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں اور اوروں پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کو لکھ لیتے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب میرا بندہ کسی گناہ کا ارادہ کرے تو اس کو نہ لکھو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ لو اور اگر وہ نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل کرے تو ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس نیکیاں لکھ لو۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور ایک روایت اس طرح کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب! تمہاری بندہ گناہ کا ارادہ کر رہا ہے، حالانکہ اسے گناہ پر خوب بصیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا انتظار کرو، مگر یہ اس گناہ کو کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ لو اور اگر اس کو ترک



کر دے تو اس کی ایک نیکی لکھ لو گیونکہ اس نے میری وجہ سے اس گنہ کو ترک کیا ہے۔

(صحیح مسلم 'جلد ۱' ص ۲۵۰، ۲۵۱، ۳۲۷، صحیح بخاری 'جلد ۸'، رقم الحدیث ۷۷۹، سنن ترمذی 'جلد ۵'، رقم الحدیث ۳۰۸۳، سنن کبریٰ المنذری 'جلد ۶'، رقم الحدیث ۸۸۸، صحیح ابن حبان 'جلد ۲'، رقم الحدیث ۲۸۰، مسند احمد 'جلد ۳'، رقم الحدیث ۷۳۰۰)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں اور اردوؤں پر مطلع ہوتے ہیں اور بعض دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کے احوال اور نیات پر مطلع نہیں ہوتے۔

امام عبداللہ بن محمد ابوالشیخ الاصبہانی المتوفی ۳۹۹ھ روایت کرتے ہیں:

خبرہ بن حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے عمل کے اور بچنے میں اس عمل کو وہ بہت زیادہ اور بہت چارکت مگن کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی سلطنت میں جہاں تک اللہ چاہتا ہے اس عمل کو لے کر پہنچتے ہیں۔ اللہ عزوجل من کی طرف وحی فرماتا ہے 'تم میرے بندے کے عمل کی حفاظت کرنے والے ہو' اور میں اس کے دل کی نگہبانی کرنے والا ہوں۔ میرے اس بندہ نے یہ عمل میرے لیے انخلاص سے نہیں کیا اس کو یقین (جنت کی) ایک ولایت (ام) ڈال دو اور وہ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک نور بندے کے عمل کو لے کر اوپر چڑھیں گے اور اس عمل کو بہت کم مگن کریں گے۔ پھر وہ اللہ کی سلطنت میں سے جہاں تک اللہ چاہے گا اس عمل کو لے کر پچھیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کی طرف وحی فرمائے گا تم حفاظت کرنے والے ہو اور جو کچھ اس کے دل میں ہے میں اس پر نگہبان ہوں۔ اس کے اس عمل کو دیکھا چونکہ اس کو وہیں میں ڈال دو۔

(کتاب العطلۃ، رقم الحدیث: ۵۲۲، ص ۱۸۵، مطبوعہ بیروت، کتاب الفہرہ لابن المبارک، رقم الحدیث: ۳۵۲، مطبوعہ بیروت)

امام ابن المبارک کی روایت میں ہے میرے اس بندے نے انخلاص سے عمل کیا ہے اس کو وہیں میں لکھ دو۔

یہ ظاہر ان حدیثوں میں متعارض ہے لیکن حقیقت میں متعارض نہیں ہے کیونکہ جس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ وہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان اور سنن ترمذی اور سنن نسائی کی روایت ہے اور جس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں پر مطلع نہیں ہوتے وہ کتاب العطلۃ اور کتاب الفہرہ کی روایت ہے اور ثانی الذکر کتابیں اول الذکر کتابوں کے پاسے کی نہیں ہیں۔ نیز اول الذکر حدیث متصل ہے اور ثانی الذکر مرسل روایت ہے اور اول الذکر سند صحیح ہے اور ثانی الذکر سند ضعیف ہے۔ اس لیے ترجیح پہلی حدیث کو ہے اور راجح یہی ہے کہ فرشتے دل کی باتوں پر بھی مطلع ہوتے ہیں اور موخر روایت کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ربا اور انخلاص کو مستثنیٰ فرمایا ہے 'انخلاص کو عقلی رکھا' تاکہ قیامت کے دن اس بندے کی عزت انورانی کی جائے اور ربا کو عقلی رکھا' تاکہ ربا کار کے عمل کی قیامت کے دن زیادہ رسوائی ہو جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم جریڈ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جنت کے قریب ہوں گے اور جنت کی خوشبو سونگھیں گے اور جنت کے مخلوق کی طرف دیکھیں گے اور ان چیزوں کی طرف دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے تیار کی ہیں تو ان کو گدھا کی جائے گی کہ جنت سے واپس آ جائیں، ان کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ حسرت کے ساتھ جنت سے واپس آئیں گے اور کہیں گے 'اے ہمارے رب! کاش! تو ہمیں اپنا ثواب دکھانے سے پہلے اور اپنے لواہاء کے لیے جو تو نے نعمتیں تیار کی ہیں من کو دکھانے سے پہلے ہمیں دوزخ

میں داخل کر دیتا تو یہ ہم پر آسمان ہو نہ اللہ تعالیٰ فرماتے گا میں نے یہ ارادہ اس وقت کیا تھا کہ جب تم طغوت میں ہو تے تو میرے ساتھ بہت بڑا مقابلہ کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے تم میرے لیے عاجزی کرتے تھے تم لوگوں کے لیے دکھلا کر سٹے تھے اور تم اپنے دلوں سے مجھے اس کے خلاف دیتے تھے اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے اور تم لوگوں کو بزرگ جانتے تھے اور مجھے برا نہیں جانتے تھے۔ سو آج میں تم کو دردناک غلاب چمکھوں گا اور تم کو ٹوٹنے سے محروم کروں گا۔

۱) المسمیٰ الاوسط 'ج' ۶ رقم المصنف: ۵۵۸ 'المسمیٰ الکبیر' ج ۷ رقم المصنف: ۵۸۹ 'ج' ۸۶ جلیہ کلاریاوا 'ج' ۳ 'ص' ۳۰۰ شعب اللہیان 'ج' ۵ رقم المصنف: ۵۸۹ مجمع الزوائد 'ج' ۱۰ 'ص' ۳۲۰

### اعمال کو لکھوانے کی حکمتیں

اس میں اختلاف ہے کہ ایک شخص کی نیکیاں اور برائیاں لکھنے والے فرشتے ہر روز بدلتے ہیں یا غیر محرب وہی فرشتے لکھتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ سراسر مل ثابت ہے کہ دن اور رات کے فرشتے بدلتے رہتے ہیں 'اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ بندہ کی موت کے بعد فرشتے کیا کرتے ہیں؟ بعض نے کہا وہ آسمان پر جا کر محلات کرتے ہیں لیکن ہم شعب اللہیان کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کر چکے ہیں کہ وہ قیامت تک اس بندے کی قبر پر بیٹھ کر اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

کرنا کاتبین جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اس کی کیا حکمت ہے؟ ایک حکمت تو یہ ہے کہ قیامت کے دن بندہ کے سامنے اس کے خلاف ایک بلدی جنت قائم کر دی جائے تاکہ وہ اپنے کسی قول یا عمل سے انکار نہ کر سکے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ جب بندہ کو یہ معلوم ہو گا کہ اس کے اعمال لکھ کر محفوظ کیے جا رہے ہیں اور ہر سرعشر لوگوں کے سامنے یہ اعمال پیش کیے جائیں گے تو لوگوں کے سامنے اپنی برائیاں اور بے حیائیاں کھلنے کے خوف سے وہ برے اور فحش کاموں کے ارتکاب سے باز رہے گا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے ابن آدم کی پیدائش پر یہ کہا تھا کہ یہ زمین میں خون ریزی اور خنثہ و فساد کرے گا اور جب وہ خود اپنے افعال سے مسلمانوں کی نیکیاں لکھیں گے تو ان پر ابن آدم کی پیدائش کی حکمت کمال طریقہ سے واضح ہوگی۔ چوتھی حکمت یہ ہے کہ انسان کے اعمال میں ان میں وزن کیے جائیں گے۔ بظاہر یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے کیونکہ اعمال از قبیل اعراض ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ اعمال کے وزن کرنے سے مصلحتاً مختلف اعمال کا وزن کرنا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی (روح کو) قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوئی نہیں کرتے۔ (الانعام: ۶۸)

اللہ تعالیٰ، ملک الموت اور فرشتوں کی طرف قبض روح کی نسبت کی وضاحت

قرآن مجید میں بندہ کی روح قبض کرنے کا اصطلاح تعالیٰ کی طرف بھی ہے، ملک الموت کی طرف بھی ہے اور عام فرشتوں کی طرف بھی ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیتوں سے ظاہر ہے:

موت کے وقت اللہ جالوں (روحوں) کو قبض کرتا ہے۔  
 اَللّٰهُ يَتَوَفَّي الْاَنفُسَ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ رَحْمَةً  
 قُلْ يَتَوَفَّيْكُمْ فَتَلَكُمُ الْعَنُوتُ الْيَوْمَ وَ تَجَلَّىٰ  
 بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (السجدة: ۴۲)  
 آپ کہنے کہ موت کا فرشتہ تمہاری روح قبض کرنا ہے جو  
 تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تمہارے رب کی طرف لوٹا جائے گا۔

اور زیر تفسیر آیت میں فرمایا ہے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی (روح) کو قبض کرتے ہیں۔ (الانعام: ۶۸)

ان آیات میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ روح قبض کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ وہ روح قبض کرنے کا قائل حقیقی ہے اور ملک الموت کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ ظاہری قائل ہے اور روح قبض کرنے

والے فرشتوں کا نہیں ہے، اور دوسرے فرشتوں کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ روح قبض کرنے میں ملک الموت کے اہل اور انصار ہیں۔ بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ انسان کے درجہ اور مقام کے اعتبار سے احوال مختلف ہوتے ہیں اس لیے بعض انسانوں کی روح اللہ تعالیٰ بلا واسطہ قبض کرتا ہے، بعض کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے اور بعض کی دیگر فرشتے روح قبض کرتے ہیں۔

موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی روحوں کے نکلنے کی کیفیت

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میرے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ پس جب وہ کوئی نیک شخص ہو تا ہے تو کہتے ہیں 'اے پاکیزہ روح نکلو تیرا کیزہ جسم میں جس جس تم تعریف کی ہوئی یا ہر آؤ' جس خوشی اور مسرت کی توبہ ہو اور رب کے راضی ہونے کی بشارت ہو۔ اس کو بے غمی کما جاتا ہے گا، حتیٰ کہ روح باہر آجائے گی۔ پھر وہ روح آسمان کی طرف چڑھے گی۔ اس کے لیے آسمان کو کھلوایا جائے گا۔ پوچھا جائے گا 'یہ کون ہے؟' پھر اسے بتایا جائے گا یہ فلاں ہے! آسمان والے کہیں گے 'پاکیزہ روح کو خوش آمدید ہو' یہ پاکیزہ جسم میں حتیٰ کہ تم تعریف کی ہوئی داخل ہو۔ جس خوشی اور مسرت کی بشارت ہو، اور رب کے راضی ہونے کی توبہ ہو۔ اس سے بے غمی کما جاتا ہے گا، حتیٰ کہ وہ اس آسمان (عرش الہی) میں پہنچے گی جس پر اللہ عزوجل جلوہ فرما ہے۔ اور جب مرے والا کوئی برا شخص ہو تا ہے تو فرشتے کہتے ہیں نکل اے غیث (پلاک) روح! تو غیث جسم میں حتیٰ کہ نکل تو مدت کی ہوئی ہے۔ تجھے کھولتے ہوئے بدو اور اپنی کی بشارت ہو، اور وہی جسم کے اور پائی کی۔ اسے بے غمی کما جاتا ہے گا، حتیٰ کہ وہ روح جسم سے نکلے گی۔ پھر اس کو آسمان کی طرف چڑھایا جائے گا، اور اس کے لیے آسمان کو کھلوایا جائے گا۔ پوچھا جائے گا 'یہ کون ہے؟' پھر بتایا جائے گا یہ فلاں ہے! پھر کما جائے گا اس پلاک روح کا آنا ہمارا کہ ہو، یہ پلاک جسم میں حتیٰ کہ نکل تو مدت کی ہوئی داکن ہو جا، تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، پھر اس کو آسمان سے بھیج دیا جائے گا، پھر قبر تک پہنچے گی۔

علامہ محمد ابو شاکر متوفی ۷۶۱ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد، ج ۸، رقم الحدیث: ۸۵۵۳، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان) مسند احمد، ج ۲، ص ۳۳۰، صفحہ ۳۳۰، فتح قدیم، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۳۳

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب متوفی ۳۰۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے سفید ریشم کو لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں (اے روح!) نکلو اور آنحکام تم اللہ سے راضی ہو اور اللہ تم سے راضی ہو، تم اللہ کی رحمت اور خوشی کی طرف نکلو، اور رب کی رضائی کی طرف نکلو۔ پھر روح منک کی پاکیزہ خوشبو کی طرف نکلتی ہے، حتیٰ کہ بعض فرشتے اس روح کو لیتے ہیں اور اس کو آسمان کے دروازے کی طرف لاتے ہیں اور آسمان والے کہتے ہیں 'یہ کیسی پاکیزہ خوشبو ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے؟' پھر وہ اس روح کو مومنین کی ارواح سے ملائے ہیں اور وہ ہمیں اس روح سے مل کر اسی طرح خوش ہوتی ہیں، جیسے کوئی شخص اپنے چمچے ہوئے دوست سے مل کر خوش ہوتا ہے۔

پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کیسا ہے؟ پھر کہتے ہیں کہ اس کو چھو، تو وہ دنیا کے غم میں ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس کو دو رخ میں ڈال دیا گیا اور جب کافر کے پاس موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے پاس ٹٹ کو لے کر آتے ہیں اور اس کی روح سے کہتے ہیں 'نکل اور آنحکام تو اللہ سے ناراض ہے'

اور اللہ تجھ سے ناراض ہے۔ تو اللہ کے غضب کی طرف نکل، تو وہ انتہائی ناگوار بدو کی طرح نکلتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس کو زمین کے دروازہ کی طرف لاتے ہیں اور زمین والے کہتے ہیں یہ کیسی ناگوار بدو ہے؟ پھر وہ اس کو کھدائی کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی، ج ۳، رقم الحدیث: ۱۸۳۲، صحیح ابن حبان، ج ۷، رقم الحدیث: ۳۰۱۳، المستدرک، ج ۱، ص ۳۵۳) ملاحظہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

امام بزار اور امام ابن مردودہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پس فرشتے ریشم میں منک اور گل رنکھن کے ٹکڑے کر آتے ہیں۔ پھر اس کے جسم سے روح اس طرح نکل لیتے ہیں جس طرح آنے سے ہلی نکل لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے 'اے پاکیزہ روح اللہ کی خوشی اور اس کی کرامت کی طرف راضیہ اور مرضیہ ہو کر چلو' اور اس کو ریشم میں لپیٹ کر حلقین کی طرف لے جاتے ہیں اور کافر جب موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ایک ٹٹ میں انگارے لے کر آتے ہیں اور بڑی سختی سے اس کی روح کو کھینچتے ہیں اور کہا جاتا ہے 'اے ناپاک روح! نکل در آگیا کہ تو اللہ سے ناراض ہے اور اللہ تجھ سے ناراض ہے' نکل اللہ کی دی ہوئی ذلت اور اس کے غضب کی طرف۔ اور جب روح نکل جاتی ہے تو اس کو اس انگارے پر رکھ کر ٹٹ میں لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس کو کھن کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ (شرح الصدور، ص ۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۳۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ اللہ کی طرف لوٹے جائیں گے جو ان کا یار حق ملک ہے۔ سنو! اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔ (النہل: ۳۲) اللہ تعالیٰ کے مولا اور حق ہونے کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے 'پھر وہ اللہ کی طرف لوٹے جائیں گے جو ان کا یار مولا ہے جو حق ہے۔ مولا کا ایک معنی ہے آؤں کرنے والا' اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غضب سے آزاد فرمادے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (اسد المہدی، ج ۳، رقم الحدیث: ۱۷۹۷) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی اختلاف اپنے بندوں کی طرف فرمائی ہے 'یعنی ان کا مولا اور یہ اختلاف انتہائی رحمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ پھر فرمایا ان کا مولا جو حق ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان باطل آقاؤں کے ماتحت تھا اور وہ کس شہوت اور غضب کے انکسار کی اطاعت کرتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آوۃ یمت من اتبعوا اللہا فہوہ

کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا

(الفرقان: ۳۳) | مجبور بنالیا۔

اور جب انسان مرجاتا ہے تو باطل آقاؤں کے انکسار کی اطاعت سے آزاد ہو جاتا ہے اور صرف اپنے حقیقی مولا کے زیر تصرف آ جاتا ہے۔

روح کے انسان کی حقیقت ہونے پر امام رازی کے دلائل امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر قوی دلیل ہے کہ انسان کی حقیقت یہ جسم نہیں ہے بلکہ یہ روح ہے۔ کیونکہ اس آیت میں صراحت ہے فرمایا ہے کہ انسان مر جائے گا اور مرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا جائے گا اور اس مردہ جسم کا اللہ کی طرف لوٹنا تو ممکن نہیں ہے 'تو ثابت ہوا کہ اس کی روح کو اللہ کی طرف لوٹا جائے گا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدن کے ساتھ تعلق سے پہلے روح موجود تھی کیونکہ اس عالم سے اللہ کی بارگاہ کی طرف روح کا لوٹنا اسی وقت ہو سکا ہے جب روح پہلے سے موجود

ہو اور یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے:

إِذْ جِئْنَا إِلَىٰ رَبِّكَ (المحجرات: ۳۸)

اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۵۹-۶۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام رازی کے دلائل پر بحث و نظر

امام رازی کی اس تقریر سے معلوم جہنمی کا انکار لازم آتا ہے، جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انسان کا شروع مع الجسم ہو گا اور اس مردہ جسم کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زندہ کر دے گا اور جسم میں روح ڈال کر اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس جسم کے زندہ کیے جانے اور اللہ کے سامنے اس کے پیش کیے جانے پر دلائل مذکور ہیں:

وَقَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَرَبُّنَا اللَّهُ مَا لَهُ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَلَئِنْ كُنَّا لَهُ مُّشْرِكِينَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ فَادْرِكُهُمْ أَسْرَرٌ لَهُمْ فَعَمَلُ رَبِّهِمْ غَيْرُ مُبْدِي ۝ فَآبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفْرًا ۝

(ہو اسرا نیل: ۷۸-۸۱)

قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَىٰ مَرَّةً ۝

اور انہوں نے کہا جب ہم بڑیاں اور مردہ مردہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم از سر نو پیدا کیے جائیں گے کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ان کی مثل بنانے پر قادر ہے اور اس نے ان کے لیے سوت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے، پس خالوں نے کفر کرنے کے سوا کیا بات کا انکار کر دیا۔

قرآن مجید کی ان آیتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صرف روح نہیں لوٹتی جائے گی، بلکہ روح اور جسم دونوں لوٹنے جائیں گے اور انسان صرف روح کا نام نہیں ہے، بلکہ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ پیدا ہونے کے بعد جسم کی ساخت اور اس کے تشخص میں عمر کے ساتھ تبدیلی آتی رہتی ہے اور مرنے کے بعد جسم بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور انسان واحد کی حقیقت اور اس کا تشخص تو معین اور غیر متبدل ہونا چاہیے اور وہ معین تو صرف روح میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے جسم میں اجزاء علیہ ہوتے ہیں جو اس کے جسم کے تمام مختلف اجزاء میں مشترک رہتے ہیں اور جب جسم بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے تب بھی وہ اجزاء باقی رہتے ہیں اور ان ہی اجزاء کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور انسان کی حقیقت اور اس کے تشخص کا دار روح اور ان اجزاء علیہ ہے۔

جسم سے پہلے روح کے پیدا ہونے پر دلائل اور بحث و نظر

البتہ امام رازی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ روح کو جسم سے پہلے پیدا کیا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی پیغمبر نے فرمایا دو میں جمع فکروں، جو ان میں سے ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں وہ ایک دوسرے سے لغت رکھتی ہیں، اور جو ایک دوسرے سے نا آشنا ہوتی ہیں وہ آپس میں اختلاف کرتی ہیں۔ (صحیح ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۳۶، صحیح مسلم، ج ۱، رقم الحدیث: ۵۸۳۸، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۸۳۳، مسند احمد، ج ۳، ص ۵۳، ص ۵۴، ص ۵۵، ص ۵۶، ص ۵۷، ص ۵۸، ص ۵۹، ص ۶۰، ص ۶۱، ص ۶۲، ص ۶۳، ص ۶۴، ص ۶۵، ص ۶۶، ص ۶۷، ص ۶۸، ص ۶۹، ص ۷۰، ص ۷۱، ص ۷۲، ص ۷۳، ص ۷۴، ص ۷۵، ص ۷۶، ص ۷۷، ص ۷۸، ص ۷۹، ص ۸۰، ص ۸۱، ص ۸۲، ص ۸۳، ص ۸۴، ص ۸۵، ص ۸۶، ص ۸۷، ص ۸۸، ص ۸۹، ص ۹۰، ص ۹۱، ص ۹۲، ص ۹۳، ص ۹۴، ص ۹۵، ص ۹۶، ص ۹۷، ص ۹۸، ص ۹۹، ص ۱۰۰، ص ۱۰۱، ص ۱۰۲، ص ۱۰۳، ص ۱۰۴، ص ۱۰۵، ص ۱۰۶، ص ۱۰۷، ص ۱۰۸، ص ۱۰۹، ص ۱۱۰، ص ۱۱۱، ص ۱۱۲، ص ۱۱۳، ص ۱۱۴، ص ۱۱۵، ص ۱۱۶، ص ۱۱۷، ص ۱۱۸، ص ۱۱۹، ص ۱۲۰، ص ۱۲۱، ص ۱۲۲، ص ۱۲۳، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵، ص ۱۲۶، ص ۱۲۷، ص ۱۲۸، ص ۱۲۹، ص ۱۳۰، ص ۱۳۱، ص ۱۳۲، ص ۱۳۳، ص ۱۳۴، ص ۱۳۵، ص ۱۳۶، ص ۱۳۷، ص ۱۳۸، ص ۱۳۹، ص ۱۴۰، ص ۱۴۱، ص ۱۴۲، ص ۱۴۳، ص ۱۴۴، ص ۱۴۵، ص ۱۴۶، ص ۱۴۷، ص ۱۴۸، ص ۱۴۹، ص ۱۵۰، ص ۱۵۱، ص ۱۵۲، ص ۱۵۳، ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶، ص ۱۵۷، ص ۱۵۸، ص ۱۵۹، ص ۱۶۰، ص ۱۶۱، ص ۱۶۲، ص ۱۶۳، ص ۱۶۴، ص ۱۶۵، ص ۱۶۶، ص ۱۶۷، ص ۱۶۸، ص ۱۶۹، ص ۱۷۰، ص ۱۷۱، ص ۱۷۲، ص ۱۷۳، ص ۱۷۴، ص ۱۷۵، ص ۱۷۶، ص ۱۷۷، ص ۱۷۸، ص ۱۷۹، ص ۱۸۰، ص ۱۸۱، ص ۱۸۲، ص ۱۸۳، ص ۱۸۴، ص ۱۸۵، ص ۱۸۶، ص ۱۸۷، ص ۱۸۸، ص ۱۸۹، ص ۱۹۰، ص ۱۹۱، ص ۱۹۲، ص ۱۹۳، ص ۱۹۴، ص ۱۹۵، ص ۱۹۶، ص ۱۹۷، ص ۱۹۸، ص ۱۹۹، ص ۲۰۰، ص ۲۰۱، ص ۲۰۲، ص ۲۰۳، ص ۲۰۴، ص ۲۰۵، ص ۲۰۶، ص ۲۰۷، ص ۲۰۸، ص ۲۰۹، ص ۲۱۰، ص ۲۱۱، ص ۲۱۲، ص ۲۱۳، ص ۲۱۴، ص ۲۱۵، ص ۲۱۶، ص ۲۱۷، ص ۲۱۸، ص ۲۱۹، ص ۲۲۰، ص ۲۲۱، ص ۲۲۲، ص ۲۲۳، ص ۲۲۴، ص ۲۲۵، ص ۲۲۶، ص ۲۲۷، ص ۲۲۸، ص ۲۲۹، ص ۲۳۰، ص ۲۳۱، ص ۲۳۲، ص ۲۳۳، ص ۲۳۴، ص ۲۳۵، ص ۲۳۶، ص ۲۳۷، ص ۲۳۸، ص ۲۳۹، ص ۲۴۰، ص ۲۴۱، ص ۲۴۲، ص ۲۴۳، ص ۲۴۴، ص ۲۴۵، ص ۲۴۶، ص ۲۴۷، ص ۲۴۸، ص ۲۴۹، ص ۲۵۰، ص ۲۵۱، ص ۲۵۲، ص ۲۵۳، ص ۲۵۴، ص ۲۵۵، ص ۲۵۶، ص ۲۵۷، ص ۲۵۸، ص ۲۵۹، ص ۲۶۰، ص ۲۶۱، ص ۲۶۲، ص ۲۶۳، ص ۲۶۴، ص ۲۶۵، ص ۲۶۶، ص ۲۶۷، ص ۲۶۸، ص ۲۶۹، ص ۲۷۰، ص ۲۷۱، ص ۲۷۲، ص ۲۷۳، ص ۲۷۴، ص ۲۷۵، ص ۲۷۶، ص ۲۷۷، ص ۲۷۸، ص ۲۷۹، ص ۲۸۰، ص ۲۸۱، ص ۲۸۲، ص ۲۸۳، ص ۲۸۴، ص ۲۸۵، ص ۲۸۶، ص ۲۸۷، ص ۲۸۸، ص ۲۸۹، ص ۲۹۰، ص ۲۹۱، ص ۲۹۲، ص ۲۹۳، ص ۲۹۴، ص ۲۹۵، ص ۲۹۶، ص ۲۹۷، ص ۲۹۸، ص ۲۹۹، ص ۳۰۰، ص ۳۰۱، ص ۳۰۲، ص ۳۰۳، ص ۳۰۴، ص ۳۰۵، ص ۳۰۶، ص ۳۰۷، ص ۳۰۸، ص ۳۰۹، ص ۳۱۰، ص ۳۱۱، ص ۳۱۲، ص ۳۱۳، ص ۳۱۴، ص ۳۱۵، ص ۳۱۶، ص ۳۱۷، ص ۳۱۸، ص ۳۱۹، ص ۳۲۰، ص ۳۲۱، ص ۳۲۲، ص ۳۲۳، ص ۳۲۴، ص ۳۲۵، ص ۳۲۶، ص ۳۲۷، ص ۳۲۸، ص ۳۲۹، ص ۳۳۰، ص ۳۳۱، ص ۳۳۲، ص ۳۳۳، ص ۳۳۴، ص ۳۳۵، ص ۳۳۶، ص ۳۳۷، ص ۳۳۸، ص ۳۳۹، ص ۳۴۰، ص ۳۴۱، ص ۳۴۲، ص ۳۴۳، ص ۳۴۴، ص ۳۴۵، ص ۳۴۶، ص ۳۴۷، ص ۳۴۸، ص ۳۴۹، ص ۳۵۰، ص ۳۵۱، ص ۳۵۲، ص ۳۵۳، ص ۳۵۴، ص ۳۵۵، ص ۳۵۶، ص ۳۵۷، ص ۳۵۸، ص ۳۵۹، ص ۳۶۰، ص ۳۶۱، ص ۳۶۲، ص ۳۶۳، ص ۳۶۴، ص ۳۶۵، ص ۳۶۶، ص ۳۶۷، ص ۳۶۸، ص ۳۶۹، ص ۳۷۰، ص ۳۷۱، ص ۳۷۲، ص ۳۷۳، ص ۳۷۴، ص ۳۷۵، ص ۳۷۶، ص ۳۷۷، ص ۳۷۸، ص ۳۷۹، ص ۳۸۰، ص ۳۸۱، ص ۳۸۲، ص ۳۸۳، ص ۳۸۴، ص ۳۸۵، ص ۳۸۶، ص ۳۸۷، ص ۳۸۸، ص ۳۸۹، ص ۳۹۰، ص ۳۹۱، ص ۳۹۲، ص ۳۹۳، ص ۳۹۴، ص ۳۹۵، ص ۳۹۶، ص ۳۹۷، ص ۳۹۸، ص ۳۹۹، ص ۴۰۰، ص ۴۰۱، ص ۴۰۲، ص ۴۰۳، ص ۴۰۴، ص ۴۰۵، ص ۴۰۶، ص ۴۰۷، ص ۴۰۸، ص ۴۰۹، ص ۴۱۰، ص ۴۱۱، ص ۴۱۲، ص ۴۱۳، ص ۴۱۴، ص ۴۱۵، ص ۴۱۶، ص ۴۱۷، ص ۴۱۸، ص ۴۱۹، ص ۴۲۰، ص ۴۲۱، ص ۴۲۲، ص ۴۲۳، ص ۴۲۴، ص ۴۲۵، ص ۴۲۶، ص ۴۲۷، ص ۴۲۸، ص ۴۲۹، ص ۴۳۰، ص ۴۳۱، ص ۴۳۲، ص ۴۳۳، ص ۴۳۴، ص ۴۳۵، ص ۴۳۶، ص ۴۳۷، ص ۴۳۸، ص ۴۳۹، ص ۴۴۰، ص ۴۴۱، ص ۴۴۲، ص ۴۴۳، ص ۴۴۴، ص ۴۴۵، ص ۴۴۶، ص ۴۴۷، ص ۴۴۸، ص ۴۴۹، ص ۴۵۰، ص ۴۵۱، ص ۴۵۲، ص ۴۵۳، ص ۴۵۴، ص ۴۵۵، ص ۴۵۶، ص ۴۵۷، ص ۴۵۸، ص ۴۵۹، ص ۴۶۰، ص ۴۶۱، ص ۴۶۲، ص ۴۶۳، ص ۴۶۴، ص ۴۶۵، ص ۴۶۶، ص ۴۶۷، ص ۴۶۸، ص ۴۶۹، ص ۴۷۰، ص ۴۷۱، ص ۴۷۲، ص ۴۷۳، ص ۴۷۴، ص ۴۷۵، ص ۴۷۶، ص ۴۷۷، ص ۴۷۸، ص ۴۷۹، ص ۴۸۰، ص ۴۸۱، ص ۴۸۲، ص ۴۸۳، ص ۴۸۴، ص ۴۸۵، ص ۴۸۶، ص ۴۸۷، ص ۴۸۸، ص ۴۸۹، ص ۴۹۰، ص ۴۹۱، ص ۴۹۲، ص ۴۹۳، ص ۴۹۴، ص ۴۹۵، ص ۴۹۶، ص ۴۹۷، ص ۴۹۸، ص ۴۹۹، ص ۵۰۰، ص ۵۰۱، ص ۵۰۲، ص ۵۰۳، ص ۵۰۴، ص ۵۰۵، ص ۵۰۶، ص ۵۰۷، ص ۵۰۸، ص ۵۰۹، ص ۵۱۰، ص ۵۱۱، ص ۵۱۲، ص ۵۱۳، ص ۵۱۴، ص ۵۱۵، ص ۵۱۶، ص ۵۱۷، ص ۵۱۸، ص ۵۱۹، ص ۵۲۰، ص ۵۲۱، ص ۵۲۲، ص ۵۲۳، ص ۵۲۴، ص ۵۲۵، ص ۵۲۶، ص ۵۲۷، ص ۵۲۸، ص ۵۲۹، ص ۵۳۰، ص ۵۳۱، ص ۵۳۲، ص ۵۳۳، ص ۵۳۴، ص ۵۳۵، ص ۵۳۶، ص ۵۳۷، ص ۵۳۸، ص ۵۳۹، ص ۵۴۰، ص ۵۴۱، ص ۵۴۲، ص ۵۴۳، ص ۵۴۴، ص ۵۴۵، ص ۵۴۶، ص ۵۴۷، ص ۵۴۸، ص ۵۴۹، ص ۵۵۰، ص ۵۵۱، ص ۵۵۲، ص ۵۵۳، ص ۵۵۴، ص ۵۵۵، ص ۵۵۶، ص ۵۵۷، ص ۵۵۸، ص ۵۵۹، ص ۵۶۰، ص ۵۶۱، ص ۵۶۲، ص ۵۶۳، ص ۵۶۴، ص ۵۶۵، ص ۵۶۶، ص ۵۶۷، ص ۵۶۸، ص ۵۶۹، ص ۵۷۰، ص ۵۷۱، ص ۵۷۲، ص ۵۷۳، ص ۵۷۴، ص ۵۷۵، ص ۵۷۶، ص ۵۷۷، ص ۵۷۸، ص ۵۷۹، ص ۵۸۰، ص ۵۸۱، ص ۵۸۲، ص ۵۸۳، ص ۵۸۴، ص ۵۸۵، ص ۵۸۶، ص ۵۸۷، ص ۵۸۸، ص ۵۸۹، ص ۵۹۰، ص ۵۹۱، ص ۵۹۲، ص ۵۹۳، ص ۵۹۴، ص ۵۹۵، ص ۵۹۶، ص ۵۹۷، ص ۵۹۸، ص ۵۹۹، ص ۶۰۰، ص ۶۰۱، ص ۶۰۲، ص ۶۰۳، ص ۶۰۴، ص ۶۰۵، ص ۶۰۶، ص ۶۰۷، ص ۶۰۸، ص ۶۰۹، ص ۶۱۰، ص ۶۱۱، ص ۶۱۲، ص ۶۱۳، ص ۶۱۴، ص ۶۱۵، ص ۶۱۶، ص ۶۱۷، ص ۶۱۸، ص ۶۱۹، ص ۶۲۰، ص ۶۲۱، ص ۶۲۲، ص ۶۲۳، ص ۶۲۴، ص ۶۲۵، ص ۶۲۶، ص ۶۲۷، ص ۶۲۸، ص ۶۲۹، ص ۶۳۰، ص ۶۳۱، ص ۶۳۲، ص ۶۳۳، ص ۶۳۴، ص ۶۳۵، ص ۶۳۶، ص ۶۳۷، ص ۶۳۸، ص ۶۳۹، ص ۶۴۰، ص ۶۴۱، ص ۶۴۲، ص ۶۴۳، ص ۶۴۴، ص ۶۴۵، ص ۶۴۶، ص ۶۴۷، ص ۶۴۸، ص ۶۴۹، ص ۶۵۰، ص ۶۵۱، ص ۶۵۲، ص ۶۵۳، ص ۶۵۴، ص ۶۵۵، ص ۶۵۶، ص ۶۵۷، ص ۶۵۸، ص ۶۵۹، ص ۶۶۰، ص ۶۶۱، ص ۶۶۲، ص ۶۶۳، ص ۶۶۴، ص ۶۶۵، ص ۶۶۶، ص ۶۶۷، ص ۶۶۸، ص ۶۶۹، ص ۶۷۰، ص ۶۷۱، ص ۶۷۲، ص ۶۷۳، ص ۶۷۴، ص ۶۷۵، ص ۶۷۶، ص ۶۷۷، ص ۶۷۸، ص ۶۷۹، ص ۶۸۰، ص ۶۸۱، ص ۶۸۲، ص ۶۸۳، ص ۶۸۴، ص ۶۸۵، ص ۶۸۶، ص ۶۸۷، ص ۶۸۸، ص ۶۸۹، ص ۶۹۰، ص ۶۹۱، ص ۶۹۲، ص ۶۹۳، ص ۶۹۴، ص ۶۹۵، ص ۶۹۶، ص ۶۹۷، ص ۶۹۸، ص ۶۹۹، ص ۷۰۰، ص ۷۰۱، ص ۷۰۲، ص ۷۰۳، ص ۷۰۴، ص ۷۰۵، ص ۷۰۶، ص ۷۰۷، ص ۷۰۸، ص ۷۰۹، ص ۷۱۰، ص ۷۱۱، ص ۷۱۲، ص ۷۱۳، ص ۷۱۴، ص ۷۱۵، ص ۷۱۶، ص ۷۱۷، ص ۷۱۸، ص ۷۱۹، ص ۷۲۰، ص ۷۲۱، ص ۷۲۲، ص ۷۲۳، ص ۷۲۴، ص ۷۲۵، ص ۷۲۶، ص ۷۲۷، ص ۷۲۸، ص ۷۲۹، ص ۷۳۰، ص ۷۳۱، ص ۷۳۲، ص ۷۳۳، ص ۷۳۴، ص ۷۳۵، ص ۷۳۶، ص ۷۳۷، ص ۷۳۸، ص ۷۳۹، ص ۷۴۰، ص ۷۴۱، ص ۷۴۲، ص ۷۴۳، ص ۷۴۴، ص ۷۴۵، ص ۷۴۶، ص ۷۴۷، ص ۷۴۸، ص ۷۴۹، ص ۷۵۰، ص ۷۵۱، ص ۷۵۲، ص ۷۵۳، ص ۷۵۴، ص ۷۵۵، ص ۷۵۶، ص ۷۵۷، ص ۷۵۸، ص ۷۵۹، ص ۷۶۰، ص ۷۶۱، ص ۷۶۲، ص ۷۶۳، ص ۷۶۴، ص ۷۶۵، ص ۷۶۶، ص ۷۶۷، ص ۷۶۸، ص ۷۶۹، ص ۷۷۰، ص ۷۷۱، ص ۷۷۲، ص ۷۷۳، ص ۷۷۴، ص ۷۷۵، ص ۷۷۶، ص ۷۷۷، ص ۷۷۸، ص ۷۷۹، ص ۷۸۰، ص ۷۸۱، ص ۷۸۲، ص ۷۸۳، ص ۷۸۴، ص ۷۸۵، ص ۷۸۶، ص ۷۸۷، ص ۷۸۸، ص ۷۸۹، ص ۷۹۰، ص ۷۹۱، ص ۷۹۲، ص ۷۹۳، ص ۷۹۴، ص ۷۹۵، ص ۷۹۶، ص ۷۹۷، ص ۷۹۸، ص ۷۹۹، ص ۸۰۰، ص ۸۰۱، ص ۸۰۲، ص ۸۰۳، ص ۸۰۴، ص ۸۰۵، ص ۸۰۶، ص ۸۰۷، ص ۸۰۸، ص ۸۰۹، ص ۸۱۰، ص ۸۱۱، ص ۸۱۲، ص ۸۱۳، ص ۸۱۴، ص ۸۱۵، ص ۸۱۶، ص ۸۱۷، ص ۸۱۸، ص ۸۱۹، ص ۸۲۰، ص ۸۲۱، ص ۸۲۲، ص ۸۲۳، ص ۸۲۴، ص ۸۲۵، ص ۸۲۶، ص ۸۲۷، ص ۸۲۸، ص ۸۲۹، ص ۸۳۰، ص ۸۳۱، ص ۸۳۲، ص ۸۳۳، ص ۸۳۴، ص ۸۳۵، ص ۸۳۶، ص ۸۳۷، ص ۸۳۸، ص ۸۳۹، ص ۸۴۰، ص ۸۴۱، ص ۸۴۲، ص ۸۴۳، ص ۸۴۴، ص ۸۴۵، ص ۸۴۶، ص ۸۴۷، ص ۸۴۸، ص ۸۴۹، ص ۸۵۰، ص ۸۵۱، ص ۸۵۲، ص ۸۵۳، ص ۸۵۴، ص ۸۵۵، ص ۸۵۶، ص ۸۵۷، ص ۸۵۸، ص ۸۵۹، ص ۸۶۰، ص ۸۶۱، ص ۸۶۲، ص ۸۶۳، ص ۸۶۴، ص ۸۶۵، ص ۸۶۶، ص ۸۶۷، ص ۸۶۸، ص ۸۶۹، ص ۸۷۰، ص ۸۷۱، ص ۸۷۲، ص ۸۷۳، ص ۸۷۴، ص ۸۷۵، ص ۸۷۶، ص ۸۷۷، ص ۸۷۸، ص ۸۷۹، ص ۸۸۰، ص ۸۸۱، ص ۸۸۲، ص ۸۸۳، ص ۸۸۴، ص ۸۸۵، ص ۸۸۶، ص ۸۸۷، ص ۸۸۸، ص ۸۸۹، ص ۸۹۰، ص ۸۹۱، ص ۸۹۲، ص ۸۹۳، ص ۸۹۴، ص ۸۹۵، ص ۸۹۶، ص ۸۹۷، ص ۸۹۸، ص ۸۹۹، ص ۹۰۰، ص ۹۰۱، ص ۹۰۲، ص ۹۰۳، ص ۹۰۴، ص ۹۰۵، ص ۹۰۶، ص ۹۰۷، ص ۹۰۸، ص ۹۰۹، ص ۹۱۰، ص ۹۱۱، ص ۹۱۲، ص ۹۱۳، ص ۹۱۴، ص ۹۱۵، ص ۹۱۶، ص ۹۱۷، ص ۹۱۸، ص ۹۱۹، ص ۹۲۰، ص ۹۲۱، ص ۹۲۲، ص ۹۲۳، ص ۹۲۴، ص ۹۲۵، ص ۹۲۶، ص ۹۲۷، ص ۹۲۸، ص ۹۲۹، ص ۹۳۰، ص ۹۳۱، ص ۹۳۲، ص ۹۳۳، ص ۹۳۴، ص ۹۳۵، ص ۹۳۶، ص ۹۳۷، ص ۹۳۸، ص ۹۳۹، ص ۹۴۰، ص ۹۴۱، ص ۹۴۲، ص ۹۴۳، ص ۹۴۴، ص ۹۴۵، ص ۹۴۶، ص ۹۴۷، ص ۹۴۸، ص ۹۴۹، ص ۹۵۰، ص ۹۵۱، ص ۹۵۲، ص ۹۵۳، ص ۹۵۴، ص ۹۵۵، ص ۹۵۶، ص ۹۵۷، ص ۹۵۸، ص ۹۵۹، ص ۹۶۰، ص ۹۶۱، ص ۹۶۲، ص ۹۶۳، ص ۹۶۴، ص ۹۶۵، ص ۹۶۶، ص ۹۶۷، ص ۹۶۸، ص ۹۶۹، ص ۹۷۰، ص ۹۷۱، ص ۹۷۲، ص ۹۷۳، ص ۹۷۴، ص ۹۷۵، ص ۹۷۶، ص ۹۷۷، ص ۹۷۸، ص ۹۷۹، ص ۹۸۰، ص ۹۸۱، ص ۹۸۲، ص ۹۸۳، ص ۹۸۴، ص ۹۸۵، ص ۹۸۶، ص ۹۸۷، ص ۹۸۸، ص ۹۸۹، ص ۹۹۰، ص ۹۹۱، ص ۹۹۲، ص ۹۹۳، ص ۹۹۴، ص ۹۹۵، ص ۹۹۶، ص ۹۹۷، ص ۹۹۸، ص ۹۹۹، ص ۱۰۰۰، ص ۱۰۰۱، ص ۱۰۰۲، ص ۱۰۰۳، ص ۱۰۰۴، ص ۱۰۰۵، ص ۱۰۰۶، ص ۱۰۰۷، ص ۱۰۰۸، ص ۱۰۰۹، ص ۱۰۱۰، ص ۱۰۱۱، ص ۱۰۱۲، ص ۱۰۱۳، ص ۱۰۱۴، ص ۱۰۱۵، ص ۱۰۱۶، ص ۱۰۱۷، ص ۱۰۱۸، ص ۱۰۱۹، ص ۱۰۲۰، ص ۱۰۲۱، ص ۱۰۲۲، ص ۱۰۲۳، ص ۱۰۲۴، ص ۱۰۲۵، ص ۱۰۲۶، ص ۱۰۲۷، ص ۱۰۲۸، ص ۱۰۲۹، ص ۱۰۳۰، ص ۱۰۳۱، ص ۱۰۳۲، ص ۱۰۳۳، ص ۱۰۳۴، ص ۱۰۳۵، ص ۱۰۳۶، ص ۱۰۳۷، ص ۱۰۳۸، ص ۱۰۳۹، ص ۱۰۴۰، ص ۱۰۴۱، ص ۱۰۴۲، ص ۱۰۴۳، ص ۱۰۴۴، ص ۱۰۴۵، ص ۱۰۴۶، ص ۱۰۴۷، ص ۱۰۴۸، ص ۱۰۴۹، ص ۱۰۵۰، ص ۱۰۵۱، ص ۱۰۵۲، ص ۱۰۵۳، ص ۱۰۵۴، ص ۱۰۵۵، ص ۱۰۵۶، ص ۱۰۵۷، ص ۱۰۵۸، ص ۱۰۵۹، ص ۱۰۶۰، ص ۱۰۶۱، ص ۱۰۶۲، ص ۱۰۶۳، ص ۱۰۶۴، ص ۱۰۶۵، ص ۱۰۶۶، ص ۱۰۶۷، ص ۱۰۶۸، ص ۱۰۶۹، ص ۱۰۷۰، ص ۱۰۷۱، ص ۱۰۷۲، ص ۱۰۷۳، ص ۱۰۷۴، ص ۱۰۷۵، ص ۱۰۷۶، ص ۱۰۷۷، ص ۱۰۷۸، ص ۱۰۷۹، ص ۱۰۸۰، ص ۱۰۸۱، ص ۱۰۸۲، ص ۱۰۸۳، ص ۱۰۸۴، ص ۱۰۸۵، ص ۱۰۸۶، ص ۱۰۸۷، ص ۱۰۸۸، ص ۱۰۸۹، ص ۱۰۹۰، ص ۱۰۹۱، ص ۱۰۹۲، ص ۱۰۹۳، ص ۱۰۹۴، ص ۱۰۹۵، ص ۱۰۹۶، ص ۱۰۹۷، ص ۱۰۹۸، ص ۱۰۹۹، ص ۱۱۰۰، ص ۱۱۰۱، ص ۱۱۰۲، ص ۱۱۰۳، ص ۱۱۰۴، ص ۱۱۰۵، ص ۱۱۰۶، ص ۱۱۰۷، ص ۱۱۰۸، ص ۱۱۰۹، ص ۱۱۱۰، ص ۱۱۱۱، ص ۱۱۱۲، ص ۱۱۱۳، ص ۱۱۱۴، ص ۱۱۱۵، ص ۱۱۱۶، ص ۱۱۱۷، ص ۱۱۱۸، ص ۱۱۱۹، ص ۱۱۲۰، ص ۱۱۲۱، ص ۱۱۲۲، ص ۱۱۲۳، ص ۱۱۲۴، ص ۱۱۲۵، ص ۱۱۲۶، ص ۱۱۲۷، ص ۱۱۲۸، ص ۱۱۲۹، ص ۱۱۳۰، ص ۱۱۳۱، ص ۱۱۳۲، ص ۱۱۳۳، ص ۱۱۳۴، ص ۱۱۳۵، ص ۱۱۳۶، ص ۱۱۳۷، ص ۱۱۳۸، ص ۱۱۳۹، ص ۱۱۴۰، ص ۱۱۴۱، ص ۱۱۴۲، ص ۱۱۴۳، ص ۱۱۴۴، ص ۱۱۴۵، ص ۱۱۴۶، ص ۱۱۴۷، ص ۱۱۴۸، ص ۱۱۴۹، ص ۱۱۵۰، ص ۱۱۵۱، ص ۱۱۵۲، ص ۱۱۵۳، ص ۱۱۵۴، ص ۱۱۵۵، ص ۱۱۵۶، ص ۱۱۵۷، ص ۱۱۵۸، ص ۱۱۵۹، ص ۱۱۶۰، ص ۱۱۶۱، ص ۱۱۶۲، ص ۱۱۶۳، ص ۱۱۶۴، ص ۱۱۶۵، ص ۱۱۶۶، ص ۱۱۶۷، ص ۱۱۶۸، ص ۱۱۶۹، ص ۱۱۷۰، ص ۱۱۷۱، ص ۱۱۷۲، ص ۱۱۷۳، ص ۱۱۷۴، ص ۱۱۷۵، ص ۱۱۷۶، ص ۱۱۷۷، ص ۱۱۷۸، ص ۱۱۷۹، ص ۱۱۸۰، ص ۱۱۸۱، ص ۱۱۸۲، ص ۱۱۸۳، ص ۱۱۸۴، ص ۱۱۸۵، ص ۱۱۸۶، ص ۱۱۸۷، ص ۱۱۸۸، ص ۱۱۸۹، ص ۱۱۹۰، ص ۱۱۹۱، ص ۱۱۹۲، ص ۱۱۹۳، ص ۱۱۹۴، ص ۱۱۹۵، ص ۱۱۹۶، ص ۱۱۹۷، ص ۱۱۹۸، ص ۱۱۹۹، ص ۱۲۰۰، ص ۱۲۰۱، ص ۱۲۰۲، ص ۱۲۰۳، ص ۱۲۰۴، ص ۱۲۰۵، ص ۱۲۰۶، ص ۱۲۰۷، ص ۱۲۰۸، ص ۱

اس حدیث سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے ابتداء خلقت کی خبر دینا مقصود ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ روحوں کو جسوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور جب روحوں کا جسوں میں حلول ہو تو ان کی آپس میں شناسائی یا عدم شناسائی عالم ارواح کے اعتبار سے ہوتی تو رومی جب دنیا میں ایک دوسرے سے ملیں تو ان کا ایک دوسرے سے شفق یا کھٹک ہو نا بھی اسی سابق شناسائی یا عدم شناسائی کے اعتبار سے تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسوں سے پہلے پیدا کیا ہے۔ (العلوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ النور یہ الرضویہ لاہور پاکستان)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ روحوں کو جسوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جسوں کے نیا ہونے کے بعد بھی رومی باقی رہتی ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے شہداء کو رومی ہزار ہوں کے پانچوں میں رہتی ہیں۔ (امروۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت مصر ۱۳۸۸ھ)

حافظ عسقلانی نور مدظلہ سیوطی نے یہ تو لکھا ہے کہ رومی جسوں سے پہلے پیدا کی گئی ہیں لیکن یہ نہیں لکھا ہے کہ حدیث کس مقام نے کس صحابی سے روایت کی ہے؟ البتہ علامہ ابن قیم جوزی نے لکھا ہے کہ امام ابو عبد اللہ ابن مندہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن حفصہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہندوں کی رومی ہندوں سے دو ہزار سال پہلے پیدا کی گئی ہیں۔ سو جو رومی ایک دوسرے سے متعارف تھے وہ ایک دوسرے سے گفت و گو بھی کرتے ہیں اور جو رومی ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتی ہیں۔ (الروح ص ۵۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

پھر علامہ ابن قیم جوزی نے متوفی ۷۵۰ھ نے اس حدیث کی سند پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک رومی جبہ بن سکن ہے۔ امام دار قطنی نے اس کے متعلق یہ کہا کہ یہ حدیث ہے اور ایک رومی ارطاطہ ابن منذر ہے۔ امام ابن عدی نے کہا اس کی بعض احادیث غلط ہیں۔ (الروح ص ۲۵۵ مطبوعہ قاہرہ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے جس کو ہم نے شروع میں بیان کیا ہے۔ اس میں اگرچہ دو ہزار سال پہلے کے الفاظ نہیں ہیں لیکن وہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رومی ایک مجمع لشکر کی صورت میں پہلے پیدا ہو چکی تھیں نیز اس کی مزید تائید ان حدیثوں سے ہوتی ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ہرودہ روم گر گئی جس کو ہودہ ان کی اولاد سے قیامت تک پیدا کرتے رہا اور اس نے ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک بنائی۔ پھر ان سب کو حضرت آدم علیہ السلام پر چڑھا کیا حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ حضرت آدم نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک انہیں بتا چکی تھی۔ پوچھا اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد میں سے آخری اتوں میں سے ایک شخص ہے۔ اس کو داؤد کہا جاتا ہے حضرت آدم نے پوچھا اے میرے رب! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال۔ عرض کیا اے میرے رب! میری عمر چالیس سال اس کی عمر زیادہ کر دے جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی تو ان کے پاس ملک الموت آئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کیا ابھی میری عمر چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت نے کہا کیا آپ نے اپنے بیٹے و نواد کو یہ عرض دی؟ نعم پوچھو نے فرمایا حضرت آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا۔

کیا اور حضرت آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی اور حضرت نوحؑ نے (جستجوئی) خطائی تو ان کی اولاد نے بھی خطائی۔ امام ابو یوسفؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ متعدد سندوں کے ساتھ از ابو حریزہ از نبی پچھون مروی ہے۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کی روحوں کو نکلا گیا جس سے یہ واضح ہو گیا کہ روحوں کو جہنم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

نیز امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری حوالی ۵۰۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعبؓ جو پہلے روایت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشتوں سے نکالا جو قیامت تک پیدہ ہونے والے تھے، پہلے ان کو اور ان کا عظیم پیران کو سورہ قمر میں اور گویائی خطائی کو وہو نے لکھے پھر ان سے حمد اور میثاق لیا اور ان کو اپنی جانوں پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ ہم نے گواہی دی (ایہ اس لیے کہ) کیسے تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس حمد سے غافل تھے اور ہم نے تمہارے باپ کو ہم کو گواہ کیا ہے کہ تمہیں کو کہ ہم کو کہنا نہ تھا یا یہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے۔ سو تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا کیونکہ میں تمہاری طرف رسول بھیجوں گا جو تم کو میرا حمد اور میثاق یاد دلائیں گے اور میں تمہاری گواہی لکھوں گا اور ان کو انہوں نے کہا ہم کو گواہی دیتے ہیں کہ تمہارا رب اور تمہارا ربود ہے۔ تمہارے سوا کوئی تمہارا رب ہے نہ تمہارے سوا کوئی معبود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا تو ان میں فحشی اور فحیر اور خوبصورت اور بد صورت لوگوں کو دیکھا تو حضرت آدمؑ نے کہے میرے رب اگر تو اپنے تمام بندوں کو براہ کرم کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے چاروں کی طرح روشن انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان سے نبوت اور رسالت کا حمد و میثاق لیا اور اس میں ان آیتوں کی تصدیق ہے:

اور (یاد رکھو) جب ہم نے انہوں سے میثاق لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور یحییٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے پختہ میثاق لیا۔

سو آپ اللہ کی اطاعت کے لیے اپنی ذات کو ثابت قدم رکھیں اور ان باطلہ سے اعراض کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کی سرشت پر لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی سرشت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

یہ ایک ڈارنے والے ہیں پہلے ڈارنے والوں میں سے۔ اور ہم نے ان کے اکثر لوگوں سے حمد کی دعا نہیں پائی اور ہم نے ان میں سے اکثر کو فانی ہی پایا۔

پھر نوح کے بعد ہم نے ان لوگوں کی طرف رسول بھیجے جن کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ ان پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوئے کیونکہ وہ اس سے پہلے ان کی عکس پر کر چکے تھے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ  
مِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ  
أَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَايِبًا (الاحزاب: ۷)  
فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ  
الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِمَ تَلْعَنُ الدُّو  
(المرؤ: ۳۰)

هَذَا نَبِيُّنَا الَّذِي أَوَّلَى (النجم: ۵۶)  
وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ دِينَ عِبَادَتَنَا وَإِن وَجَدْنَا  
أَكْثَرَهُمْ لَفَ شَاقِينَ (الاعراف: ۳۴)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ ابْنًا مَرْيَمَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهَا  
فَقَعَا فِي قَوْمِهَا بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا  
كَذَّبُوا بِهَا مِنْ قَبْلُ (يونس: ۳۶)

پس حضرت عیسیٰ کی روح ان ارواح میں سے تھی جن سے آدم علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے عباد لیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ روح حضرت مریم کی طرف بھیجی جو اپنے گھروالوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مقام میں آگئی تھی۔ پھر لوگوں کی طرف سے انہوں نے ایک پردہ بنالیا تو ہم نے ان کی طرف اپنے ایک فرشتہ کو بھیجا جس نے ان کے سامنے ایک تہہ رست آدمی کی صورت اختیار کی۔۔۔۔۔ پھر مریم نے اس کو اپنے پیٹ میں لے لیا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح تھی۔

یہ حدیث صحیح الاطلاق ہے اور سنیوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔ امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے ان کی لولہ کی روحوں کو نکالا اور ان دونوں حدیثوں کی تصدیق اس آیت میں ہے:

وَاِذَا اَخَذْنَا مِنْكَ رِبِّيْ اٰدَمَ مِنْ طُهْرٍ وَرَحْمَةٍ  
ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَنْشَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلْكَتُبَ  
بِرَبِّكَ كُمْ فَاتْلُوْا بِآيٰتِيْ شَهَادَاتٍ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ  
الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝  
(الاعراف: ۱۷۲) سے بہ خیر ہے۔

علامہ ابن قیم نے ان دلائل کے علاوہ میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ فرشتہ ہا کے پیٹ میں روح پھونکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روح جسم کے ساتھ یا اس کے بعد حادث ہوتی ہے وہ حدیث یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ صوفی اور مصوفی ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی خلقت انبی ہا کے پیٹ میں چالیس دن تک منع کی جاتی ہے (یعنی نطفہ) پھر وہ جنا اور خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ گوشت کا کھوا بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار ٹکٹ لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے اس کا عمل لکھو اور اس کا رزق لکھو یعنی یا سعید ہوتا پھر وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ بے شک تم میں سے ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے نور رحمت کے درمیان ایک ہاتھ کا قاصد رہ جاتا ہے تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے پھر وہ دوزخیوں کا عمل کرتا ہے اور ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے نور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا قاصد رہ جاتا ہے تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے پھر وہ جنتیوں کا عمل کرتا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۲۲، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، رقم الحدیث: ۵۵۳۷، ۵۵۳۸، ۵۵۳۹، ۵۵۴۰، ۵۵۴۱، ۵۵۴۲، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴، ۵۵۴۵، ۵۵۴۶، ۵۵۴۷، ۵۵۴۸، ۵۵۴۹، ۵۵۵۰، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲، ۵۵۵۳، ۵۵۵۴، ۵۵۵۵، ۵۵۵۶، ۵۵۵۷، ۵۵۵۸، ۵۵۵۹، ۵۵۶۰، ۵۵۶۱، ۵۵۶۲، ۵۵۶۳، ۵۵۶۴، ۵۵۶۵، ۵۵۶۶، ۵۵۶۷، ۵۵۶۸، ۵۵۶۹، ۵۵۷۰، ۵۵۷۱، ۵۵۷۲، ۵۵۷۳، ۵۵۷۴، ۵۵۷۵، ۵۵۷۶، ۵۵۷۷، ۵۵۷۸، ۵۵۷۹، ۵۵۸۰، ۵۵۸۱، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۵۸۵، ۵۵۸۶، ۵۵۸۷، ۵۵۸۸، ۵۵۸۹، ۵۵۹۰، ۵۵۹۱، ۵۵۹۲، ۵۵۹۳، ۵۵۹۴، ۵۵۹۵، ۵۵۹۶، ۵۵۹۷، ۵۵۹۸، ۵۵۹۹، ۵۶۰۰، ۵۶۰۱، ۵۶۰۲، ۵۶۰۳، ۵۶۰۴، ۵۶۰۵، ۵۶۰۶، ۵۶۰۷، ۵۶۰۸، ۵۶۰۹، ۵۶۱۰، ۵۶۱۱، ۵۶۱۲، ۵۶۱۳، ۵۶۱۴، ۵۶۱۵، ۵۶۱۶، ۵۶۱۷، ۵۶۱۸، ۵۶۱۹، ۵۶۲۰، ۵۶۲۱، ۵۶۲۲، ۵۶۲۳، ۵۶۲۴، ۵۶۲۵، ۵۶۲۶، ۵۶۲۷، ۵۶۲۸، ۵۶۲۹، ۵۶۳۰، ۵۶۳۱، ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۶۳۴، ۵۶۳۵، ۵۶۳۶، ۵۶۳۷، ۵۶۳۸، ۵۶۳۹، ۵۶۴۰، ۵۶۴۱، ۵۶۴۲، ۵۶۴۳، ۵۶۴۴، ۵۶۴۵، ۵۶۴۶، ۵۶۴۷، ۵۶۴۸، ۵۶۴۹، ۵۶۵۰، ۵۶۵۱، ۵۶۵۲، ۵۶۵۳، ۵۶۵۴، ۵۶۵۵، ۵۶۵۶، ۵۶۵۷، ۵۶۵۸، ۵۶۵۹، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۲، ۵۶۶۳، ۵۶۶۴، ۵۶۶۵، ۵۶۶۶، ۵۶۶۷، ۵۶۶۸، ۵۶۶۹، ۵۶۷۰، ۵۶۷۱، ۵۶۷۲، ۵۶۷۳، ۵۶۷۴، ۵۶۷۵، ۵۶۷۶، ۵۶۷۷، ۵۶۷۸، ۵۶۷۹، ۵۶۸۰، ۵۶۸۱، ۵۶۸۲، ۵۶۸۳، ۵۶۸۴، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۶۸۷، ۵۶۸۸، ۵۶۸۹، ۵۶۹۰، ۵۶۹۱، ۵۶۹۲، ۵۶۹۳، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۶، ۵۶۹۷، ۵۶۹۸، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱، ۵۷۰۲، ۵۷۰۳، ۵۷۰۴، ۵۷۰۵، ۵۷۰۶، ۵۷۰۷، ۵۷۰۸، ۵۷۰۹، ۵۷۱۰، ۵۷۱۱، ۵۷۱۲، ۵۷۱۳، ۵۷۱۴، ۵۷۱۵، ۵۷۱۶، ۵۷۱۷، ۵۷۱۸، ۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱، ۵۷۲۲، ۵۷۲۳، ۵۷۲۴، ۵۷۲۵، ۵۷۲۶، ۵۷۲۷، ۵۷۲۸، ۵۷۲۹، ۵۷۳۰، ۵۷۳۱، ۵۷۳۲، ۵۷۳۳، ۵۷۳۴، ۵۷۳۵، ۵۷۳۶، ۵۷۳۷، ۵۷۳۸، ۵۷۳۹، ۵۷۴۰، ۵۷۴۱، ۵۷۴۲، ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۴۵، ۵۷۴۶، ۵۷۴۷، ۵۷۴۸، ۵۷۴۹، ۵۷۵۰، ۵۷۵۱، ۵۷۵۲، ۵۷۵۳، ۵۷۵۴، ۵۷۵۵، ۵۷۵۶، ۵۷۵۷، ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۵۷۶۱، ۵۷۶۲، ۵۷۶۳، ۵۷۶۴، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۵۷۶۷، ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۰، ۵۷۷۱، ۵۷۷۲، ۵۷۷۳، ۵۷۷۴، ۵۷۷۵، ۵۷۷۶، ۵۷۷۷، ۵۷۷۸، ۵۷۷۹، ۵۷۸۰، ۵۷۸۱، ۵۷۸۲، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۸۵، ۵۷۸۶، ۵۷۸۷، ۵۷۸۸، ۵۷۸۹، ۵۷۹۰، ۵۷۹۱، ۵۷۹۲، ۵۷۹۳، ۵۷۹۴، ۵۷۹۵، ۵۷۹۶، ۵۷۹۷، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹، ۵۸۰۰، ۵۸۰۱، ۵۸۰۲، ۵۸۰۳، ۵۸۰۴، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۰۷، ۵۸۰۸، ۵۸۰۹، ۵۸۱۰، ۵۸۱۱، ۵۸۱۲، ۵۸۱۳، ۵۸۱۴، ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، ۵۸۱۷، ۵۸۱۸، ۵۸۱۹، ۵۸۲۰، ۵۸۲۱، ۵۸۲۲، ۵۸۲۳، ۵۸۲۴، ۵۸۲۵، ۵۸۲۶، ۵۸۲۷، ۵۸۲۸، ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۱، ۵۸۳۲، ۵۸۳۳، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، ۵۸۳۶، ۵۸۳۷، ۵۸۳۸، ۵۸۳۹، ۵۸۴۰، ۵۸۴۱، ۵۸۴۲، ۵۸۴۳، ۵۸۴۴، ۵۸۴۵، ۵۸۴۶، ۵۸۴۷، ۵۸۴۸، ۵۸۴۹، ۵۸۵۰، ۵۸۵۱، ۵۸۵۲، ۵۸۵۳، ۵۸۵۴، ۵۸۵۵، ۵۸۵۶، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸، ۵۸۵۹، ۵۸۶۰، ۵۸۶۱، ۵۸۶۲، ۵۸۶۳، ۵۸۶۴، ۵۸۶۵، ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۶۸، ۵۸۶۹، ۵۸۷۰، ۵۸۷۱، ۵۸۷۲، ۵۸۷۳، ۵۸۷۴، ۵۸۷۵، ۵۸۷۶، ۵۸۷۷، ۵۸۷۸، ۵۸۷۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۲، ۵۸۸۳، ۵۸۸۴، ۵۸۸۵، ۵۸۸۶، ۵۸۸۷، ۵۸۸۸، ۵۸۸۹، ۵۸۹۰، ۵۸۹۱، ۵۸۹۲، ۵۸۹۳، ۵۸۹۴، ۵۸۹۵، ۵۸۹۶، ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، ۵۸۹۹، ۵۹۰۰، ۵۹۰۱، ۵۹۰۲، ۵۹۰۳، ۵۹۰۴، ۵۹۰۵، ۵۹۰۶، ۵۹۰۷، ۵۹۰۸، ۵۹۰۹، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، ۵۹۱۲، ۵۹۱۳، ۵۹۱۴، ۵۹۱۵، ۵۹۱۶، ۵۹۱۷، ۵۹۱۸، ۵۹۱۹، ۵۹۲۰، ۵۹۲۱، ۵۹۲۲، ۵۹۲۳، ۵۹۲۴، ۵۹۲۵، ۵۹۲۶، ۵۹۲۷، ۵۹۲۸، ۵۹۲۹، ۵۹۳۰، ۵۹۳۱، ۵۹۳۲، ۵۹۳۳، ۵۹۳۴، ۵۹۳۵، ۵۹۳۶، ۵۹۳۷، ۵۹۳۸، ۵۹۳۹، ۵۹۴۰، ۵۹۴۱، ۵۹۴۲، ۵۹۴۳، ۵۹۴۴، ۵۹۴۵، ۵۹۴۶، ۵۹۴۷، ۵۹۴۸، ۵۹۴۹، ۵۹۵۰، ۵۹۵۱، ۵۹۵۲، ۵۹۵۳، ۵۹۵۴، ۵۹۵۵، ۵۹۵۶، ۵۹۵۷، ۵۹۵۸، ۵۹۵۹، ۵۹۶۰، ۵۹۶۱، ۵۹۶۲، ۵۹۶۳، ۵۹۶۴، ۵۹۶۵، ۵۹۶۶، ۵۹۶۷، ۵۹۶۸، ۵۹۶۹، ۵۹۷۰، ۵۹۷۱، ۵۹۷۲، ۵۹۷۳، ۵۹۷۴، ۵۹۷۵، ۵۹۷۶، ۵۹۷۷، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹، ۵۹۸۰، ۵۹۸۱، ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، ۵۹۸۴، ۵۹۸۵، ۵۹۸۶، ۵۹۸۷، ۵۹۸۸، ۵۹۸۹، ۵۹۹۰، ۵۹۹۱، ۵۹۹۲، ۵۹۹۳، ۵۹۹۴، ۵۹۹۵، ۵۹۹۶، ۵۹۹۷، ۵۹۹۸، ۵۹۹۹، ۶۰۰۰، ۶۰۰۱، ۶۰۰۲، ۶۰۰۳، ۶۰۰۴، ۶۰۰۵، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، ۶۰۰۸، ۶۰۰۹، ۶۰۱۰، ۶۰۱۱، ۶۰۱۲، ۶۰۱۳، ۶۰۱۴، ۶۰۱۵، ۶۰۱۶، ۶۰۱۷، ۶۰۱۸، ۶۰۱۹، ۶۰۲۰، ۶۰۲۱، ۶۰۲۲، ۶۰۲۳، ۶۰۲۴، ۶۰۲۵، ۶۰۲۶، ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۶۰۲۹، ۶۰۳۰، ۶۰۳۱، ۶۰۳۲، ۶۰۳۳، ۶۰۳۴، ۶۰۳۵، ۶۰۳۶، ۶۰۳۷، ۶۰۳۸، ۶۰۳۹، ۶۰۴۰، ۶۰۴۱، ۶۰۴۲، ۶۰۴۳، ۶۰۴۴، ۶۰۴۵، ۶۰۴۶، ۶۰۴۷، ۶۰۴۸، ۶۰۴۹، ۶۰۵۰، ۶۰۵۱، ۶۰۵۲، ۶۰۵۳، ۶۰۵۴، ۶۰۵۵، ۶۰۵۶، ۶۰۵۷، ۶۰۵۸، ۶۰۵۹، ۶۰۶۰، ۶۰۶۱، ۶۰۶۲، ۶۰۶۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۵، ۶۰۶۶، ۶۰۶۷، ۶۰۶۸، ۶۰۶۹، ۶۰۷۰، ۶۰۷۱، ۶۰۷۲، ۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵، ۶۰۷۶، ۶۰۷۷، ۶۰۷۸، ۶۰۷۹، ۶۰۸۰، ۶۰۸۱، ۶۰۸۲، ۶۰۸۳، ۶۰۸۴، ۶۰۸۵، ۶۰۸۶، ۶۰۸۷، ۶۰۸۸، ۶۰۸۹، ۶۰۹۰، ۶۰۹۱، ۶۰۹۲، ۶۰۹۳، ۶۰۹۴، ۶۰۹۵، ۶۰۹۶، ۶۰۹۷، ۶۰۹۸، ۶۰۹۹، ۶۱۰۰، ۶۱۰۱، ۶۱۰۲، ۶۱۰۳، ۶۱۰۴، ۶۱۰۵، ۶۱۰۶، ۶۱۰۷، ۶۱۰۸، ۶۱۰۹، ۶۱۱۰، ۶۱۱۱، ۶۱۱۲، ۶۱۱۳، ۶۱۱۴، ۶۱۱۵، ۶۱۱۶، ۶۱۱۷، ۶۱۱۸، ۶۱۱۹، ۶۱۲۰، ۶۱۲۱، ۶۱۲۲، ۶۱۲۳، ۶۱۲۴، ۶۱۲۵، ۶۱۲۶، ۶۱۲۷، ۶۱۲۸، ۶۱۲۹، ۶۱۳۰، ۶۱۳۱، ۶۱۳۲، ۶۱۳۳، ۶۱۳۴، ۶۱۳۵، ۶۱۳۶، ۶۱۳۷، ۶۱۳۸، ۶۱۳۹، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱، ۶۱۴۲، ۶۱۴۳، ۶۱۴۴، ۶۱۴۵، ۶۱۴۶، ۶۱۴۷، ۶۱۴۸، ۶۱۴۹، ۶۱۵۰، ۶۱۵۱، ۶۱۵۲، ۶۱۵۳، ۶۱۵۴، ۶۱۵۵، ۶۱۵۶، ۶۱۵۷، ۶۱۵۸، ۶۱۵۹، ۶۱۶۰، ۶۱۶۱، ۶۱۶۲، ۶۱۶۳، ۶۱۶۴، ۶۱۶۵، ۶۱۶۶، ۶۱۶۷، ۶۱۶۸، ۶۱۶۹، ۶۱۷۰، ۶۱۷۱، ۶۱۷۲، ۶۱۷۳، ۶۱۷۴، ۶۱۷۵، ۶۱۷۶، ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، ۶۱۷۹، ۶۱۸۰، ۶۱۸۱، ۶۱۸۲، ۶۱۸۳، ۶۱۸۴، ۶۱۸۵، ۶۱۸۶، ۶۱۸۷، ۶۱۸۸، ۶۱۸۹، ۶۱۹۰، ۶۱۹۱، ۶۱۹۲، ۶۱۹۳، ۶۱۹۴، ۶۱۹۵، ۶۱۹۶، ۶۱۹۷، ۶۱۹۸، ۶۱۹۹، ۶۲۰۰، ۶۲۰۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۳، ۶۲۰۴، ۶۲۰۵، ۶۲۰۶، ۶۲۰۷، ۶۲۰۸، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، ۶۲۱۲، ۶۲۱۳، ۶۲۱۴، ۶۲۱۵، ۶۲۱۶، ۶۲۱۷، ۶۲۱۸، ۶۲۱۹، ۶۲۲۰، ۶۲۲۱، ۶۲۲۲، ۶۲۲۳، ۶۲۲۴، ۶۲۲۵، ۶۲۲۶، ۶۲۲۷، ۶۲۲۸، ۶۲۲۹، ۶۲۳۰، ۶۲۳۱، ۶۲۳۲، ۶۲۳۳، ۶۲۳۴، ۶۲۳۵، ۶۲۳۶، ۶۲۳۷، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۴۰، ۶۲۴۱، ۶۲۴۲، ۶۲۴۳، ۶۲۴۴، ۶۲۴۵، ۶۲۴۶، ۶۲۴۷، ۶۲۴۸، ۶۲۴۹، ۶۲۵۰، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۲۵۳، ۶۲۵۴، ۶۲۵۵، ۶۲۵۶، ۶۲۵۷، ۶۲۵۸، ۶۲۵۹، ۶۲۶۰، ۶۲۶۱، ۶۲۶۲، ۶۲۶۳، ۶۲۶۴، ۶۲۶۵، ۶۲۶۶، ۶۲۶۷، ۶۲۶۸، ۶۲۶۹، ۶۲۷۰، ۶۲۷۱، ۶۲۷۲، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۲۷۵، ۶۲۷۶، ۶۲۷۷، ۶۲۷۸، ۶۲۷۹، ۶۲۸۰، ۶۲۸۱، ۶۲۸۲، ۶۲۸۳، ۶۲۸۴، ۶۲۸۵، ۶۲۸۶، ۶۲۸۷، ۶۲۸۸، ۶۲۸۹، ۶۲۹۰، ۶۲۹۱، ۶۲۹۲، ۶۲۹۳، ۶۲۹۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶، ۶۲۹۷، ۶۲۹۸، ۶۲۹۹، ۶۳۰۰، ۶۳۰۱، ۶۳۰۲، ۶۳۰۳، ۶۳۰۴، ۶۳۰۵، ۶۳۰۶، ۶۳۰۷، ۶۳۰۸، ۶۳۰۹، ۶۳۱۰، ۶۳۱۱، ۶۳۱۲، ۶۳۱۳، ۶۳۱۴، ۶۳۱۵، ۶۳۱۶، ۶۳۱۷، ۶۳۱۸، ۶۳۱۹، ۶۳۲۰، ۶۳۲۱، ۶۳۲۲، ۶۳۲۳، ۶۳۲۴، ۶۳۲۵، ۶۳۲۶، ۶۳۲۷، ۶۳۲۸، ۶۳۲۹، ۶۳۳۰، ۶۳۳۱، ۶۳۳۲، ۶۳۳۳، ۶۳۳۴، ۶۳۳۵، ۶۳۳۶، ۶۳۳۷، ۶۳۳۸، ۶۳۳۹، ۶۳۴۰، ۶۳۴۱، ۶۳۴۲، ۶۳۴۳، ۶۳۴۴، ۶۳۴۵، ۶۳۴۶، ۶۳۴۷، ۶۳۴۸، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۳۵۱، ۶۳۵۲، ۶۳۵۳، ۶۳۵۴، ۶۳۵۵، ۶۳۵۶، ۶۳۵۷، ۶۳۵۸، ۶۳۵۹، ۶۳۶۰، ۶۳۶۱، ۶۳۶۲، ۶۳۶۳، ۶۳۶۴، ۶۳۶۵، ۶۳۶۶، ۶۳۶۷، ۶۳۶۸، ۶۳۶۹، ۶۳۷۰، ۶۳۷۱، ۶۳۷۲، ۶۳۷۳، ۶۳۷۴، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۶۳۷۸، ۶۳۷۹، ۶۳۸۰، ۶۳۸۱، ۶۳۸۲، ۶۳۸۳، ۶۳۸۴، ۶۳۸۵، ۶۳۸۶، ۶۳۸۷، ۶۳۸۸، ۶۳۸۹، ۶۳۹۰، ۶۳۹۱، ۶۳۹۲، ۶۳۹۳، ۶۳۹۴، ۶۳۹۵، ۶۳۹۶، ۶۳۹۷، ۶۳۹۸، ۶۳۹۹، ۶۴۰۰، ۶۴۰۱، ۶۴۰۲، ۶۴۰۳، ۶۴۰۴، ۶۴۰۵، ۶۴۰۶، ۶۴۰۷، ۶۴۰۸، ۶۴۰۹، ۶۴۱۰، ۶۴۱۱، ۶۴۱۲، ۶۴۱۳، ۶۴۱۴، ۶۴۱۵، ۶۴۱۶، ۶۴۱۷، ۶۴۱۸، ۶۴۱۹، ۶۴۲۰، ۶۴۲۱، ۶۴۲۲، ۶۴۲۳، ۶۴۲۴، ۶۴۲۵، ۶۴۲۶، ۶۴۲۷، ۶۴۲۸، ۶۴۲۹، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۶۴۳۲، ۶۴۳۳، ۶۴۳۴، ۶۴۳۵، ۶۴۳۶، ۶۴۳۷، ۶۴۳۸، ۶۴۳۹، ۶۴۴۰، ۶۴۴۱، ۶۴۴۲، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۶۴۴۵، ۶۴۴۶، ۶۴۴۷، ۶۴۴۸، ۶۴۴۹، ۶۴۵۰، ۶۴۵۱، ۶۴۵۲، ۶۴۵۳، ۶۴۵۴، ۶۴۵۵، ۶۴۵۶، ۶۴۵۷، ۶۴۵۸، ۶۴۵۹، ۶۴۶۰، ۶۴۶۱، ۶۴۶۲، ۶۴۶۳، ۶۴۶۴، ۶۴۶۵، ۶۴۶۶، ۶۴۶۷، ۶۴۶۸، ۶۴۶۹، ۶۴۷۰، ۶۴۷۱، ۶۴۷۲، ۶۴۷۳، ۶۴۷۴، ۶۴۷۵، ۶۴۷۶، ۶۴۷۷، ۶۴۷۸، ۶۴۷۹، ۶۴۸۰، ۶۴۸۱، ۶۴۸۲، ۶۴۸۳، ۶۴۸۴، ۶۴۸۵، ۶۴۸۶، ۶۴۸۷، ۶۴۸۸، ۶۴۸۹، ۶۴۹۰، ۶۴۹۱، ۶۴۹۲، ۶۴۹۳، ۶۴۹۴، ۶۴۹۵، ۶۴۹۶، ۶۴۹۷، ۶۴۹۸، ۶۴۹۹، ۶۵۰۰، ۶۵۰۱، ۶۵۰۲، ۶۵۰۳، ۶۵۰۴، ۶۵۰۵، ۶۵۰۶، ۶۵۰۷، ۶۵۰۸، ۶۵۰۹، ۶۵۱۰، ۶۵۱۱، ۶۵۱۲، ۶۵۱۳، ۶۵۱۴، ۶۵۱۵، ۶۵۱۶، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۶۵۱۹، ۶۵۲۰، ۶۵۲۱، ۶۵۲۲، ۶۵۲۳، ۶۵۲۴، ۶۵۲۵، ۶۵۲۶، ۶۵۲۷، ۶۵۲۸، ۶۵۲۹، ۶۵۳۰، ۶۵۳۱، ۶۵۳۲، ۶۵۳۳، ۶۵۳۴، ۶۵۳۵، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷، ۶۵۳۸، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۴۱، ۶۵۴۲، ۶۵۴۳، ۶۵۴۴، ۶۵۴۵، ۶۵۴۶، ۶۵۴۷، ۶۵۴۸، ۶۵۴۹، ۶۵۵۰، ۶۵۵۱، ۶۵۵۲، ۶۵۵۳، ۶۵۵۴، ۶۵۵۵، ۶۵۵۶، ۶۵۵۷، ۶۵۵۸، ۶۵۵۹، ۶۵۶۰، ۶۵۶۱، ۶۵۶۲، ۶۵۶۳، ۶۵۶۴، ۶۵۶۵، ۶۵۶۶، ۶۵۶۷، ۶۵۶۸، ۶۵۶۹، ۶۵۷۰، ۶۵۷۱، ۶۵۷۲، ۶۵۷۳، ۶۵۷۴، ۶۵۷۵، ۶۵۷۶، ۶۵۷۷، ۶۵۷۸، ۶۵۷۹، ۶۵۸۰، ۶۵۸۱، ۶۵۸۲، ۶۵۸۳، ۶۵۸۴، ۶۵۸۵، ۶۵۸۶، ۶۵۸۷، ۶۵۸۸، ۶۵۸۹، ۶۵۹۰، ۶۵۹۱، ۶۵۹۲، ۶۵۹۳، ۶۵۹۴، ۶۵۹۵، ۶۵۹۶، ۶۵۹۷، ۶۵۹۸، ۶۵۹۹، ۶۶۰۰، ۶۶۰۱، ۶۶۰۲، ۶۶۰۳، ۶۶۰۴، ۶۶۰۵، ۶۶۰۶، ۶۶۰۷، ۶۶۰۸، ۶۶۰۹، ۶۶۱۰، ۶۶۱۱، ۶۶۱۲، ۶۶۱۳، ۶۶۱۴، ۶۶۱۵، ۶۶۱۶، ۶۶۱۷، ۶۶۱۸، ۶۶۱۹، ۶۶۲۰، ۶۶۲۱، ۶۶۲۲، ۶۶۲۳، ۶۶۲۴، ۶۶۲۵، ۶۶۲۶، ۶۶۲۷، ۶۶۲۸، ۶۶۲۹، ۶۶۳۰، ۶۶۳۱، ۶۶۳۲، ۶۶۳۳، ۶۶۳۴، ۶۶۳۵، ۶۶۳۶، ۶۶۳۷، ۶۶۳۸، ۶۶۳۹، ۶۶۴۰، ۶۶۴۱، ۶۶۴۲، ۶



قیامت کے دن جلد حساب لینے کا بیان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو اسی کا حکم ہے یعنی سورۃ النور مثلاً ہر طرح اسی کا حکم ہے۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کسی شخص کی اطاعت ثواب کو واجب نہیں کرتی اور کسی شخص کی معصیت عذاب کو واجب نہیں کرتی، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اطاعت کرنے والے کا یہ حق ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ثواب عطا کرنے کا حکم دے، عداک اللہ تعالیٰ پر کسی کا حکم بخد نہیں ہو سکتا بلکہ ہر چیز اسی کا حکم بخد ہے۔

اس کے بعد فرمایا اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے حسب ذیل آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے جلد حساب لینے کے حلق فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ بِحِسَابِكُمْ لَا مَعْقُوبَ لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (الرعد: ۳۸)

اللہ تعالیٰ تم کو حساب دینے میں کسی ایک شخص سے حساب لینے اور اس کے حکم کو رد کرنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب بہت جلد لے لے گا اور ایک ہی وقت میں کسی ایک شخص سے حساب لینے اور اس وقت میں کسی دوسرے سے حساب لینے اس کے لیے منع اور رکوت نہیں ہوگا۔

علامہ سید محمود انوری متوفی ۱۰۷۷ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دہا جاتا ہے اور بعض حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف یوم کی مقدار میں حساب لے لے گا بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حساب نہیں لے گا بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرشتوں کو حساب لینے کا حکم دے گا سو ہر فرشتہ ہر بندے سے حساب لے گا اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ خود حساب لے گا اور کافروں سے فرشتے حساب لیں گے کیونکہ اگر اللہ کافروں سے خود حساب لیتا تو ان سے کلام بھی فرماتا، عداک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا لیکن اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا بلکہ غضب کے ساتھ ان سے کلام فرمائے گا اور قرآن مجید کی ظاہر آیتیں اس قسم کے کلام پر دلالت کرتی ہیں:

وَبُذِّقُوا نَارَهُمْ كَذِبًا إِنَّهُمْ يَقُولُوا لِنَارِهِمْ  
أَشْرَكُوا آتَيْنَا شُرَكَاءَهُمْ الذِّبْنَ كُنْتُمْ تُرْعَمُونَ (الانعام: ۳۲)

اور جس دن ہم صبح کو جمع کریں گے پھر شرک کرنے والے لوگوں سے کہیں گے تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کا تم دعا لیا کرتے تھے؟

میں آپ تم! اس کا سزا، چھو کہ تم نے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا۔ بے شک ہم نے تمہیں فراموش کر دیا اور دائمی عذاب کا سزا چھو! ان (یہ) لوگوں کے بدلے جو تم کرتے تھے۔

باقی حساب لینے کی کیا کیفیت ہوگی؟ اس کا اصل انسانی معاملہ نہیں کر سکتی، ہم اللہ کے حساب لینے پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کو عالم الغیب والہودہ کے سر دہ کرتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۷۸) مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت

حساب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لیبيان القرآن جلد سوم

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُفْلِكُ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَيَذَرُونَ أَهْلَهُمْ  
 (الرحمن: ۳۹) سوال نہیں کیا جائے گا۔ اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے حطلق

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حطب میں لیا جائے گا لیکن اس کے معارض دوسری آیت ہے:  
 فَوَرَّيْكَ كَيْفَ تَسْتَغْلِبُهُمْ أَيُّهَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ كُنَّا نَسُوا آيَاتِنَا ۖ كُنَّا نَعْبُدُ الشَّجَرَةَ وَالْأَنْصَابَ وَالْحِجَارَ (الحجر: ۴۵) سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سے ضرور سوال کریں گے ان سب کاموں کے حطلق جو وہ کرتے تھے۔

ان آیتوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ ان سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا ہے؟ کیونکہ ان کے اعمال فرشتے نے لکھے ہوئے ہیں بلکہ ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ فلاں کام تم نے کیوں کیا ہے؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن احوال مختلف ہوں گے۔ کسی سے کسی وقت کوئی سوال نہیں کیا جائے گا اور کسی دوسرے وقت سوال کیا جائے گا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی وقت کسی کو اپنا عزیز بیان کرنے کی ہرأت نہیں ہوگی اور کسی وقت وہ ایک دوسرے کے خلاف اپنی جہتیں پیش کریں گے۔ جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

هَذَا يَوْمُ لَا يَصْلُحُ ۖ وَ لَا يُؤَدُّنَ لَهُمْ فَيْعُهُمْ ذُرِّيَّتُهُ (المزمل: ۳۵-۳۶) اس دن وہ نہ کوئی بات کر سکیں گے اور نہ ان میں مدد پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔  
 ثُمَّ إِلَيْكُمْ يَوْمَ الْبَيْعَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ (المرم: ۳۷) پھر پھر یہاں قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے۔

پہلی آیت میں فرمایا کہ وہ اس دن کوئی بات نہیں کر سکیں گے اور دوسری آیت میں فرمایا وہ جھگڑا کریں گے اس کا یہی عمل ہے کہ قیامت کے دن احوال مختلف ہوں گے۔  
 حساب کی کیفیت کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶ روایت کرتے ہیں:  
 نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی کوئی حدیث سنی تھیں اور اس کو یہ سمجھ پاتیں تو وہ نبی ﷺ سے پوچھتی تھیں حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا حضرت عائشہ نے عرض کیا یا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا؟

فَأَنَّ مَنْ أُوْبِيَ كُنْهَهُ يَسْتَبْهَى ۖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا (الانشقاق: ۷۸) بل جس کا اعمال نامہ اس کے دامن ہاتھ میں دیا جائے گا تو

آپ نے فرمایا اس سے مراد حرف امل کو پیش کرنا ہے لیکن جس سے حساب میں مشغول کیا گیا کہ فلاں کام تم نے کیوں کیا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود پریشاں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے قل کے حطلق فیصلہ کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳، صحیح مسلم، روایت: ۲۸، (۱۷۷۸) ۳۳، سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۰۲، سنن الشافعی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۰۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۵)

یہ حدیث حقوق العباد پر محمول ہے اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے نفاذ کا حساب لیا جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ یحییٰ ترمذی حنفی ۷۹۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریبا قیامت کے دن بندہ کے عمل سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر نمازیں درست ہوئیں تو وہ کامیاب اور کامیاب ہو گیا اور اگر نمازیں قاصر ہوئیں تو وہ ناکام اور نقصان اٹھانے والا ہو گیا اگر اس کے فرض میں کمی ہو تو رب چارک و تھقلیٰ فرمائے گا دیکھو میرے اس بندہ کے نفل ہیں؟ پھر فرائض کے نقصان کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔ پھر باقی اعمال کا بھی اسی طرح مسئلہ ہو گا۔

(سنن الترمذی ج ۱، رقم الحديث ۳۳۳۳، سنن ابو داؤد ج ۱، رقم الحديث ۸۷۳، سنن النسائی ج ۱، رقم الحديث ۳۶۶۱، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۳۲۵۵، مسند احمد ج ۲، ص ۲۸۰، ج ۳، ص ۲۳۰، ج ۵، ص ۷۷۷، ج ۷، ص ۷۷۷)

قاضی ابو بکر ابن العربی المالکی ملتفی ۵۵۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کی تعداد میں جو کمی ہو گئی ہے وہ نوافل سے پوری ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کے خشوع میں جو کمی ہو گئی ہو وہ نوافل سے پوری ہو جائے اور میرے نزدیک پہلا احتمال زیادہ ظاہر ہے کیونکہ آپ نے باقی اعمال کا بھی یہی حکم بیان فرمایا ہے اور زکوٰۃ میں صرف فرض ہے یا نفل ہے میں جس طرح زکوٰۃ کا فرض فاضل صدقات سے پورا ہو جاتا ہے اسی طرح نماز کا فرض بھی نفل سے پورا ہو جائے گا اور اللہ کا فضل بہت وسیع ہے اور اس کا وعدہ بہت بخیر ہوتا ہے والا ہے اور اس کا عزم اتم اور اتم ہے۔ (عاریف النجاشی ج ۲، ص ۲۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سیوطی حنفی ۷۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں 'امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز کی سنتوں میں جو کمی رہ جاتی ہے وہ نوافل سے پوری کی جائے گی۔ کیونکہ کوئی صحت واجب کا بدل نہیں ہو سکتی ہے۔ حدیث قدسی ہے جتنا مجھ سے فرائض کے ذریعہ قرب حاصل ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے نہیں ہوتا اور شیخ عز الدین نے کہا ہے کہ زکوٰۃ واجب کے ایک درہم کا انھوں نے صدقہ نقلیٰ بزرگ درہم سے زائد ہے اور کوئی آدمی ساری عمر محنت قیام کرے بلکہ تمام زمانہ قیام کرے تو وہ صبح کی دو رکعت فرض کے برابر نہیں ہے۔ (سنن النسائی ج ۱، شرح الحديث ۳۵۵، دار المعرفہ بیروت ۱۳۳۴ھ)

امام ابو بکر محمد ابن یحییٰ ترمذی حنفی ۷۹۷ھ روایت کرتے ہیں:

تیرہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا اللہ کا رات میں ایک حق ہے جس کو وہ دن میں قبول نہیں کرتا اور اللہ کا دن میں ایک حق ہے جس کو وہ رات میں قبول نہیں کرتا اور جب تک فرض ادا نہ کیا جائے اللہ نفل کو قبول نہیں کرتا۔ (الحديث)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، رقم الحديث ۳۷۸۰، ج ۳، رقم الحديث ۷۸۸۴، کتاب لحدہ عن ابیہارک، رقم الحديث ۳۵۵، صلیت لادلیہ ج ۳، ص ۳۰۰، جامع صلیب الکبیر ج ۳، رقم الحديث ۱۵۹۹)

امام ابو یوسفؒ یحییٰ ترمذی حنفی ۷۹۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں کوہ کا قدم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے سے اس وقت تک نہیں ہٹے گا حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں کے حلقے سوال کر لیا جائے۔ اس نے اپنی ہر کس کلم میں فحاشی؟ اس نے اپنی جو بانی کس کلم میں جھٹکی؟ اس نے مل کلم سے حاصل کیا؟ اور کلم اس کو بخرج کیا؟ اور اس نے اپنے ظلم کے مطابق کیا عمل کیا؟ (سنن الترمذی ج ۱، رقم الحديث ۳۲۲۳)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غفلت کون ہے؟ انہوں نے کہا

یا رسول اللہ! مغلس وہ شخص ہے جس کے پاس دوہم ہونے کوئی سلاح ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے مغلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نماز روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے کسی کو کھلی دی ہوگی اور کسی کو حسرت لگائی ہوگی کسی کا ہل کھلیا ہوگا اور کسی کا خون بھلیا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا وہ شخص جینہ جائے گا اور اس کی نیکیوں میں سے اس کو بدلہ دیا جائے گا اور اس کو بدلہ دیا جائے گا پھر اگر اس پر جو حقوق ہیں ان کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گنہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(سنن الترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۲۶۳۸، صحیح مسلم 'رقم الحدیث: ۴۵۸۹) صحیح ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۴۳۸۸، سنن ابی داؤد 'ج ۲' رقم الحدیث: ۸۰۳۵، سنن کبریٰ للصبیحی 'ج ۲' ص ۴۳۵

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن بندہ کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تیرے لیے کفن اور آئینے میں عکس کیا؟ اور کیا میں نے تیرے لیے موشیوں اور کتوں کو سخر میں کیا تھا؟ کیا تجھے سرداری اور خوش حال میں دی تھی؟ پھر کیا تو مجھ سے اس دن ملاکت کا یقین رکھتا تھا؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج میں تجھے اس طرح فراموش کر دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ (سنن الترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۲۳۳۶)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو اپنی رحمت سے گھیر لے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا (فرمائے گا تم فلاں گنہ پہچانتے ہو؟ وہ دوبارہ کہے گا اے میرے رب! میں پہچانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تمہارا پرہیزگار تھا اور آج میں تمہیں عکس بخش دیتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا مجھے پلٹ دیا جائے گا باقی رہے کفار تو ان کو تمام لوگوں کے سامنے پکار کر لایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹا حاکم

(صحیح ابوداؤد 'ج ۵' رقم الحدیث: ۴۶۸۵، صحیح مسلم 'توبہ' ۵۲، ۵۳ (۴۷۸) سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۳، سنن الکبریٰ للذہبی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۲، سنن ابی داؤد 'ج ۲' رقم الحدیث: ۵۸۸۹)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابودریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک میں ضرور اس شخص کو جانا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اور سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا! ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا میں نے کہا کیا میں نے اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گنہ پیش کر دیے ہیں کہ وہ اس کے بڑے بڑے گنہ اس سے دور رکھو۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں دن یہ کام کیا تھا اور فلاں دن یہ یہ کام کیا تھا وہ کہے گا ہاں! اور اس کا انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اس سے ڈر رہا ہوگا کہ کیسے اس کے بڑے بڑے گنہ نہ پیش کر دیے جائیں! پھر اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے ہر گنہ سے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔ تب وہ شخص کہے گا اے میرے رب میں نے تو اور بھی بہت سے کام کیے تھے جن کو میں پہل نہیں دیکھ رہا پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھی میں کاہر ہو گئیں۔

(صحیح مسلم 'ایمان' ۳۱۳ (۱۹۰) سنن الترمذی 'رقم الحدیث: ۲۶۰۵)

امام ابویوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالمہدیؑ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا اور ہزار کے ساتھ ستر ہزار (مزید) ہوں گے اور میرے رب نے دونوں باتوں سے تین ہارپ (بک) بھرنے کا وعدہ کیا ہے۔

(سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث: ۲۳۳۵، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۲۸۶، صحیح ابن حبان ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۶۷، مسند احمد ج ۸، رقم الحديث: ۲۳۳۸، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحديث: ۷۷۷۷)  
حساب کی کیفیت کے متعلق صحابہؓ، تابعین اور علماء کے نظریات  
علامہ محمد بن احمد السقافری الحلی الترمذی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

حساب کی کیفیات اور اس کے احوال مختلف اور متفاوت ہیں۔ بعض کا حساب آسان ہو گا اور بعض کا حساب مشکل ہو گا۔ بعض کے ساتھ عدل ہو گا، بعض پر فضل ہو گا، بعض کی عکرم ہوگی، بعض کی زجر و توبیخ ہوگی، بعض سے درگزر ہو گا اور بعض کی گرفت ہوگی۔ اور یہ سب اس اکرم لاکر میں اور ارحم الراحمین کی مرضی اور مشیت پر موقوف ہے۔  
سب سے پہلے علامہؒ مجاہدوںؒ مل داروں اور خوش حالوں سے حساب لیا جائے گا۔ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کا حساب ہو گا۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس چیز کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "لا الہ الا اللہ" کے متعلق سوال ہو گا اور شفاک نے کہا تو کہوں سے ان کے کتابوں کے متعلق سوال کیا جائے گا اور علامہ قرطبی نے کہا تمام اقوال اور افعال کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (اسوا سرائیل ۳۶)  
ہے لک کان، آنکھ اور دل، ان سب کے حصن پوچھا جائے گا۔

قَوْرِيكَ لَسْتَ تَكُنْ لَهُمْ أَحْمَرُ وَلَا أَسْفَرُ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل ۳۷)  
سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے، ان سب کا سون کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

لہم رازی کا بھی یہی رجحان ہے کہ ہر کام کے متعلق سوال ہو گا۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم ان سب سے سوال کریں گے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی سوال کیا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام سے سوال کے متعلق اس آیت میں تصریح ہے:

فَلَسْتُ بِشَيْءٍ لِّلَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ وَلَسْتُ لَكُنَّ الْمُرْسَلِينَ (الاعراف ۶۸)  
سو ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے، اور یہ شک ہم رسولوں سے (ابھی) ضرور سوال کریں گے۔

یہ آیتیں اس بر دلالت کرتی ہیں کہ یہ شمول انبیاء علیہم السلام ہر شخص سے سوال کیا جائے گا۔ البتہ ان سے یہ طور متاثر سوال نہیں ہو گا بلکہ تقسیم و عکرم کے ساتھ سوال کیا جائے گا اور احادیث میں جن کے متعلق یہ بشارت ہے کہ وہ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے، وہ ان آیات کے عموم سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کے متعلق سوال ہو گا اور کفار سے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ علامہ بلبلی نے لکھا ہے کہ کفار نے جو نیک کام کیے ہیں، ان سے ان کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے (یہ صحیح نہیں ہے) قرآن مجید میں تصریح ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف

میں کی جائے گی۔ لایسعف عنہم العذاب ولا ہم یسظرون (البقرہ: ۴۳)

شیخ ابن حمید نے عقیدہ وسیلہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن سے تعلق میں حسلب لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا جیسا کہ کتب اور سنت میں ہے۔ اور جن لوگوں کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا کفار سے اس قسم کا حسلب نہیں لیا جائے گا کیونکہ ان کی کوئی نیکیاں نہیں ہیں لیکن ان کے افعال کا شمار کیا جائے گا ان سے ان کا اقرار کرایا جائے گا۔

نعمتوں کی کتنی مقدار پر حساب لیا جائے گا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص ایک قدم بھی چلا ہے اس سے اس کے حلق پوچھا جائے گا کہ اس کا اللہ سے کیا روادہ تھا۔ امام ترمذی، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے یہ سوال کیا جائے گا کیا میں نے تمہارے جسم کو صحت مند نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تم کو صفہ اپنی نہیں پلائی تھا؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے ا قیامت کے دن تم سے سایہ صفہ پانی اور کھجور کے حلق سوال کیا جائے گا۔ امام احمد، امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزوں کے حلق بندہ سے سوال نہیں کیا جائے گا: دھوپ سے بچنے کے لیے سایہ، روٹی کا وہ کھڑا جس سے وہ اپنی چٹہ سیدھی رکھ سکے اور کپڑے کا تہہ کھڑا جس سے وہ اپنی شرم گھونچ سکے۔

امام احمد نے سند جید کے ساتھ حضرت ابی صیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ باغ کے مالک نے کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ کر نبی ﷺ کو پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اس کو کھلیا۔ پھر آپ نے صفہ اپنی منڈا کر دیا۔ پس فرمایا قیامت کے دن تم سے اس کا سوال کیا جائے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ان چیزوں کے حلق بھی قیامت کے دن سوال کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا یا سوا ان تین چیزوں کے وہ کپڑا جس کے ساتھ شرم گھونچنا سکے، روٹی کا وہ کھڑا جس سے بھوک مٹائی جاسکے اور اتنا جھرو جو دھوپ اور بارش سے بچانے کے لیے کافی ہو۔

حساب کو آسان کرنے کا طریقہ

امام طبرانی، امام بزار اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین نصلتیں جس میں ہوں اللہ اس سے آسان حسلب لے گا اور اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا۔ صحابہ نے پوچھا کہ وہ کیا نصلتیں ہیں؟ فرمایا جو تم کو محروم کرے اس کو دو۔ جو تم سے نصلت توڑے اس سے نصلت جوڑو۔ جو تم پر زیادتی کرے اس کو معاف کر دو۔

امام ابیہانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم کہتے ہو کہ جب تم صبح انصر یا جب شام ہو تو تمہارے دل میں کسی کے خلاف کینہ نہ ہو تو میرا کر لو کیونکہ اس سے تمہارا حساب زیادہ آسان ہو گا۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ! اس نے کہا کہ آپ کی قسم! طہری نہایت ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی! وہ کیسے؟ اس نے کہا اس لیے کہ کریم جب تھوڑا ہے تو معاف کر دیتا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ کریم جب تھوڑا ہو جائے تو بخش دیتا ہے اور جب تم سے کوئی لغزش ہو تو وہ پردہ رکھتا ہے اور جلدی

خضر کرا اور انتقام لےا یہ کریم کی علوت نہیں ہے۔

ذکر اللہ اور معلومت میں ہے کہ تم کسی کی زیادتی معاف کرو، اس سے قصداً حساب آسان ہو گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم بدعنوان کی غلطیوں کو معاف کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف کر دے گا۔

علامہ قرطبی اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی حکیم کے لیے اللہ تعالیٰ صلب کے وقت ان سے بغیر ترہین کے کلام فرمائے گا اور کفار کی اہمت کے لیے ان سے خود کلام نہیں فرمائے گا بلکہ فرشتے ان سے صلب لیں گے۔

(الواضح الاثار النبیہ ج ۲ ص ۱۷۷-۱۷۸ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کے تمہیں خشکی اور سمندروں کی تدکیوں سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس (معصیت) سے بچائے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے ○ آپ کہنے کہ اللہ ہی تم کو اس (معصیت) سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر ابھی تم شرک کرتے ہو (الانعام: ۷۳-۷۴) معصیت ٹل جانے کے بعد اللہ کو بحول جانے پر ملامت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توبیت پر بعض دلائل بیان فرمائے تھے کہ اس کاظم ہرجیز کو محیط ہے، اور اس کی قدرت ہرجیز کو شامل ہے اور وہ تمام مخلوق پر غالب ہے اور ان کے افعال کی فرشتوں سے حفاظت کراتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور قسم کی دلیل بیان فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی رحمت، اس کے فضل اور اس کے احسان پر دلالت کرتی ہے۔

اس آیت میں خشکی کی تدکیوں کا ذکر فرمایا ہے، اس سے مراد حسی تدکی بھی ہے اور معنوی تدکی بھی۔ حسی تدکی رات کا اندھیرا، صبح کے پلوں کا اندھیرا، بارش اور آندھریوں کا اندھیرا ہے، اور سمندروں کی حسی تدکی رات کا اندھیرا، پلوں کا اندھیرا اور موجوں کے طالع کا اندھیرا ہے اور معنوی تدکی ان اندھیروں کی وجہ سے خوف شدید، شکایتوں کے نہ ملنے کی وجہ سے صبر کی ہدایت نہ پانے کا خوف اور دشمن کے اچانک ٹوٹ پڑنے کا خوف ہے۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ جب اس قسم کے اسباب جمع ہو جائیں جن سے بہت گھبراہٹ اور شدید خوف لاحق ہوتا ہے اور انسان کو نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور وہ ہر طرف سے چھید ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اس وقت وہ زبان اور دل دونوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی غفلت سبب کا بھی نقصان ہے کہ اس حال میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور اسی کے فضل و کرم پر اکتفا کیا جائے اور اسی کو لٹوئی دلا اور چلتے پتہ قرار دیا جائے۔ اور جب اس حال میں وہی فریادوں اور دھجیرے تو ہر حال میں صرف اسی کو پکارنا چاہیے۔ اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے اور اسی کی مہلت کرنی چاہیے، لیکن انسان بڑا ناشکرا ہے، جب وہ مشکلات کے بحسور سے نکل جاتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس کو ہلکی اسباب کی وجہ سے یہ نجات ملی ہے، اور پھر وہ انصاف اور رجوع الی اللہ کو ترک کر دیتا اور اپنی غرابہلت کے تراشیدہ جوں کی پرستش کرنے لگتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان معصیت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اللہ سے دعا کرتا ہے اور عاجزی سے گڑگڑاتا ہے اور اس کی طرف انصاف سے متوجہ ہوتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمانبردار اور شکر گزار بن کر رہے گا، لیکن جبکہ وہ امن اور سلامتی کو پالیتا ہے۔ وہ پھر اپنی سلسلہ روش پر لوٹ جاتا ہے۔

یہ ظاہر اس آیت میں مشرکین کو ذہر و توحیح کی گئی ہے اور ان کے طریقہ فکر کی مذمت کی گئی ہے، لیکن یہ صورت حال ان

مسلمانوں پر بھی منطبق ہوتی ہے جو عام طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل رہتے ہیں، لیکن جب ان پر ایسا کوئی آفت آتی ہے اور انہیں اس سے نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تو بے اختیار اللہ کو یاد کرتے ہیں اور گڑگڑا کر اس سے دعا کرتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو پھر وہ خدا کو بھول جاتے ہیں اور اپنے عیش و طرب اور لود و لعب میں مست اور بے خود ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض آیتیں یہ ہیں:

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ حَلَّيْنَا مِنْ تَحْتِ السَّيْلِ مَاءً شَاوِيَةً فَاتَّخَذْتُمْ مِنْهَا دُرَاهِمَ كَذِبًا ۖ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۚ (ہنسی اسرائیل: ۶۷)

اور جب تمہیں سمندر میں کوئی آفت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم پر متل کرتے تھے وہ سب ہم کو مل جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف لپٹا دیتا ہے تو تم اس سے انتہا بھڑکتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکر ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُجِيبُ الدُّعَاءِ ۖ إِذَا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۖ لِيَفْلِلَ الْإِنْسَانُ ۚ إِنَّهُ كَفُورٌ ۚ (الزمر: ۸)

اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے 'اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے' پھر جب اللہ اپنی طرف سے اسے کوئی نعت عطا فرمادے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے اس سے پہلے وہ اللہ کو پکارا تھا اور اللہ کے لیے شریک قرار دیتا ہے 'ناکہ اوروں کو بھی اس کی راہ سے بگاڑے۔'

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کو وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر قسمدارے لوہے سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا جسیں خلف گردہوں میں تقسیم کر دے اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مژدہ چکھا دے۔ دیکھئے اہم کس طرح ہر بار ہر دلیل کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ کچھ نہیں۔ (الانعام: ۶۵)

اللہ کی طرف سے دینے والے عذاب کی اقسام اس سے پہلے اللہ سبحانہ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ مشرکین وغیرہ جب مصائب میں انظام کے ساتھ اس کو پکارتے ہیں تو وہ ان کو ان مصائب اور آفت سے نجات دے دیتا ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ وہ خلف طریقوں سے تم پر عذاب نازل کرنے پر قادر ہے 'ناکہ مشرکین جبرت اور فصاحت حاصل کریں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید پر ایک نوع کی دلیل ہے' تاکہ وہ فصاحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر قسمدارے لوہے سے عذاب بھیجے حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد ہے برے اور ظالم حکام۔ چلوئے کہ اس سے مراد ہونا کہ آواز ہے یا اندھ می ہے یا چٹھوں کا برتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد سخت طوفانی بارشیں ہیں، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد ہے برے اور بدکار لوہے اور خدام۔ چلوئے کہ اس سے مراد ہے زلزلہ اور زمین میں دھنسنے کا عذاب۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسیں خلف گردہوں میں تقسیم کر دے اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مژدہ چکھا دے۔ چلوئے کہ اس امت کے جو لوگ ایمان لے آئے ان کا عذاب ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے اور جنہوں نے تکذیب کی ان کا عذاب



کر کہ اور زور ہے۔

اور یہ عذاب نازل ہونے کی مثل یہ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان بادشیں ہوئیں، جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر چتر سے لڑے جیسے امیرہ کے ہاتھیں پر لہلیوں نے ننگریاں برساتیں اور جو عذاب پاؤں کے پچھ سے ظاہر ہوا اس کی مثل زلزلے ہیں، اور جیسے قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا یا بادشیں اور فسطوں کی پیداوار روک کر قلعہ کا عذاب نازل کیا گیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری سنن ۴۵۶۱ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا ماس فوقکم" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے چہرے کی پلہ میں آتا ہوں اور جب یہ آیت نازل ہوئی "او من تحت ارجلکم" تو آپ نے فرمایا میں تمہارے چہرے کی پلہ میں آتا ہوں اور جب یہ آیت نازل ہوئی "او یسلکم شیعا و یذہق بعضکم باس بعض" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ زیادہ سل اور زیادہ آسان ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحدیث ۴۶۲۸، السنن الکبریٰ للبخاری، رقم الحدیث ۱۱۱۶۵)

امت کے اختلاف اور لڑائیوں سے نجات کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو منع فرماتا

اس آیت میں فرمایا ہے چھ تین مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رنگ و نسل اور زبان اور نفسی و اعتقادی نظریات میں اختلاف کی وجہ سے یہ امت مختلف فرقوں میں بٹ جائے گی۔ نیز فرمایا اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے یہ امت ہام جہاں اور قتل کرے گی۔ نبی ﷺ نے دعا کی کہ آپ کی امت کو اللہ کی تمام قسم کے عذابوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے لوہ اور چمچ سے دیئے جانے والے عذابوں سے حفاظت کے متعلق آپ کی دعا قبول کر لی اور امت کے آپس کے نفرت اور لڑائیوں سے حفاظت کی دعا کرنے سے آپ کو منع کر دیا، جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

امام مسلم بن الحجاج قشیری سنن ۴۷۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا، سو میں نے اس کے تمام مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا، اور پھر بتائی زمین میرے لیے لپٹی گئی ہے میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا کہ اور مجھے سرخ اور سفید (سولے اور چاندی کے) دو ٹرانے دیئے گئے ہیں اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو تمام قلعے سے نہ ہلاک کرے، اور یہ کہ ان کے لوہرن کا ایسا کھاف دشمن مسلط نہ کرے جو ان کو بالکل ختم کر دے۔ تب میرے رب نے فرمایا اے محمد! جب میں کوئی قلعہ پر تاج پڑاؤں تو وہ مسترد نہیں ہوتی اور میں نے آپ کی امت کے لیے یہ کر دیا ہے کہ میں ان کو قلعہ عام سے ہلاک نہیں کروں گا، اور یہ کہ میں ان پر ان کا کھاف ایسا دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کو بالکل ختم کر دے، خواہ وہ تمام روئے زمین سے ان کے لوہر چھل کرے، حتیٰ کہ آپ کی امت کے بعض افراد بعض کو ہلاک کریں گے اور بعض بعض کو قید کریں گے۔

(صحیح مسلم، متن ۱۸، (۱۸۸۸) ۴۵۵، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۴۷۵۴، سنن الترمذی، ج ۳، رقم الحدیث ۲۷۷۷، سنن ابوالخدیج، ج ۲، رقم الحدیث ۱۸۸۸)

ج ۲، رقم الحدیث ۱۸۸۸، صحیح ابن حبان، ج ۲، رقم الحدیث ۲۳۳۱، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث ۳۸۵۴، السنن الکبریٰ، ج ۳، رقم الحدیث ۱۱۱۶۵، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۴۷۵۴، جامع الترمذی، ج ۲، رقم الحدیث ۲۷۷۷، سنن ابوالخدیج، ج ۲، رقم الحدیث ۱۸۸۸)

سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۴۷۵۴، جامع الترمذی، ج ۲، رقم الحدیث ۲۷۷۷، سنن ابوالخدیج، ج ۲، رقم الحدیث ۱۸۸۸)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۷۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بہت لمبی نماز پڑھی، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایسی نماز پڑھی ہے جو آپ عام طور پر نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا اللہ سے رحمت اور اس سے خوف کی نماز تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا اس نے مجھے دو چیزیں عطا کر دیں اور ایک سے منع کر دیا۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میری امت کو قلعہ میں پاک نہ کرنا تو اللہ نے مجھے یہ عطا کر دیا، اور میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے مخالف کو مسلط نہ کرنا تو یہ مجھے عطا کر دیا اور میں نے سوال کیا کہ میری امت کے بعض، بعض سے جنگ نہ کریں تو مجھے اس سے منع فرما دیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے

(سنن الترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۱۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

امام ابو یوسف محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو مجھے تین چیزیں دی گئیں اور ایک چیز سے منع کر دیا گیا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت پر ان کا خلاف دشمن نہ مسلط کیا جائے جو ان کو بالکل ختم کر دے اور ان پر قلعہ نہ مسلط کیا جائے اور وہ گمراہی پر متقل نہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا اور میں نے یہ سوال کیا کہ وہ مشرک نہ ہوں اور بعض، بعض سے لڑائی نہ کریں تو مجھے اس دعا سے روک دیا گیا۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وہدیٰ بعضکم ہماس بعض" (الانعام: ۶۷) تو رسول اللہ ﷺ نے وضو کر کے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ آپ کی امت پر لوہے سے عذاب نہ بھیجے اور نہ پیچھے سے عذاب بھیجے اور نہ ان کو خلف گروہوں میں تقسیم کرے اور نہ بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔ جیسا کہ بڑا اسرائیل کو چکھایا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی طرف نازل ہوئے اور کہائے عھا ﷺ آپ نے اپنے رب سے چار چیزوں کا سوال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو چیزیں عطا فرمادی ہیں اور دو چیزوں کے سوال سے منع فرما دیا ہے۔ آپ کی امت پر نہ اوپر سے عذاب آئے گا اور نہ ان کے پیروں کے نیچے سے ایسا عذاب آئے گا جو ان کو جڑ سے اکھاڑ دے، کیونکہ عذاب کی یہ دونوں قسمیں ہر اس امت کے لیے تھیں جس نے اپنے نبی کی کھذیب کی ہو اور اپنے رب کی کتب کو مسترد کر دیا ہو، لیکن وہ ان کو خلف گروہوں میں تقسیم فرمائے گا اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا مزہ چکھائے گا اور ان دونوں قسموں کے عذاب ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو کتاب کا اقرار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو آپ کی زندگی میں آپ کی امت کو اس قسم کے قتلوں کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

(جامع البیان 'جز ۷' ص ۴۹۳-۴۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ابن تمام اصلوٹ اور روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرما دیا یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول نہیں کی۔ ہرچہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا قبول کرنے پر مجبور نہیں ہے، لیکن اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے اہلِ حق کو قلعہ میں فرمایا ہے کہ وہ ان کا سوال دو نہیں فرمائے اور نبی ﷺ سب سے براہ کر محبوب ہیں اور سب سے زیادہ مستجاب ہیں۔ اسی لیے جو چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی دعا مانگنے سے منع فرما دیا تاکہ آپ کی دعا کا مسترد کرنا لازم نہ آئے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ شام کے وقت لود مع کو ان کھلتے سے دعا مانگتے کہ ترک نہیں کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے دعاؤں کی آخرت میں عاقبت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین اور اپنی دنیا میں اور اپنے اہل اور اپنے بھائی میں، حضور اور عاقبت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے محبوب پر پردہ رکھ اور جن چیزوں سے مجھے خوف ہے، ان سے ہٹا دے۔ اے اللہ! مجھے آگے اور پیچھے سے، دائیں اور بائیں سے، اوپر سے اور نیچے سے حفاظت میں رکھ اور میں پہچانے کی مصیبت (دھمکانے) سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(سنن ابن ماجہ، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۸۷۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ یہ ہر قسم کے طالب سے پناہ کے لیے بہت جامع دعا ہے اور نبی ﷺ اکابر صیوت، امتثال امر اور ہماری تعلیم کے لیے صبح و شام یہ دعا مانگتے تھے کہ جب آپ اپنے عظیم الشان رسول اور اللہ کے محبوب ہو کر اس قدر یہ دعا کرتے ہیں تو ہم جو دعاؤں کے وسیع سے زیادہ محتاج ہیں، ہمیں کس قدر یہ دعا ملنی چاہیے۔

فقہ کالغوی اور اصطلاحی معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھئے ہم کس طرح ہر بار دہلیوں کو بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ حدت کریں (بجھ سکیں) علامہ حسین بن محمد رافعی صنفی متنی ص ۵۵۲ لکھتے ہیں:

حاضر علم سے عاتب علم تک رسائی حاصل کرنے کو فقہ کہتے ہیں اور اصطلاح میں احکام شریعہ کے علم کو فقہ کہتے ہیں۔

(المفردات، ص ۳۸۳، مطبوعہ المکتبۃ الرقعیہ، ایران ۱۳۶۳ھ)

علامہ شافعی نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے احکام شریعہ میں کمال کا علم جو دلائل تفصیلہ سے حاصل ہو، اور حکم شرعی کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مصلحت جو شخص کے افعال سے متعلق ہو، اور احکام شریعہ یہ ہیں۔ فرض واجب، سنت، مکرہ، سنت غیر مکرہ، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، ممانعت، مکروہ تنزیہی، خلاف لولی، تمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے۔

فہم کایہ پہچاننا کہ کیا چیز اس کے لیے ضرر کا باعث ہے اور کیا چیز اس کے لیے نفع کا باعث ہے

دلائل اعلیٰ یہ ہیں۔ مثلاً امر و وجوب کے لیے ہے اور نہی تحریم کے لیے ہے اور دلائل تفصیلہ یہ ہیں مثلاً "اقیموا الصلوٰۃ" اور "لا تقربوا الرضا" اور دلائل تفصیلہ سے احکام شریعہ کے حصول کی مثل یہ ہے۔ لہذا کا امر کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اقیموا الصلوٰۃ" اور جس چیز کا امر کیا گیا ہے وہ واجب ہے، کیونکہ امر و وجوب کے لیے ہے، لہذا امر واجب ہے۔ دوسری مثل یہ ہے نہی کی مکی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لا تقربوا الرضا" اور جس چیز سے نہی کی جائے وہ حرام ہے، کیونکہ نہی تحریم کے لیے ہے۔ لہذا نہی حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا، حالانکہ یہی حق ہے۔ آپ کہنے کے میں ہمارا ازمہ وار نہیں ہوں ہر خبر کے طور کا ایک وقت مقرر ہے اور عقوبت تم جن لوگوں۔ (انعام: ۶۷)

اس آیت میں فرمایا ہے، حالانکہ یہی حق ہے اس میں کس چیز کو حق فرمایا ہے اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ کفار نے اس عذاب کا انکار کیا، حالانکہ اس کا نزول حق ہے۔

۲۔ کفار نے اس قرآن کا انکار کیا، حالانکہ یہ قرآن حق ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور توحید پر استدلال کے لیے جو آیات نازل کی ہیں کفار نے ان دلائل کا انکار کیا، حالانکہ یہ دلائل

حق ہیں۔

اس کے بعد فرمایا آپ کئے کہ میں تمہارا مذہب دار نہیں ہوں، یعنی اگر تم ان دلائل سے اعراض کرتے ہو اور حق کا انکار کرتے ہو تو میں تمہارا مذہب دار نہیں ہوں، یعنی نہ میں تم پر جبر کر کے تمہیں مومن بنا سکتا ہوں اور نہ تمہارے اعراض کرنے کی تمہیں سزا دے سکتا ہوں۔ میں تو تم کو صرف آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ اس نوح پر قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں۔

تَمَحَّنْ آعْلَمَ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ  
بِعَاقِبٍ قَدْ تَجَرَّ بِالْقُرْآنِ مَن تَتَكَلَّمَ وَعَبَدُوا  
بِمِثْلِهِ (۳۵: ۳۶)

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اور آپ ان سے جبرانوائے والے نہیں ہیں تو آپ قرآن سے اس کو نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وجہ سے ڈرتا ہو۔

فَدَجَّرَ آتَمًا أَنْتَ مَذْكُورٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ  
بِعَاقِبٍ ط (الغاشیہ: ۳۷-۳۸)

والتی آپ ان کو جبر سے نوائے والے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر خیر کا ایک وقت مقرر ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خیر دی ہے اس کا ایک وقت مقرر ہے اور اس وقت میں یقیناً اس خیر کا تصور ہو گا اور اس میں کوئی تاخیر نہیں ہوگی۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے عذاب آخرت کی جو خیر دی ہے وہ عذاب یقیناً نازل ہو گا اور اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ خیر دی ہے کہ کفار کے ساتھ جنگ میں مسلمان کافروں پر غالب ہوں گے تو بغیر شک و شبہ کے اس خیر کا تصور ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کے لیے وعید ہے، کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور دنیا میں بھی ان کے لیے وعید ہے جیسا کہ ہر دو نبیوں وہ شکست سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں کو بھی ڈرنا چاہیے، کیونکہ اگر انہوں نے قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کیا بلکہ قرآن کریم کے احکام کی خلاف ورزی کی تو یہ قرآن مجید کے انکار کے مترادف ہے، تو ایسا نہ ہو کہ وہ بھی عذاب الہی سے دوچار ہو جائیں۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ

اور اے مخاطب! جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہادی آیتوں کو (مسیحی، کافر، مشرک) جانتے ہیں قرآن سے اعراض کرو،

حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ

حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا عَلٰی

یاد آنے کے بعد غم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو ○ اور پرہیزگاروں سے

الَّذِیْنَ یَتَّقُونَ مِنْ حَسَابِهِمْ مِنْ شَیْءٍ وَلٰكِنْ ذِكْرِی

ان (ظالموں) کے اعمال پر کوئی باز نہیں ہوگی، البتہ ان کو نصیحت کرتے رہی

ضمیمہ القرآن جلد سوم



اس سے پہلے آیت میں یہ فرمایا تھا کہ نبی ﷺ مکرلوں اور کڈیوں کے اہل کے ذمہ دار، محافظ اور نگہبان نہیں ہیں۔ آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے اور وقت آنے پر انہیں اپنی تکذیب کا انجام خود معلوم ہو جائے گا اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب یہ لوگ دین اسلام، رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید پر کتہ چینی کریں تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں۔ اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح جب بدعتی اور گمراہ فرقے اپنی بدعت کی ترویج اور اشاعت کر رہے ہوں اور اہل ہمت و نہایت کاردار کر رہے ہوں تو ان کی مجلس سے بھی احتراز کرنا لازم ہے اور گمراہ لوگوں کے ساتھ گفت و گو حجت کے ساتھ ملنا جانا، ربط و ربطہ جھٹلانا جائز نہیں ہے اور عام مسلمانوں کے لیے ان گمراہ فرقوں کا لزجہ و مصابغہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ کتابیں پڑھ کر شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں گے۔ البتہ اہل علم کو ان کی کتابیں پڑھنی چاہئیں اور ان کے شکوک و شبہات کا رد کرنا چاہیے۔ شیطان کے لیے نبی ﷺ کو نسیان میں مبتلا کرنا ممکن نہیں

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور نبی ﷺ اس آیت کے خطاب میں ہیں اور اس پر قوی قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد علم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور یہ بات شرعاً اعلیٰ ہے کہ شیطان کا نبی ﷺ پر قسط ہو اور وہ آپ کو کوئی بات بھلا دے، اللہ تعالیٰ شیطان سے فرماتا ہے:

إِنَّ عِبَادِي لَكِنَّ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا إِلَّا  
مَنِ اتَّبَعْتُمْ أَوْسَ الْفُجُورِ (المحجر: ۳۲)  
جو تیری پیروی کرے مگر اہل فحش سے۔

اور شیطان نے خود بھی اعتراف کیا کہ اللہ کے خاص بندوں پر اس کا کوئی زور نہیں چل سکے گا  
قَالَ فَيَؤْتِرُكُمْ لَا تُؤْمِنُ بِهِمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا  
عِبَادَ كَثَرٍ مِنْهُمْ الْمُتَلَوِّصِينَ (ص: ۸۳-۸۴)  
بکاؤں کا گانا سنانے کے خواں میں سے تمہارے خاص بندے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کون اللہ کا خاص بندہ ہے؟ پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر شیطان کا کوئی زور اور غلبہ یا تصرف اور قسط نہیں ہو سکتا اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ شیطان نبی ﷺ کو بھلا دے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس آیت میں خطاب سے مراد عام مسلمان ہو لیکن سید ابوالاعلیٰ مودودی رضی اللہ عنہ نے اس کے برعکس زہر کیا ہے وہ لکھتے ہیں: اور اسے محمدیہ تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر کتہ چینی کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہی تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلا دے تو جس وقت تمہیں اس قسطی کا احساس ہو جائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ (تفسیر القرآن، ج ۱ ص ۵۹، طبع ۱۹۸۳ء)  
مفتی محمد رفیع رحمانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

اور اگر خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے تو یہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ کے رسول و نبی پر بھی بھول اور نسیان کا اثر ہو جایا کرے تو ان کی تعلیمات پر کیسے انکسار و اطمینان رہ سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی کسی خاص حکمت و معلومت کے تحت بھول تو ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً ان کو صحیحہ بذریعہ وحی ہو جاتی ہے جس سے وہ بھول پر قائم نہیں رہتے۔ اس لیے بلا تردید ان کی تعلیمات بھول اور نسیان کے شہ سے پاک ہو جاتی ہیں۔

(معارف القرآن، ج ۳ ص ۳۶۲-۳۶۳، طبع ۱۳۱۳ھ)

شیخ امین احسن اسلامی لکھتے ہیں:

پہلا خطاب اگرچہ واحد کے صیغہ سے ہے، جس کا مبالغہ قریب یہی ہے کہ خطاب آنحضرت سے ہو لیکن یہ خطاب آنحضرت کے واسطے سے تمام مسلمانوں سے ہے۔ (تذکرہ قرآن، ج ۳، ص ۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۹ھ)  
ہمارے نزدیک اس آیت میں نبیؐ پر خطاب نہیں ہے، بلکہ عام مسلمانوں کو خطاب ہے اور اس کا مبالغہ قریب یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں ہے اگر شیطان تمہیں بھلا دے۔ لایہ۔ اور یہ محال ہے کہ شیطان نبیؐ پر جھوٹ کے دس میں دوسرے انداز کی کہے اور کوئی حکم شرعی آپ کو بھلا دے۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت میں آپ کو خطاب ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

لَیْسَ اَنْتُمْ رِکْتُ لَیْسَ بِطَرَفٍ عَلَیْکُمْ (الرعد: ۷۵)  
اگر (ہا فرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے سب عمل ضائع ہو جائیں گے۔

قرآن اور سنت کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کا نسیان

انبیاء علیہم السلام کے نسیان میں بھی کام کیا گیا ہے۔ شیخ ابو جعفر محمد حسن اللہ سی التوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں۔  
جبلی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر سو اور نسیان جائز ہے۔ اس کے برخلاف رافضی یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر سو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ جبلی کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جن امور کو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیا کرتے ہیں جن میں سو اور نسیان جائز نہیں ہے، اور جن امور کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیا نہیں کرتے جن میں سو اور نسیان جائز ہے۔ اور ان پر سو اور نسیان کیسے جائز نہیں ہو گا؟ حالانکہ وہ سوہنے ہیں اور بیمار ہوئے ہیں اور ان پر بے ہوشی طاری ہوئی ہے اور غیر بھی سوہنے اور وہ اپنے بہت سے تعقبات میں بھول جاتے ہیں۔

(النسیان، ج ۳، ص ۱۶۶-۱۶۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
جس طرح بشری قصے سے لور کئی جہتوں پر حواض انبیاء علیہم السلام پر طاری ہوتے ہیں ان پر نسیان بھی طاری ہو سکتا ہے۔  
حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

فَنَسِیَ وَلَمْ یَجِدْ لَہٗ عَزْرًا (طہ: ۸۵)  
سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی عزم نہیں پایا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا:

لَا تُؤَاخِذْنِی بِمَا نَسِیْتُ (الکہف: ۵۳)  
میرے بھولنے کی وجہ سے مجھ سے مواظفہ نہ کریں۔

اور ہمارے نبیؐ سیدنا محمدؐ پر جھوٹ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذْ کَرَّرْتُ لَکَ اِدْآتِیْیَیْتُ (الکہف: ۴۴)  
اور جب آپ بھول جائیں تو (یاد آتے ہی) اپنے رب کا ذکر کیجئے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ پر جھوٹ نے فرمایا حضرت آدم بھول گئے، سو انکی اولاد بھی بھول گئی۔

(سنن الترمذی، ج ۵، رقم الحدیث ۳۰۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے نماز پڑھائی، اس میں آپ نے کچھ زیادتی یا کمی کی۔ جب

آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ نے پوچھا کیوں؟ صحابہ نے کہا آپ نے اس طرح نماز پڑھائی ہے، آپ نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا وہ جودے کیے، پھر سلام پھیر دیا۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا اگر نماز میں کوئی نیا حکم آیا تو ہم تم کو خبر دیتا، لیکن میں شخص تسبیح کی طرح جڑ ہوں، میں اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ پس جب میں بھول جاتا تو مجھے یاد دلایا کہ اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو وہ صحیح امر پر غور کرے نماز پوری کرے، پھر اسوے کے بعد کرے۔

(صحیح ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۸۱، صحیح مسلم، مسند: ۸۸، ۱۵۷، ۷۵، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۲۰۰، سنن ابی حنیفہ، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۳، سنن ابن ماجہ، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت ایک شخص کو ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں آیت یاد دلادی جس کو میں فلاں فلاں سورت سے بھلا دیا کرتا تھا۔

(صحیح ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۵۰۳۸، صحیح مسلم، معراج السافرن: ۲۲۳، ۸۸، ۱۸۰، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۳۱، سنن کبریٰ للبخاری، ج ۵، رقم الحدیث: ۸۰۰۶، مسند احمد، ج ۱، رقم الحدیث: ۲۳۳۸۹، مسند احمد، ج ۱، رقم الحدیث: ۲۳۳۱۶، صحیح دار الحدیث، قادیان)

### نبی ﷺ کے سمو اور نسیان کے متعلق فتواء اور محدثین کا موقف

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری ہاشمی قرطبی متوفی ۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کہا ہے کہ جب انبیاء عظیم السلام پر نسیان طاری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نسیان پر برقرار نہیں رکھتا بلکہ ان کو اس پر متنب فرمادیتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کن کو علی الغرہ متنب فرماتا ہے یا تاخیر۔ قاضی ابوبکر نور اکثر علماء اول الذکر کے قائل ہیں اور ابو العلیٰ علی الذکر کے قائل ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے افضل بلاغیہ اور عہدالت شریعہ میں سمو کو منع کیا ہے اور اقوال جلیغیہ میں سمو اتفاقاً ممنوع ہے اور فرقہ ہاشمیہ نے یہ کہا ہے کہ نبی علیہ السلام پر سمو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ آپ قصد اور عمدہ نسیان کی صورت طاری کرتے ہیں تاکہ احکام شرعیہ مستنون ہو جائیں، ایک بہت بڑے امام ابو العزیز الاسرائیلی نے بھی اپنی کتاب الاساطیس میں لکھا ہے، لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن، ج ۷، ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود انوری حنفی متوفی ۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہے کہ شیطان کا نبی ﷺ کے دل میں دوسرے ذال کر سمو اور نسیان پیدا کرنا محال ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے، بلاشبہ حق یہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام کی کسی بھی خبر میں غلطی واقع ہونا محال ہے۔ خواہ سمو یا عمدہ، تندرستی یا بیماری میں، خوشی میں یا غصہ میں، نبی ﷺ کی ہر بات آپ کے اقوال اور آپ کے افضل جن کے مجموعہ سے ہر موافق و مخالف دوسرے اور منکر و متعقب ہے، ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے بھی کوئی غلط بات نہیں فرمائی نہ آپ کو کبھی کسی بات یا کسی کلمہ میں دھم ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ منقول ہوتا جساکہ نماز میں آپ کا سمو واقع ہونا مستحل ہے۔ البتہ دنیاوی محاطات میں بعض مرتبہ آپ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا جیسے کھجوروں میں پتھر لگانے کا واقعہ ہے۔

(روح المعانی، ج ۷، ص ۱۸۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)



نبی ﷺ کے سوا اور نسیان کی بحث میں یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام مالک بن انس ایسی متنی ۴۳۱ھ روایت کرتے ہیں:

انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں بھولوں یا بھلا دیا جاتا ہوں، تاکہ (کسی کام کو) سنت کروں۔ (سوط امام مالک رقم الحدیث: ۲۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متنی ۳۳۵ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ کی مراد یہ ہے کہ میں امت کے لیے طریقہ معین کروں کہ وہ سوئی صورت میں کس طرح عمل کریں اور میرے فعل کی اقتداء کریں۔ (الاستاذ کمر ج ۳ ص ۴۴، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۳۵۵ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے از ابن شہاب، از سعید بن المسیب روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ایک شب خیر سے واپس ہوئے، جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور حضرت بلال سے کہا تم صبح تک ہمارا پہرہ دو اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے۔ جب تک حضرت بلال کی نفل میں تھا وہ پہرہ دیتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنی سواری سے نکل نکلا لی وہ اس وقت فجر کے مقتل تھے۔ پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آگئی رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے، نہ حضرت بلال نہ قافلہ کا اور کوئی فرد حتیٰ کہ ان پر دھوپ آگئی، پھر رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے۔ پس بلال نے کہا یا رسول اللہ! میرے کس کو بھی اسی ذات نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے کس کو پکڑ لیا تھا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سے کوچ کرو تو انہوں نے اپنی سواریاں اٹھائیں اور وہیں سے کچھ دور چلے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو نماز کی اقامت کرنے کا حکم دیا، پھر آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی، پھر نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص نماز کو بھول جائے تو جب اسے یاد آئے وہ نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (سوط امام مالک رقم الحدیث: ۲۲۵)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ عام آدمیوں کی طرح سو جاتے تھے اور ایسا بہت کم ہو تا تھا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو اور آپ کی امت کے لیے ایک ایسی سنت قائم ہو جائے جو آپ کے بعد باقی رہے اور اس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ اثر شمولیات کرتا ہے میں البتہ بھولوں یا بھلا دیا جاتا ہوں، تاکہ میں کسی کام کو سنت کروں اور علماء میں خطاب کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر اللہ ہمیں بیدار کرنا چاہتا تو بیدار کر دیتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہارے بعد والوں کے لیے یہ سنت ہو جائے اور آپ کے سونے کا جو طبعی، فطری اور معروف طریقہ تھا اور آپ سے پہلے نبیوں کا بھی وہ ہے کہ جس کو آپ نے خود بیان فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا، آپ نے اپنے اس معمول کو مستفاد بنایا فرمایا ہے اور کسی وقت کے ساتھ متبدل نہیں فرمایا۔

ایک اور حدیث میں ہے ہم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔ اس حدیث میں آپ نے یہ خبر دی ہے کہ تمام نبیوں کا بھی معمول ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا صف میں لی کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو اپنے پیس پشت بھی دیکھا ہوں، سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبلت، فطرت اور آپ کی عادت ہے۔ باقی رہا سر میں نماز کے وقت آپ کا سوتے ہوئے رہ جانا تو یہ آپ کی عادت کے خلاف تھا، تاکہ آپ کی امت کے لیے قضاء نماز کی سنت کا عمل قائم ہو اور آپ امت کو یہ تعلیم دیں کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہا، حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا، اس پر کیا کرنا واجب ہے اور وہ کس طرح کرے گا اور اس وقت میں آپ کی نیند کو اللہ تعالیٰ

نے آپ کی امت کے لیے تعلیم کا سبب بنادیا۔

(احمد ج ۶ ص ۲۹۳-۲۸۵ 'مستطاب' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۳۰۳ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر الباقی متوفی ۴۵۳ھ لکھتے ہیں:

اس دن نبی ﷺ کا صبح کی نماز کے وقت طلوع آفتاب تک سوتے رہتا ہے وہ امر ہے جو آپ کی عادت اور طبیعت سے خارج ہے اور اعتیاد عظیم اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا اور اس وقت آپ کی نیند اس لیے تھی کہ یہ امر سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ امر معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا ہے یا نماز پڑھتا بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور یہ اس قبیل سے ہے کہ آپ نے فرمایا ہے شک میں بھول جانا ہوں یا بھلا دیا جانا ہوں تاکہ کوئی کام ملت ہو جائے۔ اور نبی ﷺ کی فطرت اور عادت یہ تھی کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانچتی تھی اور یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور یہ حکم عام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے تم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل میں سوتے۔ (یہ حدیث صحیح ہے 'المصنف' الطبرانی ج ۲۷ رقم الحدیث ۱۷۰۷۰) اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی امت کو قدام نماز کا طریقہ تعلیم فرمائے تو اس نے آپ کی روح کو قبض کر لیا اور جو مسلمان آپ کے ساتھ تھے ان کی روحوں کو بھی نیند میں قبض فرمایا اور سورج طلوع ہونے کے بعد ان سب کی روحوں کو واپس دیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مراد بیان فرمائے۔ قدام اور بعد میں نے اس حدیث کی یہی تویل کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس کی حقیقت کرنے والا بدعتی ہے۔

(احمد ج ۵ ص ۲۰۹-۲۰۵ 'مستطاب' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۳۰۳ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر الباقی متوفی ۴۵۳ھ لکھتے ہیں:

امام مالک از ابن شلب 'از عبد الرحمن امیر از عبد اللہ بن یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب آپ نے پوری نماز پڑھ لی تو ہم آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے آپ نے اللہ اکبر کہا اور بیٹھ کر سلام سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث ۲۱۸۰ 'مطبوعہ دار الفکر')

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے کوئی شخص بھی وہم اور نسیان سے محفوظ نہیں ہے۔ اور نبی ﷺ پر جو نسیان طاری ہوتا ہے وہ امت کے نسیان کی طرح نہیں ہوتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جانا ہوں تاکہ کوئی کام ملت ہو جائے۔

(احمد ج ۱۰ ص ۱۸۳-۱۸۲ 'مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۳۰۳ھ)

فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق قرآن 'سنت اور آثار سے تصریحات

اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا مَنَاسِكَمُ الَّذِينَ يَحِبُّونَ الْخَاسِرَاتِ وَالْكَافِرِينَ  
اور خالوں سے مل کر نہ دیکھو نہ ہمیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (ہود: ۳۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات و فتاویٰ کی

بیرونی کہتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کے حلقہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "من سے پرہیز کرو۔"

(صحیح البخاری ج ۵، رقم الحدیث ۳۵۳۷، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۳۵۹۸، کتاب السنہ ج ۱، رقم الحدیث ۵،

امام ابوبکر محمد بن ابی عامر الشیبلی المتوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! جو لوگ اپنے دین سے الگ ہو گئے وہ شیعہ (ایک فرقہ) تھے۔ یہ لوگ بدعتی اور اپنی خواہش کے پیروکار تھے اور اس امت کے گمراہ لوگ تھے۔ اے عائشہ! بدعتی اور خواہش کے پیروکار کے سوا ہرگز گمراہ کی توہ ہے "من کی کوئی توہ نہیں ہے" میں ان سے بیزار ہوں اور یہ مجھ سے بری ہیں۔

(کتاب السنہ ج ۱، رقم الحدیث ۳، المسند الصغیر ج ۱، رقم الحدیث ۵۶۰، مسند الحدیث کی سند ضعیف ہے)

امام ابوالقاسم سلیمان بن ابی البراء المتوفی ۳۳۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بدعتی کی تعظیم کرنے کے لیے گیا، اس نے اسلام کے منہدم کرنے کی امانت کی۔

(المسند الکبیر ج ۲۰، رقم الحدیث ۱۸۸، مسند ملت الادبیاء ج ۶، ص ۹۶، مسند الحدیث کی سند ضعیف ہے)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن چیزوں کا مجھے تم پر خوف ہے، وہ تمہارے پیسوں اور شرم گاہوں کی گمراہ کن خواہشیں ہیں اور تمہیں سے گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔

(مسند احمد ج ۳، ص ۳۲۰، ملت الادبیاء ج ۶، ص ۳۲، کتاب السنہ ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۳)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں اجل اور کذاب ہوں گے۔ وہ تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا کے، تم ان سے دور رہنا، وہ تم سے دور رہیں، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تم کو ہتھ میں نہ ڈال دیں۔

(استدرک معجم مسلم باب ۲، حدیث ۲، مسند احمد ج ۸، رقم الحدیث ۵۸۵۰، مسند ملت الادبیاء ج ۶، ص ۳۳۹،

فتح القدیر)

امام ابوبکر محمد بن حسین بنی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد دعاء قنوت پڑھی اس میں یہ الفاظ تھے جو حیرانی غافل کی کرے "ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اس کو ترک کرتے ہیں۔"

(سنن کبریٰ للشیخ ج ۲، ص ۳۱۱، مطبوعہ نشر السنہ، لبنان)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۳۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا منکرین اللہ پر اس امت کے تجوس ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۳۷۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

رضی بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی "میں تمہاری قوم میں سے ایک

لاکھ چالیس ہزار نیکو کاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں! حضرت یوشع نے عرض کیا: اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے؟ نیکو کاروں کو کیوں ہلاک فرمائے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بدکاروں کے پاس جاتے تھے ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضبناک نہیں ہوتے تھے۔

(شعب الایمان، ج ۷، رقم الحدیث: ۹۳۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن داری سرحدی سنہ ۵۵ھ روایت کرتے ہیں:  
ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا کہ اہل احواء (بدعتی) کے ساتھ جھگڑنے میں سے بحث کرو کیونکہ میں اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ وہ تم کو اپنی نیکو گرامی میں ڈوبیں گے، یا جس دین کو تم بچاؤ گے ہو اس میں شہادت ڈال دیں گے۔

(سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۹۱)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص آپ کو سلام کتا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس نے دین میں نئی باتیں نکالی ہیں (بدعتی ہو گیا ہے) اگر وہ بدعتی ہو گیا ہے تو اس کو میرا سلام نہ کہہ۔ (سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۴۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۷ھ)

اسماء بن عبید بیان کرتے ہیں کہ بدعتیوں میں سے دو شخص ابن سیرین کے پاس گئے اور کہا اے ابو بکر! ہم آپ کو ایک حدیث سنائیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا پھر ہم آپ کے سامنے کتاب اللہ سے ایک آیت پڑھیں، انہوں نے کہا نہیں۔ تم یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ، ورنہ میں اٹھ جاؤں گا، سو وہ دونوں چلے گئے۔ کسی نے کہا اے ابو بکر! اگر وہ آپ کو قرآن مجید کی ایک آیت سنا دیتے تو کیا صحیح تھا؟ انہوں نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ وہ میرے سامنے ایک آیت پڑھیں گے، پھر اس میں معنوی تحریف کریں گے، تمہیں ان کی بیان کردہ باطل باتوں میں میرے دل میں شبہ نہ جائے۔

(سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۹۷۷، مطبوعہ بیروت)

سلام بن ابی مطیع بیان کرتے ہیں کہ ایک بدعتی نے ایوب سے کہا میں آپ سے ایک بات کے حعلق سوال کرنا ہوں۔ وہ اٹھ کر چل دیئے اور کہا میں تو صحیح بات کا بھی جواب نہیں دوں گا۔ (سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۹۸)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن اور ابن سیرین نے کہا بدعتیوں کے پاس نہ جھگڑو، نہ ان سے بحث کرو اور نہ ان کی باتیں سنو۔

(سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۰۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۷ھ)

### اہل بدعت کے مصداق

اصحاب الاہواء اور اہل بدعت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اور عقائد میں ایسی نئی باتیں داخل کر دیں جن کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے اور وہ دین کے عقائد اور احکام کی مغیر ہیں۔ مثلاً رافضیہ جنہوں نے خلفہ ثلاثی کی خلافت کا انکار کیا اور ان کو عاصم اور کافر قرار دیا، اور پانچویں جنہوں نے اہل بیت رسول کو برا کہا اور ان سے بغض رکھا اور خارجی ہیں جنہوں نے حضرت علی اور حضرت مطہر رضی اللہ عنہما دونوں پر لعنت کی اور ان کو کافر کہا اور معتزل ہیں جنہوں نے تقدیر کا انکار کیا اور ہمارے دور میں سکرین حدیث ہیں جن میں سے بعض مطلقاً حدیث کا انکار کرتے ہیں اور بعض ان اصولیہ کا انکار کرتے ہیں جو ان کی عقل کے خلاف ہوں، بعض بدعتی انہ کی حلیہ کو شرک کہتے ہیں اور نبی پیغمبر کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہتے ہیں، بعض بدعتی دعائیں فوت شدہ بزرگوں کے وسیلہ کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض لوگ تعصن علیٰ پر تعصن شرعی کے احکام جاری کرتے ہیں اور کوئی شخص ایصال ثواب کے لیے بغیر وجوب کے بطور استحسان عرفا کی دن کی تعصن کرے تو اس کو ناجائز اور حرام

کہتے ہیں اور جو مسلمان یا رسول اللہ کے اس کو مشرک کہتے ہیں اور بعض عقلی لوگ هزاروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق فقہاء کی تصریحات

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد باکلی قرطبی حنفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ ابن خزیمہ روایت کیا جو بعض قرآن مجید کی آیات پر مبنی کرے اس کی مجلس ترک کر دی جائے خواہ وہ سوس ہو یا کافر۔ اسی طرح ہمارے علماء نے دشمن کے علاقہ اور اس کی مہجرت گاہوں میں داخل ہونے سے منع کیا ہے اور کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ ابن کے ساتھ دو دوسری روایتیں ہیں کہ ان کی باتیں سنی جائیں اور نہ ان سے متاثر ہو کیا جائے۔ قتیبہ بن عیاض نے کہا جس شخص نے بد عقیدہ سے دوستی رکھی اللہ اس کے عمل کو ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے اسلام کے نور کو نکال دے گا اور جس نے اپنی بیٹی کی شادی کسی بد عقیدہ سے کی اس نے اس سے رحم منقطع کر دیا اور جو شخص کسی بدعتی کے ساتھ بیٹھا اللہ تعالیٰ اس کو عکت نہیں دے گا اور جب اللہ تعالیٰ یہ جان لیتا ہے کہ فلاں شخص کسی بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ (الامام احمد بن حنبل ۳۸۸ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو یوسف یحییٰ بن عیسیٰ حنفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کے درمیان جو تین دن سے زیادہ قطع کلام کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اس کا عمل یہ ہے کہ وہ دنیاوی معاملات اور معاشرتی وجوہ میں سے کسی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراض ہوں اور دین کی وجہ سے جو ناراضگی ہو وہ دائمی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اس لیے بد عقیدہ اور بدعتی شخص سے جب تک وہ توبہ نہ کرے دوستی اور محبت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔

(امام السنن ۸۷۷ھ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحنفی المتوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کو گھر میں بلایا گیا اور اس گھر میں لودو لوب اور کھانا بچانا تھا تو وہی بیٹھ کر کھانا کھائے اور اگر جس جگہ دسترخوان بچانا تھا وہی پرے سے سام تھے تو اس کو وہی نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ اٹھ کر پہلے بیٹھا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے 'پس یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔' (الانعام ۷۸) اگر وہ ان لوگوں کو منع کرنے پر تیار ہے تو منع کرے ورنہ صبر کرے۔ اگر وہ لوگوں کا پیشوا ہے اور منع کرنے پر تیار نہیں ہے تو اٹھ کر چلا جائے کیونکہ اس کے بیٹھے رہنے سے دین کی بدنامی ہوگی۔ (اللہ اللہ ۸۸۸ھ ج ۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن عابدین شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر دسترخوان پر لوگ ایک دوسرے کی محبتیں کر رہے ہوں تب بھی اٹھ کر چلا جائے کیونکہ محبت لودو لوب سے بڑا گناہ ہے۔

نیز علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ۱۲۵۴ھ لکھتے ہیں:

جو بوزعہ شخص مذاق کرتا ہو 'محبت بوزعہ' ہو 'مور بے ہودہ' باتیں کرتا ہو 'اس کو سلام نہ کرے' اور جو شخص لوگوں کو گالیاں دیتا ہو اور اجنبی خواتین کے چہروں کو دکھائے 'اس کو بھی سلام نہ کرے' اور نہ فاسق ملعون کو سلام کرے اور نہ گانے بجانے والے کو سلام کرے اور جو لوگ کسی گناہ میں مشغول ہوں لیکن کو بھی سلام نہ کرے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور پرہیزگاروں سے ان (غافلوں) کے احوال پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی 'ابلیس ان کو نصیحت کرتی

چاہیے تاکہ وہ ظالم اللہ سے ڈریں۔ (الانعام ۶۸)  
احتجاجاً واک آؤٹ کرنے کی اصل

علامہ ابو القاسم عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شان نزول کے حقیقی تین اقوال ہیں:

۱۔ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں ہو کہ جب بھی مشرکین قرآن مجید کا مذاق اڑائیں اور اس پر اعتراضات کریں تو ہم ان کو منع کریں، پھر ہمارے لیے مسجد حرام میں بیٹھنا اور کعبہ کا طواف کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور پرہیزگاروں سے ان کے اہل پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

۲۔ مسلمانوں نے کہا اگر ہم ان کو قرآن مجید پر اعتراض کرنے سے منع نہ کریں تو ہم کہ یہ خوف ہے کہ ہم گنہگار ہوں گے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ دونوں روایتیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں اور مذکور ذیل تیسری روایت مقاتل سے مروی ہے:

۳۔ اگر ان کے اعتراضات کے وقت ہم ان کے پاس سے اٹھ جائیں تو ہمیں یہ خوف ہے کہ جب ہم ان کے اعتراضات کے وقت ان کے پاس نہیں گئے تو گنہگار ہوں گے۔ (زوال المسیر، ج ۳، ص ۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ۱۴۰۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے قرآن مجید، نبی پیغمبر اور دین اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کیا تو ان کے اعتراضات اور کتہ چینیوں پر مسلمانوں سے باز پرس نہیں ہوگی اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں، ہو سکتا ہے یہ لوگ اپنی اسلام دشمنی سے باز آجائیں۔

بعض مفسرین نے کہا جب یہ لوگ اسلام اور نبی پیغمبر کے خلاف طعن و تشنیع کی باتیں کریں اور اس وقت مسلمان ان کی مجلس سے اٹھ جائیں تو ان کا مجلس سے الگنا اس پر زہانت کرے گا کہ مسلمانوں کو مشرکین کی باتیں ناگوار گزری ہیں۔ ہو سکتا ہے مسلمانوں کے اس واک آؤٹ سے ان مشرکوں کو حیا آئے اور ان کا خمیر انہیں ان باتوں پر طامت کرے اور آنکھ کے لیے وہ مسلمانوں کے سامنے ان دل آزار باتوں سے احتراز کریں۔

ثانی الذکر تفسیر واک آؤٹ کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشیا لیا ہے، اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ نصیحت کرتے رہو کہیں یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں نہ مبتلا ہو جائیں، اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا مددگار ہو گا نہ شفاعت کرنے والا، اور اگر وہ ہر قسم کا تدبیر دین تو ان سے نہیں لیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا کیے گئے، ان کے لیے کھوکھلا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے، کیونکہ وہ نکر کرتے تھے۔ (الانعام ۷۰)

بسل کا معنی

اس آیت میں بسل کا لفظ ہے، بسل کا معنی ہے بھلور ہو جائیسی کو اس کی حاجت سے روکنا، منع کرنا۔ ابسلہ کا معنی ہے کسی کو ہلاکت کے چہرہ دکھانا، رہن رکھنا۔

علامہ حسین بن محمد رافع ابن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

بسل کا معنی ہے کسی شے کا ضم ہونا اور روکنا، جس شخص کے چہرے پر ناگواری ہو اس کو بسل کہتے ہیں اور کیونکہ اس

میں منع کا معنی ہے 'اس لیے حرام چیز اور دین و مکی چیز کو بھی ہسل کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ

(الانعام: ۷۰) یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں۔

اس آیت میں ہسل منع اور محروم کے معنی میں ہے۔

ہسل کا معنی ہلاک ہونا بھی ہے اور ثواب سے محروم ہونا بھی ہلاک کو متضمن ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا معنی ہلاکت کیا ہے۔

بہت پرستی کا لودھب ہونا

ظاہر یہ ہے کہ اے رسول! آپ اور مسلمانوں میں سے جو آپ کے پیروکار ہیں وہ ان مشرکین سے اعراض کریں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے بہت بنا کر پھر ان کی عہدیت کر کے اپنے دین کو لودھب بنایا ہے 'انہوں نے اپنی عمر اس غیر مفید عہدیت میں ضائع کر کے اس کو لودھب بنایا ہے۔ انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی عقیدہ میں بغیر کسی شرعی دلیل کے کچھ جانوروں سے نفع اندوزی اور ان کے کھانے کو حرام قرار دے لیا اور یہ بھی لودھب ہے اور انہوں نے اس بے کار اور بے مقصد عہدیت میں اشتغال کی وجہ سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور آپ کی دعوت سے بلکہ دلائل اور معجزات دیکھنے کے اعراض کیا اور ان کا یہ عمل بھی لودھب ہے کہ وہ اس حقیر دنیا کی لذتوں میں منہمک ہو گئے اور انہوں نے ظنی دنیا کی لذتوں کو آخرت کی دائمی اور سرمدی لذتوں پر ترجیح دی اور وہ اللہ کی آیات میں غور و فکر کرنے کی بجائے ان کا مذاق اڑاتے اور ان پر طعن و قطع کر کے ان میں منہمک ہو گئے۔ سو آپ ان لوگوں سے اعراض کیجئے 'یعنی ان لوگوں سے حسن معاشرت اور ملنا جلتا چھوڑ دیجئے 'یہ معنی نہیں ہے کہ ان کو دین کی تبلیغ کرنا چھوڑ دیجئے اور ان کو خدا باغی سے ڈرایا نہ کریں 'جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

ذَرَهُمْ مَتَا كَلَّمُوا وَابْتَغُوا الْآخِرَ  
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (الحجر: ۳)

انہیں چھوڑ دیجئے 'وہ کھائیں اور کاندھ اٹھائیں اور ان کی بھائی امیدیں ان کو تھاق و گھبراہٹ دیں گی۔ یہ وہ مذہب جان لیو ہے۔

اور لوگوں کو قرآن مجید سے ہدایت دیجئے اور صیحت کیجئے 'تاکہ وہ خیر سے محروم نہ رہیں اور وہ لوگ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہنم میں گر ہلاک نہ ہو جائیں اور ہر شخص نے اپنے آپ کو اپنے دنیاوی اہل کے بدلہ میں دین رکھا ہو ہے

بِحُلِّ نَفْسِهِ بِمَا كَسَبَتْ وَرَجَعَتْ إِلَىٰ آلِهَاتِهِمْ  
أَصْحَابُ الْبَيْتِ (الاحزاب: ۲۵)

ہر شخص اپنے عمل کے بدلہ میں گردی ہے O سوائے دائیں طرف والوں کے۔

اس کے بعد فرمایا اللہ کے سوانہ ان کا کوئی مددگار ہو گا نہ شفاعت کرنے والا اور اگر وہ ہر قسم کا فائدہ دیں تو ان سے نہیں لیا جائے گا

اس آیت میں کافروں کے لیے شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔ اس قسم کی قرآن مجید میں بہت آیتیں ہیں:

مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَافِظٍ وَلَا نَجِيٍّ يُضِلُّونَ

ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔

(المؤمن: ۲۸)

اور یہ بھی فرمایا کہ من سے کسی قسم کا فائدہ یہ قبول نہیں کیا جائے گا 'یعنی جس طرح دنیا میں جبریلی یا ملکی فائدہ دے کر قید سے آزاد ہو جاتے ہیں 'آخرت میں نجات کا اس طرح کا کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو گا اور نہ وہی کسی کے زور یا سفارش سے کوئی فائدہ

پہنچے گا اور ان کو یہ سزا جو دی جائے گی یہ دنیا میں ان کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ جس میں ان کو کھوٹا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کے چٹانوں کو جلا ڈالے گا اور ان کی استخوانوں کو کھٹ ڈالے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ (محمد: ۵۵) ٹھوڑے ٹھوڑے کڑا لے گا۔

قُلْ أَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ

آپ کہیے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو فائدہ نہ دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اور ہم اللہ

عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ

کے ہدایت دینے کے بعد اسے پاؤں واپس لے جائیں اس شخص کی طرح جس کو جنات نے جہنم میں بہکے دیا ہو

فِي الْأَرْضِ حَيْرَانٌ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَىٰ امْتَثِلْ

اور وہ اس حال میں حیران و پریشان ہو رہا ہو، اس کے اصحاب اس کو پکار رہے ہوں کہ یہ سیدھا راستہ ہے ہمارے پاس

قُلْ إِنْ هُدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ وَأَمَّا الْبُاطِلُ الْأَعْمَىٰ

آؤ، آپ کہیے کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور میں علم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رجبے یہی سرائعت تمام کر دیں

وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۵۷﴾

اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اسی سے ڈرتے رہو، اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے ۵

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بحق پیدا کیا، اور جس دن وہ (ہر فاسدہ چیز سے) فرمائے گا،

كُنْ فَيَكُونُ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ

ہر بات وہی کہ جلتی ہے اس کا فرمانا حق ہے اور اسی کی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا،

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۵۸﴾

وہ برحق اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی بنائیت تحت الالباب خبر رکھنے والا ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا



کئے ہیں اور ہم اللہ کے دہانت دینے کے بعد اگلے پاؤں لوٹا دیئے جائیں اس شخص کی طرح جس کو جنت لے جنگل میں بھٹکا دیا ہو اور وہ اس حال میں حیران و پریشان پھر رہا ہو اس کے اسباب اس کو پکار رہے ہوں کہ یہ سیدھا راستہ ہے ہمارے پاس آؤ، آپ کہنے کے لئے کھڑا ہو اور راستہ یہ سیدھا راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جانوں کے رب کے لیے سزا طاعت فرم کر رہیں اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اسی سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے (الانعام: ۵۷-۵۸)

گمراہی میں بھٹکنے والے شخص کی مثال

خلاصہ یہ ہے کہ اسے رسول کریمؐ آپ ان مشرکوں سے کہنے کے لئے اللہ بزرگ و برتر جو نفع اور نقصان کا مالک ہے کیا اس کو چھوڑ کر ہم ان جنوں کی پرستش کریں جو ہمیں نفع دینے یا نقصان پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتے اور ہم اگلے بڑے شرک اور کفر کی طرف لوٹا دیئے جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے کر اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کر چکا ہے۔ پھر ہماری مثال اس شخص کی طرح ہوگی جس کو کسی جنگل یا صحرا میں جنت لے راستہ سے بھٹکا دیا ہو اور اس کی عقل نام نہ نہ کر رہی ہو کہ وہ کہہ کر جائے وہ حیران اور پریشان پھر رہا ہو اور اس کے دوست اور ساتھی اس کو بلا رہے ہوں کہ ہماری طرف آؤ اور سیدھا راستہ ہے۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی یہ مثال بیان فرمائی ہے جیسے ایک شخص راستہ سے بھٹک گیا ہو اور اسے کوئی شخص پکارے کہ اس طرف آؤ اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں جو اس کو بلائیں کہ اس راستہ پر آؤ تو اگر وہ پہلے جانے والے کی پکار پر چلا جائے تو وہ اس کو چپٹی کے گڑھے میں گرادے گا اور اگر وہ دہانت کی دعوت دینے والے کے پاس چلا جائے تو راستہ کی دہانت پا جائے گا اور یہ صحرا یا جنگل میں جانے والے جنت ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۳۲۲ تفسیر زاد معقن ص ۱۰۶ کرر ۷۷۷ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ جنت ہیں جو جنگل میں بھٹکے ہوئے انسان کو اس کا نام اور اس کے ہپ دلو کا نام لے کر جاتے ہیں۔ اسے ظلال بن ظلال بن قلال اور آؤ۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

جو انسان حق سے باطل کی طرف لوٹ آئے یا حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف آئے اس کے حقیقی کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے پیروں پر لوٹ گیا اس کا سبب یہ ہے کہ انسان ابتداء میں جمل قلم پھر وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں سے علم اور دہانت کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللَّهُ آمَرَ مَحَكُّكُمْ يَنْبَغُ لَكُمْ أَنْ تَهْتَكُوا  
تَعْلَمُونَ تَعْلَمُونَ تَعْلَمُونَ تَعْلَمُونَ  
وَاللَّهُ آمَرَ مَحَكُّكُمْ تَعْلَمُونَ (السجدة ۷۷)

اللہ نے تمہاری ماؤں کے پیٹ سے تم کو پیدا کیا تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہارے کان آگھیس اور دل بتائے تاکہ تم فہم کرو اور کہو۔

سو جو شخص علم سے باطل کی طرف لوٹ جائے اس کے حقیقی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیروں پر لوٹ گیا۔

آپ ان سے کہنے کے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ رب العلیین کی اطاعت کے لیے سر تسلیم خم کر دیں یعنی صرف اسی کی اطاعت سے مہلوت کریں اور ہم کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز قائم کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ سے اس طرح مناجات کی جائے گویا کہ بندہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو اس کو دیکھ رہا ہے جس کے آثار سے ایک اثر یہ ہے کہ وہ بے حیائی اور برائی کے

کاموں سے رک جائے اور اس کا نفس پاکیزہ ہو جائے تو نیز ہمیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا ہے، یعنی خوفِ خدا سے ہر قسم کے برے کاموں اور گناہوں کو چھوڑ دیا جائے اور فرائض و واجبات پر پابندی سے عمل کیا جائے تو رستہ سن اور مسرت کا نفس کو علوی بنایا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اظہار کے ساتھ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے، دواہم کے ساتھ کمال طریقہ سے نماز پڑھی جائے اور ظاہر و باطن ہر حال میں تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ پھر فرمایا قیامت کے دن تم سب اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے، وہ تمہارے اعمال کا سلب لے گا اور تمہو کو تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ پس عمل اور حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا اور جس دن وہ ہر (نفاشدہ چیز سے) فرمائے گا "ہو جا" تو وہ ہو جائے گی۔ اس کا فرمایا حق ہے اور وہی کی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا وہ ہر فیہ اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی نہایت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے (۱۵۳) (۱۵۴)

آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کر کے کامیابی  
اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش برحق اور صحیح ہے، یعنی باطل اور خطائیں ہے، جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہو گا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا  
ہے، تاکہ میں بنایا۔

آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، وہ عظیم اور حکیم ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے غلط نہیں ہے۔

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنے برحق کام کے ساتھ پیدا کیا، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَقَالَتْ كَيْفَآءَ لِيْلَآرْضِ اَنْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا  
تاکہ خوشی سے حاضر ہو جاؤ، انہوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہو گئے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو اپنے کام سے پیدا فرمایا ہے اور جب یہ تمام چیزیں قائم ہو جائیں گی تو پھر ان کو دوبارہ اپنے کام سے پیدا فرمائے گا، وہ ان سے فرمائے گا "ہو جاؤ" پس وہ ہو جائیں گی۔

قرآن اور احادیث کی روشنی میں صور پھونکنے کا بیان  
اس کے بعد فرمایا اور اس کی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا، گوہر ذیلی آیت میں بھی صور پھونکنے کا ذکر ہے:

وَنُفِخُ فِي الصُّورِ فَتَصِیْقُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ  
اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہے وہ سب ہاں جائیں گے، مگر جن کو اللہ چاہے  
پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو وہ اچانک دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

امام ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۳۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی پیچھے کے پاس آیا اور اس نے کہا: صور کیا بچے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک بیگمہ ہے جس میں بچو نکلا جائے گا۔

(سنن ترمذی 'ج' ۲، رقم الحدیث ۲۳۳۸، سنن ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث ۴۷۳۲، مجمع ابی حنبلہ 'ج' ۲، رقم الحدیث ۷۳۳۸، مسند احمد 'ج' ۲، رقم الحدیث ۷۷۷۷، سنن الدارمی 'ج' ۲، رقم الحدیث ۴۷۸۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کس طرح نصوتوں سے قائم ہوں؟ ملائکہ بیگمہ والے نے اپنے من میں بیگمہ ڈال رکھا ہے اور وہ غور سے سن رہا ہے کہ کب اسے اس میں بچو نکلا مارنے کا حکم دیا جائے؟ تو وہ اس میں بچو نکلا مارے۔ یہ حدیث نبی ﷺ کے اصحاب پر دشوار گزری، آپ نے ان سے فرمایا یوں کہو: میں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے۔

(سنن الترمذی 'ج' ۲، رقم الحدیث ۲۳۳۹، مسند احمد 'ج' ۲، رقم الحدیث ۱۱۶۹۶)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے قیامت کے قتلوں کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر صور بچو نکلا دیا جائے گا، جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکا کر گاؤں دو سری طرف سے اٹھائے گا۔ جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہو گا وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کی طرح ایک بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے۔ پھر دوسری بار صور بچو نکلا جائے گا، پھر لوگ کھڑے ہو کر کھینے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا: لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ اور (فرشتوں سے کہا جائے گا) ان کو کھڑا کر دو۔ ان سے سوال کیا جائے گا: پھر کہا جائے گا: دوڑو! لے لے ایک کروہ نکلو، کہا جائے گا: کتنے لوگوں کا کہا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو نیاٹھے۔ آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن سب (چنڈی) کھولی جائے گی۔

(مجمع مسلم، متن ۱۱۶، (۲۹۳۰) ۷۳۷، سنن کبریٰ للنسائی 'ج' ۶، رقم الحدیث ۱۱۶۳۹)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو بار صور بچو نکلتے کے درمیان چالیس کا وقت ہو گا۔ لوگوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! چالیس دن؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا لوگوں نے کہا: چالیس سال؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح آئیں گے جس طرح سبزہ آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ایک بڑی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دم کی بڑی کا سراپہ، اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔

(مجمع البخاری 'ج' ۶، رقم الحدیث ۳۹۵۵، مجمع مسلم، متن ۱۳۱، (۲۹۵۵) ۷۳۸، سنن الکبریٰ للنسائی 'ج' ۶، رقم الحدیث ۱۱۳۵۹)

صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے کہ یہ مدت چالیس سال ہے۔ امام ابن مردودہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ دو مرتبہ صور بچو نکلتے کی مدت چالیس سال ہے، اور ایک سند ضعیف سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ دو بار صور بچو نکلتے کی مدت چالیس سال ہے۔ امام حاکم اور امام ابویعلیٰ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! دم کی بڑی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ رات کے دانے کی طرح ہے۔ وہ پشت کی جڑ میں

ایک بار یک ہڈی ہے اور وہ دم کی ہڈی ہے جو چپائے میں دم کے سر کی جگہ ہوتی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز مکمل جائے گی۔ اس قصہ سے انبیاء علیہم السلام مستفی ہیں۔ کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے اور اسی طرح شداد بھی اس قصہ سے مستفی ہیں کیونکہ قرآن مجید نے شداد کی حیات کی تصریح کی ہے۔

(صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۵۳-۵۵۴ مطبوعہ دار الفکر اکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۰ھ)

علامہ ابنی مالکی حنفی ۸۸ھ نے لکھا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں یہ دلیل ہے کہ صور میں پھونکا جانے کا نام غزالی نے لکھا ہے کہ اس میں حقیقہ پھونک باری جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ صور پھونکنے والا کسے گا؟ بے سیدہ اجسام اور مستشرقین اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ تم فیصلہ کے لیے جمع ہو جاؤ۔

(اکمال اکمال السلف ج ۹ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر اکتب اسلامیہ بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد المعروف بابن الشیخ الاسلامی المتوفی ۳۹۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا جب اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے فارغ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے صور کو پیدا کیا اور وہ حضرت اسرائیل علیہ السلام کو حکایا انہوں نے اس صور کو اپنے منہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ نکلنا کھڑکی کی طرف دیکھ رہے ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ انہیں کب حکم دیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک بیگنہ ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ عظیم ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جہاں ہے اس کی کوئی اتنی بڑی ہے جتنی آسمانوں کی چوڑائی ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ زمین میں تین مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا۔ پہلی مرتبہ پھونکنے سے لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ دوسری بار پھونکنے سے سب مر جائیں گے اور تیسری بار پھونکنے سے سب رب العالمین کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ عزوجل پہلی مرتبہ حضرت اسرائیل کو صور پھونکنے کا حکم دے گا تو حضرت اسرائیل سے فرمائے گا دہشت ڈالنے کے لیے صور میں پھونکو تو آسمانوں اور زمین میں سب دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ سوائے ان کے جنہیں اللہ چاہے اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ وہ مسلسل رکے بغیر صور میں پھونکتے رہیں اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَمَا يَسْطَرُّهُمُ قَوْمٌ وَلَا يَنْصِبُهُمْ وَلَا يَجِدُهُمُ إِلَّا غَافِلِينَ  
(ص: ۵۵) کے درمیان سانس لینے کی بھی مصلحت نہیں ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ پانچوں کو اڑا دے گا تو وہ ہڈیوں کی طرح چل رہے ہوں گے پھر وہ خاک کا ڈھیر ہو جائیں گے اور زمین اپنے مانتوں کے ساتھ لرز رہی ہوگی۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۖ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۖ  
فُلُكُوتٌ يَوْمَئِذٍ يَمِيزُ الْيَقِظَ ۚ أَلَمْ نَعْلَمْ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ  
(جس دن لرزے والی لرز جائے گی پھر پیچھے آنے والی اس کے پیچھے آئے گی بہت سے دل اس دن لرز رہے ہوں گے۔)

اور زمین اس طرح ہلنے لگے گی کہ جس طرح بلند جہاز کو سمندر میں موجیں ہر طرف دھکیلتی رہتی ہیں یا جس طرح ہمت میں لگی ہوئی قدیل کو ہوا جھوننے دیتی رہتی ہے پھر لوگ زمین پر گرے لگیں گے۔ دودھ پلانے والیاں بچوں کو بھول جائیں گی۔ حلقہ عورتوں کے حمل سلاخ ہو جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ شیاطین جن بچانے کے لیے زمین کے آخری کناروں تک بھاگیں گے فرشتے ان سے مقابلہ کر کے ان کے چروں پر باریں گے اور لوگ اپنے موڑ کر بھاگیں گے۔

نہیں ہر طرف سے پھنے گئے گی اور ایسا عظیم واقعہ ظاہر ہو گا جو اس سے پہلے دیکھنا نہ کیا تھا اور ایسی گھبراہٹ اور وحشت طاری ہو گی جس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو وہ پرہیز پرہیز ہو کر اڑ رہا ہو گا سورج اور چاند وحشت لائیں گے اور ستارے بکھر جائیں گے۔ آسمان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مومنوں کو اس کی بالکل خبر نہیں ہو گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کس کا استثناء فرمایا ہے؟

يَوْمَ يُنْفَخُ الْيَوْمُ الْخُشُوفُ فَتَقْصِعُ مَنَ فَيُ  
الْمُسْمُونَ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ الْأَنْبَسَاءُ اللَّهُ  
(النمل: ۸۷) گ۔

آپ نے فرمایا وہ خدا ہیں وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، اور گھبراہٹ کا اثر (ظاہر) زندہ لوگوں پر ہو گا۔ سو اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ اور بھونکے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے برے لوگوں پر بھیجے گا اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ  
شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرْوُهَا تَدْفَعُ كُلُّ مَرْضِعَةٍ  
عَمَلُهَا وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا  
وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَسَاهُمْ بِسُكَارَىٰ  
لَا يَكْفِي عَذَابُ الْخُسُوفِ ۝ (الحج: ۲۲)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی (بھاری) چیز ہے، جس دن تم اسے دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی اس (بچے) سے غافل ہو جائے گی جس کو اس نے دودھ پلایا تھا اور ہر حاملہ اپنا حمل گرادے گی اور (اے طالب) تو لوگوں کو غمزدہ دیکھے گا حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

پھر جب تک اللہ چاہے گا لوگ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے اور ایک طویل عرصہ تک یہ حالت رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اسرائیل کو حکم دے گا کہ وہ موت کا صوبہ چھوٹیں، سو وہ موت کا صوبہ چھوٹیں گے۔ جس سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے، مگر ان کے جنہیں اللہ چاہے گا اور جب وہ سب ہلاک ہو جائیں گے تو ملک الموت علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے میرے رب! تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہلاک ہو گئے، مگر ان کے جنہیں تو نے چاہا، اللہ عز و جل پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے، تو کون کون باقی رہ گیا؟ وہ کہیں گے، اے میرے رب! تو باقی ہے جو زندہ ہے اور تو نہیں مرے گا، اور میرے عرش کو اٹھانے والے باقی ہیں اور جبرائیل اور میکائیل باقی ہیں اور میں باقی ہوں۔

اللہ عز و جل فرمائے گا جبرائیل اور میکائیل کو بھی فوت ہونا چاہیے، میں عرش کے گا، اے میرے رب! تو جبرائیل اور میکائیل کو بھی مار ڈالے گا، اللہ عز و جل فرمائے گا خاموش رہو! میں نے اپنے عرش کے نیچے ہر ایک کے لیے موت مقرر کر دی ہے، وہ دونوں مر جائیں گے۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، جبرائیل اور میکائیل فوت ہو گئے، اللہ عز و جل پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے، تو اب کون باقی ہے؟ وہ عرض کریں گے، اے میرے رب! تو باقی ہے جو زندہ ہے اور جس کو موت نہیں آئے گی اور میرے عرش کے حاملین باقی ہیں اور میں باقی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرے عرش کے حاملین کو بھی موت آجائے، میں وہ مر جائیں گے۔ پھر ملک الموت اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے، عرض کریں گے، اے میرے رب! میرے عرش کے حاملین بھی فوت ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے



اس سے انکار کر دیں گے۔ پھر وہ جہنمی کے پاس پادری پادری جائیں گے اور وہ اس کام سے انکار کریں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر وہ میرے پاس آئیں گے 'حتیٰ کہ جب وہ میرے پاس آئیں گے تو میں عرش کے نیچے سجدہ میں گر پڑوں گا حتیٰ کہ اللہ عزوجل میرے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھائے گا پھر اللہ عزوجل پر مجھے گا ملا کہ وہ خوب جلنے والا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے؟ میں کہوں گا کہ میرے رہا تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ فرمایا تھا اپنی مخلوق کے حلقہ میں میری شفاعت قبول فرما اور ان کا فیصلہ فرما اللہ عزوجل فرمائے گا میں نے تمہاری شفاعت قبول کی 'میں تمہارے پاس آکر تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں واپس آکر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا سو جس وقت ہم کھڑے ہوئے ہوں گے تو آسمان سے ایک زبردست آواز آئے گی جس سے ہم گھبرا جائیں گے اور زمین کے جن و انس سے وحشی قہر لوہیں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے 'حتیٰ کہ وہ زمین کے قریب آجائیں گے اور زمین ان کے نور سے روشن ہو جائے گی' وہ اپنی مٹیلیں بنائیں گے۔ ہم ان سے پوچھیں گے کیا تم میں ہمارا رب ہے؟ وہ کہیں گے 'نہیں وہ آئے والا ہے۔

پھر تیسرے آسمان سے اس سے دگنے فرشتے نازل ہوں گے اور وہ زمین کے جن و انس سے بھی دگنے ہوں گے 'حتیٰ کہ جب وہ زمین کے قریب ہوں گے تو زمین ان کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور وہ اپنی مٹیلیں بنائیں گے۔ ہم ان سے کہیں گے کیا تم میں ہمارا رب ہے؟ وہ کہیں گے 'نہیں وہ آئے والا ہے۔ پھر اس سے دگنے فرشتے نازل ہوں گے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ہادلوں اور فرشتوں کے بھرمت میں نازل ہو گا۔ آخر فرشتے اس کا عرش اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ ملائکہ اس وقت تو اس کا عرش چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں 'ان کے تعداد سب سے پہلی زمین کی تہ میں ہیں۔ تمام زمینیں اور آسمان ان کی آگے دھڑنک کھینچے ہیں 'عرش ان کے کندھوں پر ہے اور وہ بلند آواز سے تسبیح پڑھ رہے ہیں

سبحان ذی الملك و الملكوت سبحان ذی العزة و الجبروت سبحان الحي الذي لا يموت سبحان الذي يمين الخلائق ولا يموت سبحان قدوس رب الملائكة و الروح قدوسا سبحان رسا الاعلى سبحان ذی الملكوت و الجبروت و الکبرياء و السلطان و العظمة سبحان ابد الابد۔

پھر اللہ تعالیٰ زمین پر جہاں چاہے گا اپنا عرش رکھے گا پھر فرمائے گا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم کوئی شخص بھی ظلم کر کے میرے قریب نہیں ہو گا پھر ایک منادی ندا کرے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی۔ اے جن اور انس کی جماعت میں نے جب سے تمہیں پیدا کیا ہے 'آج تک خاموش تھا تمہاری باتیں سننا رہا تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں اب تم خاموش رہو تمہارے اعمال کے سمجھنے تم کو پڑھ کر ملانے جائیں گے 'جو شخص نیکیاں پائے' وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کے سمجھنے اس کے خلاف ہوں 'وہ صرف اپنے نفس کو طاعت کرے' پھر اللہ تعالیٰ دو حق کو حکم دے گا تو اس میں سے ایک سیاہ چمکتی ہوئی گردن نمودار ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا

وَاِنتَادُوا لِيَوْمَ تَأْتِي السَّحَابُ مَوْنًا ۝ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ بَيْنِي اَدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ (یس: ۵۹-۶۰)

اے عمر سو! آج (نیکوں سے) الگ ہو جاؤ! اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ جن و انس کے سوا تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا 'بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا حتیٰ کہ بغیر سنگ و دال بکری کا سنگ و دال بکری سے قصاص لیا جائے گا حتیٰ کہ جب کسی کا کسی پر حق نہیں رہے گا تو فرمائے گا تم سب مٹی ہو

جائے اس وقت کافر کے گھر

بَلِّغْهُمْ رُسُلَنَا (الانبیاء: ۳۰)

اے کاش! میں سنی ہو جاتا۔

پھر اللہ عزوجل جن اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ میں سب سے پہلے خون کے حلقہ فیصلہ فرمائے گا اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی رگوں میں قتل کیا گیا اور اس کے قاتل کو لایا جائے گا۔ مقتول کی رگوں سے خون بہ رہا ہو گا وہ کہیں گے 'اے ہمارے رب! ہم کو اس شخص سے قتل کیا ہے۔' اللہ عزوجل پہنچے گا مگر وہ خوب جاننے والا ہے۔ تم نے ان سے قتل کیوں کیا تھا؟ وہ کہے گا 'اے میرے رب! ہم نے تیری عزت کی خاطر ان سے قتل کیا تھا' اللہ عزوجل فرمائے گا تم نے سچ کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سورج کی طرح منور کر دے گا پھر فرشتے اس کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔ پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اطاعت کے، محض دنیاوی غلبہ کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا اور اس کا قاتل بھی آئے گا۔ مقتول اپنے خون میں تھکے ہوئے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے اور ان کی آنتیں خون میں تھکزی ہوئی ہوں گی وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو اس شخص نے قتل کیا ہے۔' اللہ عزوجل پہنچے گا مگر وہ ان سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟ وہ کہے گا 'اے میرے رب! ہم نے غلبہ حاصل کرنے کے لیے ان کو قتل کیا تھا' اللہ عزوجل فرمائے گا تم ہلاک ہو گئے۔ پھر اس کا چہرہ سیاہ اور اس کی آنکھیں نیلی کر دی جائیں گی۔ پھر ہر قاتل کو مقتول کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر حقوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ پھر وہ وہ میں پانی ملانے والے کو اس ہات کا ٹکٹ کرے گا کہ وہ اس دودھ سے پانی کو الگ کر کے فروخت کرے 'حتیٰ کہ جب کسی شخص کا کسی شخص پر کوئی حق باقی نہیں رہے گا تو ایک منڈی نہ اکر کے تمام حقوق کو سنائے گا اور کہے گا' سنو! سب لوگ اپنے اپنے خداؤں کے ساتھ لائق ہو جائیں اور ان کے ساتھ جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے۔ اور جس شخص نے بھی اللہ کو چھوڑ کر کسی معبود کی پرستش کی 'حتیٰ' اس کے سامنے وہ معبود متشکک کر دیا جائے گا اور اس دن ایک فرشتہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شکل میں بتادیا جائے گا۔ نصاریٰ اس کے پیچھے چلے جائیں گے اور ایک فرشتہ حضرت عیسیٰ کی شکل میں بتادیا جائے گا۔ یہودی اس کے پیچھے چلے جائیں گے۔ پھر ان کے معبود ان کو جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

كُلُّ شَيْءٍ مِّمَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنَّمَا هِيَ صُفوفٌ مِّن دُونِ اللَّهِ يَدْعُونَ (الانبیاء: ۲۲)

اس میں بھڑ رہیں گے۔

حتیٰ کہ جب صرف مومن رہ جائیں گے اور ان میں منافق بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس جس طرح چاہے گا اپنی ہیبت میں آئے گا۔ میں فرمائے گا 'اے لوگو! اپنے خداؤں کے ساتھ لائق ہو جاؤ اور ان کے ساتھ جن کی تم مہولت کرتے تھے وہ کہیں گے یہ خدا اللہ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے اور ہم اس کے سوا اور کسی کی مہولت نہیں کرتے۔ پھر اللہ ان کے پاس سے ہٹ جائے گا۔ پھر اللہ ان کو برقرار رکھے گا اور جتنی دیر اللہ ٹھہرنا چاہے گا ٹھہرے گا۔ پھر جس طرح چاہے گا ان کے پاس اپنی ہیبت میں آئے گا اور فرمائے گا 'اے لوگو! سب لوگ اپنے اپنے خداؤں کے ساتھ جا لیں۔ تم بھی اپنے معبودوں سے جا ملو۔ وہ کہیں گے یہ خدا اللہ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے اور ہم اس کے سوا کسی کی مہولت نہیں کرتے۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے ہم تجھ سے اللہ کی پہلے میں آتے ہیں۔ پھر اللہ فرمائے گا کیا تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اس کو پہچان لو؟ وہ کہیں گے ہاں پھر اللہ ان کے لیے اپنی پڑی کھولے گا اور ان کے لیے اللہ کی عظمت سے تجلی فرمائے گا جس سے وہ اس کو پہچان لیں گے۔ پھر وہ صحیحہ میں گر جائیں گے۔ پھر جب تک اللہ چاہے گا وہ



اس کو سجدہ کریں گے اور اللہ عزوجل منافقوں کی پشتوں کو کاٹنے کی پشتوں کی طرح سیدھا (یعنی لپک کے) کر دے گا وہ اپنی پشتوں کے بل کر چڑیں گے۔

پھر اللہ عزوجل ان کو اٹھنے کا حکم دے گا پھر ان کے لیے جہنم کی پشت کے لوہے حرا (بل) بٹا دیا جائے گا۔ جو بل سے باریک اور نکوار سے تیز ہو گا اس میں جگہ جگہ اٹکڑے اور کٹنے ہوں گے اور اس میں پکٹنے کی جگہیں ہوں گی۔ بعض مسلمان اس پر سے لپک جھپکنے میں گزر جائیں گے اور بعض ہوا کے جھوٹے کی طرح گزر جائیں گے، بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور بعض تیز چلنے والے کی طرح گزریں گے، بعض صحیح مسلم گزر جائیں گے، بعض زخمی ہو کر گزریں گے، بعض منہ کے بل جہنم میں گر جائیں گے۔ اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے ایک گروہ جہنم میں جا کرے گا، ان کے افعال ان کو ہلاک کریں گے۔ بعض کے صرف پیروں تک آگ پہنچے گی، اس سے آگے تھلاؤ نہیں کرے گی، بعض کی نصف پٹلیوں تک آگ پہنچے گی، بعض کے عقد ازار تک آگ پہنچے گی، بعض کے چروں کے سوا پورے جسم تک آگ پہنچے گی، مگر ان کے چروں پر اللہ نے آگ کو حرام کر دیا ہو گا اور جب جہنمی جنت میں چلے جائیں گے تو لوگ کہیں گے کہ ہمارے رب کے پاس ہماری کون شفاعت کرے گا؟ تاکہ ہم بھی جنت میں چلے جائیں۔ پس وہ کہیں گے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ اس کا اور کون حقدار ہو گا۔ اللہ عزوجل نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور ان سے بلا شفعہ کلام کیا، پھر لوگ حضرت آدم کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے۔

حضرت آدم کو اپنا (صورۃ) مگنل یاد آئے گا وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن تم حضرت نوح کے پاس جاؤ وہ اللہ کے پہلے رسول علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف مجاہدہ حضرت نوح کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے، وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، یونہی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا ظلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے، وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی میں کلام کیا ہے اور ان پر اورات نازل کی ہے۔

پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے، وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن تم روح اللہ اور کلمہ اللہ حضرت یحییٰ ابن مریم علیہا السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس جا کر ان سے شفاعت طلب کریں گے، وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن عقیب میں صاحب شفاعت کی طرف تمہاری رہنمائی کروں گا۔ تم (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور میرے رب کے پاس میری تین شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، پھر میں جنت کی طرف روانہ ہوں گا اور جنت کے دروازہ کو کھلوادوں گا، پھر میرے لیے جنت کے دروازہ کو کھول دیا جائے گا اور مجھے تعظیم کے ساتھ خوش آمدید کہا جائے گا۔

میں جنت میں داخل ہو کر عرض کے لوہے رب عزوجل کو دیکھوں گا، میں اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور جب تک اللہ چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ایسی حر اور قہید کرنے کی اجازت دے گا جو اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی تھی۔ پھر اللہ عزوجل مجھ سے ارشاد فرمائے گا اسے تمہارا سراغ لے لے اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا، پس میں اپنا سراغ لےں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا، ملائکہ وہ سب

کچھ جاننے والا ہے۔ کیا بات ہے؟ میں کون کا ہے میرے رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔ تو اہل جنت کے مطلق میری شفاعت قبول فرما! اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس نے تمہاری شفاعت قبول کر لی اور میں نے ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی سو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرماتے تھے: تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اس قدر نہیں پہچانتے جس قدر تم جنت میں اپنے گھروں اور بیویوں کو پہچانو گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا اور یہ کون کا ہے میرے رب! میری امت میں سے جو لوگ دوزخ میں گر گئے ہیں اللہ عزوجل فرمائے گا: جو جن کی صورت تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکل لو۔ پھر ان لوگوں کو دوزخ سے نکل لیا جائے گا حتیٰ کہ دوزخ میں میرا ایک استحقاق بھی نہیں رہے گا پھر اللہ عزوجل شفاعت کی اجازت دے گا اور ہر نبیؑ ہر شہید اور نعت کرنے والے کے سوا ہر مومن شفاعت کرے گا۔ کیونکہ نعت کرنے والے کو نہ شہید لکھا جائے گا اور نہ اس کو شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکل لو۔ پھر فرمائے گا جس کے دل میں دو تہائی (۲/۳) دینار کے برابر بھی ایمان ہو پھر فرمائے گا جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہو پھر فرمائے گا جس کے دل میں ایک تہائی (۱/۳) دینار کے برابر بھی ایمان ہو پھر فرمائے گا جس کے دل میں ایک قیراط (چھ جہ) کے برابر بھی ایمان ہو پھر فرمائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکل لو اور بے شک انہیں لعن اللہ اس دن یہ امید کرے گا کہ اس کی بھی کوئی شفاعت کرے گا۔

اور جب ہر شخص شفاعت کر چکے گا اور دوزخ میں کوئی ایسا شخص نہیں باقی بچے گا جس نے اللہ کے لیے کوئی نیکی کی ہو تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب میں بتا رہا ہوں تم میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ میں اپنا ہاتھ داخل کرے گا اور بے شمار لوگوں کو دوزخ سے نکل لے گا جن کی تعداد کو وہی جانتا ہے وہ لوگ جلی ہوئی ٹکڑیوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نہرا لیں ان میں ڈال دے گا وہ اس طرح اگنے لگیں گے جیسے دریا کے کنارے کی مٹی میں دبا ہوا دانہ اگنے لگتا ہے جو سورج کی دھوپ میں سرسبز اور مسانے میں زرد ہو جاتا ہے۔ عربوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو کہنے لگے: یا رسول اللہ! اگتا ہے کہ آپ جنگل میں رہے ہیں۔ وہ شلاب سبزوں کی طرح آئیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوئے ہوں گے۔ ان کی چیزیں ان پر لکھا ہوا ہو گا رخن کے آزاد کیے ہوئے دوزخی اس تحریر سے اہل جنت ان کو پہچانیں گے جب تک اللہ چاہے گا وہ جنت میں اسی طرح رہیں گے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اللہ ایسے تحریر ہم سے متاوانے سو اللہ تعالیٰ ان سے یہ تحریر متاوانے گا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ حدیث مشہور ہے اور بہت طویل اور بہت غریب ہے۔ متفق احادیث میں اس کے متفق کھلے ہیں۔ اس میں درج بعض امور لائق انکار ہیں۔ اسماعیل بن رافع کا شخصی معنی اس کی روایت میں منہ دو ہیں اس کی صحت میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کی قویٰ کی ہے بعض نے اس کو ضعیف کہا ہے بعض نے انکار کیا ہے بعض نے حشو کہنا ہے۔ دراصل یہ حدیث کی احادیث کو جو ذکر بتائی گئی ہے اور اس کو ایک ہی سند سے بیان کر دیا گیا ہے اس لیے یہ قابل انکار ہو گئی۔ میں نے اپنے استاذ حافظ الزی سے سنا ہے کہ یہ ولید بن مسلم کی ایک تصنیف ہے جس کو اس نے جمع کر رکھا ہے گویا یہ بعض الگ الگ حدیثوں کے شواہد ہیں۔

الکتاب المصنوع رقم الحدیث: ۳۸۸۸ ص ۳۳۷ ج ۳۷ جامع البیان ج ۲۳ ص ۳۸۸ تفسیر لام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۳۳-۳۳۴ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۵ تفسیر رد مشور ج ۷ ص ۳۵۴-۳۵۵

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَذْأَسْمِعُ أَصْنَامًا

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے اپنے (محل) باپ آذر سے کہا کیا تم جن کو معبود قرار دیتے

إِلَهَةً إِنِّي أَنَا مَلَكَ فِي ضَلِيلٍ

پر ؟ بھگ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی برائی گمراہی میں بہت

مُضِلِّينَ ﴿۶﴾ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

دیکھتا ہوں ○ اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آوازوں اور ذمیوں کی بادشاہی دکھائی اور اس سے

وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُؤَقِّنِينَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا

کردہ (کال) یقین کرنے والوں میں سے ہر جائیں ○ پھر جب ان پر رات کی تاریکی پھیل گئی تو انہوں نے ایک تارک

قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ لَا أَجِبُكَ الْأَفِيلِينَ ﴿۸﴾ فَلَمَّا

انہوں نے کہا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ پھر جب انہوں نے

رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي قَالَ لَيْسَ لَهُ

جگہ آہا چاند دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرا رب

يَهْدِيَنِي سَرَّابِي لَا كُؤُنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ﴿۹﴾ فَلَمَّا رَأَى

جھے ہدایت پر برقرار رکھتا تو میں سے ہر ماہ ○ پھر جب انہوں نے

الشَّمْسُ بَارِزَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا الْكَبِيرُ ﴿۱۰﴾ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ

دھن آفتاب دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے ○ (ان سے) بڑا ہے پھر جب وہ غروب ہو گئی تو انہوں نے

يَقَوْمِ إِنِّي بُرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۱۱﴾ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ

کہا میں میری قوم میں ان سے بیزار ہوں کہ تم انہیں شریک قرار دیتے ہو ○ میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے

فَكَرَّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲﴾

آسمانوں اور زمینوں کو سید کیا ہے جب کہ میں باطل مذاہب سے غافل رہتا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ○

وَحَاجَّةٌ قَوْمَهُ ط قَالَ اتَّحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ط وَلَا

اور ان کی قوم نے ان سے جھگڑائی، اور انہوں نے کہا تم سے اللہ کے خلق جھگڑتے ہو مالا کو اس نے مجھے ہدایت پر بڑھا رکھا اور یہی

أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي

ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو، اور اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے، میرے رب کا علم

كُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ط أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۶﴾ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ

ہر چیز کو عیلم ہے، کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟ ۸۶ میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں جن کو تم نے اللہ کا

وَلَا تَخَافُونَ أَنْتُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَهُ يُنْزِلُ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا

شریک قرار دیا ہے، جب کہ تم اللہ کے ساتھ ان کو شریک بنانے سے نہیں ڈرتے، جس کے خلق اللہ نے تم پر کوئی دلیل نازل

فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۷﴾

انہیں کی، ہمیں ہر دو فریق میں سے بہ غوث ہونے کا کون زیادہ حق رہا ہے؟ اگر تم علم رکھتے ہو ۸۷

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملا یا ان ہی کے لیے بہ غوث ہے

وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۸۷﴾

اور وہی ہدایت یافتہ ہیں ۸۷

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: اور (یاد رکھیے) جب ایمان لے لے (یعنی) آپ آزر سے کیا تم انہوں کو مجبور قرار دیتے ہو؟  
بے شک میں جس لوگ تمہاری قوم کو مکمل ہوئی گمراہی میں مبتلا کرنا ہوں (الانعام: ۸۷)

آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلے آیت ۸۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا آپ کہتے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو تم کو نہ نفع دے  
سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کیا۔ ان کی قوم بھی بت پرستی کرتی  
تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو بت پرستی سے منع کرتے تھے۔ سو اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ نے نبی سیدنا محمد ﷺ  
کا کفار کو بت پرستی سے منع کرنا ایمان ہی ہے، جیسا کہ آپ کے بعد مقرر ہوا ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو بت پرستی سے منع  
کرتے تھے اور اس میں یہ حیر ہے کہ اپنے نیک آہود و پیروں کی عیوی کی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر اور اپنی  
قوم کے ساتھ بت پرستی کے بطلان اور توحید کے احقاق پر جو مناظرہ کیا اس کا کلام اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تاکہ اس سے شریکین عرب

کے خلاف استدلال کیا جائے گی کہ تمام مذاہب اور یونان کے فلسفے والے ان کی تعلیمات اور بزرگی کا اعتراف کرتے تھے اور سب ان کی ملت کی طرف اقبال کے دعویٰ دار تھے۔ یہود و نصاریٰ ان کی ملت کی اطلاع کے بغیر تھے اور مشرکین عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے تھے۔ اس لیے ان کی شخصیت اور سیرت سب پر حجت تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام 'نسب اور تاریخ پیدائش' حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن مساکر حنفی رحمہ اللہ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا سب اس طرح لکھا ہے۔

ابراہیم بن آذر اور وہ تارخ ہیں بن خاور بن شادوخ بن ارفوخ بن قلی بن علیم بن شلی بن اوفیض بن سام بن نوح بن لکس بن متوش بن خوخ اور وہ اورس ہیں بن یارد بن صائل بن قینن بن انوش بن شیت بن آدم۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمن ہیں اور آپ کی کنیت ابو القیسقان ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عراق کے شربل کے موضع کوٹی میں پیدا ہوئے۔ جلد نے کہا ہے کہ آذر حضرت ابراہیم کے باپ نہیں تھے، صحیح وہ ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وہ ابراہیم بن آذر ہیں اور تورات میں ہے وہ ابراہیم بن تارخ ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد آذر تھے یا تارخ؟ ہماری تحقیق یہ ہے کہ آپ کے والد تارخ تھے جیسا کہ ابن شامہ رحمہ اللہ ہم مغرب بیان کریں گے۔

محمد بن عمرو القادی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح اور حضرت آدم کے درمیان دس صدیاں ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت نوح کے درمیان دس صدیاں ہیں۔ پس حضرت ابراہیم خلیل الرحمن حضرت آدم کی پیدائش کے ۵۵ ہزار سال بعد پیدا ہوئے۔ ابوبکر بن جبہ کا بھی یہی بیان کرتے ہیں۔

حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس آیات تھے اور یہ ایک ہزار سال کا عرصہ ہے اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان دس آیات تھے اور یہ بھی ایک ہزار سال کا عرصہ ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیان سات آیات ہیں اور ان کے سال معلوم نہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ کے درمیان ایک ہزار پانچ سو سال ہیں اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے اور یہ زمانہ نفرت ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۳۹-۳۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے تین ہزار تین سو بیس (۳۳۳۷) سال بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت طوفان نوح کو بارہ سو تریسٹھ (۱۷۳۸) سال گزر چکے تھے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دو سو سال کی عمر گزار کر فوت ہوئے۔ کہانی نے کہا ایک سو پچھتر (۱۷۷) سال کی عمر تھی اور مقابل نے کہا ایک سو نوے (۱۹۰) سال کی عمر تھی۔ آپ جبرون میں مقام غارہ پر مدفون ہیں۔ وہ جبکہ اب مدینہ القلیل کے نام سے مشہور ہے۔

(امحہ القادی ج ۱۵ ص ۲۳۰ مطبوعہ ادارة البیانات النیر یہ مصر ۱۳۴۸ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے مشہور و نامید کو حاجت کیا اور مشرکین کے قول کو دلائل سے باطل کیا۔ انہوں نے اپنے عینی باپ سے منکر کیا، اپنی قوم سے، پلو شہ وقت سے اور کافروں سے منکر کیا اور راجح میں سرخو ہوئے۔ عینی باپ

سے مانع ہوگی یہ مثل ہے:

إِذْ قَالَ لَٰكِبُؤُنَا بَنَاتِ لِمَ تَعْبُدْنَ مَا لَا يَسْتَعِجُ وَلَا  
يُجِيرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكُمْ كَيْدًا (مریم: ۳۳)

جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ سے کہا کہ میرے باپ! تم کیوں ایسے کی پرستش کرتے ہو جو نہ سستا ہے نہ دیکھا ہے اور نہ تمہارے کسی کام آسکتا ہے۔

اور اپنی قوم سے مانع ہوگی یہ مثل ہے:

فَلَمَّا رَأَى النَّجْمُ بَارِعَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ مُعْتَمِدٌ بَنِي إِسْرٰءِيلَ سَتَنُشِيرُ كُنُوزَ (الانعام: ۷۸)

پھر جب انہوں نے روشن آفتاب دیکھا تو کہا 'یہ میرا رب ہے؟' (ان سب سے) بڑا ہے 'پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میری قوم میں ان سب سے بڑا وہی ہے جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو۔

اور بلا شکوہ سے مانع ہوگی یہ مثل ہے:

إِذْ قَالَ لِأَسْرٰءِيلَ رَبِّيَ الَّذِي يُخْرِجُ مَوَاسِئَ قَالَ آتَا أَسْحٰرًا وَأَوَّحٰتُ قَالَ لِأَسْرٰءِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ يُنَادِي بِالنُّجُومِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَلَمْ يَكُنْ مِنْهَا مَنُوعٌ اَلْمُشْرِيبُ قَسَمْتُ لِّلَّذِي تَحْمِلَ الْبُحْرٰه (البقرہ: ۳۵۸)

جب ابراہیم نے کہا میرا رب زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس (بلا شکوہ) نے کامیں زندہ کرنا ہوں اور مارتا ہوں 'ابراہیم نے کہا ہے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مشرب سے ٹال تو اس پر وہ کافر کا بکا رہ گیا۔

اور کافروں سے مانع ہوگی یہ مثل ہے:

فَعَلَّمَهُمْ حُجُودًا (آلِ كِبْرٰا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ) (الانبیاء: ۵۸)

میں (ابراہیم نے) بڑے بہت کے حساب ہتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے 'تا کہ وہ ان کی طرف رجوع کریں۔

اور جب کافران کو دلائل سے سادہ سادہ سے عاجز آگئے تو انہوں نے کہا کہ ان کو جلاؤ اور اپنے ہتوں کی مدد کرو 'حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا اور اللہ نے اس آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنا دل عرقان الہی کے لیے 'زبان توحید پر برحقان کے لیے اور اپنے بدن کو اللہ کی راہ میں آگ میں جھونکنے کے لیے اور اپنے بیٹے کو قربانی کے لیے اور اپنے دل کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

آز کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال

علامہ ابو الطرح عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۷۵۵ھ نے آزر کے متعلق چار قول لکھے ہیں:

- ۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما 'حسن' سعدی اور ابن اسحاق نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔
- ۲- مجاہد نے کہا کہ آزر بہت کا نام ہے اور حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ ہے۔
- ۳- زجاج نے کہا کہ آزر نام نہیں ہے بلکہ مذمت کا لفظ ہے 'گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے خدا کا راتو بتوں کو معبود قرار دے رہا ہے۔

۴- قتاد بن دیان نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم کے باپ کا نام نہیں ہے 'یہ ابن کا لقب ہے۔

(زاوہ المسیر ج ۳ ص ۷۶-۷۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اس میں مغرین کا اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر ہے یا تارخ ہے۔ دراصل یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر جتنی ہے اور وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے والدین کا کافر ہونا جائز ہے یا نہیں۔ امام ابن جریر کا نام 'رازی' علامہ قرطبی، نور علامہ ابوالحسن وغیرہم کی رائے ہے کہ ان کے والدین کا کافر ہونا جائز ہے مگر متاخرین میں سے علامہ نیشاپوری، علامہ سیوطی اور علامہ آلوسی کی تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے آباء کرام مومن تھے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور اہل بیت مومن تھے۔ اب ہم وہ روایات ذکر کریں گے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا اور آذر آپ کا چچا تھا اور عرب کی روایت میں چچا آپ کا اطلاق ہوتا رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تارخ تھا نہ کہ آذر!

امام ابواسحاق زجاج حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نسب بیان کرنے والوں کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا اور قرآن اس پر دلالت کرتا ہے کہ ابن کا نام آذر تھا۔ (حنفی، الترمذی و امریہ للزجاج، ج ۲، ص ۱۸۵)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام نہیں ہے، وہ بیت کا نام ہے۔ (جامع البیان، ج ۷، ص ۳۱۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام عبد الرحمن بن عیسیٰ اور یس رازی ابن ابی حاتم حنفی رحمہما اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ضحاک، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام آذر نہیں تھا، ابن کے باپ کا نام تارخ تھا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر سے کہا کیا تم اللہ کو چھو کر بتاؤ گے؟ وہ کہنے لگا: ہاں! یہاں آذر کو اور حضرت ابن عباس فرماتے تھے حضرت ابراہیم کے والد کا نام آذر نہیں تھا، ابن کے باپ کا نام تارخ تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۲، ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتبۃ زہراء حنفی، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۶ھ)

خاتم المفاتیح حافظ جلیل الدین سیوطی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آذر بیت ہے اور حضرت ابراہیم کے باپ کا نام یازہ ہے اور ابن کی ماں کا نام شحی ہے اور ابن کی پیدائش کا نام سارہ ہے اور ابن کی ہمدی حضرت اسماعیل کی ماں ہیں۔ ابن کا نام یازہ ہے۔ امام ابن ابی شیبہ، امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر اور امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا آذر حضرت ابراہیم کے والد کا نام نہیں ہے، لیکن یہ بیت کا نام ہے۔

(در مشرق، ج ۳، ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۳ھ)

آذر کو حضرت ابراہیم کا باپ کہنے کی توجیہ

خاتم المفاتیح حافظ جلیل الدین سیوطی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

امام ابن المنذر نے سند صحیح کے ساتھ ابن جریر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ آذر حضرت ابراہیم کا باپ نہیں ہے، وہ ابراہیم بن تارخ بن یحور بن شاور بن عیسیٰ بن قحط ہے۔

قرآن مجید میں آذر کے اور حضرت ابراہیم کے لب (باپ) کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ عرب میں

”اب“ کا اطلاق ہم پر بہ کثرت کیا جاتا ہے، اگرچہ یہ مجاہد ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ  
اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِي قَالُوا  
نَعْبُدُ الْهَکْکَ وَالْبَکْکَ اِلٰهَاتِکُمَا اَبْرٰهٖمَ وَاسْمٰعِیْلَ وَ  
اِِسْحٰقَ (البقرہ: ۱۳۳)

کیا تم نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تم میرے بعد کسی کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل پر باپ کا اطلاق کیا گیا ہے، حالانکہ وہ حضرت یعقوب کے باپ نہیں، بلکہ چچا ہیں اور امام ابو العلیہ نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس آیت میں چچا پر باپ کا اطلاق کیا گیا ہے اور انہوں نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ ہمارے والد ہے اور چچا والد ہے اور اس آیت کی خلوت کی۔

(الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ نور یہ رصویہ کابل پور پاکستان)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مومن ہونے پر دلیل

امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت سلیمان بن صرد سے روایت کیا ہے کہ جب کفار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو وہ لکڑیاں جمع کرنے لگے، حتیٰ کہ ایک بڑھی عورت بھی لکڑیاں جمع کرنے لگی۔ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے کہا ”حسبی اللہ ونعم الوکیل“ اور جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ہمارا کوئی سردار و سلا ماعلیٰ ابراہیم“ (الانعام: ۷۶) اے آگ تو ابراہیم پر لعنتی اور سلامتی والی ہو جا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچائے کا میری وجہ سے ان سے عذاب دور کیا گیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے آگ کی ایک چنگاری بھیجی جو اس کے پیروں پر لگی اور اس کو جلا دیا۔

اس اثر میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا اور اس اثر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آزر اس وقت میں ہلاک کیا گیا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ آزر اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس کے لیے استغفار کرنا ترک کر دیا اور اعلیٰ میں آیا ہے کہ جب وہ حالت شرک میں مر گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا دشمن خدا ہونا معلوم ہو گیا اور انہوں نے پھر اس کے لیے استغفار نہیں کیا۔

امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (یعنی) باپ کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے اور جب وہ مر گیا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر انہوں نے اس کے لیے استغفار نہیں کیا اور انہوں نے محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اس کی حیات میں اس کے ایمان کی امید رکھتے تھے اور جب وہ شرک پر مر گیا تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ پھر آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی، جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی تصریح کی ہے، پھر ہجرت کے کئی عرصہ بعد وہ مصر میں داخل ہوئے اور وہیں حضرت سارہ کے سب سے خاتم پلاشلہ کے ساتھ ان کا واقعہ پیش آیا اور انجام کار حضرت ہارہ آپ کی باندی بنادی گئیں، اس کے بعد آپ پھر شام کی طرف لوٹ گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ حضرت اجروہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو مکہ میں خنزل کر دیں اور وہیں آپ نے یہ دعا کی:



اے ہمارے رب! اپنے ملک میں نے اپنی بعض اولاد کو بے  
آپ و گمراہی وادی میں حیرے حرمت والے گھر کے پاس گھرایا  
ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں سو تو کچھ  
لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو بعض  
پہل حطافرا تاکہ وہ گمراہ واکریں اے ہمارے رب! اپنے ملک  
تو جانتا ہے جس کو ہم چھپاتے ہیں اور جس کو ہم ظاہر کرتے ہیں  
اور آسمان اور زمین میں سے کوئی چیز اللہ ہی جانتا ہے سب  
قریب اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل  
اور اسحق حطافرائے ہے۔ اے ملک میرا رب ضرور میری دعا سنئے  
والا ہے اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور  
میری اولاد (اسے) بھی اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما  
اے ہمارے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور  
سب ایمان والوں کو جس دن حساب قائم ہو گا۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي  
رِزْقٍ عِنْدَ مَبْجَعِكُمُ الْمَحْرَمَ رَبَّنَا لِيُقَبِّلْهُ  
الضَّلَاةَ فَاصْلَمْ أَفْقِدَهُ مِنَ النَّاسِ تَهَوَّيَ  
الْبُيُوتِ وَ أَرْفَقَهُمْ مِنَ الشُّرَكَاتِ كَعَلَّمَهُمْ  
مَنْكُورُونَ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا تُخْفِي وَمَا  
تُخْلِي وَمَا تُخْفِي عَلَى الَّذِينَ فِي الْأَرْضِ  
وَلَا فِي السَّمَاءِ الْحَسْبُ لِلَّهِ الْوَدُوعُ وَهَبْ لِي  
عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي  
كَسَّوْبُعُ الدُّعَاءِ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ  
الصَّلَاةِ وَرَبِّ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا  
اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ آمَنَ يَوْمَ يَكُونُ  
الْحِسَابُ (ابراہیم: ۳۷-۴۱)

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر کے فوت ہونے کے طویل عرصہ بعد اپنے  
والدین کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں جس شخص کے گمراہ اور اس سے حضرت ابراہیم علیہ  
السلام کے بڑا ہونے کا ذکر ہے وہ ان کے چچا تھے نہ کہ ان کے حقیقی والد۔

امام محمد بن سعد نے التبت میں کہیں سے روایت کیا ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہل سے شام کی  
طرف ہجرت کی تو قن کی عمر بیس (۳۰) سال تھی پھر انہوں نے کچھ عرصہ حران میں قیام کیا پھر کچھ عرصہ اردن میں قیام کیا پھر  
وہاں سے مصر چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا پھر وہاں سے شام کی طرف لوٹ گئے اور ایلیا اور لوطین کے درمیان قیام کیا۔  
پھر وہاں کے لوگوں نے آپ کو ستایا تو آپ رملہ اور ایلیا کے درمیان چلے گئے اور امام ابن سعد نے والدہ سے روایت کیا ہے کہ  
نوسے سال کی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہل حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور ان دونوں اثروں سے یہ معلوم  
ہو تا ہے کہ آگ میں ڈالے جانے والے واقعہ کے بعد جب آپ نے پہل سے ہجرت کی تھی اور کہ کر مدینہ میں جو آپ نے دعا کی  
تھی اُس کے درمیان پچاس اور کچھ سال کا عرصہ ہے۔

(الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۵-۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ آذر کے مرنے کے پچاس سے زیادہ سال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کی مغفرت  
کے لیے دعا کی ہے اور جب کہ آذر سے روزگار ہو چکے تھے اور اس کے لیے دعا کو ترک کر چکے تھے تو اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آذر  
اور محض تھا اور ان کے والد اور محض تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کے چچا آذر کو اب (یعنی باپ) کے لفظ سے تعبیر کیا  
ہے اور ان کے حقیقی باپ کو والد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے تاکہ تعبیر معنوں پر دلالت کرے۔ ہم نے علامہ سیوطی  
کے جس استدلال کو تحصیل کے ساتھ نقل کیا ہے علامہ آلوسی نے بھی اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۱۹۵ مطبع حیرات)

قیامت کے دن آذر کو باپ کہنے کی توجیہ

اس سلسلہ میں اس حدیث سے بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔

لام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے (یعنی) باپ آذر سے قیامت کے دن ملاقات ہوگی اور آذر کے چہرے پر دھواں اور گرد و غبار ہوگا۔ حضرت ابراہیم اس سے فرمائیں گے: تم میں سے نہیں کھاتا کہ تم میری غافلگی نہ کرنا؟ ان کے (یعنی) باپ کہیں گے: "آج میں آپ کی غافلگی نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیم فرمائیں گے: "اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو قیامت کے دن مجھ کو شرمندہ نہیں کرے گا اور اس سے بڑی اور کیا شرمندگی ہوگی کہ میرا (یعنی) باپ رست سے دور ہو! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے، پھر کہا جائے گا اے ابراہیم! تمہارے بچوں کے بچے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے تو وہ گندگی میں تھرا ہوا ایک بچہ ہوگا اور اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۳۵۰، سنن کبریٰ للنسائی 'ج' ۶، رقم الحدیث: ۵۵۷۵، المستدرک 'ج' ۲، ص ۳۳۸، کنز العمال 'ج' ۹، رقم الحدیث: ۳۳۷۴، مشکوٰۃ المصابیح 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۵۵۳۸)

حافظ عبد اللہ بن ابی کثیر شافعی متوفی ۳۷۷ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام آذر ہے اور جسور اہل نسب، یہ شمول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تاریخ ہے اور اہل کتب تصریح کرتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ 'ج' ۱، ص ۱۳۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۳ء)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام آباء کرام شرک اور کفری آلہوں سے پاک اور شہداء ہیں۔ ان کے نزدیک آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں، ان کو بھائی باپ کہا گیا ہے اور ان کے باپ کا نام تاریخ ہے۔ اسی وجہ سے مطلقاً نہیں فرمایا کہ حضرت ابراہیم کی اپنے باپ سے ملاقات ہوگی، تاکہ ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن متوجہ نہ ہو اور ان کے والد کے ساتھ آذر کا ذکر کیا، تاکہ معلوم ہو کہ یہی بھائی باپ مراد ہے۔

(اشعث اللغات 'ج' ۳، ص ۳۶۸، مطبوعہ مطبع نجی کمار، ککسٹر)

شیخ محمد اورئیس کاندھلوی متوفی ۱۳۷۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، اس کو بھائی باپ کے طور پر باپ کہا گیا ہے اور آپ کے باپ کا نام تاریخ ہے۔ بعض محققین علماء جنہوں نے آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی ﷺ کے تمام آباء سے کفری نسل کی ہے، ان کی یہی حقیقت ہے۔ اس بناء پر اس حدیث میں آذر کا ذکر اس لیے ہے کہ اگر یوں کہا جاتا کہ حضرت ابراہیم کی اپنے باپ سے ملاقات ہوگی، تو اس سے ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن چلا جاتا، اور جب آذر کی قید لگائی تو ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن نہیں جائے گا۔ حضرت ابراہیم کے اس چچا پر باپ کا اطلاق اس لیے کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا اختلاط اور ان کی الفت اپنے اس چچا کے ساتھ بہت زیادہ تھی اور وہ مشرکین کا رئیس تھا اور اسی کے ساتھ ان کا معاشرہ ہوا تھا۔

(الحلیق المصحح 'ج' ۱، ص ۳۰۱، مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ، لاہور)







اہم ابو قحیم اصہلی حنفی ۳۳۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "وَقَالَ بَعْضُ فِی السَّاحِدِیْنَ" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں "نبی مجیدؐ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں مقبل ہوتے رہے" حتیٰ کہ آپ اپنی والدہ سے پیدا ہوئے۔ (دلائل النبوة ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے سات آنہوں کو پسند کیا اور ان میں سے اوپر والے آنہوں کو پسند کیا اور ان میں سے کوئی اور بھی نہ سکتا دیکھی "اور باقی آنہوں میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا سکتا دی۔ پھر اللہ نے مخلوق کو پسند کیا اور مخلوق میں سے جو آدم کو پسند کیا اور جو آدم میں سے عربوں کو پسند کیا اور عربوں میں سے مصر کو پسند کیا اور مصر میں سے قریش کو پسند کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند کیا" سو میں پسندیدہ لوگوں میں سے پسند کیا گیا ہوں۔ لہذا جس نے عربوں سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے عربوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

(دلائل النبوة ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۸، "الحکم الکبیر" ج ۳، رقم الحدیث: ۵۵۳، "المستدرک" ج ۲، ص ۸۷-۸۸، "کمال ابن عدی" ج ۲، ص ۳۰۳، "مکمل ابن ابی حاتم" ج ۲، ص ۳۷۸-۳۷۹، "معجم الزوائد" ج ۸، ص ۱۲)

اس حدیث کی سند میں حلوین والدہ کے سوا سب کی قوت کی گئی ہے اور وہ بھی معتبر راوی ہے۔

اہم مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۳۳۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت واظہ بن اسحق جریرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنزہ کو پسند کر لیا اور کنزہ سے قریش کو پسند کر لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کر لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند کر لیا۔

(معجم مسلم، "غیاث" ج ۱، ص ۵۸۸، "سنن ترمذی" ج ۵، رقم الحدیث: ۳۷۳۵، "معجم ابن حبان" ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۲۲، "مسند احمد" ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۸۸۳، "الحکم الکبیر" ج ۳، رقم الحدیث: ۱۲۲)

اہم ابو القاسم سلیمان بن طبرانی حنفی ۳۳۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا میں نے زمین کے تمام مشرق و مغرب کو لٹ پٹ کر دیکھ لیا تو (سید) محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو نہیں پایا اور نہ بنو ہاشم سے افضل کسی خاندان کو پایا۔

اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربیذی ایک ضعیف راوی ہے۔

(الحکم الاوسط ج ۲، رقم الحدیث: ۶۲۸۱، "معجم الزوائد" ج ۸، ص ۳۰۰، "معجم جدید دار الفکر" ج ۲، ص ۱۳۱۳)

ان تمام احادیث محمدؐ اور روایات مستحبہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ تک نبی علیہ السلام کے نسب میں تمام آپہ کرام اپنے اپنے زبکہ کے تمام لوگوں سے خیر اور افضل تھے "اور قرآن مجید میں تصریح ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ مومن مشرک سے خیر اور افضل ہے" لہذا ثابت ہوا کہ آپ کے تمام آپہ کرام مومن تھے۔

ان احادیث میں سے ہمارا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کے نسب کے لیے خیر اور افضل کا لفظ ہے اور جن احادیث میں ہے کہ میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رموں کی طرف تخیل کیا گیا ہوں "ان سے ہمارا استدلال نہیں ہے۔ ان احادیث کو ہم نے صرف رسول اللہ ﷺ کے شرافت نسب کے لیے بیان کیا ہے۔

ابو بن کریمین کے ایمان کے مسئلہ میں تفسیر کبیر پر بحث و نظر

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس مسئلہ سے اختلاف کیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آذر تھا اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ یسود نضاری نے نبی ﷺ کی کذب پر بحث کر میں تھے۔ اگر نبی الواقع حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر نہ ہوتا تو قرآن کتنا کہ ان کے باپ آذر نے ہوں کہا تو علامہ یسود نضاری کا غموش رہنا ممکن نہ تھا اور وہ نبی علیہ السلام کی کذب کہتے اور کہتے کہ آذر ان کے باپ نہیں ہیں اور جب انہوں نے نبی ﷺ کی کذب نہیں کی تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا بیان کیا ہوا نسب صحیح ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آذر ہی ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۷۰ داو الفکر ۱۳۹۸ء)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اہل کتب کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ندرج ہے۔ بائبل میں لکھا ہے خور انتیس برس کا تھا جب اس سے ندرج پیدا ہوا اور ندرج کی پیدائش کے بعد خور ایک سو انیس برس اور بیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور ندرج ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام اور خور اور حارن پیدا ہوئے۔

(براہمانہ ندرج پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۴-۲۵ کتاب مقدس ص ۱۳ مطبوعہ بائبل سوسائٹی ناہور)

بقیہ راہ یہ کہ بھراہل کتب نے نبی ﷺ پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ قرآن نے آذر کو باپ کہا ہے جبکہ وہ حضرت ابراہیم کا چچا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتب مخلوقات عرب سے واقف تھے کہ مخلوقات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ نیز قرآن مجید میں حضرت اسماعیل کو اولاد یعقوب علیہ السلام کا باپ فرمایا ہے۔ حالانکہ وہ ان کے بلا شوق چچا تھے اور اس پر بھی اہل کتب نے اسی وجہ سے اعتراض نہیں کیا تھا۔ وہ نہ امام رازی کی تقریر کے مطابق یسودوں کو اس کی کذب کرنی چاہیے تھی۔

نیز امام رازی نے لکھا ہے کہ شیعہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے آباء و اجداد میں سے کوئی شخص کا فر نہیں تھا اور اس پر ان کی کئی دلیلیں ہیں۔ ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے "الذی ہراکۃ حسین نقوم و نغلبکۃ فی الساجدین" (الشعراء ۲۱) جو آپ کو حالت قیام میں دیکھتا ہے اور مجھ کرنے والوں میں آپ کے بیٹے کو دیکھتا ہے پھر امام رازی نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے اس آیت کے دیگر محال معنی کیے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۷) لیکن ہمارا انبیاء استدلال اس دلیل سے نہیں ہے یہ دلیل تائید کے درجہ میں ہے۔ ہمارا انبیاء استدلال اس سے ہے کہ آذر کے مرنے کے تقریباً پچاس سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کی۔ (ابراہیم ۳۱) جب کہ اس کی موت علی الشریک کی وجہ سے وہ اس سے ہزار ہو چکے تھے۔ لہذا اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کرنا ان کے ایمان کی دلیل ہے۔ امام رازی نے اس دلیل سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ شیعہ کی طرف سے دوسری دلیل انہوں نے یہ پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بیٹھ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ دھولوں میں غسل ہوتا ہوں اور شرک نجس ہیں اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے آباء و اجداد میں سے بھی امام رازی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے آباء و اجداد میں سے کوئی پاکیزہ پشتوں کا معنی ہے آپ نکل سے پیدا ہوئے ہیں نہ سے نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا ہمارا استدلال صحیح بخاری کی اس حدیث سے ہے۔ مجھے بخودم کے ہر قرن اور ہر طبقہ میں سے سب سے بہتر قرن اور طبقہ سے مبعوث کیا جاتا رہا حتیٰ کہ جس قرن میں میں ہوں۔ اس سے لازم آیا کہ آپ کے تمام آباء و اجداد خیر تھے اور خیر تھے۔ لہذا آپ کے تمام آباء کا مومن ہونا ثابت ہوا۔ اس دلیل سے بھی امام رازی نے تعرض نہیں کیا۔ امام رازی نے شیعہ کی طرف سے تیسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت ابراہیم

نے بہت شدت اور سختی کے ساتھ آزر کا رد کیا ہے، اگر وہ ان کے باپ ہوتے تو ان کے ساتھ نرمی سے کلام کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ان کے چچا تھے، پھر اس دلیل کا رد کیا ہے کہ ان کی یہ سختی اس کے شرک پر امرادی وجہ سے تھی۔ (تفسیر کبیر 'ج ۳' ص ۷۷) 'مطلعا' ہر چند کہ ہم نے اس دلیل سے استدلال نہیں کیا، لیکن اس پر لام رازی کا اعتراض قوی میں ہے، 'کیونکہ قرآن اور شرک کے بخود علی باپ کے ساتھ نرمی سے کلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھئے افروغ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا، اس نے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی۔ اس کے بخود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے نرم گفتاری کا حکم دیا:

يَا ذَاكَ ابْنِي فَلِمَ تُؤَدِّبُنِي ۖ فَمَقُولُكَ ۖ فَقُولَا ۖ لَكَ قَوْلًا  
لَّتَرْجَا الْعَقْلَ بَعْدَ كَرَامَتِي ۖ فَسَمِعْنِي (طہ: ۳۳) =  
(اے موسیٰ اور ہارون!) آپ دونوں فرعون کے پاس جاچے بے شک اس نے بہت سزاؤں کا ہے، آپ دونوں اس سے نرمی سے بات کریں، تاکہ وہ نصیحت قبول کرے یا  
اُڑے۔

اگر آزر حضرت ابراہیم کا باپ ہو تا تو آپ اس سے اس قدر سختی اور شدت کے ساتھ بات نہ کرتے، لہذا ثابت ہوا کہ وہ آپ کا باپ نہیں، چچا تھا۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نے آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہوں۔ (الانعام: ۷۷) اگر آزر حضرت ابراہیم کا باپ ہو تا تو وہ اس سے اس قدر لہانت آمیز کلام نہ فرماتے۔

اس بحث کے بعد لام رازی نے لکھا ہے کہ وہ اپنے اصحاب تو ان کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد کا فرجے اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں تصریح ہے کہ آزر کا فر تھا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا۔ (تفسیر کبیر 'ج ۳' ص ۷۷) 'مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ' (طبع قدیم)

ہم اس قول کی شامت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ لام رازی صحیح بخاری دے، دین اسلام کے لیے ان کی بڑی خدمات ہیں اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قول سے جو جرح کی توتھ دی۔ جس دلائل کو انہوں نے تفسیر کبیر میں رد کر دیا ہے، اسرار التنزیل میں ان ہی دلائل سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین اور آپ کے تمام آباء کرام کا ایمان ثابت کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کا خلاصہ نقل کیا ہے، ہم اس کا اقتباس یہاں پیش کر رہے ہیں۔

ابو یونس کریمین کے: یحیٰی کے متعلق امام رازی کا صحیح موقف مسلک ثانی نبی ﷺ کے والدین سے شرک ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے جد اکریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف پر تھے، جیسا کہ عرب کی ایک جماعت اس دین پر تھی۔ مثلاً زید بن عمرو بن نفیل اور ورق بن نوفل وغیرہ، اور یہ علماء کی ایک جماعت کا مسلک ہے۔ ان ہی میں سے لام فرالدین رازی ہیں، انہوں نے اپنی کتب اسرار التنزیل میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے ایک قول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں تھا اور اس پر کئی وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ ایک دلیل یہ ہے کہ انبیاء عظیم اسلام کے آباء کافر نہیں تھے اور اس پر کئی دلائل ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'الذی ہرأکت حبین نقوم و تقلبک فی الساجدین' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوا، تاہم اس قدر پر یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعد ازاں نبی ﷺ کے تمام آباء مسلمین تھے اور اب قطعی طور پر یہ گناہ واجب ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کافروں میں سے نہیں تھے اور آزر آپ کا چچا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا



سکتا ہے کہ "و تطلبك في الساحدين" کے اور بھی کئی محال ہیں اور جب کہ ہر محمل کے متعلق ایک روایت وارد ہے اور ان میں پہلے کوئی شکات بھی نہیں ہے تو اس آیت کو ان تمام محال پر محمول کرنا واجب ہے اور جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں سے نہیں تھے۔ پھر ابراہیم رازی نے فرمایا سیدنا محمد ﷺ کے تمام آباء کے مشرک نہ ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں بیٹہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رموں کی طرف منتقل ہوا تاہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انما المشركون نجس" مشرک محض ناپاک ہیں پس واجب ہوا کہ آپ کے اجداد کرام سے کوئی شخص مشرک نہ ہو۔ امام رازی کا کلام ختم ہوا۔

تم امام رازی کی اہمیت اور جہالت پر غور کرو وہ اپنے زمانہ میں اہل سنت کے امام ہیں اور بدعتی فرقوں کا رد کرنے والے ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں مذہب ائمہ کے ناصر اور مدافع ہیں اور وہی چھٹی صدی ہجری میں ایسے عالم ہیں جو اس مسئلہ کے لیے بدعتی طور پر جھوٹے گئے ہیں اور میرے نزدیک امام محمد بن رازی کے مذہب کی تائید میں اور بھی دلائل ہیں۔

(الماہی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ فیصل آباد)

امام رازی نے یہ بحث اسرار المتبریل و انوار الکلیل ص ۳۳۲-۳۳۳ مطبوعہ بدلتو ۱۹۹۰ء میں کی ہے۔ یہ کتب مجھے بعد میں ملی ان شاء اللہ الشرح ص ۲۸ میں اس کتب سے امام رازی کی اصل عبارات پیش کر دی گئی ہیں۔

ابو یونس کریمین کے ایمان کی بحث میں حرف آخر یہ بات بھی غور دینی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا مسئلہ حدیث میں علماء پر مخفی رہا۔ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر منکشف کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صوفی ۵۴ ص ۵۴ لکھتے ہیں:

لیکن متاخرین علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباء و اہمال کا ایمان ثابت کیا ہے اس اثبات کے لیے انہوں نے تین طریقے اختیار کیے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ دوسرا یہ کہ ان حضرات کو دعوت اسلام نہ پہنچی بلکہ یہ حضرات زمانہ فرقت میں ہی انتقال کر چکے تھے ان کو حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ ملا۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کریمین کو خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے آپ کے دست تقدس پر دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ اپنی حد ذات میں ضعیف ہے لیکن حدود طریق سے اس کی حجج اور حسین کر دی گئی ہے اور یہ بات گویا حقائق سے پوشیدہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت متاخرین علماء پر کھول دی۔ "والله يعنص برحمته من يشاء" اس بارے میں رسائل تنقیف کیے اور دلائل سے اس مسئلہ کا اثبات فرمایا مخالفین کے شبہات کے جوابات دیے۔ ان دلائل اور جوابات کو اگر ہم نقل کیا جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ ان کے رسائل میں دیکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

(اشاعت الطلعات ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ مطبع نجف کربلا)

میں نے ابو یونس کریمین کے مسئلہ پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے جو گفتگو کی ہے اس سے بہت سے صحیح العقیدہ علماء بھی متنبہ ہو گئے تھے اس لیے میں نے چاہا کہ امام رازی کی تفسیر کبیر کی بحث کا جواب لکھوں اور یہ واضح کر دوں کہ امام رازی نے اس نظریہ سے رجوع فرمایا ہے اور یہی سلف صالحین اور علماء و مفسرین کی مثال ہے۔ آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور مجھے اپنی رضا اور اپنے حبیب اکرم ﷺ کی خوشنودی عطا فرمائے اس بحث کی مزید تفصیل کے لیے باقیہ ۹۹ کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

جنوں کی پرستش کا کھلی ہوئی گمراہی ہوتا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب ابراہیم نے اپنے (یعنی) باپ آذر سے کہا کیا تم جنوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ ہے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں جلا کر رکھا ہوں۔ (الانعام: ۷۷)

یعنی تمہاری عبادت کا طریقہ ہر صاحب عقل سلیم کے نزدیک کھلی ہوئی گمراہی اور جہالت ہے اور اس سے زیادہ واضح جہالت اور گمراہی کیا ہو گی کہ تم اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اتَّبِعُونِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ (الصفت: ۲۱-۲۰)

خود زائے ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔

اور یہ بات بالکل برسرہ ہیں 'تمہاری فریاد کو نہیں سنتے' نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں کسی نقصان سے بچا سکتے ہیں

قَالَ اتَّبِعُونِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ مَا لَا يَسْمَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۚ اُولَٰئِكَ لَكُمْ وِلَايَتُهُمْ لَئِنْ تَوَلَّوْا لَآتِيَنَّكُم مِّنْهُمْ فَهُمْ يُقْتَلُونَ (الانبیاء: ۶۷-۶۸)

ابراہیم نے کہا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہو؟ اور تمہارے جنوں پر ان کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو جس کا تم کچھ نہیں جانتے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ جنوں کی پرستش کا بطلان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ الْاٰثِمِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَئِنْ تَسَلَّمْتُمْ دُبُرًا تُوَلُّوْا وَتَنْتَحِبُوْا لَئِنْ تَسَلَّمْتُمْ الدُّبُرَ شَيْئًا لَا يَسْتَفِيْدُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الظَّلَالِ وَالْمُطَلَبُوْنَ (الحج: ۳۱)

وہ سب مل کر بھی ہرگز ایک کبھی کو نہیں بنا سکتے 'اور اگر کبھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے بچڑھائیں گے'

طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔

پھر ایسے کمزور کلام چار 'سب جس اور بے جان ترانیدہ چٹھوں کو اپنا خدا ماننا اور ان کی پرستش کرنا کھلی ہوئی گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی دکھائی اور اس لیے کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ (الانعام: ۷۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے ملکوت کا مصداق امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے سات آسمان کھل گئے 'حتیٰ کہ عرش بھی پھر انہوں نے ان کو دیکھ لیا اور ان کے لیے سات زمینیں کھل گئیں اور انہوں نے ان کو بھی دیکھ لیا۔

علاء بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان کے ملک کے لوہے اٹھایا گیا تو انہوں نے ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے دیکھا 'انہوں نے اس کے خلاف دعا کی 'وہ ہلاک ہو گیا' انہیں دوبارہ اٹھایا گیا 'انہوں نے پھر ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے دیکھا 'انہوں نے اس کے خلاف دعا کی 'وہ ہلاک ہو گیا' انہیں پھر اٹھایا گیا 'انہوں نے پھر ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے

دیکھا انہوں نے پھر اس کے خلاف دعا کی تو ان کو نہ ای گئی اے ابراہیم! تم سب بڑے ہو اور میرے اپنے بندہ کے ساتھ  
 عین محلات ہیں یا تو وہ مجھ سے توبہ کرے تو میں اس کی توبہ قبول فرمادوں گا یا میں اس سے نیک اولاد پیدا کر دوں گا یا بدکاری میں  
 اس کو ذلیل دوں گا اور پھر میں اس کو کچھ لوں گا۔ اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم حوالیہ ۳۲۷ھ نے شہر بن حوشب سے روایت کیا  
 ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۳۳۳)

قرآن بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عالم بادشاہ سے بھاگ کر ایک سرنگ میں  
 چھپ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق ان کی انگلیوں کے پھروں میں رکھ دیا۔ جب بھی وہ اپنی انگلی کو چمکتے تو ان کو رزق مل جاتا  
 جب وہ اس سرنگ سے باہر آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں کی حکومت دکھائی ان کو سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور  
 ایک عظیم مخلوق دکھائی اور ان کو زمین کی حکومت دکھائی تو ان کو پہاڑ، سمندر، دریا، درخت اور ہر قسم کے جانور اور ایک عظیم  
 مخلوق دکھائی۔

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ حکومت کی زیادہ بڑی تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان اور زمین کا ملک دکھایا اور جو چیزیں  
 انہیں پیدا کی گئی ہیں مثلاً سورج، چاند، ستارے اور جانور وغیرہ ان کے لیے تمام امور کے ظاہر اور باطن منکشف کر دیے۔  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تمام امور  
 کے ظاہر اور باطن منکشف کر دیے اور مخلوق کے اعمال میں سے کوئی عمل ان سے مخفی نہیں رہا اور جب وہ منکشف کرنے والوں پر  
 لعنت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے اور ان کو پہلی کیفیت پر لوٹا دیا۔ اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم  
 نے بھی روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۳۳۷)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی آپ سے  
 کسی نے کہا میں نے آج سے پہلے آپ کو زیادہ غش نہیں دیکھا آپ نے فرمایا ایسا کیوں نہ ہو۔ میرے پاس میرا رب  
 (خواب میں) نصیحت حسین صورت میں آیا۔ اس نے کہا اے محمدیہ! یہ غش میرے غش میں بٹھ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا تو  
 ہی خوب جانتا ہے! پھر اللہ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام  
 چیزوں کو جان لیا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: "و کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولینکون من الموقنین"

(اجل البیان ۷۲ ص ۳۳۳) سند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۳۱۱۷۰ طبع جدید دارالحدیث بیروت شام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی  
 سند صحیح ہے سند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۳۱۱۷۰ طبع دارالحدیث بیروت شام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے سند احمد ج ۸  
 رقم الحدیث ۳۱۱۷۰ طبع دارالحدیث بیروت شام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے سند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۳۱۱۷۰  
 اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام حکومت اور مخلوق دکھائی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر  
 برقرار رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی ہدایت دی ہے اس کی حقیقت کو جان لیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت  
 اور اپنی قوم کی گمراہی اور جہالت پر بصیرت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب ان پر رات کی تاریکی پھیل گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا انہوں نے کہا یہ میرا  
 رب ہے؟ پھر جب وہ ذوب کیا تو کہا میں ذوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا پھر جب انہوں نے جگمگا تاہوا چاند دیکھا تو کہا یہ میرا  
 رب ہے؟ پھر جب وہ (بھی) ذوب کیا تو کہا میرا رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا پھر

جب انہوں نے روشن آنکھ دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ یہ (من سب سے) بڑا ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میری قوم! میں من سب سے بڑا رہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (الانعام: ۷۸-۷۹)

ستارے، چاند اور سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنا

جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بہت چمک دار ستارہ دیکھا، انہوں نے اپنی قوم سے اشارہ استدلال میں فرمایا یہ میرا رب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول قوم کے سامنے سنارے کی ربوبیت کے انکار کی تمہید تھی اور ان کے خلاف جہت قائم کرنے کا مقدمہ تھا تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے من کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ وہ ان کے موافق ہیں۔ پھر مشاہدہ اور عقل سے اس قول کا رد فرمایا، چنانچہ جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا یہ کیا بات ہوئی؟ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ خدا وہ ہے جس کا تمام کائنات پر غلبہ ہے، وہ تمام دنیا کو ہر وقت دیکھنے والا ہے، ان کی باتوں کو سننے والا ہے، وہ کبھی کسی چیز سے غافل ہوتا ہے نہ غائب ہوتا ہے۔

ستارہ کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام چاند کی الوہیت کو باطل کرنے کے درپے ہوئے، جو ستارہ سے زیادہ روشن تھا اور اسی طرح انکار کی تمہید کے طور پر فرمایا یہ میرا رب ہے اور جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اپنی قوم کو سنانے کے لیے فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں خود گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول میں ان کی قوم پر تشریف ہے کہ وہ گمراہی کا شکار ہے مگر اس میں یہ حمید ہے کہ جس نے چاند کو خدا کا ستارہ بھی مگرا ہے اور اس میں یہ رہنمائی ہے کہ الوہیت کے حلق صحیح عقیدہ کی معرفت وحی الہی پر موقوف ہے۔

چاند کی خدائی کے عقیدہ کو باطل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، تمام سیاروں میں سب سے عظیم سیارہ سورج ہے۔ اس کی حرارت اس کی روشنی اور اس کا نفع سب سے زیادہ ہے۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے انکار کی تمہید کے طور پر فرمایا یہ میرا رب ہے، یہ تمام ستاروں اور سیاروں میں سب سے بڑا ہے۔ سو یہی سب کی بہ نسبت الوہیت کے زیادہ لائق ہے اور جب دیگر ستاروں کی طرح سورج بھی ان کے افق سے غروب ہو گیا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عقیدہ کی تصریح کی اور اپنی قوم کے شرک سے بیزاری کا اظہار کیا اور فرمایا اے میری قوم! میں من سب سے بڑا رہوں جن کو تم اپنا رب قرار دیتے ہو میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے کی طرف اپنا رخ کر چکا ہوں، میں ہر گمراہی کے عقیدہ سے منہ موڑ کر دین حنیف، دین حق اور دین توحید پر جہت قدم اور برقرار ہوں۔ میں ان مشرکوں کے گروہ سے نہیں ہوں، جو لفظ کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی پرستش کرتے ہیں۔ میں اس کی عبادت کرتا ہوں جو تمام کائنات کا خالق اس کا رب اور اس کا مٰلک ہے، جس کے بقدر قدرت میں ہر چیز ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو ”ہذا ربی“ کہنا شک کی بنا پر نہیں تھا

ابن استدلال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا یہ میرا رب ہے، یہ آپ نے بطور تحزیل فرمایا تھا کہ اگر بر سبیل فرض یہ ستارہ میرا رب ہو تو اس کا غروب ہو جانا اس کے رب ہونے کی تکذیب کرنا ہے اور یا پہلی استخفاف محذوف ہے جس کا آپ نے ذکر میں فرمایا کہ کہیں قوم بات اور استدلال مکمل ہونے سے پہلے ہی بدگمانہ جائے اس لیے آپ نے سوال کو دل میں رکھ کر فرمایا یہ میرا رب ہے، اور آپ کا فہم تھا کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ تو جہت میں اس لیے ضروری ہیں کہ نبی ایک آن کے لیے بھی حقیقت ستارہ کو اپنا رب نہیں کہہ سکتا اور نہ کبھی اسے اللہ تعالیٰ کی توحید میں تردد ہو سکتا ہے، نہ نبی پر ایمانی مومن اور نبی

ہو تا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلق قرآن مجید میں تصریح ہے کہ اپنی قوم کے ساتھ مانعہ کرنے سے پہلے بھی مومن تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ أَنبَاكَ إِنَّا إِبْرَاهِيمَ مُرْسَدًا مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبْنَيْهِ وَمَا هَذِهِ إِلَهاتُكَ الْأَشْنَابُ الَّتِي اتَّخَذْتُمُ لِلْهِمَا حَاكِمَاتُونَ ۝ (الانبیاء: ۵۷-۵۸)

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ تَمَّانَ اُمَّةً قَابِلًا لِّلْوَحْيِ فَاَنۢبَاكَ لَمۡ يَكُنۡ مِنَ الْمُشۡرِكِیۡنَ ۝ شَاكِرًا لِّأَنۡعُمَ بِرَحۡمَتِنَا ۝ وَهَذِهِ اِلٰهٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیۡمٍ ۝ (الاحقاف: ۲۰-۲۱)

استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا

ان آیات میں الوہیت اور اللہ تعالیٰ کی وحید کے اثبات کے لیے مانعہ کا ثبوت ہے اور یہ کہ دین حق کے اثبات اور اس کی نصرت کے لیے مانعہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ جو غروب یا غائب ہو جائے وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ خدا جسم نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر وہ جسم ہو تا تو کسی ایک اشیاء کے سامنے ہو تا تو دوسرے اشیاء سے غائب ہو تا نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا اصغلت مخلوق کامل نہیں ہو سکتا کیونکہ جو عمل حوادث ہو وہ خفیہ ہو گا اور خفیہ خدا نہیں ہو سکتا جس طرح غروب ہونے والا خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں بھی تغیر کا معنی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے بلکہ عقائد دلائل پر مبنی ہوتے ہیں ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استدلال کا کوئی قاعدہ نہ ہوتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے عقائد دلائل پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حلق کے احوال سے استدلال کیا جائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساتھ چاند اور سورج کے غروب ہونے سے یہ استدلال کیا کہ ڈوبنے والا اور خفیہ خدا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کی قوم نے ان سے بھڑکایا انہوں نے کہا تم مجھ سے اللہ کے حلق جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے ہدایت پر قرار دیا اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو سو انہوں نے اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے میرے رب کا علم میرے کو چھوڑ دے میں تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟ (الانعام: ۸۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مباحثہ

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم کو اپنے جوں سے ڈر دیا اور کہا اگر تم ہمارے خداؤں کی مخالفت کرتے رہے تو تم ہر صبح میں جلا ہو جاؤ گے یا تمہارے اعضاء خراب ہو جائیں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا تم مجھ سے اللہ کے حلق جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے ہدایت پر قرار دیا اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو سو انہوں نے اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے۔ (جامع البیان ج ۸ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں ان سے کہیے ڈر سکتا ہوں جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا ہے، بلکہ تم اللہ کے ساتھ ان

کو شرک پہننے سے نہیں ڈرتے جن کے حلقہ اللہ نے تم پر کوئی دلیل بتل نہیں کی۔ پس ہر دو فرق میں سے بے خوف ہونے کا کون زیادہ حقدار ہے؟ اگر تم علم رکھتے ہو۔ (الانعام: ۸۲)

یہ ایمہ ایم علیہ السلام کا اپنی قوم کو جواب ہے جب انہوں نے حضرت امیر ایم کو اپنے جوں سے ڈر لیا تھا کہ اگر تم نے ان کی خدمت کرنا نہ چھوڑی تو ہمیں کوئی آفت یا مصیبت پہنچے گی۔ حضرت امیر ایم علیہ السلام نے فرمایا میں ان جوں سے کیسے ڈروں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر مہلت کرتے ہو جو کسی کو نفع پہنچانے یا اس کو ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔ اگر وہ کسی چیز پر کچھ قادر ہوتے تو جس وقت میں نے ان کو کھانا سے بھوکے بھوکے کیا تھا اسی وقت میرا کچھ بگاڑ لیتے تو ان میں ان جوں سے کیسے ڈر سکتا ہوں جو کسی نفع اور نقصان پر قادر نہیں ہیں۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون مامون اور محفوظ ہے؟ جو اس کی مہلت کرتا ہے جس کی قدرت میں نفع اور ضرر پہنچانا ہے یا وہ جو اس کی مہلت کرتا ہے جو کسی نفع اور ضرر کا لگ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ علم کو نہیں ملایا، ان ہی کے لیے ہے خلی ہے اور وہی ہدایت پاتے ہیں۔ (الانعام: ۸۳)

اس مباحثہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض مفسرین نے کہا حضرت امیر ایم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان جو مباحثہ ہوا تھا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ سنایا ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وہی محفوظ رہے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ مہلت کی ہو اور اللہ تعالیٰ کی مہلت میں شرک کی آمیزش نہ کی ہو اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ حضرت امیر ایم علیہ السلام کی قوم کی طرف سے حضرت امیر ایم علیہ السلام کو جواب ہے جب انہوں نے فرمایا میں ہر دو فرق میں سے بے خوف ہونے کا کون زیادہ حقدار ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ علم کو نہیں ملایا تو وہی دنیا اور آخرت میں محفوظ اور مامون ہونے کے زیادہ حقدار ہیں لیکن پہلی تفسیر زیادہ صحیح ہے۔

اس آیت میں علم سے مراد شرک ہے کیونکہ علم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے مقام پر نہ رکھنا اور جو شخص غیر اللہ کی مہلت کرتا ہے وہ مہلت کو اس کے عمل میں نہیں رکھتا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "الذین امنوا ولم يطلبوا ایماہم بظلم" (الانعام: ۸۴) تو یہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر مت وشار ہوئی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایم میں سے ہر شخص اپنی جان پر کچھ نہ کچھ علم کرتا ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کا یہ معنی مراد نہیں ہے۔ کیا تم نے لقمان کا اپنے بیٹے کے حلقہ یہ قول نہیں سنا کہ علم عظیم ہے۔

(الحج: ۵۱) "وَمَنْ يَتْلُ الْقُرْآنَ فَلْيَسْمَعْ تِلْكَ آيَاتِ اللَّهِ تَنْزِيلًا" (الحج: ۲۳) "مَنْ يَتْلُ الْقُرْآنَ فَلْيَسْمَعْ تِلْكَ آيَاتِ اللَّهِ تَنْزِيلًا" (الحج: ۲۳) "مَنْ يَتْلُ الْقُرْآنَ فَلْيَسْمَعْ تِلْكَ آيَاتِ اللَّهِ تَنْزِيلًا" (الحج: ۲۳)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ

یہ حق ہماری وہ قوی دلیل جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی

نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ ۖ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۸۲﴾ وَهَبْنَا

ہم نے اس کو چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں، بیشک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے ۵ اور ہم نے ابراہیم کو

لَهُ اسْحَقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ

اسحاق (دینا) اور یعقوب (دینا) اعلیٰ، اور ہم نے سب کو ہدایت دی، اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی

وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ

اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور

وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۳﴾ وَذَكَرْنَا وَيْحَىٰ

ہارون (کہ ہدایت دی) اور ہم اسی طرح نبی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں ۵ اور ذکر کیا اور یہی

وَعِيسَىٰ وَالْيَاسَ ۚ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۸۴﴾ وَاسْمِعِيلَ ۚ وَالْيَسَعَ

اور عیسیٰ اور الیاس، یہ سب صالحین میں سے ہیں ۵ اور اسمعیل اور الیسع

وَيُوشَعَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۸۵﴾ وَمِن آبَائِهِم

اور یوشع اور لوط، اور ہم نے سب کو ان کے زمانہ کے تمام جہان والوں پر فضیلت دی ۵ اور ان کے باپوں کو

وَذُرِّيَّتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ

اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے جس کو (ہدایت دی) اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان سب کو صراط

مُسْتَقِيمٍ ﴿۸۶﴾ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِّنْ عِبَادِهِ ۚ

مستقیم کی ہدایت دی ۵ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَتْ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۷﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اور اگر وہ شریک کرتے تو ان کے کیے ہوئے نیک عمل خالی ہو جاتے ۵ یہ وہ لوگ ہیں جن کو

آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ۚ فَإِنْ يُكَفِّرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ

ہم نے کتاب اور حکم و نبوت عطا کر دی، پس اگر یہ ان کی بدولت کا انکار کرتے ہیں تو ان کی

وَكُنَّا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ

حرف نہیں، ہم نے ان چیزوں پر ایسی ذم کہ مقرر فرما دیا ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی چیزیں ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے

اللَّهُ فِي هُدَاهُمْ أَقْتَدِهٖ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا

ہدایت ہی ہے، اس آپ بھی ان کے طریقہ پر نہیں، آپ بھیجے کہ میں اس (جیلخ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا یہ زہر

## ذِكْرِي لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾

تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ بھی ہماری وہ قوی دلیل جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی، ہم جس کو

چاہے ہیں بلند درجہ عطا کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔ (الانعام ۸۳)

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دینے ہوئے ان تمام دلائل کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر اس سے پہلے آئوں

میں آچکا ہے۔ ان کی قوم کے کافروں نے کہا تھا کہ تم ہمارے بتوں کی مخالفت کرتے ہو اس لیے تمہیں ان کی مخالفت کی وجہ سے

کوئی اہمیت نہ ملے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے

ساتھ کسی ظلم کی آمیزش نہیں کی وہی لوگ ہر قسم کی آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ بہت سے مسلمان بھی آفت اور مصائب کا شکار رہتے ہیں۔ پھر یہ کہاں کی طرح صحیح ہو گا کہ

ایمان والے دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ آفت اور مصائب انسان کی اپنی

بعض بد اعمالیوں کے سبب سے لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا آتَاكُم مِّنْ فَضْلَةٍ فَيَسْأَلْكُمْ فِيهَا كِسْفَ

آيِلِكُمْ وَيَقُولُ لِقَوْمٍ كَثِيرٍ ﴿الشورى: ۳۳﴾

اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تو تمہارے اپنے کرتوتوں

کے سبب تمہیں پہنچی ہے اور بہت سی خطاؤں کو تو وہ عذاب کر

دیتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور اس آزمائش میں ان کی

استقامت اور ان کا ضبط اور صبر ان کے تقرب اور ان کے درجہ کی بلندی کا سبب بنتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو جو

بلند درجہ عطا فرمائے گا تو اس کی دلیل اور جہت کے طور پر آفت مصائب اور مشکلات میں ان کی استقامت اور ان کے صبر و

ضبط کو ظاہر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَحْسِبَ النَّاسَ أَن يَتَّقُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَ

هُمْ لَا يَفْعَلُونَ ﴿العنکبوت: ۲۴﴾

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ (مومن) ان کے اس

کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے مگر ہم ایمان لے آئے اور ان کو

آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا۔

دور ہم تم کو کچھ خوف اور ہموک اور مال اور جان اور

جلد سوم

۱

ضیاء القرآن



تَقُصُّ مِنَ الْأَمْثَالِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْمَعَارِيفِ وَتَقُصُّ  
الْغُيُوبَ ۚ الْيَوْمَ إِذَا أَصَابْتَهُمْ مُصِيبَةٌ  
قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَا لَآلِئُوهُ رَاجِعُونَ ۚ وَأَوَلَيْكَ  
عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأَوَلَيْكَ  
مِمَّنْ يَلْمِزُونَ (البقرة: ١٥٥-١٥٦)

پہلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور آپ مہر کرنے والوں کو خوش خبری سنانے جب ان لوگوں کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں، 'بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

انبیاء علیہم السلام علماء اور مومنین کے درجات کی بلندی

نیز اس آیت میں فرمایا ہے ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے من کے درجہ پر بلند کرتے ہیں۔ یہ درجہ اہل علم و حکمت اور نبوت کے درجہ میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَمَّا رَأَى الْمَلَائِكَةُ آيَاتِ رَبِّهِمْ قَالَ لِلَّهِ سُكُوتٌ كَبِيرٌ ۖ فَسُحِبَ إِلَىٰ رَبِّهِ فَأُقْبِلَ عَلَىٰ رَأْسِهِ فَأَنبَسَ لَهُ الْكَلِمَةُ وَأَقْبَلَ عَلَيْهِ وَجْهُهُ ۚ وَلَمَّا رَأَىٰ آيَاتِ رَبِّهِ كُنِيَ ۖ فَسُحِبَ إِلَىٰ رَبِّهِ فَأُقْبِلَ عَلَىٰ رَأْسِهِ فَأَنبَسَ لَهُ الْكَلِمَةُ وَأَقْبَلَ عَلَيْهِ وَجْهُهُ ۚ وَلَمَّا رَأَىٰ آيَاتِ رَبِّهِ كُنِيَ ۖ فَسُحِبَ إِلَىٰ رَبِّهِ فَأُقْبِلَ عَلَىٰ رَأْسِهِ فَأَنبَسَ لَهُ الْكَلِمَةُ وَأَقْبَلَ عَلَيْهِ وَجْهُهُ ۚ

رسولوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور علماء کے درجات کی پلندی کا بھی ذکر فرمایا ہے:

مَرَّعَ الْمَلَأَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا  
الْكِتَابَ قَدْ رَأَوْهُ (المجادله ۱۵)

تم میں سے جو لوگ کمال ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا  
اللہ ان کے درجہ بات بلند فرمائے گا۔

اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اجر و ثواب کے اقدار سے ان کے درجات بلند فرمائے گا اس آیت میں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کی قوت اور غلبہ کے اقدار سے دنیا میں بلند درجہ عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ابراہیم کو اعظم اور یعقوب عطا کیے اور ہم نے سب کو ہدایت دی۔ اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور نوح کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی) اور ہم اسی طرح ہیکل کرے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ (الانعام: ۸۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تسلسل

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنی نعمتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ نعمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے مقابلہ میں جنت اور دہلیز کے اعتبار سے عذاب اور سرخو گی کا اور دوسری نعمت یہ تھی کہ ان کے درجات بلند فرمائے اور تیسری نعمت یہ ہے کہ ان کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جسوٹ فرمایا جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت سارہ دونوں بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے ان کے پاس فرشتے آئے اور ان کو حضرت اسحق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی۔ اس بشارت سے حضرت سارہ کو بہت تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا

سارہ نے کہا اے القوس! کیا میں کچھ جنوں کی حلاکت میں  
 بوڑھی ہو چکی ہوں اور یہ میرے شوہر کا بھی بازو ہے جس میں ہے  
 شک یہ عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ اگر اللہ کے حکم سے

عَلَيْكُمْ اَهْلَ السِّتَةِ حَبِيبَةُ مُحَمَّدٍ ۝ جب کرتی ہو اسے ابراہیم کے اہل بیت 'تم پر اللہ کی رحمتیں  
(ہود: ۷۳-۷۴) اور برکتیں ہوں' بے شک وہی ہے تعریف کیا ہو پڑی بزرگی  
والا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اخی کے نبی ہونے کی بشارت دی:  
وَبَشِّرْنَاهُ بِاسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ اور ہم نے ابراہیم کو اخی کی نبی کی بشارت دی جو صالحین میں  
(الصفت: ۳) سے ہیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اخی کے بعد حضرت سارہ کو دال کے پوتے حضرت یعقوب کی بشارت دی:  
فَبَشِّرْنَاهُ بِاسْحَاقَ وَ يَسْحَاقَ ۝ اور ہم نے سارہ کو اخی کی بشارت دی اور اخی کے بعد  
(ہود: ۷۴) یعقوب کی۔  
حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل کو ذکر نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے حضرت اخی کا ذکر فرمایا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا  
ذکر نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے پوتے ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کا  
ظہور اول حضرت اخی کی پیدائش سے ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس جگہ انبیاء نبی اسرائیل کا ذکر کرنا مقصود ہے اور بنو  
اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت اخی اور حضرت یعقوب کی اولاد سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام  
کو نبوت اور رحمت سے نوازا تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت بڑی نعمت ہے، ان کے بعد اکرم نبی تھے۔ وہ خود بھی نبی  
تھے اور ان کی اولاد میں بھی انبیاء علیہم السلام ہیں۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون  
علیہم السلام یہ سب ان کی ذریت طیبہ ہے۔

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ (ال عمران: ۳۳) ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ من ذریتہ کی ضمیر حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے یا حضرت نوح کی طرف۔ اگر یہ  
ضمیر حضرت نوح کی طرف راجع ہو تو اس آیت کا معنی ہو گا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد، حضرت سلیمان،  
حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس ہیں اور  
اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر یہ ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہو تو یہ تمام انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کی اولاد قرار پائیں گے۔ اس اعتبار سے تو یہ مناسب ہے، کیونکہ اس کلام کا سابق و سابق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعمتوں کا  
بیان ہے اور یہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ یہ سارے انبیاء علیہم السلام ان کی اولاد ہیں، لیکن اس پر اعتراض ہے کہ  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صلی بیٹے نہیں ہیں، بلکہ وہ ان کی بیٹی حضرت مریم کے بیٹے ہیں اور دوسری  
بچہوں میں جا کر آپ کے نواسے ہونے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی اولاد کا اطلاق کس طرح درست ہوا؟ اس کا جواب یہ  
ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ ہم آیت ۸۵ کی تفسیر میں ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس یہ سب صالحین میں سے ہیں۔ (الانعام: ۸۵)

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ من ذریتہ کی ضمیر کاصحیح حضرت نوح ہیں یا حضرت ابراہیم۔

ابو ذکریا یحییٰ بن زیاد القراء المتوفی ۴۲۰ھ نے لکھا ہے یہ خیر حضرت نوح کی طرف رافع ہے۔ (معانی القرآن، ج ۳ ص ۳۳۲)  
نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ ابو الاسود سے روایت کرتے ہیں کہ حجاج نے یحییٰ بن یسوع کو بلا کر کہا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ حضرت حسن اور حضرت حسینؑ کی اولاد ہیں۔ کیا قرآن مجید میں اس پر کوئی دلیل ہے؟ میں نے اول سے آخر تک قرآن مجید پڑھا مجھے اس پر کوئی دلیل نہیں ملی یحییٰ بن یسوع نے کہا تم نے سورۃ الانعام کی یہ آیت نہیں پڑھی ومن ذرینہ الی قولہ وبیحسی و عیسٰی اس نے کہا کیوں نہیں انہوں نے کہا کیا حضرت یسعیؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد نہیں ہیں، حالانکہ ابن کا کوئی باپ نہیں ہے۔ حجاج نے کہا آپ نے سچ کلمہ

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۳ ص ۳۳۵، مطبوعہ نزار صفطی، ریاض ۱۳۱۷ھ)  
ابو اسحق ابراہیم الثعالی المتوفی ۳۷۷ھ نے لکھا ہے 'جائز ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں۔

(معانی القرآن و اعرابہ، ملا جلال، ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ عالم الکتاب، بیروت ۱۳۰۸ھ)  
قاضی عبدالرحمن بن غالب بن علیہ اندلسی متوفی ۵۵۶ھ لکھتے ہیں:

زہاج نے کہا ہے کہ من ذرینہ کی خیر کا ابراہیم کی طرف ہونا بھی جائز ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ ابن انبیاء میں حضرت لوط علیہ السلام کا بھی ذکر ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ ان کے بھتیجے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے بھائی ہیں اور جو شخص ہاموں پر باپ کا اطلاق کرتا ہے وہ اس آیت سے استدلال کرتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ خیر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف لوطی ہے اور یہ بہت مناسب ہے۔

(الحرر الوجیز، ج ۶ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ تھامہ، مکہ مکرمہ)  
امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ہاموں بھی والد ہے اور چچا بھی والد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی ان کے ہاموں کی طرف نسبت کی ہے اور فرمایا "ومن ذرینہ" (الی قولہ) و زکریا و یحییٰ و عیسٰی و الیاس کل من الصالحین۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۳ ص ۳۳۶، مطبوعہ مکتبہ نزار صفطی، ریاض ۱۳۱۷ھ)  
نواسوں کو اولاد میں شمار کرنے کے متعلق ذہاب فقہاء  
علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ یہ مذکور انبیاء علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں تو اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ اس آیت میں حضرت یونس اور حضرت لوط علیہما السلام کا ذکر بھی کیا گیا اور وہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں، حضرت لوط ان کے بھتیجے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے بھائی تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ تمام انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی طرف منسوب ہیں، اگرچہ ان میں بعض انبیاء ایسے ہیں جو بنی اور باپ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے نہیں ہیں، کیونکہ حضرت لوط، حضرت ابراہیم کے بھائی کے بیٹے ہیں اور عرب چچا کو باپ کہتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے نقل فرمایا ہے، انہوں نے کہا

تَعَمَّدُوا لَهَاكَ وَاللَّهُ ابْنُكَ رَبُّنَا وَابْنُكُمْ وَ ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ



رسول اللہ ﷺ نے یہ حصص قربات وادوں میں سے بچا کر دیئے، مومن کو نہیں دیئے، اسی طرح عرف میں بیٹوں کی اولاد ان کے بھائی کی طرف منسوب نہیں کی جاتی اور شجرہ نسب میں وہ بھائی کے ساتھ نہیں لگتی۔

(الجامع لاحکام القرآن ۷: ۷۲، ص ۳۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

بچی کی اولاد پر اولاد کے اطلاق اور اولاد میں اس کے داخل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ حَاكَمَكَ فَيَمْوِيَنَّ إِلَىٰ مَن تَعَمَّدَا حَاكَمَ ۚ إِنَّكَ عَلَيْنَا لَلْأَعْيُنُ ۚ قُلْ تَعَالَوْا تَدْعُوا آبَاءَنَا وَابْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا ۚ إِنَّكُمْ عَلَيْنَا لَأَعْيُنُونَ ۚ فَلْتَمَثَّلُوا لَمْ يُغْنِ عَنْكُمْ آلُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ شَيْئًا ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (آل عمران: ۶۸)

پھر اسے رسول کریم (ا) آپ کے پاس دتی آئے کے بعد بھی جو لوگ حضرت عیسیٰ کے حلقہ بحث کریں تو آپ (ان سے) کس آقا ہم اپنے بیٹوں کو بلا لیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے آپ کو اور تم اپنے آپ کو پھر ہم ماجری کے ساتھ اللہ سے دعا کریں اور ہم لوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

اطلاق میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بیٹوں کے لیے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلا لیا تھا اس سے واضح ہوا کہ نبی کی اولاد بھی اولاد میں داخل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام سعید بن منصور، امام عبد بن حمید، امام ابن جریر اور امام ابو نعیم جیسے روایت کرتے ہیں کہ اہل نبوان یہ ساتوں کی ایک بڑی قوم تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے حلقہ ایک عظیم ہات کی اور وہ نبی ﷺ سے اس مسئلہ میں بحث کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مہلکہ کرنے کا حکم دیا۔ صبح کو نبی ﷺ حریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں تو انہوں نے مہلکہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر رضامندی کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے سب نے بشارت دی تھی حتیٰ کہ وہ دشمن پریشے ہوئے پرندوں نے بھی کہ اگر یہ مہلکہ کرتے تو تمام اہل نبوان ہلاک ہو جاتے۔

امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن المنذر، امام حاکم اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں، حضرت سعد بن ابی وقاص جرحی سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قل تعالوا ندع ابنا وانا ابناکم" تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلا لیا اور فرمایا اے اللہ ایہ سب میرے اہل بیت ہیں۔

(در مشورہ ۳: ۲۳۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ سید محمود اکوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی کی اولاد کو بیٹا کہنا یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اور ہمارے اصحاب فقہاء اختلاف کے اس مسئلہ میں مختلف فتوے ہیں اور میرا عقین یہ ہے کہ نبی کی اولاد اولاد میں داخل ہے۔

(روح المعانی ۷: ۴۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت الیاس کاتب اور ان کا مصداق

حضرت الیاس علیہ السلام کے نب اور ان کے مصداق میں اختلاف ہے۔ امام ابن جریر حنفی ۳۲۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود جرحی نے فرمایا اور الیاس ہیں اور اسرائیل بیٹوب ہیں۔

اور اہل انساب نے یہ کہا ہے کہ اوریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے چہ (دوا) ہیں۔ وہب بن منبہ سے اسی طرح مروی ہے، کیونکہ اس آیت میں حضرت الیاس کو حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت قرار دیا ہے تو پھر وہ حضرت اوریس کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ حضرت اوریس علیہ السلام تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں، اس لیے اہل انساب کا قول صحیح ہے۔

(جامع البیان ۷ ج ۲ ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۴۷ھ نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت اوریس ہیں۔ (تخیر الامام ابن ابی حاتم ۳ ج ۳ ص ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ نزار حنفی، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے یہ وہم کیا ہے کہ المسیح ہی الیاس ہیں، علانکہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا ایک الگ ذکر کیا ہے۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ حضرت المسیح حضرت الیاس کے شاگرد ہیں اور یہ دونوں حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام سے پہلے گزرے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت اوریس ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت اوریس حضرت نوح کے دادا ہیں اور حضرت الیاس ان کی اولاد میں سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت خضر ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں، بلکہ حضرت المسیح حضرت خضر ہیں۔

(جامع البیان ۷ ج ۲ ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود اکوی متوفی ۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسماعیل نے حضرت الیاس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے: الیاس بن یس بن فہص بن امیر بن ہارون۔ یہ وہ ہارون ہیں جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہم السلام کے بھائی ہیں۔ قصی نے نقل کیا ہے کہ حضرت الیاس حضرت یوشع کے نواسے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت اسماعیل کے نواسے ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے کہا وہ اوریس ہیں، اور امام ابن اسماعیل نے حضرت اوریس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے: اوریس بن یزید بن صہیل بن انوش بن قینان بن شیبہ بن آدم اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت نوح اور حضرت اوریس کے درمیان ایک بڑا فاصلہ ہے۔ (روح البانی ۷ ج ۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسماعیل اور المسیح اور یونس اور لوط اور ہم نے سب کو (ان کے زمانہ کے) تمام جہنم والوں پر فضیلت دی اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے ان کو جن لیا اور ان سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دی (الانعام ۸۷-۸۶)

علامہ قرطبی نے وہب بن منبہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت المسیح حضرت الیاس کے صاحب تھے اور یہ دونوں حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام سے پہلے گزرے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ایک نوع کی مناسبت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے چار نبیوں کا ذکر فرمایا اور وہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسمعیل اور حضرت یعقوب علیہم السلام ہیں۔ پھر ان کی اولاد میں سے چودہ نبیوں کا ذکر فرمایا اور وہ یہ ہیں: حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ذکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت المسیح، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام اور یہ کل اٹھارہ نبیوں کا ذکر ہے۔

جب متعدد شخصیات کا ذکر ہو تو ان کے درمیان ترتیب یا توثیق و وقت کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یا افضل اور شرف کے اعتبار سے ترتیب ہوتی ہے۔ امام راہزی نے یہی ترتیب کی ایک اور وجہ بیان کی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حصول ہے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا پہلے ذکر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک، سلطنت اور قدرت کی عظیم نعمت عطا فرمائی تھی۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا 'انہیں مصائب میں مبتلا کر دیا اور آزمائش میں ثابت قدم رہنے کی بہت بڑی نعمت عطا فرمائی تھی اور ان کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر فرمایا 'وہ ان دونوں نعمتوں کے جامع ہیں۔ پہلے انہوں نے سخت مصائب برداشت کیے 'پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک اور سلطنت سے نوازا۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام پر نعمتوں کا وہ سراسر سلسلہ ہے۔ وہ ان کے عزت و کثرت کی نعمت اور ان کے دلائل اور براہین کی کثرت ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو یہ نعمت پوری طرح حاصل تھی۔ لہذا ان کا ذکر فرمایا 'اس کے علاوہ نعمت کی ایک قسم ہے دنیا سے ترک تعلق کر کے زاہدانہ زندگی گزارنا اور حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس اس نعمت کے حامل ہیں 'اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو صالحین کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ایک وہ نوع ہے جن کے دنیا میں بیرونی باقی نہیں رہے اور وہ یہ ہیں۔ حضرت اسماعیل، حضرت اسمع، حضرت یونس اور حضرت نوح علیہم السلام ان انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں یہ ایک عمدہ مناسبت ہے جس کو امام راہزی نے مستحب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے 'ہم نے ان کو ہدایت دی' اس کا معنی ہے ہم نے ان کو جنت کے راستوں کی طرف ہدایت دی 'یا اس کا معنی ہے ہم نے ان کو احکام شریعہ پر عمل کرنے اور محاسن اخلاق کو حاصل کرنے کی ہدایت دی۔

انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے اور ہم نے ان (سب) انبیاء کو تمام جنات والوں پر فضیلت دی اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں کیونکہ عالم کائنات اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود کو شغل ہے اور ملائکہ بھی عالمین میں داخل ہیں۔ سو اس آیت کا مقناضیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں اور اس پر دو سری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور حکمت کا مقناضیہ ہے کہ ادنیٰ کو اپنی کے لیے سجدہ کا حکم دیا جائے اور تعمیری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام جنات کے اسما کی تعلیم دی اور پھر فرشتوں سے ان چیزوں کے متعلق سوال فرمایا اور جب وہ ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا آپ ان چیزوں کے نام بتائیں اور جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ سورہ بقرہ ۳۳-۳۴ میں یہ واقعہ مذکور ہے اور اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی فرشتوں سے افضل ہوتا ہے 'اور جو حتمی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں شہوت اور غضب کو رکھا ہے جو علی اور علیٰ علیہ السلام کے حصول سے مانع ہیں 'پھر اس میں نجی خفاگی اور تمدنی ضروریات اور حاجات رکھی ہیں اور کمزوریاں اور بیماریاں رکھی ہیں جو فضائل اور محاسن کے حصول سے مانع ہوتی ہیں اور فرشتوں کے اندر ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ہر وقت 'شیخ' طہیل اور عہدیت کرتے ہیں اور ان کے لیے کوئی چیز مانع اور مائل نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مشاغل، صوارف اور سوانح کے باوجود معرفت الہی اور عبادات میں مکمل حاصل کرنا زیادہ اظہار اور فضیلت کا موجب ہے۔ اس لیے عام اور خاص ملائکہ سے انبیاء علیہم السلام افضل ہیں اور عام ملائکہ سے کامل مسلمان اور عہدیت گزار مومنین افضل ہیں 'لیکن وہ خاص ملائکہ جیسی رسل ملائکہ سے افضل نہیں ہیں 'بلکہ رسل ملائکہ ان سے افضل ہیں اور رسل انبیاء اور کفار سے عام ملائکہ بھی افضل ہیں۔

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام اولیاء سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو اعلیٰ ترین پر فضیلت دی ہے اور اعلیٰ ترین میں اولیاء کرام بھی داخل ہیں۔

پہ ظاہر اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام ہمارے نبی سیدنا محمد چچر سے بھی افضل ہوں کیونکہ اس میں فرمایا ہے ہم نے ان (سب) کو اعلیٰ ترین پر فضیلت دی ہے اور اعلیٰ ترین میں ہمارے نبی بھی داخل ہیں۔ اس لیے مفسرین نے اس آیت میں یہ قید لگائی ہے کہ ان سب کو اپنے اپنے درجات میں تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے ان کے علاوہ قرآن مجید میں سات انبیاء علیہم السلام کا اور ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں: حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان آیتوں میں اس پر دلیل ہے کہ جس رسول نے سب سے پہلے حلال اور حرام اور دیگر شرعی احکام بیان کیے وہ حضرت روح علیہ السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے لیے ہونے تک اہل ضلالت ہو جاتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتب اور حکم شریف اور نبوت عطا کی تھی۔ پس اگر یہ لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں (تو کوئی حرج نہیں) ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر فرمادیا ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں ہے۔ (الانعام: ۸۸-۸۹)

اللہ کی ہدایت

یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ اس سے مراد وہ ہدایت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل علیہم السلام کو ہدایت دی ہے اور ان کو دین حق کے ساتھ متصف ہونے کی توفیق دی ہے جس کے سبب سے انہوں نے دنیا اور آخرت کی عزت اور کرامت کو حاصل کیا اور اللہ کی ہدایت کا معنی ہے اللہ کی توحید کا اقرار کرنا ہر قسم کے شرک سے و انما تجتنب رہنا اور انفرادی کے ساتھ اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنا۔ پھر فرمایا: فرض محال اگر ان نبیوں اور رسولوں نے بھی شرک کیا تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کی تہذیب کے ساتھ کسی نیک عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے لیے تشریح ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ اگر انہوں نے باطل پر شرک کیا تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے تو ان کی امتیں کس گنہگار میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ وہ انبیاء ہیں جن کو ہم نے کتابیں دی ہیں ان کتابوں سے مراد حضرت ابراہیم کے چھپنے ہیں اور حضرت موسیٰ کی تورات ہے، حضرت داؤد کی زبور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی انجیل ہے اور حکم سے مراد ہے کتاب اللہ میں مذکور احکام کی قسم اور معرفت اور نبوت کا معنی ہے اللہ کی طرف سے غیب کی خبریں اور احکام شریعہ حاصل کر کے بندوں تک پہنچانے۔

پھر فرمایا اگر ان لوگوں نے میری کتب کی ان آیات کا کفر اور انکار کیا تو میں نے ان آیات پر ایمان لانے کے لیے ایسی قوم کو مقرر کیا ہے جو اس کا انکار نہیں کریں گے۔ ان جہنم کے لوگوں کو ہم نے فرمایا کہ ان آیات کے لیے عذاب ہے اور حکم سے مراد ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اہل مدینہ رسول اللہ چچر کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے اہل ایمان کے لیے مدینہ میں جگہ بنا چکے تھے۔

قرآن نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اگر قریش نے اہل نبی آیات کی تکذیب کی (تو کیا نقصان ہے) ہم نے اس سے پہلے



فشار و غم جوں کا ذکر کیا ہے جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں۔ امام ابن جریر نے اسی تفسیر کو راجع قرار دیا ہے۔

(جامع البيان ٢: ٢٣٥-٢٣٦، مطبوعه دار الفكر بيروت ١٣١٥هـ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے جہنم دے دی ہے سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔ آپ کہتے ہیں اس (تبیخ اسلام) پر تم سے کوئی مسلمان طلب نہیں کرتا یہ تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ (الانعام: ۱۹۰)

نبی کریم ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا

پھر کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہوتا

اس آیت کا معنی ہے اے رسولِ کریم! ان نبیوں اور رسولوں نے جو عمل کیا ہے آپ اس کے مطابق عمل کریں اور جس منہاج پر یہ چلتے رہے ہیں اس منہاج پر چلیں اور ہماری مدد ہوگی چاہے اور توفیق کے مطابق جس طرح انہوں نے زندگی گزار لی ہے آپ اس طرح زندگی گزاریں اور ان تمام نبیوں اور رسولوں کے جس قدر محاسن اور خوبییں ہیں آپ وہ سب اپنے اندر جمع کر لیں۔ اس آیت میں فیما بین عظیم منقبت ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں میں جو خوبیاں اور کمالات الگ الگ اور متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ سب کمالات آپ کی ذات میں جمع ہو گئے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام مالک بن انس ابھی متوفی ۱۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔

۱۷۷۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ حسن اخلاق کو کھل کر دوں۔

(الوطاء رقم المحدث: ١٦٤٤) مذكورة رقم المحدث ٥٠٦٤ (٥٠٦٦)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۵۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں صالح و فاضل کو مکمل کروں۔

[illegible]

امام احمد بن عمر حنبل بزار متوفی ۲۴۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے صرف مکالمہ اخلاق کو پورا کر کے لیے بھیجا گیا ہے۔

مسند البریل، ج ۳، رقم الحدیث ۶۳۷۰، المصحح الاوسط، ج ۷، رقم الحدیث ۶۹۸، عطار البیہقی نے کہا: امام بزار کی سند صحیح ہے، مجمع  
فرداؤ، ج ۵، ص ۵۸، غریب کی روایت میں ایک راوی ضعیف ہے، کرم المستشرق، رقم الحدیث ۱۶۸۸

امام فخر الدین محمد بن ضیاء اللہ بن عمر رازی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

علاء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول مجید تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ صفات کمال اور فاضل شرف میں میں متفق ہیں۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام فوت پرست عکس کرتے آئے تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام آزمائشوں پر مستحکم کرنے والے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام صبر اور شکر کے جامع تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قوی شریعت کے بانی اور غالب معجزات کے حامل تھے اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام زبور میں رائج قدم رکھتے تھے۔ حضرت اسماعیل پر صدق ملک تھا اور حضرت یونس اللہ

کی بارگاہ میں بہت گڑبگڑا کر دیا کرنے والے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء علیہم السلام کا میل ذکر فرمایا ہے ان میں سے ہر ایک پر شرف اور فضیلت کی کوئی نہ کوئی صفت غالب تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ ان تمام انبیاء کی ابتداء کریں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو یہ حکم دیا کہ عیون اور لطائف کی کل صفات جو ان تمام انبیاء علیہم السلام میں متفق طور پر پائی جاتی ہیں، آپ تمام صفات سے متصف ہو جائیں اور خصائل رفیعہ اور شائستہ جملہ کو اپنی ذات میں جمع کر لیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا تو یہ محل ہے کہ آپ ان صفات کمال کے حصول میں کوئی کوتاہی کریں۔ پس حاجت ہو کہ شرف اور فضیلت کی یہ تمام صفات آپ کی ذات میں جمع ہو گئیں اور جو کمال تمام انبیاء علیہم السلام میں متفق تھے وہ سب آپ کی ذات مبارکہ میں جمع ہو گئے۔ لہذا یہ کتنا واجب ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج ۳، ص ۷۵، مطبوعہ مصر)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہنے میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی معذرتہ طلب نہیں کرتا اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء سابقین علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ دین کو پھیلانے اور شریعت کی تبلیغ کرنے پر اجر اور معذرتہ کا مطالبہ نہیں کرتے تھے تو آپ نے بھی ان کے طریقہ کی پیروی کی اور فرمایا میں دین کے پھیلانے کے عوض تم سے کسی معذرتہ کا مطالبہ نہیں کرتا اور یہ قرآن تو تمام جان وادوں کے لیے نصیحت ہے، یعنی تمام انسانوں کو اپنی دنیا اور آخرت کی صلاح اور فلاح کے لیے جن امور کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تمام دنیا کے انسانوں کی طرف مبعوث ہیں نہ کہ کسی ایک قوم کی طرف۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنَ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی حمد کرنے کا حق تھا۔ جب انہوں نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں

کيا، آپ کہیے پھر اس کتاب کو جس نے نازل کیا جس کو موسیٰ دے گئے تھے، وہ لوگوں کے لیے نور اور

لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَ

برائیت تھی، تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنائے، تم ان کا کلام کرتے ہو اور ان میں سے اکثر مٹ کر چھپا لیتے ہو اور

عَلِمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ

نہیں دوسرے وہ دیا گیا جس کو تم جانتے تھے اور تم جانتے ہو باپ دادا، آپ کہیے اللہ ہی نے اس کتاب کو نازل کیا ہے (پھر ان کو ان

فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ۚ وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ

کی کتاب میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیں ۝ یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے یہ برکت والا ہے یہ ان واسطوں کا کتاب ہے

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ

کی تصریح کرنے والے ہیں کہ ہر اس سے پہلے نازل ہوئی ہی تاکہ آپ محمد و آلہ اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو مذہب سے اگلیں اور ان

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۹۲﴾

لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے اور اس کتب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ○

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اندر پر بتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے

وَلَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ

وہاں کہ اس کی طرف ہرگز وحی نہیں کی گئی اور جو یہ کہے کہ میں مغرب ایسی چیز نازل کروں گا جیسا اندر نے نازل

اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ

کی ہے، اور (اے مخاطب!) کاش تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے

بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرَجُوا أَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ

ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذات والے عذاب کی سزا

الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ

دی جانے کی بیرون کرتے اندر پر ناحق بتان فراموش تھے اور تم اس کی آیتوں پر ایمان لائے، سے

آيَتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ

تکبر کرتے تھے اور جب تم مجھے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَىٰ بَعْدَكُمْ

تمہارا پیدا کیا تھا اور جو کہہ ہم نے تمہیں کیا سادہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان

شُفَعَاءَ كَمَا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ

سفارشیں کہہ رہے ہیں دیکھ سب سے بہتر کے شیعوں تم پر گھنڈ کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں تمہارے

# بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۹۳﴾

شریک ہیں، لیکن تمہارا ایمان حق ٹھٹھا گیا اور جن پر تم گمراہ کرتے تھے وہ تم سے جلتے رہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کی قدرت کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کمانڈے کی بشر پر کچھ ٹائل نہیں کی۔ آپ کہتے ہیں اس کتاب کو کس نے ٹائل کیا جس کو سوئی لائے تھے؟ وہ لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی، تم نے اس کے الگ الگ کافہ بنالے، تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو، اور جنہیں وہ علم دیا گیا ہے جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا، آپ کہتے: اللہ (ہی) نے اس کتاب کو ٹائل کیا ہے (پھر ان کو ان کی کج بخشی میں کھینچنے کے لیے چھوڑ دیں۔ (الانعام: ۹۳)

مناسبت اور شان نزول

قرآن مجید کا موضوع توحید اور رسالت اور آخرت کو ثابت کرنا ہے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان کردہ دلائل توحید کو نقل فرمایا پھر ان کو مزید مستحکم فرمایا اور اب اللہ تعالیٰ نے رسالت کے اثبات کے لیے دلائل کو ذکر فرمایا۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق ٹائل ہوئی ہے یا مشرکین کے متعلق ٹائل ہوئی ہے۔ یہودیوں کے متعلق ٹائل ہونے پر یہ قریب ہے کہ نبوت اور رسالت کے یہود متفق تھے اس لیے اس آیت میں جو معارفہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی بشر کوئی چیز ٹائل نہیں ہوتی تو توحید موسیٰ پر قرابت کیسے ٹائل ہوئی؟ یہ معارفہ صرف یہود پر ہی جہت ہو سکتا ہے، مشرکین تو نبوت اور رسالت کے متفق نہیں تھے۔ تاہم اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ بعض مشرکین اہل کتاب سے سن کر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی رسالت کے متفق تھے، وہ صرف بدنامی پھیلنے کی رسالت ماننے سے انکار کرتے تھے اور مشرکین کے متعلق اس آیت کے نزول پر یہ قریب ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور پوری سورت یکبارگی ٹائل ہوئی ہے اور یہود سے نبی پھیلنے کے متعلق مدینہ منورہ میں ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ آیت مشرکین ہی سے متعلق ہے، لیکن اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ ایک آیت مدینہ منورہ میں ٹائل ہوئی تھی اور نبی پھیلنے نے اس آیت کو اس سورت میں رکھوا دیا اور روایات دونوں کے متعلق ہیں۔

اہم ابن جریر حنفی ۳۱۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ مالک بن صفین نام کا ایک یہودی نبی پھیلنے کے ساتھ بحث کر رہا تھا۔ نبی پھیلنے نے فرمایا میں جنہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر قرأت کو ٹائل کیا ہے۔ کیا تم نے قرأت میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب سے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب سے غضب ناک ہو گیا اس نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر کوئی چیز ٹائل نہیں کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ٹائل فرمائی۔ (جامع البیہقن، ۷۷: ۷۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۵ھ) اور مشرکین کے متعلق یہ روایت ہے:

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ مشرکین قریش نے یہ کہا تھا کہ اللہ نے کسی بشر کوئی چیز ٹائل نہیں کی تو اللہ نے اس کے رد میں یہ آیت ٹائل کی۔ (جامع البیہقن، ۷۷: ۷۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۵ھ)

اس آیت کا آخری حصہ جس میں یہ مذکور ہے تم نے اس کے الگ کافہ بنالے، تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر

حصہ کو چھاپتے ہو یہ اس روایت کو مسترد کرتا ہے 'کیونکہ تورات میں تحریف کرنا ہر ملحد یودیوں کا کام تھا۔ مشرکین کا کام نہیں تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ آیت یود کے متعلق نازل ہوئی ہے۔  
تورات میں تحریف کے متعلق امام رازی کا موقف اور بحث و نظر  
امام محمد بن محمد بن عمر رازی متوفی ۳۷۶ھ لکھتے ہیں۔

اس آیت میں تورات کو نور اور ہدایت فرمایا ہے اور یہی نور سے مراد نور معنوی ہے اور ہدایت بھی نور معنوی ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ پہلی جگہ نور سے مراد اس کا کافی نسخہ ظاہر ہوتا ہے اور دوسری جگہ اس سے مراد دوسروں کے لیے منظر ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا تم نے اس کے الگ الگ کلمہ بنائے تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھاپتے ہو اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر کتاب کو کلموں میں محفوظ کیا جاتا ہے تو اگر یود نے تورات کو کلموں میں محفوظ کر لیا تھا تو ان کی نہ مت کس وجہ سے کی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی نہ مت کلموں میں محفوظ کرنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کتاب کے دو حصے کر دیئے تھے۔ ایک حصہ لوگوں پر ظاہر کرتے تھے اور اس کا اکثر حصہ چھپا لیتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یود تورات کو چھپانے پر کیونکر قادر تھے؟ جبکہ وہ مشرق اور مغرب میں پھیل چکی تھی اور بہت سے لوگوں نے اس کو حفظ کر لیا تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر اب کوئی شخص قرآن مجید سے کچھ آیتوں کو چھپا چاہے تو اس پر قادر نہیں ہو سکے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تورات میں تحریف کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے تورات کی آیات کی من گھڑت اور باطل تفسیر کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ سیدنا محمد پیغمبر کے متعلق تو تورات میں بہت کم آیات تھیں اگر آیات کو چھپانے سے مراد ان کا صحیح مطلب چھپا اور ان میں باطل تخیل کرنا ہے تو ائمہ حقانی نے یہ کیسے فرمایا ہے کہ تم اس میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یود بعض احکام کی آیات میں بھی باطل تخیل کرتے تھے۔ مثلاً جہم کی آیت کی باطل تخیل کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطبوعہ مصر)

یہ امام رازی کی تقریر ہے لیکن اس پر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سیدنا محمد پیغمبر کے متعلق اور جہم کے متعلق مل کر بھی آیات بہت گھٹیل ہیں جبکہ قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ تم اس کا اکثر حصہ چھپا لیتے ہو۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ یودی تورات میں لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی تحریف بھی کرتے تھے اور امام رازی کا اس کو قرآن مجید پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی دور میں بھی تورات کی اشاعت قرآن مجید کی طرح نہیں ہوئی اور نہ اس کے قرآن مجید کی طرح حافظ ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید سے کسی آیت کا چھاپنا ممکن نہیں ہے اور تورات سے کچھ چھاپنا یا کچھ دشوار نہ تھا خصوصاً جس زمانہ میں قرآن کریم نازل ہوا یا اس سے پہلے کیونکہ اس وقت شہر اشاعت کے استاذ ذرائع اور دوا سالک نہ تھے اور یودیوں کی تعداد اس وقت بھی دنیائیں بہت کم تھی اور وہ شرق و غرب میں پھیلے ہوئے نہ تھے اس لیے قرآن مجید کے الفاظ کو بلا وجہ ان کے ظاہری اور حقیقی معنی سے ہٹانا اور آیات کے چھپانے کو باطل تخیل پر محمول کرنا ہماری رائے میں درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آیت مذکورہ کا مفسوخ نہ ہونا

اس کے بعد فرمایا آپ کہئے "تمہ" اس کا معنی یہ ہے کہ عقل سلیم یہ شہادت دیتی ہے کہ جو کتاب ہدایت اور نور ہے اور

جس کی تہذیب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے قوی معجزات لے کر آئے ہوں اس کو نازل کرنے والا اللہ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ اور یہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص وجود پاری پر استدلال کرتے ہوئے کہ وہ کون ہے جو موجود میں جان والا ہے؟ وہ کون ہے جو لامتناہی کے بعد علم پر کار ہے؟ وہ کون ہے جس نے آسمان کے ڈھیلے میں چٹائی رکھی؟ وہ کون ہے جس نے آسمان کے سوراخ میں سماعت رکھی؟ پھر وہ کہنے والا خود کہے: اللہ مگر اس سے حضور یہ ہے کہ جب کلام یہاں تک پہنچے گا تو ہر صاحب عقل اعتراف کرے گا کہ اس فعل کا قائل اللہ ہی ہے اور اخیر میں فرمایا پھر ان کو ان کی کجی میں پھیلنے کے لیے چھوڑ دیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نے ان کے خلاف جہت پوری کر دی اور ان کے تمام شکوک و شبہات کو زائل کر دیا اور ان کو عذاب خداوندی سے ڈرا چکے تو آپ اپنی ذمہ داری پوری کر چکے اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَبَايَضُ آعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَبِيبًا إِلَّا لِيُذَكِّرَ الْأَلَمَ (الشوریٰ ۳۸) نہیں سمجھا آپ کا کام تو صرف بشارت دینا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت 'آیت قیل سے منسوخ ہے۔ یہ قول بید ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر ان کو ان کی کجی میں چھوڑ دیں یہ ارشاد بطور تہذیب ہے اور یہ حصول قیل کے معنی میں ہے لہذا اس آیت کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قدر ناشناسی

اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ اہم رازی نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ یہود نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا اور جس نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا اس نے رسولوں کے پیچھے جس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پر طعن کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے جہالت ہے اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کرنے کا۔

انفصاح نے کہا اس آیت کا معنی ہے انہوں نے اللہ کی کماحقہ معرفت حاصل نہیں کی اور حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کماحقہ تعظیم نہیں کی۔ ہذا یہ دور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بخندری اور ان کی تعظیم نہ کرنے کا دور ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض واعظین اولیاء اللہ کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھا دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نبی تھے جیسے کہ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سولہ میں بیان کیا ہے۔ 'ملاک حقیق' یہ ہے کہ حضرت حضور علیہ السلام وہ ایک ولیہ حضرت مریم کے پاس گئے اور وہیں دعا کی تو ان کی دعا قبول ہوئی 'ملاک واقعہ یہ ہے کہ حضرت زکریا جب بیٹے کی طلب ہوئی طرف متوجہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم کو بے موسیٰ چل دے وہاں تو ان کا زہن اس طرف متوجہ ہوا جو بے موسیٰ چل دے سکتا ہے وہ مجھے بڑھا پے میں اولاد بھی دینے پر قادر ہے۔ اور پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیٹے کے لیے دعا کی اس طرح اولیاء اللہ کی شان میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

حضرت معقبن جبل پر پہنچے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ میری ذات سے محبت رکھتے ہیں ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے اور ان پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

اسن تہذیب ج ۳، رقم الحدیث ۳۲۹۹، مسند احمد ج ۸، رقم الحدیث ۳۳۳۱، صحیح ابن حبان ج ۱، رقم الحدیث ۵۷۷، المسند الکبیر

ج ۲۰، رقم الحدیث ۳۳۳، حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۱۳۱

حالا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انبیاء اور شداء بھی ان کی حقین کریں گے یہ اس بات کی چند مثالیں ہیں کہ آج کل کے واعظین اولیاء اللہ کو نبی اور رسول سے بڑھا دیتے ہیں اور آپ چند مثالیں اس امر کی بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیتے ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام دارقطنی اور امام ابن شہین نے اپنی اپنی شدوں سے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نضیل جب رسول اللہ ﷺ کے آنکھ نکل کر رخسار پر گر گئی، نبی ﷺ نے اس آنکھ کو لوٹا دیا اور وہ دونوں آنکھوں میں زیادہ درد اور صبح آنکھ تھی۔

(الاصحاح: ج ۳ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

اس دور کے واعظین اس حدیث میں یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی آنکھ میں وہ روشنی نہیں تھی جو مصطفیٰ ﷺ کی دی ہوئی آنکھ میں تھی۔ (العیاذ باللہ) حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنے کے لیے یوں کہا جاسکتا ہے کہ آنکھیں تو دونوں ہی خدا کی دی ہوئی تھیں، لیکن پہلی آنکھ میں باپ کے واسطے سے ملی تھی اور دوسری آنکھ سرور دو عالم ﷺ کے ہاتھوں سے ملی تھی۔ اسی طرح بعض لوگ کلہ طیبہ میں اللہ کا نام پہلے اور رسول اللہ ﷺ کا نام بعد میں لینے کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے اللہ کا نام لینے سے زبان پاک ہو جائے گی، پھر اس زبان سے ہم محمد ﷺ یا جاکے۔ حالانکہ اہل علم پر عقلی فہم کہ اللہ تعالیٰ کے کام پاک قرآن مجید کو کسی شاک مو یا حوت (خداوند نبی ہو، حکم ہو یا حاضر و غائب ہو) کا زبان سے چڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح نبی اور سب وضو کا قرآن مجید کو چھونا بھی حرام ہے اور لوہ و احرام کی وجہ سے اعلیٰ کو ان ممانوں میں نہ چڑھنا اور نہ چھونا ایک انگ بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کی مغفرت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اہم اور احرام اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے نام کا ہے، اور کلہ طیبہ میں اللہ کے نام کو پہلے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مقدم کی جتنی بھی وجہ دیکھیں ہو سکتی ہیں مقدم بلذات ہو، مقدم بشارف ہو یا مقدم بلا ذکر ہو، ہر وجہ سے اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ پر مقدم ہے۔

اسی طرح ایک شعر ہے:

خدا جس کو پکارے چمڑے محمد

محمد کا پکارا چمڑا کوئی نہیں سکا

اول تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ میں اختیارات کا تعلق کرنا ہی غلط اور باطل ہے۔ پھر یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کی طاقت اور اقتدار اور آپ کا اختیار اللہ کے اختیار اور اقتدار سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ) خاص کمزور زندگی ہے۔ "و ما قدروا اللہ حق قدرہ"۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا کر نہ اسلام کی کوئی خدمت کی ہے نہ رسول اللہ ﷺ کو خوش اور راضی کیا ہے اور دلائل کے اعتبار سے بھی یہ مودود ہے۔ اللہ تعالیٰ ابوطالب، مہربان اور دیگر کفار اور مشرکین کو دائمی عذاب میں مبتلا کرے گا اور رسول اللہ ﷺ ان کی شفاعت نہیں فرمائیں گے اور ان کو دائمی عذاب سے نہیں چھڑائیں گے اور حضرت عبداللہ ابن ام حکوم کو دیکھ کر ایک مرتبہ نبی ﷺ نے تیری چڑھائی اور بیٹہ پھیر کر تو اللہ تعالیٰ نے سورہ صس میں فرمایا اور آپ کو ان کی طرف توجہ نہ کرنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا:

وَ اَنصَارَ بَنَاءَ كَذِبٍ يُكْفَرُ ۝ وَ هُوَ يَكْفُرُ ۝ فَكَانَتْ عَنْهُ يُكْفَرُ ۝ (عبس ۸۱-۸۳)

اور جو دو زبانوں آپ کے پاس آیا اور وہ اپنے رب سے

ذرا دبا ہے تو آپ اس سے بے توجہی کرتے ہیں!

یاد رکھئے رسول اللہ ﷺ ایسی تعریف سے کبھی خوش نہیں ہوں گے بلکہ اس کے برعکس ناراض اور رنجیدہ ہوں گے جس تعریف میں آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بڑھانے کا وہم و گملا جائے یا اس کا تصور دیا جائے۔  
امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

جب بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دوا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ مشقت میں پڑ گئے اور بچے ضائع ہو گئے اور مال لوٹ گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے آپ انہیں لے لے بارش کی دعا کیجئے۔ ہم آپ کو اللہ کی بارگاہ میں شفعیٰ بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کے حضور شفعیٰ لاتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس ہے! تم کو پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ بار بار سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کے اصحاب کے چرواہے خوف کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر فرمایا تم پر افسوس ہے اللہ کو اس کی مخلوق میں سے کسی کے پاس شفعیٰ اور سفارشی نہیں بتایا جاتا اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ تم پر افسوس ہے کیا تم کو پتا ہے اللہ کی کاشان ہے؟ اس کا عرش تمام آسمانوں پر اس طرح محیط ہے آپ نے اپنی انگلیوں سے گنبد بنا کر دکھایا اور وہ اس طرح چڑھا رہا ہے جس طرح سواری کے بوجھ سے پالان چڑھتا ہے۔ (سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحدیث ۴۲۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۳۳ھ)

حافظ ذی الدین ابو محمد السنذری المتوفی ۷۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت بیان کرنے کے لیے یہ مثل ذکر فرمائی ہے تاکہ سننے والے کو اللہ تعالیٰ کی بلند شان، جلالت قدر اور عظیم ذکر کا اندازہ ہو اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے پاس سفارشی نہ بنائے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی چیز سے مشابہ نہیں ہے اور نہ وہ کسی صورت سے کیمت ہے۔ (مختصر سنن ابو داؤد ج ۴، ص ۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اعرابی نے اللہ تعالیٰ کو نبی ﷺ کے پاس سفارشی بنایا تو نبی ﷺ بہت رنجیدہ ہوئے بار بار افسوس کیا اور سبحان اللہ سبحان اللہ فرمایا۔ آپ سوچئے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھانے کی نکتہ آفرینی کی مٹی تو اس سے رسول اللہ ﷺ کو کتنا افسوس ہو گا؟

اس سے بھی بڑا ظلم یہ ہے کہ آج کل کے واعظین یہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی مجدد پر آئے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی طرح چلنے لگے بعد میں ایک شخص آیا۔ اس کو بھی دریا کے پار جانا تھا اور کشتی کوئی نہ تھی اس نے حضرت کو جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا میں کس طرح آؤں؟ آپ نے فرمایا یا جنید یا جنید کتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگے جب دریا میں پہنچا تو شیطان نے دل میں دوسرا ڈاکہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کھلاتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں؟ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھینچا پکارا حضرت میں چلا فرمایا دی گم کہ یا جنید یا جنید جب کما دریا سے پار ہوا بعد میں حضرت سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا اے بلوان! ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔

اس حکایت کو پڑھ کر بے اختیار زبان پر یہ آیت آتی ہے "و ما قدرہ اللہ حق قدرہ" انہوں نے اللہ کی کماحقہ قدر اور تعظیم نہیں کی اس حکایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا جنید کہنے سے بندہ پار لگتا ہے اور یا اللہ کہنے سے ڈوب جاتا ہے اور اس میں مخلوق کے ذکر کو اللہ کے ذکر سے بڑا درجہ دیتا ہے اور اس حکایت میں اللہ کے ذکر کے ارادہ کو شیطان کا دوسرا قرار دیا ہے اور یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اس میں حضرت جنید پر بہتان ہے اللہ کے نیک اور صلح مندے اپنے متوہمین کو اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے ہیں نہ کہ اپنے ذکر کی۔



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا ضل رہی حتیٰ ۱۳۴۰ھ سے اس حکایت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا رد فرمایا۔ مسئلہ: از شفا غنہ فرید رواک غنہ خاص، شیخین بقرہ و رسولہ عظیم اللہ کچھ بڑے درمضان ۵۳۹ھ کیا فرماتے ہیں طلبائے دین کہ جینہ ایک بزرگ کال تھے انہوں نے سفر کیا راستے میں ایک دریا پار کیا اس کو پار کرتے وقت ایک آدمی نے کہا کہ مجھ کو بھی دریا کے پار کر دیجئے۔ تب ان بزرگ کال نے کہا تم میرے پیچھے یا جینہ یا جینہ کہتے چلے آؤ اور میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا۔ درمیان میں وہ آدمی بھی اللہ اللہ کہنے لگا تب وہ ڈوبنے لگا اس وقت ان بزرگ نے کہا کہ تو اللہ اللہ مت کہو یا جینہ یا جینہ کہو تب اس آدمی نے یا جینہ یا جینہ کہاجب وہ نہیں ڈوبا یہ در سے ہے یا نہیں اور بزرگ کال کے لئے کیا حکم ہے اور آدمی کے لئے کیا حکم ہے؟ بیسوا انو حروا۔

الجواب: یہ غلط ہے کہ سفر میں دریا یا لنگہ دہری کے پار چلا تھا اور یہ بھی زیادہ ہے کہ میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا اور یہ محض انفرادی ہے کہ انہوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہو۔ یا جینہ کہنا خصوصاً حیات دنیاوی میں خصوصاً جبکہ پیش نظر موجود ہیں اسے کون منع کر سکتا ہے کہ آدمی کا حکم پوچھا جائے اور حضرت سید الشفا غنہ جینہ بعد ازیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حکم پوچھنا مکمل ہے اولیٰ و مستغنیٰ و دریدہ و غنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(الذی رد صوفیہ ج ۹ ص ۱۹۷ مطبوعہ مکتبہ روضیہ کراچی)

اعلیٰ حضرت نے اس حکایت کا جو رد کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ (المنفوط ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی) اور ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور میں اس حکایت کی نسبت جو اعلیٰ حضرت کی طرف کی گئی ہے اور اس کو اعلیٰ حضرت کا ملفوظ قرار دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کے دل میں اللہ تعالیٰ کی جو عظمت اور جلالت ہے اس سے یہ مت بعید ہے کہ وہ ایسی حکایت بیان کریں اس سلسلہ میں فیض المنفوط کے مرتب کو سہوا ہے۔ اس پر دلیل الذی رد صوفیہ کی مذکورہ عبارت ہے۔  
وما قدرہ اللہ حق قدرہ (الانعام: ۹۲)  
اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے اپنے دور کے واعظین کی چند مثالیں بیان کی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور معرفت سے بہرہ نہیں اوروہ نمی پہنچتے اور اولیاء کرام کی شان میں غلو کرنے کے لئے ان کی قدر و منزلت کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیتے ہیں اور ان کو بڑھانے کے لئے اللہ کی شان کو ان سے کم دکھاتے ہیں مثلاً اللہ۔ اس تحریر سے ہمارا مقصد صرف اصلاح ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو نفع آور بنائے اور اس عاجز کو سلامتی کے ساتھ اسلام پر قائم رکھے اور عزت اور کرامت کے ساتھ ایمان پر قائم فرمائے اور اپنے فضل سے سفرت فرمائے اور دسوں اللہ پہنچے کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ کا اثر شلو ہے: یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے یہ برکت والی ہے یہ ان (اصل) آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں تاکہ آپ کہہ سکیں اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو (غدا ہے) ڈرائیں اور ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (الانعام: ۹۳)

قرآن مجید کی خیر اور برکت

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس قول کو باطل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر کو کوئی چیز نازل نہیں کی اور جب

یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کی ہیں تو پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد پیغمبر پر نازل فرمایا ہے، ہم نے اس کتاب کو بہت خیر اور برکت والی بنایا ہے اور یہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تائید تصدیق اور حفاظت کرتی ہے۔

اس کتاب کی خیر و برکت یہ ہے کہ انسان کو علم اور عمل کی فعالیت سے دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور سب سے افضل اور اشرف علم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم ہے اور نبی کی ضرورت اور اس کے مقام و منصب اور احکام شریعت کا علم ہے اور اس علم کا مکمل قرآن مجید ہے اور سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنا اور اس کے رسول پیغمبر کی اتباع کرنا ہے، اور اس علم کا منبع بھی قرآن کریم ہے۔ سو جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کیا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا، اسے دین اور دنیا کی خیر اور برکت حاصل ہو جائے گی، لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ امراء، حکام اور سربراہ داروں کو وہ عزت حاصل نہیں ہے جو علماء کرام کو حاصل ہوتی ہے۔

زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہم نے دیکھا ہے کہ گروے ہوئے پادشاہوں کے مقبرے دیر پاں پڑے رہتے ہیں، وہیں لوگ چمک مٹاتے اور سید تقرب کے لیے جاتے ہیں، مملکت قرآن اور ایصال ثواب کے لیے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے برعکس علماء اور اہل اللہ کے مزارات مرجع خلائق ہوتے ہیں اور وہیں دن رات مسلمانوں کا حجوم رہتا ہے اور یہ صرف قرآن مجید پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی خیر و برکت ہے۔

قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ کتاب سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اس تصدیق کی تفصیل یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ اصول اور فروع، اصول سے مراد ہیں عقائد، مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، توحید، رسالت، ملائکہ، تقدیر، قیامت، مرنے کے بعد انصاف، جزا و سزا، جنت اور دوزخ وغیرہ۔ اور فروع پر ہے کہ زبان و مکان کی تبدیلی اور انبیاء کے فرق سے ان عقائد میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ تو رات، نوروں اور انجیل میں جو عقائد تھے وہی عقائد قرآن مجید میں ہیں، اس لحاظ سے قرآن مجید ان سابقہ کتابوں کا مصدق ہے اور فروع سے مراد ہیں احکام شریعت اور ہر زمانہ کے مخصوص حالات، رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس زمانہ کے نبی کی شریعت، دوسرے انبیاء سے مختلف ہوتی ہے اور یوں تمام انبیاء کے احکام شریعت ایک دوسرے سے مختلف ہیں، لیکن نفس عبادت اور اطاعت و سبیل اور اتباع شریعت میں تمام آسمانی کتابیں متفق ہیں اور اس چیز میں قرآن ان کا مصدق ہے۔ نیز ان تمام سابقہ آسمانی کتابوں میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آخری زمانہ میں نبی آخر سیدنا محمد پیغمبر کو مبعوث کیا جائے گا جو سابقہ شریعت کو منسوخ کر دے گا اور سب لوگوں کو صرف ان کی شریعت کی اتباع کرنی ہوگی اور جب ہمارے نبی سیدنا محمد پیغمبر مبعوث ہو گئے اور قرآن مجید کے ذریعہ آپ کی شریعت مجتہد ہو گئی تو سابقہ آسمانی کتابوں کی یہ بشارت پوری ہو گئی، اس لحاظ سے قرآن مجید تمام سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق ہے۔

مکہ مکرمہ کا ام القریٰ ہونا

اس آیت میں کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے ام القریٰ فرمایا ہے، ام القریٰ کا لفظی معنی ہے شہر کی ماں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مکہ کو ام القریٰ اس لیے فرمایا ہے کہ تمام زمینیں اس کے بیچے سے نکل کر پہنچائی گئی ہیں اور ابو بکر و اسم نے کہا ہے کہ مکہ تمام دنیا والوں سے پہلے آباد ہوا ہے تو گویا یہی اصل ہے اور باقی تمام شہر اور قبائل اس کے تابع ہیں۔ نیز تمام دنیا کے مسلمانوں کی ہر دور میں مرکزی عبادت گاہ ہے اور حج کہ مکہ میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے تمام حقوق مکہ مکرمہ میں





## تارک نماز کے متعلق مذہب فقہاء

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس کے گور کھرنے کے درمیان کوئی مانع اور حجاب نہیں ہے وہ کافر ہو گیا اور یہ حدیث اسی ظاہری معنی پر محمول ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب وہ نماز ترک کر دے تو پھر کاقول یہ ہے کہ اگر اس نے آخر وقت تک نماز نہیں پڑھی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت علیؓ امام ابن المبارکؒ اسحاقؒ اور علامہ ابن حبیبؒ مالکی کے نزدیک اس کو کفر کی بنا پر قتل کیا جائے گا اور امام مالکؒ امام شافعیؒ اور دیگر علماء کے نزدیک اس کو حد ا قتل کیا جائے گا۔ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس وقت تک سزا دی جائے گی اور قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ نماز نہ پڑھ لے۔

مجھ یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہیں بلکہ کفرانکار کو کہتے ہیں اور یہ نماز کی فریضت کا منکر نہیں ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمار بن الصلتؒ جرحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس شخص نے ان نمازوں کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور ان کو اپنے اوقات میں پڑھا اور ان کا پورا پورا رکوع اور خشوع کیا تو اللہ نے از رو کر ہم اس کی مغفرت کرنے کا ارادہ کیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اللہ پر اس کا کوئی ذمہ نہیں ہے اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور وہ چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(سنن ابو داؤد ج ۱، رقم الحدیث: ۴۲۵، سنن اسلمی ج ۱، رقم الحدیث: ۳۶۶، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحدیث: ۳۴۱، مسند احمد ج ۱، ص ۵۱، رقم الحدیث: ۲۳۷۵۶، ۲۳۷۵۷، ۲۳۷۵۸، مطبع دار الفکر، مسند احمد ج ۵، ص ۳۲۲، ۳۶۷، مطبع قدیم)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نماز کا ترک کرنا کفر نہیں ہے اور یہ شرک سے کم درجہ کی معصیت ہے اور شرک سے کم درجہ کی معصیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کرنے کا ارادہ فرمایا ہے:

رَأَىٰ اللَّهُ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (۳۸)

شرک کیا جائے اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ سستی اور کلفتی سے نماز کو ترک کرنا کفر اور شرک نہیں ہے۔

(المعجم ج ۱، ص ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵،



طرف اس پر سلام ہو جو ہدایت کا پیر و کار ہے:

لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِغَيْرِ حَقٍّ يُضَاهِي عَيْنَهُ ابْنُ مَرْثَدَةَ  
الْأَعْرَابِ (الاعراف: ۳۸)

۳۸ شک زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے  
جس کو چاہے اس کا وارث بناتا ہے اور نیک انجام اللہ سے  
ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

جب سیلہ نے یہ جواب پڑھا تو وہ بایں ہو گیا اور بنو حنیفہ نے کہا ہمارا خیال ہے کہ (سیدنا) محمد چچہ ہمارے صاحب کو اپنا  
شریک بنانے پر تیار نہیں ہیں۔

امام ابن اسحاق نے کہا رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سیلہ اور منشاء کے صاحب اسود بن غزوہ انصاری اور طلحہ اور سہیل  
تمیمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا سہیل کے پاس مٹی اور کینے لگی تم پر کیا دی آئی ہے اس نے کہا مجھ پر یہ دینی آئی ہے:  
التم تر الی ربک کف خلق الحبلیٰ کیا تم نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا اس نے کس  
احرج منها نسمة نسعی ہجر صفاق طرح حائل کو پید کیا اس سے ایک روح نکلا جو باریک کھال  
وحشا اور پت کے اندر رزق دیتی ہے۔

اس نے کہا میں کوئی دینی ہوں کہ تم نبی ہو۔ سیلہ نے کہا تم مجھ سے شادی کرو ہم دونوں مل کر عرب کو کھالیں گے۔  
اس نے شادی کر لی اور اس کے متوالی نے نہ اکی سنوا ہم بنو حنیفہ کے دین میں داخل ہو گئے ہیں اور بنو حنیفہ کے متوالی نے نہ ا  
کی سنوا ہمارے نبی نے تمہاری نبیہ سے شادی کر لی ہے اور سہیل نے کہا اپنی قوم سے یہ دو مٹی نمازیں منشاء اور لجر  
منسوخ کر دو تو سیلہ کے متوالی نے ان دونوں کے منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا اس سے بنو حنیفہ بہت خوش ہوئے۔

پھر سیلہ اسی محل میں عہد چلا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور تمام اہل بیماہ اسلام سے عہد ہو کر  
سیلہ کے تابع ہو گئے اور دیگر مرتدین بھی آکر ان سے مل گئے اور ان کی شرکت بہت بڑھ گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے  
اس کی طرف بہت غلط دیکھے اس کو بہت تنبیہیں کیں اور بہت ڈرا یا پھر آخر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں  
مسلمانوں کا ایک عظیم لشکر بھیجا جس سے سیلہ سے قبل کیا اور انجام کار سیلہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

(المعجم علی المسلم ج ۶ ص ۳۱۰-۳۰۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۳۱ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ میرے  
ہاتھوں میں سونے کے دو ٹکٹن رکھ دیئے گئے ہیں۔ میں ان سے گھر آیا اور ان کو پانچ دینا چھر مجھے ان کو پچوٹک مارنے کی اجازت  
دی مٹی تو داڑھے میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ میرے بعد دو کذاب نکلیں گے۔ عید اللہ نے کہا ان میں سے ایک انصاری ہے  
جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا اور دوسرا سیلہ ہے۔

(مجمع البحار ج ۵ رقم الحديث: ۲۲۷۳ مجمع المسلم روایا: ۲۲۷۳ (۲۲۷۳) سنن الترمذی ج ۳ رقم الحديث: ۲۲۹۹ مجمع ابن  
حبان ج ۵ رقم الحديث: ۲۶۵۸ دلائل النبوة للشیخ ج ۵ ص ۳۳۵ مسند احمد ج ۳ رقم الحديث: ۸۶۵۹ مطبوعہ دار الفکر)

اس حدیث میں ہے کہ دو کذاب نکلیں گے۔ اس کا معنی ہے میری وفات کے بعد ان کا ظہور اور غلبہ ہو گا۔ ورنہ وہ رسول  
اللہ ﷺ کی حیات میں موجود تھے اور ان کے جھگڑنے بھی تھے۔ منشاء اور بیماہ کے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور اسلام  
کے مسلمان اور بدکار تھے لیکن وہ لوگ سیلہ اور انصاری کی ستری باتوں میں آگئے۔ یہ دونوں شرابی چچہ کے دو ہاتھوں کی طرح

تھے کیونکہ آپ ان سے قوت حاصل کرتے تھے اور سونے کے دو ٹکٹن صاحبِ ہمد اور صاحبِ منہا تھے اور ان کی چٹکی چڑھی  
بچوں کو سونے کی طبع کاری سے تشبیہ دی ہے اور آپ نے جو ان کو پھونک مار کر اڑایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ آپ کی امت  
کے ہاتھوں ہلاک ہوں گے۔

امام ابنِ اسماعیل نے کہا ہے کہ صاحبِ منہا اسود بن کعب ہے اس کا لقب ذوالضلع ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک دن یہ  
چار ہاتھ والوں سامنے سے ایک گدھا آ رہا تھا وہ لڑکھایا اور منہ کے بل کر گیا تو اس نے کہا اس گدھے نے مجھے جدا کیا ہے۔ پھر یہ  
اسلام سے مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا جاہل لوگ اس کے پیروکار ہو گئے اور یہ منہا پر قابض ہو گیا اور اس نے  
رسول اللہ ﷺ کے عامل صابرجن اسد خزومی کو منہا سے نکل دیا۔ فیروز دہلی اور قیس بن کثوح نے اس کو قتل کر دیا اور  
رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا سر لے کر آئے اور بعض مورخین نے کہا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت  
میں ہوا اور میرے نزدیک یہ صحیح ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ میرے بعد تھیں گے۔ یعنی ان کا تصور اور غلبہ  
میرے بعد ہو گا۔ (المعجم ج ۲ ص ۳۵) مطبوعہ دارالمنیر بیروت ۱۴۱۵ھ

معرفت کے جمونے و دعویٰ داروں کا رد اور ابطال

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ نبوت کے جمونے و دعویٰ داروں کی سبک دہی وہ لوگ مشکوک ہیں ہر وقت حدیث اور علوم  
دہمہ کے حصول سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات واقع ہوئی ہے یا میرے دل نے یہ کہا ہے اور ان  
کا یہ زعم ہوتا ہے کہ چونکہ ان کا دل گناہوں کی کدورتوں اور ظلمتوں سے پاک اور صاف ہے اور وہ غیر اللہ کے اختلاط سے  
ماہون ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے دل پر علوم اور معرفت کی تجلیات نازل فرماتا ہے اور وہ متعلق رہتے اور اسرار کائنات کے  
واقف ہیں اس وجہ سے وہ قواعد شرع سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شرعی احکام عام لوگوں کے لیے ہیں اور خواص اور  
اولیاء اللہ ان سے مستثنیٰ ہیں اور وہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں اور اس حدیث سے  
استدلال کرتے ہیں۔

حضرت وابعدہ بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وابعدہ سے فرمایا تم نیکی اور گناہ کے  
متعلق پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے ان کی انگوٹھوں کو اکٹھا کر کے ان کے سینہ پر مارا اور تین بار فرمایا اے وابعدہ  
اپنے نفس سے فتویٰ نہ دے دل سے فتویٰ نہ دے کیونکہ وہ ہے جس پر تمہارا عین مطمئن ہو جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے  
جس سے تمہارے ضمیر میں غلٹ ہو اور تمہارے سینہ میں کھٹک ہو خواہ لوگ تمہیں توجہ دیتے رہیں۔

(سنن دارمی ج ۲ رقم الحدیث ۲۵۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابو عبیدہ خثعمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بتائیے کیا چیز میرے لیے حلال ہے اور  
کیا چیز حرام ہے؟ انہوں نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور نظر جھٹکی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا نیکی وہ ہے  
جس پر ضمیر سکون ہو اور دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جس پر ضمیر میں غلٹ ہو اور دل مطمئن نہ ہو خواہ تمہیں مفتی توجہ دیتے  
رہیں۔ (مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث ۵۵۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ قدیم)

ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ جس پیش آمدہ مسئلہ میں قرآن مجید اور حدیث شریف کی صریح ہدایت نہ ہو اور نہ اس کے  
حلق اجماعی حکم موجود ہو اور اس میں حلال اور حرام مشتبہ ہو اس میں انسان اپنے ضمیر کے فیصلہ پر عمل کرے۔ مثلاً روزے  
میں انجکشن لگوانے کے حلق ہمارے دور کے اکثر مفتی کہتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹا لیکن ایک سلیم الفطرت انسان کا



خیر یہ کتاب ہے کہ جب مہ سے دو اکلانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور مہ سے کھل کر ہوئی دو اکلانہ مہم کے مراحل طے کرنے کے بعد خون میں مل جاتی ہے اور اسی وقت وہ دوا موثر ہوتی ہے تو اگر وہ دوا انجکشن کے ذریعہ برادر است خون میں پھیلائی جائے تو یہ طریق اپنی روزہ ٹوٹ جانا چاہیے۔ ان اعلیٰ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید، اعلیٰ اور انکر مجتہدین سے بے نیاز ہو کر انسان اپنے بے لگام دل کے فیصلوں پر عمل کرے، جیسا کہ ابن بطوطہ بیرون اور معرفت کے جھوٹے دعویٰ واردوں نے سمجھ رکھا ہے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ابن لوگوں کے ذہن پر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اسلامی حکومت کو قتل کو قتل کر دیا جائے۔ ان سے توبہ طلب کی جائے نہ ان سے بحث کی جائے، کیونکہ ان کے اقوال سے احکام شریعہ کا مستند ہونا اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا نہایت لازم آتا ہے۔ (الایضاح لاحکام القرآن ج ۲ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، انصر اور موصی)

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے احوال

اس آیت کے دو حصے حصہ میں فرمایا ہے اور جو یہ کہے کہ میں غریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے حلق نازل ہوئی ہے، وہ سوس اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتا تھا، یہ مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا تھا، مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، "ولقد خلقنا الانسان من سلائم من طین۔۔۔ نم انسانہ خلقا احمر" (المومن ص ۳۷) تو عبداللہ بن سعد کو انسان کی خلقت پر بہت تعجب ہوا اور اس نے بے ساختہ کہا "نبارک اللہ احمر السالقیس" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اچھے اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس وقت عبداللہ بن سعد کو اپنے ایمان میں شک پڑ گیا اور اس نے کہا اگر اسیدنا محمد ﷺ صلوٰۃ ہیں تو مجھ پر بھی ایسی ہی وحی کی گئی ہے، جیسی ان پر وحی کی گئی ہے۔ پھر وہ اسلام سے مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس کی مذمت میں نازل کی اور جو یہ کہے کہ میں غریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے۔

امام ابو داؤد، سلیمان بن اشعث متوفی ۱۷۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتے تھے۔ ان کو شیطان نے لعش دی، وہ کنار کے ساتھ جاتے، رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے پناہ طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو پناہ دے دی۔

(سنن ابو داؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۳۲۵۸، سنن اصبہانی، ج ۲، رقم الحدیث ۳۰۸۰)

سعد بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گئے، پھر حضرت عثمان نے ان کو لا کر نبی ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا یا رسول اللہ عبداللہ کو بیعت کر لیجئے۔ آپ نے سراقہ اس اوپر اٹھایا اور تین بار اس کی طرف دیکھا اور چار بار انکار کر دیا، پھر تین بار انکار کے بعد بیعت کر لیا، پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے انکار کر رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم نہیں بیان کئے کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ نے آنکھوں سے ہماری طرف اشارہ کیا، نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا نبی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

(سنن ابو داؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۳۲۵۸، سنن اصبہانی، ج ۲، رقم الحدیث ۳۰۷۸)

امام ابو عبد الرحمن ہمدانی شیعہ نقلی متوفی ۳۵۷ھ نے اس کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے۔

سعد بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو القن دے دی۔ وہ

چار سو پہنچے تھے۔ عمر بن ابی جہلؓ، عبداللہ بن خصلؓ، متیس بن حبیبؓ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ۔ آپؐ نے فرمایا اگر یہ لوگ کعبہ کے پردوں سے بھی لٹکے ہوئے ہوں تو ان کو قتل کر دیتا۔ عبداللہ بن خصل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پکڑا گیا۔ حضرت سعد بن حریثؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ نے اس کو پکڑا اور حضرت سعدؓ نے حضرت عمارؓ پر بہت کی۔ وہ دو مردوں سے زیادہ جوان تھے انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اور متیس بن حبیب کو لوگوں نے بازو میں پکڑ کر قتل کر دیا اور عمرؓ سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہو گئے اس کشتی کو حیر ہواؤں نے آیا۔ کشتی والوں نے کہا غلوں کے ساتھ اللہ سے دعا کرو کیونکہ تمہارے معبود میں پر کسی کام نہیں آسکتے۔ عمرؓ نے دل میں کہا یہ خدا کا افسر سمندر میں میری نجات صرف اغوا سے ہو سکتی ہے تو جنگلی میں جس جہر صرف اللہ کے ساتھ اغوا ہی کام آسکتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا اے اللہ! میں تجھ سے عود کرنا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس گرداب سے بچا لیا تو میں سید صالحہؓ اور محمدؐ پیغمبر کے پاس جاؤں گا اور جا کر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دوں گا اور میں ان کو حضور مہف کرنے والا اور کریم ہاؤں گا۔ پھر وہ آپؐ کے پاس گئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور وہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ جوش کے پاس چھپ گئے جب رسول اللہؐ پیغمبر نے لوگوں کو بیت کے لیے بلایا تو حضرت عثمانؓ نے ان کو لے جا کر نبیؐ پیغمبر کے پاس کھڑا کر دیا اور گویا رسول اللہؐ کو بیت کر لیجئے۔ آپؐ نے عین ہاں اس کی طرف دیکھا اور ہر بار انکار کیا پھر عین بار انکار کے بعد آپؐ نے بیت کر لیا۔ پھر آپؐ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں اتنا کچھ دار فہم کوئی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیت کرنے سے ہاتھ کھینچ رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا انہوں نے گویا رسول اللہؐ! ہمیں کیا پتا تھا کہ آپؐ کے دل میں کیا ہے؟ آپؐ نے ہماری طرف آنکھوں سے اشارہ کیا۔ نہ کر دیا؟ آپؐ نے فرمایا نبیؐ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

(سنن الترمذی ج ۷، رقم الحدیث ۲۰۷۸، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۶۸۳، ج ۳، رقم الحدیث ۱۳۵۹)

حافظ ابو عمرو سفین بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القزلی المالکی المتوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ مکہ کے ایام میں دوبارہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اسلام پر بہت اچھی طرح عمل کیا اور اس کے بعد ان سے کوئی بھینچ نہ ہوا۔ صلا نہیں ہوئی نہ قریش کے معزز و فاضل مند سرداروں میں سے ایک تھے پھر حضرت عثمان غنیؓ جوش نے ۵۵ھ میں انہیں مصر کا گورنر بنادیا۔ ۷۷ھ میں انہوں نے افریقہ کو فتح کیا۔ مصر کی فتح کے موقع پر حضرت عمرو بن العاصؓ صاحب مینہ تھے مصر کی تمام جنگوں میں حضرت عمرو بن العاصؓ ہی والے تھے جب حضرت عثمانؓ نے ان کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن سعد کو ان کی جگہ مقرر کیا تو حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت عثمانؓ جوش پر سخت چڑی کر گئے اور ان کی خلافت پر تنقید کرنے لگے حضرت عبداللہ بن سعد حضرت عثمانؓ کی شہادت تک غلطی میں رہے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو اور حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہما دونوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی حضرت معاویہؓ کی خلافت منعقد ہونے سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔ ایک قوی یہ ہے کہ یہ افریقہ میں فوت ہوئے اور صحیح یہ ہے کہ ۳۶ یا ۳۷ھ میں عسقلان میں فوت ہوئے۔

(الاستیعاب ج ۲، ص ۷۸، ۷۹، ج ۳، ص ۶۰۳، ج ۱۲، ص ۲۳۱، ۲۳۲، ص ۲۳۱)

کافر کے جسم سے روح نکالنے کی کیفیت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اے خطاب!) کاش تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی غیبتوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوں گے اور کہیں گے نکلا اپنی جاؤں کو آج ہمیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر نافرمان بن کر ترائے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے۔ (الانعام: ۹۳)

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ کافروں میں بلکہ کسی بھی انسان میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنے بدن سے اپنی جان نکل سکے۔ پھر ان کو یہ علم دینے کا کیا فائدہ ہے کہ ”نکلا اپنی جانوں کو“ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر ممکن کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کو عاجز کرنے اور ان کو سزا کرنے کے لیے ہے۔ موت کے وقت کفار بت سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے اور جس طرح کوئی کائنات دار شائع کچھ اور گارے میں پھنسی ہوئی ہو تو اس کو کھینچ کر بڑی سختی سے نکلا جائے گا۔ اسی طرح ان کی روح ان کے بدن سے عذاب اور سختی کے ساتھ نکل جائے گی۔ اس وقت ان سے فرشتے کہیں گے کہ اگر تم آسمانی کے ساتھ روح کو اپنے بدن سے نکل سکتے ہو تو نکل لو۔ کافر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور اللہ سے ملاقات کے سحرے، اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو ذلت والے عذاب میں مبتلا کر کے ان کی روحوں کو ان کے جسوں سے نکلاتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری سنہ ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مہارہ بن اہصلہ جرحہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات سے محبت رکھے اللہ بھی اس کی ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۵۰۰، صحیح مسلم، حدیث ۳۰۸۱، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۳۶۸، سنن النسائی ج ۳، رقم الحدیث ۵۸۳)

حافظ ابن کثیر سنہ ۷۷۷ھ نے لکھا ہے کہ جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کو عذاب اور سزا اور گلے میں ڈالے جاتے والے طوق اور زنجیروں، دوزخ اور گرم پانی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی بشارت دیتے ہیں تو اس کی روح اس کے جسم میں منتشر ہو جاتی ہے اور جسم سے نکلنے سے انکار کرتی ہے۔ تب فرشتے اس کے چہرے اور دہر پر مارے ہیں اور کہتے ہیں نکلا اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر نافرمان بن کر مارتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کافر بندے پر موت وارد کرتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے بھیجتے ہیں اور اس کے پاس ایک ٹاٹ کا ٹکڑا بھیجتے ہیں۔ جو مردہ وہاں جڑے سے زیادہ بدودار اور پر سخت جڑے سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں ”اے غیبت روح! جنم کی طرف نکل اور دردناک عذاب کی طرف لو، اور تیرا رب تجھ پر ناراض ہے“ باہر نکل تو نے بہت برے افعال کیے ہیں وہ روح ایسے بدودار مردہ کی طرح نکلے گی کہ اگر تم میں سے کوئی شخص دیکھ لے تو اپنی ناک بند کر لے اور آسمان کے اوپر گرد والے فرشتے کہیں گے ”سمعان اللہ! زمین سے ایک مردہ اور غیبت روح آئی ہے“ اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ پھر اس کے جسم کو زمین پر پھینکے گا حکم دیا جائے گا اور اس کی قبر میں سختی کی جائے گی اور اس کو کلوٹ کی گردن جتنے مٹے سناپوں سے بھر دیا جائے گا وہ اس کا کلوٹ کھائیں گے اور اس کی ہڈیوں میں سے بھی کچھ نہیں چھوڑیں گے۔ پھر اس کے پاس سرے اور اندھے فرشتے بھیجیں جائیں گے ان کے پاس سو بے کے ہتھوڑے ہوں گے وہ کچھ دیکھیں گے نہیں، ناک انہیں رحم آئے اور کوئی آواز نہیں سنیں گے، ناک انہیں اس پر ترس آئے۔ وہ اس کو بری طرح ماریں گے اور اس کے لیے دوزخ کی ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس سے وہ صبح و شام کو دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھے گا اور وہ اللہ سے یہ دعا کرے گا کہ وہ اس کو اسی جگہ رکھے اور دوزخ میں نہ بھیجے۔

حافظ ابوشامہ السنونی نے ۸۰۰ھ کے حکم الکبیر میں ہے اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (صحیح الزوائد ج ۲، ص ۳۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر شے تم ہمارے پاس اسی طرح تھا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (تھا) پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی

نہیں دیکھ رہے جن کے حلق تم پر گھنیز کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں ہمارے شریک ہیں، بے شک تمہارا یہی خلق ٹوٹ گیا اور جن پر تم گھنیز کرتے تھے وہ تم سے جاتے رہے۔ (الانعام: ۳۳)

مال و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت میں محرومی  
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ کفار دنیا میں مل جمع کرتے تھے اور اس کی طاقت پر مجبور کر دیتے تھے اور جن کی شفاعت اور مدد پر انکو کرتے تھے، لیکن قیامت کے دن وہ تھا آئیں گے، ان کے پاس مل ہو گا نہ ان کے ساتھ ان کے خود ساتھ اور باطل معبود ہوں گے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مخزن حالت میں جمع کیا جائے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورتیں اور مرد جمع ہوں گے، کیا وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اس دن معاملہ اس سے بہت ہولناک ہو گا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔

الحج البخاری ج ۲، رقم الحديث ۷۵۴، صحیح مسلم ج ۲، ص ۵۶، (۲۸۵۹) ۷۵۴، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث ۲۰۸۳، سنن ابن ماجہ ج ۳، رقم الحديث ۴۷۹۷، سنن کبریٰ للذہبی ج ۳، رقم الحديث ۳۲۸۰  
اس آیت سے صہب ذیل سبق حاصل ہوتے ہیں:

انسان کو دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور اس کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی ہر بات طیبہ کے مطابق زندگی بسر کرے اور اگر اس نے اپنی زندگی شیطان اور نفس کی پیروی میں گزار دی تو آخرت میں وہ باطل یکہ و تہانا کام اور خائب و خاسر ہو گا جو انسان ساری عمر باطل و دولت کے حصول میں سرگرداں رہا اور دنیا کی دلفریبوں میں شامک اور مشغول رہا اور اس نے نجات اخروی کی کوئی تیاری نہیں کی، وہ محض قیامت کے دن تک الوسوس مٹا ہوا رہ جائے گا۔ جو محض دنیا میں جمونی امیدوں سے وابستہ رہا اور باطل مذاہب کے ساتھ پیوستہ رہا، قیامت کے دن جب اس پر ان جموعے خدا کا جھوٹ ظاہر ہو گا، اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے سے قریب کا پرہ اتر جائے گا وہ ملاحتی اور سچائی کی رلو پر دائیں آنا چاہے گا، لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

إِنَّ اللَّهَ فَلِئْلِ الْحَبِّ وَالْتَوَى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

بے شک اللہ ہی دلنے اور نکالنے کو چھاڑنے والا ہے، وہی زندہ کو مردہ سے

الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَلِكُمُ اللَّهُ فَأَتَى

نکالت ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتے والا ہے، یہی تو اللہ ہے، تم کہاں

تَوَفَّكُونَ ﴿۹۵﴾ قَالَ لَوْ إِلَّا صَبَاحٌ وَجَعَلَ اللَّيْلُ سَكَنًا وَالشَّمْسُ

بٹک رہے ہو ۹۵۔ وہ رات کو جاگ کر کھڑے ہو جائے گا اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور صبح

وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِي

اور چاند کو حساب کے لیے ، بہت غالب اور بے حد علم والے کا حق کیا برا اندازہ ہے ۵ وہی ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ التَّجْوَمَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ

تجسے لیے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان سے نکل اور سمندر کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرو ، بجک

فَضَلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ

ہم نے تم دلوں لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کرائی ہیں ۵ وہی ہے جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا

وَأَحَدَةٍ فَتُسْتَفَرَّقُونَ ۖ فَضَلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿۹۸﴾

کیا ، پھر ہر ایک کے فیصلے کی جگہ اور اس کی پرکھ لی جگہ ہے ، بجک ہم نے کچھ دلوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کرائی ہیں

وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے ہر قسم کی نباتات اگائی ، پھر

شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نَّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ

اس سے ہر ہر کھیت اور درخت پیدا کیے ، پھر ان سے تو بہت کچھ برائے دلوں اور کھوکھلوں کے

طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَ

نگوڑوں سے پھول کے کچے پیدا کیے جو کچے پڑتے ہیں اور انکروں اور زیتون اور انار

الرَّحْمَانِ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ انظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ

کے باغ اگانے جو شے جلتے جلی ہیں اور مختلف جلی ہیں ، جب ۷ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے

وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۹۹﴾

کچھ کی طرف دیکھو ، بجک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ۵

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ

اور انہوں نے اللہ کے لیے جن کو شریک قرار دیا مالاکھ اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور انہوں نے بلام اللہ کے لیے بیٹے

وَبَنَاتٍ ۚ وَكَانَ زَيْنًا عَنِ الَّذِينَ هُمْ يَشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾

بچوں اور بیٹیوں کو ، اور ان کے لیے شریکوں کو بنایا ، اور ان کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنائی ہیں ۵

وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَأَبَدًا

اور ان کو جو پکارتے ہیں وہ کچھ نہیں بناتے اور وہ بنائے جاتے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے

# يَغْفِرْ عَلِيمٌ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ ۝۱۰۰

اور دنیا میں گنہگاروں سے پاک اور بلا تشبیہ مجدد بیان کرتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ ہی دانے اور محفل کو پھاڑنے والا ہے، وہی زندہ کو مردہ سے نکالے گا اور مردہ کو زندہ سے نکالے گا۔ یہی تو اللہ ہے ہم کب تک رہے ہو؟ (الانعام: ۹۵)

زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل

اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید اور رسالت اور قرآن مجید کا بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور وجود باری پر دلائل دیے ہیں۔ ایک ہارک سے دانہ کو چیر کر اللہ تعالیٰ اس میں ایک کو نکل پیدا کرتا ہے وہ کو نکل اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ اگر ہم جس کو ہاتھ میں لے کر سل دیں تو ہمارے ہاتھ میں صرف پانی کی نمی رہ جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ اس کو نکل میں اتنی قوت پیدا فرماتا ہے کہ وہ خد سے خد زمین کو چیر کر زمین کے اندر نفوذ کر جاتی ہے اس کا ایک حصہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے اور ایک حصہ زمین کے اوپر نکل آتا ہے پھر نیچے حصہ سے جڑیں بنتی ہیں جو درخت زمین کی گہرائی میں چلی جاتی ہیں اور لوہے کے حصہ سے ایک بخور درخت بن جاتا ہے جس میں شامیں ہوتی ہیں جن میں سرسبز پتے ہوتے ہیں شگفتے نکلتے ہیں اور پھل اور پھول پھول گتے ہیں اسی ایک دانہ سے جس کی طبیعت واحد ہوتی ہے مختلف رنگ کے پھل پھول اور پتے پیدا ہوتے ہیں مختلف ذائقے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان میں مختلف خواص اور الگ الگ تاثیریں ہوتی ہیں۔ کیا یہ سب کچھ خود بہ خود ہو رہا ہے؟ کیا یہ صرف دانہ یا بیج کا کلام ہے؟ کیا یہ کسی بے جان برت یا دیوی یا دیو کا کیا دھرا ہے؟ یہ دیوی اور دیو یا تو خود اپنے مرنے اور جینے میں کسی اور کی مشیت کے چاند ہیں سورج چاند اور ستارے ایک مقرر شدہ نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں۔ پھر ان میں سے کسی نے بھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اس نظام کی تخلیق کا سبب ہے۔ بخدا اللہ کے سوا کون ہے جو اس تخلیق کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ کیا بھی کسی نے یہ نہو لگایا کہ میں اللہ کا شریک ہوں؟ کیا بھی کسی نے کسی نبی کسی رسول کو بھیجا ہو؟ کتب فانی کی کہ اللہ کے سوا کس کا دعویٰ اس کلام تخلیق میں اس کے معلون اور شریک ہیں؟ پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ بلا وجہ بلا دلیل اور بلا دعویٰ کے کسی کو اللہ کا شریک بنائیں؟

اسی ایک درخت پر خود کروڑوں کی جڑیں بھی لکڑی کی ہیں اس کا نام بھی لکڑی کا اور جڑیں زمین کے نیچے جاری ہیں اور تاج زمین کے اوپر جا رہا ہے اگر لکڑی کی طبیعت کا تقاضا زمین کے نیچے چلا ہے تو تاج لوہے کیوں جا رہا ہے؟ اور اگر لکڑی کی طبیعت کا تقاضا زمین کے اوپر چلا ہے تو جڑیں زمین کے نیچے کیوں جا رہی ہیں؟ معلوم ہو کہ لکڑی کی طبیعت کا تقاضا کچھ بھی نہیں یہ سب کچھ ایک قدر قوم کے علم سے ہو رہا ہے وہ جس حصہ کو چاہتا ہے اس کو نیچے کر دیتا ہے اور جس حصہ کو چاہتا ہے اوپر کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا دی زندہ کو مردہ سے نکالے گا اور مردہ کو زندہ سے نکالے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ نطفہ سے زندہ بشر پیدا فرماتا ہے اور زندہ بشر سے نطفہ نکال دے اسی طرح بے جان انڈے سے مرغی کا چڑھ نکال دے اور زندہ مرغی سے بے جان انڈا نکال دے اور ایک خد سے دوسری خد کا لکڑی سے ہات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ سب کچھ محض طبعی تقاضوں سے نہیں ہو رہا بلکہ ایک زبردست مدبر اور عظیم کی قدرت سے ہو رہا ہے۔ اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بے جان بیج سے سرسبز کو نکل نکل آتی ہے اور سرسبز درخت سے بے جان بیج نکل آتے ہیں اسی طرح کافر کے ہاں مومن اور مومن کے ہاں کافر پیدا

ہو تا ہے اور عالم کے ہیں جاہل اور جاہل کے ہیں عالم پیدا ہوتا ہے۔

اور جب تم اللہ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کے ان دلائل کا مشاہدہ کرو گے ہو تو پھر ان باتوں کی پرستش کیوں کر رہے ہو؟ اور اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو کیوں پکارتے ہو؟ ان کی عیادت کیوں کرتے ہو؟ اور ان سے خشن اور عداوت کیوں مانگتے ہو؟ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جب تم یہ مشاہدہ کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ مہرہ سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو تم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو؟ جب وہ ایک ہے جان فطرہ سے جیسا جان انسان کھڑا کر دیتا ہے تو وہ تمہارے مرنے اور پھر دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تم کو ان ہی منتظر ذرات سے دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟ تم سوچتے کیوں نہیں اور احوال کیوں مارے مارے پھر رہے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا ورثہ ہے: وہ رات کو چاک کر کے صبح نکالتے دلاتا ہے اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے یہ سمت غالب اور سب سے عظیم دالے کا مقرر کیا ہوا اللہ اعزہ ہے۔ (الانعام: ۹۶)

آسمان کی نشانیوں سے وجود پاری اور توحید پر دلائل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ثابت اور زمین کی نشانیوں سے اپنے وجود اور توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت میں سورج اور چاند اور آسمان کی نشانیوں سے اپنے وجود اور توحید پر استدلال فرمایا ہے۔

اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا "اللہ تعالیٰ نے ظلمات اور نور کو پیدا فرمایا ہے" اب فرمایا ہے کہ وہ رات کی ظلمت اور نوری کو چکر مروج کی روشنی کو پیدا فرماتا ہے جو آسمان کے کناروں پر پھیل جاتی ہے اور اس سے رات کی سیاہی حاصل ہوتی ہوئی نکلتی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے فضلہ تجزیہ پیدا فرماتا ہے اور اس سے اس کی غالب قدرت اور عظیم سلطنت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا یعنی رات کو جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو لوگ دن کے کام کاج سے رک جاتے ہیں اور ٹھگے ہارے لوگ رات کی گود میں سو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۖ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۚ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۚ (النساء: ۹۷)

اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنایا اور ہم نے رات کو پردہ پوش کر دیا اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنادیا۔

پھر فرمایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے بنایا یعنی سورج کے پورے دورہ سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں جن کو تم چوبیس ساعتوں میں تقسیم کرتے ہو اور چاند کے حساب سے تم مہینوں کا تقسیم کرتے ہو اور بارہ مہینوں کی گنتی سے تم سال کا حساب کرتے ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمن: ۵۷)

سورج اور چاند ایک ایک حساب کے ساتھ اگر گردش میں ہیں۔

مگر یہ ہے جس نے سورج کو گردش بنایا اور چاند کو نور اور لامنی شریعت

مقرر کیں کہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرنا

کرد۔

یعنی سورج اور چاند کی گردش کے لئے ایک سال کا نصب اور نظام مقرر کر دیا ہے۔

گر مہینہ میں دن کا پڑا ہوا اور سورجوں

میں دن کا چھوٹا ہوا اسی مقررہ نصب اور نظام کی وجہ سے وجود میں آتا ہے اور سورج کے طلوع اور غروب میں اور طلوع کے بعد

بندر تاج نصف النہار تک پہنچنے میں اور نوازل کے بعد واصل جانے میں تمہاری نمازوں کے اوقات اور بارہ رمضان میں صحریٰ اور





واجب اور قدیم ہے، ورنہ اسے بھی کسی مسجد کی ضرورت ہوتی اور اس تمام کائنات کو اس خط و واحد پر اس نے علم اور حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور ظاہر ہے اس کے علم اور قدرت کے بغیر انسان کا یہ سلسلہ وجود میں نہیں آسکتا تھا۔  
تمام انسان نسلانہ برادر ہیں

تمام انسانوں کا ایک نفس سے پیدا ہونا جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت کا ذریعہ ہے، اسی طرح اس میں یہ رہنمائی بھی ہے کہ تمام انسان ایک اصل اور ایک نوع سے ہیں، جن کا ایک خیر ہے۔ یہ ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، یہ سب آپس میں بھائی ہیں، انہیں باہم بھائیوں کی طرح شہر و شہر رہنا چاہیے اور اختلاف اور انتشار نہیں کرنا چاہیے، جن میں رنگ، نسل اور علاقہ اور زبان کا وہ اختلاف ہے، وہ محض شے کے اور عقائد کے لیے ہے، ورنہ اصل میں سب کی ایک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْثَرَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بِآفُسِكُمْ (الحجرات: ۱۳)  
اے لوگو! ہم نے جنس ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے جنس (مختلف) ذی قویوں اور قبائل بنایا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، ہے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بڑی و زیادہ ہے جو تم میں زیادہ پر ہیزگار ہو۔

امام احمد بن حنبل متنی ۳۳۱۸ حدیث کرتے ہیں:

ابو نصرہ بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق کے وسط میں جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا، اس نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! تم سارے ایک ہے، سنو! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضیلت ہے، کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ (الحدیث)  
(مسند احمد: ۱/۲۷۸، رقم الحدیث: ۳۳۳۸، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، مسند احمد: ۵/۳۸، مطبع قدیم، مکتبۃ الشیخی نے کہا اس حدیث کے تمام روای صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد: ۳/۳۷۳)

امام ابو بکر احمد بن حنبل متنی ۵۸۸ حدیث کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق کے وسط میں ہمیں جمعۃ الوداع کا خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تم سارے ایک اور واحد ہے اور تم سارے باپ واحد ہے، سنو! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے، مگر صرف تقویٰ سے، ہے شک تم میں سب سے زیادہ عزت و علاوہ ہے جو سب سے زیادہ تقی ہو، سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تو حاضرین تک یہ پیغام پہنچاؤ۔

(شعب الایمان: ۳/۳۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۱۰ھ)

مستقر اور مستودع کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ہر ایک کے گھر نے کی جگہ اور اس کی پہرہ کی جگہ ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا استقرا کی جگہ، رحم ہے اور پہرہ کی جگہ وہ زمین ہے جہاں وہ دفن ہو گا، اور حسن بصری نے کہا استقرا کی جگہ قبر میں ہے اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ استقرا کی جگہ قبر ہے اور پہرہ کی جگہ مطلب (پشت) میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ استقرا کی جگہ زمین میں ہے اور پہرہ کی جگہ پشت میں ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کیا تم نے ثلثی کر لی ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا اللہ عزوجل تمہاری پشت سے ان

کو نکالے گا جن کو اس نے تمہاری پشت کے سپرد کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ مستقر وہ ہیں جو پیدا ہو چکے اور مستور وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت یہ ہے کہ مستور وہ ہیں جو اللہ کے نزدیک ہیں۔ (الملاحم والحکم، القرآن، ۷: ۳۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید کی ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مستقر زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مَسَافِرٌ وَنَاقٍ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
 (البقرہ: ۱۶۶) کی جگہ اور کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسیلا، پھر اس سے ہر قسم کی نباتات اُگائی، پھر اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے، پھر ان سے تمہ پر ترنگے ہوئے دانے اور گھجور کے غلوں سے پہلوں کے گچے پیدا کیے جو تمہ کے پڑنے میں اور انھوں اور ذہن اور ہمارے باطن اگنے کے لئے جلتے بھی ہیں اور غلظت بھی ہیں، جب یہ درخت پہل لائیں تو ان کے پہل اور اس کے پتے کی طرف دیکھو، جب تک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے ضرورت نشانی ہیں۔ (الانعام: ۹۹)

سابقہ آیات سے ارتباط

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کی شکلیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر استدلال کیا دوسری بار آسمان کی شکلیوں میں سے سورج اور چاند سے استدلال کیا پھر تیسری بار ستاروں سے استدلال کیا چوتھی بار نفس انسان سے استدلال کیا اور اب پانچویں بار آسمان سے ثابت ہوا ہے کہ اولیٰ پارش سے استدلال کیا۔ اس آیت میں وجود باری اور اس کی توحید پر دلیل بھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی بیان ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کولہ آسمان سے پانی بارش کی طرف آتا ہے اور پھر بارشوں سے زمین پر پانی برستا ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ دریاؤں اور سمندروں سے بخارات اُپر اُٹھ جاتے ہیں اور بخارات بن جاتے ہیں اور برسنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا اس کا معنی ہے آسمان کی جانب سے پانی برسیا۔

کھجور کے فضائل اور اس کا مومن کی صفت پر مشتمل ہونا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار قسم کے درخت بیان فرمائے ہیں۔ کجور، انجور، زیتون اور انار اور درخت کے پھلوں سے پہلے کھیتوں کا ذکر فرمایا کیونکہ کھیتوں سے غذا حاصل ہوتی ہے اور درختوں کے پھلوں سے لذت حاصل ہوتی ہے اور غذا اللہ سے اہم اور اس پر مقدم ہے اور کجور کو باقی پھلوں پر مقدم کیا کیونکہ کجور غذا کے قائم مقام ہے خصوصاً عربوں میں اور حکماء نے بیان کیا ہے کہ کجور کی حیوان کے ساتھ کئی وجوہ سے متابعت ہے اس کے متعلق حدیث میں ہے:

امام احمد بن علی المنشی الحنفی المتوفی ۷۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو درخت کی تو قیر اور تنظیم کو وہ تمہاری پوجہ ہے کیونکہ وہ اس مٹی سے پیدا کی گئی ہے جس سے حضرت آدم پیدا کیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اور کسی درخت کو مجھ میں کیا جانا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر پتے والی عورتوں کو تازہ بھجوریں کھلاؤ اور تازہ بھجوریں میسر نہ ہوں تو پھوارے کھاؤ اور اللہ کے نزدیک اس درخت سے زیادہ اور کوئی عزت والا درخت نہیں ہے جس کے نیچے حرم بن عمر انصاری تھیں۔ اسناد ابی یعلیٰ، موسلی، رقم القاضی: ۳۵۵، طبع لاہور، ج ۱، ص ۳۳، کمال ابن عدی، ج ۱، ص ۲۳۳، مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۸۹

اس حدیث کی سند منقطع ہے۔ عروہ بن رومی کی حضرت علی سے ملاقات نہیں ہے اس کے علاوہ اس کا ایک رولوی مسرور بن سعید ضعیف ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو خنوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی شمشیر ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف گیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا میرا ذہن سمجھو کہ درخت کی طرف گیا لیکن مجھے (بڑے لوگوں کے سامنے بولنے سے) شرم آئی۔ پھر لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اتنا بچاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ سمجھو کہ درخت ہے جس نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا اگر تم اس وقت یہ بتا دیتے کہ یہ سمجھو کہ درخت ہے تو مجھے یہ لٹال لٹال چیز سے زیادہ محبوب ہو گئی۔

۱) کج بلادی، ج' رقم الحدید ۳۰۰، کج سلم صائتین ۳۰۰، سنن کبریٰ للعلی ج' ۲، رقم الحدید ۱۳۷، مند امیر  
ج' ۲، ص ۴۳، طبع قدیم

رسول اللہ ﷺ نے بحور کے درخت کو سوسن اور مسلم کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ اس درخت میں خیر بہت زیادہ ہے، اس کا سایہ دائمی ہے، اس کا پھل میٹھا ہے اور یہ میٹھا کھایا جاتا ہے۔ تازہ بھی اور خشک بھی، اس کے منافع بہت ہیں، اس کے پتے کے شتر بڑے ہیں جو قیر کے کام آتے ہیں۔ اس کے چوں سے دسی پنکٹی، ٹوپی اور ٹپے بنائے جاتے ہیں، اس کی مٹھل سے صابن بنی ہے اور کئی قسم کے کام آتی ہے، پھر یہ بہت حسین و جمیل درخت ہے۔ اسی طرح سوسن میں بھی بہت خیر ہے۔ اس کا عہد کرنا اچھے اخلاق سے پیش آنا، عہد میں تواضع حاصل کرنے کے لیے کھانا پانا، آرام کرنا اور سونے فرسید، حسن نیت سے اس کا ہر ٹیک کام عہد سے ہے اور اس میں اجر و ثواب ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور دوسروں میں مجبور کے درخت کی یہ صفت ہے کہ وہ آپ سے بہت محبت کرتا ہے، حتیٰ کہ مجبور کو لایک شہیر جس سے نیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے، وہ آپ کے فرائض سے چلا چکا کہ روئے لگا، مومن کی محبت کے متعلق یہ حدیث ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو گا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اصل اس کے مہل اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ ایک اور روایت میں ہے حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(مجمع البحار ج ١، رقم المصحف ٥٨، مجمع مسلم، المجلد ١٧ (١٣٣١-١٣٣٢)، سنن الترمذ ج ٨، رقم المصحف ٥١٣٣، سنن ابن ماجه ج ١، رقم المصحف ٦٤)

اور آپ سے محبت کی بنا پر آپ کے فراق میں کھجور کے درخت کے رونے کے مطلق یہ حدیث ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جو کہے وہ سچا ہے اور جو کہتا ہے وہ سچا ہے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایک منبر بنا دوں؟ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو۔ انھوں نے آپ کے لیے ایک منبر بنا دیا۔ پھر جب کاؤں آیا تو آپ منبر کھڑے ہو گئے۔ تو وہ کھجور کا تنہ کی طرح جھجج کر رونے لگا۔ آپ

نے اس کو اپنے ساتھ لپٹایا تو وہ بچہ کی طرح سسکیں اور سکیاں بھرنے لگا۔ حضرت جابر نے کہا وہ آپ کے ذکر کے فراق سے رو رہا تھا۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کی محبت مجبور کے تلوں سے نئی ہوئی تھی اور نبی پیچھے مجبور کے ایک حصے کے ساتھ کھڑے ہو کر غلبہ دیتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر بنادیا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس نئے سے اس طرح رونے کی گواہی لی جس طرح کو تھی اپنے بچوں کے فراق میں روتی ہے، حتیٰ کہ نبی پیچھے نے آکر اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو ہم اس کو قرار لگایا۔

[illegible]

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی سمرقندی متوفی ۵۵۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سیدہ ہرچہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ غلبہ دیتے وقت طویل قیام کرتے ہوئے تھک جاتے تو ایک مجبور کے سنے کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔ صحابہ میں سے کسی شخص نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ پسند کریں تو میں آپ کے لیے منبر بنادوں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ دیں۔ آپ نے فرمایا یادو تو انھوں نے تین یا چار سیز جیوں کا منبر بنادیا نبی ﷺ کو اس میں آرام ملا جب نبی ﷺ اس سنے سے الگ ہوئے اور منبر پر بیٹھے تو نبی ﷺ کی ہڈائی کی وجہ سے وہ عاؤنٹی کی طرح جھج جھج کر رونے لگے جب آپ نے اس کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے اس کے لوہر اپنا ہاتھ دکھاوا فرمایا تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرو "لو" اگر تم چاہو تو میں تم کو اسی جگہ رہنے دوں اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں جنت میں لگا دوں" تم جنت کی نعموں اور جہنم کے پانی سے سیراب ہو" تمہارے بچے اور بھل خواہصورت ہوں اور اولیاء اللہ تمہارے پھلوں سے کھائیں۔ اس سنے نے نبی ﷺ سے کچھ کہا جس کو آپ نے مناد اور فرمایا اس نے یہ اختیار کر لیا ہے کہ میں اس کو جنت میں لگا دوں۔

سنن دارمی ج ۱، رقم الحدیث ۳۳، النعم الاوسط ج ۳، رقم الحدیث ۲۲، دلائل النبوة لابی نعیم ج ۲، رقم الحدیث ۳۱۰.

المام طبرانی اور امام ابو نعیم کی روایت میں ہے 'تمہارے پہلوں سے متقی اولیاء اللہ اور انبیاء و مرسلین کھائیں۔'

کھجور، انگور، زیتون اور انار کے خواص

سجور کا مزاج گرم خشک ہے اس کی اصلاح انار اور سنگھیں سے ہو جاتی ہے۔ اس میں دو عنصر (حیاتین) اور قدامت اہم معنیٰ نمائیت پائے جاتے ہیں اس کے استعمال سے خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہوتا ہے یہ کوہیٹروں کو متوازن رکھتی ہے نہ نہ منورہ کی سنجور جوہ خاص طور پر دل کے لیے مفید ہے یہ ہیٹ کے کینڑے لاتی ہے اور چیٹل کھول کر لاتی ہے سو گرم سنجور میں ۲۵۰ گرام سے ۶ گرام پروٹین، ۳۵ گرام نشاستہ، ایک گرام پیکٹن، ۵۵ ملی گرام پیکٹیم، ۲۰۰ گرام سوڈیم، ۱۰۰۰ ملی گرام پوٹاشیم، ۲۰۰ ملی گرام فاسفورس، ۳۰۰ ملی گرام فولاد اور ۱۰ ملی گرام پھوک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجبور کے بعد انکسور کاؤٹر فرمایا کیونکہ انکسور تمام پھلوں میں افضل ہے کیونکہ یہ پھل بھی اول سے لے کر آخر تک نفع بخش ہے۔ اس سے سرکہ اور نیبہ بھی بنایا جاتا ہے۔ انکسور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک چھوٹا انکسور ہوتا ہے یہ جب خشک ہو جائے تو اس کو کشش کہتے ہیں اور بڑا انکسور جب خشک ہو جائے تو اس کو حنفی کہتے ہیں۔ انکسور کا مزاج گرم تر ہے یہ زود بخیم اور کثیر العائد ہے۔ خون صلیقہ پر کثرت پیدا کرتا ہے۔ لود بدن کو خیر کرتا ہے سو گرم انکسور میں ۷۸ حرارے ایک گرم ہر مین ۱۶

گرام نسلت: ایک گرام پکٹائی، بحالی گرام میٹیم ۳۱ ملی گرام قاسورس، ۶۶ ملی گرام فواد، ۱۰۰ ملی گرام دھان اے ۷۰ ملی گرام دھان بی اور ۳۳ ملی گرام دھان سی ہو گا ہے۔

انگور کے بعد زیتون کا ذکر فرمایا ہے، اس کا پھل بڑا اور سیاہ درنگ کا ہوتا ہے۔ یہ فلسطین، عرب، ایران اور جنوبی یورپ میں پیدا ہوتا ہے، زیتون کا پھل بہت مفید ہے۔ سردی کے دروں میں اس سے بدن پر ہاش کی جاتی ہے، یہ بدن کو غذائیت بخشتا ہے، اعصاب کو تقویت دیتا ہے، یوہا پے کے قسم عوارض میں مفید ہے، جدید سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ روغن زیتون کو پسرول کو حل کرتا ہے۔

اندرو قسم کا ہوتا ہے۔ سرخ دانوں والا اور سفید دانوں والا۔ سرخ دانوں والے کا زائقہ کھٹا مٹھا ہوتا ہے اور سفید دانوں والا شیریں ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے۔ اس میں غذائیت کم ہے، خون صلیب پیدا کرتا ہے۔ اس میں جراثیم کش خصوصیات بھی ہیں۔ ۱۰۰ گرام اندر میں ۳۳ ملی گرام میٹیم اور ۲۵ ملی گرام قاسورس، ۳۵ ملی گرام فواد، ۳۲۰ ملی گرام دھان اے ۱۰۸ ملی گرام دھان بی اور ۳۸ ملی گرام دھان سی ہو گا ہے۔

پھلوں کی ابتدائی حالت اور ان کے پکنے سے وجود پاری پر استدلال

اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے ”جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو، بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے خدو نصیب ہیں۔“

اس آیت کا یہ حصہ موضع استدلال ہے، ”لوری میں اس آیت سے مقصود ہے، ”کیونکہ پھل کے پکنے کے بعد اور اس کی ابتداء کی حالتیں، فصل و صورت، رنگ، ذائقہ اور مزاج کے اعتبار سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ بعض پھلوں کا رنگ ابتداء میں سبز ہوتا ہے اور پکنے کے بعد سرخ یا زرد ہو جاتا ہے، لوری ابتداء میں ان کا زائقہ ترش ہوتا ہے اور بعد میں شیریں ہو جاتا ہے اور ابتداء میں ان کی تاثیر سرد ہوتی ہے اور پکنے کے بعد گرم ہو جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھلوں کی نشوونما میں جو یہ تغیر ہوتا ہے اس کا سبب اور خالق کون ہے؟ پھلوں کی طبیعت، موسم، ستارے اور افلاک تو ان کے موجد نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان کی نسبت سب چیزوں کی طرف صلاوی ہے اور جس کی نسبت سب کی طرف صلاوی ہو، اس سے بعض میں مثلاً سرد اور بعض میں گرم، تاثیرات صلاوی نہیں ہو سکتیں۔ نیز موسم، ستارے اور افلاک تو خود ایک گئے بعد سے نظام کے تبلیغ ہیں، ان سے یہ اثرات صلاوی نہیں ہو سکتے، معلوم ہو کہ ان مختلف اور متضاد اثرات کا خالق وہی قادر و قیوم اور مدبر عالم ہے جو اپنی رحمت، مصلحت، حکمت، علم اور قدرت سے اس ساری کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔

تو ذرا بغیر پکنے سے پہلے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیج کا عدم جواز

امام محمد بن اسماعیل بخاری سن ۵۶۶ھ روایت کرتے ہیں،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کے بیج سے منع فرمایا، بیجے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔ ایک لوری روایت میں ہے، ”مکجوروں کی بیج سے منع فرمایا، تو تنگید و سرخ یا زرد نہ ہو جائیں اور سفید ہونے سے پہلے پھلوں کی بیج سے منع فرمایا، تو تنگید و آفت سے محفوظ نہ ہو جائیں۔“

(مجمع البحار ج ۳، رقم الحديث: ۳۳۳، مجمع مسلم ج ۴، ۳۸۱، ۳۸۲، سنن ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث: ۳۳۰، سنن ابوالحسنی ج ۲، رقم الحديث: ۳۵۵، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۴۱۷)

نقصاء اختلاف کے نزدیک ظہور صلاحیت کا یہ معنی ہے کہ پھل اپنی مقدار کو پہنچ جائیں کہ وہ قدرتی آفت سے محفوظ ہو

جائیں اور فقہ شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی پھلوں کا پک جانا اور اس میں مٹھاس کا آ جانا ہے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۸۶)

پانچوں میں پھلوں کی مروجہ بیج کے جواز کی صورتیں

ہمارے زمانہ کے اکثر اسلامی شہوں میں باہت کے پھلوں کی بیج کا طریقہ یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیج ہوتی ہے۔ پھلوں کو درختوں سے توڑ کر بیج نہیں کٹتے اور بالعموم اس وقت بیج کی جاتی ہے جب پھلوں کا ظہور بھی نہیں ہوتا اور صرف ان کا پور ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پور کے بھی ظہور سے پہلے بیج ہو جاتی ہے۔ ان احادیث کے پیش نظر بیج کی یہ مروجہ صورتیں باطل ہیں۔ ہمارے فقہاء نے اس کے حل کی چار صورتیں بیان کی ہیں:

۱۔ علامہ شریعی حنفی متوفی ۸۳۳ھ نے بیان کیا کہ خریدار ظہور سے پہلے پھلوں کو خرید لے اور ایک مدت میں تک زمین کو کرائے پر لے لے پھر پھلوں کے اتارنے تک جو زمین سے افزائش اور روئیدگی حاصل ہوگی وہ کرایہ کا عوض ہو اور اس کا جائز حق ہوگا۔ (المبسوط ج ۳ ص ۸۶، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

۲۔ اگر بعض پھلوں کے پور کا ظہور ہو گیا ہو اور بعض یا اکثر کا ظہور نہ ہوا ہو تو جن کا ظہور ہو گیا ہے ان کو اصل قرار دیا جائے اور جن کا ظہور نہیں ہوا ان کو بیع قرار دیا جائے۔ یہ امام مالک، امام محمد بن حسن شیبانی، امام طحاوی اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک جائز ہے، اگرچہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۸۷، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

۳۔ درختوں پر جس قدر بھی پور یا پھل ہوں ان کو خریدار خرید لے اس کے بعد فصل تک جس قدر بھی پھل آئیں ان سب کو بیع کا مالک خریدار پر حلال کر دے۔

(المبسوط ج ۳ ص ۸۷، بیع اللہ بر ج ۵ ص ۴۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، بیروت ج ۵ ص ۱۰۱، مطبوعہ مصر)

یہ تین حل صرف اس صورت میں ہیں جب بیع کے درختوں میں سے کسی ایک پر بھی کم از کم پور لگ گیا ہو، لیکن ہمارے ہاں اس وقت بیع کے پھلوں کی بیج ہوتی ہے جب بیع کے کسی ایک درخت پر بھی پور تک نہیں ہوتا۔ اس صورت میں صرف یہ حل ہے کہ اس بیج کو مکمل بیع مسلم قرار دیا جائے اس لحاظ سے یہ بیج جائز ہو جائے گی۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی حنفی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں ضرورت کا متفق ہونا حنفی نہیں ہے۔ خاص طور پر دمشق میں جہاں پھلوں کے درخت بہت زیادہ ہیں اور چونکہ لوگوں پر جہالت کا ظہور ہے اس لیے شریعی حل پر ان سے عمل کرنا حلوۃ مشکل ہے۔ ہرچند کہ انفرادی طور پر بعض لوگوں سے عمل کرنا ممکن ہے، لیکن دنیا کے تمام لوگوں سے اس پر عمل کرنا عمل ہے اور لوگوں سے ان کی عادت چھڑانے میں بہت حرج ہے اور اس صورت میں جن شہوں میں صرف اس طرح پھلوں کی بیج ہوتی ہے ان کے لیے ان پھلوں کا مکمل حرام ہو جائے گا اور نبی پیغمبر نے بیع مسلم کی رخصت ضرورت کی بنا پر ہی دی ہے، مگر ان کے وہ بھی بیع اللہ دوم ہے۔ پس چونکہ یہاں بھی ضرورت متفق ہے اس لیے اس بیع کو بیع مسلم کے ساتھ بطریق ولایت لاحق کرنا ممکن ہے۔ سو اب یہ بیج اس حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ کوئی شخص وہ چیز فروخت نہ کرے جو اس کے پاس نہیں ہے۔ اس وجہ سے فقہاء نے اس بیج کو احتساباً جائز قرار دیا ہے، جبکہ ظاہر قیاس کے مطابق اس بیج کو ناجائز ہونا چاہیے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۵۳، مطبوعہ استنبول ج ۳ ص ۳۸-۳۹، مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کے لیے جنوں کو شریک قرار دیا، مگر انہوں نے ان کو پیدا کیا ہے انہوں نے بلا علم اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں مقرر کیں اور وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ (الانعام: ۱۰۰)

مشرکین کے اپنے شرکاء کے متعلق نظریات اور ان کے فرقے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر پانچ دلیلیں قائم کیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین کے نظریات بیان فرما رہا ہے اور ان کے باطل نظریات کا رد فرما رہا ہے۔

حسن بھری وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت مشرکین عرب کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے کا معنی یہ ہے کہ وہ جنوں کی اس طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح اللہ عزوجل کی اطاعت ہوتی ہے۔ لہذا وہ غیرو نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہیں نے کہا یہ آیت زندیقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ اور انیس دو بھائی ہیں۔ اللہ انسانوں اور مویشیوں کا خالق ہے اور انیس جنت اور ندوں اور چھوٹوں کا خالق ہے اور اس قول کے قریب محسوس کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ اس جہنم کے دو حصے والے ہیں۔ ایک خدا قدیم ہے اور دوسرا شیطان حادث ہے۔ یہ کہہ کر ان کا مذہب یہ ہے کہ برائی کا پیداکرنے والا حادث ہے۔

(المباح لا مقام القرآن ۷ء ص ۳۸-۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام محمد بن محمد بن زیاد بن عمر ازلی حنفی ۳۶۶ھ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے شریک قرار دینے والوں کے حسب ذیل فرقے ہیں:

۱۔ بت پرست لوگ ہیں۔ یہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ جنوں کو کسی چیز کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں ہے، لیکن یہ جنوں کو عبودت میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں اور جنوں کی عبودت کرتے ہیں۔

۲۔ بعض مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اس عالم کے ہر کو اکب ہیں اور ان کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ کو اکب واجبہ الوجود لذوانہا ہیں اور ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ یہ ممکن الوجود لذوانہا ہیں اور حادث ہیں اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، مگر اللہ سبحانہ نے اس عالم اسفل کی تدبیر ان کی طرف سونپ دی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان ہی سے مناظرہ کیا تھا جب کہ تھا "لا حب الا فلیس"۔

۳۔ بعض مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اس جہنم کے دو خدا ہیں۔ ایک برائی کا خالق ہے، دوسرا برحق ہے اور ایک بھائی کا خالق ہے، دوسرا خدا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت زندیقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور انیس دو بھائی ہیں۔ اللہ انسانوں، مویشیوں اور نیکوں کا خالق ہے اور انیس دو ندوں، سانپوں، چھوٹوں اور برائیوں کا خالق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو مذہب بیان کیا ہے، وہ ہم سب کا مذہب ہے جو یزدان اور ابراہیم کے قائل ہیں۔

۴۔ کفار یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ جن سے مراد فرشتے ہیں، کیونکہ جن کا معنی ہے چھپی ہوئی چیز اور فرشتے بھی آنکھوں سے چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

۵۔ یہود حضرت عزیر کو اور یہ سبکی حضرت یحییٰ علیہما السلام کو خدا اکابرین کہتے تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۸۸-۹۰ مختصر اور موضحاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کے لیے مولود نہ ہونے پر دلائل

اس آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انہوں نے بلا علم اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گزلیں۔ وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی پر علماء اسلام نے حسب ذیل دلائل قائم کیے ہیں:

۱۔ خدا اور محبوب کا واجب لذت ہونا ضروری ہے، اگر خدا کے لیے عینے کو فرض کیا جائے تو وہ واجب لذت ہو گا یا ممکن لذت ہو گا؟ اگر وہ واجب لذت ہو تو اس کا مولود ہونا باطل ہے، کیونکہ مولود والد سے متاخر اور اس کی طرف محتاج ہوتا ہے، اور واجب لذت کسی سے متاخر اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا، بلکہ مستحق اور قدیم ہوتا ہے اور اگر وہ ممکن لذت ہو تو پھر وہ اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہو گا اور مولود والد کا بندہ اور اس کی مخلوق نہیں ہوتا، نیز مولود والد کی جنس سے ہوتا ہے اور ممکن، محتاج اور حادث واجب، مستحق اور قدیم کی جنس سے نہیں ہے۔

۲۔ مولود کی اعتیاج اس لیے ہوتی ہے کہ والد کی موت کے بعد وہ اس کا قائم مقام ہو اور اس کے مشن کو آگے بڑھائے اور اللہ عزوجل پر موت کا اتنا عمل ہے، اس لیے اس کا مولود بھی عمل ہے۔

۳۔ مولود والد کا جڑ ہوتا ہے اور جس کا کوئی جڑ ہو وہ مرکب ہوتا ہے اور مرکب حادث ہوتا ہے، اس لیے اللہ کا مولود ہونا اس کے مرکب اور حادث ہونے کو مستلزم ہے اور اس کا مرکب اور حادث ہونا عمل ہے، اس لیے اس کا مولود بھی عمل ہے۔

۴۔ مولود والد کے مشابہ ہوتا ہے اور اللہ کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے، اس لیے اللہ کا مولود ہونا عمل ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ موجود عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو باپ اور عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا جہازا کہتے ہیں، باپ سے مراد و جم اور شفیق ہے۔ جسمانی لحاظ سے باپ مراد نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر حضرت عیسیٰ کو خصوصیت سے بتا کیوں کہتے ہو؟ اور اس پر اصرار کیوں کرتے ہو؟ ساری کائنات کو اللہ کا بیٹا کہو وہ سب پر شفیق اور و جم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو شفیق اور و جم اور حضرت عیسیٰ کو عز اور و جم کیوں نہیں کہتے۔ جب کہ باپ اور بیٹا کے الفاظ جسمانی رشتہ کو ظاہر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جنس سے مراد امتناع نقص ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متصور نہیں کہ وہ خدا کو باپ کہیں جو اس کے لیے نقص کا موجب ہے۔

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَتَى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ

وہ آسمانوں اور زمین کا سرچشمہ ہے، اس کی اولاد کیونکر ہوگی حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے،

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۚ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے ۝ یہی ہے اللہ جو تعالیٰ ہے، اس کے سوا

إِلَٰهُهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو تم اس کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا نگہبان

وَكَیْلٌ ۚ لَا تُدْرِكُهُ الْبِصَارُ ۚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبِصَارَ ۚ وَهُوَ

ہے ۝ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ نہایت باریک بین

اللطیفُ الخبیرُ ۚ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ

بہت باخبر ہے ۝ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں آئیں، سو تم نے انہیں



فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَنِ فَعْلَيْهَا وَمَا آتَاكُمْ بِحَفِظٍ ۝۱۰۳

محول کر دیکھ لیا تو اس کا فائدہ ہے اور جتنا جاننا تو اس کا نقصان ہے، میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں ۝

كَذَلِكَ نُنْصِرُ الْأَيْتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ

بار بار گفتگو انداز سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ اس کو اپنے دلی سے اپنے صاحب ہے، اور تاکہ ہم اس قرآن کو کم و اداں

يَعْلَمُونَ ۝۱۰۴ اَتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

کے لیے بیان کر دیں ۝ آپ اس چیز کا پیروی کیجیے جس کی آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف سے ہے، اس کے سوا کوئی اور

وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۰۵ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا

کاٹنے نہیں اور مشرکین سے اعراض کیجیے ۝ اور اگر ارادہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے

جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝۱۰۶ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۰۷

آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا، اور آپ ان کے ذمہ دار ہیں ۝

تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدَاوًا

اے سافو! تم ان کو برا دیکھو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں درحقیقت یہ سب تمہاری اور جہات سے اللہ کو

بَغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ نَرِي تِلْكَ أُمَّةٍ عَلَيْهِمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

جائیں گے، ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل مزید کر دیا ہے، پھر انہوں نے اپنے رب کی

مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۰۸ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ

خون و نثار ہے، پھر وہ ان کو خبر دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے ۝ اور انہوں نے جی نہیں کھائیں کہ

جَهْدًا أَيْمَانَهُمْ لِيَنْجَأَهُمْ لِيَنْجَأَهُمْ لِيَنْجَأَهُمْ لِيَنْجَأَهُمْ لِيَنْجَأَهُمْ

اگر ان کے پاس کوئی نشان آگئی تو وہ مزید اس پر ایمان لائیں گے، آپ جیسے کہ نشانیاں تر

الْأَيْتِ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۱۰۹

صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے سافو!) نہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آجائیں گی تو وہ لوگ بھی ایمان نہیں لائیں گے

مَنْ يَرْجُوا يَوْمَ الْقِيَامِ ۝۱۱۰ وَمَنْ يَسْتَعْجِلْ يَسْتَعْجِلْ يَسْتَعْجِلْ يَسْتَعْجِلْ

جو قیامت کے دن کو چاہتا ہے وہ چاہتا ہے، اور جو عجلت چاہتا ہے وہ عجلت چاہتا ہے، اور جو عجلت چاہتا ہے وہ عجلت چاہتا ہے

وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ

ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھر ایسے ہی جس طرح یہ لوگ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے

وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱۰﴾

اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں جھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ آسمانوں اور زمینوں کا سوجدہ ہے اس کی اولاد کیونکر ہوگی مگر وہ اس کی پوری ہی نہیں ہے

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے۔ (انعام: ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا دلائل سے رد

اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا تھا کہ مشرکین کے عقائد باطل ہیں اور اس آیت میں ان کے باطل ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں وہ دلائل کی تصریح امام رازی نے اس طرح فرمائی ہے:

۱۔ بدیع کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر کسی سبب سے اور نمونہ کے پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء بغیر کسی سبب سے پیدا کرنے والا ہے اور یہی عیسائیوں کے عقیدہ کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے جس کی پہلے کوئی نظیر اور مثل نہیں تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء بغیر کسی سبب سے اور نمونہ کے پیدا کیا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا باپ ہے اور اگر اس وجہ سے وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا باپ نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس وجہ سے کیسے باپ ہو سکتا ہے؟

۲۔ عیسیٰ جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا باپ ہے۔ اگر اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ جیسے انسانوں میں مصروف طریقہ سے اولاد ہوتی ہے اس طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تو پوری ہی میں ہے تو اس کا بننا کیسے ہو گا؟ نیز مصروف طریقہ سے اولاد کے حصول میں وہ محض جن جن کو جو عمل انور کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ نوحہ کے انتظار کے بعد اولاد کو حاصل کرے گا لیکن جس کی شان یہ ہو کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے تو وہ ایک لفظ سن فرماتا ہے اور وہ چیز اسی وقت موجود ہو جاتی ہے۔ وہ اس مصروف دنیاوی طریقہ سے اولاد کو کیوں حاصل کرے گا؟ اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا فرض کیا جائے تو وہ قدیم ہو گا یا حادث؟ اس کا قدیم ہونا اس لیے باطل ہے کہ بیٹا باپ سے متاخر ہوتا ہے اور قدیم کسی چیز سے متاخر نہیں ہوتا اور اس کا حادث ہونا اس لیے باطل ہے کہ بیٹے کے ہونے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی صفت کمال حاصل ہوگی یا صفت نقص۔ نقص کا فرض باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عل نقص نہیں اور صفت کمال حاصل ہونا اس لیے باطل ہے کہ وہ قدیم اور ازلا تمام صفات کمال سے متصف ہے۔ مگر بیٹے کو قدیم ہونا چاہیے مگر اس کو حادث فرض کیا تو اور اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ کیا ہے کہ وہ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے کیونکہ اگر اس کے علم میں یہ ہوتا کہ بیٹے کا ہونا اس کے لیے باعث کمال ہے تو بیٹا نہی اور قدیم ہونا مگر بیٹا باپ سے متاخر ہوتا ہے اور

مستاجر ہر مائدیم کے مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **مَیٰی ہِیَ اللّٰہُ** جو تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کا باریک بینی سے دیکھنے والا ہے۔

والا ہے سو تم اسی کی عیادت کرو اور وہ ہر چیز کا مالک  
اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا ذکر فرمایا ہے کہ صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ ہم کہتے ہیں کہ تمام کائنات کی تخلیق کے لیے ایک صانع 'عالم' بخود ضرور کافی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ صانع کی ضرورت ہے تو ہم پوچھتے ہیں 'کتنے صانعین کی ضرورت ہے؟ اگر تم کسی عدد کی تخصیص کرو، مثلاً تین یا چار کی تو یہ ترجیح بلا مرجع ہے' کیونکہ تمام اعداد و مسدوی ہیں اور اگر تم کسی عدد میں صانع کا حضرت کرد تو غیر متناہی صانعین کا ہونا لازم آئے گا اور یہ برا معین ابطال تسلسل سے بطل ہے۔

۲۔ ہم کہتے ہیں کہ تمام کائنات کو یہ اگرنے کے لیے ایک صانع کفنی ہے جو تمام معلومات کا عالم ہو اور تمام ممکنات پر قادر اور مدبر ہو۔ اب اگر دوسرا صانع فرض کیا جائے تو یا تو ان دونوں میں سے ہر ایک اس جہان کے حادثات میں سے کسی چیز کو وجود میں لانے کا مستقل غافل ہو گا اور دوسرے کو اس میں مداخلت کرنے سے بائیں ہو گا۔ ایسی صورت میں کسی چیز کو موجود کرنے کے لیے ان دونوں میں سے صرف ایک کفنی ہو گا اور دوسرا عاجز اور معطل ہو گا اور اگر کسی چیز کو موجود کرنے کے لیے دو دونوں باہم اشتراک اور تعاون کے محتاج ہوں تو یہ باطل ہے کیونکہ جو محتاج وہ الوہیت اور خدا کی مصلحت میں رکھتا۔

۳۔ اگر وہ خدا قرض کیے جائیں تو ضروری ہے کہ وہ دونوں صفات کمال کے جامع ہوں اور اس صورت میں تمام صفات کمال ان دونوں میں مشترک ہوں گی پھر ان دونوں میں امتیاز کے لیے ایک امر تمیز بنانا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ تعدد اور الٰہییت بلا امتیاز باطل ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ امر تمیز صفت کمال ہے یا صفت نقص۔ اگر وہ صفت کمال ہے تو پھر دونوں تمام صفات کمال کے جامع نہ رہے کیونکہ یہ ایک اور صفت کمال ہے اور اگر وہ انہی صفات کمال میں سے ہے تو یہ باب الا شراک ہے یا ب امتیاز میں ہے اور اگر یہ تمیز صفت نقص ہے تو نقص کا عامل الوہیت کی صلاحیت میں رکھتے۔

۳۔ اگر وہ افرض کیے جائیں تو وہ جوہر وجود اور قدم ان میں مشترک ہو گا اور کیونکہ انصاف، بلا امتیاز باطل ہے اس لیے ان میں ایک اور تینیز ہو گا اور ہر خدا اور چیز سے مرکب ہو گا اور مشترک اور امر عزیز اور جو مرکب ہو وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہو وہ الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۵۔ اگر دودھ افرض کیے جائیں تو اگر ایک معین وقت میں مثلاً ایک خداوند کو متحرک کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کو ساکن کرنے کا ارادہ کرے تو دونوں کا ارادہ پورا ہونا محال ہے کیونکہ یہ اجتماع ضدین ہے۔ اس صورت میں صرف ایک کا ارادہ پورا ہو گا اور دوسرا غائب ہو گا اور دوسرا مغلوب ہو گا اور مغلوب الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ دونوں اتفاق کر لیتے ہیں اور اختلاف نہیں کرتے تو ہم کہتے ہیں کہ ان میں اختلاف کرنا ممکن ہے یا نہیں اگر اختلاف کرنا ممکن نہیں تو وہ عاجز ہوں گے اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر اختلاف کر سکتے ہیں تو پھر دوسری پہلی تقریر جاری ہوگی۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ اتفاق کرتے ہیں تو ضرور ایک دوسرے کی موافقت کرے گا اور جو موافقت کرے گا وہ تابع ہو گا اور تابع الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے من جنہیں میں اشارہ فرمایا ہے

مَا تَتَّخِذُ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذْ أَذْهَبَ كُلَّ إِلَهٍ مِمَّا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (المؤمنون: ۱۴)

اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے اور نہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ہر ایک معبود دوسرے پر غلبہ پاتا اللہ ان چیزوں سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ اس کے خالق بیان کرتے ہیں۔

اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور وہ دونوں (آسمان اور زمین) برباد ہو جاتے۔ (الانبیاء: ۲۲)

۶۔ اگر دو خدا ہوں تو یا تو وہ صفات ذاتیہ میں ایک دوسرے کے بالکل ملوی ہوں گے یا ایک اعلیٰ اور دوسرا ادنیٰ ہو گا۔ پہلی صورت اس لیے باطل ہے کہ الٰہیت بلاتمايز عمل ہے اور دوسری صورت اس لیے باطل ہے کہ جو لادنیٰ ہو وہ الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۷۔ اگر دو خدا ہوں تو یا تو ان میں سے ہر ایک اپنی ممنوع پر خصوصی دلیل قائم کرنے پر قادر ہو گا یا کوئی قادر نہیں ہو گا یا صرف ایک قادر ہو گا؟ سو فرما اللہ کہ دونوں صورتیں اس لیے باطل ہیں کہ قادر نہ ہونا مجزے ہے اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اول الذکر صورت اس لیے باطل ہے کہ جبئی الواقع کسی ممنوع کے دو صانع ہوں تو محل کے نزدیک یہ محل ہے کہ اس کی دلالت کسی ایک صانع پر ہو نہ کہ دوسرے پر۔ مثلاً ایک درخت فل رہا ہے اب اس کا پلٹنا اس پر دلیل ہے کہ اس کا کوئی پلانے والا ہے، لیکن محل کے نزدیک اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کا پلانے والا فلاں ہے اور فلاں نہیں ہے۔

۸۔ اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ایک خدا اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر وہ قادر نہ ہو تو اس کا مجر لازم آئے گا اور اگر وہ اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہو تو دوسرے خدا کا جمل لازم آئے گا اور نہ عاجز خدا ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ چلتا۔

۹۔ اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے کے عقول کے مستقلاً تمام جن کو پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس پر قادر نہیں ہے تو عاجز ہو گا اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے کے عقول کے مستقلاً تمام جن کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو دوسرے کا محض ہو جائے گا اور اس کو خدا ماننا محبت ہو گا۔

۱۰۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جن کا نظام ایک منطوق طرز واحد پر چل رہا ہے اور کبھی اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ مثلاً سورج چاند اور ستارے بیش ایک مخصوص جہت سے طلوع ہوتے ہیں اور اس کے متقابل جانب غروب ہوتے ہیں۔ بارش آسمان کی جانب سے ہوتی ہے اور غلہ زمین سے پیدا ہوتا ہے، کبھی اس کے برعکس نہیں ہوتا۔ انسان کے ہاں بیش انسان پیدا ہوتا ہے، بندہ یا انگور پیدا نہیں ہوتا اور شیر کے ہاں شیر پیدا ہوتا ہے کبھی لاشری پیدا نہیں ہوتی۔ سب کے درخت میں کبھی تربوز نہیں لگتا اور مکدم کی پٹلیں میں کبھی جوار نہیں لگتا۔ یہ ساری کائنات نظام واحد پر چل رہی ہے اور اس کا نظام واحد پر جاری ہونا زمین و آسمان سے بتاتا ہے کہ اس کا نظام بھی واحد ہے۔ اگر اس کائنات کے خالق متعدد ہوتے تو اس میں متعدد نظام ہوتے اور ان میں یکسانیت اور وحدت نہ ہوتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے اسی دلیل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَذَعِبُوا بَعْدَ حَقِّكُمْ (البقرہ: ۲۵۸)

ایراہیم نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو المشرقی قنات پہنچاؤں المشرقی مغرب سے نکال۔

۸۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں ہر کثرت کسی وحدت کے تلخ ہوتی ہے اور جو کثرت کسی وحدت کے تلخ نہ ہو تو اس کا نظام قاعدہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً کلاس میں طلبہ کسی ایک استاد کے تلخ ہوتے ہیں اور جب اسکول میں متعدد استاد ہوں تو وہ کسی بڑے باسٹر کے تلخ ہوتے ہیں۔ صوبہ میں جب کئی وزیر ہوں تو ان کے اوپر وزیر اعلیٰ واحد ہوتا ہے اور متعدد مرکزی و ذریعہ پر وزیر اعظم واحد ہوتا ہے۔ کسی ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوتے نہ دو صدر ہوتے ہیں نہ دو وزیر اعظم ہوتے ہیں نہ کسی فوج کے دو کمانڈر انچیف ہوتے ہیں نہ کسی ادارہ میں دو ٹینک ڈائریکٹر ہوتے ہیں۔ ہر شعبہ میں مرکزی اقتدار صرف ایک کے پاس ہوتا ہے اور ہر کثرت کسی وحدت کے تلخ ہوتی ہے۔ سو اسی طرح اس کائنات کا کورساز مطلق اور مقتدر اعلیٰ بھی واحد ہے۔ اگر اس کائنات کے صانع اور مدیر بھی دو یا دو سے زائد ہوتے تو اس کا نظام بھی قاعدہ ہو جاتا اور جس طرح کسی مملکت کے دو صدر نہیں ہو سکتے اسی طرح اس کائنات کے بھی دو خدا نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر جو میں نے دلائل پیش کیے ہیں، ان میں سے کچھ دلائل علماء حدیثین سے مستند ہیں جن کی میں نے اپنے انداز سے تقریر کی ہے اور ان میں سے کچھ دلائل اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القا فرمائے ہیں۔ واللہ الحمد علی ذلک الحمد اکثراً۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آئیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور نہایت باریک بین اور بہت باخبر ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

رویت باری کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

تقریباً ہر دور کے علماء اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت (اس کا دکھائی دینا) دنیا اور آخرت میں ممکن ہے یا نہیں۔ بعض علماء نے اس کا انکار کیا اور جمہور علماء اسلام کا موقف یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت ممکن ہے اور دنیا میں یہ رویت صرف سیدنا محمد ﷺ کے لیے سراج کی شب و باقی ہوئی اور آخرت میں تمام انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے لیے یہ رویت واقع ہوگی۔ میدانِ حشر میں بھی اور جنت میں بھی۔

منکرین رویت کے دلائل اور ان کے جوابات

معتزلہ اور دیگر منکرین رویت کی ایک دلیل یہ ہے کہ جو چیز دکھائی دے وہ دیکھنے والے کی مقلید چاہیے ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے تو اس کے لیے ایک چاہیے اور جنت کا ہونا لازم آئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر جس کا چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا بھی انکار کر دو کیونکہ دیکھنے والا بھی دکھائی دینے والی چیز کی چاہیے تھا۔ دو سراج چاہیے یہ ہے کہ دیکھنے اور دکھائی دینے کا یہ قصہ ممکنات اور غلو قات کے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے لیے چاہیے اور مقابلہ کی شرط ہے نہ دکھائی دینے کے لیے۔

منکرین رویت کی دوسری دلیل یہ آیت ہے جس کا معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ آئیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آئیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ دو سراج چاہیے یہ ہے کہ اس آیت میں سلب عموم اور نفی شمول ہے۔ عموم السلب اور شمول اتنافی میں ہے۔ یعنی ہر ہر آنکھ کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے نہ ہر ہر زمانہ میں دیکھنے کی نفی ہے نہ ہر ہر مواقع پر دیکھنے کی نفی ہے بلکہ بعض زمانہ میں بعض مواقع پر بعض لوگوں کے دیکھنے کی نفی ہے۔ سو دنیا میں دیکھنے کی نفی ہے اور آخرت کے بعض مواقع میں جب اللہ تعالیٰ غضب اور جلال میں ہو گا اس وقت اس کو دیکھنے کی نفی ہے اور کفار اور منافقین کے دیکھنے کی نفی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے شب سراج میں جو اللہ تعالیٰ کو دکھا اور حشر میں اور جنت میں دیگر انبیاء علیہم السلام

اور جملہ مومنین کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔

مکرمین روئے کی تیسری دلیل یہ ہے کہ جن بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ کو بے طور و مت نفل کیا ہے اور اس مطالبہ پر عذاب نازل کیا

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى اَنْ تَرْسِلَ لَكَ فِىْ سَبْعِ سُوْرٍ  
اَللّٰهُ جَهَنَّمَ فَاِذَا حَذَقْتُكُمْ الشَّيْءَ وَ اَنْتُمْ  
تَقْطُرُوْنَ ۝ (البقرہ: ۵۵)

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، حتیٰ کہ ہم اللہ کو حکم نکال دیں تو تم کو (کھلی کی) کڑک لے کر لایا اور تمہیں مٹھ کر ہو کر رہے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب نازل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی باتوں پر یقین کرنے کو از روئے عقل اور سرکشی اللہ تعالیٰ کے دیکھنے پر مصلیٰ کر دیا تھا اس وجہ سے نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے تھے۔

مکرمین روئے کی چوتھی دلیل یہ حدیث ہے۔ امام مسلم بن حجاج قصبوی حنفی رحمہ روایت کرتے ہیں:

سواق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا اے ابو عائشہ! جس شخص نے تمہیں باتوں میں سے ایک بات بھی سنی، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھ دیا جس نے پورا عبادہ کوئی نیا نہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا جس شخص نے یہ ذمہ کیا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھ دیا۔ سواق نے کہا میں نیک لگائے ہوئے تھا میں سنبل کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے ام المومنین! مجھے صحت دیں اور جلدی نہ کریں، لیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْأَيْقَنِ النَّبِيُّ ۝ (التکویر: ۲۳) اور ہے لک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ سِرًّا فَخَرٰى ۝ (الحج: ۳۳) اور ہے لک انہوں نے اسے دوسری بار غروب دیکھا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا میں اس امت میں وہ سب سے پہلی شخص ہوں جس نے ان آیتوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جس صورت پر پیدا کیا گیا میں نے اس صورت پر ان کو صرف دو بار دیکھا ہے۔ میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، ان کی عظیم خلقت نے آسمان سے زمین تک کی جگہ کو گھرا لیا۔ حضرت عائشہ نے (سواق سے) فرمایا کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیتیں نہیں سنی:

لَا تُنْزِلُہٗ اِلَّا اَبْصَارًا وَهُوَ یُبْدِیْہِ مَا لَکَ الْاَبْصَارُ  
(الانعام: ۱۱۰) ہے۔

وَمَا تَحٰثَّرُ اِلَّا بِشَیْءٍ اَنْ یُّخَلِّصَہُ اللّٰهُ اِلَیْہِمْ اَوْ  
یَسْرِ وَرَآہِمْ حَسَابًا ۝ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَمِنْ جِوْشٍ یَّذِیْبُہُمْ  
مَّا یَشَآءُ (الشوریٰ: ۵۱)

اور کسی جگہ کے لائق نہیں کہ وہ اللہ سے حکام کرے مگر وحی سے یا ہر دے کے پیچھے سے یا وہ کوئی فرشتہ بھیج دے جس سے ان کے حکم سے جو کچھ اللہ چاہے بچا دے۔

(صحیح مسلم "ایمان" ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، صحیح ابوداؤد ج ۵، رقم الحدیث ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، سنن ابوداؤد ج ۵، رقم الحدیث ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، ۴۲۲۳، ۴۲۲۴، ۴۲۲۵، ۴۲۲۶، ۴۲۲۷، ۴۲۲۸، ۴۲۲۹، ۴۲۳۰، ۴۲۳۱، ۴۲۳۲، ۴۲۳۳، ۴۲۳۴، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶، ۴۲۳۷، ۴۲۳۸، ۴۲۳۹، ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، ۴۲۴۲، ۴۲۴۳، ۴۲۴۴، ۴۲۴۵، ۴۲۴۶، ۴۲۴۷، ۴۲۴۸، ۴۲۴۹، ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۵۲، ۴۲۵۳، ۴۲۵۴، ۴۲۵۵، ۴۲۵۶، ۴۲۵۷، ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۴۲۶۰، ۴۲۶۱، ۴۲۶۲، ۴۲۶۳، ۴۲۶۴، ۴۲۶۵، ۴۲۶۶، ۴۲۶۷، ۴۲۶۸، ۴۲۶۹، ۴۲۷۰، ۴۲۷۱، ۴۲۷۲، ۴۲۷۳، ۴۲۷۴، ۴۲۷۵، ۴۲۷۶، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹، ۴۲۸۰، ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۴۲۸۶، ۴۲۸۷، ۴۲۸۸، ۴۲۸۹، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱، ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، ۴۲۹۴، ۴۲۹۵، ۴۲۹۶، ۴۲۹۷، ۴۲۹۸، ۴۲۹۹، ۴۳۰۰، ۴۳۰۱، ۴۳۰۲، ۴۳۰۳، ۴۳۰۴، ۴۳۰۵، ۴۳۰۶، ۴۳۰۷، ۴۳۰۸، ۴۳۰۹، ۴۳۱۰، ۴۳۱۱، ۴۳۱۲، ۴۳۱۳، ۴۳۱۴، ۴۳۱۵، ۴۳۱۶، ۴۳۱۷، ۴۳۱۸، ۴۳۱۹، ۴۳۲۰، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۴۳۲۳، ۴۳۲۴، ۴۳۲۵، ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۴۳۲۸، ۴۳۲۹، ۴۳۳۰، ۴۳۳۱، ۴۳۳۲، ۴۳۳۳، ۴۳۳۴، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۴۳۳۷، ۴۳۳۸، ۴۳۳۹، ۴۳۴۰، ۴۳۴۱، ۴۳۴۲، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۴۳۴۵، ۴۳۴۶، ۴۳۴۷، ۴۳۴۸، ۴۳۴۹، ۴۳۵۰، ۴۳۵۱، ۴۳۵۲، ۴۳۵۳، ۴۳۵۴، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۴۳۵۸، ۴۳۵۹، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۴۳۶۳، ۴۳۶۴، ۴۳۶۵، ۴۳۶۶، ۴۳۶۷، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، ۴۳۷۲، ۴۳۷۳، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، ۴۳۷۷، ۴۳۷۸، ۴۳۷۹، ۴۳۸۰، ۴۳۸۱، ۴۳۸۲، ۴۳۸۳، ۴۳۸۴، ۴۳۸۵، ۴۳۸۶، ۴۳۸۷، ۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰، ۴۳۹۱، ۴۳۹۲، ۴۳۹۳، ۴۳۹۴، ۴۳۹۵، ۴۳۹۶، ۴۳۹۷، ۴۳۹۸، ۴۳۹۹، ۴۴۰۰، ۴۴۰۱، ۴۴۰۲، ۴۴۰۳، ۴۴۰۴، ۴۴۰۵، ۴۴۰۶، ۴۴۰۷، ۴۴۰۸، ۴۴۰۹، ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۴۲۱، ۴۴۲۲، ۴۴۲۳، ۴۴۲۴، ۴۴۲۵، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷، ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۳۹، ۴۴۴۰، ۴۴۴۱، ۴۴۴۲، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۴۴۴۵، ۴۴۴۶، ۴۴۴۷، ۴۴۴۸، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۴۴۵۲، ۴۴۵۳، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵، ۴۴۵۶، ۴۴۵۷، ۴۴۵۸، ۴۴۵۹، ۴۴۶۰، ۴۴۶۱، ۴۴۶۲، ۴۴۶۳، ۴۴۶۴، ۴۴۶۵، ۴۴۶۶، ۴۴۶۷، ۴۴۶۸، ۴۴۶۹، ۴۴۷۰، ۴۴۷۱، ۴۴۷۲، ۴۴۷۳، ۴۴۷۴، ۴۴۷۵، ۴۴۷۶، ۴۴۷۷، ۴۴۷۸، ۴۴۷۹، ۴۴۸۰، ۴۴۸۱، ۴۴۸۲، ۴۴۸۳، ۴۴۸۴، ۴۴۸۵، ۴۴۸۶، ۴۴۸۷، ۴۴۸۸، ۴۴۸۹، ۴۴۹۰، ۴۴۹۱، ۴۴۹۲، ۴۴۹۳، ۴۴۹۴، ۴۴۹۵، ۴۴۹۶، ۴۴۹۷، ۴۴۹۸، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۵۰۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۳، ۴۵۰۴، ۴۵۰۵، ۴۵۰۶، ۴۵۰۷، ۴۵۰۸، ۴۵۰۹، ۴۵۱۰، ۴۵۱۱، ۴۵۱۲، ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۱۵، ۴۵۱۶، ۴۵۱۷، ۴۵۱۸، ۴۵۱۹، ۴۵۲۰، ۴۵۲۱، ۴۵۲۲، ۴۵۲۳، ۴۵۲۴، ۴۵۲۵، ۴۵۲۶، ۴۵۲۷، ۴۵۲۸، ۴۵۲۹، ۴۵۳۰، ۴۵۳۱، ۴۵۳۲، ۴۵۳۳، ۴۵۳۴، ۴۵۳۵، ۴۵۳۶، ۴۵۳۷، ۴۵۳۸، ۴۵۳۹، ۴۵۴۰، ۴۵۴۱، ۴۵۴۲، ۴۵۴۳، ۴۵۴۴، ۴۵۴۵، ۴۵۴۶، ۴۵۴۷، ۴۵۴۸، ۴۵۴۹، ۴۵۵۰، ۴۵۵۱، ۴۵۵۲، ۴۵۵۳، ۴۵۵۴، ۴۵۵۵، ۴۵۵۶، ۴۵۵۷، ۴۵۵۸، ۴۵۵۹، ۴۵۶۰، ۴۵۶۱، ۴۵۶۲، ۴۵۶۳، ۴۵۶۴، ۴۵۶۵، ۴۵۶۶، ۴۵۶۷، ۴۵۶۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۴۵۷۳، ۴۵۷۴، ۴۵۷۵، ۴۵۷۶، ۴۵۷۷، ۴۵۷۸، ۴۵۷۹، ۴۵۸۰، ۴۵۸۱، ۴۵۸۲، ۴۵۸۳، ۴۵۸۴، ۴۵۸۵، ۴۵۸۶، ۴۵۸۷، ۴۵۸۸، ۴۵۸۹، ۴۵۹۰، ۴۵۹۱، ۴۵۹۲، ۴۵۹۳، ۴۵۹۴، ۴۵۹۵، ۴۵۹۶، ۴۵۹۷، ۴۵۹۸، ۴۵۹۹، ۴۶۰۰، ۴۶۰۱، ۴۶۰۲، ۴۶۰۳، ۴۶۰۴، ۴۶۰۵، ۴۶۰۶، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۴۶۰۹، ۴۶۱۰، ۴۶۱۱، ۴۶۱۲، ۴۶۱۳، ۴۶۱۴، ۴۶۱۵، ۴۶۱۶، ۴۶۱۷، ۴۶۱۸، ۴۶۱۹، ۴۶۲۰، ۴۶۲۱، ۴۶۲۲، ۴۶۲۳، ۴۶۲۴، ۴۶۲۵، ۴۶۲۶، ۴۶۲۷، ۴۶۲۸، ۴۶۲۹، ۴۶۳۰، ۴۶۳۱، ۴۶۳۲، ۴۶۳۳، ۴۶۳۴، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۴۶۳۷، ۴۶۳۸، ۴۶۳۹، ۴۶۴۰، ۴۶۴۱، ۴۶۴۲، ۴۶۴۳، ۴۶۴۴، ۴۶۴۵، ۴۶۴۶، ۴۶۴۷، ۴۶۴۸، ۴۶۴۹، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱، ۴۶۵۲، ۴۶۵۳، ۴۶۵۴، ۴۶۵۵، ۴۶۵۶، ۴۶۵۷، ۴۶۵۸، ۴۶۵۹، ۴۶۶۰، ۴۶۶۱، ۴۶۶۲، ۴۶۶۳، ۴۶۶۴، ۴۶۶۵، ۴۶۶۶، ۴۶۶۷، ۴۶۶۸، ۴۶۶۹، ۴۶۷۰، ۴۶۷۱، ۴۶۷۲، ۴۶۷۳، ۴۶۷۴، ۴۶۷۵، ۴۶۷۶، ۴۶۷۷، ۴۶۷۸، ۴۶۷۹، ۴۶۸۰، ۴۶۸۱، ۴۶۸۲، ۴۶۸۳، ۴۶۸۴، ۴۶۸۵، ۴۶۸۶، ۴۶۸۷، ۴۶۸۸، ۴۶۸۹، ۴۶۹۰، ۴۶۹۱، ۴۶۹۲، ۴۶۹۳، ۴۶۹۴، ۴۶۹۵، ۴۶۹۶، ۴۶۹۷، ۴۶۹۸، ۴۶۹۹، ۴۷۰۰، ۴۷۰۱، ۴۷۰۲، ۴۷۰۳، ۴۷۰۴، ۴۷۰۵، ۴۷۰۶، ۴۷۰۷، ۴۷۰۸، ۴۷۰۹، ۴۷۱۰، ۴۷۱۱، ۴۷۱۲، ۴۷۱۳، ۴۷۱۴، ۴۷۱۵، ۴۷۱۶، ۴۷۱۷، ۴۷۱۸، ۴۷۱۹، ۴۷۲۰، ۴۷۲۱، ۴۷۲۲، ۴۷۲۳، ۴۷۲۴، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۴۷۲۸، ۴۷۲۹، ۴۷۳۰، ۴۷۳۱، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵، ۴۷۳۶، ۴۷۳۷، ۴۷۳۸، ۴۷۳۹، ۴۷۴۰، ۴۷۴۱، ۴۷۴۲، ۴۷۴۳، ۴۷۴۴، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۴۷۴۷، ۴۷۴۸، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۱، ۴۷۵۲، ۴۷۵۳، ۴۷۵۴، ۴۷۵۵، ۴۷۵۶، ۴۷۵۷، ۴۷۵۸، ۴۷۵۹، ۴۷۶۰، ۴۷۶۱، ۴۷۶۲، ۴۷۶۳، ۴۷۶۴، ۴۷۶۵، ۴۷۶۶، ۴۷۶۷، ۴۷۶۸، ۴۷۶۹، ۴۷۷۰، ۴۷۷۱، ۴۷۷۲، ۴۷۷۳، ۴۷۷۴، ۴۷۷۵، ۴۷۷۶، ۴۷۷۷، ۴۷۷۸، ۴۷۷۹، ۴۷۸۰، ۴۷۸۱، ۴۷۸۲، ۴۷۸۳، ۴۷۸۴، ۴۷۸۵، ۴۷۸۶، ۴۷۸۷، ۴۷۸۸، ۴۷۸۹، ۴۷۹۰، ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۴۷۹۵، ۴۷۹۶، ۴۷۹۷، ۴۷۹۸، ۴۷۹۹، ۴۸۰۰، ۴۸۰۱، ۴۸۰۲، ۴۸۰۳، ۴۸۰۴، ۴۸۰۵، ۴۸۰۶، ۴۸۰۷، ۴۸۰۸، ۴۸۰۹، ۴۸۱۰، ۴۸۱۱، ۴۸۱۲، ۴۸۱۳، ۴۸۱۴، ۴۸۱۵، ۴۸۱۶، ۴۸۱۷، ۴۸۱۸، ۴۸۱۹، ۴۸۲۰، ۴۸۲۱، ۴۸۲۲، ۴۸۲۳، ۴۸۲۴، ۴۸۲۵، ۴۸۲۶، ۴۸۲۷، ۴۸۲۸، ۴۸۲۹، ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۴۸۳۳، ۴۸۳۴، ۴۸۳۵، ۴۸۳۶، ۴۸۳۷، ۴۸۳۸، ۴۸۳۹، ۴۸۴۰، ۴۸۴۱، ۴۸۴۲، ۴۸۴۳، ۴۸۴۴، ۴۸۴۵، ۴۸۴۶، ۴۸۴۷، ۴۸۴۸، ۴۸۴۹، ۴۸۵۰، ۴۸۵۱، ۴۸۵۲، ۴۸۵۳، ۴۸۵۴، ۴۸۵۵، ۴۸۵۶، ۴۸۵۷، ۴۸۵۸، ۴۸۵۹، ۴۸۶۰، ۴۸۶۱، ۴۸۶۲، ۴۸۶۳، ۴۸۶۴، ۴۸۶۵، ۴۸۶۶، ۴۸۶۷، ۴۸۶۸، ۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴، ۴۸۷۵، ۴۸۷۶، ۴۸۷۷، ۴۸۷۸، ۴۸۷۹، ۴۸۸۰، ۴۸۸۱، ۴۸۸۲، ۴۸۸۳، ۴۸۸۴، ۴۸۸۵، ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۴۸۸۸، ۴۸۸۹، ۴۸۹۰، ۴۸۹۱، ۴۸۹۲، ۴۸۹۳، ۴۸۹۴، ۴۸۹۵، ۴۸۹۶، ۴۸۹۷، ۴۸۹۸، ۴۸۹۹، ۴۹۰۰، ۴۹۰۱، ۴۹۰۲، ۴۹۰۳، ۴۹۰۴، ۴۹۰۵، ۴۹۰۶، ۴۹۰۷، ۴۹۰۸، ۴۹۰۹، ۴۹۱۰، ۴۹۱۱، ۴۹۱۲، ۴۹۱۳، ۴۹۱۴، ۴۹۱۵، ۴۹۱۶، ۴۹۱۷، ۴۹۱۸، ۴۹۱۹، ۴۹۲۰، ۴۹۲۱، ۴۹۲۲،

ہے، لیکن وہ آخرت میں دعت ہادی کا انکار نہیں کرتی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل تھے اور جسور علمائے اسلام ان کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ الانعام کی جس زیر بحث آیت سے استدلال کیا ہے، اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آنکھیں اس کا ابطال نہیں کر سکتیں نہ یہ کہ آنکھیں اس کا تسلط اور انک نہیں کر سکتیں۔

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَجِئُوا بِكُمْ فِي تَابِعَاتٍ ۝ وَاللّٰی رَٰبِعُهَا نَاطِقٌ ۝  
 کتنی ہی چہرے اس دن ترو تازہ ہوں گے اپنے رب کی

(القیامہ: ۳۲-۳۳) طرف دیکھتے ہوں گے۔

اس آیت میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی تصریح ہے:

كَلَّا لَأَنۡتَهُمۡ عَنْ رَّبِّهِمْ يُؤۡتَوٰنَ ۝ لَمَّا جِئُوا۟ لَٰسَٰخِرُونَ  
 بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے اور یہ ضرور محروم

(الشعف: ۱۵) ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے اور یہ چیز ان کے لیے اسی وقت باعث حزن و غم ہوگی جب مسلمان اس دن اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے کہ اگر ان کو بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل نہ ہو اور نہ کافروں کو تو پھر یہ چیز ان کے لیے باعث افسوس نہیں ہوگی۔

لَا تُدۡرِکُہُ الْاَبۡصَٰرُ (الانعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں ہے، اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن ہو جائے کہ اسی چیز کی وجہ سے کل ہوئی ہے جس کا ثبوت ممکن ہو۔ مثلاً ہوا، خوشبو اور آواز کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ان کی مدح اور تعریف میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ہوا، خوشبو اور آواز کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، تو اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مدح اور تعریف اسی وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہو۔ سو یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے:

قَالَ رَبِّ اَرۡسَبۡ اَسۡطُرَالۡنٰجِکَ (الاعراف: ۱۳۳) مومن نے عرض کیا، اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا

میں تجھے دیکھوں۔

اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن نہ ہو تا تو حضرت مومن علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ سوال نہ کرتے۔

وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہٰی اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ  
 وَفِیۡہَا مَا تَدۡعَوۡنَ (احم السجدہ: ۱۴) اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا

دل چاہے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم

طلب کرو گے۔

ایک اور صاف دل لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار طلب کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جنت میں ان کی ہر خواہش پوری فرمائے گا، سو یہ آیت جنت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث

الامام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپ نے چودھویں رات کے چاند کی





حقدین اور متاخرین کا اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے میں اختلاف رہا ہے اکثر متقدمین دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں اور اہل السنہ اور اہل السنت دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے جواز اور وقوع کے قائل ہیں۔ پھر اس میں بھی حقدین اور متاخرین کا اختلاف ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو ہریرہؓ مشہور روایت کے مطابق حضرت ابن مسعودؓ سلف صالحین اور خشکین اور محمد شین کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے اور سلف صالحین کی ایک عظیم جماعت نے یہ کہا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی مسلک ہے۔ انہوں نے کہا حضرت موسیٰ کاظم کے ساتھ خاص کیے گئے۔ حضرت ابراہیم خلیفہ کے ساتھ اور سیدنا محمد ﷺ رویت کے ساتھ خاص کیے گئے۔ حضرت ابوذر کعب، حسن بصری اور امام احمد بن حنبل کا بھی نظریہ ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی ایک ہی روایت ہے۔ امام ابو الحسن اشعری اور ابن کے اصحاب کی ایک جماعت سے بھی یہی عقول ہے۔ مثل کی ایک جماعت نے توقف کا قول کیا ہے۔ انہوں نے کہا اس کی نفی اور اثبات پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے، لیکن یہ عقلا جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عقلا اور عقلا جائز ہے، عقلی دلائل علم کلام میں ہیں اور نقلی دلائل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رویت کا سوال کرتا ہے یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عمل ہو یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے۔ نیز اعلیٰ متواتر سے یہ ثابت ہے کہ موسیٰ نے آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۴۷۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ج ۱ ص ۱۸۸)

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی مالکی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن الحارث نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی طاقت ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا میں بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے کہا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلیفہ حضرت ابراہیمؓ کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰؓ کے لیے ہو اور دیدار سیدنا محمد ﷺ کے لیے ہو۔ پھر حضرت ابی بن کعب نے بت بلند آواز سے کہا اللہ اکبر! حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے رویت اور کلام کو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اور امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصریؓ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ابو عمر العطلنسکی نے اس قول کو مکرر سے روایت کیا ہے اور بعض خشکین نے اس قول کو حضرت ابن مسعودؓ سے بھی روایت کیا ہے اور امام ابن اسحاقؓ نے روایت کیا ہے کہ موان نے حضرت ابو ہریرہؓ جڑی سے سوال کیا کہ کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اور غرض نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کے مطابق کتابوں کے رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

دو بار بار کہتے رہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس منتقل ہو گیا۔ شیخ ابو الحسن اشعری اور ابن کے اصحاب کا بھی یہی نظریہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضرت انسؓ حضرت ابن عباسؓ مکرر روایت اور حسن بصریؓ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابو العلیہؓ قرطبی اور ربیع بن انسؓ کا یہ قول ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور مکرر سے بھی یہ قول مقول ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے امام احمد سے بھی اس قول کی حکایت کی ہے۔ امام مالک بن انسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں نہیں دکھائی دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہے اور قائل آنکھوں سے باقی کو نہیں دیکھا جاسکتا اور جب مسلمان آخرت میں پہنچیں گے تو ان کو باقی رہنے والی آنکھیں دی

جائیں گی تو ہم اپنی آنکھوں سے باقی دولت کو دیکھ لیں گے۔ کاشی میاض نے کہا یہ عہد کلام ہے۔ اس دلیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہے بلکہ اس کا ساقی یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی اس دنیا میں قدرت ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنی قدرت عطا فرما دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا جوہر اٹھا سکے تو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رویت متعین نہیں ہے۔ (المباح لاحکام القرآن ج ۲ ص ۵۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار رویت کے جوابات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی حنفی ص ۱۷۶ ص ۱۷۷ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

صاحب تحریر کا خیال یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا اس مسئلہ میں بہت دلائل ہیں لیکن ہمارا استدلال اس قوی حدیث سے ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم اس پر قیاس کرتے ہو کہ غلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت سیدنا محمد ﷺ کے لیے ہو مکرر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں ایک عہدہ بند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موسیٰ کے کہ انہوں نے کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اس مسئلہ میں دلیل جبر الایمان حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ صحابہ کرام مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ میں ان سے رجوع کیا ہے اور ان سے یہ سوال کیا کہ کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اور اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قناعت سے کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ حضرت عائشہ نے نبی ﷺ سے یہ روایت نہیں کیا کہ آپ نے فرمایا ہے میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے خود قرآن مجید کی دو آیتوں سے اس مسئلہ کا استدلال کیا ہے اور جب صحابی کا قول کسی دوسرے صحابی کے قول کے خلاف ہو تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت ثابت ہے تو اس روایت کو قبول کرنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ محض عقل سے نہیں چلتا بلکہ اس میں اس قناعتی دلائل کافی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ ممکن کہ چاہتے نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے حق اور اجتہاد سے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور معریب راشد نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زائد نہیں ہیں اور حضرت ابن عباس نے ایک چیز کو ثابت کیا ہے جس کی دوسروں نے نفی کی ہے۔ اور ثبت روایت علی بن علقمہ ہوئی ہے۔ (صاحب تحریر کا کلام ختم ہوا)

غلام یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب سراج سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے کیونکہ اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے اور یہ انہوں نے صرف رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ کا استدلال صرف آیتوں سے ہے نہیں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۳ کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اور آکھ بہ طور اطلاق کی نفی ہے اور سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۱۱ سے جو انہوں نے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بلا تجلب رویت کی نفی نہیں ہے بلکہ بلا تجلب کلام کی نفی ہے اور رویت کلام کو منظور نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہو اور دیدار کے وقت کلام نہ کیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں عام مقدمہ بیان کیا ہے اور عام مخصوص البعض ہے اور دوسرے دلائل سے ہمارے نبی ﷺ اس عام مقدمہ سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں۔

(صحیح مسلم مع شرح النووی ج ۱ ص ۹۸۳-۹۸۶ مطبوعہ مکتبہ نزار صفحہ ۱۷۱ ص ۱۷۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آگئیں سو جس نے انہیں کھول کر دیکھا تو اس کا فائدہ ہے اور جو اندھا بنا رہا تو اسی کا نقصان ہے** میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔ (الانعام: ۱۱۰)

کیا چیز رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اور کیا چیز آپ کے ذمہ نہیں ہے؟

اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے تجہید کا بیان کیا تھا اور اس آیت میں رسالت کا بیان فرمایا ہے کہ کیا چیز رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اور کیا چیز رسول کے ذمہ نہیں ہے۔ دین حق کی دعوت دینا دلائل اور معجزات سے رسالت کو ثابت کرنا اور شہادت کو زائل کرنا اور احکام شریعہ کو بیان کرنا یہ رسولوں کے ذمہ ہے اور کسی شخص کا ایمان لانا اور کفر کو ترک کر دینا یہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ نہیں۔ یہ انسان کے اپنے ذمہ ہے وہ ایمان اور کفر میں سے جس کو بھی اختیار کرنا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کے لیے پیدا کر دیتا ہے۔ سو نبی ﷺ کی تبلیغ سے ایمان لانے میں بندوں کا نافع ہے اور کفر پر قرار رہنے میں ان کا ہانا نقصان ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے دین حق کے دلائل بیان کر دیے ہیں۔ اب لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان سے قائم انھیں اور دین حق کو قبول کر لیں یہ ان کے اختیار میں ہے۔ ان کو جبراً اسلمن نہیں بنایا جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نفع کے لیے دین حق پر ہمیں توفیق دلائی ہے اور دلائل بیان کر دیے ہیں ان سے ہمیں فائدہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر کوئی شخص امن دلائل میں غور و فکر نہیں کرے گا تو اسے نقصان ہو گا۔ اللہ کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے اور یہ کہ دین حق کو قبول کرنا یا نہ کرنا انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور اس میں جبر کے ذمہ ب کا رد ہے۔

بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت میں ایمان لانے یا نہ لانے کا جو اختیار دیا ہے وہ نقل اور جہاد کی آجوں سے منسوخ ہو گیا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ بدلی تک ممکن ہو آیات کو عدم نسخ پر محمول کرنا چاہیے اور جہاد اور قتل کے بعد بھی ایمان کا لانا یا نہ مانا انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ہم بار بار مختلف انداز سے آجوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ کہیں کہ آپ نے (کسی سے) پڑھا ہے اور تاکہ ہم اس قرآن کو علم والوں کے لیے بیان کر دیں** (الانعام: ۱۱۰)

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کا شبہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مکرین رسالت کا ایک شہ بیان فرما رہا ہے۔ اس کی تحدید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک آیت کر کے قرآن نازل فرماتا ہے اور ایک معنی کو مختلف اسباب سے بیان فرماتا ہے تاکہ اہل علم پر اللہ تعالیٰ کی مراد مختلف ہو جائے اور ان کے ذہنوں میں وہ معنی مستقر ہو جائے لیکن کفار کو اس سے یہ شبہ ہو گا کہ نبی ﷺ علماء سے مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہیں۔ پھر اس بحث و تحقیق سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کو مختلف فقہوں اور جموں میں ڈھلتے ہیں۔ پھر اس کو یاد کر کے ہمارے سامنے پڑھتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ آپ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ علاوہ کہ یہ سب آپ کا لوگوں سے پڑھا ہوا اور حاصل کیا ہوا ہے۔ ورنہ اگر یہ اللہ کا نازل کیا ہوا حکام ہو تو ایک ایک جملہ کی شکل میں کیوں نازل ہوتا یا ایک بار کی پوری کتاب نازل ہوتی؟ کفار کے اس شبہ کا بیان اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی آیات میں کیا ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا كَذِبٌ مُتَّبَعٌ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا قَدْ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْتُمْ تَكْفُرُونَ  
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا كَذِبٌ مُتَّبَعٌ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا قَدْ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْتُمْ تَكْفُرُونَ  
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا كَذِبٌ مُتَّبَعٌ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا قَدْ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْتُمْ تَكْفُرُونَ

اور کافروں نے کہا یہ (قرآن) صرف بہتان ہے جس کو اس رسول نے گمراہ کیا ہے اور اس کا ہم دوسرے لوگوں نے ان کی مدد کی ہے کہ اگر انہوں نے بہت بڑا علم کیا اور انہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے (جھوٹے) تھے ہیں جو اس (رسول) نے

بگھولے ہیں۔ سورہ صبح شام ان پر پڑے جاتے ہیں۔

وَلَقَدْ تَعَلَّمَ اٰنٰهُمْ بِمَقَرِّ لَوْنِ اِسْمَاعِيْلَ ثُمَّ بَنُوْا  
اِسْرَآءِیْلَ الَّذِیْنَ یُطٰجِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْمٰییْمٌ وَ هٰذَا  
اِسْرَآءِیْلَ عَرَبِیٌّ ثَمِیْمٌ (النحل: ۳۳)

کیا بھولی نبوت کرتے ہیں اس کی زبان گجی ہے اور یہ قرآن  
نمازت روشن ہو جاتی ہے۔

ان کے اس شبہ کا قرآن مجید نے متعدد بار جواب دیا ہے مگر اگر تمہارے ذہن میں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اور کسی  
انسان کا بنایا ہوا یا سکھایا ہوا کلام ہے تو تم اس کی کسی بھولی صورت کی ہی مثل بنا کر لے آؤ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی کسی  
ایک سورت کی بھی نظیر نہیں لاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اس چیز کی پیروی کیجئے جس کی آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف وحی کی گئی ہے  
اس کے سوا کوئی مہلت کا مستحق نہیں ہے اور شیخ کہیں سے اعراض کیجئے۔ (الانعام: ۳۶)  
کفار کی دل آزار باتوں پر نئی پیچیدہ کوششیں دینا

اس سے پہلی آیت میں یہ بتلایا تھا کہ کفار آپ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ آپ نے کچھ علماء سے کچھ مضامین سکھ لے لیے ہیں  
اور ان کو آپ الفاظ میں اُھل کر پیش کر دیتے ہیں اور پھر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ  
آیت نازل فرمائی کہ آپ اپنے رب کی ہڈی کی ہڈی کی پیروی کیجئے تاکہ ان کی طعن آمیز باتوں سے آپ کی دعوت اور تبلیغ  
متاثر نہ ہو۔ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ان کے اس شک و شبہ اور طعن و تشنیع سے جو آپ کو حزن و غم دے گا وہ زائل  
ہو جائے اور آپ کے دل کو تسکین حاصل ہو۔ پھر فرمایا اس کے سوا کوئی مہلت کا مستحق نہیں ہے۔ اس قول میں اس پر تنبیہ کیا  
کہ آپ صرف اس کی اطاعت کیجئے اور جہالت کی وجہ سے اپنے مشن کو متاثر نہ ہونے دیں اور فرمایا مشرکین سے  
اعراض کیجئے علماء قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ آیت آیت قل سے منسوب ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے اس کا معنی یہ نہیں ہے  
کہ ان سے مقابلہ نہ کریں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی دل آزار باتوں سے اعراض کریں اور ان پر غم اور افسوس نہ کریں  
تاکہ آپ کی دعوت اور تبلیغ کا مشن متاثر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا ٹھکانہ نہیں بنایا اور نہ آپ ان  
کے ذمہ دار ہیں۔ (الانعام: ۳۷)

اس آیت کا تعلق بھی اسی سابق طعن سے ہے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ نے علماء سے مذاکرات کر  
کے یہ قرآن بتلایا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کی من جابلانہ اور معاندانہ باتوں کی طرف توجہ نہ کریں اور ان کا کفر آپ پر  
بوجھ نہ بنے کیونکہ اگر میں ان سے کفر زائل کرتے گا تو وہ کہتا تو میں اس پر غور تھا لیکن میں نے باوجود قدرت کے ان کو ان  
کے کفر پر مجبور کیا تو آپ بھی ان کی طعن آمیز باتوں سے اپنے دل پر اثر نہ لیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کام کو سونپ کر دیا  
کہ آپ ان کے کفر کی وجہ سے یہاں پر رہیں ہوتے ہیں۔ ہم نے آپ کو ان کا ٹھکانہ اور ذمہ دار نہیں بنایا آپ کے  
ذمہ صرف عقائد کی تعلیم دینا ہے اور احکام شریعہ کا پھانپنا ہے۔ اگر انہوں نے آپ کے پیغام کو قبول کر لیا تو اس کا تعلق ان کو ہو گا  
اور اگر آپ کے پیغام کو قبول نہیں کیا تو اس کا ضرر بھی صرف ان کو ہو گا اور آپ کے منصب و رسالت پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اے مسلمانو! تم ان کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر مہلت کرتے ہیں ورنہ یہ سب

طی اور جہالت سے لڑ کر اکیس گئے۔ ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر انہوں نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ جن کو خوردے گا وہ کیا کرتے رہے تھے۔ (الانعام: ۸۸)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے

اس آیت کا بھی اس سابق آیت کے ساتھ ربط ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ شبہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے اہل علم کی باتیں سن کر فخر سے بولے ہیں لو یہ قرآن جمع کر لیا ہے اور اس وقت یہ بعید نہیں تھا کہ مسلمان اس بات کو سن کر مشتعل ہوتے اور بطور معاذرہ کے کفار کے جوں کو برا کہتے۔ اس لیے پیش بندی کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے جوں کو برا کہنے سے منع فرمایا تاکہ کفار اس کے جواب میں اپنی جہالت سے مسلمانوں کے خدا کو برا نہ کہنے لگیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی جہل سے سادہ ہوتا انسان اس کو کوئی سخت بات نہ کہے ورنہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت بات کہے گا۔

اہم ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۱۰۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں

لقد بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کفار کے جوں کو برا کہتے تھے تو کفار اس کا معاذرہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو برا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا تم ان کے جوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ اپنی جہالت سے تمہارے خدا کو برا کہیں گے۔

(جامع البیان ۷/۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار کہہ لو کہ قریش اللہ تعالیٰ کو کہتے تھے اور اس کی تنقید کرتے تھے اور جوں کی مہارت بھی اس لیے کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کریں تو ان سے یہ کس طرح محصور ہے کہ وہ اللہ کو برا کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب مسلمان جوں کو برا کہتے تھے تو دراصل کفار اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کو برا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو برا کہنا اللہ تعالیٰ کو برا کہنا قرار دیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ

(الفصح: ۱۰) اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

اسی طرح جب سزا صادر نے عقبہ چاہنے کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا جب ہم اپنی جانوں اور مالوں کو آپ کی اطاعت میں خرچ کریں تو ہمیں اس کے عوض کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت تو یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَارِهِمْ لَعَنَ اللَّهُ (النسوة: ۱۱۰)

جنت کے بدلے میں خرچ لایا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

ہے لک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے۔

(الاحزاب: ۵۷)

اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا محصور نہیں ہے ورنہ اصل رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچایا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچاتا ہے۔

يُحِبُّ عُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا (القصص: ۱۷)

وہ اللہ کو اور مسلمانوں کو محو کر دیتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کو کہتے تھے ان کا خلاف صرف رسول اللہ ﷺ سے تھا۔ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کو محو کرنا ممکن نہ

تھا وہ اپنے زم میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ رسول اللہ کو دھوکا دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَّاعَ اللَّهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر

(النساء: ۸۰) لی۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ آپ کا خریدنا مکمل کا خریدنا ہے آپ کو اپنے اہل بیت کو اپنے اہل بیت کو دھوکا دینا ہے اور آپ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے اور جب آپ کے ساتھ کوئی معاملہ ہو اسے آپ کو برا کہنا ہے اور آپ کو برا کہنا ہے اس لیے جوں کو برا کہنے کے جواب میں کفار رسول اللہ ﷺ کو برا کہتے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تم ان کے جوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ اللہ کو برا کہیں گے۔

امام ابن جریر حنفی ۳۱۰ھ اور دیگر مفسرین نے اس آیت کے متن نزول میں اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔

جب ابو طالب کی موت کا وقت آیا تو قریش نے کہا ان کے پاس چلو اور ان سے کہو کہ وہ اپنے بھتیجے کو منع کریں کیونکہ ہم کو اس سے حیا آتی ہے کہ ان کی موت کے بعد ہم ان کے بھتیجے کو قتل کریں۔ لوگ کہیں گے کہ وہ اپنے بھتیجے کا دفاع کرتے تھے اور ان کے مرنے کے بعد انہوں نے ان کے بھتیجے کو قتل کر دیا۔ تب ابو سفیانؓ ابو جہلؓ فضول بن العاصؓ امیہ بن خلفؓ عتبہ بن ابی معیطؓ عمرو بن العاصؓ اور الاسود بن ابی سرحؓ نے ایک آدمی بھیج کر ابو طالب سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت مل گئی تو انہوں نے کہا اے ابو طالب! تم ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہو اور اسیدنا محمد ﷺ ہمیں اور ہمارے خداؤں کو اذیت پہنچاتے ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم انہیں ملا کر ان سے کہو کہ وہ ہمارے خداؤں کا ذکر نہ کیا کریں ابو طالب نے آپ سے کہا آپ کی قوم نے انصاف کی بات کی ہے۔ نبی ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا یہ بتاؤ اگر میں ایسا کروں تو کیا تم مجھے ایک ایک ٹکڑے دو گے کہ اگر تم دو ٹکڑے دو تو تم عرب کے مالک ہو چلو گے اور عجم کے لوگ تمہارے ہاتھ مار رہے ہوں گے۔ ابو جہل نے کہا ہاں تمہارے ہاتھ کی قسم ہم تم کو ضرور دو ٹکڑے دیں گے بلکہ اس کا دس ٹکڑے دیں گے۔ بتاؤ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم کو لانا اور اللہ انہوں نے اس کو پڑھنے سے انکار کر دیا۔ ابو طالب نے کہا اے بھتیجے! کوئی اور بات کہو تمہاری قوم اس ٹکڑے سے بدگفتی ہے آپ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہوں گا۔ حتیٰ کہ یہ سورج کو لاکر میرے ہاتھ پر رکھ دیں اور اگر انہوں نے سورج کو لاکر میرے ہاتھ پر رکھ دیا تب بھی میں اس ٹکڑے کے سوالور کچھ نہیں کہوں گا۔ تب وہ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے آپ ہمارے جوں کو برا کہتے ہیں۔ باز کہیں وہ نہ ہم آپ کو بھی برا کہیں گے اور جو آپ کو حکم دیتا ہے اس کو بھی برا کہیں گے۔ اس موقع پر یہ آیت پڑھیں ہوئی۔

(جامع البیان: ۱/۲۷۳، تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۳/۱۳۶، تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۹، ۴۸۰)

سدا ذرائع کی بناء پر جوں کو برا کہنے کی ممانعت

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی حنفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں کفار کے خداؤں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ نے کہا ہے کہ یہ حکم اس امت میں ہر حال میں باقی ہے لہذا جب تک کافرانہ مخالفت میں ہو اور یہ خدا ہو کہ وہ اسلام کو یا نبی ﷺ کو یا اللہ عزوجل کو برا کہے گا تو کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی صلیب کو یا ان کے دین کو یا ان کی عبادت گاہوں کو برا کہے مگر نہ کسی ایسے کام کے روپے ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کو برا کہیں کیونکہ یہ معصیت پر اجماع کے قائم مقام ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو کلام کسی برائی کا ذریعہ بنے اس کو روکنا اور اس کا نہ کرنا واجب ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بعض لوگ کسی حذر کو اس کا حق وصول کرنے سے اس لیے روک دیتا جانتا ہے کہ اس کی وجہ سے دین میں کسی ضرر کے پہنچنے کا خطرہ ہو تا ہے۔ مگر ابن ابی نعلی نے کہا ہے کہ اگر حق واجب ہو تو اس کو ہر عمل میں وصول کرے اور اگر جائز ہو تو پھر اس میں یہ قول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل موزن کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے امت کو گناہوں کے لیے نصیحت کو موزن کر دیا ہے اور کافروں کے لیے کفر کو موزن کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے یہی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ثلثی آگلی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے آپ کہنے کے نتیجہ میں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیوں آجائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان میں لائیں گے۔ (الانعام: ۱۰۹)

فرمانی مہجرات نہ دکھانے کی وجہ

اس سے پہلے آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے کانٹے کی جھجھک کی نیت میں ایک شہید بیان کیا پھر اس کے جوابات دیے اور اس میں آپ کی نیت میں ان کا وہ شراب بیان فرمایا ہے۔

ایم ابو جعفر حسن جریر طبری حنفی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے محمد آپ ہمیں یہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے پاس ایک لامعی خنجر جس کو انہوں نے پھر بارہا تو اس سے بارہ جتنے پھٹ چڑے اور اس خبر دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مراد کو زندہ کر دے تو آپ خبر دیتے ہیں کہ مراد کے پاس ایک نوختی خنجر تھی تو آپ بھی ان عجولت میں سے کوئی مجرہ پیش کریں تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہیں کس قسم کا مجرہ دکھاؤں؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے لیے منہ پھاڑ سونے کا تاج دیں۔ آپ نے پوچھا اگر میں نے لیا کر دیا تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ خدا اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم سب آپ کی اتباع کریں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو حضرت جرأ نیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ کو اختیار ہے اگر آپ چاہیں تو صبح کو یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا اور اگر یہ مجرہ پیش کر دیا گیا اور یہ پھر بھی ایمان نہیں لائے تو ہم ان سب کو عذاب دیں گے اور اگر آپ چاہیں تو آپ ان کو چھوڑ دیں حتیٰ کہ ان میں سے تو یہ کہنے والے کی تو یہ قبول کر لی جائے گی۔ آپ نے فرمایا بلکہ ان میں سے تو یہ کہنے والے کی تو یہ قبول کر لی جائے۔ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابن ابی نعلی "بزمہ" ص ۲۰۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دے ہیں جس طرح یہ لوگ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں پھنکا ہوا چھوڑ دے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۰)

جب اللہ نے کفار کے دلوں کو پھیر دیا تو ان کا کفر میں کیا تصور ہے؟

یہ آیت بھی ان آیات میں سے ایک ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ کفر اور ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر سے ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کفار کے طلب کردہ مجرہات پیش کر دیئے گئے اور کفار کو پتا چل گیا کہ یہ مجرہات سیدنا محمد ﷺ کے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلالت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور آنکھوں کو اس صحیح دلالت سے پھیر دیا تو وہ اپنے کفر کو قائم رکھ رہے اور ان مجرہات کی دلالت سے قانع نہیں انہیں لگے۔

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی جن کے دلوں اور آنکھوں کو پہلی ہدایت اور اسلام کی راہ سے بھیر دیا تو پھر ان کے ایمان نہ لانے میں ہی جن کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو تک پہلی بار جب ان کا قرآنی مجروحہ دکھایا گیا اور چاند کو شق کر دیا گیا اور وہ بھر بھی ایمان نہیں لائے تو دوسری بار اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ جب مجروحہ نبی ﷺ کے صدق پر ولادت کرتا تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور آنکھوں کو بھیر دیتا اور وہ اپنے فکر پر قرار دیتے۔  
دوسرا جواب یہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی جن کے دلوں اور آنکھوں کو دوزخ کے شعلوں اور انکاروں کی طرف بھیر دے گا تاکہ ان کو عذاب ہو جس طرح دنیا میں یہ پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے۔

وَلَوْ اَنَّآ نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ

اللہ اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو بھی نازل کرتے اور مُردے ان سے

السَّمَوٰتِ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا مَا

باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو ان کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی وہ

كَانُوا اِلٰی یَوْمَئِذٍ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ یَجْهَلُوْنَ ۝۱۱۱

ایمان نہ لاتے، سوائے اس کے کہ اللہ کی مشیت ہوگی لیکن ان میں سے اکثر لوگ جاہلی ہیں ۝

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیْطٰنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شیطان انساؤں اور جنوں کو دشمن بنا دیا جو (لوگوں کو) دھوکے

یُوحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ

میں ڈیٹھ کے پہلے ایک دوسرے کو غرضی غمازیں لاتا کرتے بھتے ہیں اور اگر آپ کا پس

مَا فَعَلُوْهُ فَاَذَرَهُمْ وَمَا یَقْتَرُوْنَ ۝۱۱۲ وَلِتَصْغٰی اِلَیْهِ اَفْیَدَةٌ

چاہتا تو وہ یہ دیکھتے، اور آپ ان پر ایمان کی اقترا چلا دیں کہ ان کے حال پر ہم نہیں دیکھتا کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلَیَرْضَوْنَهَا وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ

وہ ان (غرضی باتوں) کی طرف مائل ہوں اور ان کو پسند کریں اور ان باتوں کا ارتکاب کرتے رہیں جو ان

مُقْتَرِفُوْنَ ۝۱۱۳ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكْمًا وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْكُمْ

وہ ارتکاب کرنے والے ہیں ۝ تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور احسان کرنے والا تلاش کروں حالانکہ یہ وہی ہے جس نے تمہاری



الْكِتَابِ مَفْصَلًا وَالَّذِينَ أُتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ

عرف مفصل کتاب نازل کرائی ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے

مِّنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَاتُكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۱۷﴾ وَتَمَّتْ

حق کے ساتھ نازل ہوا ہے، (اے مخاطب!) تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ رہنا ○ اور آپ کے رب کی

كَلِمَتِ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ

بات بچائی اور عدل کے اعتبار سے پوری ہوگی اس کے احکام کو کوئی بدلتے والا نہیں ہے، اور وہ بہت سننے والا،

الْعَلِيمُ ﴿۱۱۸﴾ وَإِنْ تَطَعُ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ

غیب جاننے والا ہے ○ اور (اے مخاطب!) اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ

سَبِيلَ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۱۱۹﴾

کر دیں گے، وہ من گھڑی گمان کی پیروی کرتے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں ○

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ

بے شک آپ کا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کن اس کے راستے سے گمراہ ہوگا، اور وہ ہدایت پانے والا

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۰﴾

○ (اے مخاطب!) جو ہدایت پاتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو بھی نازل کرتے اور موئے ان سے ہاتھیں کرتے اور ہم ہر چیز

کو ان کے سامنے جمع کر دیتے، تب بھی وہ ایمان نہ لاتے سوائے اس کے کہ یہ اللہ کی مشیت ہوئی لیکن ان میں سے اکثر لوگ

جہل ہیں۔ (الانعام: ۱۱۸)

اللہ تعالیٰ کا مطلوب بندوں کا اختیاری ایمان ہے

اس سے پہلے آیت ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا میں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آجائیں گی

تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے (الانعام: ۱۱۹) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان

کے تمام مطلوبہ معجزات فراہم کر دے، بلکہ اس سے بھی زیادہ مہیا کر دے مگر فرشتے نازل کر دے اور موئے ان سے کلام کریں،

بلکہ ہر چیز ان کے سامنے جمع کر کے پیش کر دی جائے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان صرف وہی لوگ لائیں گے جن کے

محقق اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان لانا مقدر کر دیا تھا اور جن کے محقق اللہ تعالیٰ کو انزل میں علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایمان لائے

والے نہیں ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان مقدّر نہیں کیا وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں یہ تو بگ اپنی ضد اور مٹ دھری میں اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اب اگر اللہ تعالیٰ ان میں جبر ایمان پیدا کر دے یہ بھی ایمان لائیں گے لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

یہ واضح رہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اپنے اختیار سے ایمان لائیں اور وہ کسی میں جبر ایمان پیدا نہیں کرنا چاہتا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندے اپنے ایمان کے خالق ہیں جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندے اپنے اختیار سے ایمان لانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں ایمان پیدا کر دیتا ہے بندہ کسب اور ارادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خلق اور پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا جو (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۱)

انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین (سرکشوں) کا ہونا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے لیے سرکش اور شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا تھا اسی طرح آپ کے لیے بھی سرکش اور شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا ہے۔

اس آیت میں شیاطین الانس والجنس فرمایا ہے۔ اس کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ شیطان سے مراد سرکش ہے اور انسانوں اور جنوں میں سے بعض سرکش ہوتے ہیں اور یہ دونوں مومنوں کو بھانکے اور گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمام شیطان انیس کی اولاد ہیں اور اس نے ان کے دو گروہ کر دیے ہیں۔ ایک گروہ انسانوں کو بھانکتا ہے اور دوسرا گروہ جنوں کو بھانکتا ہے اور ان دونوں گروہوں کو شیاطین الانس والجنس کہا جاتا ہے لیکن پہلی تفسیر رائج ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

الم احمد بن حنبل استوفی ۲۴۱ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو لہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کا یہ گمان تھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے اس لیے وہ آپ کے سامنے چپ چاپ بیٹھے تھے۔ اسے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر کیا تم نے آج نماز پڑھ لی ہے انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اب کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ جب انہوں نے چار رکعات چاشت کی نماز پڑھ لی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اتنوں اور انسانوں کے شیطانوں سے بڑا طلب کیا کرو انہوں نے کہا یا نبی اللہ کیا انسانوں کے لیے بھی شیطان ہوتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اجن اور انس کے شیاطین (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نمایاں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا شاکر ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(مسند احمد: ج ۲، رقم الحدیث: ۲۳۳۸، ۲۳۳۹، ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲، ۲۳۴۳، ۲۳۴۴، ۲۳۴۵، ۲۳۴۶، ۲۳۴۷، ۲۳۴۸، ۲۳۴۹، ۲۳۵۰، ۲۳۵۱، ۲۳۵۲، ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، ۲۳۵۵، ۲۳۵۶، ۲۳۵۷، ۲۳۵۸، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۲۳۶۴، ۲۳۶۵، ۲۳۶۶، ۲۳۶۷، ۲۳۶۸، ۲۳۶۹، ۲۳۷۰، ۲۳۷۱، ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، ۲۳۷۴، ۲۳۷۵، ۲۳۷۶، ۲۳۷۷، ۲۳۷۸، ۲۳۷۹، ۲۳۸۰، ۲۳۸۱، ۲۳۸۲، ۲۳۸۳، ۲۳۸۴، ۲۳۸۵، ۲۳۸۶، ۲۳۸۷، ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، ۲۳۹۰، ۲۳۹۱، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۳۹۴، ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۳۹۷، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۲۴۰۰، ۲۴۰۱، ۲۴۰۲، ۲۴۰۳، ۲۴۰۴، ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ۲۴۰۷، ۲۴۰۸، ۲۴۰۹، ۲۴۱۰، ۲۴۱۱، ۲۴۱۲، ۲۴۱۳، ۲۴۱۴، ۲۴۱۵، ۲۴۱۶، ۲۴۱۷، ۲۴۱۸، ۲۴۱۹، ۲۴۲۰، ۲۴۲۱، ۲۴۲۲، ۲۴۲۳، ۲۴۲۴، ۲۴۲۵، ۲۴۲۶، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲۴۳۰، ۲۴۳۱، ۲۴۳۲، ۲۴۳۳، ۲۴۳۴، ۲۴۳۵، ۲۴۳۶، ۲۴۳۷، ۲۴۳۸، ۲۴۳۹، ۲۴۴۰، ۲۴۴۱، ۲۴۴۲، ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، ۲۴۴۵، ۲۴۴۶، ۲۴۴۷، ۲۴۴۸، ۲۴۴۹، ۲۴۵۰، ۲۴۵۱، ۲۴۵۲، ۲۴۵۳، ۲۴۵۴، ۲۴۵۵، ۲۴۵۶، ۲۴۵۷، ۲۴۵۸، ۲۴۵۹، ۲۴۶۰، ۲۴۶۱، ۲۴۶۲، ۲۴۶۳، ۲۴۶۴، ۲۴۶۵، ۲۴۶۶، ۲۴۶۷، ۲۴۶۸، ۲۴۶۹، ۲۴۷۰، ۲۴۷۱، ۲۴۷۲، ۲۴۷۳، ۲۴۷۴، ۲۴۷۵، ۲۴۷۶، ۲۴۷۷، ۲۴۷۸، ۲۴۷۹، ۲۴۸۰، ۲۴۸۱، ۲۴۸۲، ۲۴۸۳، ۲۴۸۴، ۲۴۸۵، ۲۴۸۶، ۲۴۸۷، ۲۴۸۸، ۲۴۸۹، ۲۴۹۰، ۲۴۹۱، ۲۴۹۲، ۲۴۹۳، ۲۴۹۴، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۲۴۹۷، ۲۴۹۸، ۲۴۹۹، ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، ۲۵۰۲، ۲۵۰۳، ۲۵۰۴، ۲۵۰۵، ۲۵۰۶، ۲۵۰۷، ۲۵۰۸، ۲۵۰۹، ۲۵۱۰، ۲۵۱۱، ۲۵۱۲، ۲۵۱۳، ۲۵۱۴، ۲۵۱۵، ۲۵۱۶، ۲۵۱۷، ۲۵۱۸، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۲۵، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷، ۲۵۲۸، ۲۵۲۹، ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۲۵۳۲، ۲۵۳۳، ۲۵۳۴، ۲۵۳۵، ۲۵۳۶، ۲۵۳۷، ۲۵۳۸، ۲۵۳۹، ۲۵۴۰، ۲۵۴۱، ۲۵۴۲، ۲۵۴۳، ۲۵۴۴، ۲۵۴۵، ۲۵۴۶، ۲۵۴۷، ۲۵۴۸، ۲۵۴۹، ۲۵۵۰، ۲۵۵۱، ۲۵۵۲، ۲۵۵۳، ۲۵۵۴، ۲۵۵۵، ۲۵۵۶، ۲۵۵۷، ۲۵۵۸، ۲۵۵۹، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۲، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۶۶، ۲۵۶۷، ۲۵۶۸، ۲۵۶۹، ۲۵۷۰، ۲۵۷۱، ۲۵۷۲، ۲۵۷۳، ۲۵۷۴، ۲۵۷۵، ۲۵۷۶، ۲۵۷۷، ۲۵۷۸، ۲۵۷۹، ۲۵۸۰، ۲۵۸۱، ۲۵۸۲، ۲۵۸۳، ۲۵۸۴، ۲۵۸۵، ۲۵۸۶، ۲۵۸۷، ۲۵۸۸، ۲۵۸۹، ۲۵۹۰، ۲۵۹۱، ۲۵۹۲، ۲۵۹۳، ۲۵۹۴، ۲۵۹۵، ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۵۹۸، ۲۵۹۹، ۲۶۰۰، ۲۶۰۱، ۲۶۰۲، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۶۰۵، ۲۶۰۶، ۲۶۰۷، ۲۶۰۸، ۲۶۰۹، ۲۶۱۰، ۲۶۱۱، ۲۶۱۲، ۲۶۱۳، ۲۶۱۴، ۲۶۱۵، ۲۶۱۶، ۲۶۱۷، ۲۶۱۸، ۲۶۱۹، ۲۶۲۰، ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، ۲۶۲۳، ۲۶۲۴، ۲۶۲۵، ۲۶۲۶، ۲۶۲۷، ۲۶۲۸، ۲۶۲۹، ۲۶۳۰، ۲۶۳۱، ۲۶۳۲، ۲۶۳۳، ۲۶۳۴، ۲۶۳۵، ۲۶۳۶، ۲۶۳۷، ۲۶۳۸، ۲۶۳۹، ۲۶۴۰، ۲۶۴۱، ۲۶۴۲، ۲۶۴۳، ۲۶۴۴، ۲۶۴۵، ۲۶۴۶، ۲۶۴۷، ۲۶۴۸، ۲۶۴۹، ۲۶۵۰، ۲۶۵۱، ۲۶۵۲، ۲۶۵۳، ۲۶۵۴، ۲۶۵۵، ۲۶۵۶، ۲۶۵۷، ۲۶۵۸، ۲۶۵۹، ۲۶۶۰، ۲۶۶۱، ۲۶۶۲، ۲۶۶۳، ۲۶۶۴، ۲۶۶۵، ۲۶۶۶، ۲۶۶۷، ۲۶۶۸، ۲۶۶۹، ۲۶۷۰، ۲۶۷۱، ۲۶۷۲، ۲۶۷۳، ۲۶۷۴، ۲۶۷۵، ۲۶۷۶، ۲۶۷۷، ۲۶۷۸، ۲۶۷۹، ۲۶۸۰، ۲۶۸۱، ۲۶۸۲، ۲۶۸۳، ۲۶۸۴، ۲۶۸۵، ۲۶۸۶، ۲۶۸۷، ۲۶۸۸، ۲۶۸۹، ۲۶۹۰، ۲۶۹۱، ۲۶۹۲، ۲۶۹۳، ۲۶۹۴، ۲۶۹۵، ۲۶۹۶، ۲۶۹۷، ۲۶۹۸، ۲۶۹۹، ۲۷۰۰، ۲۷۰۱، ۲۷۰۲، ۲۷۰۳، ۲۷۰۴، ۲۷۰۵، ۲۷۰۶، ۲۷۰۷، ۲۷۰۸، ۲۷۰۹، ۲۷۱۰، ۲۷۱۱، ۲۷۱۲، ۲۷۱۳، ۲۷۱۴، ۲۷۱۵، ۲۷۱۶، ۲۷۱۷، ۲۷۱۸، ۲۷۱۹، ۲۷۲۰، ۲۷۲۱، ۲۷۲۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۴، ۲۷۲۵، ۲۷۲۶، ۲۷۲۷، ۲۷۲۸، ۲۷۲۹، ۲۷۳۰، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ۲۷۳۳، ۲۷۳۴، ۲۷۳۵، ۲۷۳۶، ۲۷۳۷، ۲۷۳۸، ۲۷۳۹، ۲۷۴۰، ۲۷۴۱، ۲۷۴۲، ۲۷۴۳، ۲۷۴۴، ۲۷۴۵، ۲۷۴۶، ۲۷۴۷، ۲۷۴۸، ۲۷۴۹، ۲۷۵۰، ۲۷۵۱، ۲۷۵۲، ۲۷۵۳، ۲۷۵۴، ۲۷۵۵، ۲۷۵۶، ۲۷۵۷، ۲۷۵۸، ۲۷۵۹، ۲۷۶۰، ۲۷۶۱، ۲۷۶۲، ۲۷۶۳، ۲۷۶۴، ۲۷۶۵، ۲۷۶۶، ۲۷۶۷، ۲۷۶۸، ۲۷۶۹، ۲۷۷۰، ۲۷۷۱، ۲۷۷۲، ۲۷۷۳، ۲۷۷۴، ۲۷۷۵، ۲۷۷۶، ۲۷۷۷، ۲۷۷۸، ۲۷۷۹، ۲۷۸۰، ۲۷۸۱، ۲۷۸۲، ۲۷۸۳، ۲۷۸۴، ۲۷۸۵، ۲۷۸۶، ۲۷۸۷، ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ۲۷۹۰، ۲۷۹۱، ۲۷۹۲، ۲۷۹۳، ۲۷۹۴، ۲۷۹۵، ۲۷۹۶، ۲۷۹۷، ۲۷۹۸، ۲۷۹۹، ۲۸۰۰، ۲۸۰۱، ۲۸۰۲، ۲۸۰۳، ۲۸۰۴، ۲۸۰۵، ۲۸۰۶، ۲۸۰۷، ۲۸۰۸، ۲۸۰۹، ۲۸۱۰، ۲۸۱۱، ۲۸۱۲، ۲۸۱۳، ۲۸۱۴، ۲۸۱۵، ۲۸۱۶، ۲۸۱۷، ۲۸۱۸، ۲۸۱۹، ۲۸۲۰، ۲۸۲۱، ۲۸۲۲، ۲۸۲۳، ۲۸۲۴، ۲۸۲۵، ۲۸۲۶، ۲۸۲۷، ۲۸۲۸، ۲۸۲۹، ۲۸۳۰، ۲۸۳۱، ۲۸۳۲، ۲۸۳۳، ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، ۲۸۳۶، ۲۸۳۷، ۲۸۳۸، ۲۸۳۹، ۲۸۴۰، ۲۸۴۱، ۲۸۴۲، ۲۸۴۳، ۲۸۴۴، ۲۸۴۵، ۲۸۴۶، ۲۸۴۷، ۲۸۴۸، ۲۸۴۹، ۲۸۵۰، ۲۸۵۱، ۲۸۵۲، ۲۸۵۳، ۲۸۵۴، ۲۸۵۵، ۲۸۵۶، ۲۸۵۷، ۲۸۵۸، ۲۸۵۹، ۲۸۶۰، ۲۸۶۱، ۲۸۶۲، ۲۸۶۳، ۲۸۶۴، ۲۸۶۵، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۸۶۸، ۲۸۶۹، ۲۸۷۰، ۲۸۷۱، ۲۸۷۲، ۲۸۷۳، ۲۸۷۴، ۲۸۷۵، ۲۸۷۶، ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۸۷۹، ۲۸۸۰، ۲۸۸۱، ۲۸۸۲، ۲۸۸۳، ۲۸۸۴، ۲۸۸۵، ۲۸۸۶، ۲۸۸۷، ۲۸۸۸، ۲۸۸۹، ۲۸۹۰، ۲۸۹۱، ۲۸۹۲، ۲۸۹۳، ۲۸۹۴، ۲۸۹۵، ۲۸۹۶، ۲۸۹۷، ۲۸۹۸، ۲۸۹۹، ۲۹۰۰، ۲۹۰۱، ۲۹۰۲، ۲۹۰۳، ۲۹۰۴، ۲۹۰۵، ۲۹۰۶، ۲۹۰۷، ۲۹۰۸، ۲۹۰۹، ۲۹۱۰، ۲۹۱۱، ۲۹۱۲، ۲۹۱۳، ۲۹۱۴، ۲۹۱۵، ۲۹۱۶، ۲۹۱۷، ۲۹۱۸، ۲۹۱۹، ۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲، ۲۹۲۳، ۲۹۲۴، ۲۹۲۵، ۲۹۲۶، ۲۹۲۷، ۲۹۲۸، ۲۹۲۹، ۲۹۳۰، ۲۹۳۱، ۲۹۳۲، ۲۹۳۳، ۲۹۳۴، ۲۹۳۵، ۲۹۳۶، ۲۹۳۷، ۲۹۳۸، ۲۹۳۹، ۲۹۴۰، ۲۹۴۱، ۲۹۴۲، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۴۶، ۲۹۴۷، ۲۹۴۸، ۲۹۴۹، ۲۹۵۰، ۲۹۵۱، ۲۹۵۲، ۲۹۵۳، ۲۹۵۴، ۲۹۵۵، ۲۹۵۶، ۲۹۵۷، ۲۹۵۸، ۲۹۵۹، ۲۹۶۰، ۲۹۶۱، ۲۹۶۲، ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ۲۹۶۵، ۲۹۶۶، ۲۹۶۷، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۲۹۷۰، ۲۹۷۱، ۲۹۷۲، ۲۹۷۳، ۲۹۷۴، ۲۹۷۵، ۲۹۷۶، ۲۹۷۷، ۲۹۷۸، ۲۹۷۹، ۲۹۸۰، ۲۹۸۱، ۲۹۸۲، ۲۹۸۳، ۲۹۸۴، ۲۹۸۵، ۲۹۸۶، ۲۹۸۷، ۲۹۸۸، ۲۹۸۹، ۲۹۹۰، ۲۹۹۱، ۲۹۹۲، ۲۹۹۳، ۲۹۹۴، ۲۹۹۵، ۲۹۹۶، ۲۹۹۷، ۲۹۹۸، ۲۹۹۹، ۳۰۰۰، ۳۰۰۱، ۳۰۰۲، ۳۰۰۳، ۳۰۰۴، ۳۰۰۵، ۳۰۰۶، ۳۰۰۷، ۳۰۰۸، ۳۰۰۹، ۳۰۱۰، ۳۰۱۱، ۳۰۱۲، ۳۰۱۳، ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، ۳۰۱۶، ۳۰۱۷، ۳۰۱۸، ۳۰۱۹، ۳۰۲۰، ۳۰۲۱، ۳۰۲۲، ۳۰۲۳، ۳۰۲۴، ۳۰۲۵، ۳۰۲۶، ۳۰۲۷، ۳۰۲۸، ۳۰۲۹، ۳۰۳۰، ۳۰۳۱، ۳۰۳۲، ۳۰۳۳، ۳۰۳۴، ۳۰۳۵، ۳۰۳۶، ۳۰۳۷، ۳۰۳۸، ۳۰۳۹، ۳۰۴۰، ۳۰۴۱، ۳۰۴۲، ۳۰۴۳، ۳۰۴۴، ۳۰۴۵، ۳۰۴۶، ۳۰۴۷، ۳۰۴۸، ۳۰۴۹، ۳۰۵۰، ۳۰۵۱، ۳۰۵۲، ۳۰۵۳، ۳۰۵۴، ۳۰۵۵، ۳۰۵۶، ۳۰۵۷، ۳۰۵۸، ۳۰۵۹، ۳۰۶۰، ۳۰۶۱، ۳۰۶۲، ۳۰۶۳، ۳۰۶۴، ۳۰۶۵، ۳۰۶۶، ۳۰۶۷، ۳۰۶۸، ۳۰۶۹، ۳۰۷۰، ۳۰۷۱، ۳۰۷۲، ۳۰۷۳، ۳۰۷۴، ۳۰۷۵، ۳۰۷۶، ۳۰۷۷، ۳۰۷۸، ۳۰۷۹، ۳۰۸۰، ۳۰۸۱، ۳۰۸۲، ۳۰۸۳، ۳۰۸۴، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۰۸۷، ۳۰۸۸، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۳۰۹۱، ۳۰۹۲، ۳۰۹۳، ۳۰۹۴، ۳۰۹۵، ۳۰۹۶، ۳۰۹۷، ۳۰۹۸، ۳۰۹۹، ۳۱۰۰، ۳۱۰۱، ۳۱۰۲، ۳۱۰۳، ۳۱۰۴، ۳۱۰۵، ۳۱۰۶، ۳۱۰۷، ۳۱۰۸، ۳۱۰۹، ۳۱۱۰، ۳۱۱۱، ۳۱۱۲، ۳۱۱۳، ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۱۱۶، ۳۱۱۷، ۳۱۱۸، ۳۱۱۹، ۳۱۲۰، ۳۱۲۱، ۳۱۲۲، ۳۱۲۳، ۳۱۲۴، ۳۱۲۵، ۳۱۲۶، ۳۱۲۷، ۳۱۲۸، ۳۱۲۹، ۳۱۳۰، ۳۱۳۱، ۳۱۳۲، ۳۱۳۳، ۳۱۳۴، ۳۱۳۵، ۳۱۳۶، ۳۱۳۷، ۳۱۳۸، ۳۱۳۹، ۳۱۴۰، ۳۱۴۱، ۳۱۴۲، ۳۱۴۳، ۳۱۴۴، ۳۱۴۵، ۳۱۴۶، ۳۱۴۷، ۳۱۴۸، ۳۱۴۹، ۳۱۵۰، ۳۱۵۱، ۳۱۵۲، ۳۱۵۳، ۳۱۵۴، ۳۱۵۵، ۳۱۵۶، ۳۱۵۷، ۳۱۵۸، ۳۱۵۹، ۳۱۶۰، ۳۱۶۱، ۳۱۶۲، ۳۱۶۳، ۳۱۶۴، ۳۱۶۵، ۳۱۶۶، ۳۱۶۷، ۳۱۶۸، ۳۱۶۹، ۳۱۷۰، ۳۱۷۱، ۳۱۷۲، ۳۱۷۳، ۳۱۷۴، ۳۱۷۵، ۳۱۷۶، ۳۱۷۷، ۳۱۷۸، ۳۱۷۹، ۳۱۸۰، ۳۱۸۱، ۳۱۸۲، ۳۱۸۳، ۳۱۸۴، ۳۱۸۵، ۳۱۸۶، ۳۱۸۷، ۳۱۸۸، ۳۱۸۹، ۳۱۹۰، ۳۱۹۱، ۳۱۹۲، ۳۱۹۳، ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، ۳۱۹۶، ۳۱۹۷، ۳۱۹۸، ۳۱۹۹، ۳۲۰۰، ۳۲۰۱، ۳۲۰۲، ۳۲۰۳، ۳۲۰۴، ۳۲۰۵، ۳۲۰۶، ۳۲۰۷، ۳۲۰۸، ۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ۳۲۱۱، ۳۲۱۲، ۳۲۱۳، ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، ۳۲۱۶، ۳۲۱۷، ۳۲۱۸، ۳۲۱۹، ۳۲۲۰، ۳۲۲۱، ۳۲۲۲، ۳۲۲۳، ۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، ۳۲۲۸، ۳۲۲۹، ۳۲۳۰، ۳۲۳۱، ۳۲۳۲، ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، ۳۲۳۶، ۳۲۳۷، ۳۲۳۸، ۳۲۳۹، ۳۲۴۰، ۳۲۴۱، ۳۲۴۲، ۳۲۴۳، ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، ۳۲۴۶، ۳۲۴۷، ۳۲۴۸، ۳۲۴۹، ۳۲۵۰، ۳۲۵۱، ۳۲۵۲، ۳۲۵۳، ۳۲۵۴، ۳۲۵۵، ۳۲۵۶، ۳۲۵۷، ۳۲۵۸، ۳۲۵۹، ۳۲۶۰، ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، ۳۲۶۳، ۳۲۶۴، ۳۲۶۵، ۳۲۶۶، ۳۲۶۷، ۳۲۶۸، ۳۲۶۹، ۳۲۷۰، ۳۲۷۱، ۳۲۷۲، ۳۲۷۳، ۳۲۷۴، ۳۲۷۵، ۳۲۷۶، ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، ۳۲۷۹، ۳۲۸۰، ۳۲۸۱، ۳۲۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۴، ۳۲۸۵، ۳۲۸۶، ۳۲۸۷، ۳۲۸۸، ۳۲۸۹، ۳۲۹۰، ۳۲۹۱، ۳۲۹۲، ۳۲۹۳، ۳۲۹۴، ۳۲۹۵، ۳۲۹۶، ۳۲۹۷، ۳۲۹۸، ۳۲۹۹، ۳۳۰۰، ۳۳۰۱، ۳۳۰۲، ۳۳۰۳، ۳۳۰۴، ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ۳۳۰۷، ۳۳۰۸، ۳۳۰۹، ۳۳۱۰، ۳۳۱۱، ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، ۳۳۱۴، ۳۳۱۵، ۳۳۱۶، ۳۳۱۷، ۳۳۱۸، ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ۳۳۲۱، ۳۳۲۲، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، ۳۳۲۵، ۳۳۲۶، ۳۳۲۷، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، ۳۳۳۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۲، ۳۳۳۳، ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۳۳۷، ۳۳۳۸، ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، ۳۳۴۱، ۳۳۴۲، ۳۳۴۳، ۳۳۴۴، ۳۳۴۵، ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ۳۳۴۸، ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۳۳۵۳، ۳۳۵۴، ۳۳۵۵، ۳۳۵۶، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۳۳۵۹، ۳۳۶۰، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴

و جی کا معنی ہے اشارہ کرنا، لکن تلو کلام حق ہے، جس دینی کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر بلا واسطہ یا فرشتے کی واسطت سے نیند یا بیداری میں نازل فرماتا ہے اور جب اس کی نسبت عام مسلمانوں کی طرف ہو تو اس سے مراد الہام ہوتا ہے۔ یعنی کسی خیر اور نیک بہت کادل میں ڈالنا اور جب اس کی نسبت شیطان کی طرف ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے تو اس کا معنی ہے دوسرے یعنی کسی بری بہت یا برے کلام کی طرف انسانوں کے دل کو مائل اور راضی کرنا، زخرف میں ہے کہ جس کا پہلن باطل، برائی اور گنہ گار اور اس کا ظاہر حزن، خوش نما اور خوب صورت ہو۔ جیسے چاندی پر سونے کا طبع کر کے اسے سونا بنا کر پیش کیا جائے۔

غور کے معنی ہیں دعو کا منظور وہ شخص ہے جو کسی چیز کو مصلحت کے مطابق عمدہ اور نفع آدر ممکن کرے اور در حقیقت وہ اس طرح نہ ہو۔

### شیطان کے دوسرے انداز کی تحقیق

شیطان کے دوسرے دعو کا کلمہ کی تحقیق یہ ہے کہ جب تک انسان کسی چیز کے متعلق یہ یقین نہ کرے کہ اس میں خیر غالب ہے اور نفع زیادہ ہے، وہ اس چیز میں رعبت نہیں کرتا اور اس کے حصول کے واسطے ہم کو ہر گز اس کا یہ یقین واقع کے مطابق ہو تو یہ حق اور صدق ہے اور اگر یہ یقین کسی فرشتے کے افتادہ کرنے کی وجہ سے ہے تو یہ الہام ہے اور اگر اس کا یہ یقین واقع کے مطابق نہیں ہے اور اس کا ظاہر حسین اور حزن ہے اور اس کا پہلن قاسد اور باطل ہے تو یہ کلام مزخرف ہے۔ اب یا تو اس نے اپنی لامٹی کی وجہ سے بری چیز کو اچھا اور نیک کو سنا سمجھ لیا اور یا ارواحِ خبیثہ نے اس کے دل میں یہ دوسرے ڈالا ہے اور اس کے ذہن میں برائی کو خوش نما بنا کر پیش کیا ہے اور یہی معنی اس آیت میں مراد ہے۔

در حقیقت وہ جس دعو کا قسم کی ہوتی ہیں، ایک طیب اور ظاہر ہوتی ہیں، فرشتے ہیں اور دوسری طباک اور شریر ہوتی ہیں، یہ شیاطین ہیں۔ ارواحِ طیبہ جس طرح لوگوں کو نیک کا حکم دیتی ہیں، اسی طرح ایک دوسرے کو بھی نیک کا حکم دیتی ہیں، اور ارواحِ خبیثہ جس طرح لوگوں کو برائی کا حکم دیتی ہیں، اسی طرح ایک دوسرے کو بھی برائی کا حکم دیتی ہیں۔ پھر انسانوں میں جن کی سرشت نیک ہوتی ہے اور ان پر پاکیزگی اور خیر کا غلبہ ہوتا ہے، ان کی فرشتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور ان پر الہام ہوتا ہے اور جن کی سرشت خبیثہ ہوتی ہے اور ان پر برائی کا غلبہ ہوتا ہے، ان کی شیطانوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں شیطان دوسرے ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر انسانوں میں جو زیادہ خبیثہ اور سرکش ہوتے ہیں، وہ دوسرے انسانوں کے دلوں میں دوسرے اندازی کرتے ہیں اور برائیوں کو خوش نما کر دوسرے لوگوں کو دعو کے میں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو برائیوں اور گناہوں پر راضی کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہی بتایا ہے کہ شیطان جن اور شیطان انسانوں کو لوگوں کو دعو کے میں ڈالتے کے لیے برائیوں کو خوش نما بنا کر بیان کرتے ہیں، اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے شیطان انسانوں اور شیطان جنوں سے پتہ لگنے کا حکم دیا ہے۔

اس بحث میں یہ حدیث بھی پیش ضرور رہنی چاہیے۔

للم یومین محمد بن حنفیہ ترمذی حنفی ۹۷۷ھ مدینہ منورہ میں روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آدم کے قریب ایک شیطان کا نزول ہوتا ہے اور ایک فرشتہ کا نزول ہوتا ہے (یعنی اس کے دل میں ایک افتادہ کرنے والا شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ شیطان کی طرف سے افتادہ کرنے والا اس کو) مصائب سے ڈراتا ہے اور حق کی تکذیب کرتا ہے اور فرشتہ کی طرف سے افتادہ کرنے والا خیر کی بشارت دیتا ہے۔ جو شخص اس کو اپنے دل میں پائے وہ اللہ کا شکر بخالائے، اور جو شخص اپنے دل میں دوسری بہت پائے وہ اعدوہ باللہ من الشیطان

ضمیمہ القرآن

الرحیم دے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی  
 الشَّيْطَانُ يَحْذَرُكُمُ الْمَعْرُوفَ وَيَنْهَى عَنْ الْمُنْكَرِ  
 بِالْقَوْلِ وَالْبَقَرَةُ: ۳۸۰

لہم جو یعنی نے کہا یہ حدیث حسن قریب ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۲۹۹۹، صحیح ابن حبان ج ۳، رقم الحدیث: ۹۹۹۹، السنن الکبریٰ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۵۵)  
 لہم سلم بن حبان لغوی حوالہ ۳۵ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ صاحب نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی پیدا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میرے ساتھ بھی پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری امت کو فرمایا کہ وہ مسلمان ہو گیا وہ مجھے شکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

(صحیح مسلم، مناقب ج ۱، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، رقم الحدیث: ۳۶۳۸)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امت کا اس پر اہل حق ہے کہ نبی ﷺ کا جسم، آپ کا دل اور آپ کی زبان شیطان کے آثار سے محفوظ ہے اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ نبی ﷺ کا قرین جن (بہم زانا) نبی ﷺ کی برکت اور آپ کی مبارک صحبت سے مسلمان ہو گیا اور اپنی کاسم دینے والا بنی کاسم دینے والا بن گیا اور ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو شیطان کے انواء اور اس کے دوسروں سے پہلے کی کوشش کریں۔

شیطان کی طرف سے اتنا دوسرا ہوتا ہے اور فرشتہ کی طرف سے اتنا اہم ہوتا ہے۔ شیطان کفر، فسق اور ظلم کے دوسرے اہل ہے اور توحید، رسالت، صراط کے بعد انھیں قیامت اور جنت اور دوزخ کے اہل کی تحقیق کرتا ہے اور فرشتہ اللہ اور رسول اور قرین مجید کی تصدیق کی تحقیق کرتا ہے اور نماز، روزہ اور دیگر نیکی کے کاموں کی ترقیب دیتا ہے۔ جب اس کے دل میں اس قسم کی باتیں آئیں تو اللہ کا حکم اور اس کے اور جب اس کے خلاف باتیں آئیں تو شیطان کے شر سے ہٹا دے۔ ہر چند کہ احکام شریعہ میں اہم مستتر نہیں ہے، لیکن دوسروں شیطان سے اعتنا میں وہ مستتر ہے، علماء نے کہا ہے کہ جو شخص حرام کھانا ہو وہ اہم اور دوسروں میں تیز نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے، سو آپ انہیں اور جن کی افتراء پر رازوں کو ان کے

حل پر چھوڑیں۔ (احکام)

شیاطین کو پیدا کرنے کی حکمت

اس آیت کا ساقی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانوں اور جنوں میں سرکش اور شیاطین ملحقہ انبیاء عظیم السلام اور ان کے امتیوں کو اپنے دوسروں اور ملازموں سے نقصان نہ پہنچاتے اور اسی طرح وہ آپ کو اور آپ کی امت کو بھی ضرر پہنچانے سے باز رہے۔ لیکن یہ جز اللہ تعالیٰ کی حیثیت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حیثیت یہ ہے کہ بعض ایک لوگ جن شیاطین کی ملازموں اور دوسروں کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ جن شیاطین کو آخرت میں سزا دے اور نیک لوگوں کو ان کے اتقان میں کامیاب ہونے اور صاحب پر صبر کرنے کی وجہ سے جزا دے، تو آپ انہیں اور اس کے بعد کاروں کو اور ان کی مزخرف باتوں کو ان کے حل پر چھوڑ دیجئے۔ یہ آیت کفر، عذاب کی وعید اور اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کی بشارت کو مستتر ہے۔ اور اس میں نبی ﷺ کو نکل دیتا ہے اور آپ کے قلب مبارک سے غم کو زائل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تاکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ عن (خوش نمائشوں) کی طرف مائل ہوں اور ان کو پسند کریں اور ان پر ایمان کا اور کلمہ کرتے رہیں جن کا وہ اور کلمہ کرنے والے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۷)

لتصغی کا معنی

اس آیت میں لتصغی کا لفظ ہے اس کا لہو معنی ہے۔ علامہ جلالہ محمد بن عمر زحرفی متوفی ۵۸۳ھ نے اس کا معنی لکھا ہے معنی کا معنی ہے کسی چیز کی طرف میلان کرنا اور جھکاؤ (الفتح ج ۲ ص ۲۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۷۷ء)

اور علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں

یہی کی حدیث میں "کان یصغی الیہ الاناء" وہ اس کے لیے برتن جھکاتے تھے تاکہ وہ سولت سے پانی پی لے اور حدیث میں اس کا معنی کان لگا کر سنتا بھی ہے۔ (التلخیص ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ امرتسر ۱۳۷۷ھ)

اس آیت کا معنی ہے یہ شیاطین ایک دوسرے کی طرف مزخرف اور مزین اقوال پہنچاتے ہیں تاکہ نیک مسلمانوں کو برکائیں اور ان کی طرف ان کفار اور فسق کے دل مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے کیونکہ ان کے دوسرے ان کی خواہشوں کے موافق ہیں اور تاکہ وہ ان سے خوش ہوں لیکن جو مسلمان انجام پر نظر رکھتے ہیں وہ ان کی خوش نمائشوں میں ضیق آتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ کہنے) تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور انصاف کرنے والا تلاش کروں؟ حالانکہ یہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل کر دی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوا ہے (سو اے مخاطب!) تم پرگزشتہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جاہل۔ (الانعام: ۱۱۸)

نبوت کی دو دلیلیں

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کفار نے یہی قسمیں کھا کر کہا کہ اگر ان کے مطلوبہ معجزات دکھادیے جائیں تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ ان معجزات کے دکھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ آپ کی نبوت پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ وہ کتاب مفصل ہے جس میں علم کثیر ہے اور وہ اختلافی فصیح اور بلیغ کلام پر مشتمل ہے جس کے معارضے تمام مخلوق عاجز ہو چکی ہے اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل نازل کی جن میں آپ کی نبوت پر دلائل اور چشبین گویں ہیں اور تورات اور انجیل کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ آپ سچے اور برحق نبی ہیں سو ان دو دلیلوں کے بعد آپ اور کون سی دلیل کی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آپ کہنے) کیا میں اللہ کے سوا اور کوئی حکم تلاش کروں؟ یعنی آپ کہنے کے تم مجھ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو مگر اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد اور کسی کی شہادت کی ضرورت ہے جس نے میری نبوت کی تصدیق کے لیے قرآن مجید کو نازل کیا جو کتاب معجز ہے اور جو اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل کو نازل کر چکا ہے جس میں میرے نبی ہونے کی پیش گوئی ہے اور میری علامتیں اور نشانیوں بیان کر دی گئی ہیں اور جن لوگوں نے تورات اور انجیل کو چاہا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی حضرت مسیح رومی حضرت عیسیٰ بن حاتم اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم وغیرہم وہ آپ کے نبی ہونے کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔

پھر فرمایا نبوت کی ان دو دلیلوں کے آنے کے بعد تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جاہل اس میں یہ ظاہر آپ کو خطاب

ہے، لیکن مراد اس سے آپ کی امت ہے، یا اس میں ہر مٹنے والے کو خطاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کے رب کی بات سچائی اور بدل کے اعتبار سے پوری ہو گئی، اس کے احکام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ امت شنے والا حرب جانے والا ہے۔ (الانعام: ۱۱۷)

کلمات رب کے صادق اور عادل ہونے کے معانی

اس سے پہلی آیت میں یہ بیان کیا تھا کہ قرآن مجید مجزوعہ اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ آپ کے رب کا کلمہ صدق اور بدل کے اعتبار سے پورا ہو گیا۔ یعنی قرآن مجید جو مجزوعہ کام ہے، وہ پورا ہو گیا، جو نبی پیغمبر کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کائنات کو قیامت تک علم اور عمل کے اعتبار سے جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ سب قرآن مجید میں مجملہ موجود ہیں اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے وہ سب تمام اور مکمل ہیں، ان میں نہ کوئی تغیر ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اضافہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے فرمایا تم اٹھالے گئے ہیں اور بھیجے تنگ ہو گئے ہیں۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۵۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے علم پر تم تنگ ہو چکے ہو۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۶۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے مجھ سے فرمایا تم جن چیزوں سے ملاقات کرنے والے ہو، ان کے متعلق تم کو کلمہ کہ کلمہ تنگ ہو چکا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب اللہ باب ۳)

حضرت عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کلمہ، اس نے کہا اے میرے رب میں کیا کہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قیامت تک ہر چیز کی تقدیر کلمہ۔ (الحدیث)

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۰۰۰، مسند احمد ج ۵، ص ۳۱۷، المعجم الکبیر ج ۹، رقم الحدیث: ۴۲۲۷، ۴۲۳۳، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰، ص ۲۰۴، مختصر التلویۃ المردۃ ج ۲، رقم الحدیث: ۱۳۳۲)

علامہ ابوبکر بن اسماعیل بوسیری متوفی ۸۳۰ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام احمد بن حنبلہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد الطیلسی اور امام ابوداؤد بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس کو انتشار کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی سند میں احمد بن سلیم ضعیف ہے۔ (اختلاف المردۃ المردۃ برواۃ التلویۃ ج ۲، ص ۲۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں اللہ کے کلمہ کو جو صدق اور بدل فرمایا ہے اس کا جو تفسیر یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم میں خبریں ہیں اور دوسری قسم میں عقائد اور احکام شریعہ ہیں۔ صدق کا تعلق قرآن مجید کی وہی ہوئی خبروں کے ساتھ ہے اور بدل کا تعلق عقائد اور احکام شریعہ کے ساتھ ہے، یعنی اس کی وہی ہوئی تمام خبریں صلیق ہیں اور اس کے بیان کردہ عقائد اور احکام شریعہ سب بدل ہیں، یعنی متوسط ہیں اور صحیح ہیں۔ کیونکہ بدل کا معنی متوسط ہے جو اظہار اور تغریض اور سیالی کیفیت کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے

امام غفر اللہ عنہ بن محمد بن ابیہ الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

لہذا کافر صلیق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور وعید دونوں میں عطف محال ہے۔ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۳۵۰ مطبوعہ دارالمدیۃ الخیرات، عملی، ص ۱۵۰)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اٹھارہ تو عطف وعید کے قائل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ظاہر عطف وعید کو جائز کہتے ہیں لیکن حقیقتاً جائز نہیں کہتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی جرم کی کوئی مزایا کی ہے وہاں پر یہ شرط یا یہ قید لفظ ہے کہ اگر میں صاف نہ کروں یا اگر میں چاہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے صاف نہ کیا تو عذاب دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے صاف نہ کیا تو عذاب نہیں دے گا۔ لہذا اب وعید کے خلاف نہیں ہو گا بلکہ شرک پر جو عذاب کی وعید منطقی ہے وہاں یہ قید لفظ نہیں ہے اور اس وعید کا خلاف ہو گا اور کافر اور مشرک کا پتلا جلتا محال ہے اور امام رازوی نے جو کہا ہے کہ عطف وعید محال ہے اس سے مراد شرک کی وعید ہے۔ دیگر گناہوں پر جو وعید ہے اس کا عطف مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک اور کفر کے علاوہ ہر گناہ کو ہر عمل میں دے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عطف وعید کذب کو مستلزم ہے اور عطف وعید کا ممکن کذب کا ممکن ہے، ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ عطف وعید تو بالاصل واقع ہو گا لہذا ان کے قائلہ پر لہذا کے کلام کا بالاصل کذب ہو گا لازم آئے گا کہ صلف لہذا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مطلب!) اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔ وہ محض ممکن کی بھڑکی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیوں کرتے ہیں۔ (الانعام: ۱۶۱) عقیدہ اور عمل کی گمراہیوں کی تفصیل۔

اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد پیغمبر کی نبوت پر کفار کے شبہات بیان کیے اور ان کے جوابات دیے۔ اس کے بعد فرمایا جب حق واضح ہو گیا پھر بھی اگر کوئی سیدنا محمد پیغمبر کی نبوت کا انکار کرے اور آپ کے پیغام کو نہ مانے تو وہ محض اپنے ممکن کی بھڑکی کرتے والا ہو گا اور گمراہ ہو گا۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ زمین کے اکثر لوگ جنہیں گمراہ کر دیں گے اور گمراہ کرنا گمراہ ہونے کی فرع ہے اور گمراہی زمین جزوں میں حضور ہو سکتی ہے۔ لہذا نبوت کے اعتقاد میں نبوت کے اعتقاد میں اور انعام شریعہ کے اعتقاد میں۔

لہذا نبوت کے اعتقاد میں گمراہی یہ ہے کہ کوئی شخص خدا کے وجود کو نہ مانے۔ جیسے دہریہ ہیں یا خدا خدا مانے۔ جیسے مشرکین اور بدعت پرست ہیں یا وہ لوگ جو خدا کے بیٹے مانتے ہیں۔ جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ کو اور یہودی حضرت عزیر کو۔

نبوت کے اعتقاد میں گمراہی یہ ہے کہ مصلحتاً ہی کو نہ مانے۔ جیسے ہندو کہہ اور بدعت مذہب والے یا سیدنا محمد پیغمبر کے آنے اور فتح نبوت کے بعد کسی اور نبی کی بعثت کا اعتقاد رکھے۔ جیسے مرزائی، مہلتی اور دیگر جو صدیق جن بشو شرک مانتے ہیں یا سیدنا محمد پیغمبر کے اصحاب کو کفرت اور حیران کرنے والے جیسے رافضی ہیں یا آپ کی اہل طہارہ کو برا کہنے والے جیسے خاص ہیں یا دونوں کو برا کہنے والے جیسے غالی ہیں یا رسول اللہ پیغمبر کی تنقیص اور بے لوثی کرے، آپ کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کے اور جنوں کے حق میں باطل شدہ آیات کو آپ پر منطبق کرے، آپ کے لغات اور کلمات کو کم کرنے اور چھپانے میں کوشش کرے، یا جو درجہ جہاد غلو کرے، آپ کے شر ہونے کا انکار کرے، یا آپ کے لیے ذاتی علم غیب اور ذاتی قدرت مانے یا آپ کے کلمات اللہ تعالیٰ کے صلی یا زائد قرار دے۔

انعام شریعہ میں گمراہی یہ ہے کہ جس کام کو نبی پیغمبر نے حرام قرار دیا ہو، اس کو مستحب یا حلال جیسے شیعہ نام کرنے کو مستحب جانتے ہیں۔ یا جس کام کو نبی پیغمبر نے حرام نہ کیا ہو، اس کو حرام کہنا جیسے کوئی شخص عرفاً بدعت منکر کر کے ایسا ہی ثواب

کسے جیسے سوئم، چلم، عرس اور گیارہویں شریف میں بھیل ٹوک کیا جاتا ہے تو اس کو حرام کہا جائے یا میلاد شریف کے متون سے رسول اللہ ﷺ کے فضا کل، آپ کی سیرت اور آپ کا ذکر خیر کیا جائے تو اس کو حرام کہا جائے تو یہ احکام شرعیہ میں گمراہی ہے۔ ہذا اگر کوئی شخص سوئم، چلم، عرس گیارہویں شریف اور میلاد شریف کو فرض یا واجب کے باطن کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کرے یا اس طور کہ نہ کہنے والے کو طاعت کرے اور گمراہ جانے یا اذن سے پہلے یا بعد ملا و سلام پڑھنے کو واجب کے یا اللہ کے بجائے اولیاء اللہ کی تذکرہ اور صفات کے باطن کی قبول کا طوط کرے یا عہدہ تصدی کرے یا اولیاء اللہ کو مستقل فی تصرف جانے اور یہ جان کر ان کو پکارے اور ان سے مدد مانگے تو کوئی شبہ نہیں کہ یہ امور احکام شرعیہ میں گمراہی ہیں۔

### اجتماع عمن کی مذمت کی وضاحت

اس آیت میں اجتماع عمن کی مذمت کی گئی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ اخبار اطلو اور قیاس پر جو عمل کیا جاتا ہے وہ بھی تو عمن کے درجہ میں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین جو عمن کی اتباع کرتے تھے تو اس کا اشتقاق کسی نفس دلیل پر نہیں تھا۔ اس کے برخلاف اخبار اطلو اور قیاس کا اشتقاق دلیل قطعی پر ہے جو قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آپ کا رب زیادہ معجز جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہو گا اور وہ ہدایت پائے والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔ (الاحزاب: ۷۳)

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے تو پھر آپ ان خالقین کے درپے نہ ہوں بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ ہے؟ اور ہر شخص کو اس کے عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے جزائے گد و سزا قول یہ ہے کہ یہ کافر اگرچہ بہت عظیم کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں لیکن وہ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے احوال پر مطلع ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ گمراہی کے راستے میں نکل رہے ہیں اور ہدایت کی دلوں میں سرگرداں ہیں۔

**فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ**

اگر تم اللہ کی چیزوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا

**بِأَيْتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ**

نام لیا گیا ہو ۵ اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اس ذبیحہ سے نہیں کھاتے جیوں

**اللَّهُ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ**

اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتا دی

**إِلَيْهِ وَإِنْ كَثِيرًا يَظُنُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ**

ہے، اور جب بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پسندتے ہیں، اور جب آپ کو رب



هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۖ إِنَّ

مدرسے پڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے ○ اور کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ چھوڑ دو ، بیشک جو

الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيَجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿۱۲۰﴾

رنگ گناہ کرتے ہیں ان کو حقیقت میں ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی ○

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ يَذْكُرَاسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَرَأَيْتَ لِفُسْقُطٍ ۖ وَإِنَّ

اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بیشک اس کو کھانا گناہ ہے ، بیشک شیطان

الشَّيْطَانِ لِيُوْحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَٰهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ

اپنے دوستوں کے واروں میں دوسرے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں ، اور اگر تم نے ان کی اطاعت

إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾

کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم اللہ کی آجڑوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو (الانعام ۱۱۸)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ اور مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تم اس جانور کا گوشت کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور

مشرکین کی طرف توجہ نہ کرو جو مواد تو کھاتے ہیں اور مسلمان جس جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اس کا کھانا برا جانتے

ہیں۔

امام ابو یوسف یحییٰ بن محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ لوگوں نے آکر کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اس

کو کھالیں جس کو ہم نے قتل کیا ہے اور اس کو نہ کھائیں جس کو اللہ نے قتل کیا ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اگر

تم اللہ کی آجڑوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث ۳۰۸۰، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۲۸۸۱، سنن ابی یوسف ج ۲، رقم الحدیث ۳۴۳۹، سنن

الکبریٰ للبخاری ج ۲، رقم الحدیث ۵۸۸۱)

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور اس پر بھول کر ہم اللہ نہ پڑے

تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے اور قتلہ مستحب ہے کہ جس میں اگر مسلمان بھول کر ہم اللہ نہ پڑے تو اس ذبیحہ کا کھانا جائز ہے۔

البتہ اگر وہ حرام اللہ پڑنے کو ترک کر دے تو پھر اس ذبیحہ کو کھانا جائز نہیں ہے۔ اس کی تفصیل بحث سورۃ الانعام ۱۱۹ میں

استواء اللہ آئے گی۔

مشرکین یہ کہتے تھے کہ مسلمان خدا کے بارے ہوئے جانور کو حرام کہتے ہیں اور اپنے بارے ہوئے جانور کو حلال کہتے ہیں

ان کا یہ قول حلف پر مبنی تھا۔ کیونکہ دونوں جانوروں کو مارنے والا اللہ ہے۔ لہذا جو طبعی موت مر رہے اس کی جان خدا کے نام پر نہیں نکلی اور جس جانور کو مسلمانوں نے اللہ کے نام پر ذبح کیا ہے اس کی جان خدا کے نام پر نکلی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جسے کیا ہوا ہے کہ تم اس ذبیحہ کو نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں، ان کی تفصیل اللہ نے جسے بتادی ہے، اور بے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پھیلاتے ہیں اور بے شک آپ کا رب حد سے بڑھتے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (الانعام: ۱۴۵)

مکی سورت میں مدنی سورت کے حوالہ کا اشکال اور اس کا جواب  
حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں، ان کی تفصیل ہمیں بتادی ہے۔ اس کے حلق اور مٹرنے سے یہ کہا ہے کہ اس تفصیل سے مراد وہ تفصیل ہے جو سورۃ المائدہ ۳ میں بیان فرمائی ہے:

فَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُحْيِيهِمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي رُحْمِهِمْ لَمَوْسُومُونَ ۚ يَعْرِضُونَ عَنْهَا مُرَبَّحِينَ ۚ وَيَعْرِضُونَ عَنْهَا مُرَبَّحِينَ ۚ وَيَعْرِضُونَ عَنْهَا مُرَبَّحِينَ ۚ (الانعام: ۱۴۵)

لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سورۃ المائدہ مدنی ہے اور سورۃ الانعام مکی ہے، لہذا یہ تفصیل اس سورت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ تو اس سے پہلے نازل ہونے والی سورت میں اس کے بعد نازل ہونے والی سورت کا حوالہ کس طرح دیا جاسکتا ہے۔ لام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سورۃ الانعام میں بھی یہ تفصیل بیان کی گئی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

قُلْ لَا آتِيكُمْ مِنْهَا نَاسٌ ۚ وَمَا آتِيكُمْ مِنْهَا نَاسٌ ۚ وَمَا آتِيكُمْ مِنْهَا نَاسٌ ۚ وَمَا آتِيكُمْ مِنْهَا نَاسٌ ۚ وَمَا آتِيكُمْ مِنْهَا نَاسٌ ۚ (الانعام: ۱۴۵)

آپ کہنے کے جو دعویٰ میری طرف کی گئی ہے اس میں نہیں کسی کھانے والے کے لیے ان کے سوا کوئی کھانے کی چیز حرام نہیں یا آ کہ وہ مراد ہو یا چنے والا خون ہو یا حسیہ کا گوشت ہو، سورہ بے شک نہیں ہے، لہذا قرآنی کے لیے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیت ۱۴۵ میں آیت ۱۴۵ کا حوالہ دینا کس طرح درست ہو گا؟ اس کا لام رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ ترتیب وضع کے اعتبار سے ہے، ہو سکتا ہے اس کا نزول پہلے ہو گیا ہو۔ لیکن یہ جواب اس لیے درست نہیں ہے کہ سورۃ الانعام پوری کی پوری یکبدرگی نازل ہوئی ہے اور اس میں کوئی آیت دوسری آیت پر نزول کے اعتبار سے مقدم یا سواغ نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حرام چیزوں کی یہ تفصیل نیا چترچہرہ نے مسلمانوں کو پہلے ہی بتادی تھی اور کہ کرمہ کی زندگی میں بھی یہ چیزیں حرام تھیں، اگرچہ ان کے حلق آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اس کی نفی یہ ہے کہ کہ میں وضوء کرنا شروع تھا اور مسلمان وضوء کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اگرچہ آیت وضوء بعد میں سورۃ مائدہ میں نازل ہوئی ہے۔

تقلید صحیح اور تقلید باطل کا فرق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پھیلاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد عمرو بن لُحی اور اس کے بعد کے شرکین ہیں، کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تغیر کیا اور بحیرہ اور سائب کو حرام قرار دیا اور مراد کھانے کو جائز رکھا اور عمرو بن لُحی نے محض اپنی جہالت سے یہ مذہب نکالا۔





اس آیت میں مسلمانوں کے اندر بے حیائی کی بات پہنچانے کے پسند کرنے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے اور یہ پسند کرنا دل کا فعل ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حوالہ ۲۵۶ روایت کرتے ہیں:

اسمت بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کے لیے جانے لگا تو میری ملاقات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا میں اس شخص کی مدد کروں گا انہوں نے کہا لوٹ جاؤ۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان گمراہوں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے، مقتول کا کیا تصور ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنے پر حریص تھا۔

اصح البخاری ج ۱، رقم الحديث: ۲۱۰۶، ج ۲، رقم الحديث: ۵۵۵۷، ج ۸، رقم الحديث: ۵۰۸۳، صحیح مسلم، متن ج ۳، (۲۸۸۸) سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحديث: ۳۳۸۸، سنن ابی حنیفہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۸۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۹۶۵، سنن کبریٰ ج ۸، مس ۱۰، طبع فلاہ لیاہ ج ۳، مس ۳۰۳، ج ۳، مس ۲۳، نقل لندن ج ۲، مس ۱۵۰، مشکوٰۃ، رقم الحديث: ۳۵۳۸، اس حدیث میں کسی مسلمان کو قتل کرنے کی حرص پر عذاب کی وعید ہے اور یہ حرص دل کا فعل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری حوالہ ۱۵۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اس کی اس جوتی اچھی ہو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو اور جہنم کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

اصح مسلم، ایملن ج ۳، (۱۱۱) سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث: ۲۰۰۶، ج ۲، صحیح البخاری ج ۲، رقم الحديث: ۲۶۵۷، سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحديث: ۳۰۸۰، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۵۹، ج ۲، رقم الحديث: ۳۸۱، صحیح ابن ماجہ ج ۳، رقم الحديث: ۵۱۸۰، مسند احمد ج ۲، رقم الحديث: ۳۰۳، سنن کبریٰ للیمینی ج ۲، مس ۱۰۳

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو دشمنی نہ رکھو بغض نہ رکھو حسد نہ رکھو اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے عین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ امام ابو نعیم نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سنن الترمذی ج ۲، رقم الحديث: ۳۷۲، صحیح البخاری ج ۲، رقم الحديث: ۵۰۶۶، صحیح مسلم، رقم الحديث: ۲۵۵۹، سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحديث: ۳۰۸۰، صحیح ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۵۹، مسند عبدالرزاق ج ۲، رقم الحديث: ۲۰۳۳، مسند احمد ج ۳، رقم الحديث: ۵۰۷۰، مسوط امام مالک، رقم الحديث: ۲۸۳، مسند ہیثمی ج ۲، رقم الحديث: ۲۰۰، سنن کبریٰ للیمینی ج ۲، مس ۱۰۳

اس حدیث میں ایک دوسرے سے دشمنی رکھنے، بغض رکھنے اور حسد کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ سب دل کے افعال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بے شک اس کو کھانا گناہ ہے۔ بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتے رہے ہیں تاکہ وہ تم سے محبت کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم شرک ہو جاؤ گے۔ (الانعام: ۱۲۱)

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کے متعلق مذہب فقہاء

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کے متعلق فقہاء مذہب کی مختلف آراء ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مسلمان نے جس جانور کو ذبح کیا ہو اس کا کھانا حلال ہے۔ خواہ اس نے محمد اسم اللہ نہ پڑھی ہو یا نیسا۔

(تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام احمد کے نزدیک اگر بھولے سے ہم اللہ نہیں پڑھی تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر محمد اسم اللہ کو ترک کر دیا ہے تو اس میں لہو کے دو قوس ہیں۔ (ازار المسیر، ج ۳، ص ۵۵، مطبوعہ بیروت ۱۳۵۰ھ)

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر محمد اسم اللہ کو ترک کر دیا تو وہ ذبیحہ حرام ہے اور نیسا ہم اسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر وہ ذبیحہ حلال ہے۔ (ادایہ الحجۃ، ج ۳، ص ۳۲۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل

امام ابو بکر احمد بن علی رازی، حواصی مفتی حنفی، ص ۷۳، اس پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ محمد اسم اللہ ترک کرنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس آیت کا ظاہر یہ تھا کہ آیت ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ حرام ہے۔ خواہ محمد اسم نہ لیا ہو یا نیسا۔ لیکن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیسا ہم اسم اللہ کو ترک کرنا موجب حرمت نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے کمایا میں نیسا مراد نہیں ہے آپ اگر ہم اسم اللہ کو ترک کرنا بھی جائز ہو تو اس آیت پر بالکل عمل نہیں ہو گا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ (الحائدہ ۳)

شکار پر (مذہب حنفی) کہتے کہ تو پھر دے وقت اللہ کا نام

۷۰

اور امروہوب کا قصدا کرتا ہے اس لیے شکار پر شکاری جانور چھوڑ دے وقت ہم اللہ پڑھنا واجب ہے اور سنت سے بھی اس پر دلیل ہے۔ حضرت عدی بن حاتم، جریر، بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم سے شکاری کتے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا جب تم اپنا سد علیا ہو ان پھر زور اس پر ہم اسم اللہ پڑھو تو اس کو کھاؤ بشرطیکہ اس نے سد سے لیے شکار کو کھانے سے روک رکھا ہو اور جب تم اس کے سوا دوسرا کتا دیکھو جس نے ہلاک کیا ہو تو اس کو نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر ہم اسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے کتے پر ہم اسم اللہ نہیں پڑھی۔ اس آیت اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذبیحہ پر بھی ہم اسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کو محمد ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

(احکام القرآن، ج ۳، ص ۷۰، مطبوعہ لاہور)

اور اگر بھولے سے ہم اسم اللہ نہ پڑھی جائے تو ذبیحہ کے حلال ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے نبی کریم سے عرض کیا کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں ہمیں پتا نہیں کہ انہوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا تم اس پر ہم اسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا اس وقت لوگ نے سننے سے کفر سے بچے تھے۔

اصحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث ۵۵۰، سنن ابی حنیفہ، ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۸، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث ۳۷۳، مسند

عبد الرزاق، ج ۳، رقم الحدیث ۵۷۷، کنز العمال، ج ۲، رقم الحدیث ۵۵۹۸، سنن دار قطنی، ج ۳، رقم الحدیث ۱۳۷۳،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا مسلمان کے لیے اللہ کا نام لکھنا ہے۔ اگر وہ ذبح کے

وقت اللہ کا نام لیتا بھول گیا تو وہ کھانے کے وقت ہم اللہ پر نہ کر کھائے۔ (اس حدیث کی سند حسن ہے)

(سنن دار عقیلی 'ج ۳' رقم الحدیث ۴۷۶۳، سنن کبریٰ للصبیحی 'ج ۹' ص ۱۳۳)

حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسے ڈالتے رہتے ہیں، تاکہ وہ تم سے بحث کریں۔

اس دوسرے کا بیان اس حدیث میں ہے۔ امام ابن ماجہ حوالی ۴۳۷۳ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو نہ کھلاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھلاؤ۔

(سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۴۱۵۳، سنن ابوداؤد 'ج ۳' رقم الحدیث ۴۸۱۸)

اور وہ بحث یہ کرتے تھے کہ یہ کیا بات ہے جس کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو تم نہیں کھاتے اور جس کو تم نے قتل کیا ہے اس کو کھا لیتے ہو۔ اس کے بعد فرمایا اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم شرک ہو جاؤ گے

یہ آیت اس پر دلائل کرتی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حلال کیے ہوئے کو حرام کیا اس کے حرام کیے ہوئے کو حلال کیا تو وہ شرک ہو جائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال اعتقاد کرے۔ تب وہ کافر اور شرک ہو گا اور اگر وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کھادوں کو اپنی نفسی خواہش سے کرنا ہو، لیکن وہ ان کھادوں کو حرام ہی جانتا ہو تو وہ ظالم اور مرتکب معصیت کبیرہ ہو گا کافر اور شرک نہیں ہو گا۔

أَوْ مَن كَانَ مِيثًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نَوْرًا

کیا جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے

يَمْشِي بِهِ فِي النَّارِ كَمَنُ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ

ایک نور بتایا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے، وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہو اور ان سے نکل

مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَكَذَلِكَ

دیکھتا ہو، اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ ان کے لیے خوشنما بنا لیے گئے ہیں ۝ اور اسی طرح

جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا

ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو سردار بنا دیا تاکہ وہ وہاں فریب کاری کریں (علاوہ حقیقت میں) وہ صرف

يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ

اپنے ساتھ فریب کرتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ۝ اور جب ان کے پاس کوئی نشان

قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۗ اللَّهُ

آئی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہمیں بھی اس کی مثل دیا جائے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے،

أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۚ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ

اللہ ہی غیب ہانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کرے گا، مغرب ہرگز ان کے ہاں ذلت اور سخت ظلم

عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَنْكُرُونَ ﴿۱۳۲﴾ فَمَنْ يُرِدْ

پہلے کا یوں کہ وہ غیب کاری کرتے تھے ۰ اور اللہ میں کبریا

اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ

دینا چاہے اس کو سید اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، اور جس میں گمراہی پیدا کرنا چاہے

أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَثَمٍ يَصْعَدُ

اس کو سید گنہارا تنگ کر دیتا ہے گمراہ وہ سختی سے آسمان پر چڑھ

فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۳۳﴾

رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے ۰

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۚ قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَةَ لِقَوْمٍ

اور یہ آپ کے رب کا (پسندیدہ) سیدھا راستہ ہے، ہم نے نیت جبرل کرنے والوں کے لیے نصیب سے آج

يَذْكُرُونَ ﴿۱۳۴﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا

کو بیان کر دیا ہے ۰ ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کے گھر ہیں اور وہی ان کا کارساز ہے کیونکہ وہ

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۵﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ۖ يَمْعَسِرُ الْجَنِّ

(نیک) کام کرتے تھے ۰ اور جس دن وہ (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا (اور نپٹے گا) اسے جہنم کی جہالت

قَدْ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۚ وَقَالَ أَوْلِيُوهُمْ مِّنَ الْإِنْسِ

تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا۔ اور انہوں میں سے ان کے دوست کہیں گے،



رَبَّنَا اسْتَمِعْ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلِّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ

اِسے جیسے: ہمارے بعض لوگوں نے بعض سے (ناہانز) فائدہ اٹھائے اور ہم اپنی اس میناد کو پہنچ گئے جو تو نے

لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ

جیسے یہ مقرر کر ہی اُس قدر طے کر (دور کشی) اگل تہوار اٹھا کہ آجے تم ہمیشہ اس میں رہتے رہے اور اگر جسے اللہ چاہے بیشک آپ کا

حَكِيمٌ عَلَيْهِ ۝۲۸ وَكَذَلِكَ نُورِي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا

رہ بہت حکمت والا ہے ۲۸ اور ہم اسی طرح بعض ظالموں کو بعض کو سزا دے کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ (مصلحت کے)

كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۲۹

کام کرتے تھے ۲۹

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیونکہ بعض پہلے مردہ تھے پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنایا جس کی

وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان پڑتا ہے اور اس کی مثل ہو سکتا ہے جو اندھروں میں ہو اور ان سے نکل نہ سکا ہو اسی طرح کافروں

محل کر رہے ہیں وہ ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں۔ الانعام ۳۲

کافر کے مردہ اور مومن کے زندہ ہونے کی مثالیں

امام ابن ابی حاتم حنفی ۳۲۷ھ حضرت زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ!

ابو جہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب میں سے کسی ایک کو اسلام کے قلب کا سبب بنا دے۔ یہ دونوں گمراہی میں مردہ بنے ہوئے تھے

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو اسلام سے زندہ کیا اور ان کو عزت اور توقیر دی اور ابو جہل کو گمراہی کی موت میں برقرار رکھا۔ زید بن

اسلم نے کہا ہے: یہ آیت ان دونوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ مکتبہ نزار صفحہ ۱۳۱ھ)

امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی حنفی ۷۸۸ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور ابو جہل مراد ہیں

کیونکہ ایک دن ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ پر لید پر پتھر پھینکا دی اس وقت تک حضرت حمزہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ابو جہل کی اس

حرکت کی حضرت حمزہ کو خبر دی گئی وہ اس وقت ہاتھ میں کلن لیے ہوئے شکار سے واپس آ رہے تھے یہ سن کر غضبناک ہوئے

اور جا کر ابو جہل کو کلن سے مارا ابو جہل فرار کر رہا تھا کہ تم کو پتا نہیں وہ کم مثل کیا کرتا ہے؟ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور

ہمارے باپ دادا کی مخالفت کرتا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا تم سے بڑا بے وقوف اور کون ہے؟ تم اللہ کو چھوڑ کر چھوٹی عبادت

کرتے ہو؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور (سیدنا)

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

(اسباب النزول رقم المحدث ۳۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان حدیثوں کے مطابق حضرت عمر یا حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہما پہلے کلمہ میں مردہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو

اسلام سے زندہ کیا اور ان کو اسلام کی نمایاں خدمات کرنے کی توفیق دی جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تاریخ میں وہ دونوں آج تک روشن ہیں اور بعد کے لوگوں کے لیے ستارۂ نور ہیں۔ ایسے لوگ ابوبصل جیسے لوگوں کی مثل کب ہو سکتے ہیں جو بیٹ کفر کے اندھیروں میں رہے اور ان اندھیروں سے کبھی نکل نہ سکے۔ ہر چند کہ اس آیت کے شق نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں، لیکن مفسرین نے کہا ہے کہ ان آیتوں میں مطلقاً مومن اور کافر مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔  
علم اور جبل کے مراتب

امام غزالی رحمہ اللہ نے فیہ الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے کہا ہے کہ ادراج بشری کی معرفت میں چار مراتب ہیں۔ پہلے مرتبہ میں اس کو باطنی کوئی علم حاصل نہیں ہو تا۔ لیکن وہ علوم اور معارف کی استعداد رکھتا ہے۔ ثانیاً وقت یہ استعداد کامل ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ استعداد کم اور ضعیف ہوتی ہے۔ اس مرتبہ کو اس آیت میں موت کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ انسان کو علوم کلیہ اولیہ حاصل ہوتے ہیں اس کو عقل کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کی طرف اس آیت میں صاحبینا داہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔ اشارہ فرمایا ہے۔ تیسرے مرتبہ میں انسان معلومات ہدیہ سے معلومات تکمیل کو حاصل کر تا ہے اس کی طرف اس آیت میں وجعلناہ نوراً اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بھلا یا ہے اشارہ فرمایا اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ تمام معارف قدس اس کے سامنے حاضر باطنی ہوں اور وہ روح ان معارف کے ساتھ منور اور کامل ہو جائے۔ اس کی طرف اس آیت میں ہمسنی سے فی الساس (جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلا ہے اسے اشارہ فرمایا ہے) اور اس مرتبہ کے حصول کے بعد نفس انسان کی معلومات کے درجات تکمیل ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دیکھنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ سلامت ہو اور کوئی خارجی روشنی بھی ہو اسی طرح بصیرت کے لیے بھی دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ عقل سلیم ہو اور نورانی اور نور کلب دستیاب ہو۔ اس لیے مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد دین ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد حکمت ہے۔  
خلاصہ یہ ہے کہ ہمراہ بصیرت کے لیے تاکہ اور عقل کامل ہو نا اور خارجی روشنی اور نور قرآن کا ہمراہ ہو نا ضروری ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے مومن کو عطا کی ہیں اور رہا کافر تو وہ ہمیشہ جہل سے بے انقیاد اور بد اعمالیوں کی تارکیوں اور کفر اور گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبا رہتا ہے اور خوف و ہمت اور بھڑکے اندھیروں میں پختہ پاؤں مار مار رہتا ہے۔

(تعبیر کبیرہ ج ۵ ص ۱۳۳-۱۳۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ۱۳۵۵ھ و ۱۳۵۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ہر ہستی میں اس کے بھروسہ کو سراہ دیا تاکہ وہ دہل فریب کاری کریں (علاوہ حقیقت میں اصراف اپنے ساتھ فریب کرتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے) (الانعام: ۱۳۳)  
کفار اور فساق کو مقتدر بنانے کی حکمت

بھروسہ کو ان ہستیوں کا سراہ اس لیے بھلا کہ عمدہ یعنی نیکو و فریب اور بھونی اور باطل باتوں کو جو کہ میں رائج کرتا ہوں ان لوگوں کی زیادہ قدرت اور اختیار میں قہر نیکو کی کثرت اور منصب کی قوت انسان کو ان کی مخالفت میں زیادہ کوشش کرنے پر ابھارتی ہے اور اس کے لیے انسان پر قسم کے جائز اور ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے اور جھوٹ نکرو اور فریب عمدہ یعنی اور دغا بازی سے کام لیتا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح اہل مکہ کے اہل ان کے لیے عزت کر دیئے گئے ہیں اسی طرح انسانی معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے یہ ہے کہ ہر ہستی میں اس کے نسیق اور قیاد کو مقتدر اور سراہ دیا جاتا ہے اور اس وجہ سے حق اور باطل

ایمان اور کفر کے درمیان شورش پھا رہی ہے۔ ان نبیوں کے سردار انبیاء عظیم اسلام اور ان کے متبعین کو تنگ کرتے ہیں۔ اور ان کے خلاف فریب سے کام لیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت اس فریب کا نقصان ان ہی کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس وجہ سے آخرت میں ان کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ دیا جس کفار و فاسق کو غلبہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے اور جو مسلمان اس امتحان میں کامیاب اور سرخرو ہوں ان کو آخرت میں بہتر درجہ دے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان کے پاس کوئی نیک نیتی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہمیں بھی اس کی مثل دیا جائے، جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا، مقرب مجرموں کو اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا، کیونکہ وہ فریب کاری کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۳۳)

### حصول نبوت کا معیار

ولید بن منبہ نے کہا کہ اگر نبوت حق ہوتی تو آپ سے زیادہ میں نبوت کے لائق تھا، کیونکہ میں آپ سے عمر میں بھی بڑا ہوں اور میرے پاس مال بھی زیادہ ہے اور ابو جہل نے کہا بھٹہ! ہم اس وقت تک ان سے راضی نہیں ہوں گے اور ان کی پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارے پاس اس طرح وحی نہ آئے جس طرح ان کے پاس آتی ہے اس وقت یہ امت نازل ہوئی۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا۔

شماک نے بیان کیا ہے کہ ہر کافر یہ چاہتا تھا کہ اس کو وحی اور رسالت کے ساتھ خاص کر لیا جائے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

بَلْ يُهِنُّ كُلُّهُمْ لَمَّا يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ خُفًى  
تَنْزِيلُهُ (المذثر: ۵۵)  
بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ کھلے ہوئے آسمانی  
مجھے اس کو دے دیے جائیں۔

امام محمد بن محمد بن عمر رازی متوفی ۶۶۶ھ فرماتے ہیں، حصول نبوت کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ نفس حقیقت کے لحاظ سے تمام انسان حصول نبوت میں مساوی ہیں اور بعض انسانوں کا رسالت کے ساتھ مخصوص ہونا یہ محض اللہ کا فضل اور احسان ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ نفوس انسانی اپنی ذات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، بعض روحیں پاکیزہ ہوتی ہیں، تعلقات جسمانی سے منہ اور انوار قلبیہ سے منور ہوتی ہیں اور بعض روحیں خفیس اور مدہر ہوتی ہیں اور جسمانی تعلقات میں جکڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ پس اس قسم کی روحیں حصول وحی کی صلاحیت نہیں رکھتیں اور پہلی قسم کی روحیں حصول وحی کی صلاحیت رکھتی ہیں، پھر ان میں بھی مراتب اور درجات ہیں۔ اس لیے انہیں اور رسولوں کے درجات بھی متفاوت ہیں، بعض کی عمر اور معجزات زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے پیروکار کم ہوتے ہیں۔ اور بعض کی عمر اور معجزات کم ہوتے ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۳۶-۳۷، مطبوعہ دار انبیاء انوار الہی، بیروت ۱۳۵۵ھ)

### حکماء کے نزدیک استحقاق نبوت کی صفات اور ان کا رد

رسولوں کو سمجھنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ جو لوگ عبادات میں سخت ریاضات کریں اور خلوت میں مجاہدہ کریں اور دنیا سے متعلق ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور جن کے جوہر ذات میں گناہوں کی کدو توں اور غلطیوں سے تیز اور صبر ہو اور ان کی فطرت پاک اور روشن ہو اور وہ عبادت درجہ کے ذکی ہوں، ان کو اللہ تعالیٰ رسول بنا لیتا ہے، بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔ لہذا نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی عطا ہے جو اس کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے گا؟ (الانعام: ۱۳۳) اور یہی اہل حق کا مذہب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ

تھوڑا عمار ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اور جو پسند کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ اس کے برخلاف فلاسفہ نے یہ کہا کہ نبی وہ شخص ہے جس میں تین خواص مجتمع ہو جائیں۔

۱۔ اس کو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام مصیبت پر اطلاع ہو۔

۲۔ اس کا مجرات علیہ اور نفوس سلویہ کے ساتھ ارتباط اور تعلق ہو، اور اس کے کلام میں کلام منظم مثالی دے جس کو یاد کیا جائے اور جس کی تعلیمات کی جائے اور یہی وہی ہے۔

۳۔ اس پر فرشتہ اور کتب کا نزول ہو جس میں نظام معاش، نجات، آخرت اور بندوں کی اصلاح اور فلاح کے احکام کا بیان ہو۔

ان کے نزدیک جو شخص اوصاف ثلاثہ کا حامل ہو اس کا نبی ہو نا واجب ہے، لیکن سورہ الانعام ۳۳ کی روشنی میں ان کا یہ قول باطل ہے۔ نیز اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور ان میں سے بعض اوصاف غیر نبی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اولیاء اللہ کو بھی بعض مصیبت کا علم ہوتا ہے اور تمام اوصاف بعض انبیاء میں نہیں پائے جاتے، مثلاً ہر نبی پر کتب کا نزول نہیں ہوتا۔

(شرح مقاصد ج ۵ ص ۱۹۰، مطبوعہ مطبوعہ ایراس ۱۳۰۴ھ، شرح موائف ج ۸ ص ۲۴۲-۲۱۸، مطبوعہ مطبوعہ ایراس) اہل حق کے نزدیک ثبوت نبوت کا فقدان علامہ محمد السقاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

رسولوں کو بھیجتا، کتابوں کو نازل کرتا اور شریعتوں کو مقرر کرتا اللہ تعالیٰ کا احسن اور افضل ہے، یہ اس پر واجب نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد پر تک اللہ تعالیٰ نے جس قدر نبی اور رسول بھیجے، یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور کرم ہے۔ تاکہ وہ اللہ سبحانہ کے امر اور نہی اور وعدہ اور وعید کو بیان کریں اور اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کو یہ بتائیں کہ وہ اپنے معاش اور معلوم کن احکام کے امتثال میں رہیں۔ بندے تین اصولوں کی معرفت میں رسولوں کے محتاج ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی صفات، تقدیر، ملائکہ اور اللہ کے اولیاء اور اہل اہل کے انجام کا بیان۔

۲۔ احکام شریعہ کی تفصیل، کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کو کیا پسند اور کیا پسند نہ ہے؟

۳۔ قیامت، جنت، دوزخ، حساب و کتاب اور ثواب اور عذاب۔

نبی کی صفات لازماً

نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس قوم کی طرف مبعوث ہو، وہ اس میں سب سے اشراف اور کرم ہو اور وہ آزاد ہو کہ نہ غلامی ایک شخص ہے جو مقام نبوت کے لائق نہیں ہے اور مرد ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْٓ  
(یوسف ۱۰۹) نہیں بھیجا۔

اس آیت کی بناء پر جسو اہل ملت کے نزدیک عورت کا نبی ہونا جائز نہیں ہے۔ امام ابو الحسن اشعری اور علامہ قرطبی مابکی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ حضرات حضرت مریمؑ، آسیہؑ، سارہؑ، حاجرہ اور حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی نبوت کے قائل ہیں۔ نیز نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوی ہو، فہیم اور عالم ہو اور اس کے اخلاق عمدہ ہوں، تاکہ لوگ سمولت کے ساتھ اس سے استفادہ کر سکیں۔ انبیاء علیہم السلام کلّ بزدلی، انہو اور بے فائدہ کلاموں اور تمام رذائل سے مجتنب ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ دنیا کی حرص سے بھی منزہ ہوتے ہیں اور اپنی قوم میں ان کا نسب سب سے عمدہ اور اشراف ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقل، ذکاوت اور شجاعت کے لحاظ سے وہ نوع انسان کے کمال ترین فرد ہوتے ہیں اور وہ ہر ایسی صفت و کیفیت سے مزین ہوتے ہیں جس سے طبیعت سلیقہ خیز ہو۔ مثلاً ان کے آپا میں کوئی رذالت نہیں ہوتی نہ ان کی ہڈیوں کی طرف بدکاری کی نسبت ہوتی ہے اور نہ ان پر کوئی ایسی بیماری آتی ہے جس سے لوگ خطر ہوں مثلاً برص اور جذام وغیرہ۔ اور نہ وہ عیاض کام کرتے ہیں مثلاً بازوؤں میں چبھتے چبھتے اور کھاتے نہیں اور نہ کوئی ایسا کب کرتے ہیں جو لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہو۔

بدن کو گناہوں کی کدورت سے پاک کرنے اور مرد و اخلاق کے ساتھ شغف ہونے اور سخت عیادت اور ریاضت کرنے سے نبوت و رسالت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے۔ لیکن استقرار تام اور متبع سے اور قرآن اور حدیث کے دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو بھی نبوت عطا فرمائی، وہ مذکورہ اعداد صفات کا حامل تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ نبی ہو، اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی نبوت کو رکھے گا۔ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام میں اور آخری نبی سیدنا محمد مجتبیٰ ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکا، انوار العزم پانچ ہیں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد مجتبیٰ۔ کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

(الامع الانوار النبیہ، ج ۲، ص ۲۶۹-۲۵۶، مطبوعہ مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوائے اللہ جس کو ہدایت دینا چاہے اس کا یقین اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس میں گمراہی پیدا کرنا چاہے اس کا یقین گھٹا ہو گا، اگر دیتا ہے۔ گویا وہ مشقت سے آسماں پر چڑھ رہا ہے، اسی طرح ان لوگوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (الانعام: ۱۱۵)

اسلام کے لیے شرح صدر کی علامت

اس آیت کا مفسر یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے راستے کی طرف ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے گا، اس کا یقین دنیا میں اسلام کے لیے کھول دے گا، حتیٰ کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہے گا اور اسلام کو ترک نہیں کرے گا، یہ علامت ایمان لانے کے بعد ہوگی، عیساکہ ان آیتوں میں ہے:

وَمَنْ يُؤْمَرْ بِالْإِسْلَامِ فَلْيَسْرًا (النعام: ۱۱۰)

اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا، اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمائے گا۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ لَنَنْصُرَهُمْ وَنَخْلُقُ لَهُمْ دِينًا يَرْضَوْنَ (النعام: ۱۱۱)

اور جو لوگوں نے ہمارے دین میں اضافہ کیا، ہم ضرور انہیں

اس کی تائید ان اعلیٰ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت معلویہ جرجیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مجتبیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحديث: ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۲۱۴۸، ۲۱۴۹، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۱۵۴، ۲۱۵۵، ۲۱۵۶، ۲۱۵۷، ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، ۲۱۶۰، ۲۱۶۱، ۲۱۶۲، ۲۱۶۳، ۲۱۶۴، ۲۱۶۵، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۱۷۰، ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۷۳، ۲۱۷۴، ۲۱۷۵، ۲۱۷۶، ۲۱۷۷، ۲۱۷۸، ۲۱۷۹، ۲۱۸۰، ۲۱۸۱، ۲۱۸۲، ۲۱۸۳، ۲۱۸۴، ۲۱۸۵، ۲۱۸۶، ۲۱۸۷، ۲۱۸۸، ۲۱۸۹، ۲۱۹۰، ۲۱۹۱، ۲۱۹۲، ۲۱۹۳، ۲۱۹۴، ۲۱۹۵، ۲۱۹۶، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸، ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، ۲۲۰۲، ۲۲۰۳، ۲۲۰۴، ۲۲۰۵، ۲۲۰۶، ۲۲۰۷، ۲۲۰۸، ۲۲۰۹، ۲۲۱۰، ۲۲۱۱، ۲۲۱۲، ۲۲۱۳، ۲۲۱۴، ۲۲۱۵، ۲۲۱۶، ۲۲۱۷، ۲۲۱۸، ۲۲۱۹، ۲۲۲۰، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴، ۲۲۲۵، ۲۲۲۶، ۲۲۲۷، ۲۲۲۸، ۲۲۲۹، ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۲۳۵، ۲۲۳۶، ۲۲۳۷، ۲۲۳۸، ۲۲۳۹، ۲۲۴۰، ۲۲۴۱، ۲۲۴۲، ۲۲۴۳، ۲۲۴۴، ۲۲۴۵، ۲۲۴۶، ۲۲۴۷، ۲۲۴۸، ۲۲۴۹، ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۲۵۳، ۲۲۵۴، ۲۲۵۵، ۲۲۵۶، ۲۲۵۷، ۲۲۵۸، ۲۲۵۹، ۲۲۶۰، ۲۲۶۱، ۲۲۶۲، ۲۲۶۳، ۲۲۶۴، ۲۲۶۵، ۲۲۶۶، ۲۲۶۷، ۲۲۶۸، ۲۲۶۹، ۲۲۷۰، ۲۲۷۱، ۲۲۷۲، ۲۲۷۳، ۲۲۷۴، ۲۲۷۵، ۲۲۷۶، ۲۲۷۷، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۲۲۸۲، ۲۲۸۳، ۲۲۸۴، ۲۲۸۵، ۲۲۸۶، ۲۲۸۷، ۲۲۸۸، ۲۲۸۹، ۲۲۹۰، ۲۲۹۱، ۲۲۹۲، ۲۲۹۳، ۲۲۹۴، ۲۲۹۵، ۲۲۹۶، ۲۲۹۷، ۲۲۹۸، ۲۲۹۹، ۲۳۰۰، ۲۳۰۱، ۲۳۰۲، ۲۳۰۳، ۲۳۰۴، ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۰۷، ۲۳۰۸، ۲۳۰۹، ۲۳۱۰، ۲۳۱۱، ۲۳۱۲، ۲۳۱۳، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، ۲۳۱۶، ۲۳۱۷، ۲۳۱۸، ۲۳۱۹، ۲۳۲۰، ۲۳۲۱، ۲۳۲۲، ۲۳۲۳، ۲۳۲۴، ۲۳۲۵، ۲۳۲۶، ۲۳۲۷، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۰، ۲۳۳۱، ۲۳۳۲، ۲۳۳۳، ۲۳۳۴، ۲۳۳۵، ۲۳۳۶، ۲۳۳۷، ۲۳۳۸، ۲۳۳۹، ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲، ۲۳۴۳، ۲۳۴۴، ۲۳۴۵، ۲۳۴۶، ۲۳۴۷، ۲۳۴۸، ۲۳۴۹، ۲۳۵۰، ۲۳۵۱، ۲۳۵۲، ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، ۲۳۵۵، ۲۳۵۶، ۲۳۵۷، ۲۳۵۸، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۲۳۶۴، ۲۳۶۵، ۲۳۶۶، ۲۳۶۷، ۲۳۶۸، ۲۳۶۹، ۲۳۷۰، ۲۳۷۱، ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، ۲۳۷۴، ۲۳۷۵، ۲۳۷۶، ۲۳۷۷، ۲۳۷۸، ۲۳۷۹، ۲۳۸۰، ۲۳۸۱، ۲۳۸۲، ۲۳۸۳، ۲۳۸۴، ۲۳۸۵، ۲۳۸۶، ۲۳۸۷، ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، ۲۳۹۰، ۲۳

اس کا سیدہ کھل جائے گا، صحابہ نے پوچھا کیا اس کو پہچاننے کی کوئی علامت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کا دل آخرت کی طرف راغب ہو گا اور دنیا سے وہ پھلو پہچانے گا اور موت کے آنے سے پہلے وہ موت کے لیے تیار رہے گا۔

(جامع البیان 'جز ۸' ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں نبی کریم کو قتل دی گئی ہے کہ شریکین جو دعوت اسلام کو مسترد کر رہے ہیں، آپ ان سے رنجیدہ نہ ہوں، جو شخص اللہ کے ارادہ اور اس کی تقدیر میں ایمان لانے کا اہل ہو گا، اللہ اس کا سیدہ اسلام کے لیے کھول دے گا، جیسا کہ ان آیات میں ہے:

أَقْسَمَ اللَّهُ صَدْرُهُ لِئَلَّا سَلَامَ قَهْوَهُ عَلَى  
نُورَتَيْنِ زَيْنِ (المزمرہ: ۴۲)

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَسَ أَتَيْكُمْ إِلَّا مَن وَرَيْتُمْ  
فَلْيُؤْيِكُمْ وَنَجْرَهُ إِلَيْكُمْ الْخَفَرُ وَالْبُسُوقُ وَ  
الْوَعْبَانُ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ

(الحجرات: ۷)

اور جس شخص نے شرک سے اپنی فطرت کو فاسد کر دیا اور فسق اور معصیت سے اپنے دل کو میل کر دیا، وہ اسلام کو قبول کرنے سے اپنے دل میں شدید تنگی اور محنت محسوس کرتا ہے اور کسی بھی تنگی کے لیے اس کے دل کے دروازے نہیں کھلتے۔ جیسے کوئی شخص اپنے میلان طبع کے خلاف آہن کی جانب چڑھ رہا ہو تو اس کو اپنا دم گھٹا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کے اوپر اللہ شیطان کو مسلط کر دے گا اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں، پھر شیطان اس کو گمراہ کر دے گا اور سیدھے راستے سے ہٹا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ آپ کے رب کا پسندیدہ سیدھا راستہ ہے، ہم نے فصیح قبول کرنے والوں کے لیے تفصیل سے آجوں کو بیان کر دیا ہے۔ (الانعام: ۵۶)

اس آیت کا معنی ہے یہ اسلام جس کے لیے اللہ تعالیٰ مومنوں کا سیدہ کھول دیتا ہے، یہی آپ کے رب کا وہ طریقہ ہے جس کو اس نے لوگوں کے لیے پسند کر لیا ہے اور یہی طریق مستقیم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بیان کیا ہوا راستہ مستقیم ہی ہوتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں قرآن مجید کے متعلق ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کریم نے فرمایا اللہ کی مضبوط رسی ہے اور یہ ذکر حکیم ہے اور یہ صراط مستقیم ہے۔ اسنن ابوداؤد 'جز ۲' رقم الحدیث ۴۵۰۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۳۳ھ

ہم نے فصیح حاصل کرنے والوں کے لیے تفصیل سے آجوں کو بیان کر دیا ہے اور جو لوگ اسلام پر صحیح عمل کرتے ہیں، ان کے لیے جنت ہے جو سلامتی کا گھر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کے گھر ہیں، اور وہی ان کا کارساز ہے، کیونکہ وہ (نیک) کام کرتے تھے۔ (الانعام: ۵۴)

جنت کو دار السلام فرمانے کی وجوہات

اس آیت میں جادہ محمود کی تقدیم مفید ہے۔ یعنی دار السلام ان ہی کے لیے ہے، ان کے غیر کے لیے نہیں ہے۔

دارالسلام کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ پس دارالسلام کا معنی ہے وہ گھر جس کی اصناف اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور یہ اصناف تحریف اور عزت افزائی کے لیے ہے۔ چھتے بیت اللہ اور بیت اللہ میں ہے۔

اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ سلام دار کی صفت ہے یعنی یہ سلامتی کا گھر ہے اور جنت کو دارالسلام اس لیے فرمایا ہے کہ جنت میں ہر قسم کے عیوب، تکلیفوں اور مشقتوں سے سلامتی ہے۔

جنت کو دارالسلام کہنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جنتیوں کو جنت میں داخل کے وقت سلام کیا جائے گا اللہ کی طرف سے۔ فرشتوں کی طرف سے اور نبل اعراف کی طرف سے ان کو سلام پیش کیا جائے گا اور جنتی بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

و سادوا اصحاب الجنة ان سلام عليكم (الاعراف ۳۶) و تحببهم فيها سلام (يونس ۱۰) سلام عليكم بما صبرتم فمعهم عيسى الدار (الرعد ۲۴) ادخلوها سلا م (المحجر ۳۹) يقولون سلام عليكم ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون (الحج ۳۴) سلام قولاً من رب رحيم (يس ۵۸) وقال لهم حررناها سلام عليكم طينهم فادخلوها حنوداً (الزمر: ۷۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن وہ (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا اور فرمائے گا اے جنت کی جماعت! تم نے امت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کیسے گئے اے ہمارے رہا ہمارے بعض لوگوں نے بعض سے (باجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے) اور ہم اپنی اس عید کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا (دو رخ کی) آگ تمہارا ٹھکانا ہے، تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو مگر تم نے اللہ چاہے بے شک آپ کا رب امت نکت والا خوب جاننے والا ہے۔

(الانعام ۱۲۸)

### جہنم کے غلو سے استثناء کی توجیہات

یعنی جب ہم قیامت کے دن تمام انسانوں اور جنت کو جمع کریں گے اور کہیں گے اے جنت کی جماعت! تم نے امت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا اور جن انسانوں نے جنت کے سوسے غور سے سنے تھے اور ان سے محبت رکھی تھی اور ان کی اطاعت کی تھی وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے جواب میں کہیں گے ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے نفع اٹھایا انسانوں نے شیطانوں سے نفع اٹھایا کیونکہ شیطانوں نے ان کو ان کی شہوت پوری کرنے کے ٹیپائز ذرائع بتائے اور جب انسانوں نے ٹیپائز ذرائع اور نیک اور نیک کے راستوں پر چل کر اپنی شہوت کو پورا کر لیا تو شیطان جو ان کو گمراہ کرنا چاہتے تھے ان کا ستھ پورا ہو گیا۔ اس طرح ہر ایک فریق نے دوسرے فریق سے فائدہ اٹھایا۔ پھر وہ کہیں گے کہ ہم نے وہ عید پوری کر لی جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی یعنی ہم نے طبعی زندگی پوری کر لی اور ہم پر موت آئی اور یا ہم اس عید کو پورا کر کے میدان حشر میں پہنچ گئے۔ اس کام سے مقصد یہ ہے کہ حشر کا دن امت ہو لڑاکا دن ہو گا اور اس دن سب اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور اپنی تقصیرات پر حسرت اور ندامت کا اظہار کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے تو مالک اور احکم الحاکمین ہے ہمارے حلق جو چاہے فیصلہ فرما۔

پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا تم دونوں کا ٹھکانہ دو رخ کی آگ ہے جس میں تم ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اس کے بعد فرمایا مگر جسے اللہ چاہے اس استثناء کی دو توجیہاں ہیں۔ (۱) وہ ہمیشہ دو رخ کی آگ میں رہیں گے مگر اس سے دو وقت مستحق ہیں۔ ایک قبر سے حشر تک کا زمانہ اور دوسرا میدان حشر میں ان کے کاسب تک کا وقت۔ اس کے بعد ان کو دو رخ میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں

بیشد بیشد رہیں گے۔ (۴) جب دوزخی دوزخ کی آگ کی شدت سے فریاد کریں گے تو ان کو دوزخ کی آگ سے نکل کر زمہرے (سخت لٹھ اور برقی طبقہ) میں ڈال دیا جائے گا اور جب زمہرے کی ٹھنڈک سے گھبرا کر فریاد کریں گے تو ان کو پھر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ الغرض مادہ ہر محل میں ایک عذاب سے دوسرے عذاب کی طرف منتقل ہوں گے۔  
حضرت ابن عباس نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ بات نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حلقے سے محکم لگائے کہ وہ اپنی کسی مخلوق کو جنت میں نہیں داخل کرے گا یا دوزخ میں نہیں داخل کرے گا۔

(جامع البیان ۸: ۲۷۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم اسی طرح بعض خالوں پر بعض کو مسلما کر دیتے ہیں، کیونکہ وہ (معصیت کے) کام کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۲۹)

خالام حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ بعض جن اور انسان ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کا یہ باہمی استفادہ اللہ تعالیٰ کے سابق علم اور قضاء و قدر کے موافق تھا اور وہ جس چیز کا ارادہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان میں وہی چیز پیدا کر دیتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بعض خالوں کو بعض کاوی ٹکڑے اور دھاتوں کا بنا دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (التوبة: ۱۶)

بعض کا فر بعض کے مددگار ہیں۔

(الانفال: ۷۳)

اور جس طرح بعض انسان اور جن ایک دوسرے کے کام آتے تھے اسی طرح کافر کفار اور معصیت میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض خالوں کو بعض پر مسلما کر دے گا اور اس آیت میں ہر قسم کے ظالم داخل ہیں۔ وہ شخص جو معصیت کر کے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور جو حاکم اور افسرانے طاقت لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور جو تاجر جعلی اشیاء اور ملاوٹ والی چیزیں فروخت کر کے صدقین پر ظلم کرتا ہے اسی طرح جو چور اور ڈاکو مسافروں اور شرعوں پر ظلم کرتے ہیں اور سیاسی عمدہ دار اور وزراء عوام کے ٹیکوں سے اٹلے تھلے کرتے ہیں اور ٹیکس پر ٹیکس لگا کر عوام کی رگوں سے خون نچوڑتے رہتے ہیں ان سب خالوں پر اللہ تعالیٰ کوئی ان سے بڑا ظالم مسلما کر دیتا ہے۔

امام ابو بکر احمد بن حنبل ۵۸۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سوال کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ اس کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے اور اس کے ناراض ہونے کی علامت کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! انہیں یہ بتاؤ کہ جب میں ان کے اچھے لوگوں کو ان پر حاکم بنائوں تو میں ان سے راضی ہوں اور جب میں ان کے برے لوگوں کو ان پر حاکم بنائوں تو میں ان سے ناراض ہوں۔

(شعب الایمان ۶: ۱۶، رقم الحدیث ۴۸۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۰ھ)

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے مطابق بادشاہ مقرر کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی



بھڑی کارا لوہ کرے تو نیک بلاشلہ مقرر کرتا ہے اور جب ان کی بلاکت کا کارواہ کرے تو بیش پرست بلاشلہ مقرر کرتا ہے۔

(شعب الایمان ج ۶، رقم الحدیث ۷۳۸۹)

ابراہیم بن محض بیان کرتے ہیں کہ میرے والد یہ کہتے تھے "اے اللہ! تو نے ہمارے اعمال کے مطابق ہم پر حکام مسلط کر دیئے جو ہم کو پکارتے ہیں نہ ہم پر رحم کرتے ہیں۔" (شعب الایمان ج ۶، رقم الحدیث ۷۳۹۰)

یونس بن اسحاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے تم ہو گے ویسے تم پر حکام بنائے جائیں گے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (شعب الایمان ج ۶، رقم الحدیث ۷۳۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے ظلم پر ہو کر وہ ظلم مرگ اللہ کی بارگاہی میں رہے گا۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۲۵۹۸، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحدیث ۲۳۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر بدترین لوگوں کو مامم بناتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا آتَاكُم مِّنْ شَيْءٍ فَيَكْسِبْ  
أَبْدَانُكُمْ وَيَتَقَوَّاعُنْ كُنُوزِ الشُّورِ ۝ (۱۳۰)

اے جنات اور انسان! اے تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر پیری آیات بیان

آیتیں دینا شروع کرے اور تم کو لقاؤ یوں کہ یہاں سے دہرائے تھے وہ ہمیں گئے ہاں ہم خود اپنے غفلت گراہی

انفُسنا و غرتھم الحیوۃ الدنیا و شہدا و علیٰ انفسہم

دیتے ہیں اور (اب) انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہے اور انہوں نے خود اپنے غفلت گراہی دی

اَنَّهُمْ کَانُوا کَافِرِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَبُّکَ مُہْلِکَ

کہ وہ کافر تھے ۵ یہ گراہی اس وجہ سے لی گئی کہ آپ کا رب بستیوں کو نکل چکے

الْقَرٰی بِظُلْمٍ وَّ اَہْلُہَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَلِکُلِّ دَرَجَتٍ مِّنْہَا عَمَلٌ

والہ نہیں ہے ورنہ آں مایک ان میں رہنے والے اثر نہیں ہے، نیرہوں ۵ اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجات ہیں

وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَةِ

اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے ۵ اور آپ کا رب ہی مستغنی رحمت والا ہے

إِنْ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا

اگر وہ چاہے تو تمہیں سے جانے اور تمہاری جگہ جس کو چاہے سے آئے۔ جس طرح تم کو ایک

أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخِرِينَ ﴿۱۲۷﴾ إِنْ مَا تَوَعَّدُونَ لَا

اور تم سے پیدا کیا ہے۔ ﴿۱۲۷﴾ بیشک جس (روز قیامت) کا تم سے وعدہ

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۲۸﴾ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

کیا گیسے وہ ضرور نہ آئے (اور تم انہیں) نہ کر کے دے گئے (پس) آپ کہیے اسے میری قوم: تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو

إِنِّي عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ لَا مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ

میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں، سو تم متعجب نہ ہاں، وگے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے۔

الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۲۹﴾

بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر

میری آیات بیان کرتے تھے اور جنہیں اس دنیا کی طاقت سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے ہاں! ہم خود اپنے خلاف کوئی دیتے ہیں

اور آپ! انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہو اب اور انہوں نے خود اپنے خلاف کوئی دلی کہ وہ کافر تھے۔ (الانعام: ۱۳۰)

جنات کے لیے رسولوں کے ذکر کی توجیسات

اس آیت میں یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنات سے بھی رسول مبعوث ہوتے رہے ہیں، علانکہ اس پر اتفاق ہے کہ

رسول صرف انسانوں سے مبعوث کیے گئے ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ جنات کے رسول سے رسول کا اصطلاحی اور صرف معنی مراد نہیں ہے، یعنی وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے انکسار کی تبلیغ

کے لیے لوگوں کے پاس بھیجا ہو اور اس پر وہی نور کتب کا نزول ہو، بلکہ یہاں رسول سے معنی مراد ہے۔ حضرت ابن عباس

نے فرمایا جنات کے رسول وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وحی سن کر اپنی قوم کو پہنچی، یعنی پہلے جیسا کہ قرآن مجید میں

﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۖ فَلَمَّا حَصَرُوهُ قَالُوا لَا

أَنْصَبُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ

تَنْذِيرًا ﴿۱۲۹﴾ (الاحقاف: ۱۲۹)

قُلْ أُوْحِي إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرَيْنِ الْجِنِّ

آپ کہنے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک

فَقَالُوا إِنَّا سَجِدًا لِّمَا قَرَأَ عَصَاكَ إِنَّهُ لَخَشَرٌ مِّمَّنْ يَنْشُرُونَ ۝۱۲۵  
 جماعت نے میری طاقت کو خود سے طاقتواؤں نے (اپنی قوم سے) کہا ہے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (الحج: ۲۴)

۲۔ مجاہد نے کہا انسانوں کی طرف رسولوں کو مبعوث کیا گیا ہے اور جنت کی طرف مندرجین کو اور اس آیت میں جنت کے رسول سے مراد مندرجین ہیں یعنی ڈرانے والے۔

۳۔ کہیں نے کہا کہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے انسانوں کو درجہ جنت دونوں کی طرف رسول بھیجے جاتے تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے ہر رسول صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ہلکے سفالت سے میرا رب طاری کر دیا گیا تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور طہارت کا آئینہ بنا دی گئی۔ پس میرا امتیاز جسی جگہ بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے خشتوں کو حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئیں اور مجھے شفاعت دی گئی اور پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۲۹ صحیح مسلم المسند ۳، ۳۰۱، ۳۰۲، سنن ابی داؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۲، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۶)

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا پہلے صرف انسانوں کی طرف رسول مبعوث ہوتے تھے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ انسانوں کے بھی رسول ہیں اور جنت کے بھی رسول ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے (ساتھ) انبیاء علیہم السلام پر چودہ جہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جو اعلیٰ (جس کلام میں الفاظ کم ہوں اور معنی زیادہ) ملائیے گئے ہیں۔ رب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آگہ طہارت اور مسجد بنا دیا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا اور انبیاء کی بعثت مجھ پر ختم ہو گئی۔

(صحیح مسلم المسند ۵، ۵۰۲، ۵۰۳، سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۵۵۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۵۶۷، مسند احمد ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸، مطبوعہ دار الفکر)

۵۔ اس آیت میں تغلیب جنت کے بھٹنچن پر رسولوں کا اطلاق کیا گیا ہے، جیسے مذکر کو مونث پر غلبہ دیا جاتا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں صرف مذکر کو خطاب کیا جاتا ہے اور مونث پر بھی مذکر کے صیغہ کا اطلاق کیا جاتا ہے، مثلاً کہ وہ ذکر نہیں ہوئی۔ اسی طرح جنت کے بھٹنچن پر بھی رسول کا اطلاق کر دیا گیا ہے، مثلاً کہ جنت میں معروف اور مصلح معنی میں رسول نہیں ہوتے۔ جنت کے بھٹنچن پر تغلیب رسول کا اطلاق اس لیے فرمایا ہے کہ یہ ان قیامت میں صرف انسانوں اور جنت سے حساب لیا جائے گا اور باقی مخلوق سے حساب نہیں لیا جائے گا اور جب ان دونوں گروہوں سے ثواب اور عذاب کے ترتیب کے لیے ایک طرح کا

حسب لیا جائے گا تو تم کو یہ دونوں ایک جماعت ہیں اور ان سے ایک خطاب کیا گیا۔

جنت کو چھٹوں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ دونوں کی خلقت الگ الگ ہے۔ ان میں بھی مومن اور کافر ہوتے ہیں اور انہیں دونوں کا دشمن ہے۔ وہ ان کے کافروں سے دوستی رکھتا ہے اور ان کے مومنوں سے عداوت رکھتا ہے۔ ان میں بھی شیعوں، قہرہ اور مرہون وغیرہ فرستے ہیں۔ وہ ہماری کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا یہ قول نکل کیا ہے:

وَ اَنَّا بَيْنَا السَّالِفِينَ مِثْرًا مُّطَوَّرًا ۝۱۳۵ (الحسن)  
اور ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہم کی  
مسکوں میں حرق ہیں۔

وَ اَنَّا بَيْنَا السَّالِفِينَ مِثْرًا مُّطَوَّرًا ۝۱۳۵ (الحسن)  
اور ہم میں کچھ اللہ کے قربانوار ہیں اور ہم میں کچھ  
ظالمین ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کر کے فرمایا ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھ دیا ہے۔ اور قیامت کے دن جب ان کے معاذ خود ان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ اپنے شرک کا اعتراف کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ گواہی اس وجہ سے لی گئی) کہ آپ کا رب بتیوں کو غلط ہلاک کرنے والا نہیں ہے اور انھیں ان میں رہنے والے (شریت سے) اپنے خیر ہوں۔ (الانعام: ۱۳۱)

جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا، وہاں کے باشندوں کا حکم

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسولوں کو بھیجا ہے، اور انہوں نے لوگوں کو کفر اور شرک پر عذاب الہی سے ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحائف نازل کیے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے یہ ہے کہ جب تک کسی قوم کے پاس اللہ کی طرف سے ایمان لانے کی دعوت نہ پہنچے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت کرنے کے لیے عذاب نہیں بھیجتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَن تَرَىٰ اُمَّةً اٰتٰتًا مِّنْ بَيْنِنَا فَمِنْهُمْ مُّسْلِمٌ ۚ (فاطر: ۲۵)  
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوْا  
اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا السَّغَاوَاتِ ۝۱۳۶ (الحل)  
وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَسْعٰتَ رَسُوْلًا

اور ہر قوم میں ایک ڈالنے والاگزہ نکالتا ہے۔  
اور ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی  
عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔  
ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک  
انہوں کو اسرار نہیں ملے۔ (انہو اسرائیل: ۱۵۰)

ان آیتوں سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ جن علاقوں میں باخضر اسلام کا پیغام نہیں پہنچا ان کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کو یقین دہانہ کافی ہے، ان کی نجات ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجات ہیں اور آپ کا رب ان کے اعمال سے  
بے خبر نہیں ہے۔ (الانعام: ۱۳۲)

آیا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں میں سے ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق درجات ملے گی۔ اس آیت سے ثابت  
ہو آتا ہے کہ مومن جن جنت میں داخل ہوں گے۔ حسب ذیل آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا ہے:



مطابق روایات ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۸۹) (۱۳۸۹ھ)

امام ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد اسماعیلی حنفی ۳۹۹ھ روایت کرتے ہیں:

شماک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مخلوق کی چار قسمیں ہیں۔ ایک قسم عمل جنت میں جائے گی وہ فرشتے ہیں اور دوسری قسم کل روزنہ میں جائے گی وہ شیاطین ہیں اور مخلوق کی دو قسمیں جنت اور روزنہ میں جائیں گی۔ وہ جن اور انسان ہیں ان کو ثواب بھی ہو گا اور عذاب بھی ہو گا۔ (کتاب العظمتہ رقم الحدیث: ۵۶۰ مطبوعہ بیروت)

شماک نے کہا جن جنت میں داخل ہوں گے اور کھائیں اور پئیں گے۔ (کتاب العظمتہ رقم الحدیث: ۵۶۰ مطبوعہ بیروت)

ارطاة بن المنذر نے خمرۃ بن حبیب سے پوچھا کیا جن جنت میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے کہا ہاں! اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے:

لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِيهَا نِسَاءٌ وَفِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ وَالْجَنَّةُ

(الرحمن: ۵۶) نے۔

انہوں نے کہا جنوں کے لیے جنت میں جنیات ہیں اور انسانوں کے لیے انبیات ہیں۔

(کتاب العظمتہ رقم الحدیث: ۱۱۶۲ مطبوعہ بیروت)

حدیث بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب سے سوال کیا گیا کہ آیا جنوں کے لیے ثواب اور عذاب ہو گا؟ ابن وہب نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَحَقٌّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فَمَنْ أَمَّهُمْ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِمْ قِيَرَاتُ النَّبِيِّ وَالْإِنْسِ بِأَنَّهُمْ كَانُوا خَبِيرِينَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ تَرْتَبًا عَمَلُهُمْ ۝ رُبُّوْهُمْ أَهْلًا لَهُمْ وَهُمْ لَا يَخْلَعُونَ ۝

(الاحقاف: ۸۸-۸۹)

اگر وہ اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(کتاب العظمتہ رقم الحدیث: ۱۱۶۳ مطبوعہ بیروت)

قرآن مجید کے ان واضح دلائل کے اعتبار سے انہی علماء کا نظریہ درست ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمان جن جنت میں جائیں گے اور کافر جن روزنہ میں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کا رب ہی مستغنی رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ جن لوگوں کو چاہے لے آئے جس طرح تم کو ایک اور قوم سے پیدا کیا ہے۔ (الانعام: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کا معنی

اس آیت کا معنی یہ ہے اے عہدہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب نے اپنے بندوں کو بعض کام کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض کاموں سے منع کیا ہے اس کا یہ حکم دینا اپنے کسی قائد کسی غرض یا کسی عوض کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کو اپنی مصلحت کرنے اور احکام بجالانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ان کی زندگی اور ان کی موت ان کا روزنہ اور ان کی روزی اور ان کا نفع اور ان کا نقصان اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے عمل طور پر متکثر ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ مصلحت کر کے اپنی احتیاج اس کے

سامنے ظاہر کریں، تاکہ وہ ان پر اپنا لطف و کرم اور اپنا فضل و احسان کرے۔ نیز گناہوں کی آلودگی اور مصیبت کے زنگ سے ان کی روحیں مکدر اور غلطی ہوں گی۔ اس لیے ارواح بشریہ اور نفوس انسانیہ کو مطہر اور ابرار کے درجہ میں پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو اخلاقیات و عبادت کی ترقیب دی جائے اور ممنوعات اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی جائے۔ سو اس لیے فرمایا کہ آپ کا رب مستغنی ہے، یعنی ان کو بندوں کی اطاعت اور عبادت کی احتیاج نہیں ہے۔ وہ رحمت والا ہے، اس لیے یہ انکام اس کی رحمت کا تقاضا ہیں، تاکہ اس کے بندے دائمی فوہ و فلاح حاصل کر سکیں۔

استغناء اور رحمت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا

اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اگر وہ مستغنی نہ ہو تو وہ اپنے کمال کے حصول میں غیر کا محتاج ہو گا اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کلام مفید محضر ہے، یعنی اس کے سوا اور کوئی مستغنی نہیں ہے، کیونکہ واجب لذات و احدی ہوتا ہے اور اس کے سوا سب ممکن ہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ اسی طرح رحم فرمانے والا بھی دی ہے، اس کے سوا اور کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، بھوکے کو کھانا کھاتے ہیں، پیاسے کو پانی پلاتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کھانے پینے کی چیزیں پیدا نہ کرتا تو وہ کیسے کھاتے اور پلاتے اور اگر یہ چیزیں پیدا کر دی تھیں پھر بھی اگر رحم کرنے والے میں اتنی قدرت نہ ہوتی کہ وہ ان چیزوں کو حاصل کر سکتا تو وہ کیسے ان کو کھاتا اور پلاتا؟ اور اگر قدرت بھی ہوتی، لیکن اس کے دل میں اللہ تعالیٰ رحم کا جذبہ پیدا نہ کرتا تو وہ کیسے کھانا اور پانی؟ اور اگر یہ سب چاہے ہو تا لیکن جس کو کھانا پلانا ہے، اس میں کھانے پینے کی قدرت نہ ہوتی، مثلاً اس کے منہ میں مہر ہو تا یا اس کا دہر کا جہر اچھلے جہزے پر بیٹھ جاتا اور اس کا منہ بند ہو جاتا تو وہ کیسے کھانا پیتا؟ اور یہ کیسے اس کو کھانا اور پلانا؟ پس غور کیجئے کھانے پینے کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں، ان کے حصول کی قدرت بھی اس نے دی، دل میں رحم کا جذبہ بھی اس نے پیدا کیا، بھوکے اور پیاسے میں کھانے اور پینے کی صلاحیت اور قدرت بھی اس نے دی تو یہی رحم کرنے والا ہے۔ بندے نے کیا کیا ہے؟ پھر بندہ کا رحم کرنا کسی غرض اور کسی عوض کے لیے ہوتا ہے، کبھی سابق احسان کو اتارنے کے لیے رحم کرتا ہے، کبھی دنیا میں شریف، کبھی آخرت میں اجر کے لیے رحم کرتا ہے، کبھی اس لیے رحم کرتا ہے کہ وقت بڑھنے پر اس پر بھی رحم کیا جائے اور کبھی اس لیے کہ کسی ضرورت مند کو کچھ کر اس کے دل میں جو وقت پیدا ہوتی ہے، اس کو زائل کرنے کے لیے رحم کرتا ہے۔ سو بندہ جو رحم کرتا ہے، اس میں کسی غرض یا کسی عوض کی احتیاج ہوتی ہے اور ان اسباب کی احتیاج ہوتی ہے جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اور جو ہر سبب ہر عوض اور ہر غرض سے مستغنی ہو کر رحم کرتا ہے، وہ صرف اللہ عز و جل ہے۔ اسی لیے فرمایا آپ کا رب ہی مستغنی ہے اور وہی رحمت والا ہے۔

اس آیت میں جو کچھ رحمت کا ذکر فرمایا ہے، اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ کوئی غرض یہ ممکن کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی جنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس جن کے لوگوں نے اس کی اطاعت نہیں کی تو وہ اس جنوں کے لوگوں کو قتل کرے ایک اور قوم کو پیدا کر دے گا، جیسا کہ وہ ان لوگوں کو ایک اور نسل سے پیدا کر چکا ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ اس کے رحم ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس کی رحمت کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے، بلکہ وہ ہر قوم سے مستغنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جس (روز قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ ضرور آئے والا ہے، اور تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ (الانعام: ۱۳۳)

جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی تمہیر یہ ہے کہ ان سے قیامت کا وعدہ کیا گیا تھا اور وہ اس کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آئے دلی ہے اور تم اللہ کو اس کے لئے سے عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اس میں اور بھی کئی اشکال ہیں کہ مسلمانوں سے جو ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور کفار اور منافقین کو جو عذاب کی وعید سنائی ہے وہ بھی آئے دلی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہتے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں سو تم عنقریب جان لو گے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے۔ بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔ (الانعام: ۱۳۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے طریق کار پر قائم رہو میں اپنے طریق کار پر قائم ہوں۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار کو کفر کے طریقہ پر قائم رہنے کا حکم کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم نجات کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ تنبیہ اور سرزنش کے طور پر ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قَسَمَ شَاءَ قَلْبُیْ فِیْہِمْ وَمَنْ شَاءَ قَلْبُیْ کُفْرُہُمْ۔  
سو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(الکہف: ۳۹)

اور اس تنبیہ پر اس آیت کا یہ آخری جملہ دلالت کرتا ہے سو عنقریب تم جان لو گے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے

**وَجَعَلُوا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ**

اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ

**نَصِیْبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِہُمْ وَهٰذَا لِلشُّرَکَآئِنَا فَمَا کَانَ**

کے لیے منجز کر لیا اور بزمِ وحی یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاؤں کے لیے ہے، سو جو حصہ ان کے

**لِلشُّرَکَآئِہُمْ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰہِ وَمَا کَانَ لِلّٰہِ فَہُوَ یَصِلُ**

شرکاؤں کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا، اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاؤں کی طرف

**اِلَی الشُّرَکَآئِہُمْ طُشَاءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَیِّنَ لِّلْکَافِرِیْنَ**

بہنچ جاتا ہے، یہ رنگ کیا بڑا فریاد کرتے ہیں ۵ اسی طرح ہر ایک مشرکین کے لیے ان کے

**مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِہُمْ شُرَکَآؤُہُمْ لَیُردُّوْہُمْ وَہُمْ**

شرکاؤں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مزین کر دیا تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں اور

**لَیَلْیَسُوْا عَلَیْہُمْ دِیْنُہُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْا فَذَرْہُمْ**

ان پر ان کے دین کو مشیت کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو آپ ان کو اور



وَمَا يَفْقَرُونَ ﴿۱۳۰﴾ وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْتُ حِجْرَهُ لِيُطْعَمُوا

ان کی افتراف انہوں کو چھوڑ دیکے ○ اور انہوں نے کہا یہ مویشی اور کھیتی کھڑے ہیں، ان کو وہی کھائے گا جس کو

إِلَّا مَنْ تَشَاءُ بِذَعْبِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ

ہم چاہیں گے، (ایہ پابندی، ان کے ذمہ باطل میں ہے، اور بعض مویشیوں پر سواری حرام کی گئی اور بعض مویشیوں

لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا

پر یہ (فرج کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر افتراء کرتے ہوئے، وہ مغرب میں ان کو ان کی افتراف پڑائے

كَانُوا يَفْقَرُونَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ

کی سزا دے گا ○ اور انہوں نے کہا جو کچھ ان مویشیوں کے پیڑوں میں ہے وہ ہمارے مردوں

لَذِكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَى أَنْثَوَانَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ

کے لیے مخصوص ہیں اور ہماری عورتوں پر وہ حرام ہیں، اور اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس میں مرد

فِيهِ شُرَكَاءٌ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۲﴾

اور عورتیں سب شریک ہیں، وہ ان کی من گھڑت باتوں کی مغرب میں سزا دے گا، جبکہ وہ بہت محنت والا بہت جاننے والا ہے ○

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا

جبکہ ان لوگوں نے غبارہ پایا جنہوں نے حماقت اور جہالت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق اللہ نے بابت

رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۳۳﴾

اللہ پر افتراء پر دازی کر کے اس کو حرام قرار دیا، جبکہ یہ گمراہ ہو گئے اور یہ جاہل اپنے نالے سے تھے یہ نہیں ○

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر

کیا اور بڑھ مویشی یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے وہ اللہ کی

طرف نہیں پہنچا اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جائے یہ لوگ کیا بار افعال کرتے ہیں۔

(الانعام ۱۳۶)

اللہ تعالیٰ اور جنوں کے لیے بھلوں اور مویشیوں کی تقسیم کے محال

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فساد کی اس لیے خدمت کی تھی کہ وہ قیامت کا اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کا انکار کرتے

ہیں اور ان کے دیگر جاندار اقول کی مذمت کی تھی اور ان کی عقل اور سوچ کا ضعف اور قسوت بیان فرمایا تھا۔ ان کی ان ہی جہالت میں سے ایک یہ جہالت تھی کہ وہ اپنی ذرعی پیداوار اور مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کر دیتے اور کچھ حصہ اپنے بچوں کے لیے اور اپنے زعم فاسد کے مطابق کہتے کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ بچوں کا ہے اور یہ ان کا کھل جھوٹ تھا اور یہ جھوٹ اس لیے تھا کہ انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے دو حصے کیے ایک اللہ کا اور ایک بچوں کا علانکہ سب کچھ اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور سب اسی کی ملکیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقول ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جن پہلوں کو انہوں نے اللہ کا حصہ قرار دیا تھا اگر ان میں سے کچھ بھل شیطان کے حصہ میں گر جاتے تو ان کو چھوڑ دیتے اور اگر شیطان کے حصہ کے پہلوں میں سے کچھ بھل اللہ کے حصہ میں گر جاتے تو ان کو جن کر ان کی حفاظت کرتے اور ان کو شیطان کے حصہ میں ڈال دیتے۔ اسی طرح اللہ کے حصہ کی تکفیر میں پائی دیتے ہوئے اگر کچھ پائی تکفیر سے نکل جاتا تو اس کو نکلنے دیتے اور شیطان کے حصہ کی تکفیر میں سے پائی نکلنے لگتا تو اس کو روک لیتے۔

۲۔ حسن نے کہا اگر بچوں کے لیے رکھے ہوئے حصہ میں سے کوئی چیز خراب ہو جاتی تو اس کے بدلہ میں اللہ کے حصہ میں سے اتنی چیز اٹھا کر بچوں کے حصہ میں رکھ دیتے اور اگر اللہ کے رکھے ہوئے حصہ میں سے کوئی چیز خراب ہو جاتی تو اس کے بدلہ میں بچوں کے حصہ میں سے کوئی چیز نہ اٹھاتے۔

۳۔ ثلوث نے کہا اگر قحط آجائے تو اللہ کے حصہ میں رکھی ہوئی چیزوں کو کھلنے پینے کے کام میں لائے لیکن بچوں کے حصہ میں رکھی ہوئی چیزوں کو اسی طرح محفوظ رکھتے۔ (جامع البیان '۸ ج ۵ ص ۵۲، 'طحا' مطبوعہ دار الفکر '۵۵ ت ۱۳۱۵)

### اس تقسیم کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں؟ اس فیصلہ کے برے ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ پہلوں اور غلہ کی حفاظت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حصہ پر بچوں اور شیطان کے حصہ کو ترجیح دی۔  
۲۔ انہوں نے از خود کچھ حصہ بچوں کے لیے مخصوص کیا اور کچھ اللہ کے لیے علانکہ سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا تھا۔ یہ ان کی جہالت ہے۔

۳۔ حصوں کی یہ تقسیم انہوں نے بنیہ کسی عقلی اور شرعی دلیل کے کی اور یہ ان کی جہالت ہے۔

۴۔ پہلوں اور مویشیوں کی پیداوار میں بچوں کا کوئی دخل نہیں ہے نہ وہ ان پہلوں اور مویشیوں سے کوئی نفع حاصل کر سکتے ہیں تو پھر بچوں کے لیے پہلوں اور مویشیوں میں سے حصہ رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا کھن ان کی جہالت ہے۔  
ان وجوہ سے ظاہر ہو گیا کہ مشرکین کا یہ بہت برا فیصلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اسی طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مزین کر دیا تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو آپ ان کو اور ان کی انفرادیتوں کو چھوڑ دیجئے۔ (الانعام ۷۳)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور بچوں کے لیے پہلوں اور مویشیوں کی تقسیم کرنا اپنے خالق اور مخرج کی

مصرفت سے نہایت جہالت تھی اسی طرح شیطان کے درغلانے سے اپنی اولاد کو قتل کرنا بھی جن کی نہایت جہالت اور گمراہی ہے۔ اس سے معلوم ہو تا ہے کہ جن کے احکام اور افعال نحو اور باطل ہونے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

بھلہ نے بیان کیا ہے کہ فن کے شیاطین نے فن کو یہ حکم دیا کہ یہ اپنی اولاد کو قتل کر دیں، تاکہ رزق میں کمی کی وجہ سے ان کو اولاد کی پرورش کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ اور بعض نے یہ کہہ کر شیطان نے فن کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیں، تاکہ بچی کے باپ کو جس عداوت اور ذلت کا سامنا نہ ہو اس سے بچ جائیں۔

إجماع البيان ٨٢ ص ٥٤ مطبوع دار الفكر بيروت ١٣١٥ هـ

خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب اور تشہیر کا شرعی حکم

شیطان نے جو ان کے لیے قتلِ اولاد کو مہزن کیا تھا، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شیاطین نے ان کے دلوں میں یہ خوف ڈالا کہ اگر بچے زیادہ ہو گئے تو ان کی پرورش مشکل ہوگی، سو وہ بھی رزق کے ذریعے اپنے بچوں کو قتل کر دیتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ حَبِيبَةَ إِلَّا بِمَا نَحَرُ  
سَرَرْتَهُمْ وَآلَتَاهُمْ (الاسراء: ۳۴)

اور اپنی اولاد کو قاتل نہ کرنا کہ جس سے تم کو  
دوست ہے اور تمہیں بھی۔

تاج کل حکومتی ذرائع لشروا شاعت سے ضبط تولید اور غارت فی منصوبہ بندی کاست زبردست پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ کم بخت اور خور حاصل گھر اناور یہ کہا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے (۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۱ء) پچاس سال میں ملک کی آبادی تقریباً چار گنی ہو چکی ہے اور ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کے اس سیلاب کے آگے بند بچھڑنا ضروری ہے۔ ملک کے وسائل آبادی کے اس سیلاب کے تحمل نہیں ہیں اس لیے بچہ دہی اچھے لیکن غارت فی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کی بنیاد پر رزق کا خوف ہے اور یہی زمانہ جماعت میں کافروں اور مشرکوں کا نظریہ غلط جس کا قرآن مجید نے سختی کے ساتھ رد کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس زور دیا ہے کہ بچے زیادہ پیدا کیے جائیں۔

الحام ابو داؤد و سليمان بن اشعث متوفى ۷۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، مجھے ایک عورت ملی ہے جو بت خوبصورت اور عمدہ خاندان کی ہے، لیکن اس سے بچے نہیں ہوتے (وہ ناجنس) ہے، میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ نے فرمایا میں اسے وہ وہاں آیا اور پھر اجازت طلب کی، آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اس نے تیسری مرتبہ آکر اجازت طلب کی، تب آپ نے فرمایا محبت کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کو، کیونکہ ہے شک میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری استوں پر فخر کروں گا۔

[illegible]

قرآن مجید کی اس صریح آیت اور اس حدیث صحیح کاصف اور صریح فقہاء اولاد کی کثرت ہے، نہ کہ اولاد کی قلت! اس لیے انسانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کا واسطہ پیداوار میں کسی کی بنیاد پر ہو، جیسے کہ اسلام کے خلاف ہے، اور اس کو کسی جبری قانون کے ذریعہ حوام پر لاگو کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اس صحیح شرعی نذر کی بناء پر جدید طبی طریقہ سے ضبط ولادت کو روکا

جائے تو وہ جائز ہے۔

### ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق

مختاری منصوبہ بندی کو کسی علم قانون کے ذریعہ جبراً قائم مصلحتوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کی اجازت تمام مکاتب فقہ کے نزدیک حقیق طبع نہیں ہے۔ شیخ ابن حزم اور علامہ ردوائی عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض فقہاء کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں اور جو فقہاء اس کی بجا کراہت اجازت دیتے ہیں وہ اس کو بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ اس لیے مختاری منصوبہ بندی کو کسی علم قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں مختاری منصوبہ بندی اصلاً جائز نہیں ہے۔

(الف) کوئی شخص عجبی رذق (حسبہ املاقی) اسکے خوف کی وجہ سے ضبط تولید کرے یہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس کا حرمت کی قطع ہو تا قرآن مجید میں منصوص ہے لا تفسدوا اولادکم حسبہ املاقی (اسراء ۳۴۰)

(ب) کوئی شخص ترکین کی پیدائش سے احتراز کے لیے ضبط تولید کرے کیونکہ ان کی تزویج میں مشقت اور عار کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ نیت زنا جلیبت کے مشرکین عرب کی ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کی مست زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

جن صورتوں میں مخصوص حالات کے تحت انفرادی طور پر ضبط تولید جائز ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(الف) لونڈیوں سے ضبط تولید کرنا تاکہ اولاد مزید لونڈی اور غلام بننے سے محفوظ رہے ہر چند کہ اب لونڈی غلاموں کا رواج نہیں ہے لیکن اسلام کے احکام دائمی اور کلی ہیں۔ اگر کسی زائد میں یہ رواج ہو جائے تو لونڈیوں کے ساتھ ضبط تولید کا عمل جائز ہوگا۔

(ب) اگر سلسلہ تولید کو قائم رکھنے سے عورت کے شدید بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو ضبط تولید جائز ہے۔

(ج) اگر مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نمکدانت میں حرج کا خدشہ ہو تو وقفے سے پیدائش کے لیے ضبط تولید جائز ہے کیونکہ جب گھر میں صرف ایک عورت ہو اور نو دس یا بیس دس سواچہ آجائے تو اس کے لیے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہو تا ہے۔

(د) حمل اور وضع حمل کے وقتوں کے دوران بعض صورتوں میں منہا اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا اس لیے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے ضبط تولید کرنا جائز ہے۔

(ه) بعض عورتوں کو آپریشن سے بچہ ہونا ہے بیوی کو آپریشن کی تکلیف اور جان کے خطرے سے بچانے کیلئے یہ عمل جائز ہے۔

(و) جب ہیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے تو ایسا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے جس سے سلسلہ تولید باقیہ بند ہو جائے۔

(ز) اگر ماہر ڈاکٹریہ کے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی تب بھی سلسلہ تولید کو بند کرنا واجب ہے۔

عزل کے علاوہ ضبط تولید کے حسب ذیل موانع طریقے بھی شرعاً جائز ہیں:

(الف) کھانے والی گولیاں اور انجکشن (ب) کیمیکل میٹھ (Chemical Methods) مثلاً فوم جیلی اور کریم وینو کا بیرونی استعمال (ج) ساقھی (Condom) (د) ڈایا فرام۔ (ه) بھلا (Loop) (و) علی بندی (Tubal Ligation)

آخر تذکرہ عمل یعنی علی بندی میں عورت کے سینہ دہن کی ٹیبل کو (Fallopian Tube) کاٹ کر ہٹا دیا جاتا ہے اس

عمل کے بعد عورت کبھی بھی پچہ پید کرنے کے قائل نہیں رہتی یہ عمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔ ایک اس صورت میں جب عورت کا آپریشن سے پچہ پید ہو تا ہو اور مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے اور دوسری اس صورت میں جب کوئی ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ پچہ پید ہونے سے یا مزید پچہ پید ہونے سے عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔ ان صورتوں میں قائل بندی صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

ضبط تولید کا ایک طریقہ شرما منوع ہے اور وہ ہے نس بندی (Vasec Tomy) اس عمل میں مرد کی جن ٹیوں سے تولیدی جراثیم (Sperm) گزرتے ہیں ان ٹیوں کو کٹ کر بندھ دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے بعد مرد میں پچہ پید کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔

نس بندی سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے موانع ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو پانچہ کر لینا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خود کسی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے نہ اپنا کوئی عضو کٹ کر کسی کو دے سکتا ہے 'اسی لیے اسلام میں اعضاء کی بیع نہ کلامی بھی جائز نہیں ہے۔ تاہم نس بندی بھی جائز نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ بعض صحابہ نے صرحت کی بناء پر رسول اللہ ﷺ سے خفی ہوئے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی اور شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۹ مطبوعہ کراچی

استقرار حمل کو روکنے کے لیے گولیاں کھائی جائیں، کیمیائی اشیاء لگائی جائیں یا خارجی حامل (ساختی اور بھلہ وغیرہ) کا استعمال کیا جائے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی عمل سے رکھت رکھتی سبب نہیں ہے۔ بسا اوقات دو ماہیں اور کیمیائی اشیاء اثر نہیں کرتیں، بعض مرتبہ ڈاکٹر فرام کے استعمال کے باوجود قطرات و رحم میں چلے جاتے ہیں اور حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بھلہ کے استعمال کے باوجود حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کنڈوم (ساختی) پھٹ جاتا ہے اور قطرے و رحم میں چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بیچ فرمایا ہے جس بانی سے پچہ پید ہوتا ہے اگر تم اس کو چھو رہی ڈال دو تو اللہ تعالیٰ اس سے پچہ پید کر دے گا اور یہ بار بار مشاہدہ ہوا کہ ضبط تولید کے تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود پچہ پید ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات جڑواں بچہ بھی پید ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام چیزوں کے معضرات بہت زیادہ ہیں۔ بھلہ اور ڈاکٹر فرام کے استعمال سے الرقی اور انفیکشن کی شکایات عام ہیں اور کھانے والی دواؤں سے سنا گیا ہے کہ چھاتی کا کینسر ہو جاتا ہے۔ انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے فطری اور طبعی نظام سے مت کر کوئی کام کرے گا مشکلات میں گرفتار ہو گا۔ اس لیے ناگزیر حالات کے علاوہ ضبط تولید سے احتراز کرنا کا ہے۔

امام غزالی نے اپنے زمانے 'حالات' ضروریات اور وسائل کے اعتبار سے عمل کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں۔ ایک صورت حرام 'ایک بدعت' اور تین صورتیں جائز قرار دی ہیں۔ سب سے پہلے ترقی یافتہ دور سے بہت سے نئے اسباب اور وسائل وجود میں آچکے ہیں اور ضروریات اور تقاضے بھی بدلتے گئے ہیں اور مسائل بھی زیادہ ہیں۔ اس اعتبار سے ہم نے ضبط تولید کی نو صورتیں بیان کی ہیں جن میں پانچ مباح (جائز ہیں) دو مباحات ہیں۔ اور دو صورتوں میں سلسلہ تولید ختم کرنا واجب ہے۔ ان میں عورت کی نسوانی اندرونی ٹی (Fallopian Tube) کو کٹ کر بندھ دیا جاتا ہے تاکہ یہ نسوانی اندرے و رحم میں نہ داخل ہو سکیں اس عمل کو نل بندی (Tubal Ligation) کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ پریقینی ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے و ما من دابة الا علی اللہ رقیہا (حور ۶)

زمین پر ملنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس لیے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف ہے؟ ایسے لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لے لیا ہے تو وہ حصول رزق کے لیے لوگوں اور کاروبار کیوں کرتے ہیں؟ مستقبل کے لیے رقم نہیں انداز کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کے لیے اہل اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہیں؟ پس جس طرح حصول رزق کے ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہے اسی طرح ہر معیشت کو کم کرنے کے لیے ضبط تولید کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رزاقیت ایمان اور توکل کے خلاف نہیں ہے اور بعض لوگوں کو یہ الجھن ہوتی ہے کہ ضبط تولید کرنا تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر آپ مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں کرتے ہیں؟ جب تقدیر کا ہونا اٹل ہے اور تقدیر بدل نہیں سکتی تو آپ دعا کریں یا نہ کریں جو ہوتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اسی طرح آپ بیمار بن جانے پر علاج کیوں کرتے ہیں؟ اگر تقدیر میں بیمار رہنا ہے تو آپ لاکھ علاج کریں، صحت مند نہیں ہو سکتے لیکن اس موقع پر آپ یہی کہتے ہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا بھی جائز ہے، اسباب کو اگر اس نیت سے اختیار کیا جائے کہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر مبرم کو بدل دیں گے تو یہ یقیناً غماز اور کھانا ہو گا۔ لیکن اگر اسباب کو اس نیت سے بروئے کار لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علاج کے حصول کے لیے اسباب کو پیدا کیا ہے اور اسباب کے حصول کے بعد جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہی دراصل تقدیر ہوتی ہے۔ ہم دعا اور علاج تقدیر بدلنے اور نظام قدرت میں مداخلت کے لیے نہیں کرتے بلکہ اس لیے دعا اور علاج کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو راحت اور شفاء ہمارے لیے مقدر کی ہے اس کو وجود میں لائیں۔ اسی طرح ضبط تولید کا عمل تقدیر کو بدلنے یا اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے نہیں ہے (اور اگر کوئی اس نیت سے کرے تو اس کے کلمہ میں کوئی شک نہیں) بلکہ ضبط تولید کا یہ عمل اس رکھت اور پیداوار میں اس وقت کو وجود میں لانے کے لیے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کیا ہے۔

صحابہ کرام و رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور بچہ کی پیدائش سے احتیازی کے لیے کرتے تھے۔ کیا کوئی شخص یہ ممکن کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل نہیں تھا؟ اس لیے عزل کرتے تھے؟ یا صحابہ کرام کا تقدیر پر ایمان نہیں تھا؟ اس لیے عزل کرتے تھے؟ یا صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے غرض کرتے تھے۔ پس جان لیجئے کہ جس طرح صحابہ کرام کا عزل کرنا ان خواتین کی نیت سے نہیں تھا بلکہ نیت جمعی کی بنا پر تھا اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے اس عمل کو بھی نیت جمعی پر محمول کرنا چاہیے۔

یاد رکھئے! اسباب و علل کو اختیار کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور آپ کی ہریت ہے۔ آپ کئی کئی دنوں کے لیے کھانا لے کر غار میں جاتے تھے، ازواج کو ایک سال کے لیے خیریت دیتے تھے؟ زور میں ملیں ہو کر میدان جنگ میں جاتے رہے ہیں؟ بیماری میں مختلف انواع سے آپ نے علاج کیا ہے اور صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو علاج کرانے کی ہدایت دی ہے؟ اس لیے کسی ضرورت کے وقت ضبط تولید کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف نہیں بلکہ ایمان مطابق ہے۔

ہم نے ضبط تولید کے مسئلہ پر جو بحث کی ہے اور اس کی اہمیت کی جو صورتیں بیان کی ہیں، یہ خاص طبی اور فقہی نوعیت کی بحث ہے۔ اور اس کو اسی تاثر میں چھٹا اور سمجھنا چاہیے اور یہ بحث اسلام کے اس عمومی فلسفے پر جتنی ہے کہ اسلام دین میر ہے اور اس کے مبادیات اور اصولوں میں اتنی جامعیت اور ہمہ گیری ہے جو ہر دور کے پیش آمد مسائل اور پیچیدگیوں کا باعث حل پیش کر سکتے ہیں۔ اس سے خاص بارہ پرستند اور سیکولر فلسفے پر جتنی خاندانی منصوبہ بندی کی اس میں لاقوامی تحریک کی تائید و حمایت یا حوصلہ افزائی ہرگز مقصود نہیں ہے جو موجودہ دور میں پراپیگنڈے کے محرور و ترغیب و تحریک کے مختلف طریقوں کو

ہم نے کھانا کر چلائی جا رہی ہے، بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کسی اضطراری صورت حال، کسی فرد کی ایسی خاص ضرورتیں وجود جو معتدلیت پر مبنی ہوں یا واقعی ضرورت کے پیش نظر اسلام کی دی ہوئی رخصت کو بیان کر دیا جائے۔

جہاں تک دور جدید کے لحاظ پر سائنس نظریہ خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے تو یہ خاص اہم اور مبنی ہے اور اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس نظریہ کا مرکزی نقطہ اور محور یہ ہے کہ انسانی آبادی کے پھیلاؤ کو یا قطعہ منصوبہ بندی کے تحت محدود کر دیا جائے، تاکہ وسائل معاش اور اسباب معیشت کی بخلی کا سامنا نہ کرنا پڑے، یہ خاص خود غرضی پر مبنی فلسفہ ہے۔ جس کی اساس یہ ہے کہ ہم اپنی آسائش کے لیے دوسرے انسانوں کا وجود ہداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تاریخ انسانیت کا مطالعہ اور دور حاضر کے انسانوں کا مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ہر نئے دور میں نسل انسانی کی افزائش کے بلکہ وجود بحیثیت مجموعی انسان نے اپنے گزشتہ ادوار کے مقابلہ میں زیادہ صل اور پر آسائش زندگی بسر کی ہے اور دوسرا نسل رزق کے اعتبار سے بھی مرفہ اہل رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون قدرت ہے اور وسائل و اسباب سے برتر اور بالاتر رزق مخلوق کی حقیقی منصوبہ بندی قدرت مطلق نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جب اور جہاں ظاہری طور پر جغرافیائی، موسمی یا سائنسی اور طبی و فنی وجہ کی بنا پر وسائل رزق انسانوں کے کسی گروہ یا کسی ملک یا قوم کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ جمع ہوئے تو بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ انہوں نے اس سے غلوں خدا کو فیض یاب کرنے کی بجائے لاکھوں نسل فاسدہ میں بھانپ دیا اسے ضائع کر دیا (Dampening) زیادہ مناسب سمجھا، درحقیقت یہی وہ اقوام ہیں جو فلاح انسان اور انسان دوستی کے پرکشش نام پر زور کثیر صرف کر کے خاندانہ منصوبہ بندی کی مہم کو ہمیشہ اندہ اقوام اور تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلا رہی ہیں، حالانکہ آج بھی ایک سلامہ لوح رسالتی سے پورا جائے تو وہ یہی کہتا ہے کہ انسان کھانے کے لیے ایک منہ اور کھانے کے لیے دو ہاتھ لے کر پیدا ہوا ہے۔ گویا قدرت اعلیٰ اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر تم محنت اور مشقت کو گے تو روزی کے دروازے کبھی تم پر ٹک نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (طلاق: ۴) جس شخص کے دل میں خوف خدا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (اعمال غیب سے) اس میں کھول دے گا اور وہاں سے رزق عطا فرمائے گا، جہاں اس کا غم و کھن بھی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا یہ موسیٰ اور ہارون کیسے منع ہیں، ان کو وہی کھائے گا جس کو ہم چاہیں گے (یہ پابندی) ان کے ذمہ باطل میں ہے اور بعض موسیٰ پر سواری حرام کی تھی اور بعض موسیٰ پر یہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر افتراء کرتے ہوئے، وہ عقرب ابن کو ان کی افتراء پر داناؤں کی مزارے لگ (الانعام: ۱۳۸) مشرکین کے خود ساختہ احکام کا رد اور ابطال

کفار اور مشرکین نے نہایت جاہلیت میں اپنے موسیوں اور اپنے بھتیجوں کی تمن تمہیں کر دی تھیں:

۱۔ وہ موسیٰ اور کھیت، جن کے متعلق وہ کہتے تھے، ان سے نفع اٹھانے کی غرض کے لیے لے جاتی تھیں، یہ ان کے باطل معبودوں اور بتوں کے لیے مخصوص ہیں۔ وہ سمجھتے تھے ان کو وہی شخص کھا سکتا ہے جس کو ہم کھانا چاہیں اور ان کو صرف بتوں کے مودعہ کھا سکتے ہیں، مگر تمہیں نہیں کھا سکتیں اور ان کے اس خود ساختہ قول پر کوئی دلیل نہیں تھی، عقلی نہ نقلی۔

۲۔ وہ موسیٰ جن کی پشت حرام کر دی تھی، ان پر کوئی سواری کر سکتا تھا اور نہ ان پر سلطان لاد سکتا تھا، ان جانوروں کو وہ الجواز، الحوائج اور الحوائج کہتے تھے، ان کی تفصیل المائدہ: ۱۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۔ وہ جانور جن پر ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے تھے، وہ ان پر ذبح کے وقت صرف بتوں کا نام لیتے تھے اور ان سے

کوئی نفع نہیں اٹھاتے تھے، حتیٰ کہ حج میں بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ انہوں نے جو یہ تقسیم کی تھی یہ محض اللہ تعالیٰ پر ہفتا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس کو شروع نہیں کیا تھا اور ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ از خود اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی چیز کو حلال یا حرام کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ ۚ وَیَسِّرْ لَکُم مِّنْ اَمْرِکُمْ ۚ وَیُخْرِجْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتٍ اِلَیْ نُوْرٍ ۚ وَیَهْدِیْکُمْ اِلَیْ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ (یونس ۵۶)

اگر تم اللہ کو پسند کرو تو میری پیروی کرو، اللہ تم کو پسند کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہارے کاموں کو آسان کرے گا اور تم کو ظلمتوں سے نکلے گا اور تم کو روشنی کی راہ دکھائے گا اور تم کو سیدھے راستے کی راہ دکھائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی کہ عقیقہ اللہ ان کو ان کی انعام پر رازوں کی سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا جو کچھ ان موسیٰ کے بیٹوں میں ہے وہ ہمارے عروں کے لیے مخصوص ہیں اور ہماری عورتوں پر حرام ہیں اور اگر وہ بچہ عروہ پیدا ہو تو اس میں عروہ اور عورتیں سب شریک ہیں، وہ ان کی من گھڑت باتوں کی عقیقہ سزا دے گا، بے شک وہ دستِ حکمت والا امت جاننے والا ہے۔ (الانعام: ۱۳۹)

جو کچھ ان موسیٰ کے بیٹوں میں ہے اس سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد دودھ ہے۔ عمار نے کہا بیکھ کا دودھ صرف مو پیٹے تھے اور اگر بیکھ مر جائے تو اس کا گوشت عروہ اور عورتیں دونوں کھاتے تھے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ جو کچھ ان کے بیٹوں میں ہے اس سے مراد دودھ ہے۔ وہ اس دودھ کو عورتوں پر حرام قرار دیتے تھے اور اس دودھ کو صرف مو پیٹے تھے اور بکری جب زکوٰۃ جنتی تو اس کو صرف مو کھاتے اور عورتیں نہیں کھاتی تھیں اور اگر وہ بکھ کو جنتی تو اس کو ذرا نہیں کرتے تھے اور اگر وہ عروہ جنتی تو اس میں عروہ اور عورتیں سب شریک ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا۔ (اصح ابواب: ۸۷۲، ص ۳۰۳، مسند ابوالفکر: ۱/۱۵۵)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عقیقہ ان کو ان کے اس جھوٹ کی سزا دے گا جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَلَا تَقْسُوْا اِلَیْہِا نَفِیْسَکُمْ اَلْکُذِبَ ۚ اِنَّہِا سَیْکُمُ اللّٰہُ ۚ وَہٰذَا حَرَامٌ ۚ فَتَعْتَرُوْا عَلٰی اللّٰہِ ۚ اَلْحٰجِبُ اِلَیْہِ اَلْغَیْبِ ۚ یَعْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰہِ اَلْکُذِبَ ۚ لَا یُعْلِیْخُوْنَکُمْ ۝ السَّحٰلَہُ ۝

اور جن چیزوں کے حلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ نکاح میں بائیں گے۔

خود ساختہ شریعت سازی کا رد اور ابطال

ان آیات میں یہ دلیل ہے کہ اپنی طرف سے بغیر شرعی دلیل کے کسی چیز کو فرض یا واجب قرار دینا یا بغیر شرعی دلیل کے کسی چیز کو ناجائز اور حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر ہفتا ہے۔ حلقہ ہے۔ حلقہ کہ انہی جعفر صادق کی نیازی کچھ روایوں کو اسی جگہ بیٹھ کر کھایا جائے اور اس کو وہیں سے نکل کر ناجائز نہیں ہے، یا جیسے لوگ بغیر کسی شرعی دلیل کے ہندو بھراؤ کو واجب کہتے ہیں، یا جیسے بعض لوگ میلاد شریف، عید، عید شریف، سوئم اور چلم وغیرہ کو ناجائز اور حرام کہتے ہیں اور بعض لوگ یارس اللہ کہنے کو حرام کہتے ہیں اور بعض لوگ ان کی تھپہ کو ناجائز اور حرام بلکہ شرک کہتے ہیں، اور بعض لوگ یارس اللہ کہنے کو بھی شرک کہتے ہیں۔ ملائکہ حدیث میں اس پر وعید ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن چیزوں کا مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف ہے ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص قرآن پڑھے گا حتیٰ کہ جب تم اس پر



قرآن کا نور دیکھو گے اور وہ اسلام کی پشت بند ہو گا تو قرآن اس سے جاننا رہے گا اور وہ اس کو پس پشت پیٹک دے گا اور اپنے چوڑی پر ٹکوار سے حملہ کرے گا اور اس پر شرک کی تسمت لگائے گا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ان میں سے کون شرک کا صدیق ہو گا جس پر شرک کی تسمت لگائی گئی ہے؟ یا شرک کی تسمت لگائے والا۔ آپ نے فرمایا بلکہ شرک کی تسمت لگائے والا۔ اس حدیث کا امام ابوہلی موسیٰ نے روایت کیا ہے۔

(مختصر احادیث السادة المرحومة ابو احمد العشرہ ج ۸، رقم الحدیث ۶۶۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)  
اللہ تعالیٰ کا ورثہ ہے: بے شک ان لوگوں نے شمارہ پلای جنہوں نے جہالت اور حلقہ کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق اللہ نے دیا تھا اللہ پر افترا پر دہانی کر کے اس کو حرام قرار دیا۔ بے شک یہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے تھے ہی نہیں۔ (انعام ۱۳۰)  
بیٹیوں کو قتل کرنے کی شقاوت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ زائد جاہلیت میں جن لوگوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا اور ان کو زندہ درگور کر دیا ان لوگوں نے نقصان اٹھایا۔ ان لوگوں نے اپنی جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ یہ شک دہشتی اور ہتک رزق سے ڈرتے تھے اور یہ لوگ اس بات سے جاں تھے کہ رزق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو پاکیزہ رزق دیا تھا اس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء ہند کر حرام کر دیا اور یہ کھلی گمراہی میں پڑ گئے کیونکہ انہوں نے دین اور دنیا کی سعادت کو کھو دیا اور یہ ہدایت کو حاصل کرنے والے تھے بھی نہیں۔

علامہ قرطبی ماہی متنی ۶۶۸ھ نے بیان کیا ہے کہ روایت ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص بیٹہ مغموم رہتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ تم کیوں مغموم رہتے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے زائد جاہلیت میں ایک بہت بڑا گنہہ کیا تھا اور میں ڈرتا ہوں کہ اللہ میرے اس گنہہ کو نہیں بخشے گا۔ خواتین مسلمان ہو چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ! تمہارا گنہہ کیا تھا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ میرے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کی ماں نے مجھ سے سفارش کی کہ میں اس کو چھوڑ دوں حتیٰ کہ وہ بڑی ہو گئی، حتیٰ کہ وہ عورتوں میں حسین ترین لڑکی تھی۔ لوگوں نے اس سے نکاح کرنے کا بیٹام دیا مجھے اس پر عار آیا اور میرے دل نے یہ بداشت نہیں کیا کہ میں اس کا نکاح کر دوں یا اس کو بغیر نکاح کے رہنے دوں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا میں اس کو فلاں فلاں قبیلہ میں اپنے رشتہ داروں سے ملانے کے لیے جا رہا ہوں وہ یہ سن کر خوش ہوئی۔ اس نے اس کو اٹھے کپڑے اور زہر پسانے میں اس کو لے گیا حتیٰ کہ میں ایک کونہ پر پہنچا اور میں نے کونہ میں جھانک کر دیکھا وہ لڑکی مجھ جی کہ میں اس کو کونہ میں ڈھانپا ہوا تھا وہ مجھے چست گئی اور روکنے لگی اور کہنے لگی اے میرے باپ! تمہارا کیا برا وہ ہے؟ تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ مجھے اس پر رحم آیا پھر میں نے کونہ کی طرف دیکھا اور مجھ پر پھر عار غالب آئی۔ وہ لڑکی پھر مجھ سے چست گئی اور کہنے لگی اے میرے باپ! میری ماں کی امانت کو ضائع نہ کر۔ میں نے پھر دہری مرتبہ کونہ کی طرف دیکھا اور پھر اس کی طرف دیکھا مجھے اس پر رحم آیا لیکن مجھ پر شیطان غالب آ گیا میں نے اس کو پکڑا اور اس کو اونٹ سے منہ کونہ میں ڈال دیا اور وہ کونہ میں چلا رہی تھی اے میرے باپ! تو نے مجھے مار ڈالا؟ میں اس کونہ پر ٹھہرا رہا حتیٰ کہ آواز آئی بند ہو گئی پھر میں واپس آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب یہ سن کر رونے لگے۔ اور آپ نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو زائد جاہلیت کے فعل پر سزا دیتا تو تمہیں دیتا۔

(الماہجۃ للحاکم اقرآن ج ۷ ص ۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوسَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوسَاتٍ وَالتَّخْلُودِ

اور وہی ہے جس نے بیوں والے باغ پیدا کیے اور جن سے درختوں والے باغ پیدا کیے اور کھجور کے درخت اور کھیت اگانے والے کے کھیت

الزَّرْعِ فَخْتِلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونِ وَالزَّمَانِ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ

مختلف ہیں اور زیتون اور انار اگانے کے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور مختلف ہیں

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا

جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کر دو اور

إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۳۴﴾ وَمِنَ الْإِنْعَامِ حُمُولَةٌ وَفَرَسًا كَلُوا

بے جا خرچ نہ کرو، جبکہ اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۱۳۴ اور اس نے بعض (قد آور) مویشی پیدا کیے جو بوجہ اٹھانے

مَتَارِعًا قُلُومُ اللَّهِ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

والے ہیں اور بعض زمین سے گئے گئے (کڑواہ قد) مویشی پیدا کیے، انہوں نے جس پر رنڈا یا ہے اس کا فائدہ شیطان کے قدموں پر ملو، جبکہ وہ

مُبِينٌ ﴿۱۳۵﴾ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الصَّانِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ

تہاڑا کھلا ہوا ۱۳۵ آٹھ جڑے پیدا کیے، دو بکری کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے،

اثْنَيْنِ قُلُومُ اللَّهِ الْكَرِينِ حَرَّمَ امَّ الْاُنْتَيْنِ اَمَّا اَشْتَمَلَتْ

آپ کیسے کیا اس نے دو نر حرام کیے یا دو مادہ حرام ہیں، یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْتَيْنِ يُبَيِّنُ بَعْلُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۳۶﴾

بیڑوں میں لیے ہوئے ہیں، بے عملی دلیل سے خبر دو اگر تم سچے ہو

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلُومُ اللَّهِ الْكَرِينِ

اور انہوں نے اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو (دو جڑے) پیدا کیے آپ کیسے کیا اس نے دو نر

حَرَّمَ امَّ الْاُنْتَيْنِ اَمَّا اَشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْتَيْنِ اَمَّ

حرام کیسے یا دو مادہ حرام ہیں، یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے بیڑوں میں لیے ہوئے ہیں، یا تم اس

كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ وَصَّيْكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَا قَمِنَ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى

وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں نصیحت دیا تھا، سو اس سے بڑا ظلم اور گناہ گوارا

عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

بد انسان پر راہ دہا کرے تاکہ وہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

انہیں دیتا ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے بیلوں والے بلوغ پیدا کیے اور جس نے درختوں والے بلوغ پیدا کیے اور مجبور کے درخت اور کھیت اگائے، جن کے کھانے مختلف ہیں اور زمین اور انبار اگائے جو ایک دوسرے سے ملنے ملتے ہیں اور مختلف بھی۔ جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھو اور جب ان کی کھیتی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو اور بے جا خرچ نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الانعام: ۱۴۱)

مشکل الفاظ کے معانی

معروضات: یہ لفظ عرش سے بنا ہے، عرش کا معنی ہے چھت۔ جس چیز پر بلاشبہ بیٹھا ہے اس کو بھی بلندی کی وجہ سے عرش (تخت) کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں عرش الکرم میں نے انگوڑی چھت بنادی، یعنی انگوڑی بیلیں اس طرح پھیلا دیں کہ ان سے چھت بن گئی۔ اس آیت میں حسات معروضات سے مراد وہ بلوغ ہیں جن میں پھلوں کی بیلیں ہوں مثلاً انگوڑی کی یا خربوزہ اور تربوز کی۔

غیر معروضات: جن پھلوں کے درختوں کو زمین پر چھوڑ دیا گیا ہو جو اپنے سے اور شاخوں کی وجہ سے کسی چھت پر ڈالے جانے سے مستثنیٰ ہوں۔

حصص: یہ لفظ حصہ سے بنا ہے جس کا معنی ہے فصل کاشت درختوں سے پھلوں کے توڑنے کو بھی حصہ کہتے ہیں۔

وجود باری اور توحید پر دلیل

قرآن مجید کا موضوع توحید، رسالت، احکام، شریعہ، مصلوہ و جزا و سزا کو بیان کرتا ہے۔ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو سزا دی کہ جس جو شرک کرتے تھے اور انہیں خود احکام پالیتے تھے اس کے بعد اب ہم اصل مقصود کی طرف توجہ دیا اور وجود باری اور توحید پر دلائل دیئے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیلوں اور درختوں والے پھات پیدا کیے اور مجبور کے درخت اور کھیت پیدا کیے۔ ان پھلوں کی فصل و صورت، ان کا رنگ، ان کی خوشبو اور ان کا ذائقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اسی طرح کھیتوں سے جو فائدہ پیدا ہوتا ہے، ان کی فصل، ان کا ذائقہ اور ان کے فائدہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ چیزیں انہیں خود پیدا نہیں ہوئیں، انہیں سورج، چاند اور ستاروں نے پیدا کی ہیں۔ کیونکہ جب وہ غروب ہو جاتے ہیں تب بھی یہ چیزیں اسی طرح برقرار رہتی ہیں۔ مگر دنیا پر کے لوگ جو اللہ کے سوا اور چیزوں کی خدائی کے قائل ہیں، ان چیزوں میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ

نہیں کیا کہ وہ ان باتوں اور کھیتوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ بلکہ اللہ کے سوا کوئی بھی ان کے پیدا کرنے کا دعویٰ دار نہیں ہے تو پھر ہم کیوں نہ انہیں کہ لکھ دی دنیا بھر کے پانوں کھیتوں اور ہرے بھرے جنگوں کا خالق ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ نہایت کا خالق ہے تو یہ لوازمات 'میلومات انسانوں' جنوں اور فرشتوں اور ساری کائنات کا بھی وہی خالق ہے اور وہی مہلت کا مستحق ہے۔

**فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر ہے یا عام صدقہ؟**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب فصل کی کٹائی کا دن آئے تو اس کا حق ادا کرو۔

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی حنفی صوفی ۷۰۰ سے لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ، جابر بن زیدؓ، محمد بن حنفیہؓ، حسن بھریؓ، سعید بن مسیبؓ، طاہس بن اسلمؓ، قتادہ اور ضحاک کا یہ قول ہے کہ اس حق سے مراد عشر (پیداوار کا سو فی صد) اور نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس حق کو اس حدیث نے منسوخ کر دیا جس میں عشر اور نصف عشر کو فرض کیا گیا اور یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کے حکم کو سخت سے منسوخ کرنا جائز ہے، حسن بھری سے روایت ہے کہ اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا، ضحاک نے کہا ہے کہ قرآن میں مذکور ہر صدقہ کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا، اور حضرت ابن عمرؓ اور مجاہدؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت ٹھیکہ (غیر منسوخ) ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رات کے وقت مجبور توڑنے اور فصل کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دن میں کٹائی کے وقت مساکین آسکیں۔ مجاہد نے کہا جب فصل کٹائی جائے تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دیا جائے اس طرح جب درخت سے مجبور دیں توڑی جائیں تو کچھ مجبور دیں ان کو دی جائیں۔ اسی طرح جب ان کو صلح کے سبب سے چلا جائے تو ان کو کچھ مجبور دیں دی جائیں۔ (المکرم القرآن ج ۳ ص ۳۰۰) مسطورہ سبیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس آیت میں فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر یا نصف عشر ہے اور حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس حق سے مراد عام صدقہ ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کا قول اس لیے راجح ہے کہ اس حدیث میں بھی ارضی پیداوار کی زکوٰۃ، عشر یا نصف عشر بیان کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو باغ یا کھیت بارش سے یا چشموں سے یا بارش کے جمع شدہ پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جن کو کنوئیں سے پانی حاصل کر کے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

اصح ائمہ اربعہ ج ۱، رقم الحديث ۷۰، سنن الترمذی ج ۲، رقم الحديث ۳۰، صحیح مسلم، زکوٰۃ ۲۳۳۶، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۵۷۷، سنن النسائی ج ۲، رقم الحديث ۳۳۸۹، عشر کے نصاب میں مذکور ہے فقہاء

اہل ابو حنیفہ کے نزدیک زمین کی پیداوار اقل یا اکثر اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پانچ و ستن (تقریباً تیس من) سے کم کی مقدار میں عشر واجب نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدریؓ جو بیڑ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پانچ و ستن سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے دوسروں سے کم گرام، ساڑھے پانچ اونٹ، چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔

الحج ابولہدی 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۳۳۷ صحیح مسلم 'ذکوہ' ۱ (۹۷۹) سنن ابوداؤد 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۱۵۵۸ سنن الترمذی 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۳۳۵ سنن ابوالحسن 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۱۷۴۳ امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل

امام ابو حنیفہ کی دلیل قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت ہے۔ امام فخر الدین رازی نے اس کی یہ تقریر کی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا قلیل اور کثیر میں حق کے ثبوت پر دلیل ہے اور جب یہ حق زکوٰۃ (عشر) ہے تو قلیل اور کثیر میں وجوب زکوٰۃ کا جائز۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ لہذا قطعی فرماتا ہے:

وَأَنْتُمْ أَحَقُّهٖ يَوْمَ تَحْصَاہُمْ (الانعام: ۱۴۴) اور فصل کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

یہ آیت قلیل اور کثیر میں حق کے ثبوت پر دلیل ہے اور جب یہ حق زکوٰۃ (عشر) ہے تو قلیل اور کثیر میں وجوب زکوٰۃ کا قول کرنا واجب ہے۔ (تفسیر کبیر 'ج' ۵ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز امام ابو حنیفہ نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں نبی پیچھے نے فرمایا زمین جس کو بارش ہنسنے یا بارش کا جمع شدہ پانی سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جو زمین کوئیں کے پانی سے سیراب کی جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(حج ابولہدی 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۳۸۳ سنن ابوداؤد 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۱۵۶۱ سنن الترمذی 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۳۳۵ سنن ابوالحسن 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۱۷۴۳ سنن ابن ماجہ 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۱۷۴۳ سنن دارقطنی 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۲۰۳۳ صحیح ابن حبان 'ج' ۲ رقم الحدیث: ۳۲۸۷ ۳۲۸۸ ۳۲۸۹)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی پیچھے نے زمین کی پیدلوار پر بریکٹل عموم عشر یا نصف عشر واجب فرمایا ہے اور اس کو پانچ وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے لہذا جس حدیث میں آپ نے پانچ وقت پر وجوب زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے وہ مل تجارت پر محمول ہے یعنی جس شخص کے پاس پانچ وقت سے کم مل تجارت ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی اور اس وقت پانچ وقت دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے۔

نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال اس آیت سے بھی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْكُنُوا أَسْوَاقَ الْبِلَادِ ۖ وَأَنْتُمْ أَحَقُّهَا يَوْمَ تَحْصَاہُمْ (البقرہ: ۱۷۷) اے ایمان والو! اپنی مکائی ہوئی پندرہ چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے جو تم نے شمار سے (البقرہ: ۱۷۷) لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بریکٹل عموم فرمایا ہے کہ زمین سے ہم نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو اور اس کو اللہ تعالیٰ نے کسی مقدار اور نصاب کے ساتھ تنقید نہیں فرمایا اور اس میں امام ابو حنیفہ کے موقف کی تائید ہے کہ زمین کی پیدلوار خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے۔

فصلی صدقہ کرنے میں کیا چیز اسراف ہے اور کیا نہیں؟

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور بے جا خرچ نہ کرو بے شک اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اہل لغت کے اسراف میں دو قول ہیں۔ ابن الاعرابی نے کہا حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے اور شریعہ کے کمالی کو شکوہ اور بے قانہ کاموں میں خرچ کرنا اسراف ہے۔ (ملک المغرب 'ج' ۵ ص ۳۸ مطبوعہ ایران)

انسان جب اپنا تمام مل صدقہ کر دے اور اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے تو یہ بھی اسراف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَبْسُطُهَا كُلَّ الْبَسِطِ فَتَقْعُدَ مَلُوفًا  
تَحْشُرُونَ (الاسراء: ۳۹)  
اور نہ اپنا ہاتھ پوری طرح کھول دے کہ بھجارے حالت  
کیا کہ احتکارا۔

ابن جریر نے کہا یہ آیت ثابت بن قیس بن شمس کے حقیقی ناناں ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے درخت سے کھجوریں  
توزیں اور کہا آج جو شخص بھی آئے گا میں اس کو کھلاؤں گا پھر وہ لوگوں کو کھجوریں کھلاتے رہے۔ حتیٰ کہ شام ہو گئی اور ان کے  
پاس ایک کھجور بھی باقی نہیں بچی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ بے جا خرچ نہ کرو بے شک اللہ بے جا خرچ کرنے  
والوں کو پسند نہیں کرتے۔ (جامع البیان ۸: ۲۸۷ مسطورہ ملو اللہ کو صروت ۱۵۳۵)

حضرت حکیم بن حزام ریتوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو خوشحالی کی حالت میں دیا  
جائے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بخرے اور صدقہ کی ابتداء اپنے خیال سے کرے۔

(مجمع مسلم ۱/۵۰۵ (۱۰۳۳) ۲۳۸ سنن ابی حنیفہ ج ۵، رقم الحدیث ۲۵۳۲، مجمع الباری ج ۶، رقم الحدیث ۵۵۵۶)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا افضل صدقہ وہ ہے جو خوشحال چھوڑے اور والا ہاتھ نیچے  
ہاتھ سے بخرے۔ صدقہ کی ابتداء اپنے خیال سے کرے پھر کسی کی گنجے کھلاؤ یا مجھے طلاق دو تو کر کے گانجے کھلاؤ اور مجھ سے کلام  
نویزنا کے گانجے کھلاؤ مجھے کس پر چھوڑے ہو؟

(مجمع الباری ج ۶، رقم الحدیث ۵۵۵۶، مسند احمد ج ۲، رقم الحدیث ۲۴۵، السنن ج ۵، رقم الحدیث ۷۵۱، مسند ابی حنیفہ ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۳۲)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا صدقہ کرو ایک شخص نے  
کہا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنے نفس پر خرچ نہ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار  
ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی بیوی پر خرچ نہ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی اولاد پر  
خرچ نہ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا تم کو زیادہ معلوم ہے۔ یعنی تم کو زیادہ معلوم ہے تمہارے  
رشتہ داروں میں کون زیادہ ضرورت مند ہے؟ اس کو دو۔

(سنن ابی داؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۷۸، سنن ابی حنیفہ ج ۵، رقم الحدیث ۲۵۳۲، مسند ابی حنیفہ ج ۱، رقم الحدیث ۷۵۱، مسند احمد ج ۲،  
مجمع ابن حبان ج ۸، رقم الحدیث ۲۳۳۸، مسند رک ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷، رقم الحدیث ۱۳۳۶)

حضرت طارق عابدی ریتوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خلبہ دیا اور فرمایا دینے والے کا  
ہاتھ بلند ہو تمہارے اور صدقہ کی ابتداء اپنے خیال سے کرے۔ اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن اور اپنے بھائی کو دو۔ پھر جو تمہارے زیادہ  
قریب ہوں اور جو ان سے قریب ہوں۔

(سنن ابی حنیفہ ج ۵، رقم الحدیث ۲۵۳۱، مجمع ابن حبان ج ۸، رقم الحدیث ۲۳۳۸، سنن ابی حنیفہ ج ۵، رقم الحدیث ۷۵۱، مسند  
ابن ابی شیبہ ج ۳، رقم الحدیث ۲۷۸، مسند الکبیر ج ۸، رقم الحدیث ۷۵۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷، رقم الحدیث ۱۳۳۶، مسند احمد ج ۲، رقم الحدیث ۷۵۱)

ان احادیث میں ماں باپ اور بیوی بچوں پر جو صدقہ کی ابتداء کرنے کا حکم ہے اس سے مراد صدقہ نفلہ ہے کیونکہ صدقہ  
واجب کو ان پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جس شخص کا دل مضبوط ہو اور اس کا نفس مستقیم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ پر متوکل ہو اور وہ  
اکمل ہو اس پر ماں باپ، بیوی بچوں اور یمن بھائیوں کی ذمہ داری اور یمن کی پرورش کا بار نہ ہو اور وہ علیٰ حقوق سے حقیقی اللہ  
تعالیٰ کے تمام فرائض ادا کر چکا ہو تو وہ اگر اللہ کی رضا میں اپنا سارا مال خرچ کر دے تو یہ جائز ہے اور اسراف نہیں ہے۔

امام عبد الرحمن بن محمد بن کثیر اور ابن کثیر نے حاتم متوفی ۳۷۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔



إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالشُّبُهَاتِ وَالْمَعْسُومَاتِ ۚ وَآَن تَقُولُوا عَلَى الْغُلُومِ لَا تَفْعَلُوا ۖ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غُيُوبِكُمْ ۚ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے آٹھ جوڑے پیدا کیے 'دو بھیڑی قسم سے' اور دو بکری کی قسم سے 'آپ کہنے: کہ کیا اس نے دو زحرام کیے یا دو مادہ حرام کیں' یا وہ جسے دو لون مادہ اپنے بیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ مجھے علمی دلیل سے خبر دو اگر تم چپے ہو اور اللہ نے اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو پیدا کیے۔ آپ کہنے کہ کیا اس نے دو زحرام کیے 'یا دو مادہ حرام کیں' یا وہ جسے دو لون مادہ اپنے بیٹ میں لیے ہوئے ہیں 'یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے جنمیں یہ حکم دیا تھا' سو اس سے بڑا ظالم اور کون ہو گا؟ جو اللہ پر افترا پردازی کرے' تاکہ وہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (الانعام: ۱۴۳-۱۴۲)

منظر اور قیاس کی اصل

وہ موسیٰ جو درالذوق اور کوئلہ قد ہیں جن کی آٹھ قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک لونٹ اور لونٹنی کا جوڑا ہے 'دو سرا بیل اور گائے کا جوڑا ہے' تھرا میڈھا اور بھیڑ کا جوڑا ہے اور چوتھ بکرے اور بکری کا جوڑا ہے اور یہ کل آٹھ عدد ہیں۔  
شرکین عرب نے موسیٰ میں سے بھیرا 'سب' 'دبیل اور عام بنار کے لئے جو عام لوگوں کے لیے ان پر سواری کرنا پوجہ لادنا ان کو کھانا اور ان کا دودھ پنا حرام کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے رسول کریم صلی علیہ وسلم آپ ان سے پوچھئے کیا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے دو زحرام کیے ہیں 'اگر اللہ تعالیٰ نے زکی صنف حرام کر دی ہے تو تم زحرام کیوں کھاتے ہو اور اگر اللہ نے مادہ کی صنف حرام کر دی ہے تو تم مادہ کیوں کھاتے ہو اور اگر اللہ نے دونوں حرام کر دیے ہیں تو تم زحرام دونوں کیوں کھاتے ہو؟  
اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی صنف کو حرام نہیں کیا۔ یہ تحریم کے دعویٰ میں محض جھوٹے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس انکار کو مزید مستحکم کرنے کے لیے فرمایا کہ تم اس وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر تھے جب اللہ تعالیٰ نے جن جانوروں کو حرام کرنے کی وصیت فرمائی تھی؟ سو یہ محض تمہارا جھوٹ اور افتراء ہے اور اگر تم چپے ہو تو بتاؤ اللہ تعالیٰ نے کس نبی کی کتاب میں ان جانوروں کی تحریم بتائی تھی یا کس نبی پر وحی آئی تھی؟ اگر تمہارے پاس کوئی نسل ہے تو پیش کرو 'ان آیتوں میں علمی مباحثہ اور مناظرہ کے جواز پر دلیل ہے اور اس میں قیاس کی بھی اصل ہے کہ اگر اللہ نے ذکر کو حرام کیا ہے تو ہر ذکر حرام ہے اور اگر صنف کو حرام کیا ہے تو ہر صنف حرام ہے۔

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا ۚ وَأُولَٰئِكَ الْأَرْجَسُ ۚ

آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا، وہ مردار جو یا بہا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا

خنزیر، فائے رجس، اور فسقا اہل، لغير الله به، فمن اضطر

گزشتہ جہ کیوں کہ وہ جس سے یا یہ طور نامزدی کے اس پر (رجس کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، اور جس پر



غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَعَلَى الَّذِينَ

ہم اور وہ سرکش کرنے والا اور نہ عد سے بڑھنے والا ہر ایک ایک صیبت جتنے والا ہے حرام نہ دلا ہے ۵ اور یہ یوں پر

هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَةِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا ، اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی

شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ

تھی ، مگر جو چربی ان کی پیٹوں پر ہو یا ان کی آنتوں پر ہو یا جو چربی ان کی بڑی

بَعْضُهُمْ بِغَيْرِ ذِكْرِ رَبِّهِمْ بِغَيْرِ ذِكْرِ رَبِّهِمْ وَإِنَّا لَالصِّدِّقُونَ ﴿۱۴۹﴾ فَإِن

پر ہو ، یہ ہم نے ان کو ان کی سرکش کی مزا دی تھی اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں ۵ پس اگر وہ کپ

كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسَهُ عَنِ

کی تکذیب کریں تو آپ کہیے کہ تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے اور اس کا دُوب جرم کرنے

الْقَوْمِ الْمَجْرِمِينَ ﴿۱۵۰﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

دلائل سے مالا نہیں جاسکتا ۵ اب شرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے

أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ

باپ دادا اور ہم بھی پیڑوں کو حرام قرار دیتے ، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے

مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ

بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا دُوب چکھا ، آپ کہیے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے ؛ و اگر ہے تو

فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۵۱﴾

اس کو نکال دے مانتے ہیں کہ وہ تم موت کی پیروی کرتے ہو اور تم محض الظن پر بات کرتے ہو ۵

قُلْ فَبِئْسَ الْخَبْرَةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۵۲﴾

آپ کہیے کہ قریٰ دلیل تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے ، پس اگر اللہ چاہتا تو ہم سب کو ہدایت دے دیتا ۵

قُلْ هَلْ شَهِدَ آءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا

آپ مجھے کہہ دیجئے ان گواہوں کو پیش کرو جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے ، پس اگر وہ

فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا

یہ دھڑلے ہو گواہی دیں تو (اے مخاطب) تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور نہ ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنا

بِأَيِّتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ يَرَوْنَهُمْ يَبْعِدُونَ ﴿١٥٠﴾

جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو (دوسروں کو) اپنے رعبے برابر قرار دیتے ہیں ۱۵۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے جبری طرف ہونی کی گئی ہے، میں اس میں کسی کلمے والے پر امن چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا وہ مردار ہو، یا بہاوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بے طور یا غفلتی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سو جو شخص مجبور ہو اور نہ وہ سرکشی کرے والا ہو نہ وہ سے بڑھنے والا ہو تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا ہے وہ ہم کو فراموش کر دے۔ (الانعام: ۱۴۵)

قرآن اور حدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل

نہانہ جاہلیت میں کفار اور شرکین بعض اشیاء کو از خود حلال کہتے اور بعض اشیاء کو از خود حرام کہتے، اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ کسی چیز کا حلال کرنا اور کسی چیز کا حرام کرنا صرف وہی سے معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہنے کے مجھ پر جو وحی کی گئی ہے اس میں صرف چار چیزیں حرام کی گئی ہیں، وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ مردار، بہاوا، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ ان کی تفسیر ہم المائدہ ۳۳ اور المائدہ ۳۴ میں تفصیل سے کر چکے ہیں، ان کا وہل مطالعہ فرمائیں۔ یہ سورت کی ہے اس لیے اس میں صرف ان چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں اور بھی کئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی کئی جانوروں کو حرام فرمایا ہے، بعض دیگر جانوروں اور شراب کی حرمت کا بیان المائدہ میں ہے۔

(یہ چیزیں) تم پر حرام کر دی گئی ہیں مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور جس کا کھانا کھٹ گیا ہو، اور جو ضرب سے مارا گیا ہو اور جو ادب سے گر کر مر گیا ہو اور بیگ مارا ہو اور جس کو درد سے لے کھالیا ہو سو اس کے جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو اور جو جنوں کے تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور جو بے غصہ کے خنزیر سے اپنی قسمت معلوم کرنا بھی تم پر حرام کیا گیا ہے۔ یہ سب کام گناہ ہیں۔

اسے ایمان والا شراب، جو اہل بیت اور قسمت معلوم کرنے کے حجر (سب) ٹپاکا ہے۔ شیطان کا سون سے جس سے تم ان

خَيْرَتٌ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلَ لِبَعِيرٍ اللَّوْبُ وَالْمَنْخَرَةُ وَالْمَوْفُودَةُ وَالْمَشْرُوبَةُ وَالسَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبَحَ عَلَى التَّنْبِؤِ أَنْ تَسْتَفْسِحُوا بِالْأَرْكَامِ ذَلِكَُمْ فَنَسِئُ

(المائدہ: ۳)

مَا أَهْلَ الْبَعِيرِ أَمْنُوا أَلَسَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ الْأَنْصَابُ وَالْأَرْكَامُ رَحِشٌ يَحْسِبُ عَمَلُ الشَّيْطَانِ

ضیاء القرآن



ج ۹ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) امام شافعی کے نزدیک میزک کے سوا تمام سمندری جانوروں کو کھانا جائز ہے اور بعض ائمہ شافعیہ نے میزک کے کھانے کو بھی جائز کہا ہے۔ (المذنب ج ۲ ص ۲۵۰)

ائمہ ملائکہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِئَلَّيْتُمْ تَقَارَوْنَ (المائدہ ۹۴)

تمارے لیے سمندری ہتھکڑ اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے قاعدہ کے لیے۔

اور اس حدیث سے بھی امن کا استدلال ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس پانی کم ہوتا ہے۔ اگر ہم اس پانی سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں گے کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں؟ آپ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مزار حلال ہے۔

(مسئل الترمذی ج ۱ رقم الحدیث ۳۸، مسئل ابو داؤد ج ۱ رقم الحدیث ۸۳، مسئل الترمذی ج ۱ رقم الحدیث ۵۰، مسئل ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث ۳۸۶، مسئل امام مالک رقم الحدیث ۳۳، مسئل ترمذی ج ۱ ص ۳۰، مسئل ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۳۳، مسئل الترمذی ج ۱ رقم الحدیث ۳۳، مسئل احمد ج ۲ رقم الحدیث ۲۳۷، مسئل ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳، مسئل ترمذی ج ۱ ص ۲۳)

علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ عطاء اور محمود بن دینار سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لیے سمندر میں ہر چیز کو حلال کر دیا ہے۔ (المسئل ج ۹ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہودیوں پر ہم نے ہر باغین والا جانور حرام کر دیا تھا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی تھی مگر جو چربی ان کی پیٹھ پر ہو یا ان کی آنتوں پر ہو یا جو چربی ان کی پیٹھ پر ہو یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور یہ شک ہم ضرور ہے ہیں۔ (الانعام ۱۴۶)

بعض الفاظ کے معنی

دی طہر ناخن والے اس سے مراد ایسے جانور ہیں جن کے ناخن ان کی انگلیوں سے الگ نہ ہوں۔ جیسے اونٹ اور دیکر مونگھا اس کے برخلاف بھانڈے والے درندوں کے ناخن ان کی انگلیوں سے الگ ہو جاتے ہیں جن سے وہ شکار کرتے ہیں۔ شحم کا معنی ہے چربی اور المحواہا الخویہ کی جمع ہے اس کا معنی ہے آنت انتڑی۔ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل

امام ابن جریر حنفی ۱۰۲ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ناخن والے جانوروں سے مراد اونٹ، شتر مرغ اور اس قسم کے دیگر چوپائے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر نے کہا اس سے مراد ایسے جانور ہیں جن کی انگلیاں کھلی ہوئی نہ ہوں۔ فقہاء نے کہا اس سے مراد اونٹ، شتر مرغ اور پرندے ہیں۔

(جامع البیان ۸/۲ ص ۹۷-۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے غر (شراب) فروخت کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو قتل کرے وہ نہیں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے ان پر چربی حرام کی گئی تھی انہوں نے اس کو بھلایا اور پھر

فروخت کر دیا۔ (صحیح البخاری: ج ۳، رقم الحديث: ۲۲۲۳) صحیح مسلم: (المصابا: ۲۶) مسند احمد: (ج ۱، رقم الحديث: ۱۷۷۰)

اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو جو اسرائیل پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بطور سزا حرام کیا۔ تاکہ وہ انبیاء علیہم السلام کو بائع قتل کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور سوار کھاتے تھے اور دیگر جاندار جانوروں سے لوگوں کو بائع کھاتے تھے۔ اور یہ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی چیز کو حرام نہیں کیا اور اس کے جس کو حضرت یعقوب نے خود اپنے قفس پر حرام کیا تھا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بائع کی خبر دی تھی جس کا کسی کو علم نہیں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شک ہم اس خبر میں ضرور سچے ہیں اور یہ یہود ناگھڑی کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے یہود کو بائع کی ایسی بات کی خبر دی جس کا کسی کو علم نہیں تھا اور جس کو جاننے کے لیے وحی کے ساتھ کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہئے کہ تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب جرم کرنے والے لوگوں سے بڑا نہیں جاسکتا۔ (الانعام: ۱۴۷)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اسے بھی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ یہود اس خبر میں آپ کی تکذیب کریں جو ہم نے آپ کو بائع بیان کی ہے کہ ان کی سرکشی کی بنا پر ہم نے ان پر کیا کیا حرام کر دیا تھا تو آپ کہئے تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے۔ اس کی رحمت تمام مخلوق پر محیط ہے۔ خواہ وہ اس پر ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں۔ ایک ہوں یا بد مذہب۔ وہ نہ کافروں کو جلد بھڑاتا ہے نہ گنہگاروں سے جلد انتقام لیتا ہے۔ اور وہ ایمان لائے والوں اور اطاعت گزاروں کو جو نبی میں چھوڑ دیتا اور ان کو ان کے اعمال کے ثواب سے محروم نہیں کرتا۔ لیکن جب ہجر سوں کی بد اعمالیوں کی سزا دینے کا وقت آئے گا تو پھر اس کے عذاب کو کوئی ان سے حل نہیں کئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اب مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے نہ ہوتے۔ آپ دلو اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب پتھلہ آپ کہئے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ (اگر ہے تو اس کو ہمارے سامنے پیش کرو تم صرف عن کی پیروی کرتے ہو اور تم محض انکل بچے سے بات کرتے ہو۔ (الانعام: ۱۴۸)۔

مشرکین کے شبہات کا جواب

جواب: ہمارے کفار قریش نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دلو اور شرک نہ کرتے اور نہ وہ بحیرہ منابہ اور وسیلہ وغیرہ کو حرام قرار دیتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہمارے آباء و اجداد کی طرف رسول بھیجتا جو ان کو شرک سے منع کرتا اور ان جانوروں کو حرام قرار دیتے سے منع کرتا اور وہ ان بھروسے سے رک جاتے۔ پھر ہم بھی ان کی اتباع کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور فرمایا تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ جس طرح تم کہہ رہے ہو بائع میں ایسا ہی ہوا تھا اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو پیش کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا رد فرمایا۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب پتھلہ یعنی جس طرح کفار مکہ نے نبی ﷺ کے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دیتے ہوئے دلائل کی تکذیب کی ہے اسی طرح پہلے بھی مشرکین نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور اس کی بنیاد بھی کوئی علم اور عقل کی دلیل نہیں تھی۔ وہ بھی محض عن اور انکل بچے سے اپنے رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور اگر ان کا یہ قول صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب کیوں نازل فرماتا اور ان کو صفحہ ہستی سے کیوں مٹا دیتا۔ یعنی جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو ان پر عذاب آیا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ نے

ان کی طرف رسول بھیجے تھے جنوں نے ان کو شرک اور خود ساختہ تعظیم سے منع فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے قوی دلیل تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے، پس اگر وہ چاہتا تو وہ ضرور تم سب کو

ہدایت دے دیتا۔ (الانعام: ۱۲۹)

جبریت کا رد اور ابطال

اس آیت کا ماقبل یہ ہے کہ ایسی دلیل جو تمام شکوک و شبہات کو رفع و بین سے اٹھا دے، صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس آیت میں یہ حیدر ہے کہ اللہ واحد ہے، اس نے رسولوں کو دلائل اور محضرت دے کر بھیجا اور ہر ملک پر اپنے احکام کا لازم کیا ہے اور جن کو مصلحت کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو کلام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی ہے کہ ہمارے اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں، ورنہ اگر وہ چاہتا تو جبراً سب انسانوں کو مومن بنا دیتا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہیں ہے۔ اس لیے جن کا یہ کہنا باطل ٹھہرے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے، نہ ہمارے باپ دلا، نہ وہ بھارت و فیو کو حرام قرار دیتے، کیونکہ اس قسم کا ایمان اللہ تعالیٰ کا مطلب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی عقل سے کلام لیں، حق اور باطل کو جانیں، نیک و بد کو سمجھیں، اور کھولے کو پرکھیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور شیطان کے دوسلوں میں فرق محسوس کریں اور اپنے اختیار سے ہرے کاموں اور برائی باتوں کو ترک کریں اور شیطان کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لائے کو اختیار کریں۔ وہ جس چیز کو اختیار کریں گے، اللہ اسی چیز کو یہ اکر دے گا کہ جن آیتوں میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا، بلکہ بنایا ہے اور جن میں جبریت کے مذہب کا رد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے تم اپنے ان گواہوں کو پیش کر دو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے، پس اگر وہ (جھوٹی) گواہی دیں تو اسے (عقوبت) تم جن کے ساتھ گواہی نہ دےنا اور نہ جن لوگوں کی نفسی خواہشوں کی پیروی کرنا جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو (دوسروں کو اپنے مذہب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(الانعام: ۱۵۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیر، مسابہ وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، وہ اس پر کوئی گواہ لائیں اور کوئی شہادت پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں نبی پر اس حکم کو نازل کیا تھا فلاں کتاب میں یہ حکم نازل ہوا ہے اور اگر بالظن وہ کوئی جھوٹی شہادت پیش کر دیں تو اسے مسلمانوں کو ان کی تصدیق نہ کرنا اور جو لوگ فوائد اور منافع کے حصول اور مصائب اور نقصانات سے بچنے کے معاملہ میں اپنے جوں اور جھوٹے معبودوں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں، ان کی موافقت نہ کرنا۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ

آپ کہیے کہ اؤ تم پر تلاوت کروں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں، اب تم اس کے ساتھ کسی کو شرک قرار نہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ أَمْلَاقُكُمْ

وہاں مال باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور اپنی اولاد کو رزق میں کسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی

جلد سوم

بہار القرآن

نَزَرْتُكُمْ دِيَارَهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ

نہایت جیتے ہیں ان کو بھی ، اور بسے حیاتی کے کھل کے قریب نہ جاؤ غراہ وہ ظاہر ہوں غراہ

بِشْهَادِهِمْ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ

پیشیدہ اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو ، یہی وہ کام ہیں

وَصُحُوبُهُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

جن کا اللہ نے تم کو ان کا علم دیا ہے تاکہ تم سمجھو ۵ اور اچھے طریقہ کے بغیر یتیم کے مال کے

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ

قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور انصاف کے ساتھ پوری پوری تاپ تول

بِالْقِسْطِ ۚ لَأَنْكَرُ لَكُمْ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا

کرو ، ہم ہر شخص کو موت اس کی طاقت کے مطابق مٹاتے کہتے ہیں اور جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصُحُوبُهُمْ لَعَلَّكُمْ

کہو ، غراہ وہ تمہارے قریب وار ہوں اور اللہ کے عہد کو پورا کرو ، یہی وہ امر ہیں جن کا تمہیں اللہ نے امر حکم دیا ہے

تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۲﴾ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ۵ بیشک یہ سیرا سیدھا راستہ ہے سو تم اسی راہ پر چلو ، اور دوسرے راستوں پر

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصُحُوبُهُمْ لَعَلَّكُمْ

نہ چلو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے ، اسی بات کا اللہ نے تمہیں امر حکم دیا ہے تاکہ

تَتَّقُونَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ

تم (کو) اس سے اچھو ۵ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ، اس شخص پر نعمت پوری کرنے کے لیے جس نے بہت

وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ

تاکہ کیے درگاہ مالک وہ ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب کے ملاقات پر

## يَوْمِنَ ۱۵۳

ایمان سے آئیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ آؤ میں تم پر تلاوت کر دوں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں؟ یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دو، "لو اولیٰ باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو" اور اپنی اولاد کو رزق میں کمی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ، "خود وہ ظاہر ہوں خواہ وہ پوشیدہ اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو جان قتل نہ کرو" یہی وہ کام ہیں جن کا اللہ نے تم کو منع فرمایا ہے تاکہ تم سمجھو ○ اور اچھے طریقہ کے بغیر مال جہنم کے قریب نہ جاؤ، "جی کہ وہ اپنی جوانی کو بیچ جائے اور انصاف کے ساتھ پوری باپ توں کرو" ہم ہر شخص کو صرف اس کی طاقت کے مطابق ملکت کرتے ہیں اور جب تم کوئی بات کو تو انصاف کے ساتھ کو "خود وہ تمہارے قربت دار ہوں اور اللہ کے حمد کو پورا کرو" یہی وہ امور ہیں جن کا اللہ نے تمہیں منع فرمایا ہے تاکہ تم صحت حاصل کرو۔

(الانعام: ۱۵۴-۱۵۱)

## اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں کی تفصیل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ شرکین نے بعض کاموں اور بعض چیزوں کو از خود حرام قرار دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں فرمایا اور اب اللہ تعالیٰ نبی مجیب سے فرما رہا ہے کہ آپ ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں حرام فرمائی ہیں؟ ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نو چیزوں کی حرمت بیان فرمائی ہے اور ان کی ضد کو فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ وہ نو چیزیں یہ ہیں:

(۱) اللہ کا شریک قرار دینا۔ (۲) باپ کے ساتھ نیک سلوک نہ کرنا۔ (۳) اولاد کو قتل کرنا۔ (۴) بے حیائی کے کام کرنا۔ (۵) جان قتل کرنا۔ (۶) جہنم کے مال میں بے جا تصرف کرنا۔ (۷) باپ قتل میں کمی کرنا۔ (۸) جان بات کرنا۔ (۹) اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا نہ کرنا۔

ان نو کاموں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اور ان کی ضد اور ان کے خلاف کرنے کو فرض اور واجب فرمایا ہے۔ ہم ان میں سے ہر ایک کی قدرے تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

## شرک کا حرام ہونا

بعض شرکین بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے تھے، جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَاذْكُرْ قَوْلَ الْكَافِرِ إِذْ هَمَّ بِآلِهَتِهِمْ أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اتَّخَذُوا لَهُمْ سُلَاطَانَ  
الْهَمَّةُ (الانعام: ۱۳۸) جن کو معبود دیا گیا ہے۔

اور جب ابراہیم نے اپنے اعمالیٰ باپ آزر سے کہا "میاؤ

فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ لَأَبْجِبَنَّ الْأَلْبَتِينَ (الانعام: ۱۳۷) پھر جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو ابراہیم نے کہا میں ڈوب جائے  
وہاں کو پہنچے میں کرنا۔

بعض شرکین جنت کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے تھے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجَنَّةِ (الانعام: ۱۳۶) اور انہوں نے جنت کو اللہ کا شریک قرار دیا۔



بعض مشرکین اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں مانتے تھے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَتَعْرِفُوهُمْ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتٌ يَعْلَمُونَ اور انہوں نے بغیر علم کے اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں مگز

(الانعام: ۳۰) لیں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ہر قسم کا شریک مکاحرام ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس کی آخرت میں معافی نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے لیے شریک قرار دو، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر کون سا بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا پھر یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا نہیں کھے۔ میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا پھر یہ کہ تم اپنے بڑی کی بیوی سے زنا کرو۔

(صحیح بخاری ج ۵، رقم الحدیث ۵۷۷۷، صحیح مسلم ج ۱، ۱۸۶، ۱۸۷، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۴۳۳۰، سنن الترمذی ج ۵، رقم الحدیث ۳۳۳۳، سنن نسائی ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۳۰، سنن کبریٰ للعلینی ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۳۰)

والدین کے ساتھ بد سلوکی کا حرام ہونا

اس کے بعد میں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے کیونکہ انسان ہر سب سے بڑا احسان اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کے بعد انسان کے لیے باپ کا احسان ہے کیونکہ انہوں نے اس کی پرورش کی اور جب وہ دست چھوٹا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا اس وقت اس کو ضائع ہونے سے بچایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی انتہائی تقسیم اور توقیر کا حکم دیا ہے اور اپنا شکر ادا کرنے کے بعد باپ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا ذَكِيًّا  
الْكِبَرَىٰ أَتَدْرِي أَوْ يَكْلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا  
أُفٍّ وَلَا تَنْهَرَهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا  
اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّكْرِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ  
رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّحْتُمَا حَبِيرًا

(بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے مصلحت (یعنی کام) علم دیا ہے۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری پر برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اس کا دودھ پھونکا اور اس میں ہے (وہ حکم یہ ہے کہ) امیر اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو (تم نے امیری ہی طرف لوٹا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا میں آپ سے ہجرت اور جلا پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر پاتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے پوچھا تم اللہ سے اجر چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ان سے نیک سلوک کرو۔ (صحیح مسلم ج ۱، ۱۸۶، ۱۸۷، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۴۳۳۰)

والدین کے ساتھ ننگی یہ ہے کہ ان کی قربانیوں کی ضرورت اور اطاعت کی جائے۔ ان کا وہب اور احرام کیا جائے۔ ان کی ضروریات پوری کی جائیں اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھا جائے۔ اگر وہ ظلم کریں، پھر بھی ان کی اطاعت کی جائے۔ البتہ ان غیر شرعی احکام میں ان کی اطاعت نہ کی جائے، پھر بھی ان کے ساتھ نرمی رکھی جائے اور اگر وہ فوت ہو جائیں تو ان کی قبر کی زیارت کی جائے، اور ان کے لیے انتظار کیا جائے۔

قتل اولاد کا حرام ہونا

زندہ جاہلیت میں بعض مشرکین رزق میں کمی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض عاری وجہ سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمادیا، اور بعض لوگ عمل تنوع کے وقت عزل کرتے تھے۔ (یعنی انزال کے وقت اندام نسلی سے آگے باہر نکل لینا)

بعض مسلمان بھی عزل کرتے تھے، نبی ﷺ نے عزل کو بھندہ قرار دیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق میں گئے۔ ہم نے عرب کی خوبصورت عورتوں کو قید کر لیا، ہمیں اپنی بیویوں سے الگ ہوئے کئی دن گزر چکے تھے، ہم نے چاہا کہ مشرکین سے فدیہ لے کر ان عورتوں کو چھوڑ دیں اور ہم نے یہ بھی چاہا کہ ان عورتوں سے جسٹنی کاغذ بھی حاصل کریں اور عزل کر لیں (یعنی انزال کے وقت آگے باہر نکل لیں) تاکہ حمل قائم نہ ہو، پھر ہم نے سوچا کہ ہم عزل کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں تو کیوں نہ ہم آپ سے اس کا حکم معلوم کر لیں۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ایسا نہ کرو، یہ کہ قیامت تک اللہ تعالیٰ نے جس روح کے پیدا ہونے کے حلقہ خلق کر دیا ہے، وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

(صحیح البخاری ج ۵، رقم الحدیث: ۵۲۸۰، صحیح مسلم، ترمذی ج ۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷، سنن کبریٰ للشیخ ج ۳، رقم الحدیث: ۵۵۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میری ایک باندی ہے، وہ ہماری غلام ہے اور ہمارے لیے پانی لاتی ہے۔ میں اس سے اپنی خواہش پوری کرتا ہوں اور اس کے حاملہ ہونے کو بھندہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سے عزل کرو، بے شک جو کچھ مقدر کیا گیا ہے وہ غریب ہو جائے گا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص آیا اور اس نے کہا وہ باندی حاملہ ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے جس میں بتایا تھا کہ جو کچھ مقدر ہو گیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ (صحیح مسلم، ترمذی ج ۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوا، اسے سفیان نے کہا اگر یہ کوئی ممنوع چیز ہوتی تو قرآن ہمیں اس سے منع کر دیتا۔

(صحیح البخاری ج ۵، رقم الحدیث: ۵۸۴۳، صحیح مسلم، ترمذی ج ۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷، سنن کبریٰ للشیخ ج ۳، رقم الحدیث: ۵۵۴۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کرتے تھے، نبی ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ (صحیح مسلم، ترمذی ج ۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷)

عزل کیا جائے یا کسی اور جدید طبی طریقہ سے ضبط قید کا عمل کیا جائے تو بلا ضرورت شرعی وہ مکروہ ہے، اور اگر علی رزق کے خوف کی وجہ سے یا ترک میں سے عاری بنا کر عزل کیا جائے تو حرام ہے اور اگر کوئی ایک مسلمان یا کافر کے کہ اگر ضبط قید پر

مئل نہ کیا یا تو عورت کی جان کو خطرو ہے تو پھر یہ عمل واجب ہے اور اگر اس کے پتلہ ہوئے فائدہ ہو تو پھر عزل کرنا جائز ہے۔  
اس کی پوری تفصیل ہم (الانعام: ۱۵۶) کی تحریر میں لکھ چکے ہیں۔

بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت کوئی زانیہ کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی چور دے دے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شرابی شراب پیئے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۵۵۷۸، صحیح مسلم ایمان ۱۰۰۰، ۵۷۱، ۱۱۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو کسی جانور کے ساتھ بدکاری کرے اور تم بنیاد فرمایا اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو قوم کو طاعن کرے۔

(شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۷۳، مسطور دار الکتب المطبعہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا طاعن خود منقول یہ کہ قتل کر دو اور اس کو جو کسی جانور کے ساتھ بدکاری کرے۔ (شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۸۷، مسطور دار الکتب المطبعہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں مخصوص سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کا ذکر کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ ہر بڑا زانی اور بھڑا عکرم اور متکبر فقیہ۔

(صحیح مسلم ایمان ۱۷۲، السنن الکبریٰ ج ۲، رقم الحدیث ۵۳۸۷، شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۰۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سرسبز میٹھی ہے اور بے شک اللہ حبیب اس میں طیفہ ملنے والا پھر دیکھنے والا ہے کہ تم اس میں کیا عمل کرتے ہو؟ سنو! دنیا کے فتنے سے بچو اور عورتوں کے فتنے سے بچو۔ اسنن ترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۲۸۸۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۳۰۰۰، صحیح ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۳۲۲۱، سنن احمد ج ۳، رقم الحدیث ۱۲۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ نے ابن آدم پر اس کے دنیا کا حصہ لکھ دیا ہے جس کو وہ لاعلم پائے گا؟ تمہوں کا زنا دیکھتا ہے اور زہن کا زنا دیکھتا ہے اور غصہ تنہا کرنا اور اشتہا کرتا ہے اور شرمگاہ اس سب کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۲۴۳۳، صحیح مسلم قدوہ ۲۰، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۱۵۲)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان کسی عورت کے محاسن کو دیکھے اور پھر اپنی نظر پھیرے تو اللہ اس کے دل میں عبادت کی طاعت پیدا کرتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۲۱)

حسن بن ذکوان کہتے تھے کہ جو عورت بے ریش لڑکے حسین (شیزوئس) سے زیادہ فتنہ انگیز ہیں۔

(شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۷۷)

قتل ناحق کا حرام ہونا اور قتل برحق کی اقسام

قتل ناحق کو سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ یہ جلی لیا جائے کہ قتل برحق کون کون سے ہیں۔ جو شخص نماز پڑھنے یا زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اس کو قتل کر دیا جائے لگہ اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسکین زکوٰۃ سے قتل کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے قبل کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہ تھا۔ میں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور غزا قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر انہوں نے یہ کر لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیا، ماسوائے کے حقوق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۲۵، صحیح مسلم "تذیل" ص ۲۶ (۳۸۴)

اور مرتد، شادی شدہ زانی اور مسلمان کے قاتل کو بھی قتل کرنا ہر حق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان شخص کو جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کو قتل کرنا صرف تین میں سے ایک وجہ سے جائز ہے۔ شہادی شدہ زانی ہو، کسی مسلمان کا قاتل ہو اور دین اسلام کو ترک کر کے مسلمانوں کی جماعت سے نکلے والا ہو۔

المصحح البغدادي ج ٤ رقم المخطوطة ٦٨٤٨، مصحح مسلم عدد (٥٠' ٢٥) ٣٧٩١ (١٦٤٦)، منسوخ أبو داود ج ٣ رقم المخطوطة ٣٣٥٢، منسوخ الترمذي ج ٣ رقم المخطوطة ٣٠٠٤، منسوخ الهيثمي ج ٤ رقم المخطوطة ٣٧٩١، منسوخ ابن أبي عمير ج ٤ رقم المخطوطة ٣٥٣٣

ایک خیفہ کے انعکاس کے بعد اگر دوسرے خلیفہ کے لیے بیعت کی جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو عقلمند کے لیے بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (صحیح مسلم، ۱۰/۴۱۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵)

جو شخص قوم لوط کا مثل کرے اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت امین عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جس کو قوم لوط کا عمل کرتے، یکدم تو فاضل اور مغضول یہ کو قتل کرو۔

اسنن ابوداؤد ج ۳ رقم الحدیث ۴۳۶۲، سنن الترمذی ج ۳ رقم الحدیث ۱۳۶۱، سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث (۲۵۶) جو شخص جانور کے ساتھ بد فعلی کرے اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص چالوڑ کے ساتھ بد فعلی کرے اس شخص کو قتل کر دو یا اور اس  
 چالوڑ کو بھی قتل کر دو۔ (سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۳۴۳۳، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۱۳۶۷)

میں حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

انکو کو قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے

جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کی ہی سزا ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور ہر مٹاف جاتیوں سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو شہرہ گرد کیا جائے۔

اگر ڈاکوؤں نے مل بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو ان کو قتل کر دیا جائے اور اگر انہوں نے صرف مل لوٹا ہو تو ان کے ہاتھ ربر خلاف چابیوں سے (یعنی سیدھا چھتہ اور لٹا ہی) کٹ دیے جائیں اور اگر انہوں نے صرف دھمکا لیا ہو تو ان کو شہر بدر کر دیا جائے جو لوگ مسلمان حاکم کے خلاف جہنوت کریں ان کو بھی قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَإِنْ تَعَتُّوا أَحَدُكُمْ عَلَى الْآخَرِ فَقَالَ لَهُمَا



امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن محتفل کاٹھن کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر لائے گا اور آٹھ ایک اس کی رنگوں سے خون برہا ہو گا وہ کے گاک اسے میرے رسیب اس نے مجھے قتل کیا تھا حتیٰ کہ اس کو عرش کے قریب کھڑا کرے گا حضرت ابن عباس کے سامنے لوگوں نے توبہ کا ذکر کیا تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہوئی ہے نہ تبدیل ہوئی ہے اس کی توبہ کہیں سے ہو گی امام احمد امام نسائی اور امام ابن المنذر نے حضرت مہدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ ہر گنہگار اللہ معاف فرما دے گا سو اس شخص کے جو کفر پر مرے اور سو اس شخص کے جو کسی سوسن کو عداوت قتل کرے۔ امام ابن المنذر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص کسی ایک ہلت سے بھی سوسن کے قتل میں تعاون کرے گا قیامت کے دن جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ فہدیٰ کی رحمت سے باہر ہے۔ امام سعید بن منصور امام ابن جریر امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ابو مجلز نے کہا اس آیت کا سنی یہ ہے کہ وہ جہنم کی سزا کا مستحق ہے اگر اللہ چاہے گا تو اس کی سزا سے درگزر فرمائے گا۔

(در مشورہ ج ۲ ص ۶۳۸، ۶۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے اور ایسے طریقہ کے بغیر مال یتیم کے قریب نہ جاتی ہوئی کو بیع جائے اور سورہ نساء میں فرمایا ہے اور یتیموں کو چاہئے کہ وہ حتیٰ کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور اگر تم ان میں عقل مند کی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے اسواہ کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ (النساء: ۶)

سورہ نساء کی اس آیت میں ان کی بدنی قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ بوقت کی عمر کو پہنچنے کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیت اور قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ اس قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ان میں عقل مند کی (کے آثار) دیکھو کیونکہ اگر جو ان ہونے کے بعد یتیم کامل اس کے حوالہ کر دیا جائے اور وہ ذہین اور عقل مند نہ ہو تو اس ہلت کا خدشہ ہے کہ وہ اپنی خواہشوں اور شوق کو پورا کرنے میں سارا مال ضائع کر دے گا اور اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اس لیے جب تک وہ سمجھ دار نہ ہو جائے بل اس کے حوالے نہ کیا جائے۔ اس عمر کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن زید نے کہا وہ بالغ ہو جائے۔ اہل مدینہ نے کہا وہ بالغ بھی ہو اور اس میں سمجھ داری کے آثار بھی ظاہر ہوں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ عمر پچیس سال ہے۔

یتیم کامل باجائز طور پر کھانے کے متعلق سخت وعید ہے:

إِنَّ الْكُلَّ مِمَّنْ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا  
سَبْعِينَ مَرَّةً  
(النساء: ۱۰)

امام ابن ابی شیبہ امام ابو علی امام طبرانی امام ابن حبان اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور آٹھ ایک ان کے سونہوں سے آگ کے شعلے کل رہے ہوں گے۔ عرض کیا یہ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو

لوگ جیسوں کامل باطن کھاتے ہیں وہ اپنے جنوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔

ایم ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں شب معراج کے واقعات میں بیان فرمایا میں نے کچھ لوگوں کو مکہ ان کے ہوتے لوٹوں کے ہوتے کی طرح تھے اور ان پر ایک شخص مقرر تھا جو ان کے ہوتوں کو پکڑتا اور ان کے منہ میں آگ کے بڑے بڑے چمڑا ل دیتا پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑے سے نکل جاتے اور وہ زور زور سے چلاتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یاہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو باطن جیسوں کامل کھاتے تھے۔

ایم بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار ایسے شخص ہیں کہ اللہ پر حق ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ان کو کوئی نعمت پہنچائے۔ دائم الخمر، سوداگر، جیم کامل باطن کھانے والا اور مل بپ کا ٹافریں۔ (در مشرق، ج ۳، ص ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۳۷ھ)

ناپ تول میں کمی کا حرام ہونا

وَلَا تَقْصُرُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ (ہود: ۸۴)

اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

اے میری قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے انہیں نقصان نہ پہنچاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت ظاہر ہوگی ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جائے گا اور جس قوم میں یہ کثرت زنا ہوگا ان میں یہ کثرت موت ہوگی اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی ان کا رزق کٹ دیا جائے گا اور جو قوم باطن نیلے کرے گی ان میں بہت خون ریزی ہوگی اور جو قوم حد یعنی کرے گی اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دے گا۔ (اموطا، امام مالک رحمہ اللہ، ج ۱، ص ۱۸۸)

باطن بات کا حرام ہونا

بَاقِيَا الْيَوْمِ آمَنُوا سُبُوْنَا كَوْنِيَا  
يَا نُسُطُ شَهْدَاءِ يَلِيهِ وَلَوْ عَنِّي أَنفُسُكُمْ أَوْ  
الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ أَنْ يَكُونَ عِيَابًا أَوْ قَبِيْرًا  
قَالَتْهُ الْوَلِي يَهْمَا فَلَا تَقِيْعُوا الْهَوَىٰ أَنْ  
تَعْدِلُوَا (النساء: ۳۵)

اے ایمان والو! انصاف پر اچھی طرح قائم رہنا دالے ہو جائز اور آنا ایک اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو خواہ (وہ گواہی) خود تمہارے خلاف ہو یا والدین کے یا رشتہ داروں کے (جس کے متعلق گواہی دی ہے) خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے، لہذا تم اپنی خواہش کی پیروی کر کے عدل سے گریز نہ کرو۔

فَلَا تَقْصُرُوا النِّسَانَ وَالْحَسَنِيَّةِ

(الحائده: ۳۳)

حضرت طارق بن شلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے رمل میں پھرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کون سا جلد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا عالم بادشاہ کے سامنے کلہ حق کھڑا۔

(سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۴۴۰، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم حکمران کے سامنے کلہ







ہو گا جب وہ نیا کام اللہ اور اس کے رسول پیچھے کے طریقہ کے خلاف ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا تھا یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے، یہ پہلی قسم سے ہے اور جب کہ نیک کام لائق مدح ہیں تو حضرت عمر نے اس تراویح کو بدعت فرمایا اور اس کی تعریف کی۔ تراویح کو حضرت عمر نے بدعت اس لیے فرمایا کہ نبی پیچھے نے تراویح کو مسلمانوں کے لیے سنت نہیں کیا، آپ نے چند راتیں تراویح پڑھیں، پھر اس کو ترک فرمادیا اور اس کی حفاظت کی نہ اس کے لیے مسلمانوں کو منع کیا، اور نہ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بدعت میں تھی۔ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کرانے کا اہتمام کیا اور اس کی دعوت دی، اس وجہ سے حضرت عمر نے اس کو بدعت فرمایا اور یہ دو حقیقت سنت ہے کیونکہ نبی پیچھے نے فرمایا میری سنت کو لازم رکھو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم رکھو۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۷۰۰) اور فرمایا میرے بعد ابو بکر اور عمر کی سنت کو لازم رکھو اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے ہر نیک کام بدعت ہے اس سے مراد دین میں وہ نئے کام ہیں جو شریعت کے قواعد کے خلاف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں اور بدعت کا زیادہ تر استعمال بدعت میں ہو تا ہے۔ (نیلہ، ج ۱، ص ۲۶۰، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۷ء)

علامہ محمد طاہر بنی ستونی ۱۸۶۷ء نے بھی بدعت کا معنی بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے اور مزید یہ لکھا ہے کہ بعض بدعات واجب ہوتی ہیں، جیسے متکلمین کا اسلام کی حقانیت اور گمراہ فرقوں کے رد پر دلائل قائم کرنا اور بعض بدعات مستحب ہوتی ہیں جیسے طہی تکبیر کی تعریف کرنا دینی مدارس کو بتانا اور تراویح اور بعض بدعات مباح ہوتی ہیں، جیسے التواضع والاقسام کے نئے نئے کھانے۔ (مجمع بحار الانوار، ج ۱، ص ۲۶۰، مطبوعہ مکتبۃ دارالایمان، المدینہ المنورہ، ۱۳۸۵ء)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ستونی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض بدعات واجب ہوتی ہیں جیسے گمراہ فرقوں کے رد پر دلائل قائم کرنا اور کتب و سنت کو سمجھنے کے لیے علم نحو کو پڑھنا اور بعض بدعات مستحب ہوتی ہیں، جیسے سرائے اور مدرسے بنانا اور ہر وہ نیک کام جو اسلام کے ابتدائی عہد میں نہیں تھا اور بعض بدعات مکروہ ہوتی ہیں جیسے مساجد کو مزین کرنا اور بعض بدعات مباح ہوتی ہیں جیسے کھانے پینے کی لذت چیزیں اور عمدہ کپڑے۔

علامہ طہوی نے شرح جامع صغیر میں، علامہ نووی نے تہذیب میں اور علامہ برکلی نے الطریقۃ الحمدیہ میں اسی طرح لکھا ہے اور علامہ حنفی نے بدعت عمرہ کی یہ تعریف کی ہے ہر وہ نیا عقیدہ یا نیا کام یا نیا حال جو رسول اللہ پیچھے سے ثابت شدہ امور کے خلاف ہو، اس کو کسی قسم کے شبہ یا تکویل کی بنا پر دین قدیم اور صراط مستقیم بنالیا جائے، جیسے شیعہ بیرون کو دھوئے کی بجائے ان کا مسح کرتے ہیں اور موزوں پر مسح کا اٹھار کرتے ہیں۔

(رد المحتار، ج ۱، ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس شخص پر نعت پوری کرنے کے لیے جس نے نیک کام کیے اور انہماک دیکھ دیا ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے سکیں۔ (الانعام: ۱۵۴)

اللہ تعالیٰ نے نوا حکام ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس میں یہ دھڑکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے اختلاف سے ان احکام میں اختلاف نہیں ہوا، بلکہ یہ احکام تکلیف کے ابتدائی عہد سے لے کر قیامت تک ثابت اور مستحکم ہیں۔

اور یہ جو فرمایا ہے اس شخص پر نعت پوری کرنے کے لیے جس نے نیک کام کیے، حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہلی اسرائیل میں حسن (نیک) بھی تھے اور غیر حسن (غیر نیک) بھی تھے تو اللہ تعالیٰ نے محسنین پر اپنی نعت پوری کرنے کے لیے یہ کتاب نازل کی۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق نیک کام کرتے

تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر نعت پوری کرنے کے لیے ان کو کتاب (تورات) دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے تورات میں دین کی کیا نصیحتیں دی ہیں؟ فرمایا اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں دین کے تمام احکام، عقائد اور مسائل کی تفصیل ہے۔ لہذا اس میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کا بیان ہے اور آپ کی نبوت کے تمام دلائل ہیں اور یہ ہدایت اور رحمت ہے تاکہ یہ لوگ اللہ سے ملاقات پر ایمان لے آئیں اللہ سے ملاقات کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب اور عذاب کا جو وعدہ کیا ہے اس سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۵۵﴾

اور یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے لہذا تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ

دیکھیں کہ یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے کہ ہمیں تم پر اتنا حکم ہے کہ پہلے صرف دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور اب بے شک

كُنَّا عَنْ دُرَاسَتِهِمْ لَغَفْلِينَ ﴿۱۵۶﴾ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا

ہم اس کے پڑھنے بھرانے سے غافل تھے ○ یا تم یہ (دعا) کہو کہ اگر ہم پر (یہی) کتاب نازل کی

الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ

جائی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے ، اور اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی

وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَ

اور ہدایت اور رحمت ، تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے ○ اور

صَدَفَ عَنْهَا ۚ سَتَجِدُ الَّذِينَ يُصَدِّقُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ

ان سے اعراض کرتے ، ہم ستھریں ان لوگوں کو جو بے ذہاب کی سزا دیں گے جو پہلی آیتوں کی تکذیب کرتے

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُصَدِّقُونَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ

تھے کہ ان سے اعراض کرتے تھے ○ وہ صرف یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے

تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ

پس فرشتے آئیں ، یا آپ کا رب آئے ، یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آئے ،

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

جس دن آپ کے بعض آیتیں آجائیں گی۔ تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو

أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَضَرُوا

اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آپ کہیے کہ تم بھی انتظار

إِنَّمَا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٥٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ قَرَّضُوا دِيْنَهُمْ وَكَانُوا شَيْعًا

کردار ہم بھی انتظار کر رہے ہیں ۱۵۹۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو قرضے کی شکل میں دیا اور وہ شیعہ

لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ؕ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمُ

فرشتے ہیں میں آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ ان کو خبر دے گا

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٠﴾

جو کچھ وہ کرتے تھے ۱۶۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے لہذا تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو

تاکہ تم پر زوم کیا جائے۔ (الانعام: ۱۵۵)

مشرکین پر اتمامِ حجت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرماتا

اس آیت کا معنی یہ ہے قرآن جس کو ہم نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل کیا ہے یہ برکت والی کتاب ہے۔ تم اس کی پیروی

کرو، یعنی اس کتاب کو اپنا ایمان بنا لو اور جو عقائد اس میں مذکور ہیں ان کو مانو اور جو احکام اس میں مذکور ہیں ان پر عمل کرو اور

ڈرتے رہو، یعنی اپنے دلوں میں اللہ سے ڈرو اور اس کے خلاف عمل نہ کرو اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور اس کی حرام کردہ

چیزوں کو حلال نہ کرو۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے احکام بیان کیے اور کئی احکام سنت کے لیے چھوڑ دیئے اور نبی ﷺ

نے سنتیں قائم کیں اور کئی امور رسالے اور قیاس کے لیے چھوڑ دیئے۔ (تفسیر امام ابن علی حاتم ج ۵ ص ۳۴۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ) کہیں تم یہ (نہ) کہو کہ ہم سے پہلے صرف دو گروہوں پر

کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے قائل تھے۔ (الانعام: ۱۵۶)

ان تقولوا لعلنا نقولوا کے معنی میں ہے جیسے یہیون اللہ لکم ان تضلوا لعلنا ان تضلوا کے معنی

میں ہے یا کراہیہ ان تقولوا کے معنی میں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۸۷، جامع البیان ج ۸ ص ۱۲۲، بیضاوی علی حاشیہ الاذرونی ج ۲ ص ۳۶۸، مشکاٹ ج ۲ ص ۸۱)

اس آیت میں اہل کہ سے خطاب ہے کہ کہیں قیامت کے دن وہ یہ نہ کہیں کہ اس سے پہلے یہود اور نصاریٰ پر توہرات

اور انجیل نازل کی گئی تھی اور ہم جو کہ ان پڑھتے تھے اس لیے ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے قائل تھے اور ہم پر کوئی کتاب نازل

نہیں کی گئی تھی جس کی ہم پیروی کرتے، ہمیں کوئی حکم دیا گیا تھا نہ کسی چیز سے روکا گیا تھا۔ ہم سے کوئی وعدہ کیا گیا نہ ہم پر کوئی وعید نازل ہوئی اور اللہ کی رحمت تو صرف ان دو گروہوں پر قائم ہوئی جو ہم سے پہلے تھے جن پر تورات اور انجیل نازل ہوئی۔  
**اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:** یا تم یہ (نہ) کہو کہ اگر ہم پر (بھی) کتب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے،  
 لو اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی اور ہدایت اور رحمت تو اس سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے، ہم عقوبت ان لوگوں کو برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے، کیونکہ وہ اعراض کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۵۷)

اس آیت کا معنی ہے یہ کتب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے، تاکہ مشرکین مکہ اور قریش قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ ہم سے پہلے یہود اور نصاریٰ پر کتب نازل کی گئی تھی، اور وہ یہ نہ کہیں کہ جس طرح ان پر کتب نازل کی گئی تھی، اگر اس طرح ہم پر کتب نازل کی جاتی اور ہم کو حکم دیا جاتا اور منع کیا جاتا کہ تقاضا راستہ صحیح ہے اور غلط غلط ہے، تو ہم ان سے کہیں زیادہ صحیح راستہ پر قائم رہے اور احکام پر عمل کرتے اور ممنوع کاموں سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب تمہارے پاس تمہاری ہی عربی زبان میں کتب آگئی ہے، اور اس میں منجز کلام ہے جس کی نظیر قیامت تک کوئی نہیں دیکھ سکا اور یہ ہدایت ہے اس میں طریق مستقیم کا بیان ہے اور جو اس پر عمل کریں اور اس کی اتباع کریں، ان کے لیے یہ رحمت ہے۔  
 پھر اللہ عزوجل نے فرمایا اس سے زیادہ ظالم، ظالماں اور حد سے بڑھنے والا اور کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے ان واضح دلائل اور جہتوں کا انکار کرے، ان کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے اور اللہ تعالیٰ عقوبت ان مکذبین کو دوزخ کے سخت عذاب کی سزا دے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیں سے منہ پھرتے تھے۔

**اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:** وہ صرف یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے منع نہیں ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آپ کہنے کے تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ (الانعام: ۱۵۸)

**قیامت سے پہلے دس نشانیاں کا ظہور**

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ مشرکین جو بتوں کو اپنے رب کے مساوی قرار دیتے ہیں اور بلو جو آپ کی بسیار کوشش اور تبلیغ کے ایمان نہیں لاتے، وہ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے آئیں اور ان کی روحوں کو قبض کر لیں، یا شہر کے دن آپ کا رب مخلوق کے سامنے اپنی شان کے مطابق آئے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آئیں جن کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی۔ آپ کہنے کے تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

حضرت ضحیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے دھوئیں کا ذکر کیا اور دجال کا اور داہیہ الارض کا اور مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کا اور حضرت یحییٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کا اور جن ہار زمین کے دھنسنے کا۔ ایک ہار مشرق کا دھنسنے کا ایک ہار مغرب کا دھنسنے کا اور ایک ہار جزیرہ عرب کا دھنسنے کا اور سب آخریں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو دھیل کر مشرق کی طرف لے جائے گی۔

۱) صحیح مسلم الشرح: ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، سنن ابوداؤد: ج ۳، رقم الحديث: ۳۳۵، سنن الترمذی: ج ۳، رقم الحديث: ۲۸۰، سنن کبریٰ للنسائی: ج ۲، رقم الحديث: ۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۱، مسند احمد: ج ۵، رقم الحديث: ۲۳۳، صحیح ابن ماجہ: ج ۱۵، رقم الحديث: ۲۷۹، المعجم الکبیر: ج ۳، رقم الحديث: ۳۰۲۸، مسند احمد: ج ۱۸، رقم الحديث: ۱۷، مسند ابن کثیر: ج ۱۵، ص ۱۳۳

اس حدیث میں جس دھوکے کا ذکر ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جب کفار قریش پر قطع مسلط کیا گیا تو انہیں زمین اور آسمان کے درمیان دھوکے کی شکل کی کوئی چیز دکھائی دی اور حضرت عذیبہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھوکا ظاہر ہوگا جس سے کفار کا دم بچنے لگے گا اور مومنوں کو صرف زکام ہوگا یہ دھوکا ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے مگر یہ دھوکا پانچ روز تک رہے گا قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ  
سُو آف اس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح دھوکا لائے گا۔  
(الدخان: ۱۰)

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنْ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّارَ مَثْوَاكُمْ إِنَّمَا أُنْزِلَتْ بِالْبَيِّنَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (النمل: ۸۲)  
اور جب ان پر اندھ لگا کر ان کو قتل واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (اچھا الارض) نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا یہ اس لیے کہ لوگ ہماری باتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔

اہل تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی مخلوق ہے جو صفا پھاڑ کو چاڑ کر ٹھکی کی کوئی شخص اس سے بچ نہیں سکے گا مومن پر ایک نشانی لگائے گی تو اس کا چہرہ چمکنے لگے گا اور اس کی آنکھوں کے درمیان مومن لکھ دے گی کافر پر نشانی لگائے گی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اور اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دے گی۔ اس کی شکل و صورت میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ کس جگہ سے نکلے گی۔ ان میں سے کسی چیز کے متعلق حدیث مرفوعہ نہیں ہے، بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ یہ دابہ انسان کی شکل میں ہوگا اور اہل بدعت اور کفار سے مناجات کرے گا اور ان کو دلائل سے ممانعت کر دے گا۔

(المعجم: ج ۷، ص ۲۳۰-۲۳۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۱ھ)  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو نکلائے نکلائے کر دیا اور وہ مت سے فرقت یں گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہ ان کو خبر دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۵۹)  
فرقہ بندی کی بدعت

اس آیت کی تفسیر میں کئی قول ہیں:  
قدہ اور مجاہد سے مروی ہے کہ اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ سیدنا محمد رضی اللہ عنہ کی بعثت سے پہلے وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے اور بعد میں مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا یہ اس امت کے اہل بدعت اور اہل الشبہات ہیں اور اہل اختلافہ ہیں۔ (صحیح ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۳-۳۴ مطبوعہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اے عائشہ! یہ لوگ اصحاب الاحواء اور اصحاب بدعت ہیں اور اہل بدعت کے سوا ہرگز گمراہی کی توبہ ہے ان کی توبہ قبول نہیں ہے وہ مجھ سے بری ہیں اور میں ان سے بیزار ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے اور ان کو اختلاف اور فرق بندی سے منع فرمایا ہے اور یہ خبری ہے کہ اس سے پہلے لوگ اللہ کے دین میں جھگڑنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ نزار معینی مکہ مکرمہ ۱۴۱۱ھ)  
ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مشرکین کے فرقے ہیں، بعض مشرکین فرشتوں کو لفظ کی بیٹھیاں کہتے تھے، بعض مشرکین جن کو اللہ کا شریک کہتے تھے، اور بعض مشرکین ستاروں کو۔ دو سرا قول یہ ہے کہ بعض لوگ قرآن مجید کی بعض آیتوں کو مانستے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس امت کے بدعتی اور گمراہ فرقے ہیں۔  
خلاصہ: اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک نظریہ یا مکتبہ کو ماننا چاہیے اور دین میں تفرقہ نہیں کرنا چاہیے اور جماعت کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ مِّثْلُهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ

جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس بیسی دس نیکیوں کا اجر ہوگا، اور جو شخص ایک برائی

فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۲۶﴾ قُلْ إِنِّي هَدَانِي

لے کر آئے گا اس کو صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر غم نہیں کیا جائے گا ۵ آپ مجھے بیٹھک میرے رب نے

رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قَبِيلاً مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ

مجھے صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے، مستقیم دین، مِلّتِ ابراہیم پر، باطل سے متنازع، اور

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۷﴾ قُلْ إِن صَلَاتِي وَنُسُكِي وَ

وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ۵ آپ مجھے کہ بیٹھک میری نماز اور میری قربانی اور

حَيَاتِي وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۲۸﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَ

میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ۵ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور

بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۲۹﴾ قُلْ أَغْيَرَ اللَّهُ

مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ۵ آپ مجھے کو کیا میں اللہ کے

أَبْغَىٰ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا

سوا کوئی اللہ رب تلاش کرے ۵ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے: اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی

عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ

ذمہ دار ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ

تو وہ تمہیں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے ۱۶۶ وہی ہے جس نے تم کو زمین پر

خَلِيفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ

غلیف بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجات بلند کر دیا تاکہ اس نے جو کچھ

فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ

تہیں مظاہر فرمایا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بیشک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ بہت بخشنے

### رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾

والا ہے مہربان ہے ۱۶۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس بھی دس نیکیوں کا اجر ہو گا اور

جو شخص ایک برائی لے کر آئے گا اس کو صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الانعام ۱۶۰)

دس گنا اجر' سات سو گنا اور بے حساب اجر کے محال

سعید بن جبیرؓ عطاء اور ابراہیم وغیرہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں الحسنہ سے مالہ الا اللہ کتا مراد ہے اور

السببہ سے مراد شرک ہے۔

فقہ نے روایت کیا ہے کہ نبیؐ چھوٹے سے بڑے تک کے عمل چھ قسم کے ہیں۔ دو عمل (جزاء اور سزا) واجب کرتے ہیں

اور دو عمل اجر کو پھلتے ہیں اور دو عمل برابر برابر کرتے ہیں۔ جو دو عمل واجب کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔ جو شخص اللہ سے اس حال

میں طاعت کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ اس حال

میں طاعت کرے کہ اس نے شریک کیا ہو وہ دوزخ میں داخل ہو گا اور جو دو عمل اجر پھلتے ہیں وہ یہ ہیں جو مسلمان اللہ کی راہ

میں خرچ کرے اس کو سات سو گنا اجر ملے گا اور جو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو عمل برابر برابر

ہیں وہ یہ ہیں ایک بندہ نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جو بندہ برائی کا

ارادہ کرے اور اس برائی کو کرے تو اس کی ایک برائی لکھی جاتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے اس آیت کی تفسیر میں کہا اس گنا اجر اعراب (برائی) بدلہ نہیں) کے لیے ہے اور

مجاہد کے لیے سات سو گنا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کہا یہ آیت اعراب کے حلق نازل ہوئی ہے۔ کسی نے جو چھ اور مجاہد کے لیے کتا اجر



ہے؟ انہوں نے کہا وہ اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ آیت پڑھی

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ شَيْئًا لَّا ذِكْرًا إِنَّ تَكْوِينَ حَسَنَةً  
بِهِ فَكُلَّ اللَّهُ كَمِيَّ بِرَأْيِهِ كَمِيَّ بِرَأْيِهِ كَمِيَّ بِرَأْيِهِ  
کام اور اگر کوئی نیک ہوگی تو اس کو دیا جاتا ہے گا اور اپنے پاس  
(النساء: ۳۰) سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اور جب اللہ کسی شے کو عظیم فرمائے تو وہ بہت بڑی ہوگی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۵۵، ۳۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)  
بیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَسْأَلُونِي الْمَعْشِرُونَ أَخْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ  
(الزمر: ۳۴)  
میر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہی ہو گا۔

نیک عمل کرنے والوں کو دس گنا اجر بھی ملتا ہے، سات سو گنا اگر بھی ملتا ہے اور اللہ اس سات سو گنا کو دس گنا بھی فرمادیتا ہے۔  
تَمَكَّلُ الْيَدَيْنِ يُمِصِفُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ  
اللَّهِ كَمِثْلِ حَبَّةٍ الْبَتَّةِ تَنْبُتُ سِتْرًا لِّبْنِ كَيْلِ  
مَعْبُودَةٍ تَرَاهُ حَسَنَةً وَاللَّهُ يُعْصِفُ لَيْسَ تَسَاءُ  
وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (الصفہ: ۳۴)  
جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی  
مثلاً اس دانہ کی طرح ہے جس نے سات پائیس دانہ گیس بر  
بالی میں سودا لے ہیں اور جس کے لیے چاہے اللہ دیا جاتا ہے  
اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔

اور میر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ایک نیک کا دس گنا اجر ملتا ہے تو اگر انسان ایک دن نماز پڑھ لے اور دس دن نماز نہ  
پڑھے یا رمضان کے تین دن روزے رکھ لے اور باقی ستائیس دن روزے نہ رکھے تو کیا یہ اس کے لیے جائز ہو گا؟ اس کا جواب یہ  
ہے کہ انسان اس نماز کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اس روزے کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اگر کسی یہ حکمت  
اس عمل کو ساقط نہیں کرتی جس کا اسے مکلف کیا گیا ہے، اور اگر کسی دس شکلوں میں جو ایک مثل ہے اس کو حاصل کرنے کا وہ  
مکلف نہیں ہے بلکہ اس نیک کو کرنے کا مکلف ہے جس کا دس نیکوں کی مثل ہے۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ کافر کا کفر تو محدود زمانہ میں ہوتا ہے اور اس کو سزا محدود زمانہ کی ہوتی ہے تو یہ اس جرم کے  
برابر سزا نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سزائیں یہ لازم نہیں ہے کہ وہ زمانہ جرم کے برابر ہو، مثلاً اس زمانہ میں ایک شخص  
کسی کو ایک منٹ میں قتل کر دیتا ہے اور اس کو سزا عمر قید کی دی جاتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سزا اس کی نیت کے اعتبار  
سے ہے، کیونکہ کافر کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اٹنا کفر کرے گا اس لیے اس کو دوام کی سزا دی جاتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص ایک نیک لے کر آئے  
گا اس کو اس کی مثل دس یا اس سے زائد نیکوں کا اجر ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا اس کو صرف اسی کی مثل برائی کی سزا  
ملے گی، یا میں اس کو بخش دوں گا اور جو ایک بدشت میرے قریب ہو تا ہے میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے  
ایک ہاتھ قریب ہو تا ہے میں اس کے چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں دوڑتا ہوں اس کے پاس آتا  
ہوں اور جو شخص روئے زمین کے برابر گنہ لے کر میرے پاس آئے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، میں اتنی ہی مغفرت  
کے ساتھ اس سے ملاقات کروں گا۔

(صحیح مسلم، زاد کرد اللہ عا ۲۲، سنن ابن ماجہ ۲، رقم الحدیث: ۳۸۲۱، مسند احمد ۱۵، رقم الحدیث: ۲۱۳۸۰، مطبع قاہرہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم کوئی گناہ کرو تو اس کے فوراً بعد کوئی نیکی کرو۔ وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ اللہ بھی نیکیاں میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تو افضل نیکی ہے۔ شیخ احمد شاکر نے کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

(مسند احمد ج ۱۵، رقم القم ۷۷۷، جامع الترمذی ج ۸ ص ۳۵، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم القم ۷۷۷، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم جنس کیس بھی ہو اللہ سے ڈرو اور گناہ کے بعد نیک عمل کرو۔ وہ اس گناہ کو مٹا دے گا اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد ج ۱۵، رقم القم ۷۷۷، سنن الترمذی ج ۳، رقم القم ۷۷۷، سنن دارمی ج ۲، رقم القم ۷۷۷، المستدرک ج ۱، ص ۵۳، التلمذ ہی نے اس کی موافقت کی ہے)

اجر میں جو زیادتی کے یہ مختلف مراتب ہیں ان کی توبہ اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ نیک کرنے والے کے احوال اور اس کے انعام کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک بھوکے کو کھانا کھانا نیک ہے لیکن اگر ایک کوڑی پیسی بھوکے کو کھانا کھائے تو جیسے اس نے سمندر سے ایک قطرہ خرچ کیا اگر ایک لکھ پیسی کھائے تو وہ اس کے اعتبار سے زیادہ خرچ ہو گا اور اگر ایسا شخص کسی بھوکے کو کھانا کھائے جس کے پاس صرف وہی کھانا ہو اور اس شخص کو کھانا کھلا کر وہ خود بھوکا رات گزارے تو یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی کوڑی پیسی اپنی مادی دولت راہ خدا میں خرچ کر دے کیونکہ اس کی کل دولت تو وہی کھانا تھا۔ اس لیے ان کے اجر کے مراتب بھی مختلف ہوں گے اور کوڑی پیسی کو دس گنا اجر ملے گا لکھ پیسی کو سات سو گنا اور اس تیسرے شخص کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کہ بے شک میرے رب نے مجھے حرام مستحکم کی ہدایت فرمائی ہے۔ مستحکم دین' ملت ابراہیم ہر ماہ میں سے ممتاز اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (الانعام: ۱۲۷)

اس سورت میں پہلے اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے۔ پھر مشرکین اور منکرین تقدیر کا رد فرمایا۔ اب اس کلام کو اس پر فہم فرمایا کہ مستحکم دین اور حرام مستحکم تو ملت ابراہیم ہے جو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت پر مبنی ہے اور ہدایت صرف اللہ کی عطا سے حاصل ہوتی ہے اور ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا ملے گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ سے یہ فرمان ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان بت پرستوں اور مشرکوں سے کہنے کہ مجھے میرے رب نے حرام مستحکم کی ہدایت دی ہے اور یہی ملت حنیفہ مستقیمہ ہے۔ اللہ نے مجھے دین مستحکم کی ہدایت دی ہے جو حضرت ابراہیم کی ملت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام باطل اویان سے اعراض کرنے والے تھے اور وہ مشرکین اور بت پرستوں میں سے نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام: ۱۳۴)

نسک کا معنی

صلوٰۃ سے مراد تو تہجد کی نماز ہے یا نماز عید ہے اور نسک نسک کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے ذبیحہ اور اس کا معنی ہے حج اور عموماً میں میں نماز عید اور نماز اور ذبیحہ کو اس آیت میں اس طرح جمع کیا ہے جیسے مصلح لربک و اسحر (انگوٹھ ۱۲۰) میں جمع کیا ہے۔ حسن بصری نے کہا کسی سے مراد ہے میرا دین۔ ذبیحہ نے کہا اس سے مراد ہے میری عبادت۔ ایک قوم نے کہا

اس آیت میں بسکے سے مراد تمام نیک کام اور عبادتیں ہیں۔

محسبای اس سے مراد ہے میں زندگی میں جو عمل کروں گا اور ممانی اس سے مراد ہے میں وفات کے بعد جن چیزوں کی وصیت کروں گا۔

نماز کا افتتاح اسی وجہ سے واجب ہے یا تکبیر سے

امام شافعی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز کو اس ذکر سے شروع کرنا چاہیے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس کا حکم دیا ہے اور اس کو اپنی کتاب میں بتا دیا ہے اور اس کی تائید حدیث میں بھی ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے وجہت وجہی لعدی فطر السموات والأرض حسیباً وما آما من المشرقین ان صلاتی وسکونی ومحبای وممانی للرب العلمین لا شریک لہ وبدا لک امرت وانا اول المسلمین (الحدیث)

(صحیح مسلم ص ۲۰۴، سنن ابوداؤد ج ۱، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۸۹۶)

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس ذکر کے ساتھ نماز کو شروع کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ نماز کا افتتاح تکبیر کے ساتھ واجب ہے اور اس کے بعد قرآن مجید کو پڑھنا فرض ہے اور اس کے درمیان اس ذکر کو بھی پڑھنا مستحب ہے اور دیگر اذکار کو بھی۔ مثلاً سبحانک اللہم وسبحک کہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں سبحانک اللہم وثحمدک

وسارک اسمک وتعالی حدک ولا الہ غیرک پڑھتے تھے۔ صحیح مسلم ص ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵ اور نبی ﷺ نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کو پھر قرآن پڑھو۔ صحیح ابوداؤد ج ۱، رقم الحدیث ۴۱۳

آپ نے اسی وجہ سے اذکار میں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اس سے افتتاح واجب نہیں ہے، بلکہ تکبیر سے افتتاح واجب اور اس سے افتتاح کرنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے بھی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

(الانعام: ۱۶۳)

نبی ﷺ کا اول المسلمین ہونا

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ سیدنا محمد ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا آپ سے پہلے حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام مسلمان نہیں تھے؟ تو اس کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

۱۔ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ معنی اول المخلوق ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم آخر ہیں اور ہم قیامت کے دن سابق ہوں گے۔ (صحیح مسلم ص ۸۵۵، ۸۵۶، صحیح ابوداؤد ج ۱، رقم الحدیث ۸۷۶)

۲۔ نبی ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں جیسا کہ ان احادیث میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا اس وقت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۳۷۳۷، لکھنؤیہ تفسیر ج ۲، رقم الحدیث ۸۵۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں خلق کے اعتبار سے تمام نبیوں میں اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر ہوں۔ (تذکرہ اہل بیت ج ۲، رقم الحدیث ۳۲۷۶، کمال ابن عدی ج ۳، ص ۳۹)

فقہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریاش میں سب سے اول ہوں اور بخت میں سب سے آخر ہوں۔

(کنز العمال ج ۵، رقم الحديث: ۱۵۱۶۰، کمال ابن ہدی ج ۳، ص ۹۹، طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۳۹)

حضرت عریض بن ساریہ جو بیٹہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ کے پاس قائم النسنس لکھا ہوا تھا اور آدم بنو ذمئی اور گارے میں تھے۔

(راکس الجوزة لابن قیم ج ۱، رقم الحديث: ۱۵۱۶۰، ابن سعد ج ۳، ص ۸۷، طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۳۹، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۳۳۳)

۳۔ نبی ﷺ اپنی امت میں اول المسلمین ہیں۔ یہ فقہ کا قول ہے۔ (تفسیر لام ابن ابی حاتم ج ۵، رقم الحديث: ۸۸۸۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کئے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ مگر کہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ جس میں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۷۳)

فقہ کے زمانہ میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا

روایت ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ ہمارے دین کی طرف آئیں اور ہمارے خداؤں کی عبادت کریں اور اپنے دین کو چھوڑ دیں اور ہم دنیا اور آخرت میں آپ کی ہر ضرورت کے تکمیل ہوں گے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ کئے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ مگر کہ وہ ہر چیز کا رب ہے (الطہ: ۸۱، القرآن: ۸۱، ص ۱۳۹) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔

دفع بیان کرتے ہیں کہ عبادت مزار علماء کے لیے اس زمانہ میں صرف دو صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے افضل ہے۔ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور حق کی دعوت دیں یا تختہ انجیز لوگوں کو چھوڑ کر گوشت خنیں ہو جائیں اور بد کردار اور بد عنوان لوگوں کے افعال میں شریک نہ ہوں اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے رہیں اور فرائض بجالائیں اور اللہ کے لیے محبت و رحمت اور اسی کے لیے بغض و رنجیں۔ (جامع البیان ج ۸، ص ۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

فضول کے عقد اور وکیل کے تصرفات میں غرہب فتماء

فضول کی بی بی ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے لیے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرید لے۔ اس بیج کا جواز اس مالک کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ اس کو جائز قرار دے تو یہ بیج جائز ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح فضول کا کیا ہو عقد نکاح بھی لڑکے یا لڑکی کی بعد میں رضامندی سے جائز ہو تا ہے ہمارے دور میں اکثر نکاح ایسے ہی ہوتے ہیں۔ لڑکی سے نکاح کی اجازت وکیل لیتا ہے، لیکن لڑکے سے ایجاب و قبول وکیل کی بجائے نکاح خود کرتا ہے۔ یہ بھی فضول کا عقد ہے، لیکن جب لڑکی رخصت ہو جاتی ہے تو گویا وہ اس فضولی کے عقد پر راضی ہو جاتی ہے اور یہ نکاح نافذ ہو جاتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک فضولی کا عقد جائز نہیں ہے۔ وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے (الانعام: ۱۷۳) یعنی دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں ہے اور اس آیت کے پیش نظر وہ فضول کے عقد کو ناجائز کہتے ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فضولی کی بیج جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو ایک دینار عطا کیا تاکہ وہ آپ کے لیے ایک بکری خریدیں۔ انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں، پھر ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور نبی ﷺ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار

لے کر آگئے آپ نے ان کے لیے بیچ میں برکت کی دعا کی پھر یہ ہوا کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہو۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳۲، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۳، سنن الترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۳۳، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۲۳۴۴، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۰، طبع جدید: مسند احمد 'ج' ۳، ص ۷۷، طبع قدیم)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فضولی کا عقد صحیح ہے اور اصل شخص کی رضامندی کے بعد اس کا عقد نافذ ہو جائے گا۔ نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ وکیل کا تصرف صحیح ہے اور اس کے تصرف سے جو صفت اسے حاصل ہوگی وہ اصل کے لیے ہوگی۔ امام مالک، امام ابو یوسف، اور امام محمد بن حسن کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مثلاً یہ کہے کہ سو روپے کا ایک کلو بکری کا گوشت خرید کر لاؤ اور وہ سو روپے کا دو کلو بکری کا گوشت لے آئے تو وہ زائد ایک کلو گوشت وکیل کا ہو گا۔ وہ سکا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو کیونکہ اس زمانے میں اعلیٰ کی نشرو اشاعت کے اس قدر وسائل نہیں تھے جتنے اب میں ہیں اور اعلیٰ کی اشاعت میں تدریجاً وسعت ہوئی ہے۔

برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کوئی بوجہ اٹھائے نہ لگا کسی دوسرے کا بوجہ نہیں اٹھائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض اعلیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے گناہوں کا عذاب بعض دوسروں کو ہو گا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے:

وَلَيْسَ حِمْلُكُمْ أَنْتُمْ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لَكُمْ (المسکوت: ۳)

یَسْأَلُونَكَ أَوَّلَ مَا نُفِیَ سَآئِرُ النَّبِیِّاتِ وَ سَآئِرُ الْأَنْبِیَاءِ یُفِیْهِمْ یُسَبِّحُونَ عَلَیْهِمُ الْأَمَانَةُ (النحل: ۲۵)

اسی طرح بعض اعلیٰ میں بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلم قتل کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے ان آدم (قتل) کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کرنے کی رسم اور گناہ کو ایجا کیا۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳۵، 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۱، صحیح مسلم 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۳۳، سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۳۳، سنن نسائی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۱، مسند احمد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۰، مصنف عبدالرزاق 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۰، صحیح ابن حبان 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۰، سنن کبریٰ للبیہقی 'ج' ۳، ص ۱۵)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی برائی اور گناہ کو ایجا کیا تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے 'تو ان کے گناہوں کی سزا میں اس برائی کے ایجا کرنے والے کا بھی حصہ ہو گا کیونکہ وہ ان سب لوگوں کے لیے اس برائی کے ارتکاب کا سبب بنا تھا اور بعد کے لوگوں کی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کو ہدایت پر

تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور جن جن میں سے کوئی کی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور جن جن میں سے کوئی کی نہیں ہوگی۔

(سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۲۷۸۳، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۶۷۷، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۶۷۹، مسوط امام مالک،

رقم الحدیث: ۵۰، سنن احمد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۱۷۷۷)

کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا، اس قاعدہ کے بعض مستثنیات

کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی، یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب وہ شخص دوسروں کو اس گناہ سے منع کرنا رہے، لیکن اگر کوئی شخص خود نیک ہو اور اس کے سامنے دوسرے گناہ کرتے رہیں اور وہ ان کو منع نہ کرے تو اس نیک شخص کو اس لیے عذاب ہو گا کہ اس نے ان دوسروں کو برائی سے نہیں روکا قرآن مجید میں ہے:

تَكَانُوا أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ مُنْكَرٍ مَعْلُومٍ يَحْذَرُونَ (المائدہ: ۷۹)  
جو انہوں نے کیے تھے، اہل بدعت و کلام کرتے تھے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ غنیمت سے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوئے لائے لالہ اللہ عرب کے لیے چلی ہو اس شر سے جو قریب آپ ﷺ یا جو جہنم کی رکوت کے نوٹنے سے، آج روخ ہو گیا، سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کاغذ پٹیاں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، علامہ خاک ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جب یہ پٹیاں زیادہ ہو جائیں گی۔

(صحیح ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۳۶، صحیح مسلم، سنن 'ج' ۱، ۱۲۸۸۰، سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۲۷۸۳، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۲۰۷۵۶، سنن ابی یوسف، رقم الحدیث: ۳۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۸۰۷۷، سنن احمد 'ج' ۱۰، رقم الحدیث: ۲۷۴۸۶، سنن کبریٰ للبیہقی 'ج' ۱، ص ۳۳)

اسی طرح اس قاعدہ سے بعض احکام بھی مستثنیٰ ہیں، مثلاً اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطا نقل کر دے یا اس کا قتل شہ عمد ہو (قتل شہ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو سزا دینے کے قاعدہ سے لاشی کو لے یا ہاتھ سے ضرب لگائے اور اس کا قصد قتل کرنا نہ ہو) تو اس کی نیت عائدہ پر لازم آتی ہے، تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ ہو، اب یہاں جرم تو ایک شخص نے کیا ہے اور اس کا توبان اس کے عائدہ ادا کریں گے۔ عائدہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جن کو صیبت کہتے ہیں، حدیث شریف میں ہے:

حضرت سفیان بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو شہرہ کی ایک چپ سے مارا اور آٹھ ایک وہ مضروبہ حائلہ تھی اور اس ضرب سے اس کو ہلاک کر دیا۔ من میں سے ایک عورت زینب کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے قاتل کے صیبت (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پر حائلہ کی نیت لازم کی، اور اس کے پیٹ کے پچہ کے توبان میں ایک باندی یا ایک غلام کا نیت لازم کیا۔

(صحیح مسلم، القند: ۳، ۲۷۸۳، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۵۷۸، سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۵۷۹، سنن ابی یوسف، رقم الحدیث: ۳۰۸، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۳۳)

اسی طرح اگر مسلمانوں کے غلہ میں کوئی مسلمان محتول پٹا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا قاتل کون ہے تو اس غلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں گے کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اور ان کے قسم کھانے کے بعد

اٹل علقہ پر دست لازم آنے کی، تاکہ مسلمان کا قتل دیکھنا نہ جائے، اس کو قسمت کئے ہیں، یہاں بھی قتل کسی اور نے کیا ہے اور اس کا تلوین یہ علقہ واسلے آوا کریں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت امین عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص یسود کی رہت والی زمین میں محتول پلایا گیا۔ انہوں نے اس کا بھی پیچھا سے ذکر کیا آپ نے یسود کے پیاس چے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی کہ اللہ کی قسم نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے اس کے قتل کا علم ہے پھر ان پر دست لازم کر دی۔ یسود نے کہا یہ وہی قبیلہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت میں قتل (ضن دار تعنی) ج ۴، رقم طبع ۳۸، مطبوعہ دار الکتب المطبعیہ بیروت ۱۳۱۵ھ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجہ بلندی عطا فرمائی، تاکہ اس نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔ (انعام: ۳۵)

مسلمانوں کو خلیفہ بنانے کے محال

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے مسلمانوں کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، اس خلافت کے سب ذیل محال ہیں:

۱۔ سید محمد مجتبیٰ خاتم النبیین ہیں، اس لیے آپ کی امت خاتم الامم ہے اور چونکہ یہ امت کبھی تمام امتوں کے بعد ہے، اس لیے یہ تمام امتوں کی خلیفہ ہے۔

۲۔ اس امت کا ہر قرن دوسرے قرن کے بعد ہے، اس لیے ہر قرن دوسرے قرن کا خلیفہ ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے، تاکہ وہ زمین میں اللہ کے احکام جاری کریں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور: ۵۵)

وہی لوگ فاسق ہیں۔

جن لوگوں کو ہم زمین میں سلطنت عطا فرمائیں، تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیکو کام دیں اور میری راہ سے روکیں اور سب کاموں کا امام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا لَأَن تَكُونَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلُوا لَأَكْثَرُنَّ الْفَاسِقِينَ (الحج: ۴۱)

مسلمانوں کی آزمائش

اس کے بعد فرمایا تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجہ بلندی عطا فرمائی، تاکہ اس نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے، اس

میں تمہاری آزمائش کرے، یعنی عزت اور شرف، محض اور ہل، رزق اور شہمت اور سھلت میں اور تم میں یہ فرق مراتب اور تعلقات و درجات اس وجہ سے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو برابر کا درجہ دینے سے عاجز تھا بلکہ اس نے جس میں آزمائش کے لئے تم کو ہر مختلف درجہ میں رکھا تاکہ دنیا والوں پر اور قیامت کے دن سب لوگوں کو معلوم ہو کہ ہل اور رزق کی فراوانی سے کون دولت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھلا بیٹھا اور بیش و عشرت میں پدیا اور نفسانی خواہشوں کی اتباع میں فواحش و منکرات میں مبتلا ہو گیا اور کون ایسا ہے جو روپے پیسے کی دلیل جیل کے بند و خدا سے ڈرنا اور اپنے ہل کو اللہ کے احکام کی اطاعت اور خلق خدا کی خدمت میں صرف کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا ہر اسی طرح کس نے اپنی صحت کو عیوبت میں خرچ کیا اور کس نے عیاشی میں ضائع کیا اور کون غربت اور افلاس میں اللہ اور بندوں کے حقوق اور کرنا اور کون اللہ سے شکوہ اور شکایت کرنا اور عیوبت سے غافل رہا اسی طرح کون بیماری میں عیوبت کرنا اور کون بیماری میں گئے شکوے کرتا رہا اور اللہ کی اطاعت سے گریزاں رہا۔

مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ اور مغفرت کا بیان

پھر فرمایا "یہ ملک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بہت عجب و عجیبے والا ہے مد مرہا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ لطف و نفاذ کو بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہو تا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو مٹاؤں کو مٹا دیتا ہے کہ وہ توبہ کر لیں؟ اور عذاب بھی آخرت میں ہو گا پھر کس طرح فرمایا کہ وہ بہت جلد سزا دینے والا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے، وہ اس کے اظہار سے بہت قریب ہے اور بہت جلد ہونے والا ہے، جیسا کہ قیامت کے متعلق فرمایا

وَمَا أَكْمُرُ السَّاعَةَ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هَوَ  
أَقْرَبُ (الحج: ۷۷) اسی سے بھی قریب تر ہے۔

لَهُمْ يَبْرُؤُهُ بَعِيدًا وَ مَرَّةٌ قَرِيبًا (المعارج: ۶۷) بہت قریب و دور کچھ رہے ہیں اور ہم اسے بہت قریب رکھ رہے ہیں۔

نیز بعض اوقات اللہ تعالیٰ بعض مسلمانوں کی غلطیوں پر جلدی دنیا میں ہی گرفت فرماتا ہے اور جن کو کسی معصیت یا بیماری میں مبتلا کرتا ہے جو ان کے گناہوں کا ثمار ہو جاتی ہے:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ  
أَيْدِيكُمْ وَيَعْلَمُ اقْتِنُكُمْ غَيْبُ الشَّوْرِ (۳۰) اور تم کو جو معصیت پہنچی تو وہ تمہارے کرتوتوں کے سبب تھی اور بہت سی غلطیوں کو تو وہ صاف فرماتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، خواہ کتنا چھوٹا اس سے بھی کم ہو، اللہ اس تکلیف کے سبب اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، یا اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔

(صحیح مسلم، ابوابہ ۷۷: ۳۰ (۳۵۷۳) سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۲۶۷۷)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کو جو بھی معصیت پہنچتی ہے خواہ دائمی ہو، خواہ تھکوت ہو، خواہ کوئی اور بیماری ہو، خواہ غم ہو، خواہ پریشانی ہو، اللہ تعالیٰ اس معصیت کو اس کے گناہوں کا ثمار مٹاتا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۶۶۶۶، صحیح مسلم، ابوابہ ۵۲: ۵۲ (۳۵۷۳) سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۲۶۷۸)



نیز فرمایا "وہ بہت بخشنے والا ہے" وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اپنے فضل و کرم اور رحمت سے دنیا میں گناہوں پر پردہ رکھتا ہے اور آخرت میں انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مومن کو اس کے رب عز و جل کے قریب کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے بازو میں چھپالے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور فرمائے گا کیا تم اس (گناہ کو) پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا ہاں میرے رب میں پہچانتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تم پر وہ رکھا تھا اور آج میں تمہیں بخش دیتا ہوں۔ پھر اس کو اس کی نیکیوں کا محفہ دے دیا جائے گا اور کفار و منافقین کو تمام مخلوقات کے سامنے بلایا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جسوت پڑھا تھا۔

الحج الجہادی، ۵۶، رقم الحديث: ۲۲۲۱، صحیح مسلم، ۵۵، (۳۷۸) ۵۸، سنن ابن ماجہ، ۱، رقم الحديث: ۱۸۳، السنن الکبریٰ للشیخ، ۱، رقم الحديث: ۱۲۲۲

حرف آخر

آج ۵ مارچ ۱۴۳۸ھ / ۱۹ نومبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار بعد از نماز ظہر سورۃ الانعام کی تفسیر کو میں اس حدیث پر شرم کر رہا ہوں اور اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری نظرشوں پر پردہ رکھے گا اور آخرت میں میرے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

اللہ العالیٰ جس طرح آپ نے مجھے سورۃ الانعام تک تفسیر کلمے کی معلومت بخشی ہے، اپنے فضل و کرم سے مجھے باقی قرآن مجید کی تفسیر کلمے کی بھی عزت عطا فرما، مجھ پر قرآن مجید کے اسرار و معارف کھول دے اور معلومت میں مجھے وسیع نظر عطا فرما، مجھے اس تفسیر میں خطا اور نظرشوں سے بچاؤ رہائی مانڈ دے، زندگی میں نیکی عطا فرما اور گناہوں سے محفوظ رکھ، اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے دنیا اور آخرت میں ہر بیشی، معیت اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دارین کی خوشی عطا فرما، اس تفسیر کو موثر اور مفید بنا اور اس کو اتقان قیامت فیض آفریں اور باقی رکھ، اس کے مصنف، صحیح، کمپوزر، ناشر، کارکنین، معجبین اور مخلصین کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے بچاؤ دارین کی کامیابی اور کامرانی ان کا عقد کر دے۔ آمین یا رب العالمین۔

واخبر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد  
حاتم السبیین فائد العمر المحللین شفیع المدنیین رحمۃ اللعللمین و علی آلہ  
الطاہرین و اصحابہ الکاملین و ارواحہ الطاہرات امہات المؤمنین و علی اولیاء  
امتہ و علماء ملتہ من السجدین و المفسرین والعقہاء والمحتشدین والمسلمین  
اجمعین۔



# مآخذ و مراجع

## کتاب الیه

- ۱- قرآن مجید
- ۲- تورات
- ۳- انجیل

## کتاب احادیث

- ۴- امام ابو حنیفه نعمان بن حبان مستوفی ۲۵۰ھ مسند امام اعظم مطبوعہ محمد سعید ایدہ سنہ گرامی
- ۵- امام ابوالکسین ابی امامی مستوفی ۲۷۰ھ مسوط امام مالک مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۰۰ھ
- ۶- امام عبداللہ بن مبارک مستوفی ۳۵۰ھ کتاب الزہد مطبوعہ دار الکتب المطبعہ بیروت
- ۷- امام ابو یوسف یحییٰ بن ابراہیم مستوفی ۲۸۳ھ کتاب الآثار مطبوعہ مکتبۃ اثریہ بیروت
- ۸- امام محمد بن حسن شیبانی مستوفی ۲۸۹ھ مسوط امام محمد مطبوعہ نور محمد کلہ فائدہ تجارت کتب گرامی
- ۹- امام محمد بن حسن شیبانی مستوفی ۲۸۹ھ کتاب الآثار مطبوعہ لوارۃ القرآن گرامی ۳۰۰ھ
- ۱۰- امام حسین بن جریس مستوفی ۳۰۰ھ کتاب الزہد مکتبۃ الدار ندینہ مشورہ ۳۰۰ھ
- ۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جابر و علی بن حنفی مستوفی ۳۰۰ھ مسند علی بن مطبوعہ لوارۃ القرآن گرامی ۳۰۰ھ
- ۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی مستوفی ۳۰۴ھ مسند مطبوعہ دار الکتب المطبعہ بیروت ۳۰۰ھ
- ۱۳- امام محمد بن عروانہ مستوفی ۳۰۰ھ کتاب المعاری مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۳۰۰ھ
- ۱۴- امام عبدالرزاق بن حاتم متعلق مستوفی ۳۲۸ھ مکتب مطبوعہ کتب اسلامی بیروت ۳۰۰ھ
- ۱۵- امام عبداللہ بن الزہر حیدری مستوفی ۳۲۹ھ مسند مطبوعہ عالم الکتب بیروت
- ۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی مستوفی ۳۴۰ھ سنن سعید بن منصور مطبوعہ دار الکتب المطبعہ بیروت
- ۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ مستوفی ۳۳۵ھ مکتب مطبوعہ لوارۃ القرآن گرامی ۳۰۰ھ
- ۱۸- امام احمد بن حنبل مستوفی ۳۴۲ھ مسند مطبوعہ مکتبۃ اسلامی بیروت ۳۰۰ھ دار الفکر بیروت ۳۵۰ھ

- ۱- امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ هـ کتاب الزهد مطبوعه كتيبه دارالایاز كراكه ۱۳۳۵ هـ
- ۲- امام ابو عبد الله بن عبد الرحمن داری متوفی ۵۵۵ هـ مسن داری مطبوعه دارالکتب العلمی بیروت ۱۳۵۰ هـ
- ۳- امام ابو عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ هـ صحیح بخاری مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۴- امام ابو عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ هـ مآداب المفرد مطبوعه دارالعرف بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۵- امام ابو الحسن مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ هـ صحیح مسلم مطبوعه كتيبه نزار مصطفی الایاز كراكه ۱۳۵۵ هـ
- ۶- امام ابو عبد الله محمد بن یزید ابن ماجه متوفی ۲۷۳ هـ مسن ابن ماجه مطبوعه دارالکتب بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۷- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث جستنلی متوفی ۳۰۸ هـ مسن ابو داؤد مطبوعه دارالکتب بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۸- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث جستنلی متوفی ۳۰۸ هـ مسن ابن ماجه مطبوعه دارالکتب بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۹- امام ابو یوسف محمد بن یحیی ترمذی متوفی ۲۴۰ هـ مسن ترمذی مطبوعه دارالکتب بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۰- امام ابو یوسف محمد بن یحیی ترمذی متوفی ۲۴۰ هـ مشكل محمد مطبوعه الكتب الجاریه كراكه ۱۳۵۵ هـ
- ۱۱- امام ابو بكر محمد بن ابی حاتم اشعری متوفی ۲۴۸ هـ کتاب فتنه مطبوعه كتب اسلامی بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۲- امام طین عمر دار قطنی متوفی ۲۸۵ هـ مسن دار قطنی مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۳- امام احمد محمد بن عبد الله دار قطنی متوفی ۲۸۵ هـ المکر ابو حاتم العرف حسنه ابو حاتم مطبوعه مؤسسه القرآن بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۴- امام ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب شافعی متوفی ۲۴۰ هـ مسن شافعی مطبوعه دارالعرف بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۵- امام ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب شافعی متوفی ۲۴۰ هـ عمل الیوم والایام مطبوعه مؤسسه الكتب الشافعیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۶- امام ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب شافعی متوفی ۲۴۰ هـ مسن کبری مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۷- امام احمد بن علی الشافعی متوفی ۲۴۰ هـ مسنده ابو یحیی موهلی مطبوعه دارالاسلام زناث بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۸- امام عبد الله بن علی بن جابر دینوری متوفی ۲۸۰ هـ کتاب السنن مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۹- امام ابو بكر محمد بن اردون ردی متوفی ۳۰۰ هـ مسنده الروای مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۰- امام محمد بن اسحاق بن خزيمة متوفی ۲۴۵ هـ صحیح ابن خزيمة مطبوعه كتب اسلامی بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۱- امام ابو عبد الله محمد بن عظیم الترمذی متوفی ۳۲۰ هـ قواعد الاسولی مطبوعه دارالایاز كراكه ۱۳۵۵ هـ
- ۲۲- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ هـ مشكل الطحاوی مطبوعه كتيبه دارالایاز كراكه ۱۳۵۵ هـ
- ۲۳- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ هـ شرح مشكل الطحاوی مطبوعه مؤسسه الرساله بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۴- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ هـ شرح معانی الآثار مطبوعه مطبعه جعفی پاكستان دارالعرف ۱۳۵۵ هـ
- ۲۵- امام محمد بن جعفر بن حسین آجری متوفی ۳۳۰ هـ مکالم الاطفاق مطبوعه مطبعه الدینی مصر ۱۳۵۵ هـ
- ۲۶- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ هـ صحیح ابن حبان مطبوعه مؤسسه الرساله بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۷- امام ابو بكر محمد بن حسین آجری متوفی ۳۴۰ هـ التلخیص مطبوعه كتب دارالاسلام ریاض ۱۳۵۵ هـ
- ۲۸- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰ هـ معجم صغیر مطبوعه كتيبه مطبعه شمسه مؤسسه الكتب اسلامی بیروت ۱۳۵۵ هـ

- ۴۹- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰هـ مخم لوسط مسطور کتبه لطائف ریاض ۴۵۰هـ
- ۵۰- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰هـ مخم کبر مسطور دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۵۱- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰هـ مسد الشیخ مسطور مؤسسه دارالاسلام بیروت ۴۰۰هـ
- ۵۲- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰هـ کتب الذخائر مسطور دار الکتب المطبعه بیروت ۳۳۰هـ
- ۵۳- امام ابو کرامه بن احمد بن محمد بن العزوف بن الشیخ متوفی ۳۲۰هـ مخم لوسط مسطور مؤسسه دارالاسلام بیروت ۴۰۰هـ
- ۵۴- امام عبد الله بن محمد بن الجریانی المتوفی ۳۲۰هـ مخم لوسط مسطور دار الفکر بیروت
- ۵۵- امام عبد الله بن محمد بن جعفر العزوف بن الشیخ متوفی ۳۲۰هـ کتب الطاهر مسطور دار الکتب المطبعه بیروت
- ۵۶- امام ابو عبد الله محمد بن عبد الله حاکم نیشابوری متوفی ۳۲۰هـ مخم لوسط مسطور دارالاسلام بیروت ۴۰۰هـ
- ۵۷- امام ابو فیم احمد بن عبد الله امین بن الشیخ متوفی ۳۲۰هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب العربی بیروت ۴۰۰هـ
- ۵۸- امام ابو فیم احمد بن عبد الله امین بن الشیخ متوفی ۳۲۰هـ مخم لوسط مسطور دار الفنا بیروت
- ۵۹- امام ابو کرامه بن حسین بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ مخم کبری مسطور نشر لیس
- ۶۰- امام ابو کرامه بن حسین بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ کتب الاموال و الصفات مسطور دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۶۱- امام ابو کرامه بن حسین بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ مسد الشیخ و الکتاب مسطور دار الکتب المطبعه بیروت
- ۶۲- امام ابو کرامه بن حسین بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ کتب انفاک لافک مسطور کتبه المنارة ۳۲۰هـ
- ۶۳- امام ابو کرامه بن حسین بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب المطبعه بیروت
- ۶۴- امام ابو کرامه بن حسین بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ کتب الاذکار مسطور دار الکتب المطبعه بیروت ۴۰۰هـ
- ۶۵- امام ابو کرامه بن حسین بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب المطبعه بیروت ۴۰۰هـ
- ۶۶- امام ابو کرامه بن حسین بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب المطبعه بیروت ۴۰۰هـ
- ۶۷- امام حسین بن مسعود بن یحیی متوفی ۳۵۸هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب المطبعه بیروت ۴۰۰هـ
- ۶۸- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۳۵۸هـ مخم لوسط مسطور دار الفکر بیروت ۴۰۰هـ
- ۶۹- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۳۵۸هـ مخم لوسط مسطور دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۰۰هـ
- ۷۰- امام فیهام الدین محمد بن عبد الواد بن محمد بن علی متوفی ۳۷۳هـ مخم لوسط مسطور کتبه المنارة بیروت ۴۰۰هـ
- ۷۱- امام زکی الدین عبد القاسم بن عبد الواد بن محمد بن علی متوفی ۳۷۳هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب العربی بیروت ۴۰۰هـ
- ۷۲- امام ابو عبد الله محمد بن احمد بن علی بن یحیی متوفی ۳۷۳هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب المطبعه بیروت ۴۰۰هـ
- ۷۳- امام ابو عبد الله محمد بن احمد بن علی بن یحیی متوفی ۳۷۳هـ مخم لوسط مسطور دار الفکر بیروت ۴۰۰هـ
- ۷۴- حافظ جمال الدین عبد الله بن یحیی متوفی ۳۷۳هـ مخم لوسط مسطور مجلس طلی سوره بند ۳۵۵هـ
- ۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیاضی متوفی ۳۸۰هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب العربی بیروت ۴۰۰هـ
- ۷۶- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیاضی متوفی ۳۸۰هـ مخم لوسط مسطور مؤسسه دارالاسلام بیروت ۴۰۰هـ
- ۷۷- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیاضی متوفی ۳۸۰هـ مخم لوسط مسطور دار الکتب المطبعه بیروت
- ۷۸- امام محمد بن محمد بن یحیی متوفی ۳۸۳هـ مخم لوسط مسطور مخفی البیاضی و لکانه ۴۵۰هـ

- ۷۹- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر صمدی شافعی متوفی ۳۴۵ هـ نزد ابن ماجه مسطور دار الکتب المطبعیه بیروت ۳۳۵ هـ
- ۸۰- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان مادری ترکمن متوفی ۵۴۵ هـ ملخص بر هاشمی مسطور خراسانی
- ۸۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد بنی متوفی ۸۳۸ هـ ملخص بر سنه وک مسطور کتبه دار الیاز که کرده
- ۸۲- حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ هـ ملخص بر مسطور کتبه دار الیاز که کرده
- ۸۳- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر مسطور دار الکتب المطبعیه بیروت ۳۲۴ هـ
- ۸۴- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر مسطور دار المعرفه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۸۵- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر مسطور دار الکتب بیروت ۳۴۵ هـ
- ۸۶- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر مسطور دار المعرفه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۸۷- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر مسطور کتبه دار المعرفه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۸۸- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر مسطور دار الکتب المطبعیه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۸۹- علامه عبدالوهاب شعرانی متوفی ۹۷۳ هـ ملخص بر مسطور مطبعه عامه کتبه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۹۰- علامه علی قزوینی حاتم الدین هندی زاهدی پوری متوفی ۹۷۳ هـ ملخص بر مسطور مؤسسه الرساله بیروت ۳۴۵ هـ

### کتاب تفصیل

- ۱- امام حسن بن محمد بن ابی حمزه البصری متوفی ۲۵۵ هـ تفسیر الحسن البصری مسطور کتبه دار المعرفه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۲- امام ابو ذر کرمانی بن زیاد فرمود متوفی ۲۵۵ هـ معنی القرآن مسطور بیروت
- ۳- شیخ ابوالحسن علی بن ابی عمیر متوفی ۳۵۵ هـ تفسیر فی مسطور دار الکتب ایران ۳۴۵ هـ
- ۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ هـ ملخص بر مسطور دار المعرفه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۵- امام ابو اسحاق ابراهیم بن محمد ازجارج متوفی ۳۵۵ هـ ملخص بر مسطور مطبعه سلطنتی ایران ۳۴۵ هـ
- ۶- امام ابو بکر احمد بن علی رازی حصار حنفی متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر مسطور سلسله آیدو که کرده ۳۴۵ هـ
- ۷- علامه ابوالیث نصر بن محمد سرقدی متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر مسطور کتبه دار الیاز که کرده ۳۴۵ هـ
- ۸- شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر تفسیر القرآن مسطور عالم الکتب بیروت
- ۹- علامه محمد بن ابی طالب متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر القرآن مسطور انتشارات نور ایران ۳۴۵ هـ
- ۱۰- علامه ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب مسطور صمدی شافعی متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر مسطور دار الکتب المطبعیه بیروت
- ۱۱- علامه ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشابوری متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر مسطور دار الکتب المطبعیه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۱۲- علامه جلال الدین محمد بن محمد بن عیسیٰ متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر مسطور خراسانی
- ۱۳- علامه ابوبکر محمد بن محمد بن معروف بیان اهل باکی متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر القرآن مسطور دار المعرفه بیروت ۳۴۵ هـ
- ۱۴- علامه ابوبکر قاضی عبدالرحمن بن غالب بن علی متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر مسطور کتبه تجلیه که کرده
- ۱۵- شیخ ابو علی فضل بن حسن طبری متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر القرآن مسطور انتشارات ناصر خسرو ایران ۳۴۵ هـ
- ۱۶- علامه ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۴۵۵ هـ ملخص بر مسطور کتبه سلطانی بیروت ۳۴۵ هـ
- ۱۷- خواجه عبداللّه انصاری من علماء القرن السیاسه ملخص بر القرآن مسطور انتشارات امیر کبیر تهران که کرده



- ۱۳۸- علامه محمد رشید رضا متوفی ۱۳۴۰ هـ تفسیر الزمزم مطبوعه دار المعرفه بیروت
- ۱۳۹- علامه حکیم شیخ عطا الله بن حری مصری متوفی ۱۳۰۹ هـ المجلد المانی تفسیر القرآن المکتبه الاسلامیه ریاض
- ۱۴۰- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۴۰ هـ بیان القرآن مطبوعه نجف کتبی گاه نور
- ۱۴۱- سید محمد فاضل الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۰۰ هـ خزائن القرآن مطبوعه نجف کتبی لیبز گاه نور
- ۱۴۲- شیخ محمود الحسن دیربندی متوفی ۱۳۳۹ هـ شیخ شیعہ احمد حنفی متوفی ۱۳۶۶ هـ حاشیہ القرآن مطبوعه نجف کتبی لیبز گاه نور
- ۱۴۳- علامه محمد طاهر بن عاشور متوفی ۱۳۸۰ هـ التقریر والتفسیر مطبوعه تونس
- ۱۴۴- سید محمد نقشب شمشید متوفی ۱۳۸۵ هـ فی ظلال القرآن مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۲
- ۱۴۵- مفتی احمد یار خان فیضی متوفی ۱۳۰۰ هـ نور القرآن مطبوعه دار الکتب الاسلامیه بکرات
- ۱۴۶- مفتی محمد شفیع دیربندی متوفی ۱۳۰۰ هـ معارف القرآن مطبوعه دار الازهار الکرامیہ کراچی ۱۳۹۷
- ۱۴۷- سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۰۰ هـ تفسیر القرآن مطبوعه اداره ترجمان القرآن گاه نور
- ۱۴۸- علامه سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۳۰۰ هـ التیسار مطبوعه کاظمی علی کیشور عثمان
- ۱۴۹- علامه محمد امین بن محمد بنار کتبی شیعہ فیضی انصاریه بایران مطبوعه عالم الکتب بیروت
- ۱۵۰- استاذ احمد مصطفیٰ الرافعی تفسیر الرافعی مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۱۵۱- آیت الله مکارم شیرازی تفسیر نمونه مطبوعه دار الکتب الاسلامیه قم ۱۳۸۰ هـ
- ۱۵۲- مجلس بزرگم شمله لاهوری تفسیر القرآن مطبوعه ضیاء القرآن علی کیشور گاه نور
- ۱۵۳- شیخ امین احسن اصلاقی مدر قرآن مطبوعه دار القرآن فقه و تفسیر گاه نور
- ۱۵۴- علامه محمود صافی اعراب القرآن و صرف و بیان مطبوعه انتشارات ذریعہ مبین
- ۱۵۵- استاذ محی الدین دیربندی اعراب القرآن و بیان مطبوعه دار ابن کثیر بیروت
- ۱۵۶- ذاکر محمد ذبیلی تفسیر منیر مطبوعه دار النکر بیروت ۱۳۸۰ هـ
- ۱۵۷- سعید حوی الاسلام فی التفسیر مطبوعه دار السلام

### کتاب علوم قرآن

- ۱۵۸- علامه بدر الدین محمد بن عبد الله ذر کتبی متوفی ۱۳۰۰ هـ التبرع فی علوم القرآن مطبوعه دار النکر بیروت
- ۱۵۹- علامه جلال الدین سیوطی متوفی ۱۳۰۰ هـ کتاب التعلیق فی علوم القرآن مطبوعه سبیل الایضی گاه نور
- ۱۶۰- علامه محمد عبد القسیم ذر کتبی مثل القرآن مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت
- کتاب شروح حدیث
- ۱۶۱- حافظ ابو مروان عبد الباقی متوفی ۱۳۰۰ هـ تفسیر کلمه مطبوعه مؤسسه الرساله بیروت ۱۳۸۰ هـ
- ۱۶۲- حافظ ابو مروان عبد الباقی متوفی ۱۳۰۰ هـ تمهید مطبوعه مکتبه القادسیه گاه نور ۱۳۸۰ هـ
- ۱۶۳- علامه ابو الولید سلیمان بن خلف الباقی باکی متوفی ۱۳۰۰ هـ التفسیر مطبوعه مکتبه مصر ۱۳۸۰ هـ
- ۱۶۴- علامه ابو بکر محمد بن عبد الله ابن العربی باکی متوفی ۱۳۰۰ هـ تفسیر کلمه مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۰ هـ
- ۱۶۵- امام عبد القسیم بن عبد القوی منزوی متوفی ۱۳۰۰ هـ مختصر سنن ابوداؤد مطبوعه دار المعرفه بیروت

- ۲۶۱- حافظ علامه ابو العباس محمد بن عمر راجع الفهرستی ۱۵۶۰ هـ، المصنف شرح مسلم مطبوعه دار ابن کثیر بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۶۲- علامه محمد بن شرف لودی مستوفی ۱۷۷۰ هـ، شرح مسلم مطبوعه مکتبه زائر مصطفی الازهر ۱۳۶۷ هـ
- ۲۶۳- علامه شرف الدین حسین بن محمد الحلی مستوفی ۱۷۷۰ هـ، شرح الحلی مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۸ هـ
- ۲۶۴- علامه ابو عبد الله محمد بن خلفه شافعی الیاباکی مستوفی ۱۸۶۸ هـ، اکمل المصنف مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۶۵ هـ
- ۲۶۵- حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی مستوفی ۸۵۴ هـ، فتح الباری مطبوعه دار نشر الکتب الاسلامیه کابل ۱۳۵۰ هـ
- ۲۶۶- حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن علی بن خلی مستوفی ۸۵۵ هـ، عمده القاری مطبوعه دار البیاعه النجفیه مصر ۱۳۲۸ هـ
- ۲۶۷- علامه محمد بن محمد ستوبی الیاباکی مستوفی ۸۸۵ هـ، مکمل اکمل المصنف مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۵ هـ
- ۲۶۸- علامه احمد قسطلانی مستوفی ۹۰۰ هـ، کواکب الساری مطبوعه مکتبه مصر ۱۳۰۲ هـ
- ۲۶۹- علامه عبدالرزاق منطوی شافعی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، طبع المصنف مطبوعه دار المشرق بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۷۰- علامه عبدالرزاق منطوی شافعی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، شرح الشافعی مطبوعه نور محمد راجع الطالع کراچی
- ۲۷۱- علامه علی بن سلطان محمد القاری مستوفی ۱۰۰۰ هـ، متن الواسع مطبوعه نور محمد راجع الطالع کراچی
- ۲۷۲- علامه علی بن سلطان محمد القاری مستوفی ۱۰۰۰ هـ، شرح مسند ابی حنیفه مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۰۵ هـ
- ۲۷۳- علامه علی بن سلطان محمد القاری مستوفی ۱۰۰۰ هـ، الملخص مطبوعه مکتبه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۷۴- شیخ محمد بن علی بن محمد شافعی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصطفی الیاباکی بیروت ۱۳۰۰ هـ
- ۲۷۵- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۷۶- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۷۷- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۷۸- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۷۹- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۸۰- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۸۱- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۸۲- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۸۳- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۸۴- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۸۵- علامه ابو الفرج عبدالرحمن بن علی خوزی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۸۶- حافظ جمال الدین ابو النجاشی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۸ هـ
- ۲۸۷- علامه شمس الدین محمد بن احمد بن علی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۲۸ هـ
- ۲۸۸- حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی مستوفی ۸۵۴ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۵ هـ
- ۲۸۹- حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی مستوفی ۸۵۴ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۵ هـ
- ۲۹۰- علامه علی بن سلطان محمد القاری مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۰۰ هـ
- ۲۹۱- کتب اسماء الرجال
- ۲۹۲- علامه اسماعیل بن حماد الجوزی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۸ هـ
- ۲۹۳- علامه حسین بن محمد راجع مصطفی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۸ هـ
- ۲۹۴- علامه جلال الدین محمد بن محمد بن علی مستوفی ۱۰۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۸ هـ





۲۲۳- شیخ اشرف علی قنوی متوفی ۱۳۳۵ھ عثر علیہ مطبوعه تاج کتبى لىزى گراچى  
کتاب فقہ حنفی

- ۲۲۴- شمس الانامہ محمد بن احمد سرخس متوفی ۱۳۸۳ھ المبروط مطبوعه دار العرف نبوت ۱۳۹۸ھ
- ۲۲۵- شمس الانامہ محمد بن احمد سرخس متوفی ۱۳۸۳ھ شرح حرکیر مطبوعه المکتبۃ المدینہ کلاسلہ افغانستان ۱۳۵۰ھ
- ۲۲۶- علامہ طاهر بن عبد الرشید بخاری متوفی ۱۵۳۲ھ خلاصۃ الفتاوی مطبوعه امجد الکبیری کلاہور ۱۳۹۷ھ
- ۲۲۷- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۵۸ھ بدائع الصنائع مطبوعه امجد الکبیری سید لیز کتبى ۱۳۵۰ھ
- ۲۲۸- علامہ حسین بن منصور نونجندی متوفی ۳۵۵ھ فتاوی قاضی قل مطبوعه مطبعہ کبری فیروزہ بلوچان مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۲۹- علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرشانی متوفی ۵۵۵ھ عدلیہ اولین آفرین مطبوعه شرکت مطبعہ لکھن
- ۲۳۰- علامہ محمد بن محمود بختی متوفی ۷۸۶ھ عدلیہ مطبوعه دار المکتب العلمیہ نبوت ۱۳۵۵ھ
- ۲۳۱- علامہ عالم بن الطاهر انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ فتاوی آثار عباسیہ مطبوعه دار القرآن گراچى ۱۳۵۵ھ
- ۲۳۲- علامہ ابوبکر بن علی بن احمد متوفی ۸۰۰ھ التجرۃ الباقیہ مطبوعه مکتبہ ابدلویہ لکھن
- ۲۳۳- علامہ محمد شهاب الدین بن یزید رازوری متوفی ۸۴۷ھ فتاوی برازیہ مطبوعه مطبعہ کبری فیروزہ بلوچان مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۳۴- علامہ سید رکن الدین محمود بن احمد بختی متوفی ۸۵۵ھ بیاض مطبوعه دار الفکر نبوت ۱۳۵۵ھ
- ۲۳۵- علامہ کمال الدین بن مسلم متوفی ۸۸۶ھ فتح القدر مطبوعه دار المکتب العلمیہ نبوت ۱۳۵۵ھ
- ۲۳۶- علامہ جمال الدین خوارزمی قلیہ مکتبہ تودیه رضویہ سکر
- ۲۳۷- علامہ حسین الدین الرموی المعروف بجمہ لا سکین متوفی ۹۵۳ھ شرح الکفر مطبوعه عیونہ الطارف المریہ مصر ۱۳۸۷ھ
- ۲۳۸- علامہ ابوالحسن محمد علی متوفی ۹۵۵ھ فنیۃ المسلمین مطبوعه سبیل الایضی کلاہور ۱۳۵۵ھ
- ۲۳۹- علامہ ابوالحسن محمد علی متوفی ۹۵۵ھ صغیری مطبوعه میر محمد کتب خانہ گراچى
- ۲۴۰- علامہ محمد خراسانی متوفی ۹۷۳ھ جامع الرموز مطبوعه مطبعہ فنی ذاکتور ۱۳۵۵ھ
- ۲۴۱- علامہ زین الدین بن نجم متوفی ۹۷۷ھ کلمہ الرائق مطبوعه مطبعہ علیہ مصر ۱۳۵۵ھ
- ۲۴۲- علامہ ابوالعزیز محمد بن محمد علی متوفی ۹۸۷ھ حاشیہ ابو سعید علی لا سکین مطبوعه عیونہ الطارف المریہ مصر ۱۳۸۷ھ
- ۲۴۳- علامہ حاتم علی قنوی روی متوفی ۹۸۵ھ فتاوی حادہ مطبوعه مطبعہ مکتبہ مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۴۴- علامہ خیر الدین دہلی متوفی ۱۰۸۸ھ فتاوی خیر مطبوعه مطبعہ مکتبہ مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۴۵- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد صکنی متوفی ۱۰۸۸ھ محاورۃ الفتاوی مطبوعه دار البیاد والقرآن العلمیہ نبوت ۱۳۵۰ھ
- ۲۴۶- علامہ سید احمد بن محمد حموی متوفی ۱۰۹۸ھ مغربون البیاض مطبوعه دار المکتب المریہ نبوت ۱۳۵۰ھ
- ۲۴۷- نظام الدین متوفی ۱۱۵۵ھ فتاوی عالمگیری مطبوعه مطبعہ کبری فیروزہ بلوچان مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۴۸- علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای متوفی ۱۱۵۵ھ مستدرک الحقائق مطبوعه مطبعہ علیہ مصر ۱۳۵۵ھ
- ۲۴۹- علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای متوفی ۱۱۵۵ھ حتم الفتاوی الخلدیہ مطبوعه دار الشافعیہ العلمیہ کلاہور
- ۲۵۰- علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای متوفی ۱۱۵۵ھ رسالہ ابن علی بن مطبوعه سبیل الایضی کلاہور ۱۳۹۷ھ
- ۲۵۱- علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای متوفی ۱۱۵۵ھ رد المحتار مطبوعه دار البیاد والقرآن العلمیہ نبوت ۱۳۵۰ھ

- ۲۵۲- امام احمد رضا قادری مستوفی ۳۰ هـ قتلوی در ضمیمه مطبوعه کتبه و ضمیمه گرامی  
۲۵۳- امام احمد رضا قادری مستوفی ۳۰ هـ قتلوی از فرجه مطبوعه و بیست و یکمین گرامی  
۲۵۴- علامه امجد علی مستوفی ۶۷ هـ بهار شریعت مطبوعه شیخ نظام علی ایباز سرگرمی  
۲۵۵- علامه نورالدین فیهی مستوفی ۳۰ هـ قتلوی در ضمیمه مطبوعه کتبه و بیست و یکمین گرامی

### کتاب فقه شافعی

- ۲۵۶- علامه ابوالحسن علی بن محمد حبیب قادری شافعی مستوفی ۵۵ هـ قتلوی الکبیر مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۴ هـ  
۲۵۷- علامه ابو اسحاق شیرازی مستوفی ۵۵ هـ المذهب مطبوعه دار المشرق بیروت ۱۳۳۴ هـ  
۲۵۸- امام محمد بن محمد قزاقی مستوفی ۵۵ هـ ادبای علوم الدین مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۳ هـ  
۲۵۹- علامه نجفی بن شرف نووی مستوفی ۶۷ هـ شرح المذهب مطبوعه دار الفکر بیروت  
۲۶۰- علامه نجفی بن شرف نووی مستوفی ۶۷ هـ رد المحتار مطبوعه کتب اسلامی بیروت ۱۳۰۵ هـ  
۲۶۱- علامه جلال الدین سیوطی مستوفی ۷۹ هـ قتلوی للفتاوی مطبوعه کتبه و ضمیمه بیروت  
۲۶۲- علامه شمس الدین محمد بن ابی العباس رلی مستوفی ۱۰۰ هـ تلمیذ المحتاج مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۳ هـ  
۲۶۳- علامه ابوالفضیل علی بن علی شربلی مستوفی ۱۰۸ هـ حاشیه ابوالفضیل علی تلمیذ المحتاج مطبوعه دار الفکر بیروت

### کتاب فقه مالکی

- ۲۶۴- امام حسن بن سعید شربلی مالکی مستوفی ۵۹ هـ تلمیذ و تفسیر الکبری مطبوعه دار ادب و التراث علمی بیروت  
۲۶۵- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی مالکی مستوفی ۵۵ هـ بدایة المجتهد مطبوعه دار الفکر بیروت  
۲۶۶- علامه قلیل بن اسحاق مالکی مستوفی ۶۷ هـ مختصر قلیل مطبوعه دار صادر بیروت  
۲۶۷- علامه ابوعبدالله محمد بن محمد الطالب الشربلی مالکی مستوفی ۱۰۰ هـ موابب التلیل مطبوعه کتبه و بیروت  
۲۶۸- علامه علی بن عبد الله علی الشربلی مالکی مستوفی ۱۰۰ هـ مختصر قلیل مطبوعه دار صادر بیروت  
۲۶۹- علامه ابوالبرکات احمد درویش مالکی مستوفی ۱۰۷ هـ مباحث الکبیر مطبوعه دار الفکر بیروت  
۲۷۰- علامه شمس الدین محمد بن محمد سوتی مستوفی ۱۲۴ هـ حاشیه الشربلی علی المکبیر مطبوعه دار الفکر بیروت

### کتاب فقه حنبلی

- ۲۷۱- علامه سوتی الدین عبداللہ بن احمد بن قدامه مستوفی ۱۳۰ هـ الفتن مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۰۵ هـ  
۲۷۲- علامه سوتی الدین عبداللہ بن احمد بن قدامه مستوفی ۱۳۰ هـ الکافی مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۳۳ هـ  
۲۷۳- شیخ ابوالعباس محمد بن محمد بن قدامه مستوفی ۱۳۰ هـ مجموع الفتاوی مطبوعه ریاض  
۲۷۴- علامه ابوالحسن علی بن سلیمان مروزی مستوفی ۱۸۵ هـ الاضاف مطبوعه دار ادب و التراث علمی بیروت ۱۳۰۴ هـ

### کتاب شیعه

- ۲۷۵- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی مستوفی ۳۲۹ هـ الاصول من الکافی مطبوعه دار الفکر بیروت  
۲۷۶- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی مستوفی ۳۲۹ هـ المکاشف مطبوعه دار الفکر بیروت  
۲۷۷- شیخ کلید الدین مشهور علی بن محمد کلینی مستوفی ۳۲۹ هـ شرح صحیح طبرستان مطبوعه مؤسسه انصاری بن ۸۷۷ هـ





- ۳۰۵۔ امام احمد رضا قادری مستوفی ۳۰۳ھ الملقب مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور  
 ۳۰۶۔ شیخ وحید الرحمن مستوفی ۳۰۸ھ محدثہ الدی مطبوعہ میرپس زلی ۳۲۵ھ  
 ۳۰۷۔ شیخ اشرف علی قادری مستوفی ۳۱۵ھ مہشتی زبور مطبوعہ ناشرین قرآن لینڈ لاہور  
 ۳۰۸۔ شیخ اشرف علی قادری مستوفی ۳۱۵ھ حفظہ الامان مطبوعہ مکتبہ قادری گراچی  
 ۳۰۹۔ علامہ عبدالعظیم شرف قادری نقشبندی گندھار رسول اللہ مطبوعہ مرکزی مجلس دفاتر لاہور ۳۰۵ھ



## سرٹیفکیٹ

میں نے تبیان القرآن جلد سوم تصنیف شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی، مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور کے پروف بخور پڑھے ہیں۔ میری دانست کے مطابق اس تفسیر کے متن نور تفسیر میں درج آیات قرآنی کے الفاظ اور اعراب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں نے امینان کے بعد یہ سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔

محمد اہم لہی

نور احمد لہی

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM